فتاویٰ شرعیہ
جلد 3
قدیم وجدید فقہی مسائل کے حل
کا بہترین مجموعہ
تصنیف:
استاذ العلماء مفتی محمد فضل کریم رضوی حامدی
خلیفہ حجۃ الاسلام حامد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ
شبیر برادرز

قدیم وجدید فقہی مسائل کے حل

کا بہترین مجموعہ

فتاویٰ شرعیہ

جلد سوم

تصنیف:

استاذ العلماء مفتی محمد فضل کریم رضوی حامدی

خلیفہ حجۃ الاسلام حامد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ

شبیر برادرز رجسٹرڈ

زبیدہ سنٹر ۴۰۔ اردو بازار لاہور

فون: 042-37246006

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

3

باہتمام: ملک شبیر حسین

سن اشاعت جنوری 2013ء / ربیع الاوّل 1434ھ

سرورق باھو گرافکس لاہور

قیمت روپے

فہرست

فتاویٰ شرعیہ (سوم) از حضرت مولانا مفتی الشاہ عبدالواحد قادری مدظلہ العالی

نمبر شمار	مسائل	استفتاء نمبر	صفحہ نمبر
	کتاب الصلوٰۃ (باب القرأۃ)		
1	آیت کے درمیان وقف کرنا۔ بے وجہ شرعی طلاق کا مطالبہ حرام ہے۔ جمعہ وعیدین کا خطبہ عربی زبان میں ہی سنت متوارثہ ہے۔	367	548
2	لقمہ دینے میں عجلت کرنا۔	368	549
3	نماز کے اندر درمیان میں چھوٹی سورۃ چھوڑ دینا۔	369	549
4	ضاد کا مخرج۔	370	550
5	نماز کے اندر سورتوں کے شروع میں بسم اللہ شریف زور سے پڑھنا۔	371	551
6	نماز میں بعض سورتوں یا آیتوں کا مخصوص کر لینا۔ مسائل شرعیہ سے اعراض کرنا۔ نومولود کے کان میں اذان کہنا۔ رانڈے اور رونڈے میں کیا فرق ہے؟	372	552
7	نماز میں سورۃ تلاوت کرنے کی ترکیب۔ صاحب نصاب کا ہر سال قربانی دینا۔	373	553
8	سنت کی رکعتوں میں سورتوں کی ترکیب۔	374	555
9	امام کو مقتدی کا لقمہ دینا۔ قرأۃ میں غلطی کرنا۔ نماز جنازہ پڑھنا۔	375	555
10	نماز میں ضآلین پڑھنا۔ ضآلین کا ترجمہ کیا ہے؟	376	557
11	دوران نماز قرأۃ کی صحیح تلاوت کرنا۔	377	558
12	نماز میں آیت کو مقدم اور مؤخر کرنا۔ نماز میں سجدۂ سہو کرنا۔	378	559
13	کچھا اوڑھ کر نماز پڑھنا۔ صوم وصلوٰۃ کی پابندی نہ کرنے والی بچی میں شادی بیاہ کرنا۔ سورۃ غاشیہ کے بعد سورۃ کوثر پڑھنا۔	379	560
14	قرآن کے اوقاف کے بعد ہر جگہ حرف نون کا اضافہ کرنا۔	380	561
15	نماز میں سورتوں کو پڑھنے کی ترتیب۔	381	562
	کتابُ الصلوٰۃ (باب التشہد)		
1	کیا حضور ﷺ تشہد میں درود شریف پڑھا کرتے تھے؟ ایک نماز میں سورۃ الناس دوبار پڑھنا۔	382	563

مرکزی ادارہ شرعیہ: منزل بمنزل

از: امین شریعت حضرت علامہ مفتی عبدالواجد صاحب قادری قبلہ

عظیم آباد بہار کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اوران کی آل واولاد اوران کے احباب وتلامیذ ومریدین سے خاص الخاص تعلق رہا ہے۔ چنانچہ ان کی شان علمی اور جلالت تجدد دینی کو دیکھتے ہوئے سینکڑوں علماومشائخ وسجادگان کی موجودگی میں تحریک ندوہ کے مفاسد کے سدباب کے لئے منعقدہ ہشت روزہ کانفرنس کے اندر مرجع العلماء حضرت مولانا شاہ عبدالمقتدر بدایونی علیہ الرحمہ نے امام احمد رضا کے مجدد ہونے کا اعلان فرمایا، جس کی تائید فرماتے ہوئے تمام حاضرین نے مسرتوں کا اظہار کیا۔ اس کانفرنس کے بانیان میں اول نام مجاہد سنیت حضرت قاضی عبدالوحید صاحب فردوسی پٹنہ کا آتا ہے۔ عظیم آباد اور اسکے قرب وجوار میں امام احمد رضا اور ان کے متعدد خلفائے کرام موجود تھے، ان میں ایک حضور ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری گویا اعلیٰ حضرت کے علمی وعملی جانشین تھے۔ اور دوسرے آپ کی فکر ونظر کی اشاعت فرمانے والے آپ کے خلیفہ ارشد حضرت قاضی عبدالوحید صاحب فردوسی تھے۔ اعلیٰ حضرت کے ساتھ پھر ان کے بعد عظیم آباد اور اس کے مضافات واضلاع میں حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کی آمد ورفت شروع ہوئی، جس کی وجہ سے اس علاقہ میں سلسلہ رضویہ برکاتیہ قادریہ کو فروغ حاصل ہوا۔ حضور حجۃ اسلام کے بعد حضور مفسر اعظم اور ریحان ملت علیہما الرحمہ کی مسلسل آمد ورفت کی وجہ سے بھی سلسلہ عالیہ رضویہ کو بیش از بیش فروغ واشاعت کا موقع ملتا رہا۔ اب اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے خانوادہ کے چشم وچراغ تاج الاسلام قاضی القضاۃ حضرت علامہ الحاج الشاہ اختر رضا خاں صاحب ازہری زید مجدہ واقبالہ کبھی کبھی تشریف ارزانی فرماتے رہتے ہیں اور اہالیان عظیم آباد واضلاع ریاست کو اپنی دیدار کی روشنی سے منور کرتے رہتے ہیں اور آپ کے برادر خرد پیر طریقت حضرت مولانا ڈاکٹر قمر رضا خاں صاحب زیدحبہ نے اپنے خاندانی تعلقات کو بہار اور اس کے مضافات سے مسلسل قائم کر رکھا ہے۔ ان تمام تعلقات ذہبیہ کا اثر ونفوذ زیادہ سے زیادہ عملی پاکیزگی اور روحانی ارتقا تک محدود رہے۔ ہاں اس کے ذریعہ یک گونہ اصلاح عقائد بھی ہوتی ہے اور بد مذہبوں سے عدم اختلاط کا سبق بھی ملتا ہے۔ لیکن قاضی عبدالوحید صاحب فردوسی کے قائم کردہ مدرسہ اہل سنت کے علمی فیضان ختم ہوجانے کے بعد عظیم آباد کے متصلب سنی حضرات کی مسلسل کوششوں کے بعد بھی کوئی علمی منارہ نور کا قیام عمل میں نہیں آسکا۔ یہ قرعہ فال بھی قائد اہل سنت، مناظر اسلام حضرت علامہ ارشد القادری کے نام نکلا کہ انہوں نے اس پیاسی سرزمین کو شفاف علم کے چشموں سے سیراب کرنے کے لئے عظیم آباد کے دل ودماغ اور سرمایہ علم وادب کو سرجوڑ کر بیٹھنے کی دعوت دی، جس میں باتفاق رائے یہ ذمہ داری علامہ مذکور کو سونپی گئی کہ آپ اپنی صواب دید کے مطابق ایسے پروگرام ترتیب دیں جس کے نتیجہ میں پھر عظیم آباد اسلامی علوم وفنون کا گہوارہ ہوجائے اور بد مذہبوں

کے تسلط سے ہم محفوظ رہ سکیں۔ حضرت علامہ علیہ الرحمہ نے تین نفری حضرات پر مشتمل ایک فعال مجلس کی تشکیل کی، جس کی صدارت کی ذمہ داری سلطان المناظرین مفتی اعظم کانپور حضرت علامہ مفتی الحاج شاہ رفاقت حسین صاحب علیہ الرحمہ کے مضبوط کندھوں پر ڈالی گئی اور مجلس کے افراد ثلثہ میں علامہ کے علاوہ نان پارہ اور نیپال کے سابق مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی ابوسہیل انیس عالم صاحب حال مقام نیا قلعہ سیوان اور مجاہد دوراں، ممبر آف پارلیامنٹ حضرت علامہ سید مظفر حسین کچھوچھوی علیہ الرحمہ تھے، ان تینوں حضرات نے ایک صوبائی کانفرنس کے انعقاد اور اس کو مہتم بالشان طور کامیاب بنانے کے لئے صوبوں اور غیر صوبوں کا دورہ فرمایا اور مالیات کی فراہمی میں جٹے رہے۔ جب اپنے ابتدائی مقصد میں کامیابی حاصل ہوگئی تو مجلس کے اتفاق رائے سے طے پایا کہ اس کانفرنس کے لئے سب سے مناسب جگہ سیوان ہے۔ مہینوں کی تگ ودو کے بعد کانفرنس کے انعقاد کے لئے علوم وفنون اسلامی کا جگمگاتا شہر آباد ہوا۔ ملک بھر کے مرجع العلما اکابر واصاغر کو تشریف آوری کی دعوت دی گئی ملک میں ''سنی کانفرنس بنارس'' کے بعد علماء وعوام کے اجتماع کے لحاظ سے یہ ''صوبائی سنی کانفرنس'' دوسری عظیم کانفرنس تسلیم کی گئی۔ ہزاروں علماء ومشائخ اور خانقاہی نمائندوں کے علاوہ تقریباً پانچ لاکھ عوام پر مشتمل یہ کانفرنس سیوان کی سرزمین پر منعقد ہوئی تھی۔ الکٹرانک میڈیا نے بھی اس کی خوب تشہیر کی۔ بی بی سی (لندن) نے کئی دنوں تک فرزندان توحید کے یکجا مجتمع ہونے اور سنیت کی ترویج واشاعت کے لئے کسی لائحہ عمل کو طے کرنے کا اعلان کیا۔ اس دور کے سنی اکابر ومشاہیر علمائے ربانیین کی شمولیت نے کانفرنس کی کامیابی کی ضمانت دے دی۔ مثلاً:

نور دیدہ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند۔

سید العلماء حضرت العلام سید شاہ آل مصطفیٰ صاحب صدر سنی جمیعۃ علمائے ہند۔

نور دیدہ عید الاسلام خلیفہ اعلیٰ حضرت علامہ مفتی برہان الحق صاحب جبل پوری۔

مجاہد ملت حضرت شاہ محمد حبیب الرحمٰن صاحب رئیس اعظم اڑیسہ۔

پھر ان اکابر حضرات کے دوش بدوش صوبہ بہار کی مشہور معروف خانقاہوں کے سجادہ نشیں یا ان کے نمائندوں نے کانفرنس کو چار چاند لگا دیا۔ اکابر علماء کی جلوس میں اس دور کے سنی مقررین اور علمائے اصاغر تو ہزاروں ہزار کی تعداد میں شریک کانفرنس ہوئے۔ سیوان اور نیا قلعہ کا علاقہ علم وفضل کے ستاروں سے جگمگا رہا تھا۔ کانفرنس کے آخری جلسہ میں حضور مفتی اعظم ہند، حضور سید العلماء، حضور مجاہد ملت نیز علامہ وجود القادری وغیرہم کی موجودگی میں سہ نفری جلیل القدر تنظیم نے علامہ ابوالوفا فصیحی کے ساتھ وقت کے چیلنج کا جواب دیتے ہوئے ایک ایسے تنظیمی ادارہ کے وجود کا اعلان کیا جس میں درجنوں شعبوں کے ساتھ سر فہرست دار القضاء اور دار الافتاء ہو۔ چونکہ پورے ملک میں اس وقت کوئی سنی دار القضا نہیں تھا اس لئے اسے زیادہ اہمیت دی گئی۔ اس ادارہ کا نام ''ادارہ شرعیہ بہار قرار پایا۔ چونکہ اس کے مرکزی دفتر کو بہار میں رہنا تھا اس لئے علمائے ربانیین نے اپنے اپنے علاقوں سے قضا سے متعلق معاملات اور امور قضایا کو ادارہ شرعیہ بہار کی طرف متوجہ کرانا شروع کر دیا۔ چنانچہ ''فتاویٰ شرعیہ'' کے بعض

سوالات سے، جو بہار کے علاوہ دوسرے صوبوں سے آئے ہوئے ہیں۔اس کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔کہ قضا سے متعلق امور کو حضور مفتی اعظم ہند، حضور سید العلماء حضور حافظ ملت اور شارح بخاری حضرت مفتی شریف الحق امجدی نے ادارہ شرعیہ بہار کے سپرد فرمایا اور یہاں کے جوابات وفیصلہ پر اطمینان کا اظہار فرمایا۔

ادارۂ شرعیہ بہار کا مرکزی مگر عارضی دفتر سبزی باغ پٹنہ کا دو منزلہ مکان قرار پایا جسے ارباب ادارہ نے کرایہ پر لے رکھا تھا اسی مکان کے ایک کمرے اور صحن میں دار القضا اور دار الافتاء کا قیام عمل میں آیا جس کی ذمہ داریوں کو نبھانے کے لئے پٹنہ دولی گھاٹ کی مؤقر شخصیت حضرت مولانا سید شاہ برہان احمد صاحب ابوالفیاضی کے اثر ورسوخ اور مسلسل مجبور ہوکر حضرت مولانا فضل کریم صاحب فیض پوری، اسکول کے ساتھ ادارہ شرعیہ کے دار الافتاء میں وقت دینے لگے۔اسی درمیان سہ نفری تنظیم نے پٹنہ کی سرزمین پر بھی ایک تاریخ ساز کانفرنس بنام "انسداد فسادات کانفرنس" کا اعلان کردیا۔جس کا دوروزہ انعقاد "انجمن اسلامیہ ہال" پٹنہ میں ہوا۔اس اجلاس میں خصوصیت کے ساتھ غزالی دوراں حضرت علامہ قاضی شمس الدین صاحب جونپوری (مصنف قانون شریعت) حضور مجاہد ملت، حضور مجاہد دوراں، حضور مفتی اعظم نیپال مفتی انیس عالم صاحب سیوانی، فاضل توریت وانجیل علامہ شاہ قائم چشتی قتیل داناپوری اور حضرت قائد اہل سنت علامہ ارشد القادری بانی مرکزی ادارہ شرعیہ بہار شریک ہوئے جس میں اہم ترین سلگتے مسائل سے متعلق تجاویز پاس کی گئیں۔پھر اسی اجلاس کے اختتام پر حضرت قاضی شمس الدین صاحب اور استاذ الاساتذہ حضرت مولانا حکیم قاضی نظام الدین بلیاوی ثم الہ آبادی نے حضرت مولانا فضل کریم صاحب حامدی فیض پوری کے سر پر مرکزی دار القضا کی ذمہ داریوں کی دستار باندھی اور مسند قضا پر انہیں فائز فرمایا۔

چنانچہ امور قضاء کا کام سبزی باغ پٹنہ ہی سے شروع ہوگیا۔بعدہ سہ نفری مبارک تنظیم کو ادارۂ شرعیہ بہار کے لئے ایک اپنی مستقل عمارت کی ضرورت ستانے لگی۔کئی نشستیں ہوئیں مگر پٹنہ میں کامیابی کے آثار نظر نہیں آئے تو اس مبارک تنظیم نے اپنے صدر حضور مفتی اعظم کانپور کے ساتھ مجلس مشاورت قائم کی،جس میں طے پایا کہ سہ نفری تنظیم کے ساتھ حضور مفتی اعظم کانپور بھی گجرات کا دورہ فرمائیں اور مالی فراہمی میں ساتھ دیں۔چنانچہ ایک ماہ کا گجراتی دورہ ہوا۔خصوصاً اس علاقہ میں جہاں حضور مفتی اعظم کانپور سابق شیخ الحدیث دار العلوم شاہ عالم احمد آباد کے مریدین ومعتقدین کثرت سے آباد تھے۔گجرات کی واپسی پر اتنی رقم مہیا ہو چکی تھی جس سے زمین خریدی جاسکے اور بنیادی کاموں کو انجام دے دیا جائے۔سلطان گنج نوگھروا کی ایک مختصر زمین خرید کر بنیاد ڈال دی گئی۔اس درمیان ادارۂ شرعیہ بہار کا مرکزی دفتر سبزی باغ سے منتقل ہوکر سلطان گنج میں آگیا مگر اپنی عمارت نہ ہونے کی وجہ سے حضرت الحاج غلام رضا عرف منے میاں کی جھونپڑی میں دار الافتاء اور دار القضاء چلنے لگا۔جب ادارۂ شرعیہ کی پہلی منزل تیار ہوکر استعمال کے قابل ہوگئی تو ادارۂ شرعیہ بہار کا دفتر اپنی نجی عمارت میں آگیا۔منزل کی تکمیل کے بعد جب بالائی رضا ہال کی تکمیل ہوگئی تو اکابر علماء ربانیین اور صوبہ کے مستند معروف علماء کرام کا ایک بار پھر اجتماع ہوا جس میں ادارۂ شرعیہ بہار کے اغراض ومقاصد اور ہر ہر شعبے کے لئے اصول وضوابط طے کئے گئے جس کی منظوری اکابر واصاغر علماء کرام سے لی گئی۔پھر اسی

اجلاس میں یہ بھی طے پایا کہ ادارۂ شرعیہ بہار کے سب سے بڑے شرعی کلیدی عہدیدار کو امیر شریعت یا امیر ادارہ نہ کہا جائے کیونکہ امیر کے لئے جن قیود سیاسیہ اور طاقت عسکریہ کی ضرورت ہوتی ہے وہ موجودہ ہندوستان میں مفقود ہے۔ لہٰذا ہم اپنے سربراہ کو نہ امیر کہیں نہ مدیر کہیں بلکہ ''امین شریعت'' کے مہتم بالشان لقب سے یاد کریں جو نہ صرف امین الفتویٰ یا امین القضاء ہو بلکہ اس کا اختیار مرکزی و ذیلی ادارۂ شرعیہ کے تمام شعبوں پر حاوی ہو۔ پھر اسی اجلاس میں امین شریعت اول کے منصب علیا کی ذمہ داری سلطان المناظرین مفتی اعظم کانپور حضرت علامہ الحاج شاہ رفاقت حسین صاحب علیہ الرحمہ کو سونپی گئی جس کو انہوں نے اخیر وقت تک باحسن وجوہ نبھایا۔ اور حضرت مولانا مفتی فضل کریم صاحب حامدی کو باتفاق رائے قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز کیا گیا۔ اور آپ کی معاونت کے لئے مفتی عبدالحافظ صاحب حامدی اور مولانا غلام دستگیر صاحب (برادر اصغر علامہ ارشد القادری صاحب) کو مقرر کیا گیا ۔ ثانی الذکر کا تو درمیان ہی میں انتقال ہوگیا۔ البتہ اول الذکر معاون نے تاحین حیات حضرت قاضی القضاۃ کا ساتھ دیا بلکہ قاضی صاحب علیہ الرحمہ کے بعد منصب قضاء کو تاحینِ حیات انہوں نے ہی سنبھال رکھا تھا۔

قائد ملت بانی ادارہ شرعیہ حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کی دیرینہ خواہش اور قلبی آرزو تھی کہ ادارۂ شرعیہ بہار کے مرکزی دفتر سے جاری شدہ فتاوٰں کے جو نقول ہیں ان سب کی اشاعت ہو جائے کئی بار حضرت والا نے اِس بے مایہ کو بھی حکم دیا کہ آپ اس کی ابوابِ فقہ کے نہج پر ترتیب دیدیں لیکن چاہنے کے باوجود بھی میں اپنی عدیم الفرصتی کی وجہ سے آپ کے حکم کی تعمیل نہیں کرسکا۔ سالوں سال کا عرصہ گزر گیا اس درمیان کئی ذی استعداد علماء کرام کی خدمات بھی اسی کام کے لئے حاصل کی گئی مگر ۔

اے رضا ہر کام کا اِک وقت ہے

وقت گزرتا گیا اور نقول فتاویٰ کے رجسٹر الماریوں کی زینت بنے رہے۔ عزیز گرامی مولوی فیضان الرحمان سبحانی مرکز الثقافۃ السنیۃ کیرل سے علمی فراغت کے بعد چند سالوں کے لئے جامعہ ازہر مصر چلے گئے اور وہاں سے واپسی پر بحیثیت نمائندہ امین شریعت کے ان کو مرکزی ادارۂ شرعیہ کی دیکھ بھال کے لئے میں نے ادارہ میں رہنے پر مجبور کیا۔ چند مہینوں میں انہوں نے سب سے اچھا کام یہ کیا کہ دار القضاء کے تمام تر فیصلوں کو سن اور مقدمہ نمبروں کے اعتبار سے فائیلنگ کردی اور اسے دار القضاء کی الماری میں محفوظ کردیا اور نقولِ فتاویٰ کی اُلٹ پھیر کی اور اُن کی ترتیب ابواب کا جذبہ ان کے اندر بیدار ہوگیا۔

جس کے لئے مرکزی ادارۂ شرعیہ کے شعبۂ تربیت افتاء کے چند فارغین کو انہوں نے آمادہ کرلیا۔ ان کے لئے کمپیوٹرز کا انتظام بھی کیا اور اس پر کام کرنے کی خود تربیت دی اور اپنی نگرانی میں ترتیبِ فتاویٰ کا کام شروع کردیا۔

الحمدللہ تعالیٰ والمنّۃ کہ چند مہینوں میں پُرانے نقولِ فتاویٰ کی ترتیب تقریباً نو ضخیم جلدوں میں ہوگئی۔ جس کی مناسب اشاعت کے لئے زرِ کثیر کی ضرورت تھی۔ الحاج سید ثناء اللہ صاحب رضوی ناظم مرکزی ادارۂ شرعیہ اور مولانا غلام رسول صاحب مہتمم ادارۂ نے جزوی تعاون ادارہ کی جانب سے دینے کا وعدہ فرمالیا اور اس کو ادا بھی کردیا۔ بقیہ اخراجات کی فراہمی کا ذمہ اس فقیر کے کندھوں پر ڈال دی۔ میں نے اپنے کئی احباب سیاخراجات کی تفصیل بتائی اور بحمد اللہ تیار ہونے پر اشاعت کے لئے

فتاوٰں کی جلدیں پریس کے حوالہ کردی گئیں۔ اولاً ادارۂ شرعیہ کے مفتی اول حضرت مولانا شاہ فضل کریم صاحب صابری کے فتاوٰں پر مشتمل دو جلدیں شائع ہوچکی ہیں جس کا اجراء اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے ۹۲/ برانوے عرس سراپاقدس کے حسین موقع پر استاذ الاساتذہ ممتاز الفقہاء حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ مدظلہ ابن حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے وقیع تبصرہ کے بعد انہی کے مبارک ہاتھوں سے حضور تاج الشریعہ کی موجودگی میں سینکڑوں علماءِ اہلسنّت کے درمیان بریلی شریف میں ہوا جسے علماءِ اہلسنّت نے تحسین وقبول کی نظر سے دیکھا۔ اجراء کے درمیان حضرت محدث کبیر مدظلہ نے ادارۂ شرعیہ کے مرکزی نائب قاضی مولانا مفتی امجد رضا صاحب امجد پی۔ ایچ۔ ڈی کے وقیع مقدمۂ فتاویٰ شرعیہ کی تعریف فرمائی اوراس کی اشاعت پر ادارہ کے مہتمم مولانا غلام رسول بلیاوی کے ساتھ ادارۂ شرعیہ کے انتظامیہ کومبارکباد پیش کیا۔ فتاویٰ شرعیہ کی وہ دونوں جلدیں جس کو ہاتھوں میں لیکر محدث کبیر نے تعارف کردیا وہ دونوں جلدیں حضور تاج الشریعہ نبیرۂ اعلیٰ حضرت علامہ شاہ محمد اختر رضا خان صاحب ازہری میاں دامت برکاتہم العالیہ کی خدمت میں پیش کردی گئیں جن کوتاج الشریعہ نے خندۂ پیشانی اور شکریہ کے ساتھ قبول فرمایا۔

فتاویٰ شرعیہ کی بقیہ جلدیں اب تک پریس کی نگرانی میں ہیں:

اب اُن فتاوٰں کی مزید ایک جلد عزیزم مولوی سبحانی سلمہٗ کی محنت ونگرانی میں اشاعت پذیر ہورہی ہے مجھے امید ہے کہ پہلی دونوں جلدوں کی طرح اہل علم حضرات ان کی بھی پذیرائی فرمائیں گے اور دعاء کریں گے کہ فتاویٰ شرعیہ کی بقیہ جلدوں کے نقول فتاویٰ کی ترتیب وتبویب کی اشاعت کی بھی عزیزم موصوف کومولیٰ کریم بطفیل رؤف الرحیم علیہ التحیہ والتسلیم توفیق رفیق ارزانی فرماوے۔ آمین ثم آمین بجاہ النّبی الامین صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہٖ و آلہ و صحبہ اجمعین۔

دعاگو:

عبدالواجد قادری غفرلہ

(امین شریعت) مرکزی ادارۂ شرعیہ بہار

۱۵/شعبان المعظم ۱۴۳۲ھ

نزیل پٹنہ بموقع محفل چالیسواں جناب غلام رضا عرف منے میاں مرحوم

کلماتِ تحسین

از جمال احمد قادری صدر مرکزی ادارہ شرعیہ بہار و مہتمم دار العلوم فیض الباری نوادہ

قائد اہل سنت، رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ جن کے جنوں خیز مقدم سے نہ جانے کتنے مکاتب مدارس مساجد اور تنظیموں کی تحریکیں اٹھیں اور عالم وجود میں آئیں چنانچہ آپ ہی کی فکر راست اور نتیجہ خیز جدو جہد سے اولیائے کرام مشائخ عظام علمائے ذوی الاحترام شہزادۂ اعلیٰ حضرت سرکار مفتی اعظم ہند، حضور برہان ملت، سید العلماء، مجاہد ملت، حافظ ملت، امین شریعت اول دوم، مجاہد دوراں اور دیگر علماء و مشائخ کی پرسوز دعاؤں اور پر خلوص نصرت وحمایت کے کرم گستر سائے میں ادارۂ شرعیہ کا تصوراتی خاکہ میدان عمل میں گامزن ہوا ہے کہ تصوراتی مقاصد کو بروئے کار لانے میں بہ ظاہر بے سرو سامانی کا عالم تھا مگر السعی منا و الاتمام من اللہ اور گویا

مآل کار کو قسمت پہ چھوڑ دے اپنی ☆ بنا تو برق کے سائے میں آشیاں اپنا

مورخہ ۱۰/۱۱/مئی ۱۹۶۸ء کی منعقدہ صوبائی کانفرنس سیوان کے بطن سے اٹھنے والی یہ تحریک سبزی باغ پٹنہ میں کرائے کے مکان میں فروکش ہوئی پھر تائید ربانی اور توفیق الٰہی سے نوگھرا سلطان گنج پٹنہ۶ میں جتنی زمین بذریعہ خرید میسر آئی اس پر تعمیری مہم کا آغاز ہوا اور جب بقدر کفایت تعمیری پیش رفت تکمیل کو پہونچی تو ادارۂ شرعیہ کا مرکزی دفتر اپنی ذاتی عمارت میں سکونت پذیر ہوا اب تو الحمد للہ! ادارۂ شرعیہ کی بلند پایہ عمارت کئی منزلوں میں تعمیر ہو کر دعوت نظارہ دے رہی ہے اور مرکزی ادارہ شرعیہ ملک کے کئی صوبوں میں اپنی شاخیں بھی قائم کر چکا ہے اور بذات خود بھی مرکز ہذا اپنے دامن میں بہت سارے شعبوں کے لئے دینی اور ملی نشر و اشاعت اور افادہ و افاضہ کے میدان میں سرگرم سفر ہے۔ ادارہ شرعیہ کی کارگزاریوں کو دو تین صفحات میں سمیٹنا کار دشوار ہے۔ اس وقت پیش نظر فتاویٰ شرعیہ کی کتابت وطباعت اور اس کی نشر و اشاعت ہے۔ قضایا و فتاویٰ شرعیہ کے نفاذ و اجراء کے مرحلہ میں اکابر اھل سنت کے مبارک ہاتھوں پہلا سہرا بہ صورت دستار جن کے سر مبارک پر بندھا تھا وہ ذات گرامی قاضی القضاۃ حضرت قاضی فضل کریم صاحب حامدی مظفر پوری رحمۃ اللہ علیہ کی تھی جو تادم آخر زہد و اتقا صوفیانہ صبر و قناعت خلوص وللّٰہیت اور متانت و دیانت کے اوصاف حمیدہ کے ساتھ اپنی خدمات جلیلہ سے ادارۂ شرعیہ کے وقار میں چار چاند لگاتی رہی۔ سلاست کا رنگ و آہنگ لئے آپ کا فاضلانہ وقار، فقیہانہ تیور اور تبحر علمی شاہکار نامہ ”فتاویٰ شرعیہ اول، دوم۔ دو ضخیم جلدوں میں“ کتابت وطباعت کے دشوار گذار مرحلوں سے گذر کر ارباب علم و فضل کے مطالعاتی میز پر فردوس نظر بنکر داد و تحسین کا خراج پا رہا ہے۔

تحدیث نعمت کے طور پر یہ اظہارِ حقیقت کرتے ہوئے روحانی خوشی محسوس کررہا ہوں اور سر بسجدۂ تشکر میں ہے کہ اس عظیم علمی اور فقہی کارنامے کی طباعت واشاعت موجودہ ارباب حل وعقد اور اصحاب اہتمام وانتظام کے عہد میں منصۂ شہود پر جلوہ بار ہوئی جس کی صدارت کا بارگراں راقم الحروف کے دوش ناتواں پر قائدوبانی کی صوابدید اور تمام شرکائے مجلس ادارہ شرعیہ کی متفقہ تائید وتوثیق سے رکھا گیا تھا۔ باوجود اس کے مرتب فتاویٰ شرعیہ فاضل جامعہ ازہر مولانا مفتی فیضان الرحمٰن صاحب سبحانی ازہری مہتمم وصدر مفتی الجامعۃ الواجدیۃ، موسیٰ پور ترونی نزد واجد پور، قلعہ گھاٹ، دربھنگہ، بہار تمام اہل مرکزی ادارۂ شرعیہ بہار کی طرف سے ہدیہ تبریک تحسین کے مستحق ہیں کہ ترتیب، رقم فراہمی، امین شریعت کی نظر تصحیح سے گذرنا تب جاکر کتاب وطباعت کے سنگلاخ مراحل سے گذر کر منظرعام پر آنا یقیناً اسی سبحانی ازہری زید اقبالہ جیسے دیوانے کے دمقدم سے ہے۔ جزاهم الله خير الجزاء۔

قارئین حضرات کے لئے پھر تازہ بہ تازہ نو مژدہ جانفزا ہے کہ ان کے۔ لئے پھر خوان پرنعمت بچھایا جارہا ہے یعنی مرکزی ادارہ شرعیہ بہار کی فقہی علمی خدمات کی دوسری قسط ایک ضخیم جلد میں منظر عام پر لائی جارہی ہے جب کہ موجودہ امین شریعت مفتی اعظم ہالینڈ مرکزی ادارہ شرعیہ کے منصب افتاء پر فائز تھے اور آپ کے فقیہانہ قلم کی نوک سے جو فتاویٰ صادر ہوئے تھے یوں تو موجودہ امین شریعت حضرت علامہ مفتی الحاج شاہ صوفی محمد عبدالواجد قادری ادام المولیٰ تعالیٰ ظلہ العالی بانی وسربراہ الجامعۃ الواجدیۃ، دربھنگہ، بہار کی بیدار مغزی، ذہانت وفطانت فقاہت ومعاملہ فہمی۔ لوح وقلم اور وعظ وتبلیغ کا دائرہ کار بہت وسیع ہے اور اب جب کہ امین شریعت بہار اور مفتی اعظم ہالینڈ کے حوالہ سے آپ کا قلمی، لسانی ارشاد وتبلیغ کا بادل جھوم جھوم کر برس رہا ہے اور حضرت موصوف مدظلہ کی قلمی خدمات (فتاویٰ شرعیہ) مطبوعات کے لباس زریں میں ملبوس ہورہی ہیں تو ایسی سنہری موقع پر شہزادۂ امین شریعت مولانا مفتی فیضان الرحمٰن سبحانی ازہری سلمہ المولیٰ تعالیٰ وزادک علمانافعاوفهما کاملا راقم الحروف جمال احمد قادری غفرلہ سے برنبائے حسن ظن تشجیعی اور تأثراتی کلمات تحسین کے طالب ہیں۔ راقم الحروف دل کی گہرائی سے دعا گو ہے عزیز گرامی قدر سبحانی اور ان کی رفاقت ومعاصرت میں ہر پرواز رکھنے والے ان تمام شہبازوں کے لئے جو اپنے علم ودانش اور تحقیق وتوفیق سے ستاروں پہ کمند ڈالنے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔ آمین!

امام اہل سنن شمع بزم سخن امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا فتاوٰی رضویہ میں علم الفقہ اور افتاء سے متعلق رقمطراز ہیں۔ "علم الفتویٰ پڑھنے سے حاصل نہیں ہوتا جب تک مدتہا طبیب حاذق کا مطب نہ کیا ہو" حضرت امام قدس سرہ کے اس قول فقیہانہ کے تناظر میں حضرت امین شریعت نے جو مطب پایا وہ عالم اسلام کا مرکزی دارالافتاء بریلی شریف ہے جہاں دنیائے سنیت کے عظیم ومعتمد فقیہ ومفتی اعظم ہند مرشدی مولائی علامہ شاہ مصطفےٰ رضا خان نوری برکاتی بریلوی قدس سرہٗ القوی جیسے طبیب حاذق کی سرپرستی میں کئی ماہر اطباء وقت موجود رہا کرتے تھے۔ وہیں سے ہمارے ممدوح امین شریعت بھی ممارست ومزاولت کی سنگلاخ وادیوں سے گذر کر علم الفتویٰ کی جونگاہ میں اب ایسے ساقی لالہ فام ہیں کہ آپ کے بنگھٹ سے نہ جانے کتنے سیراب ہوئے، ہورہے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔

حضرت موصوف مدظلہ کی فقہی خدمات جلیلہ کا مجموعہ جب کہ منظر عام پر آنے کو ہے راقم کی خوشیوں کا عالم نہ پوچھئے کیوں نہ ہو کہ میرے محسن و مربی استاذ گرامی شیخ الحدیث علامہ صوفی شاہ عبد الرسول محمد باقر علی خاں اشرفی رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان سے جامعہ فاروقیہ بنارس میں حضرت امین شریعت کو بھی شرف تلمذ رہا ہے کہ اسی رشتہ سے آپ میرے مؤقر اور بزرگ استاذ بھائی بھی ہیں باوجود اس کے کہاں امین شریعت اور کہاں میں۔ آپ کی تقویٰ شعار اور قابل اعتماد ذات نمونہ سلف اور صف اکابر میں آپ بھی نمایاں مقام کے حامل ہیں۔

چونکہ فقیر راقم الحروف کی زندگی گوناگوں جماعتی مصروفیات، ملی مشاغل اور وعظ وخطاب کی مسؤلیات سے عبارت ہے۔ تاہم اس سنہری موقع پر بڑے بزرگوں کی خدمات جلیلہ کا اعتراف حقیقت اور جذبہ تشکر وامتنان سے بھرے ہوئے کلمات پیش کرنا بھی هل جزاء الاحسان الا الاحسان کی تفصیلات کے باب کا اہم جزء ہے۔ مولیٰ تعالیٰ سرکار عالم پناہ ﷺ کے طفیل حضرت امین شریعت مدظلہ العالی کی خدمات جلیلہ کو قبول عام وتام بخشے اور ادارۂ شرعیہ کے دو بزرگ حضرت قاضی عبد الحافظ صاحب رضوی اور کارگزار صدر الحاج غلام رضا نے میاں صاحب کے مراقد پر بھی رحمت وغفران کے پھول برسائے اور رفع درجات فرمائے۔ آمین

جمال احمد قادری

صدر مرکزی ادارہ شرعیہ بہار و مہتمم دار العلوم فیض الباری نوادہ

فتاویٰ شرعیہ: مخطوطہ سے مطبوعہ تک

از: مولانا مفتی فیضان الرحمٰن سبحانی مہتمم الجامعۃ الواجدیہ، دربھنگہ، بہار

مرکزی ادارہ شرعیہ بہار ہمارے اسلاف کے خوابوں کی تعبیران کے پرخلوص جذبات کا آئینہ داراور روحانی مسرتوں کی آماجگاہ ہے۔انہوں نے اسلام وسنت کی اشاعت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی حفاظت کے لئے جو مجاہدانہ کردارادا کیا وہ تاریخ کا زریں باب ہے جسے علمی اور ملی دنیا کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔اپنے ان پاکیزہ عزائم کے لئے انہوں نے ادارہ شرعیہ میں دیگر شعبوں کے ساتھ دو بڑے اہم شعبے قائم فرمائے۔ایک دارالقضاء، دوسرا دارالافتاء۔ان دونوں شعبوں کی کارکردگی عمدہ ہی نہیں خوشگوار حیرت کی آئینہ دار ہے۔ادارہ شرعیہ سے جاری ہونے والے فتاویٰ کی اب تک ۲۰ رجلدیں مکمل ہوچکی ہیں جس کا نام ''فتاویٰ شرعیہ'' رکھا گیا ہے۔ان میں

قاضی شریعت حضرت مفتی فضل کریم صاحب حامدی۔

امین شریعت حضرت مفتی عبدالواجد قادری مدظلہ۔

فقیہ النفس حضرت مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی مدظلہ

قاضی شریعت حضرت مفتی عبدالحافظ صاحب رضوی مدظلہ

مفتی ملت حضرت مفتی حسن رضا نوری مدظلہ

اور حضرت مفتی ابولکلام صاحب فیضی کے فتاویٰ محفوظ ہیں ان معتبر ناموں سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ فتاویٰ شرعیہ کی علمی اعتبار سے کتنی اہمیت ہے۔

جن میں قاضی شریعت حضرت مفتی فضل کریم صاحب حامدی علیہ الرحمہ والرضوان کے فتاوے بفضلہ تعالیٰ دو جلدوں میں شائع ہوکر مقبول خواص وعوام ہوئے۔جس کی رسم اجراء بریلی شریف میں جہاں ایک طرف تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی اختر رضا خان القادری مدظلہ العالی کے اسٹیج سے حضرت علامہ محدث کبیر ضیاء المصطفیٰ امجدی صاحب قبلہ کی پرزور تعریفی کلمات سے ادا کی گئی وہیں دوسری جانب اسلامیہ انٹر کالج بریلی شریف میں حضرت توصیف ملت حضرت علامہ توصیف رضا خان مدظلہ العالی کے دست مبارک سے ادا کی گئی۔جہانِ فتاویٰ میں ان دونوں جلدوں کو قدرومنزلت کی نگاہ سے دیکھا گیا اور بہت سارے توصیفی وتعریفی کلمات وصول بھی ہوئے جو ان دونوں جلدوں کی مقبولیت کی واضح دلیل ہے۔

اب ناظرین کرام کے سامنے فتاویٰ شرعیہ کی تیسری جلد حاضر خدمت ہے۔اس جلد کی ترتیب میں بھی بڑی جان فشانی کرنی پڑی۔ پوری جلد کو از اول تا آخر خود حضور امینِ شریعت نے مطالعہ فرمایا اور ہم نے بھی اس کو ہر نقص سے پاک رکھنے کی کوشش کی ہے۔لیکن یہ بعید نہیں کہ اس میں کوئی کمی نہ باقی ہو۔اگر ناظرین کرام کو پھر بھی کوئی کمی نظر آجائے تو بلا جھجک یہ سمجھ لیا جائے کہ اس فقیر کی اس میں کوتاہی ہے اور فوری طور پر اس کمی سے مجھے آگاہ کیا جائے تاکہ اس کی تلافی اگلی اشاعت میں کردی جائے۔

اس جلد سوم میں کچھ چیزوں کا اضافہ کیا گیا ہے جو کہ پہلی اور دوسری جلدوں میں نہیں کیا جاسکا تھا مثلاً ان علمائے کرام کی تفصیل جنہوں نے حضور امین شریعت سے استفتاء کیا ہے، ان ادارہ، مدارس، مساجد، مکاتیب، تنظیموں کی تفصیل جن کے سوالات فتاویٰ شرعیہ کے اندر موجود ہیں۔

بہر حال ادارۂ شرعیہ کی بیش بہا کارکردگی کا دلکش اور علمی آئینہ ''فتاویٰ شرعیہ'' (جلد سوم) کی شکل میں باذوق قارئین کے حوالے ہے۔اس جلد میں جو ترتیب ابواب اور فتاویٰ کی تعداد ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

	جلدسوم کی اجمالی فہرست		جلدسوم کی اجمالی فہرست	
[1]	**كتاب العقائد**		(iv) باب صفة الصلوٰة	8
	(i) متعلقہ باری تعالیٰ	11	(v) باب شروط الصلوٰة	3
	(ii) متعلقہ انبیاء کرام	36	(vi) باب ما يكره في الصلوٰة	7
	(iii) عقائد عامہ	9	(vii) باب الامامة	191
[2]	**كتاب الطهارت**		(viii) باب القف	2
	(i) باب الماء	14	(ix) باب الجماعة	18
	(ii) باب الاستنجاء	2	(x) باب القرأة	15
	(iii) باب الوضو	5	(xi) باب التشهد	2
	(iv) باب التيمم	2	(xii) باب رفع اليدين	2
	(v) باب الاغتسال	4	(xiii) باب سجود السهو	4
[3]	**كتاب الصلوٰة**		(xiv) باب الوتر	2
	(i) باب اوقات الصلوٰة	3	(xv) باب خطبة الجمعة	13
	(ii) باب الآذان	40	(xvi) باب الجمعة	35
	(iii) باب الاقامة والتثويب	18	(xvii) باب العيدين	27

گویا تیسری جلد کل تین کتاب و۲۵/ پچیس ابواب پر مشتمل ہیں اور کل ۵۴۹/ پانچ سوانچاس فتاویٰ ہیں۔

اس مجموعہ میں میں نے فتاویٰ شرعیہ کی تیسری جلد کی اصلی کاپی کے چند صفحات کا عکس بھی شامل کردیا ہے تا کہ قارئین امین شریعت حضرت مولانا مفتی عبدالواجد قادری کی تحریر سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک پہونچائیں۔

آخر میں یہ کہتے ہوئے اپنی گفتگو ختم کروں کہ میں نے حتی المقدور اسے بنانے سنوارنے کی بھرپور کوشش کی ہے پھر بھی اگر کوئی کمی رہ پائی ہو تو مطلع فرمائیں تا کہ اس کی اصلاح ہو سکے۔ اور اپنے تأثرات ومفید مشوروں سے نوازیں کہ آئندہ مراحل میں آپ کے مشوروں سے استفادہ کیا جائے۔

مرتب فتاویٰ شرعیہ

فیضان الرحمٰن

فیضان الرحمٰن سبحانی

خادم مرکزی ادارہ شرعیہ بہار پٹنہ

مہتمم الجامعۃ الواجدیہ، دربھنگہ، بہار

امین شریعت ثالث حضرت مولانا مفتی الشاہ عبدالواجد نیر قادری مدظلہ

کی

حیات وخدمات

(از مرتب فتاویٰ شرعیہ)

پیدائش : حضرت امین شریعت کی پیدائش ۱۹رفروری ۱۹۳۲ء میں ان کے نانی ہالی گاؤں دوگھرا جالے ضلع دربھنگہ بہار میں ہوئی۔ اور یہی ان کی اصل تاریخ پیدائش ہے مگر جب مڈل اسکول کمول ضلع دربھنگہ کے پانچویں درجہ میں داخلہ ہوا تو ہیڈ ماسٹر نے اسکول کے رجسٹر میں بجائے ۱۹۳۴ء کے ۱۹/فروری ۱۹۳۷ء درج کر دیا پھر وہی تاریخ دربھنگہ میونسپل کارپوریشن میں درج ہوگئی اس کے بعد جتنی بھی سندیں بنیں یا دیگر کاغذات بنے سبھی میں مؤخرالذکر تاریخ درج ہوتی رہی۔

اسم گرامی : حضرت امین شریعت کا اسم گرامی مختلف مراحل سے گذر کر عبدالواجد ہوا۔ داداجان نے واجد علی رکھا اور والد گرامی نے واجد حسین رکھا اور پھر حضرت نے خود سے اپنا نام عبدالواجد رکھا۔ ایک مرتبہ میں نے (کاتب الحروف) ان سے پوچھا کہ آپ نے اپنا نام عبدالواجد کیوں رکھا؟ جب کہ آپ کے والد ماجد اور جد امجد نے دوسرا نام منتخب فرمایا تھا۔ تو حضرت نے جواب عنایت فرمایا کہ عبدالواجد نام میں تواضع وانکساری کے ساتھ ساتھ رب حقیقی کی بندگی کی بھی اضافت ہے جو مجھے نہایت پسند ہے۔

نسب : آپ کا نسب مبارک فرنگی محلی لکھنؤ سے جا کر ملتا ہے۔ آپ اپنی کتاب وصایا واجدیہ میں خود رقم طراز ہیں "میں بندۂ ناچیز عبدالواجد قادری ابن الحاج الحافظ عبدالاحد رضوی قادری ابن حافظ السیر مولانا الحافظ محمد میاں جان اشرفی خلیفہ حجۃ الاسلام ابن مُلا شُبراتی ابن بندۂ ایزد عرف ایزدی میاں ابن عبداللہ ابن عبدل عرف ملاجی ابن نورالدین جو فرنگی محل لکھنؤ سے ترک وطن کر کے سہسرام آئے اور سہسرام میں انہوں نے مستقل طرح سکونت ڈالی پھر ان کے پوتے عبداللہ میاں سہسرام سے ترک وطن کے بعد (علیم آباد) اھیاری میں آ کر بود وباش اختیار کیا اور اھیاری سے متصل آبادیوں میں اپنی رشتہ داریاں پھیلائی۔ اور اب بندۂ ناچیز اھیاری کو خیرآباد کہہ کر دربھنگہ آ گیا ہے۔"

متوطناً: علیم آباد اھیاری نزد کمول من مضافات دربھنگہ، بہار

مذہباً: مسلمان اہل سنت وجماعت حنفی۔

مشرباً: قادری، برکاتی، رضوی۔

مسلکاً: بریلوی (مسلک اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی)
الاقامة حالاً: قادری منزل، قلعہ گھاٹ کالونی، دربھنگہ، بہار (الہند)

بسم اللہ خوانی: حضرت امین شریعت کی بسم اللہ خوانی خاندانی رسم کے اعتبار سے چار سال چار مہینے اور چار دن پر کروائی گئی۔ اور تقریب بسم اللہ خوانی میں علاقہ کے مشہور عوام وخواص کے علاوہ اس وقت کے بہت بڑے بزرگ حضرت حاجی نعمت شاہ عرف خاکی بابا بھی موجود تھے۔ اور ان سبھوں کی موجودگی میں حضرت کے والد ماجد حضرت الحاج حافظ عبد الاحد قادری نور اللہ مرقدہ نے بسم اللہ خوانی کرائی اور آپ کی تعلیم کا آغاز ہو گیا۔ یہاں پر حضرت خاکی بابا علیہ الرحمہ والرضوان کے بارے میں عرض کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امین شریعت کے والد بزرگوار سے حضرت خاکی بابا علیہ الرحمہ بہت محبت فرمایا کرتے تھے اور اکثر وبیشتر حضرت خاکی بابا علیہ الرحمہ حضرت امین شریعت کے گاؤں میں تشریف لے جایا کرتے اور عوام وخواص پر فیضان الٰہی کا برکھا برساتے۔ حضرت خاکی بابا کی مزار شریف ویشالی ضلع میں مہنار بستی کے ایک تالاب کنارے ہے جو مرجع خلائق ہے اور وہاں فیض رسانی کا دریا رواں دواں ہے۔ حضرت کا عرسِ مبارک ہر سال ۱۴؍ شعبان المعظم کو منعقد ہوتا ہے۔

ابتدائی تعلیم: حضرت امین شریعت کے ابتدائی اساتذہ میں حضرت کے والد ماجد مولوی محمد ادریس دگھروی، مولوی عزیز الرحمٰن نمرولی، ماسٹر عبد الواجد چھونٹا ہیں۔ جن سے قاعدہ بغدادی سے ختم قرآن تک اور اردو کے قاعدہ سے اردو کی چوتھی تک پھر فارسی کی پہلی، آمدنامہ، قصد الصیغہ اور ابتدائی تاریخ وجغرافیہ اور حساب وغیرہ مذکورہ اساتذہ سے پڑھا۔ پرائمری مکتب چھونٹا کے بعد ۸/ سال کی عمر میں مڈل اسکول کھول میں داخلہ لیا جہاں پانچویں درجہ تک پڑھنے کے بعد دینی تعلیم حاصل کرنے کے غرض سے دوسرے صوبوں کا سفر شروع فرمایا۔

تعلیمی اسفار: حضرت امین شریعت نے سب سے پہلا سفر اپنے عزیز ساتھی حافظ محمد عباس نجمی کے ہمراہ الٰہ آباد ہوتے ہوئے فتح پور تک کا کیا۔ وہاں مدرسہ اسلامیہ میں داخلہ لیا۔ جس کے تمام مدرسین سوائے درجۂ حفظ کے دیوبندی تھے۔ حافظ عباس صاحب چونکہ شعبۂ حفظ میں تھے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت کا نام بھی درجۂ حفظ میں لکھوادیا۔ وہاں ایک سال چند مہینے میں ۹/ سپارے یاد کئے اور وہاں کے ناگزیر حالات کو دیکھتے ہوئے حضرت نے مدرسہ اسلامیہ فتح پور سے الٰہ آباد روانہ ہونے کا عزم کیا اور وہاں مدرسہ سبحانیہ میں درجۂ حفظ میں داخلہ لیا۔ یہاں آنے کے بعد پتہ چلا کہ اساتذہ کے درمیان خانہ جنگی چل رہی ہے لہٰذا پڑھائی پر بہت بُرا اثر پڑا۔ درجۂ حفظ کو چھوڑ کر درس نظامیہ کو اختیار کیا اور میزان ومنشعب وغیرہ ابتدائی کتابوں کو پڑھنے کے بعد حضرت نے دو سال کے بعد مدرسہ فاروقیہ میں داخلہ لیا۔ جہاں مولانا عبد الرشید چھپراوی اور مولانا باقر علی گیاوی وغیرہ کے زیر سایہ اچھی تعلیم وتربیت حاصل کرتے رہے۔ بعدہٗ بنارس جانے کا ارادہ کیا اور مدرسہ اسلامیہ میں داخلہ لیا جو دیوبندی مکتبہ فکر کا مدرسہ تھا۔ وہاں حضرت کی تعلیم ہوتی رہی تا آنکہ دستار بندی کا موقع آ گیا۔ دستار بندی کے موقع پر مدرسہ کی جانب سے دیوبندیوں کے کھدر پوش حسین احمد مدنی کو بھی مدعو کیا گیا اور پہلے دن کے جلسہ میں اس کھدر پوش کی تعریف میں مدرسہ کے

اراکین نے زمین وآسمان کے قلابے ملا دیئے۔ جس کے سبب حضرت اور ان کے ایک ساتھی (ان کی بھی فراغت حضرت کے ساتھ ہی ہونی تھی) کو قلبی اذیت پہونچی ان دونوں نے رات میں ایک اشتہار ترتیب دیا اور اس میں مطالبہ کیا کہ جن کی زبانیں آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخیوں میں ہر وقت تر رہتی ہیں وہ آج کل کے مولویوں کی تعریف کرتے کرتے تھکتی نہیں، آخر یہ کیا معاملہ ہے۔ اور اسی طرح کے چند سوالوں کو لکھ کر اشتہار کی شکل میں پورے شہر بنارس کی گلیوں میں چسپا کر دیا گیا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ آخری دن کا جلسہ جو صبح تک ہونا تھا وہ گیارہ بارہ بجے تک ختم ہو گیا عوام ان کے عقیدوں سے آگاہ ہونے پر متنفر ہو گئی اور اس سے جلسہ پر بہت برا اثر پڑا۔ حضرت کو اس کارروائی کا نتیجہ معلوم تھا۔ دونوں حضرات کو مدرسہ کی آفس میں طلب کیا گیا۔ حسین احمد مدنی ودیگر اکابر علمائے دیوبند بیٹھے ہوئے حضرت اور ان کے ساتھی کو غصہ سے گھور رہے تھے مانو کھا جائیں گے۔ حسین احمد مدنی نے حضرت سے پوچھا کہ تمہیں دستار چاہیے یا نہیں؟ حضرت نے جواب دیا کل تک تو چاہئے تھا لیکن آج نہیں۔ پوچھا گیا کیوں؟ حضرت نے جواب دیا کہ جو کچھ اشتہار میں لکھا گیا ہے یا تو اسے غلط ثابت کیا جائے یا اس کا جواب دیا جائے۔ عدم جواب کی صورت میں مجھے پانچ گز کے کپڑے سے محبت نہیں بلکہ اپنے ایمان سے محبت ہے اپنے آقائے نعمت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو پامال کرنے والوں سے پانچ گز چادر لے کر اپنے ایمان کا سودا نہیں کر سکتا۔ اور " **والسلام علی من اتبع الهدی** " کہتے ہوئے حضرت مدرسہ سے مع ساز وسامان نکل گئے اور شہر بنارس ہی میں کرایہ کے کمرہ میں رہنے لگے۔

اتفاقاً ان ہی ایام میں منظر اسلام بریلی شریف کے شیخ الحدیث اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کے صاحب سجادہ اور نبیرۂ اکبر حضور مفسر اعظم ہند اور حضور سیدنا ابوالمحامد سید محمد کچھوچھوی محدث اعظم ہند کا بنارس آنا ہوا۔ جب ان بزرگوں کو حضرت کے اس جرأت مندانہ کام کی خبر ملی تو انہوں نے حضرت کو بلایا اور دعائیں دیں۔ حضور محدث اعظم ہند نے فرمایا " واللہ میں آپ کی مثال آسمان والوں سے نیچے نہیں پاتا۔ جنہوں نے عظمت نبی کی خاطر عزازیل کو ٹھکرا دیا اور آپ نے عظمت مصطفیٰ کی خاطر اپنی دستار کو قربان کر دیا اور انہیں ٹھوکر مار دی۔ " پھر حضور مفسر اعظم ہند نے اپنے جیب خاص سے بیس روپیہ نکالا اور فرمایا اسے لیجئے اور پہلی فرصت میں آپ بریلی شریف پہنچ جائیے۔ اس طرح آپ کے قسمت کا ستارہ اس مقام پر پہنچ گیا جس قسمت کی بلندی آپ کی منتظر تھی۔

دستار فضیلت : حضرت امین شریعت بنارس کے بعد حضور مفسر اعظم ہند کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے بریلی شریف پہونچے اور منظر اسلام میں دورہ کی جماعت میں داخلہ لیا اور قیام کا انتظام مزار شریف اعلیٰ حضرت کے بالائی حصہ میں کتب خانہ حامدی کے اندر کیا گیا۔ ایک سال تین مہینہ رہ کر دورہ حدیث پاک سے شرفیاب ہوتے رہے۔ اس وقت آپ کے درجہ میں چار پانچ طلبہ ہوا کرتے تھے جن میں مولانا حکیم نعیم الدین گورکھپوری، مولانا عبد الصمد مظفر پوری، مولانا محمد مبین صاحب پٹنوی، مولانا حسیب الرحمن صاحب دربھنگوی وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ سن ۱۳۷۶ھ مطابق مارچ ۱۹۵۷ء بموقع عرس حضور حجۃ الاسلام آپ کو دستار فضیلت سے مشرف کیا گیا۔

دوران فضیلت :آپ کو بریلی شریف کے قیام کے دوران دو بار عرس اعلیٰ حضرت اور عرس حجۃ الاسلام میں شرکت کا موقع ملا۔ اس دور میں عوام سے زیادہ اکابر علماء اور مشائخ عظام کی تشریف آوری اس عرس میں ہوا کرتی تھی۔ عرس کے ایام میں محلہ سوداگران کی گلی کوچوں میں کہیں بھی مسلمہ عورتیں نظر نہیں آتی تھی، بالائی حصہ پر عرس شریف کے پروگرام انجام پاتے تھے۔ دوڈھائی سو زائرین کا مجمع ہوتا تھا۔ اس عرس کے موقع سے صرف اکابر علماء و مشائخ کی مدلل تقریریں ہوا کرتی تھیں۔ شیر بیشہ اہل سنت علامہ شاہ حشمت علی خاں اعلیٰ حضرت کے نعتیہ کلام کو جھوم جھوم کر پڑھتے اور اسی کلام امام کی تشریح و توضیح پر اپنی تقریر کا اختتام فرماتے۔ حضرت مولانا شاہ اجمل حسین شاہی صاحب سنبھلی نہایت مدلل تقریر فرماتے۔ حضور سیدنا محدث اعظم ہند دلوں میں پیوست ہونے والی تقریر پر تنویر سے عوام اور علماء کو نوازتے۔ حضور سیدنا مفسر اعظم ہند کی قرآنی و عرفانی تقریر کو عوام سے زیادہ علماء و مشائخ پسند فرماتے۔

امام النحو علامہ غلام جیلانی میرٹھی یا حضور محدث اعظم ہند صدارت فرماتے۔ ۱۹۵۷ء کے عرس رضوی میں دار العلوم منظر اسلام (جامعہ رضویہ) اور دار العلوم مظہر اسلام مسجد بی بی جی کے درمیان یہ طے پایا کہ اکابر علمائے کرام کے علاوہ دونوں مدرسوں کے منتہی طلبہ کو بھی تقریر کا موقع دیا جائے تاکہ عوام پر یہ آشکار ہو سکے کہ دونوں مدارس بھی طلبہ کی ذہنی تربیت میں لگے ہوئے ہیں، چنانچہ پندرہ پندرہ منٹ دونوں جگہوں کے ایک ایک منتہی طلبہ کو بھی تقریر کا موقع دیا گیا جب طلبہ کے انتخاب کی باری آئی تو منظر اسلام سے آپ کا انتخاب ہوا اور دار العلوم مظہر اسلام سے شیر بہار حضرت مفتی اسلم صاحب رضوی بانی و سربراہ الجامعۃ القادریہ مقصود پور بہار کا۔ اسی طرح پہلی بار حضرت امین شریعت کو بریلی شریف کے اسٹیج پر بولنے کا موقع ملا۔ آپ کی تقریر کا انداز اور مدلل و محقق بیانات کو سن کر دورانِ تقریر ہی آپ سے اکابر علمائے اہل سنت نے اٹھ اٹھ کر معانقہ فرمایا۔ اور حضور مفسر اعظم ہند نے ان القاب سے نوازا کہ "مجھے تم پر فخر ہے تم نے جامعہ رضویہ کی عظمتوں میں چار چاند لگا دیا۔"

حضرت امین شریعت کے امتحانِ فضیلت کے ممتحنین قابل ذکر ہیں۔ ان میں حضرت علامہ شاہ اجمل شاہی صاحب سنبھلی، مولانا قاری مصلح الدین صاحب کراچی، حضرت مولانا محمد حسین صاحب سنبھلی اور نگرانِ خصوصی حضرت علامہ الشاہ غلام جیلانی میرٹھی علیہم الرحمۃ والرضوان تھے۔

تربیت افتاء : حضرت امین شریعت جب بریلی شریف تشریف لے گئے تو سب سے پہلے آپ کی ملاقات حضور مفتی اعظم ہند حضرت مصطفےٰ رضا خان علیہ الرحمہ سے ہوئی تھی اور پہلی ہی ملاقات میں حضور مفتی اعظم ہند نے حضرت کو اپنے تپائی سے متصل بٹھا کر تاکید فرمائی کہ آپ جب تک بریلی میں رہیں میرے پاس تشریف لایا کیجئے۔ چنانچہ حضرت جب تک بریلی شریف میں مقیم رہے حضور مفتی اعظم ہند سے تربیت افتاء و فتویٰ نویسی کے گر حاصل کرتے رہے۔ اور تربیت کے دوران بھی فتویٰ نویسی کا کام انجام دیتے۔ حضور مفسر اعظم ہند علیہ الرحمہ نے حضرت سے تاکیداً ارشاد فرمایا کہ ہمیشہ مفتی اعظم ہند کی خدمت میں بیٹھا کرو ان سے فتویٰ نویسی کے گر سیکھا کرو اور اپنے لکھے ہوئے فتاویٰ کی اصلاح لیتے رہو۔ چنانچہ مسلسل گیارہ مہینے تک حضور مفتی اعظم ہند

کی صحبت بابرکت میں رہنے کی سعادت حاصل فرمائی اور اپنے تحریری جوابات پر اصلاحیں لیتے رہے۔ اور اس درمیان حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی شفقت و مہربانی کی موسلا دھار بارش آپ پر ہوتی رہی۔

درس وتدریس و خدمت افتاء: دستار فضیلت کے بعد حضور مفسر اعظم ہند علیہ الرحمہ کے ایماء پر پچاس روپیہ ماہوار کے ساتھ آپ منظر اسلام میں بحیثیت مدرس ہوئے۔ شرح وقایہ، شرح جامی اور نور الانوار کے طلبہ کی تکرار فرماتے اور نحو میر، صرف میر اور گلستاں کے طلبہ کو پڑھاتے بھی تھے۔

فتویٰ نویسی کا ذوق دور طالب علمی سے تھا ہی لیکن اس کا باضابطہ آغاز ۱۳۷۶ھ میں حضور سیدنا مفتی اعظم ہند اور حضور مفسر اعظم ہند رحمہما اللہ تعالیٰ کی اجازتوں سے ہوا۔ آپ کے نام کی پہلی مہر افتاء ۱۳۷۶ھ میں بریلی شریف کے اندر تیار ہوئی۔ جس کو حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے ملاحظہ فرما کر آپ کے حوالہ کیا پھر حضور مفسر اعظم ہند علیہ الرحمہ نے مہر مذکور کو دیکھ کر اپنی خوشی کا اظہار فرمایا اور چند ہدایات بھی دیے۔ اسی سال بریلی شریف میں ایسا فساد ہوا کہ لوگوں کا گھروں سے باہر نکلنا دشوار ہوگیا۔ اشیاء خورد و نوش کا ملنا مشکل ہوگیا۔ چونکہ حضرت کا قیام خانقاہ رضویہ کے بالائی حصہ (کتب خانہ حامدی) میں تھا۔ اکثر و بیشتر سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ بنفس نفیس خود کھانا، ناشتہ لے جا کر حضرت کو کھلایا کرتے اور فسادات کے درمیان ہمت کے ساتھ ثابت قدم رہنے کی تلقین فرماتے۔ فسادات کے درمیان (تقریباً ایک ہفتہ تک) مسجد رضا میں صرف تین افراد (حضور مفتی اعظم ہند، حضرت ساجد میاں اور حضرت امین شریعت) پر مشتمل پنجوقتی جماعتیں ہوتی رہیں۔ اس بیچ آپ کو مفتی اعظم ہند سے بہت کچھ استفادہ کا وافر موقع ہاتھ آیا۔

منظر اسلام میں تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد حضور مفسر اعظم کے ایماء و رضامندی اور پوکھریرا والوں کے اصرار پیہم پر شوال المکرم ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۹۵۷ء میں مدرسہ رحمانیہ حامدیہ پوکھریرا، ضلع سیتامڑھی (سابق مظفر پور) میں صدر المدرسین کے منصب علیا پر فائز ہوئے اور پھر وہاں اپنے علم و عرفان کی روشنی پورے بہار میں پھیلاتے رہے۔ اس وقت سینکڑوں تشنگان علوم دینیہ کو سیراب فرمایا۔ جو اب خود مصدر و منبع علوم و حکمت بن کر دنیا کو سیراب کر رہے ہیں۔ مدرسہ رحمانیہ حامدیہ میں صدارت کی ذمہ داری کے ساتھ ساتھ صدر مفتی بھی رہے اور کار افتاء کو بخوبی انجام دیتے رہے۔ لیکن افسوس کہ حضرت کے وہاں سے چلے جانے کے بعد ان نقول فتاویٰ کو ذمہ داران مدرسہ محفوظ نہ رکھ سکے۔

مدرسہ رحمانیہ حامدیہ میں ایک عرصہ پڑھانے اور افتاء نویسی کے بعد مختلف مدارس میں آپ نے خدمات انجام دیں۔ لیکن جہاں بھی گئے افتاء کی ذمہ داریوں کو بھی سنبھالا۔ آپ نے بعض مساجد میں بھی امامت و تدریسی خدمات انجام دی مثلاً جامع مسجد بالوترا باڑھ میر راجستھان، جامع مسجد کشمیری کاٹھمنڈو نیپال وغیرہ تو وہاں بھی امور افتاء کو انجام دیتے رہے۔ لیکن افسوس کہ ان فتاوؤں کی نقلیں محفوظ نہیں رکھی جا سکیں۔ حالانکہ ان میں سے بعض فتاوؤں پر حضور مفتی اعظم ہند اور ملک العلماء حضرت مولانا ظفر الدین صاحب فاضل بہاری صاحب جامع الرضوی المعروف بہ صحیح البہاری کے تائیدی و توثیقی دستخط بھی ثبت تھے۔

علم المیراث کے بعض جوابات کی تائید وتوثیق اس علم کے عظیم ماہر استاذ حضرت مولانا شاہ عظیم الدین صاحب مکنپوری ثم پوکھریروی نے فرمائی یہ وہ وقت تھا کہ پورے علاقہ میں گورنمنٹ کی طرف سے سروے ہو رہا تھا اور آپ اپنے علمی لیاقت اور سوجھ بوجھ سے تیرہ تیرہ چودہ چودہ بطنوں کا مناسخہ نکالا کرتے تھے۔

آپ نے جامعہ معینیہ (معین العلوم) اجمیر شریف میں بھی تدریسی خدمات انجام دیے۔ اور وہاں کے افتاء کی ذمہ داری کو بھی سنبھالی۔ بلکہ وہاں سے ایک ماہنامہ بھی شائع ہوا کرتا تھا۔ (..........) جس کی ادارت بھی آپ ہی کے مضبوط کندھوں پر رکھی گئی اور اس رسالہ سے مذہب حق کی تبلیغ واشاعت کرتے رہے۔ اجمیر شریف سے واپس ہو کر اپنے آبائی وطن علیم آبا اہیاری نزد کھول ضلع دربھنگہ، بہار میں ایک مدرسہ قائم کیا جس کا نام "ضیاء الاسلام" اور پھر وہاں سے اپنے علم وعرفان کا دریا بہانا شروع کیا۔ اس وقت اس مدرسہ میں چند بیرونی طلبہ جاگیر میں بھی رہا کرتے تھے جن کے خورد ونوش کا انتظام محلہ والوں کے ذریعہ ہوتا تھا۔ اور دور دراز سے طلبہ کثیر تعداد میں آ کر حضرت سے اکتساب فیض کرتے۔

حضرت کا گھرانہ اگرچہ علمی اعتبار سے ایک مضبوط قلعہ رہا ہے لیکن معاشی اعتبار سے حضرت نے کافی پریشانیوں کا سامنا فرمایا۔ آپ نے تدریسی وتبلیغی خدمات کو انجام دینے کے ساتھ ساتھ امام اعظم ودیگر اکابر ائمہ مجتہدین وعلمائے کاملین کی روش اور طریقے کو اختیار کرتے ہوئے تجارت بھی کرنا شروع کیا اور بحمد اللہ! معاشی الجھنوں سے بھی آزاد ہوتے ہو گئے۔

پھر آشاپور، دربھنگہ کی خانقاہ کے سجادہ نشین جناب صابر بابو کے ایماء اور پیہم اصرار پر آپ نے اپنے سامانِ تجارت کو اونے پونے کے دام ہٹا کر ۱۳۹۲ھ میں دار العلوم مشرقیہ حمیدیہ قلعہ گھاٹ دربھنگہ بہار تشریف لے آئے اور نائب صدر کے منصب پر فائز ہوئے۔ وہاں اس وقت بچوں کی تعداد اچھی خاصی رہتی تھی اور متوسطات تک کی پڑھائی بھی ہوتی تھی جو خود حضرت پڑھایا کرتے تھے اور دار الافتاء مستقل طور پر آپ کے زیر نگرانی آ گیا۔ وہاں آپ کے اکثر فتاوٰوں کی نقلیں بھی رکھی جانے لگیں۔ اور الحمد للہ کہ وہ نقلیں اب بھی محفوظ ہیں اور طباعت کی منزل سے گذر کر عنقریب قارئین کی تشنگی کو بجھائیں گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ!

ادارۂ شرعیہ بہار کی "انسداد فسادات کانفرنس" کی شرکت کے بعد جب حضور مجاہد ملت مولانا شاہ حبیب الرحمٰن رئیس التارکین اڑیسہ اور رئیس المناظرین حضرت علامہ مفتی الشاہ رفاقت حسین صاحب مفتی اعظم کانپور اور امین شریعت اول مرکزی ادارۂ شرعیہ بہار، دار العلوم مشرقیہ حمیدیہ کے صدر ومہتمم حضرت مولانا مقبول احمد خان کے اصرار پر حضرت مولانا صوفی سید الزماں صاحب حمدوی کے ہمراہ تشریف لائے۔ اصرار کی وجہ یہ بنی کہ اس وقت دار العلوم مشرقیہ حمیدیہ کی تنزلی کا دور شروع ہو چکا تھا جس کا اندازہ حضرت مولانا مقبول احمد خان صاحب کو ہو چکا تھا۔ اور ان کو یہ لگا کہ اگر اس دار العلوم کے باگ ڈور کو قائدین اہل سنت کے ہاتھوں میں نہیں دیا گیا۔ تو نہ جانے اس کا کیا حال ہوگا؟ بہر حال اتفاق رائے نہ ہونے کی صورت میں دونوں حضرات کو مایوسی کا سامنا کرنا پڑا۔ دورانِ قیام حضرت رئیس المناظرین اور حضرت رئیس التارکین نے حضرت کے فتاوٰوں کے نقول کو ملاحظہ فرمایا دیکھ کر دونوں حضرات بہت خوش ہوئے خاص کر مفتی اعظم کانپور نے قضاء وافتاء سے متعلق ضروری اور مفید ہدایتیں دیں اور دربھنگہ

کمشنری کا باضابطہ قاضی شرع بھی مقرر فرمایا اور تاکید فرمائی کہ مرکزی دارالقضاء ادارۂ شرعیہ بہار سے مسلسل رابطہ قائم رکھیں۔

سن ۱۳۹۵ھ مطابق ۱۹۷۶ء میں ادارۂ شرعیہ کے عظیم محرک و بانی حضرت علامہ ارشدالقادری علیہ الرحمہ (رئیس القلم) اور ادارۂ شرعیہ کے مہتمم علامہ سید رکن الدین صاحب اصدق جب دربھنگہ کے بعض پروگرام میں تشریف لائے تو دارالعلوم المشرقیہ حمیدیہ میں بھی رونق افروز ہوئے اور آپ کے کار افتاء کا جائزہ لیا۔ پھر ان دونوں حضرات نے حالات کا واسطہ دیتے ہوئے حضرت کو مرکزی ادارۂ شرعیہ بہار سلطان گنج پٹنہ آنے کی دعوت دی۔

حضرت ان دنوں دارالعلوم مشرقیہ کے انتظامیہ سے کافی پریشان بھی ہو چکے تھے۔ آپ نے انتظامیہ کی توجہ کو اس طرف مبذول بھی کرایا لیکن انتظامیہ کے افراد علوم شرعیہ سے خود ہی دور تھے تو اس کی اصلاح کیوں کر ممکن ہوتی۔ لہٰذا وہاں کے انتظامیہ کے سبب تدریسی و تعلیمی امور پر کافی برا اثر پڑا۔ اسی کو موقع غنیمت سمجھا اور آپ نے وہاں کے ناظم/سکریٹری کو ایک تحریر پیش کیا کہ برائے کرم یہاں کے انتظام و انصرام کو بہتر بنائیں تاکہ تعلیم و تربیت ٹھیک سے ہو سکے ورنہ اس تحریر کو استعفا نامہ تصور کیا جائے۔ سکریٹری نے انتظام کو ٹھیک نہ کرنے کی گویا قسم کھالی تھی چنانچہ حضرت کی اس تحریر کو استعفا نامہ تصور کیا گیا۔ حضرت خوش ہو کر وہاں سے رخصت ہو گئے حالانکہ منتظمہ پر سال بھر کا مشاہرہ بھی بقایا تھا پھر بھی حضرت نے موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے مرکزی دارالافتاء ادارۂ شرعیہ پٹنہ تشریف لائے۔

جہاں ادارۂ شرعیہ بہار کے ارباب حل وعقد نے علامہ الحاج مفتی ارشدالقادری صاحب جمشید پوری رئیس القلم اور حضور امین شریعت اول علامہ الحاج الشاہ مفتی رفاقت حسین صاحب علیہما الرحمۃ والرضوان کی رہنمائی و سربراہی میں آپ کو مرکزی ادارۂ شرعیہ بہار کے مرکزی دارالافتاء کے صدر الصدور کے منصب پر فائز کیا گیا۔

ادارۂ شرعیہ میں آپ نے جہد پیہم اور یکسوئی کے ساتھ ۱۹۷۹ء سے ۱۹۸۴ء کے اخیر تک مسلسل پانچ سال صدر مفتی کی حیثیت سے افتاء کی خدمت انجام دیتے رہے۔ یہاں آپ کی نیابت حضرت علامہ قاضی و مفتی عبدالحافظ رضوی علیہ الرحمہ فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ میں نے (راقم الحروف) ان سے دریافت کیا کہ حضرت آپ تو میرے پیر و مرشد حضرت امین شریعت کے نائب صدر مفتی ہوا کرتے تھے کچھ ان کے حالات پر روشنی ڈالیں۔ تو حضرت مفتی عبدالحافظ رضوی صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ وہ تو بزرگوں کی نشانی ہیں ان سے دنیا والے جتنا فیض اٹھانا چاہیں اٹھالیں۔ پتہ نہیں ان کے اندر تحریری اور تقریری صلاحیت و سلاست کہاں سے آئی کہ وہ روزانہ درجنوں فتاویٰ لکھا کرتے، اور اگر کہیں پروگرام میں چلے جاتے اور چند روز کے بعد بھی آنا ہوتا تو وہ سب سے پہلی فرصت میں سارے جوابات لکھتے اور پھر اسے بھیج دیتے اگرچہ ان سوالات کی تعداد پچاس تک پہنچ جاتی۔"

سبحان اللہ! اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے اوپر بزرگوں کا کتنا فیضان و اکرام تھا کہ دین کا کام چاہے پہاڑ جتنا ہو خندہ پیشانی کے ساتھ اسے انجام دیتے۔

ادارۂ شرعیہ سے آپ کے صادر شدہ فتاوے نہ صرف مسلم عوام و خواص میں مقبول ہوئے بلکہ ان فتاوؤں کو اس وقت کے

کلکٹر اور ججوں کو بھی تسلیم کرنا پڑتا اور کورٹ وکچہری میں بھی آپ کے فتاوے پر مسلم نزاعات کے فیصلے ہوئے۔

ادارۂ شرعیہ میں آپ کے لکھے گئے فتاوؤں کی تعداد تو معین نہ ہوسکیں البتہ جہازی سائز کے بڑے بڑے پانچ رجسٹروں میں آپ کے فتاوؤں کے نقول موجود ہیں۔ جو بحمد للہ حضرت نے خود سے نقل کیا ہے اور دارالافتاء مرکزی ادارۂ شرعیہ کی الماری میں محفوظ ہیں۔

امین شریعت کا منصبِ جلیلہ : آپ کے علمی لیاقت اور افتاو قضاء کی مہارت پورے ہندوستان میں مسلم مانی جاتی رہی۔ چنانچہ جب امینِ شریعت ثانی حضرت مولانا انیس عالم سیوانی صاحب علیہ الرحمہ کا انتقالِ پر ملال ہوا تو ادارۂ شرعیہ میں اس منصبِ جلیلہ پر کسی عبقری شخصیت کی تلاش شروع ہوئی۔ چونکہ یہ منصب ادارہ کا سب سے بڑا اور ذمہ دار منصب ہے لہٰذا اس منصب پر کوئی ایسی ہی شخصیت جلوہ بار ہوسکتی تھی جو ادارہ کے کار راز دار بھی ہو اور وفا شعار بھی ہو۔ تلاشِ بسیار کے بعد تمامی علمائے اہلسنت کی نگاہ آپ پر مرکوز ہوگئی۔ لیکن آپ نے اپنی مصروفیت کو سامنے رکھ کر اس منصبِ جلیلہ سے معذرت چاہی لیکن اصرار بسیار پر آپ مجبور ہوئے اور اس منصبِ علیا کی ذمہداریوں کو قبول فرمالی۔

ادارۂ شرعیہ کے بعد ۱۹۸۵ء کے شروع میں مفکر ملت ریحان رضویت حضرت علامہ الحاج ریحان رضا خان صاحب عرف رحمانی میاں قبلہ علیہ الرحمہ کے اصرار پر آپ پھر جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف کے دارالافتاء میں صدر مفتی کی حیثیت سے جنوری ۱۹۸۵ء تا اکتوبر ۱۹۸۵ء تک خدمت افتاء انجام دیتے رہے۔ اسی درمیان ہانگ کانگ اور ہالینڈ سے ایک عالم دین کا شدید مطالبہ ہوا۔ چونکہ ریحان ملت نے ان دنوں امریکہ، یورپ اور جنوبی امریکہ کا تبلیغی اشاعتی دورہ فرمایا تھا تو انہوں نے حضرت کو مشورہ دیا کہ اگر آپ چاہیں تو کچھ دنوں کے لئے ہالینڈ تشریف لے جائیں۔ چنانچہ اکتوبر ۱۹۸۵ء میں آپ "نیدرلینڈ اسلامک سوسائٹی" کے ذریعہ ہالینڈ آگئے۔ یہاں تبلیغ واشاعت اور امامت وخطابت کے علاوہ افتاء کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔

۱۹۸۷ء مطابق ۱۴۰۸ھ میں قائد اہل سنت حضرت علامہ ارشد القادری صاحب علیہ الرحمہ کی تحریک پر جانشین مفتی اعظم تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی اختر رضا خان عرف ازہری میاں قاضی القضاۃ فی الہند کی قیادت اور عراق وترکی نیز مغرب کے سفراء اور کانسلرز کی نمائندگی وموجودگی میں عمائد ملک وملت نے آپ کے سر دستارِ افتاء وقضا باندھ کر ملک بھر کے کار افتاء وقضاء کی ذمہ داری وجوابدہی آپ کے سپرد کی اور آپ کا دارالافتاء جامعہ مدینۃ الاسلام دی ہیگ قرار دیا گیا۔ چونکہ آپ کا مستقل قیام آمسٹرڈم میں تھا جہاں سے روزانہ جامعہ آنا جانا متعذر رتھا۔ لہٰذا علامہ موصوف علیہ الرحمہ نے یہ ذمہ داری الحاج عبدالسبحان مرحوم عرف حاجی حجام کے سپرد کی کہ ہفتہ میں دو دنوں مفتی صاحب کو جامعہ میں لائیں اور پہونچائیں۔ اور یہ سلسلہ بہت دنوں تک چلتا رہا پھر یہ بات طئے پائی کہ تحریری سوالات آمسٹرڈم ہی بھیج دیئے جائیں۔ چنانچہ اب تک یہی طریقہ جاری ہے۔

پھر ۱۹۹۹ء میں اسلامک فاؤنڈیشن نیدرلینڈ (تنظیم القرآن) اور مجلس علماء نیدرلینڈ کے قیام ورجسٹریشن کے بعد ان دونوں تنظیموں کے دارالافتاء اور دارالقضاء کی ذمہ داری بھی آپ کے سر آگئی۔

اس طرح سے تقریباً ساٹھ سالہ خدمات افتاء کا سہرا آپ کے سر بندھتا ہے۔ موجودہ دور میں ایسے ماہر و مشاق خادم افتاء شاید باید ہی نظر آتے ہیں۔

اسفار : ہالینڈ کے سفر سے پہلے آپ ''وسیروا فی الارض '' کے تحت آپ سفر وسیاحت برائے تبلیغ واشاعت بہت ہی محبوب رکھتے تھے۔ اور اسی وجہ سے آبائی وطن کو جب سے چھوڑا ہے تب سے سفر ہی سفر میں رہے کبھی تعلیم حاصل کرنے کے غرض سے تو کبھی تعلیم دینے کے غرض سے۔ کبھی تقریر کے غرض سے تو کبھی تبلیغ کے غرض سے گویا اب تک سفر میں ہی ہیں اور وہ بھی تبلیغ واشاعت کے غرض سے۔ آپ اپنی ایک تصنیف کائنات آرزو المعروف بہ زیارات مقدسہ میں رقمطراز ہیں کہ سفر کرنے کا مجھے بچپن ہی سے شوق تھا۔ اور اسی شوق کو حضور مفسر اعظم ہند علیہ الرحمہ نے محسوس فرمایا۔ لہٰذا حضور مفسر اعظم ہند علیہ الرحمہ بریلی سے کہیں بھی جاتے تو آپ کو اپنے ہمراہ ضرور لے جاتے۔ اور اس سے آپ کو اکتساب فیض کا اچھا موقع ہاتھ آتا۔ حضور مفسر اعظم ہند علیہ الرحمہ جب بھی بہار یا اس کے مضافات میں جاتے تو آپ کو ضرور بلوایا جاتا۔

اور اسی شوق کو اللہ نے قبولیت کا شرف بخشا اور آپ ہالینڈ جا پہونچے۔ پھر تو سفر کا ایک سلسلہ جاری ہو گیا۔ جرمنی، فرانس، پیرس، لندن، سوئٹزرلینڈ، فین لینڈ، برلن، پولینڈ، اسپین، پرتگال، روم، ترکی، مراکش، عراق، عران، لیبا، سعودیہ، دبئی، بحرین، انڈونیشیا، ملیشیا اور نہ جانے کتنے ایسے ممالک ہیں جن کا سفر آپ نے فرمایا اور نصیحت آموز چند واقعات کو آپ نے '' کائنات آرزو'' میں قید تحریر فرمایا ہے۔

زیارت حرمین شریفین :سب سے پہلا حج آپ نے سن ۱۹۸۲ء میں کیا۔ اس وقت لوگ ہوائی جہاز سے حج کے سفر پر نہیں جاتے تھے بلکہ پانی جہاز سے جایا کرتے تھے۔ پندرہ بیس دنوں کے سمندری سفر کو طے کرنے کے بعد آپ جدہ پہونچے۔ اثنائے سفر آپ نے ایک کتاب بھی تحریر فرمائی'' حیات مفسر اعظم'' جو حضور مفسر اعظم ہند علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات پر سب سے پہلی تصنیف لطیف ہے۔ جو مقبول خواص وعوام ہوئی اور خراج تحسین حاصل کر رہی ہے۔

اس طرح سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو چھ حج بیت اللہ وزیارت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نوازا۔ ایک حج میں راقم الحروف بھی آپ کے ساتھ تھا۔ بہت کچھ سیکھنے اور سمجھنے کو ملا۔ ایک مرتبہ جب ہم دونوں مدینہ شریف میں مسجد نبوی میں داخل ہو رہے تھے تو آپ نے فرمایا حج تو ایک بار فرض ہے جسے میں نے ادا کرلیا ہے۔ اب تو حج کے بہانے سے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنا مقصود ہوتا ہے۔ پھر اعلیٰ حضرت کے اس شعر کو پڑھتے ہیں۔

ان کے طفیل حج بھی خدا نے کرادیا
اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے

تصنیفی وتالیفی خدمات :آپ تحریری میدان میں بھی یکتائے روزگار نظر آتے ہیں آپ کو لکھنے پڑھنے کا شوق بچپنے ہی سے تھا۔ دور طالب عالمی میں جب بھی کبھی تحریری مقابلہ ہوتا تو آپ اس میں ضرور شرکت فرماتے اور اکثر ہا

انعاموں کے مستحق ہوتے۔ چنانچہ دورطالب علمی میں آپ نے ایک کتاب تحریر فرمائی جس کا نام رکھا تمہید ایمان جواب محفوظ نہیں ہے۔ آپ کو نعت گوئی میں بھی کافی دلچسپی ہے اواس فن میں آپ کو استاذ الشعراء کا لقب بھی حاصل ہے۔ جب کہ آپ نے فنِ شاعری میں شرف تلمذ کسی سے حاصل نہیں فرمائی۔

چنانچہ جب آپ کاٹھمنڈو میں مقیم تھے تو ایک کمبخت دیوبندی سر پھرے شاعر نے ایک کتاب لکھی جو پوری نظم پر مشتمل تھی اس شاعر نے توہین رسالت میں اور بزرگانِ دین کی بےعزتی کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑ رکھا تھا۔ ساتھ میں اس شاعر نے یہ بھی دعویٰ اور چیلینج کیا کہ ہے کوئی سنی عالم جو اس کتاب کا جواب لکھ سکے۔ تو اس پر سبھی طرف خاموشی طاری تھی۔ اور اس خاموشی کو آپ نے توڑتے ہوئے اپنے بہترین اصلوب میں نظم کی ایک کتاب تحریر فرمائی کہ دشمنانِ رسول انگشت بدنداں ہو گئے۔ اور آج تک اس کتاب ''تازیانہ'' کا جواب نہ دے سکے۔ اور اسی کتاب تازیانہ آپ کو حکومت نیپال کی جانب سے وہاں کے راجا.......... نے انعام پیش کیا اور تحسینی کلمات سے بھی نوازا گیا۔ اور اس کتاب پر حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضا خان ازہری میاں کی تشجیعی ودعائیہ کلمات کی مہر بھی ثبت ہوئی۔

آپ نے بہت سارے ماہنامے کی بھی ادارت سنبھالی مثلاً اجمیر شریف سے شائع ہونے والا ''المعین'' ماہنامہ الہٰ آباد سے شائع ہونے والا ''ضیاء حبیب'' ادارۂ شرعیہ پٹنہ سے شائع ہونے والا ''رفاقت'' سہ ماہی وغیرہ۔

ویسے تو آپ نے جتنی کتابیں لکھی ہیں ان میں سے اکثر چھپ چکی ہیں یا چھپنے کے لئے تیار ہیں لیکن جو ابھی تک مسودہ کی شکل میں ان کی بھی تعداد درجنوں تک ہے۔ آپ کی تحریر کو لوگوں نے اتنا پسند کیا کہ وہ مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو کر شائع ہو چکی ہیں۔ اور کتنوں پر ترجمہ کا کام ہنوز جاری ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی تصانیف لطیفہ کی ایک فہرست ناظرین کرام کے استفادہ کے لئے پیش کروں۔

نثرمیں بزبان اردو:

(۱) قرآنی تعلیم حصہ اول

(۲) قرآنی تعلیم حصہ دوم

(۳) قرآنی علوم

(۴) ضیائے تصوف

(۵) فتویٰ نویسی کے رہنما اصول

(۶) مکالمۂ حق و باطل

(۷) مسائل حج و زیارت

(۸) کائناتِ آرزو المعروف بہ زیارات مقدسہ

(۹) قادیانی دھرم

(۱۰) کتاب الدعوات المعروف بہ قرآنی عملیات

(۱۱) حج وزیارت کی دعائیں

(۱۲) حج کے مسائل مع زیارات حرمین شریفین (مع تحقیق وتخریج وتصاویر)

(۱۳) غوث بنگالہ

(۱۴) سوانح غوث بنگالہ (جدید ترتیب اور مزید حذف واضافہ کے ساتھ)

(۱۵) حیات مفسر اعظم ہند (مختصر)

(۱۶) حیات مفسر اعظم (تفصیلی حیات وخدمات)

(۱۷) تعویذات سیفی

(۱۸) نقوش قادریہ (جدید ترتیب اور بیاض حامدی کے اضافہ کے ساتھ)

(۱۹) جبین امامت کا آخری سجدہ (امام عالی مقام حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی سیرت طیبہ)

(۲۰) فتاویٰ یورپ

(۲۱) فتاویٰ شرعیہ (سات جلدوں میں)

(۲۲) نیت نامہ (کلاں)

(۲۳) فتاویٰ واجدیہ (زیر طباعت)

(۲۴) تمہید ایمان

نثرمیں بزبان انگریزی:

(۱) قادیانی دھرم

(۲) فتاویٰ یورپ (زیر طباعت)

نثرمیں بزبان ہندی:

(۱) قادیانی دھرم (زیر طباعت)

(۲) فتاویٰ یورپ (زیر طباعت)

(۳) حیات مفسر اعظم (زیر طباعت)

(۴) کائنات آرزو (زیر طباعت)

نثر میں بزبان ڈچ:

(۱) قادیانی دھرم
(۲) مسائل حج وزیارت
(۳) حج وزیارت کی دعائیں
(۴) کتاب الدعوات (زیر طباعت)
(۵) تین طلاقیں
(۶) امام احمد رضا
(۷) حضور غوث اعظم عبدالقادر جیلانی
(۸) نیت نامہ (کلاں)
(۹) تمہید ایمان۔

نظم میں بزبان اردو:

(۱) تنویر نیر
(۲) نقش دوام
(۳) تازیانہ
(۴) پھلواری

نظم میں بزبان ڈچ:

(۱) تنویر نیر

آپ کی ان تحریری کاوشوں کا بھی ذکر قارئین کے لئے مفید ثابت ہوگا۔ آپ نے اپنے پیرومرشد حضور مفسر اعظم ہند علیہ الرحمہ کی چند کتابوں کی تسہیل بھی فرمائی ہے جو اس دور کا اہم تقاضہ ہے تاکہ عوام الناس آسان اردو کے ذریعہ بزرگوں کی کتابوں کو سمجھ سکے۔ ویسے تو آپ نے یہ عزم فرمایا ہے کہ جہاں تک ہو سکے گا رضویات سے متعلق (یعنی اعلیٰ حضرت و دیگر خانوادۂ رضویہ کے بزرگوں کی کتابیں) جتنی بھی کتابیں ہوں گی ان کی تسہیل کر کے عوام الناس کے درمیان عام کی جائے۔

البتہ تسہیل شدہ مطبوعہ کتابیں مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) فضائل درود شریف از حضور مفسر اعظم
(۲) نعمت اللہ از حضور مفسر اعظم

آپ کے مبیضے کی تفصیل درج ذیل ہیں:

(۱) لاؤڈ اسپیکر پر آذان واقامت اور نماز کی شرعی حیثیت۔
(۲) ڈاڑھی کی شرعی حیثیت۔
(۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج جسمانی یا روحانی۔
(۴) علم غیب کی حقیقت۔
(۵) آذان ثانی کی شرعی حیثیت اور اس کا مقام۔
(۶) مروجہ میلاد کی شرعی حیثیت۔
(۷) بیاضِ حامدی مع اضافہ۔
(۸) سود کا مسئلہ۔

آپ کے مسودہ کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

(۱) رویتِ ہلال سے متعلق علمائے احناف کا مذہب۔
(۲) شفق احمر اور شفق ابیض کی تحقیق۔
(۳) عقائد بد مذہباں۔
(۴) وصایا واجدیہ۔

تنظیمی وملی خدمات : آپ کا ذہن ہمیشہ تنظیمی وملی خدمات کی طرف مائل رہا۔ چنانچہ آپ نے درجنوں مکاتب، مدارس، مساجد اور تنظیموں کی بنیاد رکھی اور درجنوں اداروں کی سرپرستی فرمارہے ہیں۔

قائم کردہ ادارے:

(۱) مدرسہ واجدیہ، کن ریلے آسنسول، بنگال
(۲) مدرسہ ضیاء الاسلام، علیم آباد اہیاری دربھنگہ، بہار
(۳) الجامعۃ الواجدیۃ، موسیٰ پور ترونی، دربھنگہ، بہار
(۴) واجد ویلفیئر ٹرسٹ (رجسٹرڈ) دربھنگہ، بہار
(۵) واجد جونیئر اسکول (انگلش میڈیم) دربھنگہ، بہار
(۶) واجد کمپیوٹر سینٹر، دربھنگہ، بہار
(۷) المؤسسۃ الواجدیۃ برائے نشرو اشاعت کتب دہلی، انڈیا
(۸) القرآن اسلامک فاؤنڈیشن نیدرلینڈ

(۹) مجلس علماء، نیدر لینڈ۔

(۱۰) مسجد سکینہ، علیم آباد اجھیاری، دربھنگہ

جن اداروں کو آپ کی سرپرستی حاصل ہے ان کی تعداد تو بہت ہیں لیکن عدم معلومات کی بنیاد پر میں جن اداروں کو جانتا ہوں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) مرکزی ادارۂ شرعیہ پٹنہ بہار (آپ ادارہ کی سرپرستی فرمانے کے ساتھ ساتھ وہاں کے امین شریعت ثالث کے منصب علیا پر بھی فائز ہیں) (۲) دینی تعلیمی مرکز، کولکاتا، بنگال (۳) مدرسہ اسلامیہ، غنی ترونی، دربھنگہ (۴) نوری مسجد، ہالینڈ (۵) ادارۂ کنزالایمان، سرینام، ساؤتھ امریکہ (۶) مجلس شاہی، جامع مسجد، دربھنگہ، بہار

خلافت واجازت: آپ کو مختلف سلاسل کے بزرگوں سے اجازت وخلافت حاصل ہے۔ان میں جن کے اسمائے گرامی مشہور ومعروف ہوئے ان کی تفصیل مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) حضور مفسر اعظم ہند حضرت ابراہیم رضا خان جیلانی میاں علیہ الرحمۃ والرضوان۔حضور مفسر اعظم ہند کے حکم پر جب آپ بریلی شریف تشریف لائے تو دوران طالب علمی ہی یعنی سن ۱۹۸۷ء میں آپ کو حلقۂ ارادت میں حضور مفسر اعظم ہند نے داخل کرلیا اور نہ صرف یہ کہ مرید بنالیا بلکہ مرید بنانے کے ساتھ ساتھ خلافت واجازت رضویہ بھی نوازا اور اپنے دستار مبارک کو آپ کے سپرد فرمایا۔

(۲) حضور مفتی اعظم ہند حضرت مصطفےٰ رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان۔ایک مرتبہ آپ آرام فرمارہے تھے تو آپ نے خواب میں دیکھا کہ آپ مسجد میں ہیں اور اپنے اوراد ووظائف میں مشغول ہیں تبھی حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ رضا مسجد میں داخل ہوئے اور آپ سے معانقہ فرمایا اور ایک لونگی (یا چادر کا ٹکڑا) عنایت فرماتے ہوئے دعائیں دیں۔بعدۂ آپ خواب سے بیدار ہوئے۔فوراً تیار ہوکر اپنے مرشد ومربی حضور مفسر اعظم ہند علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور خواب کی تعبیر دریافت فرمائی۔تو حضور مفسر اعظم علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ عبدالواجد آپ کی قسمت بہت بلند ہے خود حضور مفتی اعظم ہند آپ کو خلافت سے نوازنا چاہتے ہیں۔

لہٰذا آپ بارگاہِ ہند میں تشریف لے گئے۔حضور مفتی اعظم ہند اپنے الطاف کریمانہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے آپ کو اپنی تپائی کے ایک دم قریب بٹھایا اور اپنے عمامہ شریف اور جبہ شریف کو آپ کے حوالہ کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ کو میں ان تمام سلاسل واوراد ووظائف کی اجازت وخلافت عطا کرتا ہوں جو مجھے میرے مرشد برحق سے ملے۔

(۳) شہزادۂ قطب مدینہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن علیہ الرحمۃ والرضوان۔

(۴) مخدوم زماں حضرت الشاہ الصوفی سیدنا احمد شاذلی عوافی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ان سبھی بزرگوں کے علاوہ اور بھی بہت سارے ایسے مشائخ عظام ہیں جنہوں نے اپنے سلاسل واوراد ووظائف کی اجازت وخلافت مرحمت فرماکر آپ کو سرفراز فرمایا۔

آپ اپنے وصایا واجدیہ میں تحریر فرماتے ہیں جو کہ تواضع وانکساری کی انمٹ مثال ہے۔ فرماتے ہیں: بعض صاحب سلسلہ بزرگوں نے محض الطاف کریمانہ کی وجہ سے عامۃ المسلمین کو داخل کرنے کی اجازتیں دیں لیکن میں اپنی عدم اہلیت کی وجہ سے سلسلۂ ارشاد وتبلیغ کو فروغ نہیں دے سکا۔ پھر بھی چند لوگ وابستہ ہو گئے، مولیٰ تبارک وتعالیٰ ان سب کو کامیاب فرمائے اور میرے لئے ذخیرہ آخرت بنائے۔ آمین

مجھے جن اوراد وسلاسل کی اجازتیں اپنے مشائخ عظام وپیران کرام (حضور سیدنا مفسر اعظم ہند، حضور سیدنا سرکار مفتی اعظم ہند، شہزادہ قطب مدینہ مولانا فضل الرحمٰن، مخدوم محترم سیدنا احمد شاذلی .... وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ) سے حاصل ہوئیں ان سب کا عزیزم مولوی فیضان الرحمٰن سبحانی کو ماذون ومجاز بناتا ہوں اور بشرطِ علم وعمل ان کو اپنا جانشین مقرر کرتا ہوں تاکہ وہ اسلاف کے فیوضِ روحانی کے ذریعہ عامۃ المسلمین کو مستفیض کریں اور خیر الناس من ینفع الناس پر عمل کرتے ہوئے عامۃ مسلمین کی نفع رسانی پر اپنا وقت صرف کریں اور کبھی کبھی مجمع بھی دعواتِ صالحہ میں یاد کرلیا کریں۔

مسلک اعلیٰ حضرت کی تبلیغ واشاعت: آپ اپنی کم عمری سے اب تک مسلک حق مسلک اعلیٰ حضرت کی تبلیغ واشاعت میں لگے رہے اور یہی وجہ ہے کہ آپ کا شمار اکابر علماء اہل سنت میں ہوتا ہے۔ جب کبھی بھی مسلک اعلیٰ حضرت کو کسی بدمذہب سے نقصان پہنچتا ہے تو آپ شمشیر بے نیام لئے کھڑے نظر آتے ہیں جیسا کہ آپ کی تصانیف وتالیفات سے واضح ہوتا ہے اور نیچے کی تحریر سے قارئین پر واضح ہوگا کہ آپ مسلک اعلیٰ حضرت کے کتنے سچے اور پکے وفادار سپاہی ہیں۔

چنانچہ آپ وصایا واجدیہ میں فرماتے ہیں:

''میں اپنی اولاد، اولاد در اولاد، مریدوں، شاگردوں اور مذہبی رابطہ رکھنے والوں کو تاکید شدید کرتا ہوں کہ وہ مذہب حق اہل سنت وجماعت کی روش پر تاحین حیات مضبوطی کے ساتھ قائم رہیں۔ اور مسلک امام احمد رضا بریلوی کے مطابق اپنی زندگی گزاریں۔ دنیاوی ودینی تمام مسائل میں علماء اہل سنت وجماعت یعنی مسلک اعلیٰ حضرت کی طرف رجوع کیا کریں۔

وماتوفیقی الاباللہ

مرتب فتاویٰ شرعیہ

فیضان الرحمٰن سبحانی

صدر مفتی ومہتمم الجامعۃ الواجدیۃ

موسیٰ پور ترونی، دربھنگہ، بہار

۲۴/ دسمبر ۲۰۱۱ء بروز ہفتہ

اسمائے علماء کرام و دانشورانِ عظام
جنہوں نے امین شریعت ثالث سے استفتاء کیا
باعتبارِ حروفِ تہجی

﴿الف﴾

مولانا	محمد اختر حسین رفاقتی وافسر حسین رفاقتی	مقام نواگڑھ	دھنباد
مولانا	محمد اسلم	جوہر گنج کیراف کلاتھ	کلکتہ
امام	اسماعیل فدائی	کھلاڑی مسجد	رانچی
مولانا	محمد امیر الدین وارثی	مقام تار، ڈاکخانہ چرمی	ہزاری باغ
مولانا	محمد اسحاق پورنوی	مدرس دارالعلوم فیض الباری	نوادہ، بہار
مولانا	محمد ادریس نوری	مدرسہ احیاء السنۃ	مقام وپوسٹ نوتنوا، مغربی چمپارن
مولانا	محمد ادریس انصاری	مدرسہ مکتب لکڑی	ضلع سیوان، بہار
مولانا	امیر الدین	مدرسہ اشرفیہ	ملاھیانہ کیٹھے گنج، چمپارن، بہار
امام	انوار الحق	مقام وپوسٹ چرمی بازار	بنگال
مولانا	محمد ابراہیم رضا نوری	مدرسہ رضویہ اصلاح المسلمین	مقام ڈیکھی سیتامڑھی، بہار
مدرس	محمد ابراہیم	مدرسہ گلشن مرتضیٰ	دمکا، بہار
حافظ	الحاج اجمیری	مدرسہ حمیدیہ، قلعہ گھاٹ	دربھنگہ، بہار
مولانا	محمد الیاس نجمی	انجمن رضویہ، علیم آباد اہیاری	دربھنگہ، بہار
مولانا	افسر علی	جوبرا، کٹک	اڑیسہ
مولانا	ابراہیم	شریف گنج	کٹیہار، بہار
مولانا	محمد احمد مصباحی	موضع کینڈوا	گریڈیہہ، بہار
مولانا	ارشد القادری	امام وخطیب جامع مسجد ومدرس	فیض الباری نوادہ، بہار
مولانا	محمد انور علی	جامعہ اشرفیہ	رفیع گنج، اورنگ آباد، بہار
مولانا	محمد ابراہیم رضا نوری		میجر گنج سرحد، نیپال

مولانا	اشرف علی		چاند ماری وارڈ ۵، چکرو
حافظ	محمد اسیم الدین قادری	کھلاری بازار	رانچی
مولانا	محمد ابراہیم رضا نوری	بیج گنج	سیتامڑھی
مولانا	اشتیاق احمد مصباحی		
مولانا	انوار الحق	امام مسجد	چمرجی جلپائی
حافظ	اسرائیل رضوی		اسٹال ناز، ہزاری باغ
حافظ	اسیم الدین	انجم غریب	کھلاری بازار، رانچی
مولانا	محمد الیاس آرہ	مدرسہ	فیض الغرباء
امام	محمد ادریس	امام جامع مسجد	مقام و پوسٹ نز کی خرد، ہزاری باغ
امام	محمد ادریس آسی	خطیب جامع مسجد	رام پور ہارٹ، بنگال
مدرس	محمد ادریس رضا قادری	مدرسہ نوریہ	بڑھول سرنی، سیتامڑھی
مدرس	امجد رضا حقانی	جامعہ رحمانیہ حامدیہ	پوکھریرا، سیتامڑھی، بہار
مولانا	الیاس احمد	مدرسہ خیریہ نظامیہ	سہسرام، بہار
حافظ	محمد اسمٰعیل اشرفی		آسنسول
حافظ	محمد اسرائیل رضوی		لوکو بازار، ہزاری باغ
حافظ	محمد اکبر حسین		اسٹور گنج، رہتاس
حافظ	محمد احسان		رائے گڑھ، پرولیا
امام	محمد الیاس	امام مسجد	خلافی محلہ، سنتھال پرگنہ
مدرس	محمد الیاس فریدی	صدر مدرس مدرسہ شہبازیہ	مہابیر روڈ، براٹ نگر، نیپال
حافظ	محمد اسرائیل رضوی		اسٹیم ریلوے کالونی، ہزاری باغ
امام	محمد افسر حسین رفاقتی	امام مسجد	نواگڑھ، ضلع دھنباد
مدرس	افتخار احمد سہسرامی		اوکے روڈ، آسنسول
مولانا	محمد ادریس نوری	مدرسہ احیاء السنت	مقام و پوسٹ نونتواں، مغربی چمپارن
مولانا	ابو القیس رضوی	مدرسہ مدینۃ العلوم حمیدیہ	دائرہ شاہ مخدوم برڑا، غازی پور

			ایس اے آر ٹس بازار، آسنسول
حافظ	اسمٰعیل		میجر گنج، سیتامڑھی، بہار
مولانا	محمد ابراہیم رضا نوری		کانٹی، مظفر پور، بہار
امام	امتیاز احمد	امام مسجد	رام کنڈہ، پلاموں، بہار
حافظ	اکرام الدین		مقام کٹیہار، سیتامڑھی، بہار
مولانا	ابوالحسنات نوری	مدرس جامعہ قادریہ	محلہ روشنی پورہ، بنارس، یوپی
حافظ	محمد ابراہیم		اسٹیم کالونی مارکیٹ ہزاری باغ
حافظ	محمد اسرائیل		کھلاڑی بازار، رانچی، بہار
حافظ	محمد اسیم الدین		گوال موٹی چوس، مین روڈ، ہزاری باغ
مولانا	اشتیاق احمد مصباحی		
مولانا	اشتیاق احمد مصباحی	دارالعلوم غریب نواز	الہ آباد، یو۔پی۔
مولانا	انیس عالم		سیوان
مولانا	محمد انور عالم	دارالعلوم عطائے رسول	جلپائی گوری، بنگال
مولانا	محمد اقبال احمد		ویسٹ بکارو، ہزاری باغ
مولانا	محمد انور علی	مدرس مدرسہ اہلسنّت صدر العلوم	سسوابازار، ضلع بستی
حافظ	امیر الدین		ٹکطار، دربھنگہ، بہار
مولانا	محمد افسر عالم	امام سدھرا مسجد،	مدھوپور، دیوگھر، بہار
مولانا	محمد انیس خان		
حافظ	محمد احمد حسین		مقام رام بھدر پور، سمستی پور، بہار
مدرس	محمد اسلام	مدرسہ اشرفیہ	رفیع گنج، اورنگ آباد
مولانا	انوری خاتون		مکینہ پور، بہار شریف
مولانا	ڈاکٹر احسن رضا	معروف دفتر ادارۂ شرعیہ	پٹنہ بہار
حافظ	محمد ادریس رضوی	امام ہنوحالی مسجد	وایہ جئے نگر
حافظ	اشرف علی		مقام چاند ماری وارڈ ۵۔ سنگھ بھوم
مولانا	اصغر حسین معینی خیرآبادی	صدر دارالعلوم معینیہ	بسواں، سیتاپور، یوپی

﴿ب﴾

مولانا	بدرالدین صابری رضوی	صدر مدرس مدرسہ ارشد العلوم	مقام سرما، ہزاری باغ
حافظ	بی بی سکینہ معرفت عابد حسین	مدرسہ اسلامیہ	پکچھ پلاموں، محمد گنج، پلاموں
صدر	بی حسین	صدر انجمن فلاح المسلمین	جامع مسجد کمبلی، بلاری کرناٹک
مولانا	محمد بدرالدین		مقام و پوسٹ ہرہی لوہردگا، بہار
حافظ	برکت اللہ	مدرسہ عزیزیہ مظہر العلوم	نجول بازار، گورکھپور، یوپی
مولانا	بارک اللہ عزیز	مدرسہ عربیہ مظہر العلوم	
مولانا	بابر علی	مدرس دار العلوم	دوپانی کانٹی، ضلع آرہ

﴿ت﴾

مولانا	تاج الدین رضوی		الکولہ ۶، کوسنڈا، دھنباد
مولانا	تیسیر الدین	معلم مدرسہ غوثیہ	دورنڈہ، ضلع رانچی
مولانا	تبارک حسین	مدرسہ فیض الغرباء	آرہ، بھوجپور
امام	توفیق رضا قادری	خطیب مدرسہ غوثیہ	دورنڈہ، رانچی، بہار
مولانا	تمیز الدین	مدرسہ رضوانیہ	پواکھالی، پورنیہ

﴿ث﴾

قاری	ثناء اللہ	مدرسہ اسلامیہ قریشیہ	لوہردگا، رانچی

﴿ج﴾

مولانا	محمد جعفر علی	مدرسہ رضائے حسنین	بردوان
مولانا	جنید اشرف قادری	انجمن گلشن دار العلوم قادریہ	غازی پور، یوپی
مولانا	جمال القادری	مہتمم مدرسہ تعمیر ملت	تسلیا، ساکر، دمکا
مولانا	محمد جلال الدین		مقام و پوسٹ، کدرا، رہتاس
مولانا	جوہر علی	مدرس مدرسہ اسلامیہ ترکولیہ	مدھول، مظفر پور، بہار
مدرس	محمد جسیم الدین	عربک کالج	سالم، مدراس
امام	جمال الدین سکندر	جامعہ ڈالٹین گنج	پلاموں، جھارکھنڈ

امام	محمد جہانگیر	مدرسہ اہلسنت مشعل الاسلام	مسکور، ضلع نوادہ
امام	جعفر علی	صدر تنظیم ملت آئینہ اسلام	اسلام پور، بھگت ڈیہہ، دھنباد
مولانا	جواہر علی	امام مسجد	چینگڈا، ہزاری باغ
مولانا	جان محمد سوداگر	امام لائن مسجد	گریڈیہہ، بہار
مولانا	جمیل حسین		مقام سرما، ہزاری باغ، بہار

﴿ح﴾

مولانا	محمد حنیف انصاری	معلم اول (پ)	گورہا، پلاموں
مولانا	حسن علی رضوی		اشرف نگر، گریڈیہہ، بہار
مولانا	محمد حبیب الحسن صدیقی	مدرس مدرسہ شرعیہ	پٹنہ، بہار
مولانا	حبیب شاہ		اٹون، فتح پور، گیا
مولانا	حبیب الحسن صدیقی	خطیب وامام	رام بن جامع مسجد، دوڑہ کشمیر
مولانا	حسن علی	امام	بیروڈیہہ، پرولیا، مغربی بنگال
مولانا	حبیب الرحمٰن		پرولیا، بنگال
مولانا	حنیف القادری		دودھول، پلاموں
امام	محمد حبیب الرحمٰن	امام مسجد	کوٹیلیرا، مدھوبن، مشرقی چمپارن
امام	محمد حلیم الدین اشرفی	امام جامع مسجد	شاہ گند، بھاگلپور
امام	حبیب الرحمٰن	امام مسجد	مقام چیڑا، پرولیا، بنگال

﴿خ﴾

مولانا	خالد رضا اختری	مدرسہ امانیہ	لوام، ضلع دربھنگہ
مولانا	خلیل الرحمٰن چشتی بریلوی	خادم مسجد ومدرسہ	جرنگ ڈیہہ، گریڈیہہ، بہار
حافظ	خلیل الرحمٰن		مہسو بسڈیہہ، اورنگ آباد
مولانا	محمد خلیل الرحمٰن	خادم المسجد والمدرسہ	گادی، ہزاری باغ
حافظ	محمد خلیل الرحمٰن	مدرسہ نور العلوم	بسڈیہہ، نبی نگر
حافظ	خبیر خاں	امام مسجد	لوکو بازار، دھنباد

﴿د﴾

مولانا	دوست محمد	جامع مسجد	سیریا، ضلع پرگنہ

﴿ر﴾

امام	رضاءالقادری	خطیب وامام شاہی جامع مسجد	دربار مارگ، کاٹھمنڈو نیپال
مولانا	رضاءالقادری	مدرسہ عین العلوم	کھٹونہ سرلاہی، نیپال
مولانا	رحمت علی		گریڈیہہ
مولانا	رحمت علی	مدرسہ عربیہ	الائٹ گھاٹ، مرزاپور
حافظ	رحمت حسین		رحیم رام روڈ، بردھوان، بنگال
امام	محمد رفیق احمد	خطیب مسجد	کنکوری، رائے گڑھ، یوپی
امام	راحت حسین اشرفی	جامع مسجد	چھپرہ
مولانا	رفیق احمد		دلسنگھ اسٹریٹ، کلکتہ
مولانا	رحمت اللہ	مدرسہ خیریہ نظامیہ	سہسرام، بہار
متعلمہ	رشیدہ خاتون	جامعہ شرفیہ	رفیع گنج
امام	محمد رمضان علی	دارالعلوم الغوثیہ، جامع مسجد	سمستی پور، بہار

﴿ز﴾

مولانا	زاہد حسین برکاتی	مدرسہ اسلامیہ بحرالعلوم	جے نگر، مدھوبنی، بہار
مولانا	محمد زین الدین	مدرسہ ضیاءالاسلام	سنتھال پرگنہ، بہار
مولانا	زبیر عالم	مدرسہ قادریہ غریب نواز	رندیاہی، مدھوبنی، بہار

﴿س﴾

مولانا	سید سراج الدین قادری		بشرام پور، پلاموں، بہار
مولانا	سعید حسن خاں	صدرالمدرسین رضاءالعلوم	کنہواں، سیتامڑھی، بہار
مولانا	محمد سمیع احمد	دارالعلوم فیض الباری	نوادہ، بہار
مولانا	سمیرالدین	امام مسجد	باسرکیراف براوں
حافظ	محمد سہراب عالم رضوی	مدرسہ گلشن بغداد	گریڈیہہ

حافظ	سراج احمد نوری	امام جامع مسجد	سلطانہ، بزاری باغ
امام	سلیم الدین	امام مسجد	جے پور، پلاموں
مولانا	سلطان رضا قادری	خطیب جامع مسجد، کشمیری	کاٹھمنڈو، نیپال
مولانا	سراج الدین جوہر		سیتامڑھی، بہار
مولانا	محمد سلیم چشتی		مہتو دیہہ، گریڈیہہ، بہار

﴿ش﴾

مولانا	شہاب الدین قادری	جامعۃ الرضویہ	لین مسجد، گریڈیہہ، بہار
مولانا	شمیم احمد	مدرسہ تیغ الاسلام	گڑھوا، پلاموں، بہار
مولانا	محمد شرف الحق مصباحی	مدرسہ سجادیہ	کجرہ خرد، پلاموں، بہار
مولانا	شمس الدین		ہردون، ضلع گیا، بہار
مولانا	محمد شفیق		ھکیا چٹ، مرادآباد، یوپی
مولانا	محمد شوکت علی	مدرسہ اہلسنت اشاعت العلوم	جھریا، دھنباد
مولانا	شمیر الدین		کنچن ڈیہہ، دھنباد
مولانا	شمس الدین		لال گنج، ویشالی
مولانا	محمد شفیق		منیاری، منگلاپور
مولانا	محمد شفیع انصاری		کنڈلی، پلاموں
مولانا	شہید عالم مصباحی		دیوگھر، بہار
مولانا	شرف الدین		جھجھوا، پلاموں، بہار
مولانا	شمس الدین		کھرٹاڈیہہ، بردوان، بنگال
مولانا	شیر خان	جامع مسجد	ہیرن بازار، رائے پور، ایم پی
مولانا	شاہد فدائی	جامع مسجد	لوہردگا، رانچی
حافظ	محمد شہزاد	مدرسہ مفتاح العلوم	گیا، بہار
حافظ	شفیق انصاری	مدرسہ ضیاء العلوم	کانکی، باہرا، پرولیا
حافظ	شبیر احمد		نولی شریف، غازی پور، یوپی

﴿ص﴾

مولانا	صلاح الدین نعیمی	مدرسہ اسلامیہ رحیمیہ	جنبو پور، بھاگلپور
مولانا	صادق حسین فیضی	مدرسہ غوثیہ رضویہ	بوکارو، تھرمل، گریڈیہہ
مولانا	صدیق عالم		دھنباد، تھردیہہ

﴿ض﴾

حافظ	محمد صابر حسین	مدرسہ غوثیہ رضویہ	بوکارو، گریڈیہہ
مولانا	صفی احمد قادری	مدرسہ احیاء العلوم	بلور، مظفر پور
مولانا	ضیاء الرحمٰن		بلہیا، دربھنگہ، بہار
مولانا	محمد ضیاء الرحمٰن	انوار العلوم	کٹک، اڑیسہ
مولانا	فیض رضا	مدرسہ سراج العلوم	مہراج گنج، اورنگ آباد

﴿ط﴾

مولانا	محمد طاہر فیضی		آزاد پریس، بھنوں، روہتاس
قاری	محمد طیب	مدرسہ فدایان رسول	بھبوں، رہتاس
مولانا	محمد طٰہٰ یٰسین	امام ہاسٹل مسجد	کلکتہ

﴿ظ﴾

مفتی	ظل الرحمٰن	شیخ الحدیث خیریہ نظامیہ	سہسرام
قاری	ظریف الرحمٰن		پولیری بازار، سیتامڑھی
مولانا	ظہیر الدین	امام ہاسٹل مسجد	کھنڈیل، کشن پور، گیا

﴿ع﴾

مولانا	علاء الدین	مدرسہ حنفیہ غریب نواز	سیونڈیہہ، دھنباد
مولانا	عبد الحمید شاہ	معلم مدرسہ غوثیہ	کھرسرا، بلیا، یوپی
مولانا	عبد السلام	فیض الغرباء	ملکی محلہ، آرہ بھوجپور
مولانا	عبد السبحان	مدرسہ غریب العلوم	پانڈو، بردوان
مولانا	عبد السبحان	مدرسہ مفتاح العلوم	راورکیلا، اڑیسہ

مولانا	عبدالشکور	مدرسہ اشرفیہ	رحمت نگر، بردوان
مولانا	عبدالجبار، منظری	دارالعلوم فیض النبی	نیپال گنج، نیپال
مولانا	محمد علی حسین		پیپرا، گریڈیہہ
مولانا	عبدالحمید جے نگر		سرگوجا، ایم پی
مولانا	عبدالقیوم		انصاری آباد، ہزاری باغ
مولانا	عبدالغفور	مدرسہ چشمہ رحمت	بہردی، مشرقی چمپارن
مولانا	محمد شمیر الدین		کنچن ڈیہہ، ٹکی، دھنباد
مولانا	علاء الدین		چیپا، پلاموں
مولانا	عبدالغنی میاں		سیتاپور، نیپال
مولانا	عبدالاحد		برباد پور، سیتامڑھی
مولانا	عبدالستار رفاقتی		ڈانٹر، ہزاری باغ
مولانا	عبدالمجید شاہ	متعلم غوثیہ رضویہ	گھر سرا، بلیا، یوپی
مولانا	عبداللطیف		کھالہ، پلاموں، بہار
مولانا	عبدالمنان	امام مسجد	کٹک، اڑیسہ
مولانا	محمد عطاء الرحمٰن		سونبرسا، سیتامڑھی
مولانا	عبدالجبار		گوردھنپور، سیتامڑھی
مولانا	سید عبدالغفار		منگل پور، موتیہاری
مولانا	عبدالرقیب قادری	خطیب جامع مسجد	کنڈیسر، ہزاری باغ
مولانا	عبدالبر	مدرسہ اشرفیہ	اورنگ آباد، بہار
مولانا	عبدالعزیز		سعد پور، چھپرہ، بہار
مولانا	عبدالشکور	جامع مسجد	نگر، چھپرہ، بہار
مولانا	عبدالحکیم		ہرہری، مرشد آباد
مولانا	علاء الدین	مدرسہ حنفیہ غریب نواز	بوکارو، اسٹیل سٹی
مولانا	عبدالمصطفیٰ	دارالعلوم قادریہ غوثیہ	مرغیا چک، سیتامڑھی
مولانا	عبدالجبار	مدرسہ فیض غرباء	بھوجپور

حافظ	عبدالشکور	امام مسجد	شہر یہہ، گریڈیہہ
حافظ	عبدالعزیز قادری	امام مسجد	سرنگ، دھنباد
حافظ	عبدالحمید	امام جامع مسجد	پوکھری، پلاموں
حافظ	عبدالمجید	جامع مسجد	سمستی پور
حافظ	علاءالدین		نزد چیک، پلاموں، بہار
حافظ	عبدالمجید		شری رام، دھنباد
حافظ	عبدالرشید		فانڈ مین روڈ، دھنباد
حافظ	عبدالجبار		کالی پہاڑی، گریڈیہہ، بہار
حافظ	عین الحق		بڑکی پونو، گریڈیہہ
امام	عدالت انصاری	امام مسجد	نکسیر باڑی، دارجلنگ، بنگال
امام	عبدالعزیز قادری	امام مسجد	سوانگ کولیری، گریڈیہہ
امام	عبدالغنی انصاری	امام مسجد	خلاصی، مدھوپورہ، سنتھال پرگنہ
امام	محمد عیسیٰ	امام مسجد	لال باغ، دربھنگہ
امام	عبدالغفار		بھاگلپور، گریڈیہہ
امام	عبدالعزیز فیضی	جامع مسجد گڑھ	پرولیا، بہار
مولوی	عبدالغفور عالم		گریڈیہہ، بہار
حافظ	عبدالرشید		دھنباد، بہار
حافظ	عبدالرقیب	امام جامع مسجد	ہزاری باغ، بہار
مولانا	عبدالغفور		کوری ڈیہہ، دیوگھر
مولانا	عبدالجبار		گریڈیہہ، بہار
حافظ	عبدالخبیر صاحب	دارالعلوم قادریہ	گریڈیہہ، بہار
مولانا	عبدالغنی میاں		مقام نگر، سمستی پور
مولانا	محمد عیسیٰ حنفی		لال باغ، دربھنگہ
مولانا	عبدالجبار		جوگبنا، ضلع سیتامڑھی، بہار

﴿غ﴾

مولانا	غلام مصطفےٰ	جامع مسجد	علی نگر، نوادہ
مولانا	غلام رسول	مدرسہ رضویہ غوثیہ	بلیا، یوپی
مولانا	غلام غوث	دارالعلوم اہلسنت	سانگلی، ایم۔پی
مولانا	محمد غلام رسول	خطیب جامع مسجد	بھنڈاری دیہ، گریڈیہہ
مولانا	غلام حیدر رضوی	امام مسجد ٹیکاڈیہہ	ضلع، گریڈیہہ
مولانا	غلام حسنین		موضع پورہ کوٹھی، گیا
مولانا	غلام محمد پوری		ضلع گیا
مولانا	غیاث الدین	مدرسہ تبلیغ الاسلام	پانڈو، پلاموں
مولانا	غیاث الدین		پلاموں، جھارکھنڈ

﴿ف﴾

مولانا	سید فضل الرحمٰن	مدرسہ عربیہ ضیاء العلوم	منگلا پور، چمپارن
مولانا	محمد فاروق احمد	مدرسہ خیریہ نظامیہ	سہسرام
حافظ	فضل الرحمٰن	مدرسہ قادریہ لطیفیہ	دھنباد
مولانا	فرزند علی	مکتبہ اسلامیہ	ارہرولی باد
مولانا	فیروز محمد	سیکنڈ ٹیچر	پلاموں، بہار
مولانا	محمد فاروق		گوہردھن پور، سینٹھوی

﴿ق﴾

امام	قیام الدین انصاری	امام مسجد	انصار آباد، ہزاری باغ، بہار
مولانا	محمد قدوس		آرہ، بھوجپور
مولانا	قمر عالم		سیتامڑھی، بہار
مولانا	قمر الزماں فردوسی	مہتمم مدرسہ رحمانیہ	ہردون، گیا
مولانا	محمد قطب الدین	مدرسہ مصباح العلوم	کسکولو ہردگا، رانچی
مولانا	قیس محمد خان قادری رضوی		

مولانا	قاسم القادری	مدرسہ حیدریہ ضیاء العلوم	مشرقی چمپارن، بہار
مولانا	قیصر مصباحی		گوپال پور، سمستی پور
مولانا	قمر الدین	مدرسہ ا رفیہ	لوہردگا، رانچی

﴿ک﴾

امام	کریم الدین	حبیبی مسجد	مدھو پور، ایم پی
امام	محمد کریم الدین	امام مسجد	سندر گڑھ، اڑیسہ
امام	حاجی کبیر الدین	امام مسجد	مٹواری، ہزاری باغ

﴿ل﴾

مولانا	لطیف الرحمٰن	مدرسہ ایجنٹ پور	مرشد آباد، بنگال
امام	لطیف الرحمٰن	امام جامع مسجد بالی ڈیہہ	بکارو اسٹیل پٹی، ضلع دھنباد، بہار

﴿م﴾

مولانا	مشتاق احمد	مدرسہ اصلاحیہ	اورنگ آباد
مولانا	محمد محبوب ازہر	عربک بھاشا انسٹی ٹیوٹ	کاٹھمنڈو، نیپال
مولانا	محمد معز الدین	مدرسہ عربیہ اسلامیہ	رہتاس، سہسرام
مولانا	مطیع الرحمٰن رضوی	مدرسہ گلشن رضا	احمد نگر، اسٹیل سٹی، دھنباد
مولانا	مظہر الحق رضوی	امام جامع مسجد	چاس بکارو، اسٹیل سٹی
مولانا	محمد مظہر		فاتح گنج، ہزاری باغ
مفتی	محمد مسعود عالم		سجان پور، بھاگلپور
مولانا	معین الدین خان	مڈل اسکول	پلاموں، بہار
مولانا	معقول احمد رفاقتی		سنتھال پرگنہ
مولانا	محمد محبوب	معہد اللغۃ العربیۃ	نیپال
امام	محمد منصور عالم	امام مسجد	لکھیم پور، کھیری، یوپی
امام	محمد مظہر رضوی	جامع مسجد	چاس، دھنباد
امام	محمد معز الدین	امام جامع مسجد	رہتاس، بہار

امام	مبین الہدیٰ	بار مسجد	آزادنگر، جمشید پور
امام	محبوب علی		رام پور، ویشالی
امام	محمد محی الدین	امام مسجد	بیریا، بلیا، یوپی
امام	محمد مطیع الرحمٰن	مدرسہ سرماچا	فاتح ضلع ویشالی
مولانا	مظہر حسین		بانسڈیہہ، ضلع بلیا، یوپی
مولانا	منصور عالم نقشبندی		نوتن پاڑہ، ضلع ہگلی
مولانا	مظلوم حسین		گرڈیڈیہہ
مولانا	مفیض الدین		ضلع سنگھ بھوم، بہار
مولانا	مختار احمد اشرفی	صدر المدرسین مدینۃ العلوم	نمازیپور، یوپی

﴿ن﴾

مولانا	محمد نظام الدین	شاخ ادارہ شرعیہ فیض الباری	نوادہ، بہار
مولانا	نثار احمد فریدی	مدرسہ ضیاء الاسلام	لکھن پور شریف، مونگیر
مولانا	محمد نظام الدین	مدرسہ اسلامیہ عین العلوم	سیتامڑھی، بہار
مولانا	محمد نصیر الدین		گدوکھر، ہزاری باغ
مولانا	نظام الدین نوری	امام مسجد	احمد نگر، بکارو، دھنباد
مولانا	سید نجم الدین	امام مسجد	ڈالٹین گنج، پلاموں
مولانا	محمد نظام الدین		فاتح گنج، داؤد پور، ہزاری باغ
مولانا	نعیم الدین قادری		ہگلی، کلکتہ
مولانا	نذیر الدین		دھساڑ، مونگیر، بہار
مولانا	نعمت حسین حسینی	امام ہوسٹل مسجد	کلکتہ
امام	محمد نصیر الدین قادری	قادری جامع مسجد	دھنباد
امام	نبیہ رسول چودھری	مسجد سکریٹری	کلکتہ
امام	نعیم الدین اشرفی	امام جامع مسجد	دمکا سنتھال پرگنہ
مولانا	محمد نعیم الدین قادری		اسرائیل مظہر، گوال پاڑہ

مولانا	نصر اللہ	دار العلوم محمدیہ	کپتان گنج، دیوریا، یوپی
مولانا	محمد نعمت اللہ	الجامعۃ الاسلامیہ رضاء العلوم	کنھواں، سیتامڑھی، بہار
مولانا	نعمت حسین	مدرس مدرسہ غوث اعظم	کلکتہ
مولانا	نواب الدین نقشبندی		
مولانا	نفیس احمد قادری	مدرسہ افتخار العلوم	سلطان پور، یوپی

﴿و﴾

مولانا	وحی الزماں	جامع مسجد	چھپرہ، بہار
مولانا	وراثت حسین قادری	مدرسہ رضائے غوث	او کے روڈ، آسنسول

﴿ہ﴾

مولانا	محمد ہارون عزیز	مدرسہ عربیہ ریاض العلوم	رتن پورہ، دیوریا، یوپی
مولانا	محمد ہاشم		مقام بڑکا، ہزاری باغ
مولانا	محمد ہاشم	مدرسہ دینیہ عزیز العلوم	گھر سنڈہ، سیوان

﴿ی﴾

مولانا	محمد یوسف	مدرسہ ابو العلاء فیاضیہ	بھائی نہایہ، گریڈیہہ
مولانا	محمد یحییٰ		لال بازار، گریڈیہہ
مولانا	محمد یعقوب	دار العلوم غوثیہ بڑا مسجد	پرولیا، بنگال
مولانا	محمد یوسف		کسیٹھ بارہ، ہزاری باغ
حافظ	محمد یونس الفیضی	جامع مسجد	بالی دیہہ، اسٹیل سٹی، دھنباد
حافظ	یوسف ابو المعلی قادری		کانٹاٹولہ، رانچی
حافظ	محمد یوسف	مدرسہ عالیہ	ہزاری باغ، بہار

﴿صدر انجمن﴾

صدر انجمن رسہ	جان محمد		مرزاپور، یوپی
''	قربان علی انصاری	انجمن جانو	ہزاری باغ
''	اختر حسین	اصلاح المسلمین	بسڈیلہ، نبی نگر، اورنگ آباد
''	فلاح المسلمین		ڈاموڈر مشرقی چمپارن

"	محمد حبیب	انجمن اردو اسکول	درگاپور، ویسٹ بنگال
"	انجمن اہل سنت والجماعت		کنچگار، کرناٹک
"	قیوم احمد	خادم انجمن رضائے مقبول	دھارواڑ، کرناٹک
"	فضل رب	انجمن انوار الاسلام	جمشید پور
"	محمد ابراہیم انصاری		ہزاری باغ
"	انجمن	موضع میکی	سبڈول، ایم۔ پی
"	اولی المسلمین	گڑھوا	پلاموں، بہار
"	اراکین بزم نونہالال	مسلم محلہ	چاس، دھنباد
"	شمیم احمد	صدر انجمن اصلاح المسلمین	ڈالٹین گنج، پلاموں
"	امام الدین	اتحاد المسلمین	پلاموں
"	محمد غوث	اصلاح المسلمین	جے نگر، اعظم گڑھ
"	صدر	مسلم مسجد کمیٹی	سندر گڑھ اڑیسہ
"	عبد الروف وارثی	جامع مسجد کمیٹی	ڈیسری انسون
"	سرمد پاشا قادری		یاسن مارکیٹ بلاری کرناٹک
"	محمد نسیم الدین	مدرسہ کمیٹی	اورنگ آباد
"	عبد الرزاق		چندر پور، اورنگ آباد
"	سعید الدین	جامع مسجد، دربار مارکیٹ	کاٹھمنڈو، نیپال
ملازم	محمد حنیف		جمشید پور

﴿سکریٹری﴾

سکریٹری	محمد نظام الدین	نائب اصلاح المسلمین	چک قاضی، ویشالی، بہار
	قیصر الدین	مسجد مال بازار	جلپائی گوری
	عبد الغفور	ریاباڑی	جلپائی گوری، بنگال
		انجمن ملیہ گلشن	ہوگلی، کلکتہ
	انتظامیہ کمیٹی	جامع مسجد	دھنباد، بہار

	محمد حبیب الرحمن	بیت المال	حصر پور، کلکتہ
	عبدالکریم	مسجد کنگ	چھپرہ، بہار
	قربان خان		ڈالٹین گنج، پلاموں، بہار
	محمد غیاث الدین	انجمن اصلاح المسلمین	گانواں، گریڈیہہ
	محمد کلیم اللہ	انجمن اسلامیہ	برات نگر، نیپال
	محمد ایوب	جمعیت الاولین	دربھنگہ
	محمد حسین	بہری کمیٹی	اسلام ٹولی، اورنگ آباد
	سید وراثت حسین	انجمن خدام ملت	دربھنگہ
سکریٹری	عبدالحسن		
	محمد عین الہدیٰ	مدرسہ عزیزیہ عین العلوم	نونساری، رہتاس
	عبدالشکور	مدرسہ قادریہ غریب نواز	کرمولی، مدھوبنی
	بڑمسجد کمیٹی		بیر بھوم، بنگال
	احمد حسین	مدرسہ قادریہ لطیفیہ	کینڈوا، دھنباد
	حسینہ گواہ عبدالکریم	انجمن ترقی	گوموہ، دھنباد
	تصدق حسین انصاری		ملاحوں تھانہ، بانکی
	اراکین لوکر مسجد		سنگھ بھوم
	محمد یٰسین	مالو مسجد	تالاب میل، آسنسول
	محمد اسمٰعیل		جلپائی گوری، بنگال
	محمد صغیر احمد	انجمن اصلاح المسلمین	کربلا روڈ، مرزاپور
	محمد شمس الدین	نوجوان کمیٹی	آسنسول
ماسٹر	زین العابدین	مڈل اسکول	جے نگر، ہزاری باغ
	عبدالجلیل	مدرس مڈل اسکول	اجیار، رانی گنج، گیا
	فضل الرحمن	مگردھی	سمستی پور
	عبدالحفیظ		وایہ گھوگہ، بھاگلپور
	محمد عثمان زاہد قادری	اردو پرائمری اسکول	سکتی، ہزاری باغ

	قرار خان	پرائمری اسکول	اوپن پڑ، مظفر پور
	محمد یونس انصاری		مدھیپور، مدھوبنی
	محمد اسماعیل	ٹیچر اردو اسکول	مقام مقصود پور، ویشالی
	محمد شرف الدین		بشن پور، پلاموں
	محمد مسلم انصاری		ڈسرادہ، ہزاری باغ
	جمیل حسین	پرائمری اسکول	کنڈہ بیر، ہزاری باغ

﴿دانشوران﴾

ڈاکٹر	علاء الدین		کمال پور، ضلع ویشالی
وکیل	ذاکر علی		لکھنو
ایڈیٹر	ایس، ایم قیصر	بہار کی خبریں تعلقات عامہ	پٹنہ
ڈاکٹر	نثار احمد		مبارکپور، اعظم گڑھ، یوپی
ڈاکٹر	محمد ضمیر الدین اشرفی		بلہاری، کٹیہار، بہار
ڈاکٹر	محمد یوسف		ٹیوگھاٹ ۲، گریڈیہہ
ڈاکٹر	احسان الحق		ایران
ڈاکٹر	محمد علی		رپور، بلوریا بریکا، اورنگ آباد
ڈاکٹر	ایس ایم عثمان	سکریٹری جامع مسجد	نوادہ بہار
لین ڈرائیور	ریلوے ڈرائیور		سونا گڑھ، اورنگ آباد
ڈاکٹر	جہانگیر عالم		سونتھا ہاٹ، پورنیہ، بہار
ڈاکٹر	مرغوب احمد		رام دیہیا، مشرقی چمپارن، بہار
ڈاکٹر	امتیاز الحسن		امام باڑہ، بوہیٹری، بریلی
ڈاکٹر	نور الدین		بھوجپور، بہار
پروفیسر	نور الہدیٰ		پٹنہ سندورہ
ڈاکٹر	حافظ محمد خلیل		نبی نگر، اورنگ آباد
ڈاکٹر	اے ایچ انصاری		گوپال گنج، بہار
حکیم	غلام محمد قادری		ٹیڑھی بازار، غازی پور

عکس

فتاویٰ شرعیہ

﴿جلد سوم﴾

فتاویٰ شرعیہ جلدسوم کتاب الفرائض کے ایک صفحہ کا عکس

كتابُ العقائد

اللهم صل على محمد وآل محمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفتاء

مسئلہ: محترم جناب قاضی شریعت مدظلہ العالی! ادارۂ شرعیہ پٹنہ۔ بعد از سلام خلوص گزارش ہے کہ ہمارے یہاں ایک معلم ہیں اور یہاں کی مسجد میں مستقل امام بھی ہیں۔ میلاد وغیرہ میں تقریر بھی فرماتے ہیں ۱۱ رجون کو ایک شخص کے یہاں محفل میلاد النبی میں دوران تقریر امام صاحب نے کچھ ایسی باتیں بتائیں کہ جس کو سنکر مجھے عجیب سا لگا۔ مولوی صاحب کے کہے ہوئے جملے مندرجہ ذیل ہیں آپ سے گزارش ہے کہ مندرجہ ذیل جملوں کو پڑھ کر اس پر تفصیل سے تبصرہ کریں تاکہ میری اور یہاں کے سنی عوام مسلمانوں کو صحیح رہنمائی ہو سکے۔

(۱) دوران تقریر مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ الخ (پارہ ۲۴ سورۂ زمر، رکوع ۳) (تم فرماؤ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو) اے میرے پیارے حبیب کہہ دو اپنے بندوں سے اور اس طرح ہم لوگ رسول اللہ کے بندے ہوئے۔ کیا قرآن پاک کی آیت کا یہی ترجمہ صحیح ہے؟ اور اس جملہ سے شرک ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد نسیم خان، دھنباد، بہار

۷۸۶/۹۲

الجواب

قرآن پاک کی آیۂ کریمہ کا صحیح ترجمہ یہ ہے ''تم فرماؤ اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو'' مذکورہ فی السوال جملہ با معنی صحیح سے ہرگز شرک ثابت نہیں ہوتا ہے کیونکہ ''عبد'' کی اضافت ونسبت بمعنی مملوک غیر اللہ کی جانب جائز ودرست ہے۔ اور بلا تفریق مسلک فقہ کے تمام اماموں کے یہاں شائع ہے خود قرآن پاک میں ''عبد'' یعنی بندہ کی نسبت عبد اللہ کی جانب موجود ہے: وَاَنْكِحُوا الْاَیَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ الخ

''ترجمہ: تم میں جو یتیم اور نیک غلام اور باندیاں ہیں ان کا نکاح کردو۔'' اور حدیث پاک میں بھی ''عبد'' یعنی بندہ کی نسبت مسلمانوں کی جانب فرمائی گئی ہے۔ لیس علی المسلم فی عبده ولا فرسه صدقة رواه احمد ۔''ترجمہ: مسلمانوں پر اس کے غلام اور گھوڑے کی زکوٰۃ نہیں۔'' یہاں تک کہ معترضین کے مؤید سید سلیمان ندوی نے اپنی کتاب دروس الادب میں بچوں کو یہ ذہن دیا کہ ''عبد'' یعنی بندہ کی اضافت و نسبت نہ صرف رسول اللہ ﷺ کی جانب درست و صحیح ہے اور نہ صرف مسلمانوں کی جانب جائز و روا ہے بلکہ بندہ کی اضافت اپنے آپ کی جانب بھی صحیح ہے خواہ باپ مسلم ہو یا کافر لکھتے ہیں: عبد ابیکم فی الدّار ۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

ک

استفتاء ۲

مسئلہ: آگے چل کر مولوی صاحب اسی موضوع پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں کسی صحابہ نے (نام نہیں بتایا) کہا کہ میرا خدا تو مدینہ کی گلیوں میں گھوم رہا ہے اور وہاں پر موجود کسی صحابہ نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اس جملہ سے کیا یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ رسول اللہ کو (نعوذ باللہ) خدا کہنے اور ماننے میں کوئی حرج نہیں ہے مولوی صاحب اس جملہ کے جواز میں ایک حدیث اور دو شعر پیش کرتے ہیں:

حدیث: جس نے مجھ کو دیکھا اس نے خدا کو دیکھا (بقول مولوی صاحب) مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر یہ ہے کہ:

بندۂ خود خواند احمد در ارشاد ÷ جملہ عالم را بخواں قل یعباد

اعلیٰ حضرت کا شعر بقول مولوی صاحب یا عبادی کہہ کے مجھ کو شاہ نے اپنا بندہ کرلیا پھر تجھ کو کیا۔

اس مندرجہ بالا حدیث اور دو اشعار کی روشنی میں رسول اللہ کو (نعوذ باللہ) خدا کہنا شرک نہ ہوگا؟ اور ایسا کہنے والا یا سمجھنے والا مشرک کے زمرے میں نہیں آئے گا؟ ایسے مولوی صاحب کے پیچھے نماز جائز ہوگی یا نہیں؟ فقط

المستفتی: محمد نسیم خان، دھنباد، بہار

۹۲/۸۶ ء

الجواب

معاذ اللہ! اقوال قبیحہ مذکورہ سے ہرگز صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی پاک و طاہر زبانیں ملوث نہیں ہوئیں۔ یہ مولوی صاحب کا اختراع و الزام محض ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وصحبہ وسلم کو خدا کہنا و ماننا بلاشبہ شرک ہے۔ جس حدیث پاک کا ترجمہ مولوی صاحب موصوف نے بعد میں کیا ہے اس میں بھی کمال خیانت سے کام لیا ہے، مشکوٰۃ شریف وغیرہ کتب حدیث میں حدیث شریف

اس طرح ہے: من رأنی فقدرای الحق الخ او کماقال: ''جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا'' یہ حدیث پاک باب الرویاء میں ہے جس کا ترجمہ یہ ہے ''جس نے مجھے خواب میں دیکھا'' حق ہی دیکھا یعنی صحیح دیکھا کیونکہ شیطان کو مماثلِ بشریتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر مطلقاً اختیار نہیں ہے۔

حضرت علامہ رومی اور امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے دونوں شعر ''معاذ اللہ تعالیٰ'' رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا ہونے پر دال نہیں بلکہ امتی کی عبدیت '' بمعنی خدمتگاری وغلامی'' اور رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی آقائیت پر دال ہے...... اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے آقا ومولیٰ ہونے میں کس امتی کو انکار ہوسکتا ہے۔ حضرت قاضی عیاض علیہ الرحمہ ''شفا شریف'' میں اور علامہ محمد ابن عبدالباقی زرقانی علیہ الرحمہ شرح مواہب شریف میں شرعاً وتفسیراً تحریر فرماتے ہیں: من لم یرولایۃ الرسول فی جمیع الاحوال ویرنفسہ لایذوق حلاوۃ سنۃ الخ ''جس نے تمام احوال میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو والی نہ جانا وہ سنت نبوی کی مٹھاس نہیں پائے گا۔'' یعنی جو شخص ہر حال میں رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اپنا والی اور اپنے آپ کو حضور اکرم کا مملوک (عبد، بندہ، خادم، غلام) نہ جانے وہ سنت نبوی کی حلاوت ''مٹھاس'' سے کبھی لطف اندوز نہ ہوگا۔
واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم بالصواب!

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۴/ شعبان ۱۳۹۹ھ، ۳۰/ جون ۱۹۷۹ء

استفتاء[۳]

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل استفتاء میں کہ:

زید نے جو ایک عالم دین اور ایک مسجد کے امام ہیں اپنی تقریر میں کہا کہ خدا ہر جگہ حاضر وناظر نہیں اسلئے کہ وہ زمین وزمان ومکان سے پاک ہے ہر جگہ حاضر وناظر ہونا حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفت ہے دریافت طلب یہ امر ہے کہ زید کا یہ قول درست ہے یا نہیں دلائل کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

المستفتی: (مولانا) محمد شفیق منیاری، منگلا پور

۹۲/۸۶ ٢

الجواب!

زید کا دعویٰ مذکور علت مذکور کی وجہ سے صحیح ودرست ہے کہ کیونکہ حضرت حق جل شانہ کی ذات پاک زمان ومکان سے پاک ومنزہ ہے۔ اس کا وجود ہر جگہ اور ہر ذرہ میں علم وتصرف وغیرھما کے اعتبار سے ہے نہ کہ حاضر وناظر ہونے کے اعتبار سے مفاتیح الغیب المشہور بہ تفسیر کبیر زیر آیۃ ''ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ '' امام فخر الدین محمد رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں صفحہ ۵۹۲ فقولہ

ان اللہ معنا او قولہ "ھو معکم" کان ینبغی ان یکون الاقتران ولیس کذالک فان قیل کلمۃ "مع" تستعمل لیکون مبلہ الیہ وعلمہ معہ او نصرہ یقال الملک الفلانی مع الملک الفلانی بالاعانۃ والنصر الخ۔ لفظ حضور باوجود یکہ بڑا اہم اور تعظیمی لفظ ہے مگر اللہ تعالیٰ کو لفظ حضور سے تعبیر کرتے نہیں سنا ہوگا اور اگر کوئی شخص مطلق اسی لفظ کو استعمال کرے تو سامع کا ذہن پروردگار عالم کی جانب منتقل نہیں ہوگا۔ کیونکہ حضور کے لئے سمت وجہت کی ضرورت ہے اور باری تعالیٰ عز اسمہٗ اس سے پاک ہے لہٰذا حاضر وناظر کا لفظ بارگاہ الوہیت کے شایان شان نہیں ہے۔ سبحان اللہ عما یصفون۔

حاضر وناضر ہونا بیشک سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی صفت فاضلہ ہے۔ حضرت شیخ محقق اقرب السبل میں فرماتے ہیں "وباچندیں اختلافات وکثرت مذاہب کہ درعلماء امت است یک کس رادریں مسئلہ خلافے نیست کہ وے صلی اللہ علیہ وسلم بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز وتو ہم تاویل دائم وباقی ست وبراعمال امت حاضر وناظر درطالبان حقیقت رامفیض ومربی اھ۔" ترجمہ: چند اختلافات وکثرت مذاہب کے باوجود علماء امت میں سے کسی کا بھی اس مسئلہ میں اختلاف نہیں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حیات حقیقی کے ساتھ مجاز وتوہم کے شائبہ کے بغیر باقی ودائم ہیں۔ اور امت کے اعمال پر حاضر وناظر ہیں اور طالبان حقیقی کے لئے فیض پہنچانے والے اور مربی ہیں۔"
پھر یہی شیخ محقق علی الاطلاق محدث دہلوی علیہ الرحمہ اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں" ونیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نصب العین مومناں وقرۃ العین عابداں است در ہمہ احوال واوقات الخ" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کے لئے نصب العین اور عابدوں کے لئے ہروقت آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔" اور اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ خود اس پر دلیل ہے اس لئے درمختار میں فرمایا: لابدمن ان یقصد بالفاظ التشھد معانیھا التی وضعت لھا من عندہ کانہ یحی اللہ تعالیٰ۔ "ترجمہ: تشہد کے الفاظ سے ان معانی کا قصد کرنا ضروری ہے جن کے لئے ان الفاظ کو وضع کیا گیا ہے اور جو نمازی کی طرف سے مقصود ہوں گویا کہ نمازی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نذرانہ عبادت پیش کررہا ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیج رہا ہے۔" واللہ تعالیٰ اعلم!

کتبہ
الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
یکم رمضان ۱۳۹۹ھ

استفتاء [۴]

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:
زید کہتا ہے کہ خدا حاضر وناظر نہیں ہے چونکہ وہ زمان ومکان سے پاک ہے اور حاضر وناظر کے لئے زمان ومکان کا ہونا ضروری ہے۔ آیا زید کا کہنا درست ہے یا نہیں؟ اگر درست نہیں ہے تو قائل پر حکم شرعی کیا ہے؟

المستفتی: یکے از ارکان مدرسہ انوار العلوم، دامودر پور، مظفر پور

۹۲/۸٦ء

الجواب

اللہ تعالیٰ کیونکر حاضر وناظر ہے:

اللہ تعالیٰ جل شانہ کی ذات حاضر وناظر بایں معنی ہے کہ وہ بذاتہ وبعلمہ وبقدرتہ سارے عالم کو محیط ہے۔ اور اس کا موجود ہونا بلا کیف اور بلا زمان ومکان کے ہے۔ موجود کے لئے زمان ومکان کی قید مخلوقات کے لئے مستلزم ہے خالق کائنات اس سے پاک ومنزہ ہے۔ صحابہ کرام تابعین عظام، ائمہ ومجتہدین اسلام، محدثین وفقہاء اعلام اور مدونین علم کلام نفعنا الله تعالیٰ بفیوضهم الی یوم القیام کا مسلک مسئلہ مذکورہ میں یہ ہے کہ قرآن عظیم کی ایسی آیتیں اور بعض احادیث کریمہ جن سے واجب تعالیٰ کا وجود کائنات کے ذرہ ذرہ میں ثابت ہوتا ہے وہ آیات واحادیث اگرچہ معلوم المعنی ہے لیکن ان کی کیفیتیں متشابہ ہیں۔ اور جو آیات متشابتہ الکیفیت ہوں ان کے غور وخوض میں پڑنا علماء راسخین کے مسلک کے خلاف ہے چنانچہ علامہ علی قاری حنفی رحمتہ اللہ علیہ شرح قصیدہ بدء الامالی، میں فرماتے ہیں: سئل الشافعی عن الاستواء فقال امنت به بلا تشبیه واتهمت نفسی فی الادراک وامسکت عن الخوض الخ علامہ موصوف آگے فرماتے ہیں۔ واجمع السلف علی ان استواء علی العرش صفة له بلا کیف نومن به...... کما قال مالک الاستواء معلوم والکیفیته مجهولة واختاره امامنا الاعظم وکذا کل ماورد من الآیات والاحادیث المتشابهات الخ

زمان مکان کے ساتھ خدا عزوجل کو محدود ومحصور ماننا معاذ اللہ تعالیٰ کفر ہے اور اس معنی کر حق تعالیٰ کو حاضر وناظر کہنا یقیناً معتقدات اسلامی کے خلاف ہے۔ علامہ زماں مدون علم کلام حضرت سیدنا عبد الشکور سلمی اپنی کتاب تمہید میں فرماتے ہیں: قال بعضهم ان الله موجود فی کل مکان الخ اس قول کا رد بلیغ کرنے کے بعد پھر فرماتے ہیں: ونحن کذا نقول بان الله تعالیٰ لو کان فی کل مکان یؤدی ان یکون فی افواه الدواب والکلاب وافراج النساء وهذا کفر قبیح الخ شبہ تجسم نہ ہو تو بتاویل مذکور حاضر وناظر کہنے میں کوئی شرعی گرفت معلوم نہیں ہوتی ہے۔ اور اگر معاذ اللہ شبہ مجسم ہو یا جہت ومکان کا التزام خواہ ظناً وحساً ہی ہو کفر صریح ہے۔ خواہ پوری کائنات میں ایک ہی جگہ حاضر مانے کہ ایسی صورت میں بھی کائنات کی وہ جگہ محیط اور حق تعالیٰ کی ذات پاک محاط ہوگی اور یہ صفت باری تعالیٰ سے محال ہے تو صورت مسئولہ میں زید جس نظریہ کی بنیاد پر واجب تعالیٰ جل شانہ کے عدم حضور ونظور کا قائل ہے وہ درست وصحیح ہے اس پر کوئی شرعی مواخذہ نہیں فقط۔ والله تعالی اعلم ورسوله صلی الله علیه وسلم

الفقیر عبد الواجد قادری غفرلہ، دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۸/ ذوقعدہ ۱۴۰۰ھ

استفتاء ۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) زید کا کہنا ہے کہ خدا کا جلوہ ہر جگہ موجود ہے۔ خدا ہر جگہ موجود نہیں ہے بلکہ خدا لا مکاں پر ہے۔ اور بکر کا کہنا ہے کہ خدا ہر جگہ موجود ہے اور خدا کا جلوہ بھی ہر جگہ موجود ہے۔ جواب عنایت فرمائیں کہ کس کا قول درست ہے؟

(۲) علامہ اقبال کا ایک شعر پیش خدمت ہے:

ساقی شراب پینے دے مسجد میں بیٹھ کر ☆ یا وہ جگہ بتا کہ جہاں پر خدا نہ ہو

اس شعر کا مطلب کیا ہے۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ کفریہ کلام ہے اور ایسا کلام تحریر کرنے والا کافر ہے۔ کیا یہ از روئے شرع صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو شاعر کو کافر کہنے والا شخص از روئے شرع کیا سمجھا جائے گا؟

المستفتی: محمد (قیو) انصاری، آزاد ہیر کٹنگ سیلون، بس اسٹینڈ، گورھوا، ضلع پلاموں، بہار

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــ !

(۱) حق تعالیٰ جل شانہ اپنے علم وقدرت کے ساتھ سارے عالم کو محیط ہے۔ اس کی ذات زمان ومکان کی قید سے پاک و منزہ ہے۔ پس اس کی صفت وجود بلا کیف اور بلا زمان ومکان کے ہے کہ یہ قید زمانی ومکانی صرف مخلوقات کے لئے مستلزم ہے۔ علامہ علی قاری علیہ رحمۃ الباری "شرح قصیدہ بردۃ الامالی" میں فرماتے ہیں: **واجمع السلف علی ان استواء ہ علی العرش صفة لہ بلاکیف نومن بہ الخ.** "علماء سلف کا اس پر اجماع ہے کہ عرش پر مستوی ہونا اللہ تعالیٰ کی بلا کیف صفت ہے اور ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں۔" آگے فرماتے ہیں: **کما قال مالک الاستواء معلوم والکیفیة مجھولة واختارہ امامنا الاعظم وکذا کل ماورد من الآیات والاحادیث المتشابھات.** "جیسا کہ امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ استوار علی العرش ہونا معلوم ہے اور کیفیت مجہول ہے۔ اور اسی قول کو ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی اختیار فرمایا ہے۔ اور ایسے ہی ہر وہ صفت جو آیات واحادیث متشابہات میں موجود ہیں۔" بکر کا یہ قول کہ "خدا ہر جگہ ہے" تاویل کے ساتھ صحیح ہے لیکن بلا تاویل کفر ہے کہ اس میں بعض بے ادبی کے ساتھ ذات باری تعالیٰ کو محدود ومحاط ماننا لازم آئے گا۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ. (سورۃ الصافات: ۱۵۹) "پاکی ہے اللہ کو ان باتوں سے کہ یہ بتاتے ہیں۔" (ترجمہ کنز الایمان)

علم کلام کے مدون علامہ عبد الشکور اسلمی اپنی کتاب "تمہید" میں فرماتے ہیں **قال بعضھم. ان اللہ موجود فی کل مکان.** "کچھ افراد نے کہا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہر جگہ موجود ہے" پھر اس قول کا رد بلیغ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: **ونحن کذا نقول**

بان اللّٰہ تعالیٰ لو کان فی کل مکان. یو دی، ان یکون فی افواہ الدواب والکلب وافراج النسآء والأدبار وھذا کفر قبیح. ''ہم یوں کہتے ہیں کہ اگر حق تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے تو پھر لازم آئے گا کہ وہ جانوروں اور کتے کے منہ میں ہو عورت کے آگے اور پیچھے کے مقام میں ہو اور یہ کفر قبیح ہے۔'' اس جواب کی روشنی میں بکر کا قول من کل الوجوہ صحیح نہیں ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۲) شعر مذکور اپنے معنی و مفہوم کے اعتبار سے صحیح نہیں ہے کیوں کہ مقدس مقام میں ام الکبائر کے ارتکاب کی خواہش ظاہر کی جارہی ہے۔ پھر حق سبحانہ وتعالیٰ کے سامنے اس ارتکاب شنیع کو ناگزیر بتایا جارہا ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ غالباً یہ شعر اقبال کا نہیں ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲/ ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:
خداوند کریم کی ذات کہیں فرش پر ہے یا عرش اعظم پر نشاندہی فرمائی جائے اور یہ بھی بتایا جائے کہ جمہور اہلسنّت و جماعت کا اس بارے میں کیا عقیدہ ہے؟ بینوا و توجروا۔

المستفتی: عزیر احمد خاں واجدی
سن ریلے، آسنسول، ضلع بردوان

۹۲/۷۸۶

الجواب ــــــ ھوالھادی الی الصواب ــــــ!

عرش و فرش سب ہی مخلوق حادث اور فانی ہیں اور خالق حقیقی عزوجل کی ذات والا صفات غنی مخلوق قدیم اور باقی ہے۔ لہٰذا وہ مکان و مکانیات اور تمکن سے پاک و منزہ ہے وہ کسی مکان میں نہیں اور عرش و فرش مکان ہیں۔ جمہور اہلسنّت و جماعت کا یہی عقیدہ ہے کہ وہ مکانی و تمکن سے پاک ہے۔
جب کسی شئے کی تخلیق نہیں ہوتی تھی جب بھی اس کی ذات کہیں تھی اور اب بھی وہیں ہے جس کی کوئی جہت اور سمت نہیں۔
واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۱۱/ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۳ھ

استفتاء ۷

مسئلہ: کیافرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ
اگر کوئی کلمہ گو یعنی مسلمان کہے کہ اللہ کے بعد مسلمانوں کی محافظ اندرا گاندھی ہیں تو ایسے مسلمانوں کو شرعی روسے کیا کہا جائے گا؟

المستفتی: انعام الحق، محلہ سلطان گنج، پٹنہ-۲

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــ

وہ مسائل شرعیہ سے بے خبر ہے۔ اس پر توبہ واستغفار واجب ہے۔ **بقولہ تعالیٰ عزوجل لَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا.** (سورۃ النساء:۸۹) ''اللہ تعالیٰ کے اس قول کی وجہ سے اوران میں کسی کو نہ دوست ٹھہراؤ نہ مددگار۔'' **وھو تعالیٰ اعلم**

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۳/ ذوالقعدۃ الحرام ۱۴۰۴ھ

استفتاء ۸

مسئلہ: کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ:

(۱) عمر کہتا ہے کہ اللہ اور اس کی کتابوں پر میرا ایمان ہے لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتا اور نہ ان کی حدیثوں پر ایمان ہے۔ اور نہ میں مانتا ہوں معاذ اللہ رب العالمین صاف لفظوں میں اس نے انکار کیا ہے۔

(۲) بکر کہتا ہے کہ مسلک اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت حضرت مولانا امام حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کو نہیں مانتا ہوں ایک عالم جانتا ہوں ہاں وہ اچھے عالم تھے لیکن میں ان کے مسلک کو کیوں مانوں اہلسنّت وجماعت کو مانتا ہوں اور امام اعظم کے مسلک پر میرا ایمان ہے۔ جواب جلد و مہر عنایت فرمائیں۔

المستفتی: آزاد خاں، شفیق نگر، اکھرا، ضلع بردوان

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــــــــــــــ

(۱) عمرو کافر مردود بے دین مرتد ہے۔ اس کا دعویٰ ایمان ہرگز ہرگز قابل التفات نہیں مسلمانوں کو اس سے میل جول حرام اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا بھی حرام بدانجام ہے۔ روح ایمان سید الانس والجان مصطفےٰ فداہ امی وابی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہیں

مانایا احادیث کریمہ کا مطلقاً انکار کرنا خدا عزوجل اور اس کی کتابوں سے منکر ہونا ہے۔ ارشاد باری عزاسمہ ہے: وَمَآاٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَانَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (سورہ حشر: ۷) "جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔" (ترجمہ کنز الایمان) اسی خدا کا فرمان عالی ہے: مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء: ۸۰) "جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا۔" (ترجمہ کنز الایمان) اسی طرح بے شمار آیات قرآنیہ موجود ہیں جس میں رسول علیہ السلام کی اطاعت وفرماں برداری پر ایمان لانا محبت وعقیدت وغیرہا کے متعلق احکامات الٰہیہ ہیں پھر مسلمانوں کے ایمان کا جز اعظم محمد رسول اللہ ہی تھے کہ بے اس کلمہ کے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مقبول ہی نہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم!

(۲) امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کا مسلک وہی ہے جو سلف صالحین وائمہ مجتہدین خصوصاً امام اعظم خیر الامہ کاشف الغمہ سیدنا ابو حنیفہ نعمان ابن ثابت کے ہیں۔ زد طی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے مسلک رضویہ پر چلنے والا امام اعظم سے علیحدہ نہیں ہو سکتا مذہب اہلسنّت وجماعت رضویوں کا طغرۂ امتیاز ہے۔ بکر جب امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کو ایک اچھا عالم مانتا ہے تو ان کے مسلک سے انکار کیوں ہے۔ اچھے عالموں کا مسلک ہی وہ ہے جو مذہب اہلسنّت وجماعت بکر غور وفکر اور علمی بصیرت سے کام لے تو حق کو سمجھ سکتا ہے۔ وھو الھادی الی سواء السّبیل۔

الجواب صحیح وصواب والمجیب نجیح ومثاب
عبد الحافظ رضوی القادری غفرلہ
۴/صفر المظفر ۱۴۰۵ھ

عبد الواجد قادری غفرلہ خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۴/صفر المظفر ۱۴۰۵ھ

استفتاء ۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

زید نے بکر سے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے۔ اس پر بکر نے جواب دیا ایسا کہنا کفر کی حد تک پہنچتا ہے۔ پھر زید نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ذرہ ذرہ میں ہے۔ پھر بکر نے کہا یہ کہاوت ہے۔ پھر زید نے کہا تب اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ بکر نے جواب دیا وہ سمیع وبصیر ہے۔ اب زید خاموش ہو گیا۔

المستفتی: صغار احمد، روضہ صحتن پٹی، مقام وپوسٹ خالص پور، ضلع اعظم گڑھ-۲۷۶۱۳۸ (یو۔پی)

۷۸۶/۹۲

الجواب ـــــ بعون الملک الوهاب ـــــ

زید کے اقوال مذکورہ مطلقاً کفر کی حد کو نہیں پہنچتے ہیں۔ جب کوئی مسلمان اس واجب الوجود حقیقی معبود کو ذرہ ذرہ میں موجود کہتا ہے تو اس کا مافی الضمیر یہی ہوتا ہے کہ حق تبارک وتعالیٰ اپنے علم وقدرت کے اعتبار سے ذرّہ ذرّہ کو محیط ہے۔ مسلمانوں کے ساتھ حسن ظن کا بھی یہی تقاضا ہے کہ اس کے اقوال غیر صریحہ کی ایسی ہی احسن تاویل کی جائے کیوں کہ کوئی مسلمان واجب

تعالیٰ کو مکان وزمان کے ساتھ محدود ومحصور مان کر نہ مسلمان رہ سکتا ہے نہ اس کا یہ عقیدہ ہوسکتا ہے۔ بالفرض زید اگر ہر جگہ اور ہر ذرہ سے یہی مراد لیتا ہو کہ جگہ وذرّات اس کو محیط ہیں تو یہ صریح کفر ہے کہ باری تعالیٰ کا محاط ہونا ذاتاً وصفتاً محال ہے۔ من کل الوجوہ مکان کو محیط نہ بھی مانا جائے، صرف اس کی ذات عزوجل کے لئے جگہ کا التزام کیا جائے، خواہ ظناً ہو یا حساً جب بھی کفر صریح ہے۔ الاستواء معلوم والکیفیة مجهولة واختاره امامنا الاعظم وكذا كل ماورد من الآيات والاحاديث المتشابهات الخ. "استواء معلوم ہے اور اس کی کیفیت مجہول ہے اسی کو ہمارے امام امام اعظم ابوحنیفہ نے اختیار کیا ہے ایسا ہی تمام آیات اور احادیث متشابہات میں وارد ہے۔" (شرح بدرالامالی) اور "تمہید" میں علامہ عبدالشکور سلمی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: بان الله تعالىٰ لو كان في كل مكان يؤدى ان يكون في افواه الدوابّ والكلاب وافراج النساء والاماء وهذا كفر قبيح الخ.
"بایں طور کہ اللہ تعالیٰ ہر جا موجود ہے یہاں تک کہ جانوروں اور کتوں کے مونہوں میں اور عورتوں اور باندیوں کی شرمگاہ میں تو یہ صریح کفر قبیح ہے۔" زید کے اقوال مذکورہ پر کوئی شرعی گرفت نہیں البتہ اسے آئندہ کے لئے سنبھل کر بولنے کی ضرورت ہے۔ بکر کا یہ کہنا کہ یہ کہاوت ہے، غلط ہے۔ یہ کہاوت نہیں بلکہ منجملہ متشابہات سے ہے جس کے غور وخوض میں پڑنے کا ہم کو حکم نہیں۔ آمنتُ به بلا تشبيه واتهمت نفسيُ في الادراك وامسكت عن الخوض الخ. "بلاشبہ میں اس پر ایمان لایا اور میرے نفس نے ادراک میں مجھ کو وہم میں ڈال دیا تو میں نے غور وخوض سے خود کو روک لیا۔" بکر کا دوسرا جواب صحیح ہے کہ وہ "سمیع وبصیر ہے" والله تعالىٰ سبحانه اعلم ورسوله صلى الله تعالىٰ عليه وعلى اله وصحبه وحزبه وبارك وسلّم.

كتبه
عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ پٹنہ، بہار
۷/صفر المظفر ۱۴۰۴ھ، ۱۳/نومبر ۱۹۸۳ء

استفتاء ۱۰

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل اشعار کے بارے میں ان شعروں کی وضاحت بھی کردی جائے۔

(۱) کسی کافر نے پوچھا تھا خدا کی کیسی صورت ہے ندا آئی کہ جیسی ہو بہو صورت محمد کی (صلی اللہ علیہ وسلم)

(۲) اللہ کے پلّہ میں وحدت کے سوا کیا ہے لینا ہے ہمیں جو کچھ لے لیں گے محمد سے (صلی اللہ علیہ وسلم)

(۳) وہی جو مستویٔ عرش تھا خدا ہو کر اتر پڑا ہے مدینہ میں مصطفیٰ ہو کر

(۴) یہ دعا ہے یہ دعا ہے یہ دعاء میرا اور سب کا خدا احمد رضا

(۵) کر عطا احمد رضائے احمد مرسل مجھے میرے مولیٰ حضرت احمد رضا کے واسطے

(۶) کاش محشر میں جب ان کی آمد ہو اور بھیجیں سب ان کی شوکت پہ لاکھوں سلام

المستفتی: مولانا محمد ابراہیم رضا نوری، مقام و پوسٹ میجر گنج ضلع سیتامڑھی، بہار

۹۲/۸۶ ۷

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــ!

(۱) سبحان اللہ و بحمدہ۔ مالک ذو الجلال صورت وشکل سے پاک ومنزہ ہے۔ **وھو تعالیٰ اعلم**

(۲) مصرعہ ثانیہ انما انا قاسم و اللّٰہ یعطی ''بیشک میں بانٹتا ہوں اور اللہ عطا فرماتا ہے۔'' (حدیث) کے مطابق صحیح ہے۔ لیکن مالک ارض وسماوات خالق شش جہات عز ذکرہ وجل جلالہ کے قبضہ واختیار میں صرف وحدت سمجھنا اس بارگاہِ عظمت وجلال کی بے ادبی وتوہین ہے جو کفر ہے۔ مجموعی اعتبار سے مذکورہ دونوں اشعار ایمان کو لرزا دینے والے شرع شریف کی حد کو پار کر جانے والے ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ. سُبۡحَانَ اللّٰہِ عَمَّا یَصِفُوۡنَ۔ **وھو اعلم**

(۳) تیسرے شعر میں خدا بہ معنی مالک ومختار ہے جسے فارسی واردو کے ممتاز شعراء نے بھی استعمال کیا ہے اور ''مسند نشین عرش'' ہونا رسول اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وسلم ہی کی صفت ہے کہ ذات باری تعالیٰ مکان ومکانیات سے پاک و منزہ ہے۔ تو اس شعر کا مطلب غالباً یہی ہوگا کہ جو ذات بہ عطائے الٰہی مالک ومسند نشیں عرش تھی، وہ مصطفائی جلووں کے ساتھ وہ مدینہ طیبہ میں جلوہ گر ہوگئی۔ یہ، یا اس طرح کی دیگر تاویلیں اس وقت کار آمد ومفید ہیں جب یہ ثابت ہو جائے کہ وضاحت طلب شعر کسی عارف باللہ کا ہے۔ چنانچہ بعضوں نے دعویٰ کیا ہے کہ شعر متدائرہ حضرت علامہ آسی جونپوری علیہ الرحمہ والرضوان کا ہے۔ لیکن یہ پایہ تحقیق کو نہیں پہنچا ہے۔ بہر حال جہاں اس شعر کی بعض توضیح حد شرع کو پار کر رہی ہے وہیں بعض تاویل وتوضیح اسلامی بھی ہیں۔ لہٰذا اسے کفر فقہی بھی کہنا درست نہیں۔ **وھو اعلم**

(۴) چوتھے شعر کا مطلب ومفہوم قطعاً درست ہے۔ یعنی اے امام احمد رضا میری دعاء اپنے رب اور سب کے خالق ذو الجلال سے یہی ہے کہ تیری نسل سے کوئی ایسی اولادِ صالح پیدا فرمائے جو تیرا ہم رتبہ وہم پایہ ہو۔ ترتیب شعر اسی طرح ہے۔

یہ دعاء ہے یہ دعاء ہے یہ دعاء ☆ میرا اور سب کا خدا احمد رضا
تیری نسل پاک سے پیدا کرے ☆ کوئی ہم رتبہ ترا احمد رضا

اس قصیدہ میں ''احمد رضا'' بطور ردیف استعمال ہوا ہے نہ کہ بطور خبر۔ اور ترا، دعاء، خدا وغیرہ قوافی ہیں۔ **وھو اعلم**

(۵) اس شعر میں تو کوئی اعتراض ہی نہیں ہے اور اگر لفظ مولیٰ پر شبہ ہے تو یہ شبہ ہر مولوی، مولانا کہلانے والے پر ہو سکتا ہے کیوں کہ مولوی کا معنی میرا مولیٰ میرا آقا ہے اور مولانا کے معنی ہمارا مولیٰ، ہمارا آقا ہے۔ پس یہ اعتراض لغو بے کار ہے کہ شرع شریف سے اس لفظ کی اجازت موجود ہے۔ اس شعر کے پہلے شعر کا مطلب یہ ہے کہ اے خدا، احمد مرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احسن ترین رضا عنایت فرما۔ **وھو اعلم**

(۶) اس شعر میں بھی اعتراض کی گنجائش نہیں ہے۔ شاعر کی بلند آرزو اور تمنا یہ ہے کہ جب سر محشر حبیب کردگار احمد مختار صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم جلوہ بار ہوں تو تمام حاضرین آپ پر صلوٰۃ وسلام کے نذرانے پیش کرنے کی سعادت حاصل کریں تو کس قدر پر لطف سماں بندھ جائے گا۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ و بارک وسلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۲/شوال المکرم ۱۴۰۳ھ

استفتاء

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں

(۱) بہار شریعت حصہ پہلا عقائد کے بیان میں یہ ہے کہ علم خواہ شہادت غیر خدا کے لئے ثابت کرے وہ کافر ہے۔ غیب تو پوشیدہ باتوں کے جاننے کو کہتے ہیں لیکن شہادت کے کیا معنی اور مطلب ہوتا ہے۔ تفصیل میں بیان کر کے مطلب کو سمجھایا جائے۔

(۲) جس طرح خدا کو حاضر ناظر ہونے کا ثبوت ہے ہر جگہ پایا جاتا ہے اسی طرح کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی صفت حاصل ہے۔ وضاحت فرمایا جائے۔

المستفتی: حاجی نعمت اللہ صاحب، مقام چترو، پوسٹ باندو، ضلع پلاموں

۹۲/۸۶ء

الجواب بعون الملک الوھاب!

(۱) غیب کا عکس شہادت ہے۔ یعنی علم غیب پوشیدہ باتوں کے جاننے کو کہتے ہیں جیسا کہ سائل نے لکھا تو علم شہادت ظاہر ظہور باتوں کے جاننے کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر مخلوقات میں سے کسی کو نہ غیب کا علم ہے نہ شہادت۔ اگر کوئی مخلوق غیب یا شہادت کا علم رکھتی ہے تو وہ ذاتی نہیں بلکہ اللہ جل شانہ کے بتانے یا عطا سے غیب یا شہادت کا علم ذاتی خاصہ قدرت ہے۔ اس کا ایک ذرہ بلکہ ذرہ کا کروڑواں حصہ علم ذاتی کسی مخلوق میں ماننا کفر وشرک ہے یہی مطلب ومقصد بہار شریعت کے عقیدہ مذکور فی السوال کا ہے۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت علیہ الرحمہ والرضوان نے الدولۃ المکیہ میں تصریح فرمائی: العلم الذاتی مختص بالمولیٰ سبحانہ وتعالیٰ لایمکن لغیرہ ومن اثبت شیئًامنہ ولو ادنیٰ من ادنیٰ ذرۃ لاحد من العلمین فقد کفر واشرک. ''علم ذاتی اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ خاص ہے غیر کے لئے ممکن نہیں ہے کسی نے بھی اس کا ایک ذرہ کسی مخلوق کے لئے ثابت کیا تو وہ کافر ومشرک ہے۔'' وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم

(۲) اللہ جلّ جلالہ وعم نوالہ وعز شانہ بے شک ہر شئے کا جاننے والا اور ہر ایک ایں وآں اس کے علم وبصر میں حاضر وموجود ہے لیکن وہ خود جگہ وجہات سے پاک ومنزہ ہے۔ کائنات کی وسعت میں یہ قدرت نہیں کہ اس کو محیط ہو جائے اس کا علم وقدرت

عالم کے ذرہ ذرہ کو محیط ہے اور عالم باوجود اپنی وسعت کے محاط ہے اور جو خود محاط ہو وہ اپنے محیط کو احاطہ نہیں کر سکتی۔ سبحنہ و تعالیٰ عن کل زمان و مکان۔ ''اللہ زمان و مکان سے پاک و بلند ہے۔'' اللہ تعالیٰ کے تمام اسمائے مبارکہ توقیفی ہیں قرآن و حدیث یا اسلاف کرام میں سے کسی نے یہ نہیں بتایا کہ اللہ تعالیٰ کے نام حاضر و ناظر بھی ہیں اور جب اسلاف سے ثابت نہیں تو اخلاف کو کہنے کا کیا اختیار ہے۔ بے شک یہ اسما شان احدیت و دربار الوہیت کے لائق نہیں کہ اس کے بعض معنی شان قدرت کے منافی ہیں۔ جگہوں میں حاضر و ناظر ہونا روح کائنات وجہ موجودات شاہد کبریا حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وبارک وسلم کی صفت ہے۔ کما قال المحقق الشیخ عبدالحق محدث دھلوی علیہ الرحمة والرضوان فی بعض متصلفاته وقال العلامة القاری الحنفی فی نسیم الریاض راویاًلان روحه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم حاضرة فی بیوت اهل الاسلام۔ ''جیسا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنے بعض مصدقات میں اور علامہ ملا علی قاری الحنفی نے نسیم الریاض میں روایت کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مؤمنوں کے گھر میں حاضر ہوتی ہے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ
عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ
۲۶/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۴ھ

الجواب صحیح
عبدالحافظ رضوی القادری، خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار پٹنہ
۲۶/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۴ھ

استفتاء ۱۲

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

(۱) منکر نکیر تین سوال کرتے ہیں جس میں تیسرا سوال یہ ہوتا ہے کہ **ماتقول فی حق ھذ الرجل** "تم اس آدمی کے متعلق کیا کہتے ہو۔" دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ تیسرا سوال حضور کی بعثت شریفہ کے بعد ہونے لگا یا پہلے سے ہو رہا ہے؟ اگر پہلے سے ہو رہا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے پہلے کس نبی و رسول علیہ السلام کو قبر میں حاضر کیا جاتا تھا؟

(۲) زید تین بھائی ہے۔ ان کی ماں بھی زندہ ہے۔ تینوں بھائی باری باری ماں کو کھانا کپڑا وغیرہ دیتے ہیں اور تینوں مالدار ہیں۔ تو قربانی تینوں پر فرض ہے یا نہیں؟ اگر تینوں اپنی اپنی جانب سے قربانی کردیں تو ماں کے لئے کیا کریں۔ کیا ماں کے نام سے بھی ان بھائیوں پر قربانی دینا فرض ہوتا ہے؟

(۳) زید امامت کا کام کرتا ہے اور نماز و روزہ کا بھی پابند ہے۔ لیکن وہ جادو بھی جانتا ہے۔ اس جادو سے لوگوں کی بھلائی کرتا ہے۔ یہاں تک کہ سانپ وغیرہ کاٹ لیتا ہے تو اسی منتر سے جھاڑتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا ایسے شخص کو امام بنانا چاہئے یا نہیں اور اس کے پیچھے نماز درست ہوتی ہے یا نہیں؟ اور ایسے شخص کے لئے حکم شرع کیا ہے؟ تفصیلی جواب سے آگاہ فرمائیں۔ عین نوازش و کرم ہوگا۔

المستفتی: محمد مقبول عالم، مقام جھیانی، ڈاکخانہ نیم نوادہ، وایہ خیرا، ضلع مونگیر، بہار

۸۶/۹۲

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــ

(۱) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ سے قبل کسی نبی کی پہچان قبر میں نہیں کرائی جاتی اور نہ ہی ان سے حساب قبر تھا۔ حساب قبر ہمارے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ مبارکہ سے شروع ہوا۔ کما فی المرأۃ شرح مشکوۃ باب اثبات عذاب القبر جلد ۱ صفحہ ۱۲۵۔ **وھو اعلم۔**

(۲) اگر تینوں بھائی صاحب نصاب ہیں تو تینوں پر قربانی کرنا واجب ہے۔ ماں کے نام سے قربانی کرنا تینوں بھائیوں میں سے کسی پر واجب نہیں ہے۔ **کما ھو مصرح فی کتب الفقھہ۔** "جیسا کہ فقہی کتابوں میں اس کی تصریح کی گئی ہے۔"

وھو تعالیٰ اعلم

(۳) زید جو جادو منتر جانتا ہے اگر اس میں دیوی دیوتاؤں سے استعانت ہے یا وہ کلمات کفریہ پر مشتمل ہے تو ایسی صورت میں زید کی اقتداء حرام و باطل ہے۔ اس پر تجدید ایمان و تجدید نکاح واجب ہے اور اگر وہ جنتر منتر ایسے نہیں بلکہ کلمات بزرگان

دین پر مشتمل ہوں اوراس میں کوئی بات شرعی گرفت کی نہ ہوتو اس منتر سے لوگوں کی بھلائی کا کام کرنا باعث اجر وثواب ہے اوراس کی اقتدا ودرست ہے، اگر وہ صالح امامت ہو۔ وھو تعالیٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبــــــــــــــــــــــــہ

۱۸/ ذوالقعدۃ الحرام ۱۴۰۳ھ

استـــــفتـــــاء ۱۴

مسئلہ : کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس شخص کے بارے میں جوخودکو مسلمان کہتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔

(۱) ہم حدیث کو نہیں مانتے چونکہ اس میں بہت سی باتیں قرآن کے خلاف ہیں اور دماغی پیداوار ہے۔

(۲) ہم شفاعت محمدی کو بالکل نہیں مانتے اللہ جس کو شفاعت کا موقع دے گا وہی شفاعت کرے گا۔

(۳) ابراہیم علیہ السلام افضل الانبیاء ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم افضل الانبیاء نہیں ہیں۔

(۴) مصرعہ۔ بعداز خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ پر نعوذ باللہ نعوذ باللہ کہتے ہیں اوراس کو جھوٹ اور غلط کہتے ہیں برائے کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

المستفتی: محمد لقمان، گھڑی ساز، داناپور کینٹ

۹۲/۸۶ء

الجواب ـــ

ایسا شخص شرعاً فاسق وفاجر بلکہ زندیق ہے۔ وہ شقاوت قلبی میں گرفتار ہے۔ مستحق عذاب نار ہے۔ اس پر لازم توبہ استغفار ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ اگر اس کو توفیق توبہ نہ ہوئی تو خوف کفر ہے۔ دلائل مطالعہ فرمائیں۔

(۱) قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَانَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۔ ''ترجمہ: اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز رہو (ترجمہ کنزالایمان)

(۲) وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ. قرآن۔ ''ترجمہ: جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا (ترجمہ کنزالایمان)۔

(۳) قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ آیۃ ۔ ''ترجمہ: اوراے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو (ترجمہ کنزالایمان)

(۴) عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا الآیۃ ۔''قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔(ترجمہ کنزالایمان)

(۵) وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی الآیۃ ''ترجمہ: اور بیشک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔(ترجمہ کنزالایمان)۔

(۶) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الااخبركم بماخبرني ربي انفاقلنا بلى يارسول الله قال خيرلي بين ان يدخل ثلثي امتي في الجنة لغير حساب ولاعذاب وبين الشفاعة قلنا يارسول الله مااخترت قال الشفاعة (رواه احمد بسند صحيح) ۔''ترجمہ: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اے لوگوں تمہیں میں اس بات کی خبر نہ دوں جس کی خبر میرے رب تعالیٰ نے ابھی ابھی مجھے دی ہے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا ہاں! یارسول اللہ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے رب نے مجھے دو باتوں کے درمیان اختیار عطا فرمایا کہ میں جس کو چاہوں اختیار کرلوں۔ ۱ میری امت کا ایک تہائی حصہ بغیر حساب و کتاب اور عذاب کے جنت میں داخل کر دیا جائے ۲ یا میں شفاعت کو اختیار فرمالوں۔ پھر صحابۂ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ نے کیا اختیار فرمایا؟ تو آپ نے ارشاد گرامی فرمایا کہ میں نے شفاعت قبول فرلی۔ اس حدیث کو امام احمد نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

(۷) وقال النبي صلى الله عليه وسلم شفاعتي لاهل الكبائر من امتي او كماقال۔''ترجمہ: اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا میری شفاعت میری امت میں ان کے لئے ہے جو کبیرہ گناہ والے ہیں۔'' یا جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا

اور علامہ ابو مشکور ''تمہید'' میں لکھتے ہیں:

(۸) يجب الاعتقادبان محمدااعلم الخلائق وافضلهم خلافاللروافض ۔''ترجمہ: حضور ﷺ مخلوق میں سب سے زیادہ جاننے والے اور سب سے زیادہ افضل ہیں یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے برخلاف رافضیوں کے۔''

اور حدیث صحیح میں وارد ہے:

(۹) اناسيدولدآدم ولا فخر. ''ترجمہ: میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور مجھے فخر نہیں۔''

پھر دوسری حدیث میں ہے:

(۱۰) انااكرم الاوّلين والآخرين. ''ترجمہ: میں اول وآخر میں سب سے افضل وبزرگ ہوں۔'' واللہ تعالیٰ اعلم!

کتبہ الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۱۷/صفرالمظفر ۱۳۹۹ھ

استفتاء ۱۴

مسئلہ: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں:

(۱) کیادین اسلام اللہ کا دین ہے؟ یادین اسلام کے بانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں؟ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجاً.

(۲) کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بانی اسلام کہنا ازروئے شرع وقرآن واحادیث جائز ہے؟ یہ عقیدہ رکھنا درست ہے۔ حضور کی بعثت سے قبل دین موجود تھا یا نہیں؟ اگر دین موجود تھا تو وہ کون دین تھا؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل ومدلل جواب عنایت ہو۔ تاکہ موجودہ مسلمانوں کے لئے سبق آموز ہو اور دین میں ترمیم وتنسیخ کی راہ بند ہو۔ براہ کرم جلد جواب عنایت فرماکر عنداللہ ماجور ہوں۔ فقط

المستفتی: محمد رفیع الدین پٹنہ سٹی
۱۷/جنوری ۱۹۷۹ھ

۹۲/۸۶ھ

الجواب

(۱) بیشک دین اسلام اللہ تعالیٰ کا مطلوب ومحبوب اور پسندیدہ دین ہے۔ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام. "ترجمہ: بیشک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے (ترجمہ کنزالایمان)۔" اور اگر سوال کا یہ مقصد ہے کہ اللہ تعالیٰ دین اسلام کا پابند ہے تو یہ افتراء عظیم ہے اس کی ذات عقائد وعمل کی پابندیوں سے پاک اور منزہ ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ عَمَّا یَصِفُوْنَ بلاشبہ دین اسلام جس کے مسلمان پیرو ہیں اس کے بانی پیغمبر اسلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں بلکہ آپ سے قبل جس قدر ملتیں تھیں خواہ اس کو لغوی اعتبار سے اسلام یا اسلام کے ہم معنی کسی اور لفظ سے تعبیر کیا گیا ہو سب کی بنا وانتہا آپ ہی کی ذات اقدس پر ہوتی ہے کیونکہ آپ گذشتہ تمام انبیاء کرام اور ان کی امتیوں کے نبی ہیں اور اس امر پر تمام علماء امت کا اتفاق ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاِذْاَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیِّیْنَ الخ۔ "اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا (ترجمہ کنزالایمان)۔" علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ "رسالہ الاعلام بحکم عیسیٰ علیہ السلام" میں علامہ تقی الدین سبکی سے نقل فرماتے ہیں: ویکون نبوته ورسالته عامّة لجميع الخلق من زمن آدم الى يوم القيمة ويكون الانبياء وامعهم كلهم من امته فالنبى صلى الله عليه وسلم نبى الانبياء الخ "ترجمہ: اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر قیامت تک کے تمام مخلوق کے لئے عام ہے اور تمام انبیاء اور ان کی امتیں آپ کی امت ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم امام الانبیاء ہیں۔" پس آپ کے بانی اسلام ہونے میں کوئی شک باقی نہیں رہا چنانچہ حاشیۃ البیضاوی از علامہ عبدالحکیم لیکوئی ص/۶۱۵ میں ہے: فالمراد بالتّسليم جميع الشرائع بذكر الخاص واراة العام فان الاسلام شريعة نبينا صلّى

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمْ وحمل الاسلام علی الاستغراق الخ. اسلام تمام شرائع سابقہ کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوا ہے کیونکہ اسلام کا الف لام استغراقی ہے اور یہ حقیقت میں ہمارے نبی علیہ السلام کی شریعت ہے۔ وھو اعلم

(۲) ہاں جائز ہے جیسا کہ جواب نمبر ا میں مذکور ہوا۔ حضور کی بعثت سے قبل یقیناً دین موجود تھا خواہ وہ دین حنیف ہو، دین موسوی ہو یا دین عیسوی وغیرہم ہو چونکہ عقیدہ توحید کے ساتھ تمام ادیان سابقہ میں خدا اور سول کے احکام کی پابندی موجود تھی اسلئے اسے اسلام سے بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ جیسے: فَلَمَّا اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ یَاحَنِیْفًا مُسْلِمًا وَغَیْرُهُمَا. ''ترجمہ: تو جب ان دونوں نے ہمارے حکم پر گردن رکھی (ترجمہ کنز الایمان)۔'' لیکن دین اسلام ادیان سابقہ میں سے کسی دین کو نہیں کہا گیا ہے صرف دین محمدی کا نام اللہ تعالیٰ نے دین اسلام رکھا ہے: وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا الخ. ''ترجمہ: اور تمہارے لئے اسلام دین کو پسند کیا (ترجمہ کنز الایمان) ھذا ظھر لی الآن واللہ المستعان واللہ تعالیٰ اعلم.

الفقیر عبد الواجد قادری غفرلہ، دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۷/ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ

استفتاء [۱۵]

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ:

آپ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بانی اسلام ہیں یا کہ بانی اسلام خدائے تعالیٰ ہے کیونکہ ایک روزہ صدائے عالم پٹنہ مورخہ ۱۸/ جنوری کو یہ مضمون شائع کیا ہے تحریر کرنے والے عبد الکریم پٹنہ سیٹی نے بہ حوالہ کتاب التبلیغ مصنف مولانا اشرف علی تھانوی سے اخذ کیا ہے۔ اخبار مزید وضاحت کرتا ہے کہ حضور کو بانی اسلام کہنا بُرا ہے اور یہ عقیدہ غلط ہے بلکہ خدائے تعالیٰ کو بانی اسلام کہنا چاہئے۔

لہٰذا قرآن حدیث کی روشنی میں دریافت طلب ہے کہ آیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بانیٔ اسلام کہنا درست ہے یا نہیں۔ یا اللہ تعالیٰ کو بانیٔ اسلام کہا جائے۔ جبکہ اسلام ہی نہیں ساری کائنات کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے مدلل جواب سے مطلع کریں جوابی لفاف حاضر ہے۔ آپ کا طالب دعاء

المستفتی: محمد حسین چیلھا، دلاور پور، ضلع دربھنگہ
۷۹/۱/۲۰ء

۷۸۶/۹۲

الجواب

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بانی دین اسلام ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام خیر وشر کا خالق ہے یعنی خالق اسلام وکفر بھی (متون

وشروح کتب کلام) اگر مولوی اشرف علی تھانوی نے ایسا لکھا ہے جیسا کہ مضمون نگار نے اخبار میں دعویٰ کیا تو تھانوی صاحب خود اپنے استاد محترم حضرت مولانا محمود الحسن صاحب کے عقیدہ کا بطلان کرتے ہیں کیونکہ مولوی محمود الحسن مذکور نے بانی اسلام نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کو مانا ہے چنانچہ وہ اپنی مشہور تریں تصنیف مرثیہ رشید احمد گنگوہی میں رقمطراز ہیں۔

زبان پر اہل اہوا کی۔ ہے کیوں اعلی ہبل شاید

اٹھا دنیا سے کوئی بانیٔ اسلام کا ثانی

شعر مذکور کا مقصد و ماحصل ظاہر ہے کہ رشید احمد گنگوہی ہی چونکہ بانیٔ اسلام کے ثانی تھے (معاذ اللہ) اس لئے ان کے اٹھ جانے پر اہل باطل خوشیاں منا رہے ہیں جیسے بانیٔ اسلام کے اٹھ جانے پر اہل کفر نے اُعْلُ هُبُل کا نعرہ لگایا تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ بانیٔ اسلام شعر مذکور میں کس کو تسلیم کیا گیا ہے اگر خدا کی ذات مراد ہو تو یہ قطعاً محال ہے کیونکہ اس کی ذات ہی قیوم ہے وہ فنا و زوال سے پاک ہے تو یقیناً بانی اسلام نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کو کہا گیا ہے۔ مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری۔ واللہ تعالیٰ وعلم!

رقم الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ

۷/ربیع الاول ۱۳۹۹ھ

استفتاء ۱۲

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ پر کہ:

(۱) اگر کوئی امام حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا انکار کرنے والا ہو تو اس امام کے پیچھے مرد مومن کا نماز پڑھنا درست ہوگا یا نہیں؟

(۲) نماز جنازہ درست ہوگا یا نہیں؟

(۳) مرد مومن ومومنہ کا نکاح ایسے امام اگر پڑھائیں تو درست ہوگا یا نہیں؟

مفصل ومدلل جواب تحریر فرمائیں اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ طفیل میں اس کا اجر دے گا۔

المستفتی: محمد عبدالرؤف قادری نائب صدر تنظیم اہلسنت جھریا، زیور دوکان، سوناپٹی، جھریا، دھنباد

۸۶/۹/۲ء

الجواب

(۱) سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ سے علم غیب کا مطلقاً انکار کرنا کفر ہے: قال اللہ تعالیٰ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَسُوْلٍ "تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔" وَقَالَ تَعَالٰى عَزَّ

اِسْمُہٗ "وَمَاھُوَ عَلَی الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ"۔ "اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔" (ترجمہ کنز الایمان) لہٰذا ایسے منکر کے پیچھے نماز پڑھنا قطعاً ناجائز و حرام ہے اور اس کو امام بنانا گناہ کبیرہ ہے اور اس کو لائق امامت سمجھنا کفر ہے۔ لان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعاً (شامی) "اس لئے کہ اسے امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے اور شرعاً اس کی اہانت واجب ہے" (ترجمہ کنز الایمان)

(۲) منافق و مرتد کی نماز جنازہ پڑھنا یا اس کو نماز جنازہ کے لئے امام بنانا حرام گناہ کبیرہ ہے۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ: وَلَاتُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْھُمْ مَاتَ اَبَدًا وَّ لَاتَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ ۔ (سورہ توبہ) "اور ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا۔" (ترجمہ کنز الایمان)

(۳) نکاح نام دو گواہوں کے سامنے میاں بیوی کے ایجاب وقبول کا ہے اب خواہ ایجاب وقبول کرانے والا پنڈت ہو یا منافق نکاح درست ہو جائے گا۔ البتہ ایسوں کو ایجاب وقبول کا ذریعہ بنانا ناجائز و گناہ ہے کہ یہ اس سے استعانت ہوئی اور حدیث پاک میں ہے: انا لانستعین بمشرک الخ "بیشک ہم کسی مشرک سے مدد طلب نہیں کرتے۔" واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم بالصواب!

کتبہ
الفقیر عبد الواجد قادری غفرلہ، دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۲۱/ محرم الحرام ۱۴۰۰ھ

استفتاء ۱۷

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) زید کہتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بشر تھے نوری نہیں تھے۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب نہیں تھا۔

(۳) قیام کوئی ضروری نہیں نہ مستند کتابوں سے کوئی حوالہ ہے لوگوں کے اصرار پر میں کرتا ہوں کہ فساد نہ ہو۔

(۴) اشرف علی و رشید احمد و خلیل احمد قاسم نانوتوی کو بزرگ کہتا ہے۔ زید امام مسجد بھی ہے ایسے حالات میں ہم اہلسنّت والجماعت کے لوگوں کو کیا کرنا چاہئے اور زید کی امامت میں ہم لوگوں کی نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا وتوجروا۔

المستفتی: محبوب عالم رضوی، سلیمان چک، ضلع نالندہ، بہار

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــــــ !

جانِ رحمت ﷺ بشر ہیں لیکن نوری ہیں قرآن حکیم میں ان کو نوری فرمایا گیا ہے: قَالَ تَعَالٰی قَدْ جَاءَ کُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتَابٌ مُّبِیْن۔ تمہارے پاس خدا کی طرف سے نور آیا اور کتاب مبین۔ آپ کے نور ہونے کا انکار قرآنِ پاک کا انکار ہے۔

نور سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور کتاب سے قرآن حکیم مراد ہے۔ حضور نور تھے یہی وجہ تھی کہ سرکار کے جسم پاک کا سایہ نہ تھا۔ امام نسفی تفسیر مدارک جلد ۳ صفحہ ۱۰۰ میں زیرِ آیت: لَوْلَا اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِاَنْفُسِهِمْ خَیْرًا فرماتے ہیں: وقال عثمان ان الله ماأوقع ظلک علی الارض لئلا یقع الانسان علی قدمه ذالک الظل یعنی خالق کائنات نے حضور کا سایہ زمین پر اسلئے نہ ڈالا کہ کوئی انسان اپنا قدم اس سایہ پر نہ ڈال دے نسیم الریاض شفا قاضی عیاض ج ۲ ص ۴۳۱ میں ہے: وروی انه صلی الله علیه وسلم قال لااریدالخط لئلا یقع ظل القلم علی اسم الله تعالی فجازاه الله تعالی علی ذالک ان یرفع ظله عن الارض فلایوطا۔ یعنی حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے لکھنا پسند نہ فرمایا کہ قلم کا سایہ اللہ عزوجل کے نام پاک پر نہ پڑے تو خدائے قادر وقیوم نے اس لئے آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑنے دیا کہ کوئی اس سایہ کو قدم سے نہ روندے۔

خصائص کبریٰ شریف میں ہے: واخرج حکیم الترمزی عن ذکوان ان رسول الله صلی الله علیه وسلم لم یکن یری له ظل فی شمس ولاقمر۔ یعنی حضور پرنور شافع الامم یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ چاند وسورج کی روشنی میں نہیں دیکھا گیا۔ اگر اس سلسلہ میں مزید تفصیل دیکھنا ہے تو حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی تصنیف مکتوبات شریف کا مطالعہ کیجئے اور حضرت علامہ عبدالحق محدث دہلوی کی تصنیف مدارج النبوۃ پڑھئے۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: اول ماخلق الله نوری. وانامن نورالله و کل الخلائق من نوری ''اللہ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا اور میں اللہ کے نور سے ہوں اور ساری مخلوق میرے نور سے ہے۔'' دوسری جگہ ارشاد فرمایا: کنت نبیاوادم بین الماء والطین او کماقال صلی الله علیه وسلم ''میں اس وقت بھی نبی تھا جب کہ آدم علیہ السلام آب وگل کے درمیان تھے یا جیسا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔'' بشریت کی ابتداء حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام سے ہوئی پھر حضور انور کا ارشاد گرامی کہ میں اس وقت نبی تھا جبکہ آدم علیہ السلام آب وگل کی منزل میں تھے۔ اب بشر کہنے والے سے پوچھئے کہ وہ حضور کو صرف بشر ہی کہتا ہے نور نہیں سمجھتا۔ شریعت مطہرہ کی روشنی میں آپ بشر تھے مگر حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ کیا تھی آج تک کسی نے اس حقیقت کو نہیں سمجھا محمد بشر لا کالبشر کالیاقوت حجر لا کالحجر. جو ان کو اپنے جیسا بشر کہے وہ بدمذہب گمراہ ہے۔ بشر کہنے والے کے پیشوا قاسم نانوتوی نے ایک شعر میں لکھا ہے۔ رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت۔ نہ جانا کچھ بھی کسی نے تجھے بجز ستار، سوا خدا کے کوئی اور تم کو کیا جانے۔ تو نور شمس ہے...... غرضیکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم لباس بشریت میں نور ہیں اس سلسلہ میں اگر صحابہ کرام وائمہ عظام وفقہائے ذوی الاحترام کے اقوال وتصریحات قلمبند کئے جائیں تو اس کے لئے دفتر چاہئے۔ مختصر یہ کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف

بشر کہنا سنت ابلیسی طریقہ ولیدی ہے قرآن حکیم کا مطالعہ کیجئے۔ انبیائے سابقین کی امتوں میں سے کسی امتی مومن ومسلم نے اپنے رسول و نبی کو بشر نہیں کہا بشر کہنے والے غیر مومن ہی تھے اس سلسلہ میں۔

(۲) اس میں شک نہیں کہ پروردگار عالم نے اپنے حبیب ومحبوب دانائے غیوب صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم عطا فرمایا آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ سے یہ بات بالکل اظہر من الشمس ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ وسلم کو بعطائے الٰہی علوم غیبیہ حاصل تھے قرآن حکیم کی متعدد آیات کریمہ سے یہ ثابت ہے: قال تعالی وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا یعنی جو کچھ آپ نہیں جانتے تھے وہ سب کچھ خدائے عز وجل نے آپ کو بتادیا اور آپ پر خدا کا فضل عظیم ہے۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: وَمَاھُوَ عَلَی الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ یعنی نبی غیب کی باتیں بیان کرنے میں بخیل نہیں ہیں۔ تیسری جگہ فرمایا: تِلْکَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْھَا اِلَیْکَ۔ یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔ چوتھی جگہ ارشاد ہوا: عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَایُظْھِرُ عَلٰی غیبه اَحَدًااِلَّامَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَسُوْلٍ. "اللہ عالم الغیب کسی پر اپنے غیب کو ظاہر نہیں فرماتا مگر جس رسول سے وہ راضی ہوجاتا ہے"۔ پانچویں جگہ فرمایا: مَاکَانَ اللّٰہُ لِیُطْلِعَکُمْ عَلَی الْغَیْبِ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ یَّشَآءُ۔ "ترجمہ: اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دیدے، ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے" (ترجمہ کنز الایمان)۔

احادیث کریمہ جو اس سلسلہ میں وارد ہیں وہ بکثرت ہیں اختصار کے پیش نظر دو ایک حدیثیں سن لیجئے۔ ارشاد فرمایا ان اللہ قد رفع لی الدنیا و انا انظر الیھا والیٰ ماھو کائن فیھا الی یوم القیامة کانما انظر الی کفی ھذه ۔ یعنی اللہ عز وجل نے میرے لئے دنیا اُٹھالی تو میں قیامت تک جو کچھ اس میں ہونے والا ہے اسے ایسا دیکھ رہا ہوں جیسے اپنے کف دست کو۔ دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا: علمت مافی السموات والارض۔ "میں نے زمین وآسمان کی ہر چیز کو جان لیا۔" تیسری جگہ فرمایا فتجلی لی کل شئی وعرفت ۔ "تو میرے لئے ہر چیز روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لیا۔" طالب ہدایت کے لئے اتنا ہی کافی اور منکر و بدمذہب کے لئے دفتر بھی ناکافی۔

(۳) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وعظمت تعظیم وتوقیر مسلمانوں کے لئے واجب وضروری ہے قرآن حکیم میں ہے: وَتُعَزِّرُوْہُ وَتُوَقِّرُوْہُ. "اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو۔" (ترجمہ کنز الایمان) اس حکم کے مطابق میلاد شریف میں تعظیماً قیام کرنا شرعاً جائز ودرست ہے جب کہ قیام کے عدم جواز کی کوئی دلیل نہیں تو یقیناً یہ فعل مستحب ومندوب مستحسن وخوب ہے۔ استاذ المحدثین سید احمد دحلان مکی الدرر السنیہ میں فرماتے ہیں: ومن تعظیمه صلی اللہ علیه وسلم الفرح بلیلة الولادة وقرأة المولد والقیام عند ذکر ولادته صلی اللہ علیه وسلم واطعام الطعام وغیرہ ذالک ممایعتادالنّاس من انواع البر فان ذالک کله من تعظیمه صلی اللہ علیه وسلم "اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ولادت کرنا، ذکر ولادت کے وقت قیام کرنا، کھانا کھلانا اور اس کے علاوہ نیکیوں کی وہ قسمیں جو لوگوں میں رائج ہیں۔ تو یہ سب کے سب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم میں سے ہے۔" عارف باللہ سید جعفر برزنجی عقد الجواہر فی مولد النبی الازہر میں لکھتے ہیں: استحسن القیام عند ذکر مولدہ الشریفة "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر ولادت کے وقت قیام مستحب ہے۔" مختصر یہ کہ قیام کے ثبوت اور اس کے مستحب ومندوب

ہونے میں ائمہ کرام ومحدثین عظام کے اقوال بکثرت موجود ہیں اس کا انکار کرنے والا گمراہ وبد مذہب ہے۔

(۴) اشرف علی تھانوی ورشید احمد گنگوہی وغیرہ کو بزرگ جاننے والا گمراہ بدمذہب ان لوگوں کے متعلق علمائے حرمین شریفین کے فتاویٰ موجود ان کے عقائد باطلہ فاسدہ کو جاننے کے لئے دیکھئے۔ حفظ الایمان۔ تقویۃ الایمان، براہین قاطعہ، تحذیر الناس بصراط مستقیم۔ زید نے جن خیالات وعقائد کا اظہار کیا ہے اس کے پیش نظر اس کی اقتدا میں نماز جائز ودرست نہیں اگر کوئی اس کے پیچھے نماز پڑھے تو وہ نماز باطل ہے۔ ایسے امام کو فوراً معزول کیا جائے۔

(۵) محرم کے کھچڑے وغیرہ پر فاتحہ دلانا چاہیے یا نہیں اور کوئی تہوار یا اپنے لوگوں کو جو انتقال ہو گئے ہیں ان کے نام شیرنی سامنے رکھ کر فاتحہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

فاتحہ میں دو چیزوں کا اجتماع ہوتا ہے قرآن حکیم کی تلاوت، کھانا۔ ظاہر ہے کہ آیات قرآنی کی تلاوت باعث اجر وثواب ہے۔ قرآن حکیم پڑھ کر بزرگان دین یا کسی میت کے نام ایصال ثواب کرنا جائز۔ اسی طرح صرف کھانا کسی کے نام سے صدقہ، وخیرات کرنا شرعاً جائز ودرست ہے۔ اور ان دونوں کو ملا کر ایصال ثواب بھی جائز۔ اور کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ دینا بھی جائز اور اس کا ثواب مردے کو پہونچتا ہے۔ کھانا خدا کی نعمت ہے اسے سامنے ہی رکھنا چاہیے نہ کہ پیچھے۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کچھ خرمے حضور علیہ السلام کی خدمت میں پیش کر کے دعاء برکت کی درخواست کی **فضمهن ودعافيهن بالبركة** ۔ تو آپ نے ان کو ملایا اور دعائے برکت کی۔ درمختار باب الدفن میں ہے: **وفي الحديث من قرالاخلاص احد عشرمرة ثم وهب اجرهاللاموات اعطى من الاجر بعددالاموات** ۔ یعنی جو شخص گیارہ بار سورۂ اخلاص پڑھ کر مردوں کو بخشے تو اس کو تمام مردوں کے برابر ثواب ملے گا۔ غرضیکہ فاتحہ مروجہ شرعاً جائز ودرست ہے اور باعث اجر وثواب ہے۔ **والله تعالىٰ ورسوله اعلم بالصواب!**

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۷/صفر المظفر ۱۴۰۰ھ، ۲۷/دسمبر ۱۹۷۹ء

استفتاء ۱۸

مسئلہ! کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

صحیح بخاری شریف کی حدیث ۲۲۳۳ میں ایک حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جو کوئی تجھ سے بیان کرے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کو دیکھا ہے تو وہ جھوٹا ہے کیونکہ **لا تدركه الابصار** اور جو کوئی تجھ سے یہ بیان کرے کہ وہ غیب جانتے تھے تو وہ جھوٹا ہے کیونکہ خدائے تعالیٰ نے

فرمایا ہے: لَا یَعْلَمُ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہ. (باب قول الله عز و جل عَالِمُ الْغَیْبَ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِہٖ اَحَدًا) "غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا۔" (کنزالایمان) اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب نہیں تھے۔ اب ایسی صورت میں ہم سنی مسلمانوں کو شبہ ہو رہا ہے کہ ہمارے علماء کی بات صحیح ہے یا بخاری شریف کی حدیث؟ لہٰذا حضور والا سے جواب طلب امر یہ ہے کہ ہمارے اس شک کو دور فرماتے ہوئے تحریر فرمائیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب تھے یا نہیں اگر تھے تو پھر بخاری شریف کی مندرجہ بالا حدیث کے بارے میں کیا حکم ہے جواب مدلل مع حوالہ کتب فقہ حنفی تحریر فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

المستفتی: محمد ہاشم انصاری، آٹو بیٹری ریڈ ماڈ اسٹین گنج، ضلع پلاموں

۹۲/۷۸۶

الجواب

بخاری شریف کی حدیث بھی صحیح ہے اور علمائے اہل سنت و جماعت کا دعویٰ بھی۔ حضرت صدیقہ طیبہ طاہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد اول۔ معراج جسمانی سے متعلق نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کو سر کی آنکھوں سے دیکھنا صرف معراج جسمانی میں ثابت ہے رأیت ربی بعین راسی اور معراج کے وقت حضرت سیدہ صدیقہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی صحیح روایتوں کے مطابق پیدائش بھی نہیں ہوئی تھی چنانچہ شرح فقہ اکبر میں ہے: والتاویل الصحیح ان المعراج کان بمکۃ فی اوائل البعثۃ حین لم تولد عائشۃ الخ. "صحیح تاویل یہ ہے کہ معراج مکہ میں بعثت کے ابتدائی دور میں اس وقت ہوئی جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پیدا نہیں ہوئی تھیں۔" لہٰذا یہ انکار رویت باری تعالیٰ معراج سے علاوہ ہے جو صحیح ہے۔ اسی طرح سیدہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ارشاد ثانی غیب ذاتی سے متعلق ہے ورنہ بے شمار آیات واحادیث سے معارضہ لازم آئے گا۔ یعنی علم غیب ذاتی اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ کا خاصہ ہے جیسا کہ ارشاد ہو: عِنْدَہٗ مَفَاتِیْحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ. "اور اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی وہی جانتا ہے۔" اور ذاتی علم غیب اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو نہیں ہے اس کا انکار صدیقہ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ باقی رہا بعطائے الٰہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب کا حاصل ہونا تو وہ قرآن کریم کی آیت مذکورہ فی السوال ہی سے ثابت ہے: فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِہٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ (سورۂ جن: ۲۶) "اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا ہے لیکن جس رسول سے راضی ہو جائے۔ علمائے اہلسنت کا دعویٰ علم غیب عطائی کا ہے نہ کہ ذاتی کا لہٰذا حدیث بخاری اور اقوال علماء اہل سنت میں کوئی تعارض وتغایر نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم!

کتبہ

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۲۵/ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ، ۳/مارچ ۱۹۸۱ء

استفتاء [19]

مسئلہ: مخدومنا المکرم حضرت مفتی صاحب ادارۂ شرعیہ بہار پٹنہ: السلام علیکم

گزارش ہے کہ میں نے ایک استفتاء بخاری شریف کی حدیث ۲۲۳۳ کی روشنی میں ارسال خدمت کیا تھا جس کا جواب آج مورخہ ۷/۳/۸۱ کو موصول ہوا جواب میں حضور والا نے تحریر فرمایا ہے کہ علم غیب ذاتی اللہ جل مجدہٗ کا خاصہ ہے۔ ذاتی علم غیب اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو نہیں ہے باقی رہا عطائے الٰہی کسی کو علم غیب کا حاصل ہونا تو قرآن کریم کی آیت مذکورہ فی السوال ہی سے ثابت ہے کہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا لیکن جس رسول سے راضی ہوجائے۔ اس جواب کے سلسلہ میں عرض کرنا ہے کہ حدیث بخاری شریف کی تو توضیح کی گئی اور بات سمجھ میں آ گئی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ذاتی علم غیب کا انکار کرتی ہیں۔ لیکن جو سوال استفتاء کا اہم جز تھا حضور والا نے اس کا جواب مرحمت نہیں فرمایا۔ سوال یہ تھا کہ ہمارے علمائے اہل سنت والجماعت فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب تھے تو ان کا یہ فرمان کہاں تک درست ہے؟

لہٰذا گزارش ہے کہ آپ یہ تحریر فرمائیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب تھے یا نہیں؟ اگر نہیں تھے تو ہمارے علماء اپنی تقریروں میں اس کی وضاحت کیوں نہیں کرتے ہیں؟ اور علم غیب ذاتی و علم غیب عطائی کی تفصیل کیوں نہیں بتاتے ہیں؟ اس سے خود ہماری ہی جماعت میں اختلاف ہورہا ہے لہٰذا حضور والا معہ حوالہ کتب صرف یہ تحریر فرمائیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عالم الغیب تھے یا نہیں؟

المستفتی: محمد ہاشم انصاری آٹو بیٹری ریڈما، ڈالٹین گنج، ضلع پلاموں

۹۲/۸۶ ۷

الجواب

السلام علیکم ورحمۃ

بیشک عالم الغیب والشہادۃ عزوجل نے اپنے حبیب لبیب سید کائنات علیہ التحیۃ والتسلیمات کو ما کان وما یکون کا علم ازل سے ابد تک عطا فرمایا جس میں اولین وآخرین کے غیوب وشہادت کا تفصیلی علم شامل ہے بلکہ مخلوقات میں جو بھی علم کسی کو ملا وہ نبی الانبیاء صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین ہی کے صدقہ ووسیلہ سے ملا ہے۔ وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا (البقرہ:۳۱) ''اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھائے۔'' (کنزالایمان) اسی دریائے علم کا ایک قطرہ ہے لوح محفوظ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ. (سورۂ انعام:۵۹) ''اور نہ کوئی تر اور نہ خشک جو ایک روشن کتاب میں لکھا نہ ہو۔'' کا آفاقی و تفصیلی علم آپ کے کوہ علم کا ایک معمولی

ذرّہ ہے وان من علومک علم اللوح والقلم۔''اور بیشک آپ کے علوم کا بعض حصہ لوح وقلم کا پورا علم ہے۔'''' قصیدہ بردہ'' قرآن عظیم جس کی سطر سطر بلکہ حرف حرف سے علم وحکمت کی موجیں رواں ہیں۔ جمیع العلم فی القرآن لکن تقصر عنہ افھام الرجال. ''تمام علوم قرآن میں ہیں مگر فہم انسان اس کو سمجھنے سے قاصر ہے۔'' اس کے معلم اعظم آپ ہی کی ذات گرامی ہے۔ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (البقرہ:۱۲۹)''کہ وہ نبی اُنہیں قرآن اور پختہ علم سکھائے۔''(کنز الایمان) مخلوق کی یہ طاقت نہیں کہ آپ کی وسعت علمی کا احاطہ کر سکے، قولہ تعالیٰ: فَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ (سورۂ یوسف:۷۶)''اور ہر علم والے سے اوپر ایک علم والا ہے۔''—— بایں ہمہ علم الٰہی عزوجل کے سامنے آپ کا علم شریف محدود وحادث ومتناہی اور عطائی ہے اس علم الٰہی کے مقابل آپ کی وسعت علمی اتنی بھی نہیں۔ جیسے بحر ذخار کے مقابل ایک قطرہ کی کما فصلہ امام اھل السنۃ مجدد الملۃ امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی الدولۃ المکیہ فی مادۃ الغیبہ۔''جیسا کہ امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ نے الدولۃ المکیہ فی مادۃ الغیبہ میں تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔'' اس سے کسی تنگ نظر کو یہ دھوکہ نہ ہو جائے کہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کا علم مبارک معاذ اللہ تعالیٰ کم ہے۔ آپ کی وسعتِ علمی کے مقابلہ میں تمام اہل عالم کے علوم کو وہ نسبت بھی حاصل نہیں ہے۔ جو سمندر کے ایک قطرہ کے کڑوڑویں حصہ کو سمندر سے۔ کیونکہ آپ کو بے واسطہ پروردگار عالم نے علوم اولین وآخرین سے سرفراز فرمایا جس پر فعلمت علم الاولین والآخرین اور علمت مافی السموٰت والارض.''میں نے اولین وآخرین کا علم سیکھا اور زمین وآسمان میں جو کچھ ہے اس کو جان لیا۔'' (بخاری شریف) شاہد عدل ہے اور دوسروں کے علوم وسائل کے مرہون ہیں۔ جب بے شمار علوم غیبیہ نبی اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے کتاب وسنت سے ثابت ہیں تو یقیناً آپ ''الغیب'' کے عالم ہیں لہٰذا آپ کو عالم الغیب کہنا خلاف شرع نہیں بلکہ عین واقعہ کے مطابق ہے جس کی تائید قرآن عظیم کے بے شمار آیتوں سے ہو رہی ہے۔

۱۔ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَاۤءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ (آل عمران) یہ الغیب کی خبریں ہیں (جسے) آپ کی طرف ہم بھیجتے ہیں''۔ غور کیجئے خبریں بھیجی جارہی ہیں الغیب کی تو جس کے پاس الغیب پہنچا وہ عالم الغیب صاحب الغیب کہلائے گا یا نہیں؟ یا پھر خدانخواستہ کہیں ایسا تو نہیں ہوا کہ الغیب کا لانے والا الف لام کو اپنے پاس رکھ رلیا۔ اور صرف غیب پہنچایا العیاذ باللہ تعالیٰ اگر ایسا ہو تو نہ قرآن کریم کو محفوظ مانا جائے گا اور نہ ہی حضرت سیدنا جبرئیل امین علیہ السلام کی امانت کو تسلیم کیا جائے گا۔

۲۔ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (آل عمران) اللہ تعالیٰ عام لوگوں کو الغیب پر مطلع نہیں فرماتا ہے لیکن (مطلع فرمانے کے لئے) رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے منتخب فرما لیتا ہے''۔ آیۃ مذکورہ سے صاف وصریح طور پر معلوم ہوا کہ منتخب رسولوں کو اللہ تعالیٰ الغیب پر مطلع فرماتا ہے تو یقینی منتخب رسول مطلع علی الغیب ہوئے پھر انہیں مطلع الغیب یا عالم الغیب کہنے میں کون سی شرعی وعقلی یا معنوی خرابی ہے؟ اگر یہ کہا جائے کہ غیب پر الف لام استغراقی ہے جو صرف عالم الغیب والشہادۃ عزوجل کے شایان شان ہے تو اسی عالم الغیب والشہادۃ جل مجدہٗ نے الغیب سے اپنے منتخب رسولوں کو مخصوص فرمایا ہے۔ پھر ماوشما کو موشگافی کا حق کہاں پہنچتا ہے۔ مسئلہ متعلقہ میں الغیب مضاف الیہ ہے الف لام علامت اضافت ہے نہ کہ استغراقی۔

فارسی میں مضاف کو زیر ہوتا اور عربی میں مضاف الیہ کو جب کہ اس پر الف لام داخل نہ ہو۔ تو جس طرح فارسی میں عالم غیب کہا جاتا ہے عربی میں عالم غیب یا عالم الغیب کہا جائے گا معنوی اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے۔

۳؎ وَمَاهُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ۔ ''اور یہ نبی الغیب بتانے میں بخیل نہیں ہیں''۔ اس قدر واضح آیات کریمہ کی روشنی میں اگر علمائے اہل سنت و جماعت اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عالم الغیب کہتے ہیں تو یہ کون سا جرم ہے۔ حضرت شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ والرضوان اپنی مشہور تصنیف مدارج النبوت شریف کے اندر اسماء باری تعالیٰ کی بحث میں فرماتے ہیں: از اسمائے تعالیٰ العلیم وعلام وعالم الغیب والشہادۃ است ووصف کردہ است نبی خود را بعلم ومخصوص گردانیدہ است او را بخیریت وفضیلت دراں وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا. (النساء:۱۱۳) ''اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے۔ اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔'' وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَالَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ اھ۔ (البقرہ:۱۵۱) ''اور وہ اُنہیں کتاب اور پختہ علم سکھاتا ہے اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جس کا تمہیں علم نہ تھا۔'' حضرت شیخ کی عبارت مذکورہ کو بار بار پڑھئے آپ بھی اسی نتیجہ پر پہنچیں گے کہ مولیٰ تعالیٰ جل مجدہٗ نے اپنے بعض اسماء صفاتی کی طرح اسماء مذکورہ بھی اپنے حبیب ومحبوب علیہ التحیۃ والثناء کو عطا فرما کر اس صفت میں آپ کو مخصوص کر دیا ہے وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا۔ ''اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔ ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ حزبہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۱۵/ جمل ۱۳۹۶ھ، ۲۲/ مارچ ۱۹۸۱ء

استفتاء ۲۰

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) علم غیب کے کیا معنیٰ ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب تھا یا نہیں؟ اگر تھا تو کون سا؟ اور اس حدیث کا کیا مطلب ہے جو بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کوئی تم سے کہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم علم غیب جانتے تھے تو وہ جھوٹا ہے (بخاری وترمذی) اب سوال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنا درست ہے یا نہیں؟

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور تھے یا بشر اور قرآن کریم کی اس آیت کا ترجمہ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

یُوْحٰی کیا ہوگا۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہی تھے اور بہار شریعت حصہ اول کی عبارت انبیاء سب بشر تھے اور مرد سے کیا مراد ہے بظاہر قرآن کریم اور بہار شریعت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت ثابت ہے دونوں سوالات کے جوابات مکمل و مدلل مع حوالہ کتب حنفی کے دیکر شکریہ کا موقع دیں چونکہ آج کل ان دونوں سوالات پر مسلمانوں کا اتحاد ختم ہوتا جارہا ہے۔

المستفتی: ایم۔اے ارشد، نیشنل او پیکیو ڈالٹین گنج

۹۲/۸۶ھ

الجواب

علم غیب کا معنی ہے پوشیدہ علم۔ الغیب کل ماغاب عنک ''ہر وہ چیز جو تم سے پوشیدہ رہے وہ غیب ہے'' (المنجد ص ۱۰۷) جو چیز نگاہوں یا مدرکات خمسہ سے پوشیدہ ہو اور اس کا علم و حصول دل میں ہو جائے خواہ علم و حصول کا ذریعہ وحی والہام الٰہی ہو یا فیض رسالت اسے اصطلاحاً غیب کہتے ہیں۔ ماغاب عن العیون و حصل فی القلب فھو الغیب ۔''جو چیز نگاہوں سے غائب رہے اور وہ دل میں حاصل ہو وہ غیب ہے۔'' (کتاب لغات مختلفہ) بیشک حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بے شمار علم غیب تھا جو شخص نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے علم غیب کا مطلقاً منکر ہے وہ منکر قرآن ہے اور دین اسلام سے خارج ہے لقولہ تعالیٰ: مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (سورۂ آل عمران رکوع ۱۸) ''اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگوں تمہیں غیب کا علم دے دے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے۔'' جب اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو غیوب پر مطلع فرمایا تو ظاہر ہے کہ یہ غیب عطائی ہے جو شخص غیب ذاتی کا دعویٰ کسی غیر اللہ کے لئے کرے وہ مفتری اور جھوٹا ہے وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (سورۂ ھود: ۱۲۳) ''اور اللہ کے لئے ہیں آسمانوں اور زمین کے غیب۔'' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول علم غیب ذاتی کے اثبات کے متعلق ہے اسی طرح جہاں جہاں قرآن عظیم میں علم غیب کی نفی غیر اللہ سے کی گئی ہے اس سے نفی ذاتی مراد ہے جو نفی عطائی کو مستلزم نہیں۔ اور اگر کوئی بد دماغ ان آیات کریمہ سے مطلقاً علم غیب کی نفی کرے تو آیات قرآنیہ میں شدید تعارض واقع ہوگا۔ اور یہ ناممکن ہے حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایسی بے شمار احادیث نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت فرمائی ہے جس میں نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے علم غیب کا ذکر ہے پھر وہ مطلقاً نفی غیب کا دعویٰ اپنی جانب سے کیونکر کرسکتی ہے بطور مثال تین مختصر حدیثیں آپ بھی سن لیجئے۔

(۱) عن عائشة رضی الله عنها ، قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لعثمان ان الله مقمصک قمیصاً فان ارادک المنفقون علی خلعه فلاتخلعه الخ ۔ (از خصائص کبریٰ ص ۱۲۲، ج ۲ بروایت ابن ماجہ وحاکم) ''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عثمان سے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ تمہیں لباس خلافت پہنائے گا اگر منافقین تم سے اس لباس خلافت کو اتارنا چاہیں تو تم اس کو نہ اتارنا۔''

(۲) عن عائشة قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا تفنی امتی الا بالطعن والطاعون الخ (از خصائص

کبریٰ ص ۱۳۴، ج ۲ بروایت احمد والطبرانی) ''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اکثر امت قتل اور مرض طاعون ہی میں فنا ہوگی۔''

(۳) عن عائشة رضى الله عنها، ان قوماً من امتى يشربون الخمر يسمونها بغير اسمها (از خصائص کبریٰ ص ۱۵۴، ج ۲ بروایت حاکم) ''میری امت سے ایک قوم شراب پئے گی اور اس کا نام کچھ اور رکھ لے گی۔'' ـــــ ان روایات سے غالباً آپ اس نتیجہ پر پہنچ گئے ہوں گے کہ خبر غیوب سے متعلق بہت سی حدیثوں کو حضرت صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا نے خود روایت فرمائی ہے پھر وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیب دان ماننے والوں پر جھوٹے ہونے کا الزام کیونکر لگا سکتی ہیں۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی مراد غیب ذاتی سے ہے نہ کہ عطائی سے آپ نے حضرت صدیقہ کے جس قول کی طرف اشارہ کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔ قالت عائشة من اخبرك ان محمدا صلى الله عليه وسلم رأى ربه او كتم شيئا مما امر به او يعلم الخمس التى قال الله ، ان الله عنده علم الساعة .الآية فقد اعظم الفرية رواه الترمذى. ''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جو تم کو خبر دے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا یا انہیں جن چیزوں کا حکم دیا گیا تھا اسے چھپایا یا علوم خمسہ جانتے ہیں جس کو پروردگار عالم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کا علم اللہ ہی کو ہے تو وہ شخص بڑا گنوار ہے، اس حدیث کو ترمذی سے روایت کی۔'' یہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اپنا انفرادی قول ہے جس میں بہت سے احتمالات ہیں اگر اجماع صحابہ سے اس کی توثیق ہوگئی ہوتی تو یقیناً یہ ارشاد دین کے لئے حجت ہوتا لیکن اس قول سے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اختلاف ثابت ہے لہٰذا اسے باب عقائد میں حجت بنانا دین اسلام سے عدول اور اہل فضول کا کام ہے اجلۂ محدثین حضرت امام نووی وغیرہ نے حضرت صدیقہ کے اس کلام کے متعلق یہ تصریح فرمائی۔

''لو كان معها حديث مرفوع لذكرته وانما اعتمدت لاستنباط على ماذكرته من ظاهر الآية وقد خالفها غيرها من الصحابة. والصحابى اذا قال قولا وخالف غيره لم يكن ذلك القول حجة اتفاقاً الخ مواہب شریف ص ۳۵، ج ۲۔ یعنی اگر ان (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) کے پاس کوئی مرفوع حدیث ہوتی ہے تو وہ ضرور اس کا ذکر فرماتیں انہوں نے تو ظاہر آیت سے استنباط فرمایا اور اس پر اعتماد کیا جیسا کہ ان کی روایت میں ہے اور صحابہ کرام نے ان کا خلاف کیا۔ اور صحابی کے قول کی جب دیگر صحابہ مخالفت کریں تو وہ بالاتفاق حجت نہیں ہوسکتا ہے۔'' اب آپ (سائل) منکرین غیب رسول علیہ السلام سے پوچھیے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قول کو وہ کس بنیاد پر حجت و دلیل قرار دیتے ہیں اور وہ بھی باب عقائد میں جہاں نصوص محکمہ، احادیث متواترہ اور اجماع کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب بے شمار غیوب قرآن واحادیث سے آپ کے لئے ثابت ہے تو آپ کو عالم الغیب کہنا ہرگز خلاف واقعہ نہیں ہے فارسی کی ترکیب اضافی میں جس کو عالم غیب کہا جاتا ہے اضافت عربیہ میں اسے عالم الغیب کہا جائے گا معنوی اور اضافی اعتبار سے دونوں ایک ہے۔ وھو اعلم

(۴) اس مسئلہ میں بہت کتب ورسائل مطبوعہ دستیاب ہیں آپ اس کا مطالعہ کیجئے۔ آپ نے جس آیت کریمہ کے ایک مختصر حصہ کو لکھا ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے ''تم فرمادو کہ ظاہر صورت بشری میں تو میں تمہارے مثل ہوں۔ وحی کی جاتی ہے میری طرف۔'' بیشک تمام مسلمانوں کا یہی عقیدہ ہے کہ سب کے سب نبی ورسول علیٰ نبینا وعلیہم السلام جو کہ انسانوں کی ہدایت کے لئے تشریف لائے وہ

سب بشر تھے اور ہمارے نبی آخرالزماں سید الانس والجان صلی اللہ الحنان المنان علیہ وسلم بھی بشر تھے لیکن افضل البشر، اعلی البشر، اکمل البشر، اجمل البشر، اعلم البشر، احسن البشر، اَوجہُ البشر اور سید البشر وغیرہ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انہیں بشر مان کر اپنا جیسا بشر کہہ دیا جائے کہ کیونکہ ہم اور آپ ان گنت بشر کے مقابلہ میں ایک معمولی بشر ہیں۔ اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افضل واعلیٰ بشر ہیں۔ لہٰذا ان کی مثلیت کا دعویٰ کمال بے ادبی اور بشریت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین ہے۔ النبی بشر لا کالبشر کالیاقوت حجر و لا کالحجر. آیۂ مذکورہ میں مثلکم کے مخاطبین کفار مکہ ہیں مسلمان نہیں۔ اور اس ارشاد میں انکساری، ترغیب، تعمیل حکم الٰہی وغیرہ اسرار پوشیدہ ہیں۔ آج جب مسلمانوں کی غیرتِ ایمانی کافروں کو مثلیت رسول کے دعویٰ کا حق نہیں دے سکتی ہے جو اصل کلام ربانی کے اصل مخاطب ہیں تو جو مخاطب نہیں ہیں ان کو یہ حق کہاں سے پہنچتا ہے۔ مسلمانوں کی جماعت تو اس ارشاد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مخاطب ہے۔ ''اَیُّکُمْ مِثْلِیْ'' تم میں کون میرے مثل ہے۔ نبی کو اپنے مثل بشر کہنا طریقۂ کفار ہے۔ اِنْ ھُوَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ''وہ تو ہمارے ہی طرح بشر ہیں۔'' (قرآن مجید) پھر بشریت کی آڑ میں اگر آپ کی نورانیت کا انکار کر دیا جائے تو بہ آیات ربانی کا انکار ہو گیا جو عند الشرع کفر ہے۔ یعنی بعض آیتوں میں آپ کو نور کہا گیا ہے مثلاً قَدْ جَاءَ کُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتٰبٌ مُّبِیْن ۔ ''بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔'' اور بعض آیتوں میں بشر، لہٰذا مسلمانوں کو اس باب میں ایسا راستہ اپنانا ہو گا جو دونوں قسم کی آیتوں کے درمیان کامل تطبیق کر سکے۔ اور اس رفع تعارض کیلئے سوائے اس کے کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے کہ حضور پرنور سید الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کو نوری بشر کہا جائے۔ (وللہ الحمد) جواب مذکور سے واضح ہو گیا کہ بہار شریعت کا مسئلہ حق وصحیح ہے۔ بہار شریعت میں جو مرد کی قید لگائی گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کبھی کوئی غیر مرد یعنی عورت نبی ورسول نہیں ہوئی ہاں بعض عورتوں کو مقام ولایت عطا کیا گیا مگر نبوت ورسالت کسی کو نہیں ملی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ورسوله صلی الله تعالیٰ علیه وعلی اله وصحبه وسلم۔

کتبہ

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۲۴/جمل ۱۴۰۱ھ، ۳۱/مارچ ۱۹۸۱ء

استفتاء ۲۱

مسئلہ: نحمده ونصلی علی حبیبه الکریم ! کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے جو ترجمہ کیا ہے وَوَجَدَکَ ضَالًّا فَھَدٰی کا۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو شریعت سے بے خبر پایا سو آپ کو شریعت کا راستہ بتلا دیا۔ مولانا رفیع الدین صاحب

نے ترجمہ کیا ہے۔ پس پایا آپ کو راہ بھولا ہوا راہ دیدی'' زید اور اس کے ساتھی کا کہنا ہے کہ یہ ترجمہ صحیح ہے غلطی نبیوں سے بھی ہوتی ہے'' بکر اور اس کے ساتھی کا کہنا ہے کہ یہ ترجمہ غلط ہے نبی معصوم ہوتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے ترجمہ کیا ہے'' اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے عشق میں فریفتہ پایا راہ دیدی'' یہ صحیح ہے از روئے شریعت زید اور اس کے ساتھی پر کیا حکم شرع ہے؟ وہ لوگ مسلمان ہیں یا نہیں؟

دوسری بات دیوبندی عقیدہ کا عالم جو مولانا اشرف علی تھانوی مولانا عبدالرشید صاحب گنگوہی، مولانا قاسم نانوتوی اسماعیل دہلوی کو مانے اور اپنا پیشوا سمجھے اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بکر اور اس کے ساتھی کا کہنا ہے کہ ایسے مولوی کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے معتبر کتب احادیث کی روشنی میں جواب سے نوازیں گے۔ فقط

المستفتی: امان اللہ صاحب کرانہ دوکان، بھیاتھان روڈ، سورج پور، ضلع سرگوجہ، مدھیہ پردیش

۸۶/۹۲ھ

الجواب ــــــــــ ھوالھادی الی الصواب ــــــــــ

قرآن عظیم ہدایت ورہنمائی کا سرچشمہ اور عقیدۂ توحید ورسالت کا مرقع ہے۔ جب اس کا ترجمہ دنیا کی کسی زبان میں کیا جائے تو مترجمین پر لازم ہے کہ اس کے بنیادی اصول عقائد کو قدم قدم پر پیش نظر رکھیں اور ناظرین کو ہرگز ایسا تأثر نہ دیں کہ وہ بجائے ہدایت یاب ہونے کے ضالاً کے لفظی اُدھیڑ دین میں پھنس کے ضلالت کی طرف قدم بڑھا دے۔ جس ترجمہ سے عصمت انبیاء کا مسلمہ عقیدہ مجروح ہوتا ہو بلکہ غلطیوں کو انبیاء کرام علیہم السلام سے نسبت دینے کی جرأت پیدا ہوتی ہو یقیناً وہ ترجمہ نہایت ہی غیر محتاط بلکہ اسلام کے بنیادی اصولوں کے خلاف ہیں۔ اور اس قسم کے ترجمے سے خواہ مخواہ قرآن پاک کو تضاد بیان کا مورد الزام ٹھہراتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے'' مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَمَا غَوٰی '' (پ۲۷، ع۵) '' تمہارے صاحب نہ بہکے نہ بے راہ ہوئے۔'' تو پھر ضَالًّا کا ترجمہ ''بے خبر''، راہ بھولا ہوا، وغیرہ۔ کرنا کلام ربانی میں شدید تضاد واختلاف دکھلانا ہے جو نقلاً عقلاً ہر طرح باطل ہے ـــــ قرآن عظیم نے حضرت سیدنا یعقوب علیہ السلام کے متعلق بھی 'ضال' کا لفظ استعمال فرمایا ہے'' اِنَّکَ لَفِیْ ضَلَالِکَ الْقَدِیْمِ '' (پ۱۳ ع۵) '' آپ اپنی اسی پرانی خود رفتگی میں ہیں۔'' (کنزالایمان) اس کا بھی اصل مفہوم معاذ اللہ تعالیٰ بے خبر یا راہ بھولا ہوا نہیں ہے بلکہ حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی میں خود رفتہ رہنا ہے۔ جب اس طرح کی واضح مثالیں قرآن مجید میں موجود ہیں تو مذکورہ دونوں ترجمے تقضائے احتیاط سے شدید متصادم ہیں لہٰذا اسے صحیح کہنا ہرگز نہیں ہے۔

''غلطی نبیوں سے بھی ہوتی ہے'' زید بے قید اور اس کے ساتھیوں کا یہ جملہ روح ایمان کو لرزہ دینے والا ہے کیونکہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے غلطیوں کی نسبت کا تصور بھی گناہ وخطا ہے خواہ اس نسبت کا تعلق ان کی بعثت سے قبل کی زندگی کے ساتھ ہو یا بعد کی۔ کماھو ظاھر بمطالعة الشفاء الشریف ۔'' جیسا کہ شفاء شریف کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے۔'' پھر خواہ اس غلطی کی

نسبت صغائر وسہو ہی سے کیوں نہ ہو کمااختارہ الامام ابن الحجر مکی علیہ الرحمہ وغیرہ۔''جیسا کہ امام ابن حجر مکی علیہ الرحمہ نے اختیار فرمایا۔'' اگر زید بہ عصیاں صیید کے جملہ مذکورہ کا شرعی محاسبہ کیا جائے تو اس کی درجنوں شقیں حد کفر کو پار کر جائیں گی لیکن بعض شقوں کے اعتبار سے خواہ وہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو تقاضا۔ ئے احتیاط یہ ہے کہ زید اور اس کے ساتھی پر محض وجہ مذکور سے حکم کفر عائد نہیں کیا جائے لیکن دعویٰ مذکور خطاعظیم ضرور ہے۔جس سے اسے لازماً توبہ کرنا چاہیے۔ واختلف الناس فی کیفیة العصمة فقال بعضهم هی محض فضل الله تعالیٰ بحیث لااختیار للعبد فیه وذلک امابخلقهم علی طبع یخالف غیرهم بحیث لایمیلون الی المعصیة ولاینضرون عن الطاعة کطبع الملائکة. (شرح فقہ اکبر،ص ۴۷)
''اور کیفیت عصمت میں لوگوں کا اختلاف ہے بعض لوگوں نے کہا یہ محض اللہ تبارک وتعالیٰ کا فضل ہے اس طرح کہ اس میں بندے کا اختیار نہیں اور وہ یا تو ان کی پیدائش اس طبیعت پر ہوئی ہے کہ اپنے غیر کی مخالفت کرتے ہیں وہ معصیت کی طرف مائل نہیں ہوتے ہیں اور نہ ہی بندگی سے نفرت کرتے ہیں فرشتے کی طبیعت کی طرح۔'' بکر اور اس کے ساتھی کا کہنا از روئے شرع شریف درست ہے الانبیاء کلهم معصومون (تمام انبیاء گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں)(شرح فقہ اکبر ص ۱۳۰)

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کا ترجمہ آپ نے اپنے سوالنامہ میں لفظی اعتبار سے صحیح نقل کیا ہے۔لہٰذا کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن۔دیکھ کر معنی کی تصحیح کر لیجئے۔

(۲) اکابر دیابنہ جس کا ذکر سوالنامہ میں ہے ان کی بدعقیدگی و بدمذہبی ان کے تصانیف سے ایسی واضح ہے کہ علمائے حرمین طیبین، علمائے ہند و پاک بلکہ علمائے دنیا نے ان پر کفر وارتداد کا فتویٰ صادر فرمایا ہے جیسا کہ حسام الحرمین، الصوام الہندیہ، اور فتاویٰ علمائے دنیا وغیرہا کتب سے ظاہر ہے۔لہٰذا طواغیت ارتداد وکفر کو اپنا پیشوا ماننے والا یا ان کے صریح کفریات پر مطلع ہو کر سکوت اختیار کرنے والا بھی اُنہیں میں سے ہے کمافی الشفاء والبزازیه وغیرها۔من شک فی عذابه وکفره کفر. ''جیسا کہ شفاء شریف اور بزازیہ وغیرہما میں ہے جو مرتد کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ خود کافر ہے۔'' ایسوں کی اقتداء میں مطلقاً نماز نہیں ہوگی بلکہ امام بنانے کا گناہ عظیم الگ ہوگا کمافی الشامی: وامافی تقدیمه للامامة تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعاً الخ. ''فاسق کو امامت کے لئے آگے بڑھانے میں اس کی تعظیم ہے جب کہ شرعاً اس کی اہانت واجب ہے۔'' والله تعالیٰ اعلم ورسوله صلی الله تعالیٰ علیه وعلیٰ اله وصحبه وسلم۔

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتـــــــــــــــــــــبہ
۸/ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۱ھ/ ۱۳/ اپریل ۱۹۸۱ء

استفتاء ۲۲

مسئلہ: بسم اللہ الرحمن الرحیم. نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم!

محترم ومکرم جناب مولانا عبدالواجد صاحب قادری مفتی ادارہ شرعیہ بہار پٹنہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

میرے سوالنامہ مورخہ ۸/۳/۸۰ء کا جواب بتاریخ ۲۵/۳/۸۰ء کو موصول ہوا۔ جواب کے لئے شکریہ۔ اس سوالنامہ کا جواب اب تک کئی اداروں سے آئے ہیں لیکن آپ کے مشفقانہ جواب کے لئے میں آپ کا بیحد شکر گذار ہوں۔ ویسے تو میرے سوالنامہ سے آپ کو پتہ چلا ہوگا کہ مجھے کسی فرقہ کسی ادارہ سے نفرت نہیں ہے اور میں سب کی عزت واحترام کرتا ہوں۔ اور سب سے درخواست کرتا ہوں۔ مجھے کچھ کمی نہیں بھائیوں گزارش ہے غریبانہ۔ کوئی جو پاک دل ہوئے دل وجان اُس پر قرباں ہے۔ آپ کا جواب تو مجھے بہت ہی پسند آیا کیونکہ اس میں بہت مٹھاس محسوس کر رہا ہوں رہی یہ بات کو آپ نے جو جماعت احمدیہ اور مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد کو باطل قرار دیا ہے یہ تو آپ کا ذاتی فیصلہ نہیں بلکہ آپ نے بہار شریعت وغیرہ سے پرانے جواب کو نقل کردیا ہے خیر اب میں آپ کے جواب مورخہ ۲۵/۳/۸۰ء کے متعلق چند سطور لکھ رہا ہوں۔ غور کیجئے تو میرے سوال میں مندرجہ ذیل سوالیہ پہلو نظر آئیں گے۔

(۱) مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کو اسلام کی ارکان خمسہ سے اتفاق رکھنا اور اس پر عامل ہونا۔ (۲) مرزا غلام صاحب کا مقصد اسلام کی ترقی۔ (۳) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ وارفع شان کو دنیا والوں پر ثابت کرنا۔ (۴) مرزا صاحب اور شریعت اسلام (انہوں نے شریعت اسلام کو منسوخ قرار دیا یا نہیں) (۴) مرزا صاحب اور نئی شریعت (انہوں نے کوئی نئی شریعت کی بنیاد رکھی یا نہیں؟) (۵) امتی نبی اور ختم نبوت کا مسئلہ (یعنی جب ایک ہی شخص بیک وقت امتی اور نبی دونوں ہوجائے تو لفظ ''خاتم النّبیین'' پر کیا اثر پڑے گا۔ (۶) وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مسئلہ (۷) مرزا صاحب کا مہدی ہونا یا نہ ہونا وغیرہ مندرجہ بالا آٹھ سوالیہ پہلو سے آپ نے کسی طرح صرف تین پہلو کا جواب دیا ہے آٹھویں پہلو کا جواب تو سات پہلوؤں کے جواب کے بعد خود بخود عیاں ہوجاتا ہے۔ آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ثابت کرنے کے لئے یہ آیت شریف پیش کیا ہے۔ وَاِنْ مِنْ اَهْلِ الْکِتَابِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ (پ ۶ سورۂ نساء) (یعنی کوئی اہل کتاب ایسا نہیں جو اس کی موت سے پہلے اس پر ایمان نہ لائے) آپ نے لکھا ہے کہ اس صراحت کے بعد اگر اس کے مدمقابل کوئی وفات عیسیٰ علیہ السلام ثابت کرے تو اس کو سرکشی وطغیان نہیں تو اور کیا کہا جائے گا؟۔ اگر آیت مذکور کے ترجمہ کے اعتبار سے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ مان لیا جائے اور یہ بھی مان لیا جائے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے اس وقت کوئی بھی اہل کتاب یہود و نصاریٰ سے دنیا میں نہیں رہے گا۔ سب کے سب مسلمان ہو جائیں گے اس ۔ کے بعد قیامت تک کوئی بھی یہودی یا عیسائی نہیں بچے گا۔ تو ایسی صورت میں قرآن شریف کی اِس آیت کریمہ کا کیا معنیٰ ہوں گے۔ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ (سورۂ مائدہ رکوع ۳) تو ہم نے اس کے آپس میں قیامت کے دن تک بیر اور بغض ڈال دیا (کنزالایمان) اس آیت سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن تک اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ رہیں گے۔ اور ان کے آپس میں بغض و عداوت بھی رہے گی۔ اور آپ کے پیش کردہ وہ ترجمہ سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد اہل کتاب اسلام پر ایمان لے آنے کی وجہ سے اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) باقی نہیں رہ جائیں گے۔ اور اس طرح دونوں آیتوں میں ٹکراؤ پیدا ہو جاتا ہے حالانکہ کلام اللہ میں یہ تضاد ممکن نہیں ہے۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرماتا ہے: اِذْقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَاعِيْسٰى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۔ وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۔ یعنی یاد کرو جب اللہ نے فرمایا: اے عیسیٰ! میں تجھے پوری عمر تک پہنچاؤں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھالوں گا اور تجھے کافروں سے پاک کروں گا اور تیرے پیروؤں کو قیامت میں تیرے منکروں پر غلبہ دوں گا۔ (پ ۳ رکوع ۱۴ ترجمہ شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی) اس آیت سے تو صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متبعین (عیسائی) اور منکرین (یہودی) دونوں قیامت تک ضرور بالضرور دنیا میں موجود رہیں گے۔ اور متبعین منکرین پر قیامت تک غالب بھی رہیں گے۔ تو اب آپ ہی بتایئے کہ ان دونوں آیتوں کی روشنی میں آپ کا پیش کردہ ترجمہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے اور اسی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کیسے ثابت ہو سکتی ہے!

جماعت احمدیہ کے عقائد و معمولات سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام ہی کی تبلیغ و اشاعت ان کا مقصد اول ہے جماعت احمدیہ کے یہاں مذہب کا لب لباب یہ ہے "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر اعتقاد کامل، حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین و خیر المرسلین ہیں۔ جس کے ہاتھ سے اکمال دین ہو چکا۔ اور وہ نعمت بمرتبۂ تمام پہنچ چکی جس کے ذریعہ سے انسان راہ راست اختیار کر کے خدائے تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔ اور ہم پختہ یقین کے ساتھ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں قرآن شریف خاتم کتب سماوی ہے۔ اور ایک شوشہ یا نقطہ اس کی شرائع اور حدود و احکام اور اوامر سے زیادہ نہیں ہو سکتی اور نہ کم ہو سکتا ہے اور اب کوئی ایسی وحی اور ایسا الہام منجاب اللہ نہیں ہو سکتا جو احکام قرآنی کی ترمیم یا تنسیخ

یا کسی ایک حکم کی تغیر یا تبدیل کرسکتا ہو اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ ہمارے نزدیک جماعت مومنین سے خارج اور ملحد و کافر ہے (ہم مسلمان ہیں ص ۵، بحوالہ ازالہ اوہام ص ۱۳۷)

بہار شریعت حصہ اول میں جو جماعت احمدیہ کے متعلق تردیدی باتیں لکھی گئی ہیں اور جو حوالے دیئے گئے ہیں جسے آپ نے اپنے جواب میں بھی نقل کیا ہے ان سے جماعت احمدیہ کے عقائد معلوم نہیں ہوسکتے کیونکہ بہار شریعت میں احمدیہ جماعت کے جو عقائد بتائے گئے ہیں وہ عقائد اس کے نہیں ہیں۔ قرآن شریف کے متعلق جماعت احمدیہ کے کیا عقائد ہیں وہ بھی ازالۂ اوہام حصہ دوم ص ۵۲۳، ۵۲۴ سے صاف وواضح ہے۔ اب آسمان کے نیچے فقط ایک ہی نبی اور ایک ہی کتاب ہے یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن شریف جو سچی اور کامل ہدایتوں اور تاثیروں پر مشتمل ہے جس کے ذریعہ سے حقانی علوم اور معارف حاصل ہوتے ہیں۔ اور بشری آلودگیوں سے دل پاک ہوتا ہے۔ اور انسان جہل اور غفلت اور شبہات کے حجابوں سے نجات پاکر حق الیقین کے مقام تک پہنچ جاتا ہے۔ الخ''

جناب مفتی صاحب مضمون طویل ہوتا جارہا ہے لہٰذا یہیں بس کرتے ہوئے دست بستہ گزارش ہے کہ تقلید سے خالی ہوکر دلائل کے ساتھ ہمارے قلوب کے شبہات کو مٹائیں اگر جواب نہیں دیں گے تو قیامت میں دامنگیر ہوں گا۔ اس خط کی ایک مکمل کاپی میرے پاس محفوظ ہے اور دوسری کاپی صدر انجمن احمدیہ قادیان کو بھیجی جارہی ہے۔

المستفتی: غلام محمد انصاری، مقام دلیلی، پوسٹ اوکھر گڑا ضلع پلاموں، بہار

۹۲/۸۶ ھ

الجواب ــــــــــــــــــــ!

والسلام علی من اتبع الھدی (سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی) چونکہ آپ نے اپنے متعلق اسلام ومرزائیت کے درمیان متردد ومشکوک ہونے کا اظہار کیا تھا اور دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار سے دستگیری کی اپیل کی تھی۔ اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے مجموعی جواب یہاں سے دیا گیا۔ جو آپ کے یہاں ۲۵/۳/۸۰ء کو پہنچ گیا تھا۔ ممکن ہے آپ نے یہاں کے جواب کو بغور مطالعہ کیا ہو اور پھر اسی جواب سے اپنی کامل بے اطمینانی کا اظہار تفصیلی طور پر کرکے ۱۶/۹/۸۱ء کو ادارہ میں بھیج دیا۔ جب میں ایک ماہ کی غیر حاضری (بسلسلۂ علالت) کے بعد دفتر پہنچا تو آپ کا معروضہ نظروں سے گزرا۔ آپ کی اصل تحریر کو آئندہ کے لئے محفوظ کرلیا گیا ہے کیونکہ اس کی نقل آپ کے پاس اور آپ کی مرکزی انجمن میں موجود ہے۔ معروضہ کا مختصر جواب حاضر ہے کہ شاید سبب ہدایت بنے۔ ایسے تجربات شاہد ہیں کہ کسی کی بیجا طرفداری جو جنون کی حد تک ہو۔ انسان کو جائز اور حق بات سے روک دیتی ہے۔ اور اس سے قبول حق کا جذبہ سلب کرلیا جاتا ہے۔ آپ کی لمبی چوڑی تحریر دیکھ کر میں یہ سمجھنے پر مجبور ہوں کہ آپ مرزا قادیانی کی بے جا طرفداری کرنے پر کمربستہ ہوچکے ہیں۔ ایسی حالت میں جو بھی دلائل مرزا اور مرزائیت کے بطلان پر قائم

کئے جائیں گے آپ اسے قبول نہیں کریں گے۔

آپ نے بھی ہر بات میں اُسی طرح متضاد پہلوؤں کو اختیار کیا ہے جس طرح قادیانی کرتا تھا یعنی ایک طرف بظاہر خاتم النبیین پر ایمان تو دوسری طرف نبوت کا دعویٰ۔ ایک طرف قرآن عظیم کی عظمت و رحمت اور آخری کتاب ہونے کا اقرار تو دوسری طرف براہین احمدیہ کی عظمت و رحمت اور کلام الٰہی ہونے کا دعویٰ۔ ایک طرف قرآن پاک کے آخری آسمانی کتاب ہونے کا اقرار تو دوسری طرف نزول براہین احمدیہ کا دعویٰ۔ ایک طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عزت و نبوت کا اقرار تو دوسری طرف ان کی توہین اور اپنی افضلیت کا دعویٰ، ایک طرف امتی ہونے کا اقرار تو دوسری طرف نبی و رسول بلکہ خدا کی صفات مخصوصہ وحدانیت و فردیت میں شریک ہونے کا دعویٰ وغیرہ وغیرہ۔

آپ نے لکھا ہے کہ میرے پاس مرزائیت کی پچاس کتابیں ہیں۔ اگر آپ واقعی سچے ہیں تو اس میں سے ایک کتاب ازالۂ اوہام بھیج دیجئے (کیونکہ یہ کتاب میرے پاس نہیں ہے) تاکہ میں آپ کو آپ ہی کی کتاب سے دکھلا دوں کہ مرزا صاحب قرآن عظیم کے متعلق کیا کچھ لکھ گئے ہیں اور اگر آپ نہیں بھیج سکتے ہوں اور نہ خود مطالعہ کر سکتے ہوں تو صرف ان کے وکیلوں کی وکالت پر اعتماد کر لینا مناسب نہیں ہے۔

آپ نے قرآن عظیم کی جس آیۂ مقدسہ پر اپنے شبہہ کا اظہار کیا ہے وہ قادیانیوں کا کوئی نیا شبہہ نہیں ہے بلکہ یہ مرزا قادیانی کی دین اور اس کی نبوت کا سبہ کا ذبہ کا فیضان ہے کیونکہ قرآن حکیم کی تفہیم کے لئے وہ اپنی رائے کو ہی معیار قرار دیتا ہے کسی مفسر کا قول اور اصول تفسیر کو وہ قابل اعتناء نہیں سمجھتا۔ ایسی صورت حال میں اگر ہم کہیں کہ آیۂ متذکرہ کا معنی تفاسیر قرآن اور احادیث متواترہ کے عین مطابق ہے اور اس سلسلہ میں ہم تفسیروں کی عبارتیں بھی نقل کر دیں تو قادیانیوں کے نزدیک اس کی اہمیت اس سے زیادہ اور کچھ نہیں ہوگی کہ ''بھینس کے آگے بین بجاؤ بھینس کھڑی پگھائے'' یا ''مرد ناداں پہ کلام نرم و نازک بے اثر'' باقی رہا قرآن عظیم میں تضاد بیانی کا سوال۔ تو یہ قادیانیوں کے نزدیک مسلم ہے۔ بلکہ فہم قرآن رکھنے والوں کے نزدیک ہرگز ایسا متصور نہیں اور اگر قادیانی تقلید چھوڑ کر آپ بھی سمجھنے کی کوشش کریں تو بے تکلف تطبیق کے لئے بھی مطابقت نظر آئے گی۔

آیۂ کریمہ متذکرہ کی عام طریقہ سے دو تفسیر مفسرین کرام نے بیان فرمائی ہیں۔ اول تو یہ کہ اہل کتاب یعنی یہود و مرتدین نصاریٰ اپنی موت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئیں گے لیکن یہ ایمان چونکہ جانکنی کے وقت کا ہوگا لہٰذا قابل قبول اور نافع نہیں اور دوسرے یہ کہ جو یہود و نصاریٰ مر کھپ کر باقی بچ جائیں گے وہ نزول مسیح علیہ السلام کے وقت اپنی طبعی موت سے قبل ان پر ایمان لے آئیں گے۔ چنانچہ عالم اسلام کے مشہور و معروف و مفسر قرآن علامہ امام محمود زمخشری علیہ الرحمۃ والرضوان کا وصال ۵۲۸ھ میں ہوا تھا اپنی تفسیر کشاف ص ۳۱۲ پر لکھتے ہیں: **والمعنی ومامن الیھود والنصاریٰ والا لیؤمنن بہ قبل موتہ بعیسیٰ وبانہ عبدہ ورسولہ الخ.** ''اور معنی یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ اپنی موت سے قبل عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائیں گے اس بات پر کہ وہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔''

اور امام السیر والتحقیق علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمہ تفسیر روح البیان جلد اول ص ۲۰۷ پر آیۃ متعلقہ کی تفسیر اس طرح فرماتے ہیں: وان من اهل الكتاب اى مامن اليهود والنصارى احد (الاليؤمنن به) ای بعیسیٰ (قبل موته) ای قبل موت ذلک الاحد من اهل الكتاب يعنى اذعاين اليهودى امن الآخرة وحضرة الوفاة ضربت الملئكة وجهه ودبره وقالت اتاک عيسى عليه السلام نبيا فكذبت فيؤمن حين لاينفعه ايمانه الخ والمعنى (وما من اهل الكتاب) الموجودين عند نزل عيسىٰ من السماء احدالاليؤمنن به قبل موته الخ. ''یہود ونصاریٰ میں سے کوئی بھی اہل کتاب اپنی موت سے قبل عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لاتے ہیں۔ کتابیوں میں سے ایک شخص اذعانین اپنی موت سے قبل آخرت پر ایمان لایا اور موت آئی تو فرشتے نے اس کے چہرے پر تھپڑ رسید کیا اور چلے گئے اور فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی بن کر تمہارے پاس آئے لیکن تم نے جھٹلا دیا اس وقت تم ایمان لاتے ہو تمہارا ایمان لانا نفع نہیں دے گا۔ یا یہ معنی ہے کہ نزول عیسیٰ علیہ السلام کے وقت موجود کتابیوں میں سے کوئی کتابی ایسا نہیں ہے جو اپنی موت سے قبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لائیں گے۔'' ان دونوں تفسیروں کی روشنی میں غور کیجئے کہ آیۃ کریمہ متذکرہ کے اردو معنی میں (جو ہم نے لکھا) کون سا تغیر اور فرق ہوا۔ ہم یقین واعتماد کی منزل سے کہہ رہے ہیں کہ آپ ہزار کوشش کے باوجود تفاسیر بزرگان دین اور معنی فقیر میں صبح قیامت تک انشاء المولیٰ الکریم سر مو فرق نہیں نکال سکتے ہیں۔

ہاں آپ دوسری آیتوں کو پیش کر کے بزعم خویش یا بزعم مرزا یہ کہہ سکتے ہیں کہ قرآن میں تضاد بیانی ہے لیکن یہ آپ کا زعم ہی ہوگا جس کو حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ آپ نے آیۃ کریمہ: وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ (آل عمران:۵۵) ''اور تیرے پیروں کو قیامت تک تیرے منکروں پر غلبہ دوں گا'' (کنز الایمان) لکھ کر اصطلاحات عربیہ وقرآنیہ کے خلاف یہ دعویٰ کیا ہے کہ قیامت کے دن تک عیسیٰ علیہ السلام کے متبعین (نصاریٰ) ان کے منکرین (یہودی) پر غالب رہیں گے تو لامحالہ ان دونوں گروہوں کا وجود بھی قیامت کے دن تک رہے گا لہٰذا عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔ اور آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ مرزائیوں کی طرف سے یہ دعویٰ صرف اس بنیاد پر کیا جاتا ہے کہ مسیح کذاب قادیانی کے دعویٰ مسیحیت کا پردہ چاک نہ ہو اگر آپ واقعی مرزائی وکیل نہیں ہیں تو اپنے ایمان کی روشنی میں بول دیجئے کہ ''اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ'' سے قیام فی الحشر مراد ہے، یا روز حشر مراد ہے یا قرب قیامت مراد ہے؟ اگر قیام فی الحشر یا یوم الحشر مراد ہے تو نفخۂ اولیٰ کے بعد روئے زمین پر کونسا جاندار باقی رہ جائے گا نشان دہی کیجئے اگر نفخۂ اولیٰ کے ساتھ ہی تمام جاندار فنا ہو جائیں گے تو نفخۂ اولیٰ کا تعلق یوم الدنیا سے یا یوم الآخرۃ والقیام سے یا اگر نفخۂ اولیٰ کا تعلق یوم الآخرۃ والحشر سے نہیں ہے بلکہ دنیا سے ہے تو آپ صرف عیسیٰ علیہ السلام کے متبعین ومنکرین کے متعلق سوچ رہے تھے یہاں تو کوئی بھی جاندار روئے زمین پر نظر نہیں آتا ہے پھر الی یوم القیمۃ۔ غلبہ وعدم غلبہ کا تصور کیونکر متصور ہے۔ یہ ہوا اس کج فہمی کا نتیجہ جو قادیانیوں کو مرزا سے وراثت میں ملی ہے۔ اگر قرآن کریم کو اسلاف کرام کی اتباع کی عینک لگا کر دیکھا جاتا اور سمجھا جاتا تو یہ مصیبت گلے نہ پڑتی۔ لیکن وہاں مرزا اور مرزائیت کا دعویٰ تو یہ ہے کہ قرآن کو کما حقہ ہم نے ہی سمجھا ہے کوئی دوسرا اس کے معنی ومطالب کو نہیں سمجھ سکا اور اسی تکبر وغرور کے

سبب متکبر و مغرور اول نے اسے اپنے الہام کا مرجع و مرکز بنادیا ہے جسے وہ الہام رحمانی قرار دے رہا ہے۔

"الی یوم القیمة" تمام اصطلاحات عرب وعجم کے اندر مدت مدیدہ کے لئے مستعمل ہوتا ہے اگر ادنیٰ مبتدی بھی الی پر غور کرے تو واضح طور پر معلوم ہوجائے گا کہ عالم اسباب کے ایام، عالم امر کے ایام میں بوجہ اختلاف نوع کے داخل نہیں ہوں گے زیادہ سے زیادہ الی انتہائے قرب قیامت کو واضح کر رہا ہے۔ اور مسلمان اسی کا قائل ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متبعین و منکرین کے درمیان قرب قیامت تک بغض و بیر رہے گا۔ نہ کہ قیامت کے (اصلی) دن تک جیسا کہ مرزائیوں نے سمجھا۔ اور مسلمان اس کا بھی قائل ہے کہ قرب قیامت ہی میں حضرت عیسیٰ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نزول عن السماء ہوگا اور یہ ایسا اجماعی قطعی مسئلہ ہے کہ کسی اہل اسلام کے نزدیک کسی طرح کا اختلاف اس میں وارد نہیں ہے اور قادیانیوں کے اختلاف کا کوئی اثر بھی اجماعی عقیدہ پر نہیں پڑے گا۔

پھر یہ تمام مشکلات آپ پر اس وجہ سے آئیں کہ متبعین عیسیٰ علیہ السلام سے آپ نے گروہ نصاریٰ کو مراد لے لیا ہے حالانکہ یہ عام مفسرین کی تفسیروں کے خلاف ہے صرف مرزا قادیانی کی جودتِ طبع نے نصاریٰ کے گروہ کو متبعین عیسیٰ علیہ السلام سمجھا بلکہ مختص کر دیا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ متبعین عیسیٰ علیہ السلام سے مراد وہ عیسائی ہیں جنہوں نے اپنے مذہب میں مبالغہ آرائی سے کام نہیں کیا یا وہ مسلمان ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیغامات توحید و رسالت کو حقیقتاً مان رہے ہیں چنانچہ اسی تفسیر روح البیان ص ۴۵۴، ج ۱۔ **وجاعل الذين اتبعوك وهم المسلمون لانهم اتبعوه في اصل الاسلام فوقهم ظاهرين بالعزة والنعمة والحجة الى يوم القيامة.** "اور اللہ تعالیٰ تیرے تابعداروں کو غلبہ دینے والا ہے۔ اس سے اہل اسلام مراد ہیں اس لئے انہوں نے ہی اصل اسلام میں عیسیٰ علیہ السلام کی تابعداری کی ان پر جو ظاہری طور پر عزت اور نعمت ہیں اور قیامت تک حجت ہیں۔" پھر تفسیر فتح القدیر ص ۳۱۳ ج ۱ میں ہے "**وجاعل الذين**" **اى الذين اتبعوا ماجئت به وهم خلص اصحاب الذين لم يبلغوا في الغلو فيه الى مابلغ جعله الهاً۔ ومنهم المسلمون فانهم اتبعوا ماجاء به عيسىٰ عليه السلام** اھ "اور غلبہ دینے والا ہے ان لوگوں کو جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اتباع کی اور غلو نہیں کیا جیسا کہ بعض لوگوں نے غلو کیا کہ انہیں معبود بنادیا۔ اور انہیں میں سے مسلمان ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو لے کر آئے اس کی اتباع کی" اگر مفسرین قرآن کے دامن کو تھام کر آپ نے آیۃ کریمہ کو سمجھا ہوتا تو یقیناً تضاد نظر نہیں آتا۔ اور آپ بھی یہ کہنے پر مجبور ہوتے کہ انشاء اللہ العزیز مسلمان اپنی عزت و نصرت خداوندی کے ذریعہ قیامت تک منکرین عیسیٰ علیہ السلام (خواہ یہودی ہوں خواہ نصاریٰ) غالب وفائق رہیں گے۔ یہ آپ کے اس شبہہ کا ازالہ تھا جو دو آیتوں کے درمیان آپ سمجھ رہے تھے۔ اسی طرح پورے قرآن عظیم میں کہیں بھی تضاد نظر آئے تو سلف صالحین مفسرین کرام کے دامن میں پناہ لیجئے انشاء اللہ المولیٰ الکریم عقدہ کشائی ہوتی جائیگی۔ اور اگر مرزائیت کے دلدل میں پھنس گئے ہوں۔ تو پھر اس کا کوئی علاج نہیں ہے آپ نے اپنے سوالنامہ میں ایک حسین فریب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ مرزا کا دعویٰ نبی ہونے کا نہیں بلکہ امتی ہونے کا تھا۔ ان کا اور اس سے متعلق عبارتوں کا جواب ہم نے سطحی طور پر دیدیا تھا۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ میں نے آپ کو واقعی حق کا

متلاشی اور قادیانیت سے دور سمجھا تھا لیکن جب آپ کے دوسرے قادیانیت نواز مضمون نے راز ہائے بستہ کو واشگاف کر دیا تو پھر ہمیں حقیقت کے ظاہر کرنے میں کیا باک ہے۔ آپ نے مرزا صاحب کی جو وکالت کی ہے وہ مرزا کی بولی اور اس کی تحریر کے قطعاً خلاف ہے۔ یا تو آپ نے اس کی اصلی تحریروں کو نہیں دیکھا ہے۔ یا پھر دیدہ و دانستہ خلاف واقعہ بات لکھ گئے ہیں۔ آج سے اسی سال پہلے بعض ناواقف مرزائیوں نے بھی مسلمانوں کو یہی فریب دیا تھا کہ ہمارے مرزا صاحب نبوت کا دعویٰ نہیں کرتے ہیں بلکہ امتی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ جس کو سن کر آنجہانی مرزا صاحب آگ بگولہ ہو گئے تھے اور مرزائیوں کے اس دعویٰ کو عظیم غلطی پر محمول کرتے ہوئے ۵/ نومبر ۱۹۰۱ء کو ایک تردیدی بیان بنام ایک غلطی کا ازالہ شائع کیا جس کو محمد یٰسین مہتمم احمدیہ کتب خانہ قادیانی نے چھاپا۔ مرزا صاحب کا جواب اور دعویٰ ملاحظہ ہو۔ مندرجہ ذیل تینوں دعویٰ اسی اشتہار کے ہیں۔

(۱) خدائے تعالیٰ کی وہ ایک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے اس میں رسول اور مرسل اور نبی کے الفاظ موجود ہیں ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ'' (آپ تو صرف نبی کے دعویٰ کا انکار کر رہے تھے یہاں صاف طریقہ سے مرزا نے وحی الٰہی کا دعویٰ کیا نبی کا دعویٰ کیا رسول کا دعویٰ کیا یہاں تک کہ مرسل کا دعویٰ کیا۔ اب آپ ہی فیصلہ کیجئے کہ آپ سچے ہیں یا مرزا صاحب اگر ہو سکے تو سلف صالحین کے کتب عقائد اور اصول شرع کو دیکھ کر یہ بھی بتانے کی زحمت کریں کہ رسول و مرسل کسے کہتے ہیں تا کہ آپ کے اس ڈھونگ کا بھی پردہ چاک ہو جائے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کوئی نئی شریعت مسلمانوں پر لادنا نہیں چاہتے تھے)

(۲) ''براہین احمدیہ شائع ہو چکے ہیں ان میں سے ایک یہ وحی اللہ ہے۔ هُوَ الَّذِىْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ. (سورۂ توبہ:۳۳) ''وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے۔'' (کنز الایمان) اس میں صاف طور پر اس عاجز کو رسول کہہ کے پکارا گیا ہے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ کیا مرزائیوں کا ضمیر اس قدر مردہ ہو چکا ہے کہ وہ قرآن عظیم کی اس آیۂ مقدسہ کے مفاد و منشاء اور مرجع کو بھی نہیں سمجھ سکے۔ کیا یہ قرآن عظیم میں کتر بیونت اس کی چوری اور اس کی عظیم لفظی و معنوی تحریف نہیں ہے اور کیا یہ وضع الشئی علی غیر محله. ''شئی کو اپنے محل کے علاوہ پر رکھنا (ظلم ہے)'' نہیں ہے۔ اب بولئے اور اگر رائی کے دانے برابر بھی ایمان ہے تو اس کی روشنی میں بولئے کہ مرزا صرف نبی و رسول ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے سید المرسلین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ علیہم اجمعین کے گلدستۂ نعت اور آیت تعارف کو اپنی اسرائیلی ذات پر چسپاں کر کے سید المرسلین بننا چاہتا ہے۔

(۳) پھر یہ بھی وحی اللہ ہے۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (سورۂ فتح:۲۹) ''محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔'' (کنز الایمان)۔ اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی (مرزا) (دیکھا آپ نے جو آیۂ کریمہ حضور انور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور جاں نثار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عظمتوں کے اظہار کے لئے قرآن مجید میں موجود ہے۔ اس کو مرزا نے اپنے اوپر ڈھال لیا اور یہ خیال نہ کیا کہ فقہائے اسلام کے نزدیک نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کا محمد رسول اللہ ہونے کا دعویٰ کرنا بدترین کفر ہے۔ کیا ان کے بعد بھی

کوئی کہہ سکتا ہے مرزا نے نبی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا؟۔ مرزا نے صرف نبی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ نبی الانبیاء ہونے کا دعویٰ کیا کیونکہ محمد رسول اللہ وہی ہیں جو نبی الانبیاء ہیں صلوٰت اللہ تعالیٰ وسلام علیہ وعلیہم اجمعین۔ اب کوئی مرزائی یہ بھی دعویٰ نہیں کر سکتا ہے کہ مرزا کا مقصد نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی شان ارفع واعلیٰ کو دنیا پر ثابت کرنا تھا کہ رفعت کی کلاہ افتخار کو تو مرزا نے اپنے سر اوڑھنے کی کوشش کی ہے۔ اور جب اہل عظمت کی ٹوپی اہل ذلت کے سر رکھدی جائے تو یہ اہل عظمت کی تعظیم نہیں بلکہ کھلی ہوئی توہین ہے لیکن مرزائی اس توہین رسالت کو بھی عین اسلام اور اصل ایمان سمجھ رہے ہیں۔

آپ نے لکھا ہے کہ مرزا کا دعویٰ امتی ہونے کا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے صرف اس کے تبلیغی لٹریچرز کو ہی دیکھا ہے اور اس کی مذہبی کتابوں کے مطالعہ کا اتفاق نہیں ہوا ہے۔ سنئے اور مرزا کے ان دلائل و براہین کی روشنی میں سنیئے جو بقول مرزا اسے منجاب اللہ حاصل ہے۔ اور جو بطور وحی اس پر نازل ہوئے ہیں۔ گوڈاز کمنگ ہائی ہزآرمی ہی از وڈیوٹو کل اٹمینی، خدائے تعالیٰ دلائل و براہین کا لشکر لیکر چلا آتا ہے۔ وہ دشمن کو مغلوب اور ہلاک کرنے کے لئے تمہارے ساتھ ہے۔ (ترجمہ مرزا براہین ص۴۸۴، ج۱) افسوس یہ ہے کہ جن براہین کے ساتھ مرزا خدا بنکر چلا تھا یا مرزا کا خدا مرزا کی مدد کرنے کو چلا تھا وہ قادیانی کی کسی اہم جھاڑی (غالبًا فاطمی جھاڑی جس میں مرزا شکار کھیلتا تھا) میں اُلجھ کر رہ گیا ورنہ اس کے دشمن اب تک ضرور ہلاک و مغلوب ہو گئے ہوتے ہیں بہرحال انہیں براہین آسمانی کے مندرجہ ذیل دعووں کو مطالعہ کیجئے اور فیصلہ کیجئے کہ مرزا صاحب امتی ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں یا کچھ اور؟

(۱) اسی کتاب میں میری نسبت یہ وحی اللہ ہے کہ جری اللہ فی حلل الانبیاء۔ یعنی خدا کا رسول نبیوں کے حلول میں ترجمہ مرزا ''براہین احمدیہ'' غور کیجئے جو نبیوں میں تحلیل ہوگا وہ نبی ہوگا یا امت؟ کیا آج تک کوئی نبی ایسا بھی ہوا ہے جو نبی ورسول بھی ہو اور امت بھی؟ پھر یہ تحلیل کا مذہب وعقیدہ آریہ دھرم کا ہے یا اسلام کا؟ باربار مرزا کا یہ کہنا ہے کہ یہ وحی اللہ ہے وہ وحی اللہ سے دعویٰ نبوت ہے یا دعویٰ امت؟ کیا ایک شخص مسند آرائے نبوت ہو اور اسی وقت آن وہ امتی بھی ہو یہ ممکن الوقوع ہے؟ شاید آپ یہ کہیں کہ اس سے تو عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر ضرب لگتی ہے تو آپ کان کھول کر سن لیں کہ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق تمام مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی صادق ہیں نبوت ان کو مستلزم ہے۔ مگر نزول من السماء کے بعد نہ دعویٰ نبوت فرمائیں گے۔ اور نہ ہی اپنی نبوت کے کام کو انجام دیں گے بلکہ دین اسلام کے ان اہم خدمات کو انجام دیں گے جو ایک اعلیٰ وافضل امتی دیتا ہے اور وہ اسی سبب سے امتی کہلائیں گے شرح فقہ اکبر ص۱۳۶ پر ہے۔ **ویقتدی به لیظهر شریعته لنبینا صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کما اشار الیٰ هذا المعنی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بقوله الخ** ۔''اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی کی اقتداء کریں گے تاکہ ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت ظاہر ہو جائے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حدیث میں اس معنی کی طرف اشارہ فرمایا۔'' لیکن مرزا صاحب کو تو خدا بننے کا بھوت سوار تھا۔ وہ کیونکر امتیوں کی صف میں رہنا گوارہ کرتے۔ اپنی کتاب براہین احمدیہ ص۲۵۳ ج۱ کے حاشیہ در حاشیہ میں مرزا نے ایک عجیب وغریب خواب گڑھا ہے میں نے مسیح اللہ علیہ السلام

کے ساتھ یہ دیکھا کہ ایک غیبی کاغذ ایک نامعلوم سید صاحب کو پڑھنے کیلئے دیا گیا جس کو سید صاحب پڑھ رہے تھے۔ وہ کاغذ اخیر تک پہنچ گیا اور کچھ تھوڑا ہی باقی رہا تب اس عاجز کا نام آیا جس میں خدائے تعالیٰ کی طرف سے یہ تعریفی عبارت عربی زبان میں لکھی ہوئی تھی۔ **ھو منی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی فکادان یعرف بین الناس الخ۔** (براہین مطبوعہ سیالکوٹ)۔ وہ غلام احمد مجھ سے ہے جو میری توحید کی منزل پر براجمان ہے اور میری تفرید کا نشان ہے بہت ہی جلد لوگوں میں معروف ہوں گے ــــ خدا کی توحید وتفرید کی منزل پر قیام کا مطلب ومقصد آپ خود سمجھیں گے یا سمجھا دیا جائے اگر سمجھایا جائے گا تو شاید آپ کو تکلیف گذرے گی اس لئے آپ خود ہی سمجھئے اور سوچئے کہ خدا کی صفت ومخصوص وحدانیت وفردیت خدا کی ذات سے علیحدہ کوئی چیز ہے یا خدا اسی کو کہتے ہیں جو احدیت وفردیت سے مخصوص ہے پھر مرزا کو یہ بھی خبر نہیں ہوئی کہ جب خدا کی توحید وتفرید میں مرزا کی شرکت علی العموم ہو چکی تو اب توحید وتفرید کی وحدت وفردیت باقی کہاں رہی؟ اس طرح مرزا نے خدائے تعالیٰ کو واحد وفرد ہرگز نہیں مانا حالانکہ اسلام کے نزدیک یہ صریح کفر وشرک ہے۔ **قل ھو اللہ احد** (سورۂ اخلاص:۱) "تم فرماؤ وہ اللہ ایک ہے"(کنز الایمان) خدا کی وحدانیت میں شرکت کے شوق نے مرزا کو اس طرح پاگل ودیوانہ بنا رکھا تھا کہ اسی کے لئے یہ تمام ڈھونگ رچائے گئے۔ آپ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ اگر کوئی شخص زندگی بھر خدائے واحد کی پرستش کرتا رہا۔ اور اس کے معبود حقیقی ہونے کی تسبیحیں جپتا رہا۔ لیکن ایک بار بھی خدائے وحدہٗ لاشریک کی ذات یا صفات مخصوصہ میں شرکت کا دعویٰ کر گیا تو باتفاق علمائے اسلام اب اس کا کوئی نصیبہ دائرۂ اسلام میں نہیں ہے۔ اب نہ وہ امت والا رہا نہ امتی رہا بلکہ لعنتی بن گیا **اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ**۔ (النساء:۴۸) "بیشک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے"(کنز الایمان)

مرزا صاحب علی منزلۃ توحیدی، نہیں کہا کہ ہوسکتا منزل توحید کی بلندی سے اگر لڑھک گئے تو اسفل السافلین میں پہنچتے پہنچتے کوئی ہڈی بھی سالم نہیں رہے گی۔ اس لئے (**بمنزلۃ توحیدی** ۔ میری توحید کی منزل میں) کہہ کر اسی منزل میں تحلیل ہو جانا چاہتے ہیں کہ وحدانیت الٰہی میں میری غیر شرکت کا کوئی امکان ہی باقی نہ رہے۔ یہ بات خواب ہی تک محدود رہتی تو اتنی قابل گرفت نہیں تھی مگر مرزا نے اسے براہین احمدیہ میں نقل کر کے وحی الٰہی کا مقام دیدیا۔ کیونکہ یہ پوری کتاب ہی مرزائیوں کے نزدیک الہامی ووحی اللہ ہے۔ بلکہ مرزا صاحب نے اس خواب کو بیان کرنے کے بعد اس کو ہندو ومسلم سب کے درمیان بار بار بیان کر کے خوب ہی شہرۂ دیا اور براہین میں اسی کے متعلق یہ دعویٰ کیا کہ "اسی وقت بطور الہام بھی (مذکورہ داستان) القاء ہوا۔ (براہین مفید عالم پریس مطبوعہ ۱۹۰۰ء)

(۲) اور میں بیت اللہ میں کھڑے ہو کر یہ قسم کھا سکتا ہوں کہ وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے وہ اسی خدا کا کلام ہے جس نے الخ۔ میرے لئے زمین نے بھی گواہی دی اور آسمان نے بھی۔ (ایک غلطی کا ازالہ مطبوعہ قادیان ۱۹۰۱ء) مہبط وحی الٰہی بننے اور امت کی محکومی سے نکلنے کے لئے کس شدومد کے ساتھ قسم کھانے کی تیاری ہے۔ یہ صرف اسی لئے کہ میرا دعویٰ نبوت کسی طرح عوام میں قابل اعتبار ہو جائے۔ لیکن کیا امتی ہونے کے لئے بھی انہوں نے اپنی دہلیز پر بھی قسم کھانے کا اعلان کیا؟ اگر نہیں

اور ہرگز نہیں تو ان پر اس دعویٰ کو مسلط کرنا مرزائیوں کی وفاداری ہے یا بے وفائی؟ اور پھر ایک دلفریب انداز میں مرزا نے اپنے امتی ہونے کا انکار کیا ہے لکھتے ہیں ''خاکسار اپنی غربت اور انکسار اور توکل اور ایثار اور آیات اور انوار کی رو سے مسیح کی پہلی زندگی کا نمونہ ہے اور اس عاجز کی فطرت اور مسیح کی فطرت باہم نہایت ہی متشابہ واقع ہوئی ہے گویا ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے یا ایک ہی درخت کے دو پھل ہیں اور بحراتحاد ہے'' (براہین ص ۴۹۹، ج ۱) کیا آپ یہ بتانے کی زحمت کریں گے کہ حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام اپنی پہلی زندگی میں کسی کی امت تھے اگر آپ یہ بتانے میں کامیاب ہوجائیں گے تو ممکن ہے کہ آپ کا دعویٰ کسی حد تک ثابت ہوجائے لیکن آپ اگر یہ ثابت نہیں کرسکیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بحیثیت امت اس دنیا میں آئے تھے یا بحیثیت نبی و امت دونوں یہاں تشریف لائے تھے تو مرزا کے دعویٰ مشابہت کو کسی پاگل ومجنون کی بڑ یقین کرنا ہوگا۔ اور پھر اپنے دعویٰ سے بھی منحرف ہونا پڑے گا۔ یہ خیال نہ کیجئے کہ مرزا نے حضرت مسیح علیہ السلام سے صرف اپنی مشابہت کا دعویٰ کیا ہے اگرچہ یہ بھی عندالشرع کفر ہے وَمَاهُوَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا۔ ''وہ تو ہمارے ہی طرح بشر ہیں'' بلکہ کہیں اُن پر اپنی برتری وافضیلت کو ثابت کیا اور کہیں بے تحاشہ توہین آمیز جملے استعمال کئے۔ کشتی نوح آپ نے ضرور مطالعہ کیا ہوگا جس کو مطبع ضیاء الاسلام قادیان نے ۵/ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو شائع کیا اس کے ص ۲۶ پر ہے۔ گو خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ مسیح محمدی (مرزا غلام احمد) مسیح موسوی (عیسیٰ علیہ السلام) سے افضل ہے۔'' کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ مفضول جب اُمتی نہیں ہے تو افضل امت کیسے ہوگا؟ مرزا قادیانی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی گذشتہ ہی زندگی میں مفضولیت کا قائل نہیں ہے بلکہ آئندہ کے لئے بھی دعویدار ہے کہ اب اور کوئی فضیلت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ملنے والی نہیں ہے چنانچہ دافع البلاء مطبوعہ قادیان ۱۹۴۶ء ص ۱۳ پر ہے۔ ''اب خدائے تعالیٰ کوئی نئی عظمت ابن مریم کو دینا نہیں چاہتا'' سبحان اللہ یہ مرزا صاحب منشاء الٰہی کے ٹھیکیدار ہیں جس کو چاہیں عظمت دلائیں اور جسے چاہیں روک دیں اصل میں انبیاء علیہم السلام کی توہین کا خوگر یہ سب مقدمات صرف اس لئے قائم کررہا ہے کہ دل کھول کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدۂ محترمہ حضرت مریم علی ابنہا وعلیہا السلام نیز ان کے پورے خاندان کو گالیاں دی جائیں۔ اسی دافع البلاء کے ص ۲۰ پر ہے۔ ابن مریم کے ذکر کو چھوڑ دو۔ اس سے بہتر غلام احمد ہے۔ اس شعر کے بعد ہی مرزا لکھتا ہے کہ یہ باتیں شاعرانہ نہیں بلکہ واقعی ہیں۔ غور کیجئے کہاں تو مماثلت اور مشابہت کا دعویٰ تھا اور کہاں افضل وبہتر ہونے کا راگ الاپنے لگے۔ کیا اس میں خدا کے ایک عظیم وجلیل اور اولوالعزم پیغمبر کی کھلی ہوئی توہین نہیں ہے؟ جب مفضول وکہتر (مقبول مرزا) امت کی صف سے بلند وبالا اور نبوت وروح اللہ کے مقام ارفع واعلیٰ کی منزل پر متمکن ہے تو جو شخص (معاذ اللہ) اس سے افضل وبہتر ہوگا وہ امت کی صف میں یا امت ونبی دونوں کے درمیان معلق کیونکر رہے گا۔؟

آپ نے مرزا کے اس پوچ دعویٰ کو پھر دہرایا ہے کہ مرزا صاحب قرآن وحدیث سے حضرت عیسیٰ کی وفات ثابت کرتے ہیں۔'' بات یہ ہے کہ مرزا کو جس نے نبی بنایا ہے وہ نبیوں کا ازلی دشمن ہے۔ اور غارت گر ایمان بھی وہ کب چاہے گا کہ کسی نبی کی عظمت باقی رہے اور ان کی امت ان کی عظمت خداداد کے سامنے اپنے عقیدت ومحبت کی جبین کو ٹیکتی رہی وہ تو چاہتا ہے جس طرح

میں عظمت نبوت کا انکار کر کے مردود بارگاہ ہو چکا ہوں۔ سب کو اپنے جیسا ہی بنادوں چنانچہ مرزا نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت وعظمت کے ساتھ صرف کھلواڑ ہی نہیں کیا ہے اور صرف ان کی وفات کو ثابت ہی نہیں کیا ہے بلکہ آسمان سے اپنے کندھوں پر اتار کے کشمیر کے ایک محلہ میں دفن بھی کر دیا ہے۔ کیا تعجب کہ ان کے قاتل بھی یہ خود ہی ہوں ملاحظہ ہو دافع البلاص ۱۳ جو شخص کشمیر سری نگر محلہ یار خان میں مدفون ہے اس کو ناحق آسمان پر بٹھایا گیا کس قدر ظلم ہے۔ یہ ہے مرزا کی نفسانیت کہ جس ذات گرامی کو اللہ تعالیٰ نے رفعت وبلندی عطا فرمائی اس کو وہاں سے کھینچ کر کشمیر میں دفن کر دیا اور خود چچازاد (فاطمہ) کی انجل پر بیٹھ کر توحید وتفرید کی منزل سے چمٹ جانے کی کوشش میں ہے —— یہ البتہ ہو سکتا ہے کہ کشمیر میں کسی بزرگ مسمیٰ عیسیٰ کا مزار ہو لیکن یہ کیسے دعویٰ کر دیا وہ حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام ہی کا مزار ہے؟ یہ تو وہی ہوا کہ بر سبیل مسافرت ایک مرتبہ کاتب الحروف جے پور میں مرزا حبیب بیگ پارس کے یہاں ٹھہرا ہوا تھا تو معلوم ہوا کہ یہاں حضرت آدم کا مزار ہے میں متعجب ہوا کہ شیخ نیازی حضرت آدم کے مزار شریف کی تلاش وجستجو میں اپنے خمیری وطن اجودھیا سے خانۂ کعبہ تک پہنچ گیا لیکن اسے باوجود مزیکی کثیر ڈالرخرچ کرنے کے اس کا صحیح سراغ نہیں مل سکا اور حضرت آدم کا مزار جے پور میں؟ دل کو مطلقاً یقین نہیں آیا پھر بھی خیال ہوا کم از کم اس قبر کو دیکھ تو لیا جائے۔ جب مزار پر حاضر ہوئی تو دیکھا کہ بہت سے زائرین وہاں پہلے ہی سے موجود ہیں میری حاضری کی اطلاع پا کر کچھ میرے ملاقاتی اور مزار شریف کے بعض ذمہ دار حضرات وہاں پہنچ گئے۔ فاتحہ خوانی کے بعد اسی مزار سے متعلق گفتگو شروع ہوئی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ کوئی مجذوب الحال بزرگ تھے جن کا نام حضرت آدم تھا نام کی مماثلت کی وجہ سے یہ بات اس طرح مشہور ہوگئی گویا یہ حضرت آدم ابوالبشر علیہ السلام ہی کا مزار پر انوار ہے اور بہت سے ناواقف اسی نیت سے یہاں حاضر بھی ہوتے ہیں۔ بس یہی مغالطہ مرزا قادیانی کو بھی کشمیر میں واقع قبر کے متعلق ہوا ہے۔ مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کو قرآن وحدیث سے نہ تو ثابت کیا ہے۔ اور نہ کر سکتا ہے کیونکہ ان کا حیات کے ساتھ آسمان پر اٹھایا جانا معتقدات اسلامی سے ہے جس کا ثبوت نصوص قطعیہ احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ہے اور مرزا صاحب نے اس سلسلہ میں جو حدیثیں پیش کی ہیں وہ سب رواۃ واسناد کے اعتبار سے مخدوش ومعلول ہیں اور معارضہ کے وقت احادیث متواترہ کا وہ کسی طرح مقابلہ نہیں کر سکتی ہیں اور پھر عقائد کا مسئلہ دلیل قطعی کے بغیر مسلم نہیں ہو سکتا ہے۔ دلیل قطعی (۱) نصوص قطعی (۲) احادیث متواترہ اور (۳) اجماع امت ہے۔ تو اب آپ مرزا کی وکالت کرتے ہوئے بتائیے کہ اُن کے دلائل متعلق بہ وفات عیسیٰ علیہ السلام، دلائل قطعیہ کے کس قسم میں داخل ہیں اور جس قسم میں داخل ہیں اس کے شواہد کیا ہیں؟ ہو سکتا ہے آپ قرآن عظیم کی دو ایک آیات کریمہ پیش کر کے یہ کہیں کہ یہ نصوص قرآنی ہے تو قبل از وقت یہ عرض ہے کہ جو آیتیں آپ اس سلسلہ میں پیش کریں گے وہ سب آپ کے مفاد کے خلاف واقع ہونگیں۔ چنانچہ سوال نامہ میں آپ نے جس آیۃ کریمہ کو پیش کیا ہے عنقریب اس کی صحیح تفسیر کے ساتھ میں یہ بتاؤں گا کہ جس آیت سے آپ کے مرزا نے وفات عیسیٰ علیہ السلام ثابت کیا ہے اکابر علماء اسلام کے نزدیک اسی آیت سے حیات مسیح علیہ السلام ثابت ہے۔

''جس پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے''

اور پھر مرزا کے دیگر دلائل بھی تو اب ڈھکے چھپے نہیں رہ گئے ہیں۔ لہٰذا نصوص قرآنیہ سے اس سلسلہ میں جو بھی آپ دعویٰ کریں گے وہ سب یونہی رہ جائے گا۔ اور جہاں تک اجماع کا تعلق ہے تو آپ اس میں بھی بالکل ہی بے یارومددگار رہیں گے۔ میں جانتا ہوں کہ دوایک علمائے سلف کی عبارتیں اس باب میں پیش کرنے کی جرأت آپ کریں گے۔ لیکن انشاءاللہ تعالیٰ انہیں اسلاف کرام کے اقوال لامعہ سے آپ کے دعویٰ کی حقیقت ظاہر کر دی جائے گی۔

اب سنئے مرزا کے مذکورہ دعویٰ کے خلاف اکابر علمائے اسلاف کی تشریحات انہیں نصوص قرآنیہ کی تحت جن کو مرزا یا اس کے متبعین نے اپنے اس دعویٰ کے ثبوت میں پیش کیا ہے۔

(۱) تفسیر روح البیان ص۴۵۴ ج۱۔ للعلامۃ الفہامہ الشیخ اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ (وَاِذْقَالَ اللّٰهُ) (آل عمران ۵۵) ای اذکر وقت قول اللّٰه (یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ) ای مستوفی اجلک و معناه انی عاصمک من ان یقتلک الکفار ومؤخرک الی اجل کتبةلک ومميتک حتف انفک لاقتلابایدیهم (ورافعک) الآن (الی) ای الی محل کرامتی ومقرملائکتی وجعل ذلک رفعاً الیه التعظیم. ''اور یاد کر جب اللہ نے فرمایا اے عیسیٰ میں تجھے پوری عمر تک پہنچاؤں گا یعنی اللہ کے فرمان کے وقت کو یاد کرو یعنی تمہاری اجل کو میں مکمل کروں گا اور معنی یہ ہے کہ میں تمہیں تمہارے قاتل کفار سے محفوظ رکھوں گا اس میعاد تک جو میں نے تیرے لئے لکھی ہے اور میں تمہیں طبعی موت دوں گا ان کے ہاتھوں سے قتل نہیں ہوگا اور تمہیں اپنی طرف اٹھالوں گا۔ یعنی محل کرامت (آسمان) ومقر ملائکہ فرشتوں کے ٹھہرنے کی جگہ تک اٹھالوں گا۔ اور تمہارا میری طرف اُٹھایا جانا تمہارا اعزاز واکرام ہے۔''

کیا آیۃ مذکورہ اور اس کی تفسیر سے یہ واضح طور پر معلوم نہیں ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عصمت ومحافظت کو اپنے ذمہ کرم پر لے لیا ہے اور ان کی موت کو ایک مدت کے لئے مؤخر فرمادیا ہے کہ جب موت دینا منظور ہوگا۔ تو انہیں طبعی موت دے گا؟ اور کیا اس عقیدہ کی اس سے پوری وضاحت نہیں ہوگئی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مقام کرامت یعنی آسمان پر اٹھالیا گیا ہے؟

(۲) تفسیر فتح القدیر ص۳۱۳ ج۱، العلامۃ الشوکانی علیہ الرحمہ۔ (وَمُطَهِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا) ای من حیث جوازهم برفعه الی السماء وبعده عنهم الخ. ''اور تمہیں کافروں سے پاک کردوں گا اس طرح کہ آسمان کی طرف تمہیں اٹھا کر اور کفار سے دور کر کے۔'' کیا اس سے معلوم نہیں ہوا کہ یہودیوں کے دسترس سے بہت دور آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھالیا گیا ہے۔

(۳) تفسیر حقی ص۲۰۷، ج۱ (بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ) (النساء:۱۵۸) رد وانکار القتله واثبات لرفعه قال الحسن البصری ای الی السماء اللتی هی محل کرامة الله تعالیٰ وملئکته ولایجری فیهاحکم احد سواه فکان رفعه الی ذلک الموضع رفعا الیه تعالیٰ لانه رفع عن ان یجری علیه حکم العباد الخ. ''بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا۔ یہ آیت کریمہ رد اور ان کے قتل کا انکار اور ان کا آسمان کی طرف اٹھائے جانے کا اثبات ہے۔ اور حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ انہیں آسمان کی طرف اٹھالیا گیا جو اللہ اور فرشتوں کی محل کرامت ہے۔ جس میں اللہ کے سوا کسی کا بھی حکم نہیں چلتا ہے۔ تاکہ ان پر بندے کا حکم نہیں چل سکے۔''

کیا اس تفسیر قرآنی سے پوری وضاحت کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر اٹھایا جانا معلوم نہیں ہو رہا ہے جب متعدد آیات قرآنیہ اور اس کی تفاسیر سے آپ کا آسمان پر اُٹھایا جانا ثابت ہے تو اب ملاحظہ فرمایئے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو موت کب اور کہاں آئے گی۔

(۴) تفسیر جلالین، کمالین، مدارک، بیضاوی وغیرہا میں ہے: (وَاِنَّهٗ) ای عیسیٰ (لَعِلْمٌ لِلسَّاعَةِ) ای علامة القیمة. ''عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قیامت کی نشانی ہے۔ یعنی قیامت کی علامت ہے۔'' نزول عیسیٰ علیہ السلام انتہائی قرب قیامت کی نشانی ہے اور نزول کے بعد ہی آپ کا وصال ہوگا چنانچہ

(۵) تفسیر کشاف ص۱۹۲، ج۱۔ پر اس مسئلہ کو اور بھی زیادہ واضح کر دیا ہے نزول عن السماء کے بعد آپ کی روح زمین پر قبض کی جائے گی۔ (وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا) من سوء جوارهم وخبث صحبتهم وقيل متوفيك قابضك من الارض الخ. ''کافروں سے تمہیں پاک کردوں گا برے پڑوسیوں اور خراب صحبت سے اور کہا گیا کہ نزول عن السماء کے بعد تیری روح زمین پر قبض کی جائے گی۔'' ان آیات وتفاسیر کے بعد کتب کلام میں سے بھی باب عقائد میں علمائے سلف کا ایک حتمی فیصلہ آپ کے سامنے رکھ دینا ضروری ہے تاکہ آپ یہ سمجھ سکیں کہ قرآن وحدیث سے ہمارے اسلاف نے اس باب میں کیا عقیدہ حاصل کیا ہے اور غلام احمد قادیانی اسلاف کے دامن سے ہٹا کر مسلمانوں کس طرف لے جانا چاہتا ہے اقبال نے بڑی اچھی بات کہی ہے:

دولتِ اغیار را رحمت شمرد ☆ رقصہائے کلیسا کرد و مُرد

دوسروں کی دولت کو رحمت شمار کیا ☆ اور کلیسا کا ناچ کیا اور مر گیا

شرح فقہ اکبر عقائد حقہ پر مشتمل ایک مشہور ومعروف اور قابل استناد کتاب ہے کہ باوجود اختلافاتِ مسلک کے مختلف جماعتوں کے اکابر اس کتاب کو باب عقائد میں مسلم جانتے مانتے ہیں۔ اس کے ص۱۳۶ پر الشیخ الامام علامہ علی قاری فرماتے ہیں: (وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنُنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ) ای قبل موت عیسیٰ علیه السلام بعدنزوله عندقیام الساعة فیصر الملل واحدة وهی ملة الاسلام الحنفیة (سورۃ النساء:۱۵۹) ''کوئی کتابی ایسا نہیں جو اس کی موت سے پہلے اس پر ایمان نہ لائے یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے قبل نزول کے بعد قرب قیامت کے وقت اور تمام ادیان میں صرف ایک ہی دین دین اسلام ہوگا۔'' معلوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد اور موت سے پہلے قرب قیامت میں موجودہ تمام اہل کتاب ایمان لے آئیں گے اور صرف ایک ملت اسلامیہ حنفیہ باقی رہ جائیگی کتاب مذکور میں اس کی پوری تفصیل موجود ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد کیا کیا خدمت اسلام انجام دیں گے۔ کتنی عمر میں وفات پائیں گے۔ ویبقی فی الارض اربعین سنة ثم یموت. ''زمین پر چالیس سال زندہ رہیں گے پھر وفات پائیں گے۔'' کون کون لوگ جنازہ کی نماز پڑھیں گے ویصلّی علیهم المسلمون الخ. (مسلمان ان جنازے کی نماز پڑھیں گے) کہاں دفن کئے جائیں گے وغیرہم، انه یدفن بین النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم والصدیق الخ۔ ''وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے قبر انور کے درمیان دفن کئے جائیں گے۔''

ان تمام شواہد و براہین قاطعہ کے ہوتے ہوئے مرزا کا ڈیڑھ اینٹ کی مسجد نما عمارت الگ تعمیر کرنا اسلام کی رفعت و سر بلندی ہے یا اسلام کی بغاوت و دشمنی! اسلامی شریعت پر کاربند ہونا ہے یا اپنی جانب سے نئی شریعت ایجاد کرنا؟ آپ خود فیصلہ کیجئے اور دوٹوک کہئے کہ جو شخص نصوص قرآنی، احادیث صحیحہ متواترہ، تفاسیر قرآن اجماع امت اور ائمہ کلام کے خلاف بکواس کرتا ہے وہ گمراہ اور گمراہ گر تو ہوسکتا ہے مگر مہدی لغوی اعتبار سے بھی نہیں ہوسکتا چہ جائیکہ مہدی موعود ہو جائے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ!

قرآن عظیم کی عظمتوں کے باب میں آپ نے بہت زور مارا ہے اور اس سلسلہ میں قادیانی اور قادیانیوں کے چودہ اہم اقتباسات کتب پیش کر دیا ہے —— چودہ نہیں چودہ ہزار یا چودہ لاکھ ان کے اقتباسات و اقوال آپ پیش کریں لیکن اگر اس کے خلاف اسی کی کتاب سے ثابت ہو جائے تو اب جب تک وہ اس بات سے توبہ نہیں کرے گا اس کے چودہ لاکھ دلائل و براہین ردی کے ٹوکرے میں ڈال دینے کے قابل ہیں۔ کیا آپ نہیں جانتے ہیں کہ ایک بالٹی آب زمزم شریف میں (خاکم بدہن) اگر ایک قطرہ شراب کا یا پیشاب کا پڑ جائے یا ڈالا یا جائے تو پوری بالٹی کا آب زمزم نجس اور ناقابل استعمال ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ مرزا اور مرزائیوں نے قرآن عظیم کی عظمتوں کا خوب خوب خطبہ پڑھا ہے بلکہ یہاں تک دعویٰ کرتا ہے کہ اب آسمان کے نیچے ایک ہی نبی اور ایک ہی کتاب ہے یعنی قرآن پاک الخ۔ تو میں کہوں گا کہ یہ سب ڈھونگ ہے اور خلق خدا کو گمراہ کرنے کے اسباب ہیں۔ میں نے پہلے ہی اشارہ کیا تھا کہ مرزا نے مذہب کو سیاست حاضرہ کا رنگ دیکر پہلو دار بنا دیا ہے وہ اور اس کے متبعین ہمیشہ دوہری پالیسی اختیار کرتے ہیں کہ چھٹکارا پانے کا راستہ بہرحال ایک طرف سے ضرور ہے۔ چڑھائی تو کوئی ایک ہی راستہ سے کرے گا پھر بھی دوسری طرف سے نکل بھاگنے کا راستہ رہے گا۔

دُہرا مکان بنایا ہے رہنے کو یار نے ☆ گھیرا جو ادھر سے تو ادھر سے نکل گیا

ہاں آپ نے مرزا کا یہ دعویٰ پیش کیا ہے کہ اب آسمان کے نیچے صرف ایک کتاب قرآن ہی ہے۔ جس میں فلاح دارین پوشیدہ ہے۔ کیا آپ کے گھر میں آپ کی لائبریری میں یا آپ کی بستی میں قرآن پاک کے علاوہ کوئی اور دوسری کتاب نہیں ہے ممکن ہے میرے اس سوال کے جواب میں مجھے عقل سے پیدل بتاتے ہوئے آپ یہ کہیں کہ کتابیں تو بے شمار ہیں مگر مرزا صاحب کا مقصد یہ ہے کہ ایسی کتاب جس کو صحیح طور پر آسمانی سمجھا جائے اور جس کتاب پر ایمان لایا جائے اور جو آمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ. "میں اللہ اور اس کے فرشتے اور اس کی کتابوں پر ایمان لایا" میں شامل ہو وہ صرف اور صرف قرآن عظیم ہے اگر واقعی اس جواب کے مطابق آپ کا ایمان ہے تو آپ نے مرزائیت کا ابھی مطالعہ نہیں کیا ہے۔ اس کی تصانیف کے مطالعہ کے بعد میں پورے اعتماد و یقین سے کہتا ہوں کہ یہ بھی مرزا کا ایمان کش فریب ہے وہ اس طریقہ سے قرآن پر ایمان رکھنے والوں کو اپنے سے قریب کر کے گمراہ کرنا چاہتا ہے۔ سنئے اور مرزا ہی کی زبانی سنئے۔

(۱) براہین احمدیہ ص ۴۸۶ ج ا سبحان الله تبارک وتعالیٰ زادمجدک وینقطع ابائک ویبداء منک الخ مرزا صاحب نے مذکورہ عبارت کا ترجمہ خود ہی اس طرح کیا ہے (اس نے تیرے مجد کو زیادہ کیا تیرے آباء کا نام اور ذکر منقطع

ہوجائے گا اور خدا تجھ سے ابتداء شرف ومجد کا کرے گا) یہاں آباء اور ذکر سے کیا مراد ہے نیز ابتدائے شرف ومجد کا کیا مقصد ہے؟ اگر آپ یہ کہیں کہ آباء سے مراد ان کے خاندانی باپ دادا ہیں تو یہ مرزا کے افکار ونظریات کے بالکل ہی خلاف ہوگا کیونکہ بہرحال وہ اپنے طور پر نسبی نسبت پر روحانی نسبت کو مقدم رکھتا ہے اور جب اس کے خون میں اسرائیلی وفاطمی دونوں متضاد خون شامل ہے تو یقینی طور پر آباء سے مراد ان دونوں سلسلہ میں وہ افراد ہوں گے جو روحانیت کے تاجدار ہوں اب خواہ وہ کوئی بھی نبی و رسول ہوں یا صدیق وشہید ہوں یا ولی خدا ہوں کوئی تخصیص نہیں ہے سب کا نام ونشان قطعاً مٹادیا جائے گا۔ جب آباء کا تعیین ہوجائے گا تو اس کے ذکر کا تعیین خود بخود ہوجائے گا اگر آباء میں حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ اور سید کائنات احمد مجتبیٰ، محمد مصطفےٰ صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیہم ہوں اور ذکر سے مراد یقینی طور پر توراۃ وانجیل اور قرآن پاک ہوگا۔ مرزا اس کی وحی کے مطابق نہ توان کے آباء کا شرف ومجد باقی رہے گا اور نہ ہی ان کا ذکر (کتب سماوی) رہے گا کیونکہ اب شرف ومجد اور نسبت کی ابتداء تو مرزا سے ہی ہورہی ہے۔ مرزا صاحب ''ایک غلطی کا ازالہ'' میں لکھتے ہیں میں اسرائیلی بھی ہوں اور فاطمی بھی اور دونوں خونوں سے حصہ رکھتا ہوں لیکن میں روحانیت کی نسبت کو مقدم رکھتا ہوں۔ اب آپ ہی کہیے مرزا نے مقدس اور روحانی شخصیتوں اوران کے ذکر (کتب سماوی) کو مانا یا منقطع کردیا؟ اور اب اس کے اِس دعوے کی کیا حیثیت باقی رہ گئی ہے کہ آسمان کے نیچے صرف ایک ہی کتاب قرآن ہے؟

قرآن عظیم کے ماننے اور نہ ماننے کی بات تو واضح ہوچکی۔ پھر بھی ممکن ہے کہ آپ کو گمان ہو کہ یہ بات تو مرزا صاحب کی الہامی کتاب سے اشارۃً کنایۃً ثابت ہوئی۔ لہٰذا میں آپ کو اب اس طرف لے چلتا ہوں جہاں صراحتاً مرزا نے صرف قرآن پاک ہی کو مدارنجات قرار نہیں دیا ہے بلکہ اس کے ساتھ دوسری باطل کتاب کو بھی جوڑ دیا ہے۔ آسمانی کتابوں میں صرف قرآن ہی کو موجودہ زمانہ میں صحیح اور سچا ماننا ان کے نزدیک اسلام نہیں ہے بلکہ اصل اسلام تو ان کے یہاں یہ ہے کہ قرآن کے ساتھ براہین احمدیہ کو بھی کلام خدا اور منزل من اللہ مانا جائے۔ مرزا نے جس حیثیت سے قرآن کو مانا ہے اسی حیثیت بلکہ اس سے زیادہ تاکیدوں کے ساتھ براہین کو ماننا اور ماننے کی ترغیب دی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ملاحظہ ہو!

(۲) ''ایک غلطی کا ازالہ'' طابع وناشر محمد یٰسین احمدیہ کتب خانہ قادیان ـــــ اور میں جیسا کہ قرآن شریف کی آیات پر ایمان رکھتا ہوں ایسا ہی بغیر فرق ایک ذرہ کے خدا کی اس کھلی کھلی وحی پر ایمان لاتا ہوں جو مجھے ہوئی'' کیا مرزا کی اس عبارت میں بھی کوئی بات ڈھکی چھپی رہ گئی ہے جس کی وضاحت کی جائے۔ قرآن پاک کے ایک لفظ ایک نقطہ یا بقول آپ کے ایک شوشہ کو کوئی نہ مانے تو وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے کہ کیا اسی طرح مرزا کی الہامی کتاب کا ایک نقطہ ایک شوشہ کو نہ مانے تو وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہوجائے گا؟ اگر آپ کا جواب نفی میں ہو تو ''ایسا ہی بغیر فرق ایک ذرہ کے'' ماننے کا کیا مطلب ہوا۔ کیا مرزائی لوگ مرزا کے اقوال وعقائد کو اپنے لئے مشعل راہ نہیں بناتے ہیں؟ اور اگر آپ کا جواب اثبات میں ہے یعنی جو براہین کو قرآن کریم کی طرح بغیر فرق ایک ذرہ کے نہ مانے وہ بے ایمان۔ ہے تو بتایئے بقول آپ کے ایک کروڑ مرزائیوں کو چھوڑ کر بقیہ تقریباً

ایک ارب مسلمان سب کے سب بے ایمان ہی ہیں۔ اسی کسوٹی پر آپ اپنے پلانوں میں دیکھ لیجئے کہ آپ کے علاوہ کوئی اور بھی مسلمان نظر آتا ہے؟ دوسری بات یہ ہے کہ مرزا نے قرآن شریف کی طرح بغیر فرق ایک ذرہ کے براہین احمدیہ کو قرار دیکر فرمان الٰہی کی شدید مخالفت کی یا نہیں؟ قال اللہ تعالیٰ: فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ (اس جیسی ایک ہی سورت تو لے آؤ) (کنز الایمان)۔ قرآن کے مثل کسی ایک سورۃ کا بھی پیش کرنا محال ہے لیکن مرزا نے پوری کتاب پیش کرنے کی جسارت کی ہے کیا آپ کے نزدیک یہ جرأت حکم الٰہی اور قرآن عظیم کی کھلی ہوئی توہین نہیں ہے۔ اگر توہین نہیں ہے تو کیا آپ کسی بے ایمان چور چمار کو یہ کہنے کی اجازت دیتے ہیں کہ بر سر عام وہ یہ دعویٰ کرے کہ غلام احمد قادیانی بغیر فرق ایک ذرہ کے میری ہی طرح ہے اور جیسا کہ شراب خانہ میں میری بکواس ہے بغیر فرق ایک ذرہ کے ویسا ہی مرزا کی براہین ہے۔

اگر آپ کو مرزا سے دور کا بھی کوئی تعلق ہوگا تو یقیناً اس دعویٰ میں مرزا اور اس کی براہین کی عظیم و جلیل توہین سمجھیں گے اور ہرگز کسی کو ایسی اجازت دینے کے لئے تیار نہیں ہوں گے کہ مرزا یا اس کی براہین کی مثلیت و برابری کا دعویٰ کرتا پھرے۔ اسی طرح مسلمانوں کے نزدیک بھی مرزا کا قول مذکور بدتر از بول ہے اور قرآن مجید کی بدترین توہین ہے۔ بالفرض اگر مرزا کا قول اسی کی ذات تک محدود ہوتا تو یہ کہہ کر گذر جا سکتا تھا کہ بے ایمان کا ایمان ہی کیا جانے دو جو کہا اسی کے ساتھ گیا۔ لیکن وہ تو اپنے قول و کردار کو اپنے متبعین کے لئے مشعل راہ قرار دیتا ہے بلکہ مدار نجات ٹھہراتا ہے۔ ایسی صورت میں کون مرزائی ہوگا کہ جو اس کے ایمان پر شک و شبہہ کر کے بھی مرزائی باقی رہے۔ ـــــ مرزا کی کتابوں کے مطالعہ سے تو یہاں تک معلوم ہوتا ہے کہ وہ دیگر آسمانی کتابوں ہی کی طرح براہین احمدیہ کو نہیں مانتا بلکہ اس سے کہیں زیادہ اہمیت و عظمت اپنی براہین کو دینا چاہتا ہے۔ کہ کسی آسمانی کتاب کی حقانیت و صداقت کے لئے کعبہ شریف میں جا کر قسم کھانے کی ضرورتِ محسوس نہیں کی گئی مگر براہین کی صداقت اور اس کے کلام الٰہی ہونے کے لئے وہ ایسے مصر ہیں کہ کعبہ شریف میں جا کر قسم کھانے کو پابہ رکاب ہیں۔

(۳) حوالۂ مذکور" اور میں بیت اللہ شریف میں کھڑے ہو کر قسم کھا سکتا ہوں کہ وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے وہ اسی خدا کا کلام ہے۔ آخر ایسا کیوں کیا قرآن عظیم کے مخالفین سے ان کا سابقہ نہیں پڑا تھا اور کیا کبھی انہوں نے قرآن پاک کے مخالفین کے مقابلہ میں یہ کہا کہ میں اس کے حق ہونے پر بیت اللہ شریف یا بیت المقدس میں کھڑے ہو کر قسم کھانے کو تیار ہوں۔ جب کہ اکثر اسے مخالفین قرآن سے مکالمہ کا موقع ملا۔ بلکہ اسی باب میں مناظرہ تک کی نوبت آئی تو وہاں زبان پر مہر سکوت کیوں لگی ہوئی تھی جب اپنی بناوٹی کتاب کی حقانیت و صداقت کی بات آئی تو قسم کھانے کے لئے بیت اللہ شریف جانے کو کھڑے ہیں۔ کیا مرزا کی اس شاطرانہ چال سے ابھی بھی آپ منزل یقین کو نہیں پار ہے ہیں اور کیا آپ کا دل نہیں بولتا ہے کہ مرزا نت نئے طریقوں سے قرآن عظیم پر اپنی بناوٹی کتاب کو فوقیت دینا چاہتا ہے۔ نیز قرآن عظیم کی براہین احمدیہ کے مقابلہ میں توہین و تذلیل کر کے مسلمانوں کی حمیت دینی کو مجروح بلکہ چیلنج کر رہا ہے۔

بس بعض مجبوریوں کے پیش نظر اپنی تحریر کا سلسلہ ابھی یہی ختم کر رہا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اگر واقعی سائل نے مخلصانہ طور

پر اپنی دستگیری کا سوال کیا ہے تو مولائے کریم بطفیل نبی رؤف ورحیم اسے صراط مستقیم کی ہدایت دے اور سواد اعظم کے طریق پر گامزن رکھے اور نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کے دجالوں سے بچائے آمین۔ یارب العالمین بجاہ سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیھم اجمعین برحمتک یاارحم الراحمین۔

نوٹ: مرزا قادیانی اور اس کے طوانیت کے کثیر اقوالِ کفریہ خبیثہ کو دیکھنا ہو تو فقیر غفرلہ کی تالیف ''قادیانی دھرم'' کا مطالعہ کیجئے جو اُردو، انگلش اور ڈچ زُبانوں میں دستیاب ہے۔

الفقیر عبد الواجد قادری غفرلہ، دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۲/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ، ۲۹ مارچ ۱۹۸۱ء

استفتاء ۲۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام معصوم ہیں مگر زید کا قول فلسفیانہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی خطا کار ہیں اور ثبوت کیلئے حضرت آدم علیہ السلام وغیرہ کا ذکر لاتا ہے۔ لہٰذا کیا درست ہے اگر خطا اور گناہ میں فرق ہے تو جواب دیں۔ آیا اگر گناہ گار نہیں تو خطا کار ہیں اور دونوں نہیں ہیں۔ تو نص قطعی سے ثابت کیجئے۔

المستفتی: محمد مظہر الحق رضوی، خادم جامع مسجد، مسلم محلہ چاس، بوکارو، اسٹیل سیٹی

۹۲/۸۶ھ

الجواب بعون الملک الوھاب!

زید انتہائی بے قید بلکہ کیدِ شیطانی کا صید ہے۔ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ عظمت سے غافل وبے خبر ہے۔ خالق کے علاوہ کسی مخلوق کو سزاوار نہیں ہے کہ وہ کسی نبی کو عاصی وگنہ گار کہے۔ خالق عزوجل مالک ومعبود ہے اور انبیاء علیہم السلام اس کے محبوب بندے ہیں۔ مالک کو اختیار کلی ہے کہ جس بندے کو جس طرح چاہے خطاب فرمائے اور بندے کو اختیار ہے کہ عجز و بندگی کے جس انداز سے چاہے اپنے آپ کو مالک کی بارگاہ جلالت میں پیش کرے۔ کسی دوسرے کو اختیار نہیں ہے کہ ان کے درمیان موشگافی کرے۔ امت مسلمہ کا عقیدہ مسلم ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام مطلقاً معصوم ہیں۔ تفسیرات احمدیہ میں ہے: **انھم معصومون من الکفر قبل الوحی و بعدہ بالاجماع وکذا عن تعمد الکبائر عندالجمھور الخ.** ''بالاجماع انبیاء کرام قبل وحی اور بعد وحی کفر سے پاک ہوتے ہیں جمہور کے نزدیک عمداً کبائر سے بھی پاک ہوتے ہیں۔'' اور فقہ اکبر میں ہے، **الانبیاء کلھم معصومون الخ** ''تمام انبیاء گناہوں سے پاک ہوتے ہیں۔'' گنہگار وخطا کار اسے کہا جاتا ہے جو کسی کبائر کا مرتکب ہو یا صغائر پر اصرار کرتا ہو اور حضرات انبیاء علیہم السلام کی بارگاہ میں ایسا عقیدہ رکھنا کفر ہے۔ **من قال ان کل معصیۃ کفر**

وقال مع ذلک ان الانبیاء علیہم السلام عصوا فکافر لانہ شاتم الخ. "جس نے کہا کہ ہر معصیت گناہ ہوتا ہے اور اسی کے ساتھ کہا کہ انبیاء کرام نے ارتکاب معصیت کی ہے تو کہنے والا کافر ہو جائے گا اس لئے کہ وہ شاتم ہے۔" (عالمگیری جلد:۲،ص:۸۸۳)

لہٰذا زید اپنے قول بدتر از بول سے توبہ استغفار کرے۔ اور تجدید ایمان و نکاح بھی کرے۔ وھو تعالیٰ اعلم

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۳/شوال المکرم ۱۴۰۱ھ

استفتاء ۲۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

روزانہ ہماری مسجد میں صبح کی نماز کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عقیدت مندانہ سلام مع قیام پیش کرتے ہیں۔ لیکن بعض لوگوں کا اس پر اعتراض ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ بدعت ہے۔ اگر قیام وسلام پیش کرنا بارگاہ رسول میں، جو ہم لوگ صبح کی نماز کے بعد کرتے ہیں، بدعت ہے تو کونسی بدعت ہے؟ اور اگر جائز ہے تو بحوالہ قرآن وحدیث وفقہ مدلل جواب سے نوازیں تا کہ اس فتنہ کو ہم لوگ دبا سکیں اور گمراہی سے بچیں۔

المستفتی: محمد اسحاق، محلّہ ڈاکٹر ڈانگہ، پوسٹ ڈاکٹر ڈانگہ، ضلع پرولیا، بنگال

۹۲/۷۸۶

الجواب ـــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــ !

صلوٰۃ وسلام ببارگاہ خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام افضل مندوبات واحسن معمولات سے ہے، جس کے فضائل وبرکات سے کتاب وسنت مملو ہیں۔ قرآن کریم میں مطلقاً ارشاد باری تعالیٰ ہے صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْماً. (سورۃ الاحزاب:۵۶) "ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔" (ترجمہ کنزالایمان) (ان پر درود بھیجو اور کثرت وقرینہ سے سلام) اگر حکم الٰہی کی بجا آوری کے لئے وقت وایام کی تخصیص کرلی جائے تو یہ عندالشرع بدعت نہیں ہے بلکہ محبوب ومطلوب ہے کہ جب کسی کام کے لئے وقت یا دن یا تاریخ مقرر کی جاتی ہے تو وہ کام انجام پذیر ہو ہی جاتا ہے اور اگر اس سے بے نیازی برتی جاتی ہے تو بعض اہم کام بھی انجام نہیں پاتے ہیں۔ یہ مصلحت عندالشرع اس قدر محبوب ہے کہ پانچوں وقت کی نمازوں کا وقت مقرر کیا گیا، روزے کے ایام مقرر ہوئے، حج کی تاریخ مقرر ہوئی، سب میں یہی مصلحت کارفرما ہے۔ پس جن مسلمانوں نے بعد نماز فجر یا بعد نماز جمعہ جماعت کے ساتھ درود وسلام پڑھنے کا التزام کیا ہے، یہ لزوم شرعی نہیں بلکہ وقت پر درود وسلام پڑھ لینے کے لئے ہے تا کہ اس کے برکات سے مسلسل

فیضیاب ہوتے رہیں اوراس کی خوبی واچھائی حدیث پاک سے ثابت ہے۔ خیر الامور ادومھا۔ ''سب سے بہتر کام وہ ہے جس پر مداومت کی جائے۔'' وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ماراٰی. المُسْلِمُوْنَ خَیْرًا فَھُوَ عِنْدَاللّٰہِ خَیْرٌ. ''جسے مسلمان اچھا گمان کریں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔''

جو لوگ بعد نماز فجر درود وسلام کو منع کرتے ہیں ان پر ضروری ہے کہ وجہ ممانعت ثابت کریں۔ صرف یہ کہنا کہ قرون اولیٰ میں یہ التزام نہیں پایا جاتا ہے، اس لئے یہ بدعت ہے یا ناجائز ہے، عندالشرع مقبول نہیں۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: الفعل یدل علی الجواز وعدم الفعل لایدل علی المنع. یعنی کسی کام کے کرنے کا ثبوت اس کے جواز کی دلیل ہے لیکن کسی کام کا نہ کیا جانا اس کی ممانعت پر دال نہیں۔ پس یہ طریقہ جو مسلمانوں نے جاری کیا ہے جائز ودرست ہے اور بدعت مستحبہ ہے۔ اس کو وہی منع کرے گا جسے دین سے واقفیت نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۲/صفر المظفر ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۲۵

مسئلہ: ہم لوگوں کے محلہ انجمن کمیٹی ستی گھاٹ میں جتنے لوگ ہیں سب کے سب سنی ہیں۔ محلہ میں جو پہلے امام تھے، انتقال کر چکے ہیں۔ اس کے بعد تین امام آئے اور چلے گئے۔ چوتھے مولوی محمد عباس آئے ہیں۔ وہ پڑھے لکھے کم ہیں۔ یہاں امامت کرتے ہیں اور تبلیغ کا کام بھی شروع کر دیئے ہیں۔ تبلیغ میں مسلمانوں کو بلا کر اشرف علی تھانوی، حافظ زکریا اور پالن حقانی کی کتابیں بہشتی زیور، تبلیغی نصاب، شریعت وجہالت پڑھ کر لوگوں کو سنایا کرتے ہیں۔ ہم لوگوں نے کہا کہ مولوی صاحب ایسی تبلیغ جائز کہاں ہے؟ مولوی صاحب نے کہا کہ ہاں ایسی تبلیغ جائز ہے۔ پھر ہم لوگوں نے کہا کہ یہ کتابیں دیوبندیوں کی ہیں۔ آپ اس کو مسجد میں پڑھ کر لوگوں کو کیوں گمراہ کرتے ہیں۔ ہم لوگ فاتحہ نیاز کرنے والے سنی مسلمان ہیں۔ تو مولوی صاحب نے کہا کہ یہ سب کتابیں بھی سنیوں کی ہیں۔ لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ اشخاص اور کتابیں سنیوں کی ہیں یا نہیں؟ اس کا معقول جواب صاف صاف دیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ مولوی عباس قیام نہیں کرتے ہیں۔ ہم لوگوں کے اصرار پر کبھی کبھی قیام کر لیتے ہیں۔ لہٰذا قیام جائز ہے یا نہیں اس کا بھی جواب عنایت کیجئے۔ اور مولوی مذکور کے پیچھے ہم لوگوں کی نماز ہوگی یا نہیں؟ معقول جواب تحریر فرمائیں۔ اور اشرف علی تھانوی پر کون کون سے مولانا نے کفر کا فتویٰ دیا

ہے، اس کو بھی خلاصہ لکھئے۔

المستفتی: محمد صلاح الدین انصاری، سی ایف، مجید سنٹر، مقام ستی گھاٹ، پوسٹ جھاجھا، ضلع مونگیر

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــــ

اشرف علی تھانوی وہ ہے جس نے اعلم الخلق سید کائنات علیہ التحیۃ والزاکیات کی ارفع واعلیٰ شان میں شدید وصریح گستاخی کی ہے۔ اس نے اپنی کتاب حفظ الایمان میں لکھا ہے کہ نبی کریم کے ایسا علم زید وبکر، بچے بوڑھے، پاگل و دیوانہ، یہاں تک کہ کتا، سور، گدھا، بلی سب کو حاصل ہے۔ العیاذ باللہ رب العلمین۔ بارگاہ رسالت میں اشرف علی کی یہ ایسی بدترین گستاخی ہے جس کی وجہ سے علمائے عرب وعجم نے اس پر کفر وارتداد کا فتویٰ دیا ہے۔ کمافی حسام الحرمین وفتاوی علمائے دنیا۔ زکریا سہارنپوری اور پالن گجراتی دونوں اشرف علی کے معتقد اور پیرو ہیں بلکہ اس کے مشن کے ترجمان۔ اس لئے ان دونوں کا بھی وہی حکم ہے جو اشرف علی کا ہے۔ قال صلی الله علیه وسلم المرء مع من احب. ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔'' اشرف علی کی کتاب بہشتی زیور، زکریا کی کتاب تبلیغی نصاب اور پالن کی شریعت یا جہالت، بے شمار غلط مسائل پر مشتمل اور گمراہ کن ہے۔ از روئے شرع عام مسلمانوں کو ایسی کتابوں کے پڑھنے سننے کی ہرگز اجازت نہیں ہے۔ کمامنع سیدنا عمر رضی الله تعالیٰ عنه عن قرأة التوراة وانها کانت منزلة من الله تعالیٰ عز وجل. ''جیسا کہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو قرأت تو ریت شریف سے روک دیا گیا حالانکہ توریت شریف بھی اللہ عز وجل کی نازل کردہ کتاب ہے۔'' سائل نے جس عباس کا تذکرہ کیا ہے وہ تقیہ باز وہابی ہے۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ اسے منصب امامت سے فوراً علیحدہ کردیں اور جس قدر نمازیں اس کی اقتدا میں پڑھی گئی ہیں سب کا لوٹانا بھی فرض ہے۔ قال العلامة الشامی ''للفاسق المعلن'' لان فی تقدیمه تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعا الخ. وهذا الرجل فاسق العقیدة فالحکم اشدواهم منه. ''علامہ شامی نے فاسق معلن کے متعلق فرمایا، اس کو امامت کے لئے مقدم کرنے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شرعاً مسلمانوں پر اس کی اہانت واجب ہے اور مذکورہ شخص فاسق فی العقیدہ ہے اس لئے اس کا حکم فاسق معلن سے بھی سخت اور اہم ہے۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قیام تعظیمی جائز و درست مستحب ومندوب ہے۔ صلوٰۃ وسلام پیش کرنے کے آداب میں صاحب درمختار نے فرمایا کہ جس طرح نماز میں کھڑے ہوتے ہیں اسی طرح کھڑے ہوکر صلوٰۃ وسلام پیش کرے اور یہ سمجھے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنفس نفیس دیکھ رہے ہیں اور صلوٰۃ وسلام کے کلمات کو سن رہے ہیں۔ ویقف کمایقف فی الصلوٰة الخ. ''جیسا کہ نماز میں کھڑے ہوتے ہیں ویسے ہی کھڑا ہو۔'' والله تعالیٰ اعلم ورسوله صلی الله تعالیٰ علیه وعلی اله وصحبه وبارک وسلم۔

کتبـــــه

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۲۲/صفر المظفر ۱۴۰۲ھ

استفتاء [۲۶]

مسئلہ: بحضور مفتی صاحب! السلام علیکم

آپ کے دارالافتاء سے دو فتویٰ آئے اور اس کی روشنی میں ہم لوگوں نے توبہ کیا۔ اب ایک سوال اور بھی حاضر خدمت ہے۔ امید کہ جواب سے نوازیں گے۔ مندرجہ ذیل حوالجات صحیح ہیں یا غلط؟ اور ان حوالجات کی روشنی میں جو مسئلہ واضح کیا گیا ہے وہ صحیح ہے یا نہیں؟ اصل مسئلہ کیا ہے؟؟؟ فتاویٰ عالمگیری جلد اول ص۴ مقدمہ میں ہے: ''شریعت کو چھوڑ کر اپنے نفس کی راہ اختیار کرنا گمراہی ہے''۔ تفسیر ابن کثیر پارہ نمبر ۵، ص نمبر ۵۳ میں ہے ''اس روایت سے کھڑا ہونا ثابت نہیں ہے۔'' ''حضور ﷺ نے ختم زندگی تک قیام یعنی کھڑے ہونے کو مکروہ سمجھا ہے''۔ مظاہر حق جلد۴، ص۶۴ میں ہے، قیام کے بیان میں، اس سے بھی پتہ چلا نہیں کھڑے ہونے کو'' حدیث حضرت ابوامامہ سے روایت ہے کہ تعظیم کے لئے کھڑا ہو گئے۔ اس وقت حضور نے فرمایا کہ عجمیوں کی طرح بعض لوگ بعض کی تعظیم کے لئے کھڑے نہ ہوا کرو''۔ ابوداؤد شریف جلد تیسری پارہ ۲۳، ص ۶۶۸ اور مظاہر حق قیام کے بیان میں اور غایۃ الاوطار اردو ترجمہ درمختار جلد۴، ص۲۲۰ میں ہے، اس روایت سے پتہ چلا کہ تعظیم کے لئے کھڑا نہ ہو۔ ''حضرت ابومجلز فرماتے ہیں کہ جب حضرت امیر معاویہ گھر سے نکلتے تو حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت ابن صفوان رضی اللہ عنہم انہیں دیکھ کر کھڑے ہو جاتے تھے تعظیماً۔ تو حضرت معاویہ نے فرمایا، تم دونوں بیٹھ جاؤ۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ جس کو اس بات سے خوشی ہو کہ لوگ اس کیلئے بت کی طرح کھڑے ہوں، تو اسے اپنا ٹھکانا جہنم میں ٹھیک کر لینا چاہئے''۔ عالمگیری ص۳۰ مقدمہ میں فرمایا ''کہ حضور پرنور اپنے عالم حیات میں لوگوں کو کھڑے ہونے سے منع فرمایا کرتے تھے۔ اب وفات کے بعد پوری جماعت کا کیونکر کھڑا ہونا جائز ہوگا؟ رسول اللہ، صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین کسی کے زمانہ میں سامنے کھانا رکھ کر فاتحہ نہیں پڑھا گیا جیسا کہ حنفیہ کی مستند کتاب مجموعۃ الفتاویٰ کتاب الجنائز میں ہے اور علامہ بریلوی مرحوم نے بھی اس قسم کی بدعت سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے۔ احکام شریعت حصہ دوم ص ۱۳۲۔

المستفتی: صلاح الدین، مقام ستی گھاٹ، پوسٹ جھاجھا، ضلع مونگیر، بہار

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــــــــــ!

بعد ماهو المسنون! سوال مذکور کی اکثر عبارتوں میں کتر بیونت ہے۔ کہیں شروع میں اہم عبارتوں کو چھوڑ دیا ہے اور کہیں آخیر سے حذف کر دیا ہے۔ اگر اس کا تفصیلی جواب دیکھنا ہو تو مولانا مشتاق احمد نظامی کی کتاب ''قہر آسمانی بر فتنہ حقانی'' اور

علامہ ارشد القادری کی کتاب ''شریعت'' نظامی کتابستان نخاس کہنہ الہ آباد سے منگوا کر مطالعہ کیجئے۔ آپ نے جتنی عبارتیں نقل کی ہیں وہ پالن گجراتی کی دینیات میں ڈکیتی کا ایک ہلکا نمونہ ہے۔ پہلے وہ جان و مال پر ڈاکے ڈالتا تھا اور اب عقیدہ وایمان مسلم پر ڈاکے ڈالتا ہے۔ اس کا یہ قدیمی اور آبائی پیشہ ہے۔ صرف ڈکیتی کی راہیں بدل گئی ہیں۔ سرکار دو عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے قیام تعظیمی جائز ومستحسن ہے۔ علامہ بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم یجلس معنا فی المسجد یحدثنا فاذاقام قمناقیاماً حتی نراہ قد دخل بعض بیوت ازواجہ. ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کے ساتھ مسجد میں تشریف فرما ہوتے اور ہم سے گفتگو فرماتے تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تو ہم بھی کھڑے ہو جاتے اور ہم اس وقت تک دیکھتے رہتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کسی کے دولت کدہ پر تشریف لے جاتے۔'' (مشکوۃ شریف ص ۴۰۳)۔ اور فقہ کی مشہور کتاب طحطاوی میں قیام تعظیمی کی صراحت موجود ہے۔ قیام قاری القرآن للعادۃ تعظیما لایکرہ اذاکان ممن یستحق التعظیم الخ. ''قاری قرآن کا عادۃً مستحق تعظیم شخص کے لئے کھڑا ہونا مکروہ نہیں۔'' جب قیام کرنا مطلقاً مکروہ ہی نہیں تو جن کے قدم پاک سے عظمتیں لپٹی ہوئی ہیں ان کے لئے تعظیماً قیام کرنا کیونکر ممنوع ہوگا۔ جب کہ آپ کی عظمت وتعظیم میں مبالغہ کرنے کا حق شرعی مسلمانوں کو حاصل ہے۔ علامہ علی قاری علیہ رحمتہ الباری فرماتے ہیں: ای یبالغوا فی تعظیمہ و توقیرہ ای یعظموہ. ''یعنی خوب ان کی تعظیم وتوقیر کرو۔'' (شرح شفا، ج ۱، ص ۱۴۴) وھو اعلم!

(۲) کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنے میں کوئی حرج وممانعت نہیں ہے۔ فاضل بریلوی علیہ الرحمہ پر پالن گجراتی نے تہمت تراشی ہے جو اس کی فطرت ہے۔ کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ دینے کی ممانعت شرع شریف میں وارد نہیں ہے اور بخاری شریف کی شرح میں علامہ عینی میں فرماتے ہیں: الفعل یدل علی الجواز وعدم الفعل لایدل علی المنع الخ. ''فعل جواز کی دلیل ہے اور عدم فعل ممانعت کی دلیل نہیں۔'' پس وہ مباح ودرست ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم.

الفقیر عبد الواجد قادری غفرلہ خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۴/ ربیع النور ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۲۷

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں

میرے گاؤں میں ایک امام صاحب ہیں۔ اس نے اپنی تقریر میں کہا کہ نہ مجھے پیر نہ اولیائے کرام کی ضرورت ہے، نہ پیغمبر کے واسطے کی ضرورت ہے۔ سوال کرنے پر اس نے کہا کہ طفیل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کیا ضرورت ہے؟ دوسرا سوال کیا گیا کہ اذان کے بعد جو دعا ہے اس میں وسیلہ کا ذکر آیا ہے تو امام

صاحب۔ نے کہا کہ جنت میں ایک مقام ہے۔ امام کو واسطہ سے انکار ہے۔ امام صاحب کہتے ہیں کہ جب اللہ شاہ رگ سے قریب ہے تو کسی کے واسطہ کی کیا ضرورت ہے۔ ہم لوگ اشرف المخلوقات ہیں، ہم لوگ اگر خود دعا کریں تو اللہ سے قریب ہو سکتے ہیں۔ ذریعہ اور واسطہ کی کیا ضرورت ہے۔

جو شخص اس قسم کا جملہ کہتا ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے کہ نہیں۔ اس کو قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب عنایت کریں۔

المستفتی: محمد معیز الدین، ساکن توئی، پوسٹ پہاڑ پور توئی، ضلع ویشالی

۸۶/۹۲

الجواب ــــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــــ!

صورت مسئولہ میں امام مذکور کا انبیاء ومرسلین، شہدا وصالحین کے وسیلہ سے انکار، ان کی گمراہی و بد مذہبیت پر دلالت کرتا ہے کہ انہوں نے کتاب وسنت واجماع امت کے خلاف اپنے عقائد باطلہ وخیالات فاسدہ کا اظہار کیا اور وسیلہ کو جنت کا ایک مقام بتایا۔ اس کو یہ بھی معلوم نہیں کہ جنت کا اعلیٰ وافضل مقام ''مقام محمود'' ہے نہ کہ وسیلہ۔ وسیلہ کے متعلق قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا: وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَافِرِينَ. ''اور اس سے پہلے اسی نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے تو جب تشریف لایا ان کے پاس وہ جانا پہچانا اس سے منکر ہو بیٹھے تو اللہ کی لعنت منکروں پر۔'' (ترجمہ کنزالایمان) بعثت نبوی سے قبل یہود اپنی حاجتوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پاک کے وسیلہ سے دعا کرتے اور کامیاب ہوتے تھے۔ دعا ان الفاظ میں کرتے اللھم افتح علینا وانصرنا بالنبی الامی. یعنی اے اللہ نبی امی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وسیلہ سے ہم کو فتح ونصرت عطا فرما۔ اس سے ظاہر ہے کہ خدا کے مقبول بندوں کے وسیلہ سے دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: يَبْتَغُونَ إِلَى رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ الخ. یعنی وہ آپ ہی اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈھتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے۔ اس کی رحمت کی امید رکھتے اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ مقبولان بارگاہ الٰہی کو وسیلہ بنانا جائز ہے۔ تیسرے مقام میں ارشاد فرمایا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ. اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تا کہ تم کو فلاح ملے۔ چوتھی جگہ قرآن حکیم میں فرمایا فَتَلَقّٰى آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ. ''پھر سیکھ لئے آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمے تو اللہ نے اس کی توبہ قبول کی بیشک وہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان۔'' آدم علیہ السلام کا مشہور واقعہ ہے کہ اپنی لغزش پر سالہا سال تک گریہ وزاری کرتے رہے۔ آخر میں ان کلمات کے ساتھ دعا کی اسئلک بجاہ محمد عبدک و کرامتہ علیک ان تغفرلی خطیئتی. یعنی اے اللہ میں تیرے بندے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وبزرگی کے وسیلہ سے دعا مانگتا ہوں کہ تو میری خطا کو معاف فرما۔ تو خدائے قدوس نے ان کی دعا قبول فرمائی۔ اس سلسلہ میں اگر تمام آیات قرآنی کو جمع کیا جائے تو ایک دفتر ہو جائے۔

اب وسیلہ سے متعلق ایک حدیث پاک ملاحظہ فرمائیے۔ ابن ماجہ شریف، باب صلاۃ الحاجۃ میں حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک نابینا شخص بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر طالب دعا ہوا۔ ان کو یہ دعا تعلیم فرمائی اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بمحمد نبی الرحمۃ یامحمدانی قد توجھت بک الی ربی فی حاجتی ھذہ لتقضی اللھم فشفعہ فی قال ابو اسحق ھذا حدیث حسن یعنی اے اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف حضور نبی رحمت کے ساتھ متوجہ ہوتا ہوں۔ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں نے آپ کے ذریعہ سے اپنے رب کی طرف اپنی اس حاجت میں توجہ کی تا کہ میری حاجت پوری ہو۔ اے اللہ میرے لئے حضور کی شفاعت قبول کر۔ چنانچہ اس طرح دعا کرنے سے اس کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔ امام کا قول کہ جب خدا شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے تو وسیلہ کی کیا ضرورت ہے، ہم خود دعاء کریں تو خدا سے قریب ہو سکتے ہیں کیا قربت مانع وسیلہ ہے۔ تو پھر خدا سے مانگنے کی بھی ضرورت نہیں۔ اس لئے کہ وہ سمیع بصیر ہے۔ ہمارے ارادوں اور نیتوں بلکہ دلوں میں پیدا ہونے والے خطرات سے بھی واقف ہے۔ تو بغیر طلب ہی کے وہ سب کچھ ہم کو دے دے گا۔ امام مذکور کے قول سے اس کی بدعقیدگی کا اظہار ہوتا ہے اور اس کا تعلق گمراہ فرقوں سے معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے اس کی اقتدا میں نماز نہ پڑھی جائے بلکہ اسے معزول کر کے کسی سنی صحیح العقیدہ عالم کو امام بنایا جائے۔ وھو تعالیٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتـــــــــــــــــــــــــــــــبہ

۲۰/ ربیع الاخریٰ ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۲۸

مسئلہ: قرآن مجید کے چھٹے پارہ سورۂ مائدہ آیت نمبر ۳۲۰۔ یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ الآیۃ. ترجمہ — "اے ایمان والوں اللہ سے ڈرو اور خدا تعالیٰ کا قرب ڈھونڈو اور اللہ کے راہ میں جہاد کیا کرو۔ امید ہے کہ تم کامیاب ہو جاؤ گے۔" حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا مراد وسیلہ سے قرب الٰہی ہے جو بذریعہ عبادت و تابعداری احکام خداوندی ہے۔ قول مجاہد اور بہت سے مفسرین کا ہے۔ تقرب حاصل کرو اللہ کی اطاعت کر کے اور عمل پسندیدہ بجالا کے (تفسیر ابن کثیر)۔ اب معترضین نے اعتراض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پکڑنا کیسا ہے؟ اس پر مولانا صاحب آیت کریمہ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ. ترجمہ — "اے لوگوں بغیر واسطہ بلا واسطہ تم مجھ سے مانگو، میں دوں گا" کے پیش نظر کہا کہ قرآن وحدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ پر خاموش ہیں۔ لیکن علماء مفسرین کا کہنا ہے چونکہ ذات گرامی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تبارک وتعالیٰ کے بعد ہے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ

سے دعا مانگی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

۲۔ سوال کیا گیا کہ اذان کے بعد کی دعاء میں جولفظ وسیلہ ہے وہ وسیلہ کیسا ہے؟ اس پر مولانا صاحب نے یہ بتایا کہ وسیلہ جنت میں ایک بہت بڑا مقام ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کوئی مقام نہیں جو دنیا میں سے کسی ایک بندہ کو ملے گا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم اذان کے بعد میرے لئے خدا سے وہی مقام طلب کیا کرو تو اسی مقام کا نام بھی وسیلہ اسی لئے رکھا گیا کہ جنت میں تمام منزلوں میں وہ سب سے زیادہ عرش رحمان سے قریب ہے اور رب تعالیٰ کے مقامات قرب میں سب سے بلند واقع ہوا ہے۔

۳۔ معترضین نے کہا کہ اللہ پاک تک پہنچنے کے لئے رسول اکرم کا وسیلہ ضروری ہے۔ مولانا صاحب نے کہا کہ قرآن وحدیث میں جو مذکور ہوا اس کے مطابق وسیلہ ضروری نہیں ہے۔ اس بات پر معترضین نے کہا کہ مولانا وہابی ہیں ان کے پیچھے نماز نہیں ہوگی اور ان لوگوں نے مولانا صاحب کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دیا۔ ایسی حالت میں کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ وسیلہ جائز ہے یا نہیں؟ اور قرآن وحدیث میں جو وسیلہ کا ذکر ہے اس سے کیا مراد ہے؟ یہ مولانا صاحب حنفی خیال کے لوگوں کے مطابق امام کے لائق ہیں یا نہیں؟

نوٹ: یہ امام صاحب دو سال سے امامت کر رہے ہیں۔

المستفتی: معترضین عبد الصمد، موضع توئی، ڈاکخانہ سہدیئی بزرگ، ضلع ویشالی

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــ!

حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء رحمہم اللہ مظہر عون الٰہی ہوتے ہیں کہ ان کے روحانی فیوض وبرکات اور ان کے توسل وتشفع حل مشکلات وقضائے حاجات ہوتی ہیں۔ پس انبیاء واولیائے علیٰ نبینا علیہم الصلوٰۃ والسلام خالق ومخلوق کے درمیان وسیلہ وواسطہ ہیں جس میں علماء اسلام، محققین ومتکلمین اعلام، محدثین وفقہاء عظام میں سے کسی کا اختلاف وارد نہیں ہے۔ جو اس سے انحراف کر رہا ہے وہ وہابیت کی راہ پر چل رہا ہے۔ وسیلہ سے مراد اگر قرب الٰہی ہے جب بھی سید الرسل علیہ وعلیہم السلام کے توسل سے چھٹکارا نہیں کہ تمام مخلوق میں حق تبارک وتعالیٰ سے قریب تر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات بابرکات ہے اور اگر توسل سے مراد عبادت واطاعت ہے جب بھی توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت ہے کہ عبادت وطاعت اتباع وادائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے۔ اور صفت لازمۂ ذات ہے کہ جب ذات نہیں تو صفت کہاں؟ اور اگر بالفرض توسل بالذات کی کوئی شخص نفی بھی کردے تو ابتغاء مرضات اللہ ''اللہ کی رضا تلاش کرنا'' کے لئے قرب وعبادت کا سہارا لینا ہی ہوگا اور ان دونوں کے غیر اللہ ہونے میں غالباً امام مذکور کو بھی انکار نہیں ہوگا۔ پس جو قباحت توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم میں امام مذکور کو ہو رہی ہے وہ یہاں بھی موجود ہے اور یہ قباحت معنی ومراد مذکور ہی تک محدود نہیں بلکہ جو معنی ومراد بھی وسیلہ کا لیا جائے وہ عین معبود نہیں

بلکہ غیر معبود ہوگا اور جب غیر معبود کا واسطہ ووسیلہ لینا ہی ہے تو اس کا کیوں نہیں لیا جائے جو قریب تر ہے۔ قال تعالیٰ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ الآیۃ. ''اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں۔'' سائل نے آیۃ کریمہ: اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ''مجھ سے مانگو میں قبول کروں گا۔'' (کنز) میں شدید معنوی تحریف کی ہے جس کی وجہ سے اس پر تجدید ایمان و نکاح (اگر بیوی رکھتا ہو) ہے۔ آیۃ مذکورہ کے ترجمہ میں ''بغیر واسطہ بلا واسطہ'' کا واضح اضافہ ہے جس کی اجازت کسی مسلمان کو نہیں ہے۔ من فسر القرآن برایہ. ''جس نے اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کیا۔'' سے ڈرنا چاہئے اور عذاب جہنم سے بھاگنا چاہئے کہ اس کے بعد ہی ارشاد ہوا فلیتبوأ مقعدہ من النار. ''تو چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔'' وسیلہ کے متعلق حافظ الحدیث علامہ امام شمس الدین جزری اپنی مشہور و مقدس کتاب ''حصن حصین'' کے آداب الدعاء میں فرماتے ہیں: وان یتوسل الی اللہ تعالیٰ بانبیائہ... والصالحین من عبادہ الخ. یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف انبیاء کرام اور اس کے نیک بندوں کا وسیلہ لے۔ پھر علامہ الفہامہ امام سبکی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب ''شفاء الاسقام'' ص ۱۲۳ میں اس حدیث کو نقل کیا جس کو ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے روایت کیا اور شیخین (امام بخاری و مسلم) کے شرائط صحت کے اعتبار سے اسے صحیح کہا۔ محدثین کے یہاں یہ حدیث پاک حدیث ضریر البصر کے نام سے مشہور ہے کہ ایک شخص حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمات بابرکت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ میری آنکھوں کی روشنی کے لئے دعاء فرمائی جائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مندرجہ ذیل دعا تعلیم فرمائی جس میں وسیلہ واستعانت کا ایسا کھلا ہوا ثبوت ہے جو وہابیہ کے گلے پر تیغ بے دریغ ہے۔

اللّٰھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ یامحمد انی توجھت بک الیٰ ربی فی حاجتی ھذہ لیقضی لی اللّٰھم فشفعہ لی فی. یعنی اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری جناب میں متوجہ ہوتا ہوں، تیرے نبی رحمت حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلہ سے۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے وسیلہ سے رب عزوجل کی بارگاہ میں متوجہ ہوتا ہوں اپنی اس خاص حاجت کے لئے تا کہ میری یہ حاجت پوری کردی جائے۔ اے اللہ میرے حق میں اپنے نبی کے وسیلہ وشفاعت کو قبول فرمالے۔ رواہُ الترمذی وصححہ۔ حدیث مذکور علامہ جزری نے بھی اپنی کتاب ''حصن حصین'' ص ۱۲۵ میں نقل کیا اور علامہ ملا علی قاری نے اپنی کتاب حرز الثمین ص ۱۸ میں بیان کیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وسیلہ کی تعلیم خود شارع اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دی اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس پر عمل کیا اور اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ کی ''معاذ اللہ'' کوئی اہمیت نہیں ہے تو حکم و عمل دونوں عبث ٹھہریں گے۔ مگر محدثین عظام رحمہم اللہ نے فرمایا کہ جب اس شخص نے حسب تعلیم نبوی ان الفاظ سے دعا کی تو ان کی آنکھیں اسی وقت روشن ہوگئیں اور بعد وفات بھی اس تعلیم نبوی پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عمل رہا۔ چنانچہ طبرانی نے معجم کبیر میں اس کی توثیق کی۔ ملا علی قاری اور علامہ جزری علیہما الرحمہ نے فرمایا ومن کان لہ ضرورۃ فلیتوضاء فیحسن وضوئہ ثم یصلّی رکعتین ثم یدعوا اللّٰھم انی اسئلک الخ. یعنی جب کسی شخص کو اہم ضرورت پیش آئے تو اسے چاہئے کہ آداب شرع کے مطابق اچھی طرح وضو کرے پھر دو رکعت نفل پڑھ کر دعاء مذکور پڑھے۔

اگر وسیلہ نبی میں کوئی قباحت ہوتی تو ائمہ اعلام سے ہرگز اس کی اجازت منقول نہیں ہوتی۔ محدث کبیر حضرت علامہ ابن حجر مکی خیرات الحسان مطبوعہ مصر ص ۶۹ میں یہاں تک فرماتے ہیں کہ اعلم انہ لم یزل العلماء و ذوالحاجات یزرون قبرہ (ای قبر ابی حنیفۃ) ویتو سلون عنہ فی قضاء حوائجھم ویرون نجح ذلک. یعنی ہمیشہ سے علماء کرام واہل حاجت کا یہ طریقہ ہے کہ وہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی قبر شریف کی زیارت کرتے ہیں اور اپنی ضرورتوں میں جلد کامیابی کے لئے ان کا وسیلہ پیش کرتے ہیں اور وہ اسی میں اپنی کامیابی دیکھتے ہیں۔ پھر محدث مذکور نے اس عمل کو ائمہ اسلام کا عمل بتایا ہے جس سے معلوم ہوا کہ انبیاء و صلحاء کا وسیلہ لینا معمول بھی ہے۔ اس کا انکار وہی کرے گا جس پر وہابیت کی چھاپ لگ چکی ہے۔ العیاذ باللہ! فی زمانا توسل بالانبیاء کا انکار وہابیوں کا شعار ہے۔ بظاہر ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ امام مذکور فی السوال وہابی یا وہابیت زدہ ہے۔ اس کے اور دیگر عقائد معلوم کیجئے۔ اگر وہ وہابی ثابت ہو جائے تو اس کے پیچھے نماز باطل ہے اور جو پڑھی گئی سب کا لوٹانا فرض ہے کیوں کہ علامہ شامی علیہ الرحمہ نے اپنے فتاویٰ ردالمحتار میں محمد بن عبدالوہاب اور اس کے متبعین (وہابی) کو خوارج میں شمار فرمایا اور بعض دیگر وجوہ سے بھی اس پر کفر وارتداد کا فتویٰ ہے۔ کذا فی فتاویٰ علماء دُنیا للعلامہ عبدالحمید بانی بتی علیہ الرحمہ. واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وبارک وسلم۔

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۰/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۲۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ

مولانا مودودی (جماعت اسلامی) کے عقیدت مند، مولانا مولوی کی اقتداء میں نماز فرض، نماز عیدین اور نماز جنازہ پڑھنا جب کہ وہ مولوی اپنی زبان سے اقرار کرتا ہے کہ میں جماعت اسلامی کا آدمی ہوں، جائز ہے یا نہیں؟

اگر کوئی انجانے طور پر پڑھ لے اور بعد میں اس کے عقائد کا پتہ چل جائے تو اس فرض نماز کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟

ایسے عقیدت رکھنے والوں کے ساتھ اٹھنا، بیٹھنا، کھانا پینا، سلام وکلام اور شادی و بیاہ کرنا، ان سے وعظ و میلاد شریف سننا جائز ہے یا نہیں؟ اگر ہاں تو کیوں؟ اور اگر نہیں تو تمام حوالجات کے ساتھ جواب باصواب سے آگاہ کیا جائے۔ مفصل جواب شریعت کی روشنی میں ارسال فرمایا جائے۔ بینوا بالکتاب توجروا

یوم الحساب۔

المستفتی: کرامت علی، قدرت علی، کمشنر آفس، نارتھ چھوٹا ناگپور ڈویزن، ہزاری باغ

۸۶/۹۲ھ

الجواب ـــــــ بعون الملک الوہاب ـــــــ !

(ابوالاعلیٰ مودودی..........)

نام نہاد جماعت اسلامی کے بانی و قیم ابوالاعلیٰ مودودی اپنے افکار و نظریات اور معتقدات میں وہابیہ نجدیہ دیوبندیہ کے دوش بدوش تھے، بلکہ تفسیر بالرائے اور انبیاء و مرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین کی ذوات مقدسہ پر تنقید کرنے میں ان سے بھی دو چار قدم آگے تھے۔ لہٰذا ان کا بھی وہی حکم ہے جو وہابیہ خذلہا اللہ تعالیٰ کا ہے۔ ان کے جو معتقد و متبع ہیں وہ بھی اسی زمرہ میں ہیں۔ ان کی اقتداء میں ہر ایک نماز باطل محض ہے۔ اگر پڑھ لیا تو معلوم ہونے پر پھر سے اسے پڑھنا فرض ہے۔ ان کے ساتھ کھانا کھانا، پانی پینا، اٹھنا بیٹھنا، سلام و کلام، شادی و بیاہ کرنا، سب حرام ہیں۔ ان سے میلاد پڑھوانا، وعظ کرانا بھی حرام ہے۔ لقوله عليه الصلوٰة والسلام لاتواكلوهم ولاتشاربوهم ولاتجالسوهم ولاتناكحوهم الخ. ''حضور رحمۃ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی وجہ سے کہ بدمذہبوں کے ساتھ نہ کھاؤ نہ پیو اور نہ ان کے پاس بیٹھو اور نہ ان کے نکاح کرو۔'' وهو تعالیٰ ورسوله صلى الله تعالیٰ عليه و على اله و صحبه وبارک وسلم۔

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۱۷/ رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ

استفتاء ۳۰

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں جوابات واضح ہونا چاہئے۔

(۱) ہمارے علاقہ میں ایک مولوی ہے اور کہتا ہے کہ بریلوی وہی شخص ہے جو دیوبندی علماء کو کافر کہے۔

(۲) اور ایک شخص ہے، وہ کہتا ہے کہ نہ میں دیوبندی ہوں اور نہ میں بریلوی ہوں کیوں کہ یہ شہر کے نام ہیں۔ مجھے کسی شہر یا بستی پر ایمان نہیں ہے۔ میرا ایمان اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے۔ اب مسئلہ اور شریعت کی رو سے ایسے شخص کو کیا مانا جائے؟ صحیح جواب سے مطلع فرمائیں۔

(۳) دیوبندی، بریلی اور وہابی یہ تینوں الگ الگ ہیں یا نہیں؟

(۴) ایک شخص ایسا ہے جو دیوبندی، بریلی دونوں علماء کو اپنے یہاں بلاتا ہے اور خاطر تواضع کرتا ہے۔ ایسے

شخص کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ لیکن ان کے عقائد حقیقی اہل سنت والجماعت سے واضح رکھتا ہے۔

(۵) ہمارے یہاں زمین سے سفید سفید چیز نکلتی ہے جس کو دیہات میں کھونکھڑی کہتے ہیں۔ اسے کھانا کیسا ہے؟

(۶) دیوبند مدرسہ کے طالب علم کو مسلمان سمجھا جائے یا کافر؟ صحیح اور واضح جواب سے مطلع فرمائیں۔

المستفتی: محمد ابوبکر انصاری، مقام دودھول، ڈاکخانہ باندو، ضلع پلاموں، بہار

۹۲/۸۶ے

الجواب ــــــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــــــ

(۱) مولوی مذکور غلط کہتا ہے۔ بریلوی وہ ہے جو ما جاء بہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "جو کچھ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام لے کر تشریف لائے" پر ایمان رکھتا ہے، مومن کو مومن اور کافر کو کافر جانتا ہے۔ بعض دیوبندی مولویوں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ ارفع واعلیٰ میں شدید ترین گستاخیاں کی ہیں جو انہیں کی کتابوں سے ظاہر ہیں۔ لہٰذا ان پر کفر وارتداد کا فتویٰ ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۲) شخص مذکور دیوبندی کیوں نہیں ہے، اس کی وضاحت درکار ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۳) دیوبندی اور وہابی متحد العقائد ہیں۔ جیسا کہ دیوبندی سرغنہ کے فتاویٰ رشیدیہ سے واضح ہے۔ البتہ بریلوی ان دونوں سے علیحدہ ہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۴) دیوبندی علماء اسے کہتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گستاخی کے خوگر ہیں۔ یا کم از کم گستاخی کرنے والوں کو اپنا امام ومقتداء تسلیم کرتے ہیں۔ اگر ایسے شخص کی کوئی تعظیم وتکریم کرتا ہے تو یقیناً وہ بھی اسی میں سے ہے اور تبجیل الکافر کفر "کافر کی تعظیم کرنا کفر ہے" کے مطابق ایسے شخص کی اقتداء باطل ومردود ہے۔ سوال کے آخری جملے کا مقصد سمجھ میں نہیں آیا۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۵) کھونکھڑی میری سمجھ میں نہیں آسکی۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

(۶) اگر وہ طالب علم دیوبندیوں کے کفریات پر مطلع ہو کر انہیں مسلمان جانتا ہے تو وہ بھی انہیں کے جیسا ہے۔ اور اگر کفریات پر مطلع نہیں ہے اور نہ خود ہی کوئی کفر کا کام کرتا ہے تو مسلمان سمجھا جائے گا۔ جب تک کسی کا کفر واضح نہ ہو اسے مسلمان ہی سمجھا جائے گا بلکہ کفر میں اگر تاویل کی گنجائش ہوگی جو شرعاً معتبر ہو جب بھی اس پر کفر کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ وحزبہ وبارک وسلم۔

کتبہ
عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ

۱۷/رمضان ۱۴۰۳ھ

استفتاء[31]

مسئلہ: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۴) ایک شخص پیش امام مسجد کے تھے۔ان سے یہ پوچھا گیا کہ آپ سنیوں کے علاوہ بقیہ لوگوں کو مسلمان سمجھتے ہیں کہ نہیں؟انہوں نے کہا کہ نہیں بھائی ہم سب کو مسلمان سمجھتے ہیں۔یہ کہنے پر پیش امام صاحب کو ایک شخص، جو بریلوی خیال کے ہیں،انہوں نے کہا کہ اس وقت سے آپ ہمارے امام نہیں رہے۔چونکہ امام صاحب بھی اپنے کو بریلوی ہی کہتے تھے،اس کے بعد چند وقت کی نماز انہوں نے پڑھائی مگر بریلوی خیال کے لوگ نماز میں شریک نہیں ہوئے۔ایک روز کے بعد پیش امام نے اِمامت سے استعفیٰ دے دیااور نماز پھر سب لوگ سنی جماعت ان کی امامت میں نماز پڑھنے لگے۔یہ چند وقت جو انہوں نے نماز غیر سنیوں کو پڑھایا تو وہ سنی رہے یا نہیں؟ اگر سنی نہیں رہے تو ان کی بیوی نکاح میں رہی یا خارج ہو گئیں؟ پھر دوبارہ نکاح کی ضرورت ہے یا نہیں؟

(۵) اگر غیر سنی جانور ذبح کرے تو ہم سنیوں کو اس کا گوشت کھانا درست ہے یا نہیں؟اس لئے کہ اکثر دیوبندی وغیرہ ذبح کردیتے ہیں اوراس کا گوشت سب لوگ لیتے ہیں اور کھاتے ہیں۔ہم سنیوں کے لئے وہ ذبیحہ حلال ہوایا حرام؟

(٦) اکثر غیر سنیوں کے بارات میں سنی لوگ شریک ہوتے ہیں اور کھانا، ناشتہ کھاتے ہیں۔مگر ذبیحہ انہی لوگوں کا ہوتا ہے۔ایسی بارات میں سنیوں کو شریک ہونا چاہئے یا نہیں؟

(۷) اگر جنازہ کی نماز پڑھانے والا دیوبندی یا کسی دوسری جماعت کا آدمی ہو تو اس جنازہ کی نماز میں ہم سنیوں کو شریک ہونا چاہئے یا نہیں؟ اوراس کی قبر پر مٹی دینا چاہئے کہ نہیں؟ شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا وتوجروا۔

نوٹ: آپ کے یہاں سات سوالات روانہ کئے تھے، اس میں سے تین کے جوابات ۱۹؍ربیع الاخری ۱۴۰۳ھ کو موصول ہوا۔بقیہ سوالات کے لئے حکم ہوا تھا کہ پھر سے لکھئے۔لہٰذا حاضر ہے۔

المستفتی: محمد عبداللہ، ساکن دھمول، پوسٹ ابراہیم پور، ضلع گیا

مورخہ: ۵؍مارچ ۱۹۸۳ء

۹۲/۸٦ے

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــ!

(۴) مسلمانوں کو مسلمان اور کافروں کو کافر جاننا ضروریات دین سے ہے۔لہٰذا امام صاحب نے پوچھے گئے سوال کا جواب

بہت ہی غلط دیا۔ مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ۔ ''جس نے کفر کیا تو اس پر اس کا کفر ہے۔'' کے مطابق کسی مرتد وکافر کو مسلمان سمجھنا ارشاد باری عزاسمہ کی مخالفت اور کفر ہے۔ اگر ان کے جواب کا یہی مقصد ہے کہ میں سنی وغیر سنی سب کو مسلمان سمجھتا ہوں تو یہ کفر ہے۔ ان پر تجدید ایمان اور بیوی والے ہوں تو تجدید نکاح دونوں لازم ہیں۔ غیر سنیوں کی امامت کردینے سے سنی امام لائق گرفت نہیں ہے۔ وهو اعلم.

(۵) غیر سنی جس کے عقیدے حد کفر تک پہنچ چکے ہوں، مثلاً دیوبندی جس نے شان الوہیت اور شان رسالت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں بدترین گستاخیاں کی ہیں ان کا ذبیحہ حرام ومردار ہے۔ وهو تعالیٰ اعلم.

(٦) اگر تحقیق شرعی ہو جائے کہ ذبیحہ ایسے ہی شخص کے ہاتھوں کا ہے جو بارگاہ رسالت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا گستاخ ہے یا گستاخی کرنے والوں کو اپنا امام ومقتدا مانتا ہے تو بے شک اس کا ذبیحہ حرام ومردار ہے اور ایسی بارات میں شریک ہونا حرام ہے جس میں وہی ذبیحہ کھانا پڑے۔ قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لاتسوا کلوھم ولاتشاربوھم ولا تجالسوھم الخ.''نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ بدمذہبوں کے ساتھ نہ کھاؤ نہ پیو اور ان کے پاس نہ بیٹھ۔'' وهو تعالیٰ اعلم۔

(۷) بدعقیدوں کی اقتداء محض باطل ومردود ہے۔ بدعقیدوں کی نماز جنازہ پڑھنا یا اس کو مٹی دینا حرام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ عزوجل ولا تصل علی احدمنهم اذامات ابداًولاتقم علیٰ قبرهٖ. (التوبۃ:۸۴)''اور ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا۔'' (کنزالایمان) واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وبارک وسلم.

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۱۹/ رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ

استفتاء ۳۲

مسئلہ: سائل نے پندرہ روزہ اخبار ''ہم لوگ'' ویلم نمبر ا، شمارہ نمبر ۹، مورخہ ۱۵/ مئی ۱۹۸۳ء کے اداریہ کا تراشا ادارہ میں بھیجا تھا جس کا عنوان ''مجھ سے جو منسوب ہوا'' تھا۔ جس کی ابتداء ''غوث کا دامن نہیں چھوڑیں گے، خواجہ کا دامن نہیں چھوڑیں گے، نبی کا دامن نہیں چھوڑیں گے...نہیں چھوڑیں گے......نہیں چھوڑیں گے'' سے تھا۔ دھرمپور، نزد برنپور کے ایک جلسہ بنام غوث الوریٰ کانفرنس وکنزالایمان کانفرنس کا اس میں ذکر تھا۔ مدیر نے نعروں کی افادیت وغیر افادیت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''وہ قارئین کو نعروں کی بھول بھلیوں میں پھنسا لینا اور ان کی کم علمی، علمی تبحر تسلیم کرلی جائے۔ تقاریر کے دوران یہ نعرے

کم علموں کیلئے علمی وقار و تجرد کی بیساکھی کا کام دیتے ہیں''۔
اس اداریہ پر سائل نے تبصرہ لکھنے کے لئے بھی کہا ہے جس سے دارالافتاء نے گریز کیا۔ فقط

۱۰/۸/۸۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
زید کہتا ہے کہ ایمان کا دارومدار فقط حب رسول پر ہے۔ زید نے مزید کہا کہ اس بات کی دلیل کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ''میری محبت ہی مدارایمان ہے''۔ بکر نے اس کی مخالفت کی اور کہا کہ اللہ ورسول دونوں کی محبت مدارایمان ہے۔ ایسا نہیں کہ ایمان کا انحصار صرف حب رسول پر ہے۔
اس پر کافی ہنگامہ آرائی ہے۔ آپ برائے مہربانی قرآنی آیات اور حدیث کی روشنی میں بتائیے کہ ایمان کیا ہے؟
المستفتی: ممنون ومشکور مسلمانان شیر پور (داناپور)، پٹنہ

۹۳/۸۶ء

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــ!

بیشک اللہ ورسول جل وعلیٰ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت مدارایمان ہے۔
قال تعالیٰ: قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَاۗءُكُمْ وَاَبْنَاۗؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ. وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ. (اے نبی فرمادو کہ اے لوگوں تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہارا کنبہ، تمہاری کمائی کے مال اور وہ سوداگری جس کے نقصان کا تمہیں اندیشہ ہے اور تمہاری پسند کے مکان، ان میں کوئی چیز بھی اگر تم کو اللہ اور اللہ کے رسول اور اس کی راہ میں کوشش کرنے سے زیادہ محبوب ہے تو انتظار کرو کہ اللہ اپنا عذاب اتارے اور اللہ تعالیٰ بے حکموں کو راہ نہیں دیتا۔)
لیکن بہتیرے لوگ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی محبت کا بانگ دہل دعویٰ کرتے ہیں مگر ایمان سے انہیں کوئی واسطہ نہیں۔
چنانچہ یہودیوں، عیسائیوں سے بھی قادیانی، چکڑالوی اور رافضی وغیرہم اس معاملہ میں دوچار قدم آگے ہی ہیں۔ لیکن جب کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت نہیں تو محبت الٰہیہ کا دعویٰ محض فضول ومردود ہے۔ محبت الٰہیہ کے دعویداروں کے لئے ضروری نہیں کہ محبت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ان کے دلوں میں جاگزیں ہو۔ البتہ محبت رسول علیہ السلام کے متوالوں کے دلوں میں محبت الٰہیہ عزوجل ضرور ہوگی مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ. (جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا) محبت چونکہ اطاعت کو مستلزم ہے اور فقط اطاعت الٰہیہ مدارنجات نہیں بلکہ اطاعت رسول چونکہ اطاعت الٰہیہ بھی ہے اس لئے یہی مدارنجات ومدارایمان ہے۔ اسی لئے صحیح مسلم وبخاری میں حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے
لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ. (تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوگا جب تک کہ میں اسے ماں، باپ، اولاد اور سب آدمیوں سے زیادہ محبوب وپیارا نہ ہوں)۔ پھر دوسری حدیث پاک میں ارشاد فرمایا اَلَا لَا اِيْمَانَ لِمَنْ

لَا محبَّۃَ لَہٗ. (ثلث مرات) (خبردار اس کا ایمان نہیں جسے میری محبت نہیں) ان ارشادات سے معلوم ہوا کہ مدار ایمان، جان ایمان، روحِ ایمان، محبوبِ رحمٰن علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت وعظمت ہے۔ ان ارشادات عالیہ سے زید کے دعویٰ کی تصدیق بھی ہوتی ہے اور اس کے منکرین کی تکذیب وتردید بھی۔ بایں ہمہ بکر کے دعویٰ کو بھی غلط نہیں کہا جا سکتا ہے کہ محبت الٰہیہ عزوجل وہی کار آمد ومدار نجات ہے جو محبت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہو، بکر کو زید کی مخالفت سے باز آنا چاہئے کہ بالآخر دونوں کا مقصد ومنتہیٰ ایک ہی ہے۔

سائل نے یہ بھی سوال کیا ہے کہ ایمان کیا ہے؟ اس کا اجمالی جواب یہ ہے کہ تمام ضروریات دین کو دل سے مان کر اس کا اقرار کرنا ایمان ہے۔ یعنی کسی ضرورت دینی کا انکار قولاً یا اعتقاداً نہیں پایا جائے۔ الاقرار باللسان والتصدیق بالجنان ای بماجاء به النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم. ''جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لیکر آئے اس کو زبان سے اقرار کرنا اور دل سے ماننا۔'' ردالمحتار میں ہے: لاخلاف فی کفر المخالف فی ضروریات الاسلام وان کان من اهل القبلة والمواظب طول عمره علی الطاعات الخ. (اس شخص کے کفر میں کوئی اختلاف نہیں ہے جو ضروریات اسلام کا مخالف ہو اگر چہ وہ اہل قبلہ میں سے ہو اور اس کی پوری زندگی بندگی میں گزری ہو) واللّٰه تعالیٰ اعلم و رسوله علیه التحیات والتسلیمات.

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۳۰/شوال ۱۴۰۳ھ، ۱۰/اگست ۱۹۸۳ء

استفتاء ۳۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل اشعار کے بارے میں

(۱) زید کہتا ہے بریلوی امام احمد رضا کو اپنا خدا تسلیم کرتے ہیں۔ ثبوت میں یہ شعر پیش کرتا ہے

یہ دعا ہے یہ دعا ہے یہ دعا — تیرا اور سب کا خدا احمد رضا

(نغمۃ الروح، ص ۵)

اور زید کا کہنا یہ بھی ہے کہ بریلوی کہتا ہے خدا کے پاس کچھ ہے ہی نہیں، جو ہے وہ محمد کے پاس ہے۔ ثبوت کے لئے یہ شعر ہے:

خدا کے پلہ میں وحدت کے سوا کیا ہے — جو کچھ ہمیں لینا ہے لے لیں گے محمد سے

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر — اتر پڑا ہے مدینے میں مصطفیٰ ہو کر

لہٰذا گزارش یہ ہے کہ ان تمام اشعار کو خوب صاف اور واضح طور پر تحریر فرمادیں گے کہ ان کا مطلب

کیا ہے؟

(۲) زید کہتا ہے سرکار کو تمام چیزوں کا علم نہیں دیا گیا وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهٗ. (سورہ یس: ۶۹)

''اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ وہ ان کی شان کے لائق ہے۔'' (ترجمہ کنز الایمان)

بکر کہتا ہے سرکار کو اجمالا تمام چیزوں کا علم دیا گیا وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ. (سورۃ النساء: ۱۱۳)

''اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے۔'' (کنز الایمان)

دریافت طلب امر یہ کہ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهٗ ''اور ہم نے ان کو شعر کہنا سکھایا اور نہ وہ ان کی شان کے لائق ہے۔'' (کنز الایمان) سے کیا مطلب اگر اس سے اشعار کی نفی مراد ہے تو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے بیان کے موافق جو تفسیر کی معتبر کتابیں ہیں اس سے ثبوت دیا جائے، اس لئے کہ یہاں دیوبندیت اور بریلویت کا جھگڑا شباب پر ہے اور دیگر بات اینکہ پہلی اپریل سے سولہ مئی تک میرے یہاں رفاقت نہیں ارسال کیا گیا ہے۔

(۳) حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پتلہ مبارک کہاں بنایا گیا؟

(۴) سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل جو نبی تشریف لائے وہ اور ان کی امتی نماز پڑھتے تھے یا نہیں؟

المستفتی: مولانا محمد ابراہیم رضا نوری کیر آف شوکت علی
شومر چینٹ، مقام و پوسٹ میجر گنج، ضلع سیتا مڑھی (بہار)

۸۶/۹۲ء

الجواب ـــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــ!

(۱) سوال کا پہلا شعر دو شعروں کے ساتھ مقید و مقطوع ہے۔ چنانچہ نغمۃ الروح کی پہلی اشاعت میں دونوں شعروں کے درمیان میں (ق) بنا ہوا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں شعروں کو آپس میں ملائے بغیر صحیح مفہوم سمجھ میں نہیں آئے گا۔ زید بے قید نے بھی یہاں غالباً اسی سبب سے دھوکہ کھایا۔ وہ اتہام لگانے پر جری ہے، اصل شعر ہیں

یہ دعا ہے یہ دعا ہے یہ دعا — تیرا اور سب کا خدا احمد رضا (ق)
تیری نسل پاک سے پیدا کرے — کوئی ہم رتبہ ترا، احمد رضا

یعنی اشعار مذکورہ میں ''احمد رضا'' بطور ردیف واقع ہوا ہے اور تیرا، خدا، دعاء، وغیرہا بطور قوافی۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اے امام احمد رضا رب کائنات جل جلالہ سے میری بس یہی دعا ہے کہ وہ آپ کی نسل پاک سے آپ کا ہم رتبہ پیدا فرمائے۔ شاعر نے اس شعر میں امام احمد رضا کو معاذ اللہ خدا نہیں بلکہ بندۂ خدا تسلیم کیا ہے، ولٰکن الوھابیۃ لایعقلون. ''لیکن وہابی عقل و شعور نہیں رکھتے۔'' سوال کا دوسرا شعر بہت ہی لرزہ خیز ہے۔ اس میں حق تعالیٰ جل شانہ کی قدرت و اختیار عامہ کا

انکار ہے جو عند الشرع کفر ہے۔ شعر کے دوسرے مصرع کی توضیح انما انا قاسم واللہ یعطی. ''بیشک میں ہی تقسیم فرمانے والا ہوں اور اللہ عطا فرمانے والا ہوں'' سے ہو سکتی ہے مگر پہلے مصرع کی وجہ سے اس کے شاعر پر تجدید ایمان ہے۔ دوسرے شعر کی بھی اسلامی توضیح ہو سکتی ہے کہ استواء علی العرش متیٰ و کیف کے اعتبار سے صاحب معراج صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کے ساتھ خاص ہے۔ اللہ تعالیٰ کا مستوی علی العرش ہونا بلا کیف وجسم ہے۔ علامہ علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بدر الامالی میں فرماتے ہیں: واجمع السلف علیٰ ان استواءہ علی العرش صفة له بلا کیف نومن به الخ. ''اور علماء متقدمین کا اجماع ہے کہ بلا کیف مستوی علی العرش ہونا اللہ کی صفت ہے لہٰذا ہم اس پر بلا کیف وتشبیہ ایمان لاتے ہیں۔'' لہٰذا ہم اس پر بلا کیف وتشبیہ ایمان لاتے ہیں۔ البتہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جسم اطہر کے ساتھ عرش پر جانا بلکہ وہاں سے گذرنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ بہر حال اگر یہ شعر کسی صاحب حال بزرگ کا ہے تو اس میں ''خدا'' بمعنی صاحب و اہل یا مالک کے ہے۔ جیسے اقبال کے اس شعر میں ''خدا'' بمعنی زمیندار و مالک ہے۔

وہ خدایا یہ زمین تیری نہیں میری نہیں — تیرے آباء کی نہیں ہے میرے آباء کی نہیں

تو شعر مذکور کا مفہوم یہ ہوا کہ جو نور اول بعطائے الٰہی عز و جل صاحب عرش بن کر عرش پر چھایا ہوا تھا اسی خلق اول کو اللہ تعالیٰ نے مصطفیٰ بنا کر مدینہ منورہ میں بھیج دیا۔ شعر کا یہ مفہوم محض اس بنیاد پر ہے کہ یہ کسی صاحب وجد و حال بزرگ کا شعر ہو کہ — خطائے بزرگاں گرفتن خطاست۔ ''بزرگوں کی خطائیں پکڑنا خود خطا ہے۔''

(۲) اجمالاً نہیں بلکہ تفصیلاً ہر ایک شے کا علم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمایا گیا۔ تَفْصِيلاً لِكُلِّ شَيْءٍ. (سورۃ الانعام: ۱۵۴) ''اور ہر چیز کی تفصیل۔'' (ترجمہ کنز الایمان) قرآن کی شان ہے اور آپ قرآن کے معلم ہیں۔ شاہ صاحبان کی کوئی تفسیر فی الحال دار الافتاء میں موجود نہیں ہے اور کثرت کار کی وجہ سے اس کی تلاش و جستجو کا بھی موقع نہیں ہے۔

وھو تعالیٰ اعلم

(۳) جہاں آج کل خانہ کعبہ ہے یا بروایت دیگر وادئ نعمان میں (جو مکہ شریف اور طائف کے درمیان واقع ہے) تفسیر نعیمی۔

وھو تعالیٰ اعلم

(۴) جی ہاں نماز پڑھتے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ورسوله صلی الله تعالیٰ علیه وعلی اله وصحبه وحزبه وبارک وسلم. ''اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خوب زیادہ جاننے والے ہیں۔ اور آپ کی آل، اصحاب اور آپ کے گروہ پر برکت اور سلام نازل ہو۔''

عبد الواجد قادری غفرلہ خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

ستمبر ۱۹۸۳ء

استفتاء ۳۴

مسئلہ: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) حضرت ایوب علیہ السلام کے متعلق زید کا خیال ہے کہ وہ بالکل پاک وصاف تھے۔ ان کے بدن میں کسی قسم کا کیڑا نہیں پڑا تھا جب کہ بکر کا کہنا ہے کہ جب ان کو اللہ تعالیٰ نے مصیبت میں گھیر لیا تو اس وقت ان کے بدن میں کیڑے پڑ گئے تھے اور وہ اٹھارہ برس تک اس کیڑے والے مرض میں مبتلا رہے۔ لیکن اس کے برخلاف زید ان تمام باتوں سے انکار کرتا ہے اور بکر کو کہتا ہے کہ تو کافر ہے۔ اس کے علاوہ بکر کا کہنا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے گذشتہ نبیوں کا امتحان لیا تھا ٹھیک اسی طرح حضرت ایوب علیہ السلام کو کیڑے والے مرض میں مبتلا کر کے صبر کا امتحان لیا تھا۔ تو زید اور بکر کے متعلق قرآن وحدیث کی روشنی میں صاف صاف تحریر فرمائیں۔

(۲) زید اور بکر آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔ گفتگو کے درمیان مذاق کی بات چھڑ گئی۔ عین اسی وقت عمرو آیا اور کہنے لگا کہ آپ لوگ کیا مذاق کر رہے ہیں، آپ لوگ تو چمار سے بھی بدتر ہیں۔ تو اس کے متعلق بھی واضح طور پر تحریر فرمائیں۔

المستفتی: مولوی محمد نعیم الدین، انکس لائن، ۱۳/۲۱، پوسٹ انکس، ضلع ہگلی-۷۱۲۲۲۱، ویسٹ بنگال

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــ !

حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام مجموعہ حسنات وکمالات ہوتے ہیں۔ وہ ہر ایسے موذی امراض سے پاک ومنزہ ہوتے ہیں جو تنفیرِ خلق کا سبب ہوں۔ کیڑے والے مرض کا ہونا یقیناً نفرت کا باعث ہے جس سے حضرت سیدنا ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام قطعاً یقیناً پاک وصاف تھے۔ کتب عقائد میں اس کی تفصیلات موجود ہیں کہ حضرات انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کو موذی وقابل نفرت امراض سے پاک ماننا ضروریات سے ہے۔ لہٰذا بکر جو خلاف شرع قول پر مصر ہے اسے چاہئے کہ توبہ کرے۔ یہ حکم اس حال میں ہے جب کہ بکر عیب جوئی وتنقیص کی نیت سے نہیں کہہ رہا ہو جیسا کہ اسی کے کلام سے حضرت سیدنا ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کمالِ صبر واستقامت علی الابتلاء واضح ہو رہا ہے۔ اور اگر خدانخواستہ بکر اپنے قول سے حضرت سیدنا ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عیب وکسر شان مراد لے رہا ہو تو یہ کفر وارتداد ہے۔ اس بنا پر اس پر تجدید ایمان ونکاح لازم ہو جائے گا۔ لیکن کسی مسلمان سے یہ مستبعد ہے کہ وہ کسی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عیب ونقص کے ساتھ بیان کرے۔ دریں صورت زید کا اسے کافر کہنا ہرگز درست نہیں۔ اسے چاہئے کہ توبہ وتجدید ایمان ونکاح کرے۔ ایما امرأ قال لاخیہ کافر فقد باء بہا احدھما فان

کان کما قال والا رجعت علیہ. ''کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہا تو کفر لوٹے گا ان دونوں میں سے کسی ایک کی طرف جیسا کہ اس نے کہا ہے اگر وہ اسی طرح ہے تو ٹھیک ورنہ قائل پر کفر عائد ہوگا۔''(رواہ المسلم)

(۲) عامیانہ مذاق جاہلوں کا شیوہ ہے۔ اَتَتَّخِذُوْنَاهُزُوًا قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجَاهِلِيْنَ. ''بولے کہ آپ ہمیں مسخرہ بناتے ہیں فرمایا خدا کی پناہ کہ میں جاہلوں سے ہوں۔''(ترجمہ کنزالایمان) پھر بھی کسی مسلمان کو چمار سے بدتر کہنا گناہِ کبیرہ ہے۔ من اذی مسلما فقد اذانی الحدیث. ''حدیث شریف میں ہے جس نے کسی مسلمان کو تکلیف دی گویا مجھے تکلیف دی۔'' عمر پر توبہ ہے۔ وھو سبحانہ تعالیٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۶/محرم الحرام ۱۴۰۴ھ

استفتاء ۳۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید اور بکر میں باہم ایک معاملہ میں گفتگو ہوئی جس کی نوعیت یہ ہے کہ ''انجمن فلاح قوم'' کا ایک اہم رُکن زید ہے۔ اس انجمن کی رقم سے خالد کو کچھ روپے دیئے گئے۔ بکر نے زید سے پوچھا کہ خالد کو رقم کیوں دی گئی؟ جب کہ وہ انجمن کا رکن بھی نہیں ہے۔ زید نے جواب دیا کہ آپ کے اس بات کا جواب انجمن کے صدر یا سکریٹری دیں گے۔ لیکن بکر بضد تھا کہ زید کو ہی جواب دینا ہے۔ بالآخر زید نے کہا کہ صدر انجمن نے کسی مصلحت سے خالد کو روپیہ دیا ہوگا اور مصلحت کے پیش نظر بڑے بزرگوں نے بھی کبھی کبھی ایسا کیا ہے۔ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک مرتبہ مالِ غنیمت کا بٹوارہ کیا جس میں مکہ والوں کو زیادہ دیا۔ اس پر مدینہ والوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے مکہ والوں کو زیادہ دیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا میں تمہارے لئے کافی نہیں ہوں؟ تب جا کر مدینہ والوں کو اطمینان ہوا۔ اس بات پر بکر نے کہا کہ میں اس بات کو نہیں مانتا ہوں۔ اب زید نے غصہ میں آ کر بکر سے کہا کہ تو محمد کا باپ ہے؟ جو اس کو نہیں مانتا ہے۔ زید کی اس بات پر بکر نے کہا'' آپ توبہ کیجئے اور کلمہ پڑھئے''۔ زید نے بھی اپنے دل میں خیال کرتے ہوئے کہ ہوسکتا ہے غلطی ہوگئی ہو، توبہ کرلیا اور کلمہ پڑھ لیا۔ اب کچھ لڑکوں کا کہنا ہے کہ زید پر تجدید ایمان اور تجدید نکاح دونوں لازم ہے۔

آپ سے عرض ہے کہ شرعی طور پر زید کے لئے کیا حکم ہے؟ جواب مکمل و مدلل دے کر ماجور ہوں۔

المستفتی: ارشد، معرفت اسرار احمد، مقام و پوسٹ دوگھرا، براہ جالہ، ضلع دربھنگہ

۸۶/۹۲ھ

الجواب ـــــــــــ بعون الملک الوہاب ـــــــــــ

سید عالم رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث پاک کا مفہوم سننے کے بعد فوراً بکر کا یہ کہنا کہ "میں اس بات کو نہیں مانتا ہوں" عندالشرع کفر ہے۔ چنانچہ مجمع الانہر باب المرتد (الفاظ کفریہ) جلد ا، صفحہ ۶۹۲ میں ہے: ومن استخف بسنة اوحديث من احاديثه عليه الصلوٰة و السلام. "سنت رسول یا احادیث رسول کا استخفاف کرنے والا کافر ہے۔" اور ارشاد باری ہے: مَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ. (سورۃ الحشر: ۷) "جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو۔" (ترجمہ کنزالایمان) پھر زید بے قید کی بیا کانہ گفتگو میں نہ صرف اتہام و بے ادبی ہی ہے بلکہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطاع کل ہونے اور رسالت عامہ کا بھی انکار ہے۔ قُلْ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا. (سورۃ الاعراف: ۱۵۸) "اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں۔" (ترجمہ کنزالایمان) نبی معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام نامی اسم گرامی کو عظمت و تعظیم کے ساتھ لینا مسلمانوں پر فرض ہے۔ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ. (سورہ فتح: ۳) "اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔" (ترجمہ کنزالایمان) جس کی زید نے قطعاً رعایت نہیں کی۔ لہٰذا زید و بکر دونوں پر اپنے اپنے قول سے رجوع کرنا، توبہ و استغفار کرنا لازم و ضروری ہے۔ پھر دونوں کا قول چونکہ عندالفقہاء کفر ہے۔ اس لئے تجدید ایمان اور بیوی رکھتے ہوں تو تجدید نکاح بھی کریں کہ کلمہ کفر صادر ہو جانے کے بعد فقہاء کرام تجدید ایمان و نکاح دونوں کا حکم دیتے ہیں۔ فتاویٰ عالمگیریہ جلد ۲، صفحہ ۸۸۶ میں ہے توبہ کند و نکاح تازہ کند کذافی التاتارخانیه اھ۔ "توبہ اور نکاح جدید کرے جیسا کہ فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے۔" اور مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر جلد ا، صفحہ ۶۸۸ میں ہے: يؤمر قائله بتجديد النكاح وبالتوبة والرجوع عن ذلك الخ. "کلمۂ کفر بولنے والے کو تجدید نکاح اور توبہ کا حکم دیا جائے گا نیز اس سے رجوع کا۔" وھو تعالیٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۳۰/ ذی الحجہ ۱۴۰۳ھ

استفتاء ۳۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ

بکر نے زید سے سوال کیا حافظ صاحب! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ تو حافظ جی نے جواب دیا "عالم الغيب والشهادات هو الرحمن الرحيم"۔ بکر نے کہا

حافظ جی! یہ تو میرے سوال کا جواب نہیں ہوا۔ میں نے تو آپ سے سوال کیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ تو آپ نے اللہ تعالیٰ کے علم غیب سے متعلق جواب دیا۔ بکر نے اپنا سوال پھر دوہرایا تو حافظ جی نے برجستہ جواب دیا کہ "مجھ کو معلوم نہیں ہے"۔ یا یہ کہہ کر جان چھڑا لیا کہ "میرے اندر اتنی صلاحیت نہیں ہے"۔ آیا جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے بتانے میں اپنے اندر صلاحیت ڈھونڈنے اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں قرآن سے ثبوت دے ایسا شخص کیا سنی عوام کا امام بن سکتا ہے؟

اسی بنا پر بکر نے جمعہ کے دن مسجد کے اندر منبر رسول سے اسے اتار دیا اور کہا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب بتانے میں جہالت سے کام لے رہا ہو یا کچھ نہیں جانتا ہو ایسے شخص کو منبر رسول علیہ السلام پر بیٹھنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ پھر نماز بھی نہیں پڑھانے دیا گیا۔ بکر نے یہ کام صحیح کیا یا غلط؟ ایسے شخص کو سنی کہیں گے یا وہابی؟ تشفی بخش جواب سے نوازیں۔ عوام میں بے چینی ہے۔ بینوا و توجروا!

المستفتی: غلام رسول، مقام کیندوا بازار، ڈاکخانہ کسنڈا، ضلع دھنباد، بہار

۹۲/۸۶ے

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوهاب ـــــــــ!

نبی اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مطلقاً علم غیب کی نفی یا لیت ولعل کے ساتھ اس کا انکار کفر ہے کہ اس میں درجنوں آیات قرآنیہ کی تکذیب لازم آتی ہے اور قرآن عظیم کی کسی ایک آیت مقدسہ بلکہ ایک جملہ کریمہ کا انکار بھی قطعاً یقیناً منافی اسلام ہے۔ قال تعالیٰ **اَفَتُؤمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ.** "تو کیا خدا کے کچھ حکموں پر ایمان لاتے اور کچھ سے انکار کرتے ہو۔" (کنز الایمان) بکر نے زید کے ساتھ جو کچھ کیا مطالبہ اسلامی کے مطابق کیا اگر وہ منصب امامت سے نہیں ہٹایا جاتا تو سب کے سب گنہگار ہوتے اور نمازیں باطل ہوتیں۔ زید وہابیت کے صید کو لازم ہے کہ اپنے عقائد خبیثہ سے توبہ کرے۔ عقائد حقہ کو تسلیم کرتے ہوئے ازسرنو اسلام لائے اور اگر بیوی رکھتا ہو تو نکاح جدید کرے۔ **لان یبطل اتفاقاً نکاحه.** "اس لئے کہ اس کا نکاح بالاتفاق باطل ہے۔" کما فی مجمع الانہر جلد۱، صفحہ ۶۸۳۔ منصب امامت کسی سنی صحیح العقیدہ صالح امامت کو سونپی جائے۔

وھو تعالیٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۳/صفر المظفر ۱۴۰۴ھ، ۹/نومبر ۱۹۸۳ء

استفتاء ۳۷

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں

(۱) زید کا کہنا ہے کہ آدم علیہ السلام نبی نہیں بلکہ خلیفہ ہیں یا نائب اور ہماری طرح آدمی جس کی بہت ساری ثبوت بھی دیا ہے اور شاہد کہتا ہے کہ آدم علیہ السلام نبی ہیں۔ دریافت طلب یہ ہے کہ اگر آدم علیہ السلام نبی ہیں، دلیل کے ساتھ تحریر فرمائیں اور اگر نائب یا خلیفہ ہیں اور ہماری طرح ہیں تو بھی مدلل و مفصل تحریر فرمائیں۔

(۲) مردے کو اتر جانب سر کر کے قبر میں کیوں لٹاتے ہیں اور صرف ہندوستان ہی میں مردے کو اتر جانب سر کر کے لٹایا جاتا ہے یا تمام دنیا والوں کو قبر میں اتر جانب سر کر کے لٹایا جاتا ہے۔

(۳) صابر کہتا ہے کہ ہندوستان سے کعبہ شریف مغرب میں ہے اس لئے مغرب کو کعبہ سے نسبت ہے اور کعبہ کے ساتھ ساتھ مغرب کا بھی احترام کرنا لازم ہے اور جابر کہتا ہے کہ نہیں ہندوستانی کعبہ کا احترام کریں اور مغرب کا امتیاز کیونکہ تمام دنیا والے کعبہ کا احترام کرتے ہیں اور کسی ایک سمت کا امتیاز کرتے ہیں۔ ان دونوں میں کس کا قول درست ہے۔ قرآن و حدیث سے مدلل و مفصل جواب دیں۔

المستفتی: سید غیاث الدین قادری، مدرسہ تبلیغ الاسلام، گرھوا، ڈاکخانہ گرھوا، ضلع پلاموں

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــ بعون الملک الوهاب ــــــ !

(۱) حضرت سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام خلیفۃ اللہ فی الارض اور نبی برحق ہیں جو ان کی نبوت میں شک کرے یا انکار کرے وہ بے ایمان اور دین اسلام سے خارج ہے۔ کمافی العالمگیریہ کتاب السیر جلد۲، صفحہ۲۸۴ **فمن یقول امنت جمیع انبیائہ و لااعلم ان ادم نبی ام لایکفر کذافی العتابیہ اھ.** ''جو شخص کہے کہ میں تمام انبیاء کرام پر ایمان رکھتا ہوں اور میں نہیں جانتا ہوں کہ آدم علیہ السلام نبی ہیں، تو اس کی تکفیر کی جائے گی عتابیہ میں ایسے ہی ہے۔'' حضرت آدم علیہ السلام آدمی ہیں۔ تمام آدمی آپ کی اولاد ہونے کی وجہ سے آدمی کہلاتے ہیں۔ آپ کسی دوسرے آدم سے پیدا نہیں ہوئے کہ آپ کو آدمی کہا جائے۔ آپ کو حق تعالیٰ نے دست قدرت سے بنایا۔ زید بے قید پر لازم ہے کہ اپنے قول سے رجوع کرے پھر تجدید ایمان اور بیوی رکھتا ہو تو تجدید نکاح بھی کرے۔

(۲) قبلہ شریف سے پورب ممالک میں مُردوں کو اتر سرہانے اسلئے سلاتے ہیں کہ داہنے کروٹ ہونے میں منہ قبلہ کی طرف رہے۔ پوری دنیا میں اوتر دکھن کی کوئی قید نہیں ہے بلکہ مردوں کو داہنی کروٹ قبلہ رو قبر میں لٹانا چاہئے۔ وھوتعالیٰ اعلم
ویوضع فی القبر علیٰ جنبه الایمن مستقبل القبلة کذافی الخلاصه. ''مردوں کو قبر میں داہنی کروٹ قبلہ رخ رکھے۔''

(۳) جابر کا قول درست ہے۔ مشرق و مغرب کا احترام نہیں بلکہ کعبہ شریف کا احترام لازم ہے۔ للہٰذا قبلہ شریف کی جانب پاؤں

پھیلانا، تھوک پھینکنا، استنجا کی حالت میں اس کی طرف رخ کرنا یا پیٹھ کرنا سب ممنوع ومکروہ ہے۔ وکرہ استقبال القبلة بالفرج فی الخلاء و استدبارها الخ. ''اور بیت الخلاء میں قبلہ کی جانب منہ اور پیٹھ کرنا مکروہ ہے۔'' (فتاویٰ ہندیہ)۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح
عبدالحافظ رضوی القادری، خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار پٹنہ
۱۰/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۴ھ

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۱۰/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۴ھ

استفتاء ۳۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:
ہر انسان کو موت کا مزہ چکھنا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْت ۔ لیکن سننے میں آیا ہے کہ بعض انبیاء علیہم السلام پر موت طاری نہیں ہوتی ہے کیا یہ بات سچ ہے۔ مدلل جواب دیکر شکریہ کا موقع دیں۔ فقط والسلام

المستفتی: محب الحق واجدی، شیخی چکیا، ضلع چمپارن، بہار

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــ هو الهادی الی الصواب ــــــــ!

بیشک ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی موت کا مزہ محسوس فرماتے ہیں اس کے بعد ان کی مبارک حیات مثل حیات دنیاوی ہو جاتی ہے وہ اپنی آرام گاہوں رزق بھی دئے جاتے ہیں۔ نمازیں بھی پڑھتے ہیں اور دوسرے کام بھی انجام دیتے ہیں حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد گرامی فرماتے ہیں: الانبياء احياء فی قبورهم يصلون ۔
دوسری حدیث میں فرماتے ہیں: ان الله حرم علی الارض ان تاكل اجساد الانبياء فنبی الله حی يرزق۔
فی الحقیقت چار انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ذوات مقدسہ ایسی ہے جن پر ابھی تک موت طاری نہیں ہوتی ہے اور وہ سب حیات جسمانی دینوی کے ساتھ باحیات ہیں۔ ان میں سے دو حضرات زمین پر ہیں ۱ حضرت سیدنا الیاس۔ ۲ خضر علیہما السلام۔ شرح مقاصد میں ہے: ماذهب اليه العظماء من العلماء ان اربعة من الانبياء فی زمرة الاحياء الخضر والالياس فی الارض وعيسىٰ وادريس فی السماء. واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم بالصواب۔

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

استفتاء ۳۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں کہ:

(۱) حضرت سیدنا ایوب علیہ السلام کے متعلق زید کا قول ہے کہ وہ بالکل پاک وصاف تھے ان کے تن مبارک میں کسی قسم کا کیڑا نہیں ہوا تھا۔ بکر کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں وقت امتحان جب مرض میں مبتلا کیا تو ان کے تن مبارک میں کیڑے لگ گئے تھے بکر جلیس الناصحین (از مولانا برکت اللہ) وقص الانبیاء اور دوسری کتابوں کا حوالہ دیتا ہے۔

(۲) میری زمین میں تاڑ کا ایک درخت ہے عمرو روزانہ اس سے تاڑی نکالکر بیچتا ہے اور اس کے عوض مناسب رقم ادا کرتا ہے تو اس رقم کا لینا کیسا ہے؟

المستفتی: محمد نعیم الدین انصاری، انکس لائن نمبر ۲۱-۱۳ ہوگلی

۹۲/۸۶ء

الجواب!

(۱) حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے بعض حضرات ابتلاء وآزمائش میں ڈالے گئے لیکن کوئی بھی ایسی بیماری میں مبتلا نہیں ہوئے جو نفرت دگھن کا سبب ہو حضرت سیدنا ایوب علیہ السلام بھی ابتلاء وآزمائش میں ڈالے گئے مال واسباب، اولاد ذکور واناث سب ختم ہو گئے۔ جسم شریف پر آبلے پڑے پورا بدن زخموں سے بھر گیا سالہا سال اس میں مبتلا رہے پھر اللہ تعالیٰ نے نجات دی نعمتوں کو المضاعف فرمایا اور جسمانی وروحانی صحت سے ہمکنار کیا۔ کیڑے پڑنے کی روایت بعض کتابوں میں ہے لیکن یہ پایہ تحقیق کو نہیں پہونچی۔ لہٰذا ان روایتوں پر اس لئے اعتماد نہیں کرنا چاہیے کہ یہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عظمت واقعی اور شانِ جلالت کے خلاف ہے قرآن کریم نے جس حسین انداز سے حضرت سیدنا ایوب علیہ السلام کے ابتلا وآزمائش کا ذکر فرمایا ہے اس۔ پر مسلمانوں کا ایمان ہے اور کوئی دوسری بات اپنی طرف سے یا ناقابل اعتبار روایتوں سے بڑھانا ہرگز مناسب نہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ، فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ. وَاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ۔آیات مذکورہ کی کسی معتبر تفاسیر سے بکر کے دعوی کی توثیق نہیں ہوتی ہے۔ لہٰذا زید کا قول صحیح ہے اور بکر کا دعویٰ بے دلیل شرع ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم!

(۲) جب اس درخت کی ملکیت آپ کی ہے تو آپ پر واجب ہے کہ اس سے تاڑی نکالنے کی ممانعت کیجیے۔ تاڑی کے عوض

میں رقم لینا جائز نہیں ہے۔ وَلَاتَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَان. واللہ تعالیٰ سبحانہ وتعالیٰ اعلم!

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۲۳/ ذی الحجہ ۱۴۰۴ھ

الجواب صواب
اشرف رضا قادری
۲۱/ ستمبر ۸۴ء

استفتاء [۴۰]

مسئلہ: محترم عالی مقام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کا رسالہ ''رفاقت'' پڑھ کر ہم لوگوں کو بہت کچھ معلومات ہو رہی ہے۔ اب ہم ان پڑھوں کی جانب سے کچھ مندرجہ ذیل سوالات ہیں، اس کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں دے کر ہماری معلومات میں اضافہ فرمائیں، بہت ہی نوازش ومہربانی ہوگی۔

(۱) کیا حضرت عیسیٰ کی وفات نہیں ہوئی حالانکہ دیگر انبیاء اوالعزم حتیٰ کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات بھی مسلم ہے؟

(۲) اگر نہیں ہوئی تو حضرت عیسیٰ جسم عنصری کے ساتھ کہاں اور کس حالت میں ہیں؟

(۳) کیا احادیث صحیحہ میں پیشین گوئی نزول عیسیٰ وامام مہدی بوقت قرب قیامت موجود ہے؟

المستفتی: مرزا محمد جلال الدین اکبر بیگ، دودھ کٹورہ، آرہ

۸۶/۹/۷

الجواب بعون الملک الوهاب!

والسلام علیٰ من اتبع الهدیٰ

(۱) حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات بھی مسلم ہے۔ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ. (ال عمران:۱۸۵) ''ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔'' (ترجمہ کنز الایمان) مگر ابھی تک آپ کی موت محقق نہیں ہو سکی ہے جیسے حضرت خضر علیٰ نبینا وعلیہ السلام۔

وهو تعالیٰ اعلم

(۲) احادیث صحیحہ اور تفسیر قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ آسمان دوئم، آسمان چہارم پر ہیں۔ وهو تعالیٰ اعلم

(۳) جی ہاں۔ وهو تعالیٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۲۳/ رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ

استفتاء [41]

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ:
آج کل تبلیغی جماعت جو گاؤں گاؤں شہر بشہر لوگوں کو نماز روزہ کی تلقین، کرتی ہے۔ اور اپنے حلقہ میں لوگوں کو بلایا کرتی ہے پھر چلہ میں شرکت کے لئے عوام پر زور دیتی ہے اور اس جماعت کا کہنا ہے کہ یہ صحابہ کی سنت ہے۔ یہ جماعت کیسی ہے کچھ مولانا ایسے ہیں جو اس جماعت میں شامل ہونے سے منع فرماتے ہیں اور شدت سے اس کی مخالفت کرتے ہیں اور اس جماعت کی خامیوں کو بیان کرتے ہیں مذکورۂ بالا مضمون کے ذریعہ آپ سے رجوع ہوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین نیز صحابۂ کرام سے اس جماعت کے متعلق جواب دینے کی زحمت گوارا کریں گے۔
(۱) اس جماعت کو کیا کہا جائے؟ (۲) اس جماعت پر تنقید کرنا ہماری شریعت میں کیسا ہے (۳) یہ جماعت جو تبلیغ کرتی ہے اس کا تبلیغ کرنا کیسا ہے (۴) اس جماعت کی بنیاد کہاں سے ہے اور انتظامات کہاں سے ہوتی ہے۔ (۵) اس جماعت کے ساتھ سنیوں کا کیا تعلق ہونا چاہیے۔ (۶) ایسی جماعت کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی پیشگوئی ہو تو ضرور تحریر فرمائیں۔ یہ چند مسائل آپ کی خدمت میں پیش ہیں جواب دیں۔

المستفتی: صوفی عبدالسلام قادری، موضع لوام پوسٹ لوام، ضلع دربھنگہ
۹۲/۸۶ے

الجواب

نام نہاد تبلیغی والیاسی جماعت گمراہ وگمراہ گر ہے جو اشرف علی کی تعلیمات کی ترجمان ہے اور وہابیہ دیوبندیہ کے عقائد باطلہ وخیالات فاسدہ، کاسدہ کی اشاعت کا اہم ذریعہ ہے مسلمانوں کو اس جماعت سے دور رہنا فرض ہے۔ **قال علیہ السلام ایاکم وایاھم لایضلّونکم ولایفتنونکم.** ''نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ تم ان سے دور بھاگو اور انہیں اپنے دور رکھو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں اور فتنہ میں نہ ڈال دیں۔'' علمائے اہلسنّت نے اس کی تردید میں درجنوں رسالے لکھے ہیں جس کو منگوا کر مطالعہ کیجئے۔ مثلاً تبلیغی جماعت جراثیم الوہابیہ، وتبلیغی جماعت اور مسلمان وغیرہا مطبوعہ پوسٹر آپ کے نام بھیجے جارہے ہیں اس سے بھی اس جماعت کی کچھ حقیقت واضح ہوجائے گی دارالافتاء میں تفصیل سے جواب دینے کا موقع نہیں ہے۔ **وھو تعالیٰ اعلم!**

الجواب صحیح وصواب والمجیب نجیح ومثاب
عبدالحافظ رضوی القادری غفرلہ
۲۷/محرم الحرام ۱۴۰۵ھ

کتبہ
عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ
۲۷/محرم الحرام ۱۴۰۵ھ

استفتاء ۴۲

مسئله: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) مولوی اشرف علی تھانوی، رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد انبیٹھوی، قاسم نانوتوی مسلمان تھے یا کافر ومرتد؟

(۲) ان مولوی کی تحریرات نزاعیہ سے واقف ہونے والے پھر مسلمان جاننے والے یا ان کو اپنا مقتدا ماننے والوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ بالوضاحت جواب دیجئے۔

المستفتی: محمد سمیع انصاری قادری رضوی، ڈی ای ٹی آفس، گورکھپور-۲۷۳۰۰۱، (یو۔پی)

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــ

(۱) علمائے حرمین شریفین نے مذکورہ لوگوں کی تحریراتِ خبیثہ پر مطلع ہو کر کفر وارتداد کا فتویٰ صادر فرمایا علماء حرمین کا ایسا مجمع علیہ فیصلہ ہے جس سے کسی انصاف پسند کو انکار نہیں ہو سکتا ہے۔ شیخ المدرسین حضرت علامہ عبد القادر توفیقی مدرس مدرسہ مسجد الکریم الشبلی الطرابلسی الحنفی مدینہ منورہ حسام الحرمین جلد ا، صفحہ ۳۲۰ میں تحریر فرماتے ہیں فاذا ثبت ...... **هؤلآء القوم وهم غلام احمد القادیانی وقاسم النانوتوی ورشید احمد الکنکوهی وخلیل احمد انبیتوی واشرف علی التانوی واتباعهم مما هو مبین فی السوال فعند ولک یحکم بکفرهم واجراء احکام المرتدین علیهم وان لم تجر فیلزم التحذیر منهم والتنفیر عنهم الخ.** "جب کہ ثابت و متحقق ہوا جوان کی طرف نسبت کیا گیا اور وہ غلام احمد قادیانی، قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد انبیٹھوی اور اشرف علی تھانوی اور ان کے متبعین اور وہ جن کے نام سوال میں مذکور ہیں تو بیشک یہ ان کے کفر پر حکم کفر کرتا ہے اور یہ کہ مرتدوں کا جو حکم ہے۔ (یعنی حاکم کا ان کو قتل کرنا) ان پر جاری کیا جائے اور اگر یہ حکم وہاں جاری نہ ہو تو واجب ہے کہ مسلمانوں کو ان سے ڈرلیا جائے اور ان سے نفرت دلائی جائے۔" **وهو تعالیٰ اعلم**

(۲) نماز باطل محض ہوگی اور قصداً اس کی اقتداء کرنے کا گناہ الگ۔ **لانّ فِی تقدیمه تعظیمه وقلوجب علیهم اهانته شرعاً (کذافی الشامی)** "اس لئے کہ اسے امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے اور شرعاً مسلمانوں پر فاسق کی اہانت واجب ہے۔ جیسا کہ "فتاویٰ شامی" میں ہے۔" **هذاحکم للفاسق فی العمل واماالفاسق العقیده فحکمه اهم واکد.** "یہ حکم فاسق فی العمل کا ہے اور جو فاسق فی العقیدہ ہو اس کا حکم زیادہ اہم اور آکد ہے۔" **والله تعالیٰ اعلم ورسوله صلی الله تعالیٰ علیه وعلی اله وصحبه وبارک وسلم.**

عبد الواجد قادری غفرلہ خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبه

۲۷/ ذوالقعدۃ الحرام ۱۴۰۲ھ، ۶/ ستمبر ۱۹۸۲ء

استفتاء [۴۳]

مسئلہ: معظمی ومحترمی حضرت مولانا! السلام علیکم!
انکار حدیث اور قرآن مجید کی آیات کی تحریف معنوی کرنے کا فتنہ پاکستان میں برپا تھا اور وہاں علمائے حق اس کا مقابلہ کر رہے تھے کہ ایک شخص عبد الصمد نامی بدایوں سے اٹھا اور اس نے ہندوستان میں بھی اس فتنہ کو پھیلانے کی کوشش شروع کر دی۔ خاکسار اس کے خلاف اب تک دو کتابیں شائع کر چکا ہے۔
اب ایک استفتاء حضرات علماء کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں جس میں اس شخص کی عبارتیں مع حوالہ کتب اس لئے درج کر دی ہیں کہ جن علماء نے اس کی کتابیں نہیں پڑھی ہیں۔ وہ ان عبارتوں کو ملاحظہ فرما کر اس کے متعلق شریعت اسلامی کے ماتحت فتویٰ صادر فرمائیں۔ یہ استفتاء طبع کرا دیا گیا ہے تاکہ ہندوستان کے تمام علماء کی خدمت میں بھیجا جا سکے۔ اس کی دو کاپیاں ملفوف ہذا ہیں۔
جناب سے درخواست ہے کہ مفصل فتویٰ تحریر فرمائیں اور مدرسہ کے دیگر اساتذہ سے بھی اس پر تصدیقی دستخط کرا دیں اور جہاں تک ممکن ہو جلد از جلد جواب مرحمت فرما دیں۔ جواب کے لئے ٹکٹ ارسال خدمت ہیں۔ والسلام

احقر محمد حسن ۱۱/ مئی ۸۲ء

۹۲/۷۸۶

الجواب ــــــــــــ بعون الملک الوہاب ــــــــــــ!

مکرمی! السلام علیکم ورحمہ۔ آپ کا سوالنامہ تقریباً ایک سال چار مہینے پر دار الافتاء میں پہنچا۔ وجوہات تاخیر میں ایک وجہ یہ بھی تھی کہ پتہ غلط تھا۔ جس ملعون گروہ کے ہفوات وکفریات نے آپ کے دینی جذبات اور اسلامی احساس کو مجروح کیا ہے، جس کی صدائے بازگشت یہ سوالنامہ ہے، وہ نیا گروہ نہیں۔ یہ وہی قوم کے باغی اور ملت مسلمہ کے غدار ہیں جو قوم مسلم کی تمام تر قوت جہد وعمل کو اختلافات کی آگ کے نذر کر دینا چاہتے ہیں جو مختلف فرقوں اور رنگوں میں ظاہر ہوتے رہے۔ چودہویں صدی میں وہی سبائی وخارجی گروہ نے اہل قرآن کا لبادہ اوڑھا جس کے عقائد ونظریات ڈھکے چھپے نہیں ہیں۔ وہ اپنے افکار وخیالات اور اعتقاد ونظریات کے باعث ہر ہر قدم پر اسلام اور اہل اسلام سے متصادم ہیں۔ آپ کے سوالنامہ کا شرعی جواب مندرجہ ذیل ہے۔ فقط والسلام
مطلقاً حدیث رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انکار اور اس سے تنفر قرآن مجید کا انکار اور اس سے بے زاری ہے۔ لقولہ تعالیٰ عزوجل مَآ اٰتٰـکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ (سورۃ الحشر: ۷) "اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔" (ترجمہ کنز الایمان) اور قرآن عظیم سے انکار وتنفر قطعاً یقیناً کفر وارتداد ہے۔ خواہ ایک ہی آیت کریمہ کا انکار کیوں نہ ہو۔ اذاانکر آیۃ من القرآن اوتمسخر بایۃ من القرآن وفی الخزانۃ اوعاب کفر کذافی التاتارخانیہ۔

''جب قرآن کی کسی آیت کا انکار یا استہزاء کیا اور ''خزانۃ'' میں ہے یا عیب لگایا کافر ہو جائے گا ایسے ہی ''تاتارخانیہ'' میں ہے۔'' (جلد۲، صفحہ۸۸۷) قرآن کریم کی پناہ لے کر احادیث رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انکار منافق اصلی کی پہچان ہے جس کا ٹھکانا درک اسفل ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وَاِذَاقِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰی مَآاَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَی الرَّسُوْلِ رَاَیْتَ الْمُنٰفِقِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْکَ صُدُوْدًا. (پ۵، ع۲) (اور جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کی اتاری ہوئی کتاب اور رسول کی طرف آؤ تو تم دیکھو گے (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کہ منافق تم سے منہ موڑ کر پھر جاتے ہیں) یصدون عنک سے روشن وواضح ہوا کہ منافقین الیٰ ما انزل اللہ یعنی قرآن کریم سے نہیں بھاگتے ہیں۔ بلکہ نبی مخاطب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ، فرمودات مبارکہ (حدیث پاک) سے منہ موڑتے ہیں۔ اس آیت مبارکہ نے کھلے طور پر بتادیا کہ آج کا منکر حدیث بھی منافق اصلی ہے۔

منکر حدیث منکر قرآن ہے اور منکر قرآن منکر رحمٰن ہے اور منکر خدا کے کفر وارتداد، ضلالت وگمراہی اور دہریت میں کس کو انکار ہوسکتا ہے۔ خود باری تعالیٰ عزاسمہ نے ایسوں کے غیر مسلم ہونے کا فتویٰ قسم کے ساتھ قرآن مجید میں صادر فرمایا فَلَا وَرَبِّکَ لَایُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا. (اے نبی تیرے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک تجھے اپنی ہر اختلافی بات میں حاکم نہ بنائیں۔ پھر اپنے دلوں میں تیرے فیصلے سے کچھ تنگی نہ پائیں اور اچھی طرح اسے دل سے مان لیں) یعنی حکم رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی رافع اختلاف دافع وسواس ہے۔ منکرین حدیث کے عقائد باطلہ اقوال رذیلہ اور اوہام فاسدہ کو سرسری طور پر کتابچہ میں دیکھا جو بے شمار کفریات ہزلیات منکرات پر مشتمل ہے، پانچ وقت نمازوں کا انکار ہو۔ یا احادیث مبارکہ صحیحہ کے اغلاط پر اصرار، آیات قرآنیہ میں تحریف معنوی ہو یا سرکار عظمت پناہ کی عظمت بے پایاں سے کھلواڑ سب اپنی اپنی جگہ کفر ونفاق اور ایمان واسلام میں شقاق ہے نماز پنجگانہ پر ابتداءِ فرضیت سے آج تک صرف علماءِ اُمت ہی نہیں بلکہ تمام اُمت کا بھی اجماع ہے اس اجماع میں شگاف ڈالنا کسی دہریہ نژاد ہی کا کام ہوسکتا ہے۔ مجمع الانہر جلد اول، صفحہ۶۸ میں ہے: فی کل یوم ولیلۃ خمس صلوات وھومن المشاھیر وبالاجماع فقداجمع الامۃ من لدن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم الیٰ یومنا ھٰذا علیٰ فرضیتھا من غیرنکیرمنکر ولا رداًفمن انکرشرعیتھا کفر بلاخوف الخ. ''زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے باجماع امت روزانہ پانچ وقت کی نمازیں فرض ہیں توجواس کے مشروع ہونے کا انکار کرے وہ کافر ہے۔'' فرقہ مذکورہ کا کفر وارتداد ایسا مجمع علیہ ہے کہ اس کے عقائد خبیثہ سے واقف ہوکر جو اُس کے کفر وعذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ومرتد ہے۔ فتاویٰ بزازیہ وغیرہا میں ہے: من شک فی عذابہ و کفرہ کفر. ''جواس کے معذب وکافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہوجائے گا۔'' مسلمانوں پر لازم وضروری ہے کہ ایسے باطل پرستوں، اسلام دشمنوں سے شرعی مقاطعہ کریں۔ مثلاً ان کے ساتھ کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا، لین دین، شادی بیاہ، سلام وکلام سب یکلخت ترک کردیں۔ نہ انہیں اپنی مسجدوں میں آنے دیں نہ اپنے قبرستان میں دفن ہونے دیں۔ لقولہ تعالیٰ عزوجل وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ. (سورۃ الانعام:۶۸) ''اور جو کہیں تجھے شیطان بھلادے تو یاد آئے پر ظالموں

کے پاس نہ بیٹھ۔'' واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ وحزبہ وبارک وسلم۔

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۴/ستمبر ۱۹۸۳ء

استفتاء ۴۴

مسئلہ: بخدمت گرامی حضرت مولانا سرکار مفتی صاحب دام ظلکم۔

بعد سلام مسنون وقدمبوسی دست بستہ اوباً احتراماً عرض خدمت عالی در جت یہ ہے کہ مندرجہ ذیل مسائل کا شرعی فتویٰ عطا فرما کر بندگان اہل سنت کو مشکور فرمائیں۔ غلاموں پر آقا کا احسان کرم ہوگا۔

(۱) فقہ حنفی کی کتب میں یہ الفاظ کہ ماتریدین اور من اشاعرہ۔ یہ کیا بات ہے اور اس کا کیا مطلب ہے؟

(۲) اکابر مشائخ کرام نے حکایات لیلیٰ مجنوں کی تمثیل بہت مقامات میں لائے ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ کس زمانہ کے واقعات ہیں؟ اور یہ لیلیٰ مجنوں کون تھے؟

(۳) داڑھی رکھنا مطلق واجب اور بقدر مشت سے کم کرنے کٹانے کو حرام کیوں کہا جاتا ہے؟ حالانکہ درمختار میں موجود کہ السنّة قبضة و مازاد علیه فقطعه ''قبضہ برابر رکھنا سنت اور زائد از قبضہ کاٹی جائے۔'' یعنی قبضہ برابر رکھنا سنت، زائد از قبضہ کاٹی جائے۔ امر خلاصہ یہ کہ جب قبضہ برابر سنت تھی تو اس کا کاٹنا کم کرنا خلاف سنت مکروہ یا اساءت ہونا چاہئے تھا۔ پھر حرام کیوں کہتے ہیں؟ اگر حرام کہنا ہی ہوگا تو شرعاً دلیل اس کی بحوالہ کتب معتبرہ ارشاد فرما کر مشکور فرمائیں۔

المستفتی: خادم اہل سنت پیر قادری، نئی پیٹ، ہانگل شریف، کرناٹک

۹۲/۸۶ء

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــ!

محترم ومکرم! وعلیکم السلام ثم السلام علیکم ورحمتہ!

(۱) **ماتریدیہ** اور اشاعرہ عقائد اہل سنت وجماعت کی تائید بدلائل قطعیہ قاہرہ کرنے والے ہیں۔ ان کا اکثر تذکرہ کتب کلام میں ملتا ہے۔ یہ دونوں باب عقائد میں اہل سنت وجماعت کی مشہور ومہتم بالشان شاخیں ہیں جو معتزلیوں پر برق خاطف بن کر گرتے ہیں۔ جس زمانہ میں کتب کلام کی تدوین ہوئی اس زمانہ میں معتزلیوں کا زور تھا جو اسلامی عقائد کے چہرہ کو مسخ کر دینا چاہتے تھے مگر ماتریدیہ واشاعرہ نے ان کا رد بلیغ کرتے ہوئے عقائد حقہ اہلسنّت کو واضح ومبرہن فرمایا۔ اسی لئے اکثر کتب کلام میں ان کا ذکر ملتا ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم!

(۲) اس کی تحقیق فقیر کو نہیں ہے۔ سنا ہے کہ پہلی صدی ہجری کے آخر میں ان کے عشق کا چرچا عام ہو چکا تھا۔ حضرت سیدنا امام حسن سبط پیغمبر نبی انور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی طرف نسبت رضاعت کی تحقیق بھی نہیں ہو سکی ہے۔ وھو اعلم

(۳) ایک مشت داڑھی رکھنا سنت بھی ہے اور حد شرع بھی کہ اس تحدید کا ترک بصورت قصر و حلق قطعاً مسدود ہے۔ لہٰذا شرع کی حد مقرر سے کم نہ کرنا واجب ہوا اور ترکِ واجب حرام ہے اور اگر مکروہ تحریمی پر محمول کریں جب بھی حرام کہنا درست ہے۔ کمافی الاصول، شیخ محقق حضرت سیدنا عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ حدیث پاک عشر من الفطرة قص الشارب واعفاالحلية. ''دس چیزیں فطرت اسلام میں سے ہے، مونچھ تراشنا، داڑھی بڑھانا'' کی شرح میں فرماتے ہیں ''حلق کردن لحیہ حرام ست وروش افرنج وہنود وجوالقیان کہ ایشا نرا قلندر یہ گویند''۔ نیز اسی میں ہے ''گذاشتن آن بقدر قبضہ واجب ست وآنکہ آں راسنت گویند بمعنی طریقہ مسلوک دین است یا بجہت آنکہ ثبوتِ آں بہ سنت ست چنانکہ نماز عید راسنت گویند۔

درمختار کی مذکورہ فی السوال عبارت کی تشریح وتوضیح عالمگیری کی اس عبارت سے ہوتی ہے: عن الملتقط لاباس اذاطالت لحیته طولاًوعرضاًلکنه مقیدبمااذازادعلی القبضة الخ. ''بحر میں ملتقط کے حوالے سے مذکور ہے جب داڑھی طولاً وعرضاً ایک مشت سے زائد دراز ہو جائے تو قبضہ سے زائد کو کاٹنے میں حرج نہیں۔'' معلوم ہوا کہ جب تک حد شرع سے آگے نہ بڑھے اسے تراشنا کسی طرح (طولاً وعرضاً) جائز نہیں ہے۔ پس ان تصریحات علماء کے ہوتے ہوئے داڑھی حد شرع سے کم کرانے پر خلاف سنت یا اساءت کا اطلاق نہیں ہوگا۔ بلکہ حرام و ناجائز ہی کہا جائے گا کہ ایسے واجب کا ترک ہے جسے شعائر اسلام میں شمار کیا جاتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وحزبہ وبارک وسلم۔

کتبہ
عبد الواجد قادری غفرلہ خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۱۴/شوال المکرم ۱۴۰۳ھ

استفتاء ۴۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

میں نے ''رفاقت'' میں دیکھا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم حاکم شرع بن کر تشریف لائے اور سرکار کو قانون شرع میں ترمیم وتنسیخ کا حق حاصل تھا۔ تو آپ یہ بتائیں کہ بخاری شریف کی حدیث تو یہ ہے کہ ''ایک مرتبہ اللہ کے محبوب شہد نوش فرما کر اپنی بعض ازواج مطہرات کے پاس تشریف لائے تو آپ کی زوجہ محترمہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کے منہ سے کافور کی بو آتی ہے، تو آپ نے شہد پینے سے قسم

کھالی"۔ اس پر آیۂ قرآنیہ نازل ہوگئی کہ "اے محبوب آپ اپنے اوپر حلال چیز کو حرام کیوں کر لیتے ہیں"۔
اس پر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے کفارہ بھی دیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر قوانین شرع میں آپ کو ترمیم کا حق تھا تو شہد حرام ہو جانا چاہئے تھا مگر آیۂ قرآنی سے اس کی تردید کردی گئی۔ معلوم ہوا کہ آپ کو ترمیم کا حق حاصل نہیں تھا؟

(۳) قرآن شریف کے اندر "شاہد" کے معنی "گواہ" لیا ہے اور ایک جگہ حاضر و ناظر لیا گیا ہے۔ دونوں جگہ ایک ہی معنی کیوں نہیں لیا گیا؟

المستفتی: مولانا محمد ابراہیم رضا نوری، میجر گنج، سیتامڑھی، بہار

۹۲/۸۶ھ

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوہاب ـــــــــ!

(۱) آپ ﷺ حاکم سب مگر محکوم رب ہیں۔ آپ کے اعمال و کردار منشائے قدرت کے تحت اور احکام شرع آپ کی رضا کے تحت۔ فلنولّینک قبلةً ترضٰها۔ (البقرہ:۱۴۴) "تو ضرور ہم تمہیں پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے۔" (کنزالایمان) احادیث وفقہ میں اس کے بے شمار نظائر و شواہد موجود ہیں۔ من شاء فلیرجع الیها۔ وھو اعلم!

(۲) دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے کہ گواہ آخر وہی ہوتا ہے جو حاضر و ناظر بھی ہو۔ وھو تعالیٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کـــــــــــــتـــــــــــــبـــــــــــــہ

۲۱/شوال المکرم ۱۴۰۳ھ، یکم اگست ۱۹۸۳ء

استفتاء ۴۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ

(۱) وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهٗ. "اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ وہ ان کی شان کے لائق ہے۔" (کنزالایمان) میں کس چیز کی نفی کی گئی ہے؟

(۲) ابوالبشر سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پتلہ مبارک کس جگہ بنایا گیا؟

(۳) اللہ کے رسول دانائے غیوب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر علم "ماکان ومایکون" کی تکمیل کب ہوئی؟

ان تمام سوالوں کے جوابات آیات قرآنی، معتبر احادیث کریمہ سے مدلل دیا جائے۔ اس لئے کہ یہاں دیوبندیت و وہابیت اور بریلویت کا جھگڑا شباب پر ہے۔ برائے مہربانی اس کا جواب بہت جلد دیا جائے۔

اگر ہو سکے تو اس کے جوابات پندرہ روزہ ''رفاقت'' میں شائع کروادیں۔ پتہ یہ ہے

المستفتی: مولانا محمد ابراہیم رضا نوری کیر آف محمد شوکت علی، شومرچنٹ، مقام و پوسٹ میجر گنج، ضلع سیتامڑھی

۹۲/۷۸۶

الجواب ــــــــــــــ بعون الملک الوہاب ــــــــــــ!

(۱) شعر گوئی میں مصروفیت و مشغولیت سے۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۲) بعض روایتوں میں آیا ہے کہ جہاں آج کل خانۂ کعبہ ہے وہاں۔ اور بعض روایتوں میں ہے کہ وادئ نعمان میں جو مکہ شریف اور طائف کے درمیان واقع ہے، وہاں۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۳) وصال الیٰ رب ذوالجلال سے قبل۔ وھو تعالیٰ اعلم وعلمہ اکمل واتمّ واھم

نوٹ: وہابیوں کا کافی شافی جواب دینے کے لئے اہلسنّت کے رسائل منگوا لیجئے جس میں تفصیلی جوابات آپ کو مل جائیں گے۔ دارالافتاء میں اتنی مہلت نہیں ہے کہ ہر ایک سوال کا تفصیلی مدلل جواب دیا جا سکے۔ ''رفاقت'' میں ان سوالات و جوابات کا آنا بھی بعض وجوہات کی بنا پر متعذر رہے۔ امید کہ معاف کریں گے۔

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتـــــــــــــــــــــبہ

۲۱/شوال المکرم ۱۴۰۳ھ، یکم اگست ۱۹۸۳ء

استفتـــــــاء [۴۷]

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ

(۱) ایک عالم متقی و پرہیز گار سادات پر یہ الزام عائد کیا کہ وہ سادات نہیں بلکہ پٹھان ہیں جب کہ وہ سادات ہیں۔ بغیر ثبوت کے غلط الزام لگایا جس سے عوام الناس میں بے چینی پھیلی ہوئی ہے اور عوام الناس اسی سید سے وابستہ ہیں اور ان کی خاندانی شرافت کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں۔ اب ایسے بے عمل اور دروغ گو عالم کے لئے شرع شریف کا کیا حکم ہے؟ کیا ایسے بے عمل عالم کی اقتداء درست ہے؟ جو ایک سادات کی اہانت کرتا ہو اور جھوٹا الزام عوام میں پھیلاتا ہو اور اخلاق و محبت کی جگہ انتشار و فتنہ انگیزی کرتا ہو جب کہ سید صاحب صحیح العقیدہ، پرہیز گار، متقی، خطیب مسجد ہیں؟

(۲) حضرت سید صاحب خطابت مسجد اور مدرس کے کام کو بہ حسن و خوبی دو سال تک انجام دیا لیکن چند منافقین لوگوں کی گندی سیاست سے تنگ آ کر سید صاحب نے خطابت مسجد سے استعفیٰ دے دیا اور قریب ہی

دوسری جگہ امامت وتدریس کا کام انجام دے رہے ہیں۔ وہی بے عمل عالم ان کی جگہ پر مقرر کیا گیا ہے۔ چند سیاسی لوگ ان کے ہمدم وخیر خواہ ہیں۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ میلاد النبی میں تقریر کے دوران کہا کہ اب جنتا پارٹی کی حکومت ختم ہو چکی، یہ کانگریس کی حکومت ہے۔ اب اسی حکومت کے حکم پر چلنا ہوگا۔ ملاحظہ ہو کہ سید صاحب پر جنتا پارٹی کو محمول کیا، عوام الناس ان کی گندی سیاست کو جان گئی۔ عوام الناس کا کہنا ہے کہ عالم دین نائب رسول ہوتے ہیں اس لئے جنتا اور اندرا سرکار کے تذکرہ کی کیا ضرورت ہے جب کہ محفل میلاد اسوۂ حسنہ کے بیان کے لئے ہوتی ہے۔ ایسی گندی سیاسی باتوں پر ازروئے شرع شریف کیا حکم ہے؟ جواب عنایت فرمائیں۔ عین نوازش وکرم ہوگا۔

المستفتی: خادم نسیم الدین احمد قادری کیر آف شیران علی، پان دوکان، مقام وپوسٹ شاہ پور، ضلع ڈالٹین گنج

۹۲/۸۶ ء

الجواب ــــــ بعون الملک الوھاب ــــــ!

(۱) برتقدیر صحت سوال، عالم بے عمل، دروغ گو، سید کی اہانت کرنے والا، بدترین فاسق وفاجر اور مستحق عذاب نار وغضب جبار ہے۔ اگر اہانت سید بربنائے دین ودیانت، عظمت وکرامت ہے تو اس عالم بے عمل پر خوف کفر ہے۔ ھکذا فی العالمگیریہ وغیرہا۔ اس پر توبہ واستغفار واجب ہے۔ جب تک توبہ نہ کرے اس کی اقتداء مکروہ تحریمی، نمازیں واجب الاعادہ ہیں۔ صلوٰة ادیت مع کراھة التحریمة فوجب اعادتھا. ''ہر وہ نماز جو کراہت تحریمی کے ساتھ پڑھی جائے اس کا اعادہ واجب ہے۔'' (الدر المختار) وھو تعالیٰ اعلم

(۲) دوسرے سوال میں سائل نے دو بڑی فحش غلطیاں کی ہیں (۱) النبی کے اوپر (ص) بنانا جس کا لغت یا اصطلاح میں کوئی معنی ہی نہیں۔ یہ درود پاک کے کلمات طیبات کا غیر شرعی اختصار ہے جس کو علماء محققین نے حرماں نصیبی، بے ادبی، ناجائز وحرام اور گاہے کفر لکھا ہے۔ (۲) اندرا کے نام کے ساتھ لفظ سرکار کا استعمال، جب کہ یہ معظمین دینی کے لئے ہی استعمال ہوسکتا ہے۔ لہٰذا ان دونوں وجہوں سے سائل بھی توبہ کرے۔ جواب اول کے مطابق اس عالم بے عمل پر توبہ ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ وحزبہ وبارک وسلم.

کتبہ
عبد الواجد قادری غفرلہ خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۲۵/ ماہ رمضان ۱۴۰۳ھ

استفتاء ۴۸

مسئلہ: دارالافتاء کے لئے کچھ سوالات ارسال کر رہا ہوں۔ جواب ٹھوس اور سلیس عنایت فرمائیں تا کہ سوال کرنے والوں کو ذہن نشین کرایا جا سکے۔

(۱) قرآن حکیم خالق یا مخلوق؟

(۲) نماز میں عین نیت کی حالت میں اگر وضو ٹوٹنے کی کیفیت پیدا ہو جائے تو کیا شرعی حکم ہے؟ ضبط کی کوشش کرنی چاہئے یا نہیں؟

(۳) ضبط تولید کا کون سا طریقہ شرعاً جائز ہے؟ جوابات مطلوب۔

المستفتی: نثار احمد، مقام و پوسٹ رفیع گنج، ضلع اورنگ آباد

۹۲/۸۶ ۷

الجواب ــــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــــ!

(۱) نہ خالق ہے نہ مخلوق۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۲) غلبہ ریاح کے وقت نیت کر لینا مکروہ تحریمی ہے۔ لہٰذا ضبط کی کوشش نہ کرے۔ وھو اعلم

(۳) کوئی طریقہ نہیں ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ وبارک وسلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۱۴/ شوال ۱۴۰۳ھ، ۲۵/ جولائی ۱۹۸۳ء

استفتاء ۴۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین، شرع متین ان مسائل میں کہ

(۱) زید سنی صحیح العقیدہ کے پاس سنی بن جاتا ہے اور دیوبندی وہابی کے پاس دیوبندی وہابی بن جاتا ہے۔ سنی کے پاس سنی جیسی بات کرتا ہے اور وہابی دیوبندی کے پاس ان کی جیسی بات کرتا ہے۔ شرع مصطفویہ کے مطابق زید کے متعلق کیا حکم ہے؟

(۲) کسی ادارہ کی میٹنگ کے لئے زید کو اگر بلایا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں تو وہابی دیوبندی ہوں، مجھ کو کیوں بلاتے ہیں۔ زید کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟

(۳) زید ایک طرف سنی بن جاتا ہے اور دوسری طرف مشہور دیوبندی مدرسہ کی مشاورتی کمیٹی کا قیام کے تحت یہ مضمون لکھ کر چھاپتا ہے "ادارہ، ہم لوگ آسنسول کے عوام بالخصوص ملی وقومی کاموں میں حصہ لینے والے حضرات سے استدعا کرتا ہے کہ وہ اس کمیٹی کے اراکین کی ہمت افزائی کریں اور انہیں موقع فراہم کریں کہ وہ تعمیر وترقی میں لگ جائیں"۔ امید کہ جوابات سے نوازیں گے۔

المستفتی: "تنظیم اہلسنّت کمیٹی"، دھرم پور، پوسٹ برنپور، ضلع بردوان

۸۶/۹۲ء

الجواب ــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــ!

(۱) قرآن عظیم نے اسے منافقوں کی نشانی قرار دیا ہے۔ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ آمَنُوا قَالُوْٓا آمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ. (سورۃ البقرہ:۱۴) "اور جب ایمان والوں سے ملیں تو کہیں ہم ایمان لائے اور جب شیطان کے پاس اکیلے ہوں تو کہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو یونہی ہنسی کرتے ہیں۔" (کنزالایمان) جب زید بے قید وہابی دیوبندی کے پاس جا کر وہابی دیوبندی بن جاتا ہے تو از روئے فقہ اسلامی وہ انہی میں سے ہوگیا۔ کما نص علیہ فی الدر المختار۔ وھو اعلم

(۲) وہابیت و دیوبندیت کا اقرار وہابی و دیوبندی ہونے کے لئے کافی ہے۔ اب بغیر توبہ اس سے انکار وفرار نا قابل اعتبار ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۳) بدمذہبوں کی مدد کرنا، مدد کروانا سب حرام ہے۔ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ "اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو۔" (کنزالایمان) وھو اعلم۔

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۱۷/شوال ۱۴۰۳ھ، ۲۸/ جولائی ۱۹۸۳ء

استفتاء ۵۰

مسئلہ: محترمی ایڈیٹر رفاقت! مارچ ۱۹۸۲ء کے شمارہ میں ایک مضمون بعنوان "رسول اکرم کا سونا اور جاگنا" دیکھا۔ اس کی اس عبارت کا کیا مقصد ہے وضاحت کے ساتھ کسی آئندہ شمارہ میں تحریر فرمائیں۔
عبارت معترضہ ـــ "حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس درجہ نوافل پڑھا کرتے تھے کہ پاؤں پر ورم ہو جاتا تھا۔ کسی نے عرض کیا آپ پر اگلے پچھلے سب گناہوں کی معافی کی بشارت نازل ہو چکی ہے۔ پھر آپ اس درجہ مشقت کیوں کرتے ہیں۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا، کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں"۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب انبیاء ورسول معصوم ہوتے ہیں تو گناہ کی معافی کی بشارت نازل ہونے کا کیا

مقصد ہے؟

المستفتی: محمد عبد العلیم اشرفی، مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ، یوپی

۹۲/۷۸۶

الجواب ـــــــــــ بعون الملک الوهاب ـــــــــــ!

بیشک انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام معصوم عن الخطاء ہوتے ہیں۔ یہی اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے۔ عبادت صرف ازالۂ خطاء ہی کے لئے نہیں ہوتی بلکہ ترقی درجات قضاءِ حاجات، حصولِ رضا اور شکر نعم الٰہیہ وغیرہا کے لئے بھی ہوتی ہے۔ لہٰذا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عبادت کے فیضان سے حکیمانہ انداز میں سائل کو مطمئن فرمایا۔ عبارت مذکورہ فی السوال کا یہ مطلب ہے کہ آپ کے وجود مسعود کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ کو معاف فرمادیا، تو اب عبادت کی کیا ضرورت ہے۔ اس کے جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ "میں اس فضل الٰہی کا شکریہ ادا نہ کروں"۔ وھو تعالیٰ اعلم

عبد الواجد قادری غفرلہ خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۱۸/شوال المکرم ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۵۱

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید ایک اسکول کا مدرس بھی ہے اور ایک بستی کا امام بھی، پہلے پہل زید جب بستی میں بحیثیت امام آیا تھا تو ہر نماز کے بعد "تبلیغی نصاب" پڑھ کر لوگوں کو سناتا تھا۔ جب اس کے اس معمول اور تبلیغی نصاب پڑھنے پر ایک آدمی نے اعتراض کیا تو اس نے نصاب پڑھنا بند کر دیا۔ اس کے کچھ دنوں بعد اس کے پاس ایک دیوبندی کی لکھی ہوئی کتاب بھی دیکھی گئی۔ نیز حتی المقدور ہر اس کام سے (جو فی زمانناعلامت سنیت سمجھا جاتا ہے) گریز کرتا ہے اور اپنے متعلق کہتا ہے کہ میں دیوبندی یا وہابی نہیں ہوں اور بعضے آدمی کے سامنے یہ بھی کہہ دیتا ہے کہ میں جیسا موقع دیکھتا ہوں ویسا ہی کرتا ہوں یا کہتا ہوں۔ اس لئے دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے آدمی یعنی زید کو کس عقیدے سے منسوب کیا جائے اور اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ اور جو لوگ اس کے ان حالات کے علم ہونے کے باوجود اسے امام بنائیں یا اس کی اقتدا میں نماز پڑھیں ان کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟ تفصیلی طور پر بیان فرمایا جائے۔ بینوا و توجروا۔ فقط

المستفتی: الحاج جناب مولا بخش صاحب، پالیڈیہہ، بوکارو اسٹیل سٹی، ضلع دھنباد

۷۸۶/۹۲

الجواب ـــــــــــ بعون الملک الوهاب ـــــــــــ!

اگر یہ صحیح ہے کہ زید اپنے عقائد وخیالات اور اعمال ومعمولات میں موقع پرست ہے تو اس کو منصب امامت پر رکھنا حرام ہے۔ مُذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِکَ الخ. (النساء:۱۴۳) ''بیچ میں ڈگمگا رہے ہیں۔'' (ترجمہ کنزالایمان) (الآیۃ) اور اگر اس کی وہابیت وسنّیت کا صحیح پتہ نہیں چل رہا ہے تو اس سے پوچھ دیکھئے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ وسلم کی شانِ اقدس ارفع میں گستاخی وتوہین کرنے والوں کو کیا کہتے ہو؟ اگر وہ کہے ہم ایسوں کی تکفیر نہیں کرتے تو یہ اجماع قطعی کے خلاف ہے جو خود کفر ہے۔ شفا شریف اور فتاویٰ خیریہ وغیرہا میں ہے: **اجمع المسلمون ان شاتمه صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم کا فر ومن شک فی عذابه و کفره کفر الخ.** ''فقہاء کرام رضی اللہ عنہم کا اس امر پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والا کافر ہے اور جو اس کے معذب وکافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔'' اور اگر کہے کہ بیشک توہین خدا اور رسول (جل وعلیٰ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کرنے والے کافر ومرتد ہیں تو لگے ہاتھوں یہ بھی پوچھ لیجئے کہ کبراءِ وہابیہ رشید احمد گنگوہی (جس نے خدا پر جھوٹ کا اتہام باندھا) قاسم نانوتوی (جس نے ختم نبوت کا انکار کیا) خلیل احمد انبیٹھوی (جس نے شیطان کا علم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ جانا) اشرف علی تھانوی (جس نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کو صبی ومجنون، جمیع حیوانات وبہائم کے مثل مانا) کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ اگر زید بلا خوفِ تردید وتردد یہ کہہ دے کہ خدا اور رسول کی بارگاہ گرامی میں گستاخی وتوہین کرنے والے ان سب مردودوں کو میں کافر ومرتد جانتا ہوں۔ ان کے عذاب وکفر میں ذرّہ برابر مجھے شک نہیں تو بے شک وہ صحیح العقیدہ متبع اسلاف ہے۔ مولانا محمد جمال بن محمد بن حسین مکی حسام الحرمین میں فرماتے ہیں: **قد اطلعت علیٰ کلام المضلین الحادثین. الآن فی بلاد الهند فوجدته موجباً لردتهم واستحقاقهم للخزی المبین. وهم اخزاهم اللّٰہ تعالیٰ. غلام احمد القادیانی ورشید احمد واشرف علی وخلیل احمد وخلافهم من ذوی الضلال والکفر الجلی الخ۔**

''ترجمہ: میں ان گمراہ گردن کے اقوال پر مطلع ہوا جو ہند میں اب پیدا ہوئے ہیں تو میں نے پایا کہ ان کے اقوال مرتد ہوجانے کے موجب ہیں جس نے انہیں صریح رسوائی کا مستحق کر دیا اور وہ انہیں اللہ رسوا کرے۔ غلام احمد قادیانی، رشید احمد، اشرف علی اور خلیل احمد ہیں جو کھلے کفر وگمراہی والے ہیں۔''

اور اگر زید آپ کے سوال کے جواب میں خاموش رہے یا ان کے کفر وارتداد کا انکار کرے یا اس میں شک کرے یا ان صریح توہینوں کی تاویل کرے تو ان صورتوں میں فتاویٰ خیریہ، بزازیہ، شفا شریف وغیرہا کے مطابق وہ خود بھی دائرہ اسلام سے خارج ہوگیا۔ درمختار میں بھی فرمایا: **واللفظ له "الکافر" بسب نبی من الانبیاء لاتقبل توبته مطلقاً ومن شک فی عذابه وکفره کفر** (اور صاحب ''کشف الاستار'' کا قول ''کافر'' انبیاء کرام میں سے کسی نبی کو گالی دینے کی وجہ سے تو مطلقاً اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی اور جو ان کے معذب وکافر ہونے میں شک کرے وہ کافر ہوجائے گا) بہر حال اگر وہ مسلمان ثابت ہو اور صالح امامت بھی ہو تو

اس کو منصب امامت پر فائز کیا جا سکتا ہے ورنہ ہرگز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۰/ ذوالقعدۃ الحرام ۱۴۰۳ھ

استفتاء ۵۲

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

زید کہتا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب معراج ہوئی تو یہاں سے سوار ہو کر سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے اس کے بعد سدرۃ المنتہیٰ سے رفرف پر سوار ہو کر لامکاں تک پہنچے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ جب جبرئیل علیہ السلام جیسا مقرب فرشتہ سدرۃ المنتہیٰ سے آگے نہیں جا سکے تو رفرف کیا چیز ہے؟ جاندار یا بے جان؟ بصورت دیگر جب اِدھر سے براق ورفرف کے ذریعہ تشریف لے گئے تو واپس کس چیز سے آئے؟ جواب سے مطلع فرمانے کی زحمت گوارہ فرمائیں۔ عین نوازش وکرم ہوگا۔

المستفتی: محمد مقبول عالم، منجھیانی، نوادہ، ضلع مونگیر، بہار

۹۲/۷۸۶

الجواب ــــــــــــــ بعون الملک الوہاب ــــــــــــــ!

رفرف جنتی فرش ہے جو بامر ربی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سدرہ المنتہیٰ سے آگے لے گیا۔ مُتَّكِئِينَ عَلَىٰ رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ. ''تکیہ لگائے ہوئے سبز بچھونوں اور منقش خوبصورت چاندنیوں پر۔'' (ترجمہ کنزالایمان) واپسی کس سواری سے ہوئی یہ فقیر کو مستحضر نہیں۔ کسی دوسرے دارالافتاء سے معلوم کیجئے اور ہو سکے تو فقیر کو مطلع بھی کیجئے۔ وھو تعالیٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۱۸/ ذوالقعدۃ الحرام ۱۴۰۳ھ

استفتاء ۵۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

(۱) ہمارے یہاں ایک شخص کا کہنا ہے کہ ہم نہ بریلوی کو مانتے ہیں نہ دیوبندی مانتے ہیں بلکہ اہلسنّت والجماعت

مانتے ہیں تو ایسے شخص کو کیسا سمجھا جائے۔ جواب سے مطلع فرمائیں۔

(۲) ہمارے یہاں ایک مولوی صاحب کا آنا جانا رہتا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ بریلوی وہی شخص ہے جو دیوبندی علماء کو کافر کہے۔

المستفتی: غلام محمد، دودھول، ضلع پلاموں

۹۲/۸۶ے

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــــ !

(۱) اس شخص سے دیوبندی بریلوی نہ ماننے کی وجہ دریافت کیجئے۔ اس کے بعد اس کا حکم معلوم کیا جائے۔ **وھو اعلم**

(۲) وہ مولوی محض افتراء کرتا ہے۔ بریلوی تو اللہ و رسول (جل وعلیٰ وصلی اللہ علیہ وسلم) کی شانِ ارفع اعلیٰ میں گستاخی کرنے والوں کو کافر سمجھتے ہیں بلکہ ایسے کافر کو کافر کہنا و سمجھنا ضروریاتِ دین سے مانتے ہیں، خواہ گستاخی کرنے والا دیوبند کا ہو یا تھانہ بھون کا۔ گنگوہ کا ہو یا انبیٹھی کا، علی گڑھ کا ہو یا قادیان کا، عرب کا ہو یا عجم کا۔ کمافی حسام الحرمین **علیٰ منحر الکفر والمین. وھو تعالیٰ اعلم**

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۱۵/ ذوالقعدۃ الحرام ۱۴۰۳ھ

استفتاء ۵۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے ذوالاحترام مفتیان عظام ان مسائل میں کہ

(۱) ہمارے علاقہ میں ایک ایسی بستی ہے جہاں کے لوگ کہتے ہیں کہ "ہم لوگ دیوبند عقیدے کو مانتے ہیں"۔ تو ایسے لوگوں کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے؟ وہ لوگ صوم وصلوٰۃ کے پابند بھی ہیں۔

(۲) دیوبند مدرسہ میں بچوں کو تعلیم دلانا کیسا ہے؟

(۳) ہماری بستی میں ایک دوسری جگہ کا لڑکا آیا اور اس سے زبردستی طلاق لیا گیا۔ تو تینوں طلاق واقع ہوئی یا رجعی یا بائن یا مغلظہ؟ اور زبردستی طلاق دلانے والوں کو کیا کہا جائے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: غلام محمد، دودھول، ضلع پلاموں

۹۲/۷۸۶

الجواب ـــــــــــــ بعون الملک الوهاب ـــــــــــــ !

(۱) اگر دیوبندی عقائد خبیثہ باطلہ (یعنی شان اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں گستاخی وتوہین معاذ اللہ تعالیٰ) کو جانتے بوجھتے ہوئے وہ اپنے کو ان عقائد کا ماننے والا بتاتے ہیں تو یقیناً قطعاً وہ سب بھی انہیں میں سے ہیں اور ان کا حکم بھی وہی ہے جو کسی گستاخِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے۔ ان کے ساتھ بھی مسلمانوں کو وہی برتاؤ کرنا ہے جو کسی مرتد کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۲) جیسے بھیڑیوں کی نگہبانی میں بکری دینا۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۳) زبردستی کی نوعیت کیا تھی، اس کی وضاحت ضروری ہے۔ طلاق کتنی مرتبہ دیا اس کی صراحت بھی ضروری ہے۔ طلاق زبان سے دیا یا لکھ کر یہ بھی سائل نے نہیں لکھا۔

زبردستی طلاق دلانے والے مرتکب کبیرہ ہوئے۔ جب تک اس کبیرہ سے توبہ نہ کریں صالح امامت نہیں ہوں گے، ایسوں کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوتی ہے۔ لہٰذا اس کی اقتداء سے بچنا ضرور ہے۔ **ولان فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقدوجب علیهم اهانته شرعاً.** ''امامت کے لئے اس کو مقدم کرنے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شرعاً اس کی اہانت واجب ہے۔'' (شامی) وھو تعالیٰ اعلم.

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۱۵/ ذوالقعدۃ الحرام ۱۴۰۳ھ، ۲۵/ اگست ۱۹۸۳ء

استفتاء ۵۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسمیٰ شکیل احمد جو کہ ایک مولوی بھی ہے اور شادی شدہ ہوشمند مکلّف بھی ہے، غالبًا اپنی علمی زعم میں یا ماحول سے متاثر ہو کر بارہا خلاف شرع گفتگو اور جملے استعمال کئے ہیں۔ مثلاً بلا جھجک مسلمانوں کو ہمیشہ مشرک کہتا ہے۔ گاؤں یا رشتہ داروں سے کوئی کشیدگی ہوگئی تو کسی کو مشرک اور کسی کو مشرک کا بچہ کہہ دیا اور کسی کو شیعہ کی اولاد کہہ دیتا ہے۔ عقیدتاً سلام وقیام ونیاز وفاتحہ کا منکر اور مخالف بھی ہے۔ تین مسلمانوں کے سامنے ایک مرتبہ سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ اور دوسرے بزرگوں کی شان میں شکیل کے والد نے تبرا بھی کیا ہے اور شکیل احمد نے اپنے باپ کا ساتھ دیا۔ دریافت کرنا یہ ہے کہ شکیل احمد کے لئے کیا حکم ہوگا؟ وہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب پر بطلان ثابت کیا ہے۔ شکیل احمد لائق امامت یا داخل

مذہب منکوحہ موجودہ کا خاوند دوسرے رشتہ داروں کا رشتہ دار باقی رہا یا نہیں؟ اس پر شریعت کا کیا حکم ہے؟ قرآن اور حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرما کر ہم تمام مسلمانوں پر احسان عظیم فرمادیں۔
صاف یہ تحریر فرمادیں کہ شکیل احمد کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے۔ فقط والسلام

المستفتی: طالبان توجیہہ، اراکین جوہر گنج انجمن فلاح المسلمین، ڈبکس پورہ

۹۲/۸۶ ۷

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوہاب ـــــــــ!

مسلمانوں کو مشرک یا شیعہ کا بچہ کہنا بدترین فسق وحرام ہے۔ سلام وقیام ونیاز وفاتحہ کا منکر ہونا فی زمانناوہابیہ، نجدیہ، دیوبندیہ کی علامت ہے۔ غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی شان ارفع واعلیٰ میں تبرا کرنا تبصریح فقہائے کرام کفر ہے اور تبرابازوں کا ساتھ دینا حرام ہے۔ نبی الانبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام سے مطلقاً علم غیب کی نفی وبطلان کفر ہے۔ اگر فی الحقیقت یہ تمام باتیں شکیل احمد مذکور فی السوال میں پائی جاتی ہیں تو وہ اشد ترین فاسق وفاجر غضب رب میں گرفتار مستحق عذاب نار ہے۔ اس پر توبہ واستغفار فرض ہے اور تجدید ایمان ونکاح بھی ضروری اور اگر وہ ان احکام شرعیہ سے روگردانی کرے تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس سے قطع تعلق کریں۔ وھو تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح
عبدالحافظ رضوی القادری، خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار پٹنہ
۱۰/ ربیع الثانی ۱۴۰۴ھ

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۳/ ربیع الثانی ۱۴۰۴ھ

استفتاء ۵۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:
ہمارے شہر کے ایک محلہ میں زمانہ قدیم سے ایک اہل سنت والجماعت کی آباد مسجد ہے اور اس مسجد میں ایک نوجوان حافظ قرآن جو خود کو سنی حنفی بتلاتے ہیں۔ امامت وخطابت پر فائز ہیں۔ مگر جہاں کہیں بھی تبلیغی جماعت کا اجتماع ہوتا ہے وہاں اہتمام کے ساتھ خود بھی اور دوسرے لوگوں کو بھی اپنے ساتھ لیجا کر شرکت کرتے ہیں۔ اور اس تبلیغی جماعت کی بہت تعریف کرتے ہیں۔ حال ہی میں بوقت جمعہ منبر پر امام موصوف نے کتاب دیکھ کر خطبہ دیا، جس میں یہ کہا گیا کہ "تبلیغی ادارہ والوں کا حتی الامکان مدد کریں کیونکہ یہ ہمارا ہے جو ہمارا ہی کام کر رہا ہے" تبلیغی جماعت کو اپنی اپنی جگہ بلائیں۔ ان کی تقریروں اور عمل سے بے عمل مسلمانوں کے دلوں کو اسلام کے صراط مستقیم کی طرف توجہ دلائیں تبلیغ والے اپنے اس کا معاوضہ طلب

نہیں کرتے ہیں بلکہ وہ تمہارے کھانا کھلانے کے بھی طلبگار نہیں ہیں، بعد نماز دریافت کرنے پر امام صاحب نے کہا کہ میں نے کتاب میں جو لکھا ہے اس کو پڑھا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا یہ خطبہ جو جمعہ میں بیان ہوا صحیح ہے یا غلط؟ بعض مقتدیوں کا کہنا ہے کہ اس جمعہ کی نماز جس میں امام نے تبلیغی جماعت کی تائید میں جو کچھ کہا ہے وہ غلط ہے اس لئے وہ اپنی جمعہ کی نماز ہونے میں شک کرتے ہیں۔ کیا جمعہ کی نماز اس امام کے پیچھے ہوئی یا نہیں؟ جواب سے نوازیں۔

انجمن اہل سنت و جماعت کنجگار ہیٹ کرناٹک

۸۶/۹۲ھ

الجواب

دہلی کی تبلیغی جماعت:

تبلیغی جماعت جو اشرف علی تھانوی کی تعلیمات کا آرگن اور تھانوی جی کے مرید و خلیفہ الیاس کاندھلوی کی قائم کردہ ہے باطل و مردود جماعت ہے۔ اس کے پروگرام میں شریک ہونا باطل کی قوت کو مضبوط کرنا ہے۔ اس کی تحسین و تعریف، حق و باطل کے امتیاز کو ختم کرنا جو شرعاً حرام ہے۔ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ آیۃ ''حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ۔'' اور تصریحات فقہاء کے مطابق یہ کفر ہے لان رضاء الکفر کفر الخ. ''کفر سے راضی ہونا بھی کفر ہے۔'' (ہندیہ وغیرہا) اگر فی الحقیقت امام مذکور تبلیغی جماعت کی نشر و اشاعت برسر منبر کرتا ہے تو وہ بھی تبلیغی الیاسی جماعت کا ایک فرد ہے جس کی اقتداء خواہ پنجوقتی نماز میں ہو یا جمعہ میں حرام ہے۔ جس قدر نمازیں اس کی اقتداء میں پڑھی جائیں گی سب کا لوٹانا فرض ہوگا۔ کیونکہ جماعت مذکورہ عقائد خبیثہ وہابیہ کا ترجمان ہے اور اس کی معاونت حرام ہے لقولہ تعالیٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ الآیۃ ''گناہ اور سرکشی میں باہم مدد نہ دو۔'' وقال العلامۃ الشامی رحمہ اللہ فی فتاواہ تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعاً الخ۔ ''علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا کہ فاسق کو امامت کے لئے آگے بڑھانے میں اس کی تعظیم ہے جب کہ شرعاً اس کی اہانت واجب ہے۔'' امام مذکور کے متعلق معلوم ہو جانے کے بعد پھر اسے امامت کے لئے بڑھانا حرام حرام اشد حرام ہے اور اگر اس کی تعظیم و تکریم پیش نظر ہو تو بہ تصریحات فقہاء کفر ہے: لان بتعجیل الکافر کفرا ھ واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم.

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۸/ شعبان ۱۴۰۱ھ

☆☆☆

كتابُ الطهارة

استفتاء ۵۷

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:
ایک کافر جو مرغ کے گوشت کی فروختگی کیا کرتا ہے اور ایک دیگ برابر کھولتے ہوئے پانی کا مرغ کے بالوں کی صفائی کے لئے چولہے پر رکھتا ہے۔ جس میں سینکڑوں ذبیحہ غیر ذبیحہ مرغوں کو ڈالا کرتا ہے جس کے خون سے پورا پانی سرخ ہو جاتا ہے۔۔۔۔ اگر کوئی مسلمان اس دوکاندار سے مرغ خرید کر ذبح کرے اور بال کی صفائی کے لئے اس ذبیحہ مرغ کو اسی کھولتے ہوئے گرم خون و پانی میں ڈبوئے اور پھر اس کا گوشت کھائے تو اس گوشت کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ اگر چہ پھر دوسرے پانی سے اس کو دھو بھی لے؟

المستفتی: رضاء القادری، جامع مسجد، کھٹمنڈو

۹۲/۸۶ ؁

الجواب

جس دیگ کے پانی کا ذکر سوال میں ہے صورت مسئولہ میں وہ نجاست غلیظہ کی ہانڈی ہو گئی۔ اس میں سے ایک قطرہ بھی اگر پاک وطاہر جگہ پر لگ جائے۔ وہ بھی نجس و ناپاک ہو جائے گی۔ اس دیگ میں خون کا اثر غالب یا کم از کم اس میں مذبوح وغیر مذبوح مرغ کا ڈالنا متحقق ہے ایسی صورت میں دیگ کا کل پانی نجس ناپاک ہے۔ قال فی البحر فی توجیہ القول الآخر، المتیقن بوجود النجاسۃ فیہ بخلاف غیر المرئیۃ لانہ اذا لم یظھر اثرھا علمنا ان الماء ذھب بعینھا الخ۔ "حافظ الدین نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرے قول کی توضیح کرتے ہوئے فرمایا اس میں نجاست کا پایا جانا یقینی ہے برخلاف اس کے جب نجاست غیر مرئی ہو اس لئے کہ جب اس کا اثر ظاہر نہ ہو تو یہ علم نہ ہو سکے گا کہ پانی عین نجاست کو بہا کر لے گیا۔" مرغ مذبوح کے پروں کی صفائی کیلئے اگر اسی دیگ میں ڈالا گیا تو مرغ بھی ناپاک ہو گیا اگر اسی حالت میں مرغ پکا لیا گیا تو وہ ناپاک محض ہے اور جس برتن میں پکایا گیا وہ بھی ناپاک ہو گیا اس کا کھانا کوئی خبیث روح ہی پسند کرے گی۔ اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ الآیۃ (سورۂ نور:۲۶) "گندیاں گندوں کے لیے اور گندے گندیوں کے لئے۔" (کنز الایمان) ہاں اگر اس دیگ سے نکالنے کے بعد بر سبیل طہارت مرغ کو اچھی طرح دھو لیا گیا تو اس کی اباحت میں کوئی کلام نہیں جب کہ اور کوئی وجہ حرمت نہ ہو "فان الماء الجاری یطھر بعضہ بعضا" کذافی کتب الفقہ. "اس لئے کہ جاری پانی ایک دوسرے کو پاک کر دیتا ہے جیسا کہ کتب فقہ میں ہے۔" واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم۔

الفقیر عبد الواجد قادری غفرلہ، دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۱۸/جمل ۱۴۰۱ھ، ۲۵/مارچ ۱۹۸۱ء

استفتاء ۵۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیاں شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) ہمارے یہاں زید نے ایک بالٹی اور ڈرام رکھا۔ اچانک ایک کتا آیا اور بالٹی و ڈرام کے اوپر پیشاب کر گیا۔ ہوسکتا ہے پیشاب پانی میں بھی گیا ہو، مگر پیشاب کا نشان اوپر ہی میں پایا گیا۔ ایسی صورت میں زید نے پانی پھینک دیئے۔ تین مرتبہ صابن سے پھر صابن سے ملا۔ پھر اس میں پانی بھر کر غسل کیا۔ مگر ایک شخص کا کہنا ہے کہ بالٹی وغیرہ سب ہمیشہ کے لئے ناپاک ہوگیا۔ لہٰذا شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

(۲) دوم یہ کہ ہمارے یہاں جو رواج ہے کہ نکاح کے وقت ناکح جب نوشہ سے اقرار کراتے ہیں تو اس وقت یہ لفظ کہنا ضروری سمجھتے ہیں کہ دو دینار سرخ سکہ رائج الوقت۔ یہ کہنا کیسا ہے؟ اور دینار سرخ کیا شئے ہے اور سکہ رائج الوقت یہ کیا معنی؟ لہٰذا شرعی مسائل سے روشناس فرمائیں۔

المستفتی: عبدالرشید رضوی، ریڈی میڈ شاپ، تیرہری مندر، مین روڈ، چاس (دھنباد)

۸۶/۹۲ء

الجواب ـــــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــــ !

(۱) جو شخص ہمیشہ کے لئے بالٹی کو ناپاک بتاتا ہے وہ جاہل و بے خبر ہے۔ جب تک بالٹی یا ڈرام میں کتے کے پیشاب گرنے کا یقین نہ ہو بہ طریق شرعی اس کا گرنا ثابت نہ ہو، محض شک کی بنیاد پر وہ ناپاک نہیں ہوں گے۔ شرع کا قاعدہ کلیہ مشہور ہے **الاصل فی الاشیاء الطھارۃ**۔ "چیزوں میں اصل پاکی ہے۔" پھر اس کا ضابطہ عام ہے **الیقین لایزول بالشک**۔ "شک کی وجہ سے یقین زائل نہیں ہوگا۔" پس صورت مسئولہ میں فتویٰ یہ ہے کہ پانی ناپاک نہیں ہوا۔ لیکن جب اس کے پیشاب کا اثر بالٹی یا ڈرام کے اوپر موجود تھا تو اس کو پاک کرنا ضروری تھا اور جب زید نے اسے تین مرتبہ دھو دیا تو پاک ہوگیا۔ مزید اس پر پانی بہانا اسراف ہوا۔ **ان دلو اتنجس فافرغ فیہ رجل ماء حتی امتلاء سال من جوانبہ ھل یطھر بمجرد ذلک والذی یظھر لی الطھارۃ الخ**۔ "اگر بالٹی ناپاک ہوگئی پھر اس میں کسی نے پانی ڈالا یہاں تک کہ بالٹی بھر گئی اور کنارے سے پانی بہنے لگا تو محض اس سے بالٹی پاک ہو جائیگی؟ تو میرے لئے طہارت ظاہر ہے۔" (فتاویٰ رضویہ جلد۱، صفحہ ۳۴۷)۔ **وھو تعالیٰ اعلم**۔

(۲) قاضی نکاح کو اپنی جانب سے دو دینار سرخ بڑھانے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ اگر بڑھاتا ہے تو یہ ظلم و زیادتی ہے۔ نکاح پڑھانے والے کو اس سے باز آنا ضروری ہے۔ دو دینار سرخ کی قیمت موجودہ وزن میں نو (۹) ماشے سونے کی قیمت کے برابر ہے۔ یعنی بارہ آنے بھر سونے کی جو قیمت ہے وہی قیمت دو دینار کی ہے۔ کما فی الہدایہ۔ سکہ رائج الوقت سے وہ سکہ مراد ہے جس کا چلن مہر کی ادائیگی کے وقت میں ہوگا۔ مثلاً انگریزوں کے دور استبداد میں کسی کا مہر ایک ہزار قرار پایا تو موجودہ سکہ میں مہر

کی ادائیگی ہوگی انگریزی دور بے طور کے سکہ کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

یکم ذوالقعدہ ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۵۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے شریعت اس مسئلہ میں کہ

ایک تالاب ہے جس کا رقبہ ڈھائی سو گز کے درمیان پانی ہے۔ اس تالاب کے اندر خنزیر کا آنت پات دھویا گیا۔ اب اس تالاب کا پانی وضو، غسل وغیرہ کے لئے پاک رہا یا نہیں؟ مفصل طور پر اس کی تشریح فرمائیں۔ مسلمانوں کو سخت تکلیف ہے اس لئے جلد سے جلد جواب سے مطلع کریں۔ فقط

المستفتی: مولوی حافظ عبدالرقیب قادری صابری رضوی

مدرسہ فیض الرضا، مقام و پوسٹ کنڈا بیر، ضلع ہزاری باغ، بہار

۸۶/۹۲ ک

الجواب ـــــ بعون الملک الوہاب ـــــ!

جب تالاب مذکور کا پانی ڈھائی سو (۲۵۰) گز مربع میں پھیلا ہوا ہے تو وہ نہر یا بڑے تالاب کے حکم میں ہے۔ جب تک اس تالاب کے پانی کا رنگ یا مزہ یا بو کسی ناپاک چیز کی وجہ سے نہیں بدلے، وہ ناپاک نہ ہوگا۔ لہٰذا اس میں خنزیر کا آنت پات جو دھودیا گیا، اگر اس کا اثر پانی نے (ظاہر طور پر) قبول نہیں کیا اور نہ اس کا اظہار رنگ و بو وغیرہ سے ہوتا ہے تو تالاب مذکور پاک ہے۔ اس سے وضو غسل وغیرہ سب درست و جائز ہیں۔ فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے: **الماء الراکد اذا کان کثیرا فھو بمنزلۃ الجاری لایتنجس جمیعہ بوقوع النجاسۃ فی طرف منہ الا ان یتغیر لونہ او طعمہ او ریحہ الخ.** "ٹھہرا ہوا پانی جب زیادہ ہو تو وہ ماء جاری کے حکم میں ہے تو کسی ایک کنارے میں نجاست گرنے سے پورا پانی ناپاک نہیں ہوگا جب تک کہ اس کا رنگ، بو اور مزہ نہ بدل جائے۔" اور درمختار میں ہے: **وکذا یجوز براکد کثیر کذلک ای وقع فیہ نجس لم یر اثرہ اھ.** "ایسے ہی منجمد ماء کثیر سے حدث زائل کرنا جائز ہے، ایسے ہی جب اس میں نجاست گر گئی ہو اور اثر ظاہر نہ ہو تو حدث زائل کرنا درست ہے۔" **واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وبارک وسلم!**

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۲/ ذی القعدہ ۱۴۰۱ھ

استفتاء ۶۰

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ
وضو کا ٹپکا ہوا پانی اگر لوٹے میں گرے تو اس لوٹے کا پانی ناپاک ہوگا یا نہیں اور اس پانی سے وضو کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا و توجروا۔

المستفتی: ممتاز احمد، سرہارمول، ضلع مدھوبنی

۹۲/۸۶ ھ

الجواب ــــــــ بعون الملک الوہاب ــــــــ !
ناپاک نہیں ہوگا کیوں کہ ماء مستعمل جب خود ناپاک نہیں ہے تو دوسرے کو کیا ناپاک کرے گا۔ درمختار میں ہے: **وھو طاھر ولو من جنب وھو الظاھر** ."اور وہ (ماء مستعمل) پاک ہے اگر چہ وہ ماءِ مستعمل جنبی کا ہو۔ یہی حکم ظاہر ہے۔" اس لوٹے کے پانی سے وضو جائز ہے۔ ہاں اگر ماء مستعمل اتنی مقدار میں لوٹے کے اندر گرے کہ وہ غالب ہو جائے تو پھر اس پانی سے وضو و غسل درست نہیں ہے کہ اگر چہ وہ پاک ہے لیکن پاک کرنے کی صلاحیت اس میں نہیں ہے۔ ردالمحتار میں ہے: **صحت الروایۃ عن الکل انہ طاھر غیر طھور الخ** . "تمام اماموں کی روایت کی بنا پر ماءِ مستعمل پاک ہے مگر پاک کرنے والا نہیں ہے۔" **وھو تعالیٰ اعلم**

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۱۳/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۶۱

مسئلہ: محترم المقام بخدمت شریف بزرگوار مفتی صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ! سلام ورحمت۔
کیا حکم شرع ہے اس معاملہ میں کہ
ہمارے شہر کی درگاہ جامع مسجد کے احاطہ میں ایک دہ دردہ حوض اور اسی احاطہ میں حوض سے کچھ فاصلہ پر طہارت خانہ اور بیت الخلاء ہے۔ حوض میں بجلی کے موٹرنل کے ذریعہ اور زمین کے اندر بورڈال کر پانی بھرایا جاتا ہے جس سے وضو کرتے ہیں اور وضو کا مستعمل پانی ایک الگ نالی کے ذریعہ بہہ جاتا ہے اب اسی حوض کے ایک طرف سے پائپ لگا کر مسجد کے طہارت خانوں اور بیت الخلاء میں نل لگا دیئے گئے ہیں جس کے ذریعہ حوض ہی کا پانی بہایا جاتا ہے اور یہ پانی طہارت خانوں اور بیت الخلاء میں استعمال کیا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں بعض لوگ اعتراض کر رہے ہیں کہ حوض کا پانی طہارت خانوں اور بیت الخلاء

میں استعمال کے لئے پہنچایا جانا نادرست و ناجائز ہے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ جائز و درست ہے۔ موافقین و معترضین میں کن کا قول مقبول اور کن کا قول مجہول ہے۔ براہ کرم مستند حوالوں کے ساتھ جواب دے کر رہنمائی فرمائیں۔

محمد سرمد پاشا قادری، کرناٹک

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــ بعون الملک الوھاب ــــــ !

وعلیکم السلام ورحمہ وبرکاتہ! حوض کا پانی طہارت خانہ یا بیت الخلاء کے اندر لے جانے میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے نہ حوض کی طہارت میں کوئی فرق آتا ہے۔ بالفرض اگر ناپاک پانی بھی اس نل کے ذریعہ حوض میں چلا آئے تو حوض کا پانی ناپاک نہیں ہوگا۔ قال فی الہندیہ **الماء الراكد اذا كان كثيرا فهو بمنزلة الجارى لا يتنجس جميعه بوقوع النجاسة الخ.** ''ٹھہرا ہوا پانی جب زیادہ ہو تو وہ ماء جاری کے منزل میں ہے وقوع نجاست سے ماء جاری نجس نہ ہوگا۔'' **وھو تعالیٰ اعلم ورسوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم!**

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۱۴/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۶۲

مسئلہ: محلہ کیوہ شکوہ کی مسجد کے چاروں طرف گلی میں بارش کا پانی جمع ہو جاتا ہے جس میں تمام محلہ کی گندگی شامل ہو جاتی ہے۔ وہ پانی زمین سے رس کر مسجد کے کنویں میں جاتا ہے۔ ایسی حالت میں اس کنواں کا پانی وضو کے لائق رہتا ہے یا نہیں؟ اور اس سے وضو جائز ہے یا نہیں؟ فقط

المستفتی: عیدو میاں کیر آف ٹیکنیکل سنٹر، ۷۰ آر، حاجی گنج، پوسٹ جھاؤ گنج، پٹنہ-۸۰۰۰۰۸

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــ بعون الملک الوھاب ــــــ !

ہاں اس سے وضو جائز ہے۔ جب تک کنویں میں ناپاکی کے گرنے کا یقین نہ ہو کنواں کا پانی وضو کے لائق رہتا ہے۔

وھو تعالیٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۱۳/ شوال المکرم ۱۴۰۳ھ، ۲۴/ جولائی ۱۹۸۳ء

استفتاء ۶۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
زید کا دونوں ہاتھ کلائی تک کٹ گیا ہے جس کے سبب وضو اور تیمم کرنے میں بہت زیادہ پریشانی ہوتی ہے کہ بغیر کسی کے سہارے اپنی ضروریات کی چیز بھی خود سے نہیں لے پاتا ہے اور استنجا یا بیت الخلاء کرنے پر آب دست سے مجبور ہے۔ تو مذکورہ صورتوں میں بغیر وضو یا بغیر غسل زید نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ ازروئے شرع تحقیقی جواب عنایت فرما کر مشکور فرمائیں۔

المستفتی: تسلیم الدین قادری، مدرسہ اہلسنّت حنفیہ، غریب نواز، بوکارو، ضلع دھنباد

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــ بعون الملک الوہاب ــــــــ !

استنجا یا بیت الخلاء سے فراغت کے بعد اس کی طہارت کے لئے پانی ہی کا استعمال لازمی نہیں بلکہ جس پاک چیز سے اس کا ازالہ ہو سکے۔ ہر امکانی کوشش سے اس کا ازالہ کرے۔ اور اگر بالفرض کسی طرح ممکن نہ ہو اور نہ بیوی ہے جو اس خدمت کو انجام دے تو اس عذر صحیح کی وجہ سے زید مذکور کے لئے عفو ہے۔ پھر وضو یا غسل میں اگر اس کا کوئی معاون و مددگار ہے فبہا ورنہ اس کام کے لئے وہ کسی کو ملازم رکھے اور اگر ایسا تنگ دست ہے کہ ملازم بھی نہیں رکھ سکتا ہے۔ خود سے بھی وضو و غسل نہیں کر سکتا نہ اس کا کوئی معاون و مددگار ہے تو یہ بھی معاف ہے (لیکن یہ صورت بہت ہی نادر ہے) **قال تعالیٰ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا.** قال فی العالمگیریہ: **اذا کانت النجاسة قدرا مانعا وامکن ازالتها من غیر ارتکاب ما هو اشد حتی لو لم یتمکن ازالتها الا بابداء عورته للناس یصلی معها ولو ابداء ها للازالة فسق هکذا فی البحر اھ.** "جب نجاست قدر مانع ہو اور بغیر کسی دشواری کے اس کا ازالہ ممکن ہو تو (زائل کرنا واجب ہے) اور اگر اس کا ازالہ لوگوں کے سامنے بغیر ستر عورت ظاہر کئے ممکن نہ ہو تو ویسا ہی نماز پڑھ لے۔ اگر اس نے ازالۂ نجاست کے لئے ستر کھولی تو فاسق ہوا۔ ایسا ہی بحر میں ہے۔" **وھو تعالیٰ اعلم**

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتـــــــــــــــــــبہ

۸/صفر المظفر ۱۴۰۴ھ، ۱۴/نومبر ۱۹۸۳ء

استفتاء ۶۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ
یہاں پر ایک مولوی صاحب کا کہنا ہے کہ عورت بھی مٹی کے ڈھیلوں سے استنجا کرے یہی سنت ہے، پانی سے استنجا صرف مستحب ہے۔ سنت ادا نہ ہوگی۔ دوسرے ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ عورت کو مٹی کے ڈھیلوں سے استنجا نہیں کرنا چاہئے۔ صرف پانی کافی ہے دریافت طلب یہ ہے کہ ان دونوں میں کس کا قول صحیح ہے؟ استحاضہ کی حالت میں عورت کیلئے استنجا کرنے کا کیا حکم ہے؟ عورت استنجا، ڈھیلوں سے کرسکتی ہے یا نہیں؟ کیا صرف پانی سے دھو لے تو سنت ادا ہو جائے گی؟ استنجا صرف پیشاب کرنے کو کہتے ہیں یا پاخانہ و پیشاب دونوں سے پاک ہونے کو کہتے ہیں؟ وضاحت فرمائیں نوازش ہوگی۔
المستفتی: مدار شاہ بلہاری کرناٹک

۹۲/۸۶ ء

الجواب

استنجا:
نجاستوں سے پاکی حاصل کرنے کا ایک نام استنجا ہے **مایطھر به النجس منها الاستنجا** ''جس کے ذریعہ نجاست سے پاکی حاصل کی جاتی ہے۔ اسی کا نام استنجاء ہے۔'' (فتاویٰ ہندیہ صفحہ ۴۰) اگر نجاست ایک درم سے زیادہ مخرج سے پھیلا نہ ہو تو صرف کلوخ سے بھی طہارت حاصل کرنا جائز ہے۔ قال فی العالمگیریہ صفحہ ۴۶۔ **یجوز الاستنجاء بنحو حجر منق کالمدر الخ.** ''ڈھیلوں سے استنجاء لینا جائز ہے۔'' اور بے ستر عورت گھٹنے ران وغیرہ کھولے ہوئے پانی سے طہارت حاصل کرنا افضل ہے۔ **وایضا فیه. والاستنجاء بالماء افضل ان امكنه ذلک من غير كشف العورة اه.** ''اور بے ستر عورت کھولے ہوئے پانی سے استنجاء لینا افضل ہے۔''
نفس سنت دونوں میں سے ہر ایک سے ادا ہو جائے گی البتہ دونوں کا جمع کرنا افضل ہے: **هكذا حققه امام اهل السنة فی فتاواه سماها (فتاویٰ رضویہ)** جلد ثانی صفحہ ۶۹ **اعن الحلیه و ردالمختار وغیرهما. وقال فی الهندیه والافضل ان یجمع بینهما کذا فی التبین اه**'' اور ہندیہ میں فرمایا کہ کلوخ اور پانی دونوں کو اکٹھا کرنا افضل ہے۔''

عورت کے لئے کلوخ:
حصول طہارت میں مرد و عورت کا ایک ہی حکم ہے البتہ عورتوں کیلئے کلوخ (ڈھیلوں) سے بہتر کپڑا ہے اور اگر کلوخ ہی استعمال کرے تو ابتداءً آگے سے پیچھے لیجائے جیسے مرد جاڑوں میں کرتے ہیں۔ **والمرأة تفعل فی جمیع لاوقاة**

مثل مایفعل الرجل فی الشتاء الخ. ''عورت ہر موسم میں ویسا ہی استعمال کرے جس طرح مرد جاڑے کے موسم میں کرتے ہیں۔'' (عالمگیری)

مستحاضہ کیلیے استنجا کرنا:

استحاضہ والی عورتوں پر ہر نماز کے وقت استنجاء کا حکم نہیں ہے لیکن جب بھی پیشاب کرے یا پاخانہ سے فارغ ہو تو استنجاء کرے۔

جیسا کہ دوسری عورتیں کرتی ہیں۔ فتاویٰ سراجیہ میں ہے: ''المستحاضة لا یجب علیها الاستنجاء لوقت کل صلوة الخ ''استحاضہ والی عورت پر ہر نماز کے وقت استنجاء لینا واجب نہیں۔'' واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۳/شوال ۱۴۰۰ھ

استفتاء ۶۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جمعہ یا عیدین کی نماز میں، عین حالت نماز میں جب کہ جماعت کثیرہ ہو، امام کا وضو جاتا رہے۔ اب نماز ادا کرنے کی صورت کیا ہوگی؟ زید کا قول ہے کہ امام اگر رکوع میں تھا یا پہلی ہی رکعت کے قیام میں تھا اور وضو جاتا رہا تو سلام پھیر دے اور آہستہ سے نکل جائے۔ بکر کا کہنا ہے کہ آخر جب امام سلام پھیر دے گا تو مقتدی بھی سلام پھیر دیں گے۔ نماز کی نیت پھر سے کی جائے گی۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر نماز جمعہ، عیدین، پنجگانہ، تراویح میں امام کا وضو جاتا رہے تو کیا کرے؟ آیا سلام پھیر کر وضو کرے یا اور کوئی حکم ہے؟ مفصل ہر نماز کے متعلق جواب ارسال فرمائیں۔ بینوا و توجروا۔

المستفتی: ایس ایم حق، چاس، ضلع دھنباد، بہار

۹۲/۸۶ھ

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــ!

اگر وضو بوجہ ریح جاتا رہا تو صورت مذکورہ میں اسے استخلاف کی شرعی اجازت ہے یعنی اپنے پیچھے صف اول سے کسی صالح امامت شخص کو اشارہ کے ذریعہ اپنا قائم مقام بنادے اور وہ شخص امامت کی نیت کر کے نماز پوری کردے اور خود امام اپنی ناک پر ہاتھ رکھے پیٹھ جھکائے صفوں سے باہر ہو جائے۔ یہی حکم مذکورہ تمام نمازوں کی جماعت کا ہے۔ وکل من یصلح اماماً للامام الذی سبقه الحدث فی الابتداء یصلح خلیفة له ومن لایصلح اماماًله فی الابتداء لایصلح خلیفة کذافی المحیط. وصورة الاستخلاف ان یتأخر مُحْمَدَ وُدِباًواضعاً یده علی انفه یوهم انه قد رعف ویقدم من الصف الذی یلیه الخ. ''ہر وہ شخص جو ابتداء میں امام بننے کی صلاحیت رکھتا ہے وہ اس امام کا خلیفہ بن سکتا ہے جس کو حدث لاحق ہو، اور جو ابتداء میں امام بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ ہے وہ خلیفہ نہیں بن سکتا ہے، محیط میں ایسے ہی ہے۔ خلیفہ بنانے کی صورت یہ ہے کہ ناک پر ہاتھ رکھتے ہوئے درمیانی صف سے پیچھے آئے تا کہ لوگ یہ گمان کرے کہ نکسیر پھوٹی ہے اور صف سے اس شخص کو آگے بڑھائے جو مصلی امام سے قریب ہو۔'' (فتاویٰ عالمگیریہ جلد ۱، صفحہ ۹۵)۔ وھو تعالیٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۱۰/ ذوالقعدۃ الحرام ۱۴۰۳ھ، ۲۰/ اگست ۱۹۸۳ء

استفتاء ۶۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:
زید عصر کی نماز کی امامت کررہا تھا قعدۂ اخیرہ میں اس نے کپڑے پر پانی کی ٹھنڈک محسوس کی جب سلام سے فارغ ہوا تو دیکھا کہ کپڑا تر ہے اور اس میں چکنا ہٹ ہے ایسی صورت میں وہ نماز ہوئی یا نہیں؟ گمان یہ ہے کہ ودی کا خروج درمیان نماز میں ہوا۔ بینوا وتوجروا۔

المستفتی: قاری حبیب الحسن مدرس مدرسہ شرعیہ سلطان گنج، پٹنہ
۹۲/۸۶ے

الجواب

ودی ناقض وضو ہے جب وضو جاتا رہا تو نماز فاسد ہوگئی۔ فی نواقض الوضوء ما یخرج من السبیلین من البول والغائط والریح الخارجیہ من الدبر والودی والمذی الخ "نواقض وضو میں سے یہ سب چیزیں ہیں کہ جو چیز سبیلین سے نکلے پیشاب، پاخانہ، ہوا، ودی اور مذی۔" مذکورہ نماز کی بناء جائز نہیں بلکہ از اول اس کو لوٹانا فرض ہے۔ قال فی العالمگیری فاذا حدث فی الصلوٰۃ وان کان موجباً للوضوء (متعمدا وان لم یتعمد) فسدت صلوتہ ولایبنی علیہا) الخ۔ "عالمگیری میں ہے کہ جب نماز میں پیشاب، پاخانہ، ہوا خارج ہونے یا نکسیر پھوٹنے کی وجہ سے حدث طاری ہو تو اگر جان بوجھ کر ہو تو نماز فاسد ہوجائے گی۔ اور بنا نہیں کرے گا (یعنی جہاں سے چھوڑا تھا وہیں سے نہیں پڑھے گا بلکہ از سر نو پڑھے گا۔" واللہ تعالیٰ اعلم!

کتبہ الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۱۷/ ذیقعدہ ۱۳۹۹ھ

استفتاء ۶۷

مسئلہ: بخدمت شریف تقدس مآب عالی جناب مفتی صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ! سلام ورحمت کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ زید کا آپریشن ہوا جس کی وجہ سے اس کے پیچھے سے ہر ایک دومنٹ میں بار بار ہوا خارج ہوتی ہے جس میں آواز نہیں ہوتی مگر بدبو ہوتی ہے، ایسی حالت میں زید نماز ادا کرے یا نہ کرے۔ کیا باجماعت مسجد میں نماز ادا کرے یا گھر میں تنہا پڑھے۔ بار بار ہوا نکلنے سے کیا وضو باقی رہے گا؟ اگر نماز ادا کرے تو کیا نماز ہوجائے گی۔ بینوا وتوجروا!

المستفتی: محمد فضل الرحیم، مقام کمپلی، ضلع بکھارکا، ریاست کرناٹک

۷۸۶/۹۲

الجواب ـــــــــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــــــــ!

بدبودار ہوا کا مقعد سے خارج ہونا ناقض وضو ہے۔ اگر زید کو مسلسل اس کی شکایت ہے کہ کسی نماز میں شروع وقت سے آخر تک وضو کر کے فرض پڑھ لینے کی مہلت نہیں ملتی ہے تو وہ عندالشرع معذور ہے، جب تک ہر وقت نماز میں کم از کم ایک بار بھی بدبودار ہوا خارج ہوتی رہے گی وہ معذور ہی رہے گا۔ اور اس کیلئے پانچوں وقت کی نماز میں پانچ وضوئے تازہ کافی ہوگا یعنی ہر وقت کی نماز ادا کرنے کے لئے علیحدہ علیحدہ وضو کرے، اور اُس ایک وضو سے اس وقت کے اندر جس قدر نمازیں پڑھنا چاہے پڑھ سکتا ہے جب وقت خارج ہوگا تو اس کا وضو بھی جاتا رہے گا۔ فی ردالمحتار: **لوعرض بعد دخول وقت فرض انتظرالی آخره فان لم ينقطع يتوضاويصلى ثم ان انقطع فى اثناء الوقت الثانى يعيد تلك الصلوٰة وان استوعب الوقت الثانى لايعيد لثبوت العذرحينئذمن وقت العروض** ۱ھ. "ردالمحتار میں ہے اگر نماز کا وقت داخل ہونے کے بعد عذر ظاہر ہوا تو اخیر وقت تک انتظار کرنا فرض ہے اگر عذر منقطع نہیں ہوا تو وضو کرے اور نماز ادا کر لے پھر اگر دوسری نماز کے وقت میں عذر منقطع ہو گیا تو اس نماز کا اعادہ کرے اور اگر دوسری نماز کے پورے وقت تک عذر سلامت رہا تو اخیر وقت تک عذر پائے جانے کے سبب نماز کا اعادہ نہیں کرے گا۔"

عذر کی وجہ سے نہ تو نماز معاف ہوگی اور نہ ہی جماعت کا وجوب ساقط ہوگا۔ ہاں اگر ایسا عذر ہے کہ نمازیوں کو اس سے گھن آتی ہو جیسے کہ صورت مسئولہ میں (بدبودار ہوا کے تسلسل سے) تو ایسی صورت میں بہتر یہ ہے کہ نماز گھر میں تنہائی میں پڑھی جائے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم بالصّواب!

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۹/مئی ۱۸۹۰ء

استفتاء ۶۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پیشاب کے پانی سے وضو ہوگا یا نہیں؟ اثبات ونفی دونوں صورت میں دلیل درکار ہے۔ امید کہ جواب سے ضرور نوازیں گے۔ فقط

المستفتی: محمد عادل حسین، متھوٹیولوج، خان مرزا، سلطان گنج، پٹنہ

۷۸۶/۹۲

الجواب ـــــــــــــــ!

پیشاب کے پانی سے کیا مراد ہے؟ اگر وہ پانی مراد ہے جس میں پیشاب کیا ہوا اور وہ پانی برتن وغیرہ میں ہو تو شرعی اعتبار سے وہ پانی ناپاک ہے اور ناپاک پانی سے وضو کرنا جائز نہیں ہے کمافی کتب الفقہ اور اگر پیشاب کے پانی سے برتن کا وہ بچا ہوا پانی

مراد ہے جس سے استنجا کیا ہے تو دھار کے تسلسل سے (جو ناپاکی تک پہنچتا ہے) برتن کا پانی ناپاک نہیں ہوگا اس سے بلاشبہ وضو جائز و درست ہے۔ قال فی المضمرات "وفیہ نظر والفرق ان الماء علی کف المستنجی لیس بجار والنازل من الماء قبل وصوله الی الکف جار ولا یظهر فیه اثر القطرة فالقیاس ان لا یصیر نجسا وقاله حسام الدین احتیاط اھ یؤید عدم التنجیس ماذکرنا من الفروع. "مضمرات میں فرمایا اور فرق یہ ہے استنجاء کرنے والے کے ہاتھ میں جو پانی ہے وہ جاری نہیں اور اس پر آنے والا پانی جو ہنوز ہاتھ تک نہیں پہنچا ہے جاری پانی ہے اس میں قطرہ کا اثر ظاہر نہ ہوگا تو قیاس میں یہی ہے کہ نجس نہ ہو اور حسام الدین نے فرمایا ہے وہ بطور احتیاط ہے اور ناپاک نہ ہونے پر وہ فروع دلالت کرتی ہیں جو ہم نے ذکر کی ہیں۔" (فتاویٰ رضویہ کتاب الطہارۃ ص ۲۵۲)
جب استنجا کے بعد ہاتھ میں لگا ہوا پانی ناپاک نہیں ہے تو برتن کا بچا ہوا پانی کیونکر ناپاک ہوسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ورسوله صلی اللہ تعالیٰ علیه وآله وصحبه وسلم۔

الفقیر عبدالواحد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۴/اکتوبر ۱۹۸۰ء

استفتاء ۶۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں کہ:

(۱) قرآن پاک کو بلا وضو چھونا اور پڑھنا کیسا ہے؟ قرآن پاک پڑھتے ہوئے سگریٹ بیڑی پان وغیرہ کھانا کیسا ہے؟ اگر کوئی شخص سگریٹ پیتے ہوئے یا سگریٹ جلا کر ہاتھ میں لئے ہوئے اور پی رہا ہو ایسی حالت میں اگر قرآن پاک دو ایک آیت پڑھے اور دوسروں کو بتائے تو اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟ معہ دلیل جواب لکھئے!

(۲) اگر کوئی شخص قصداً جان بوجھ کر بلا عذر شرعی جمعہ کی نماز ترک کرے اور مسلسل کئی جمعہ تک جمعہ کی نماز نہیں پڑھے تو ایسے شخص کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے معہ دلیل جواب لکھئے؟ کیا ایسا شخص کسی مسلم ادارہ کے کسی بھی عہدہ پر فائز ہونے کا مستحق ہے۔

المستفتی: محمد ہاشم انصاری بیڑی دوکان الہڑما، ڈالٹین گنج بہار ضلع پلاموں

۹۲/۷۸۶

الجواب!

(۱) قرآن عظیم کو بے وضو چھونا یا سگریٹ پیتے ہوئے اس کی تلاوت کرنا حرام و بے ادبی ہے: قال اللہ تعالیٰ لَّا يَمَسُّهُۥٓ إِلَّا ٱلْمُطَهَّرُونَ (سورۂ واقعہ:۷۹) "اسے نہ چھوئیں مگر باوضو۔" (کنزالایمان) جنھوں نے ایسا کیا اس پر توبہ فرض ہے: مَنْ

يَعْمَلْ سُوْءً ا اَوْيَظْلِمْ نَفْسَهٗ الخ. (النساء:۱۱۰) ''اور جو کوئی برائی یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے بخشش چاہے تو اللہ کو بخشنے والا مہربان پائے گا۔'' (کنزالایمان) وھو تعالیٰ اعلم

(۲) جہاں نماز جمعہ فرض ہے وہاں اس کی ادائیگی غیر معذور مقیم مسلمانوں پر فرض عین ہے اور اس کی فرضیت ظہر سے زیادہ مؤکد ہے (درمختار) وقال فی العالمگیریه وھی فرض عین کذافی التھذیب الخ. ''عالمگیری میں ہے کہ یہ فرض عین ہے ایسے ہی تہذیب میں ہے۔'' جمعہ جان بوجھ کر چھوڑنا سخت کبیرہ اور دخول نار کا سبب ہے۔ صحیح مسلم نے حضرت ابو ہریرہ سے اور ابن ماجہ سے حضرت ابن عباس وابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تارکین جمعہ کے قلوب پر مہر لگا دے گا جس کے سبب وہ غافلین میں سے ہو جائیں گے۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ وایاکم۔ ''ہمیں اور آپ کو اللہ اپنی پناہ میں رکھے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم توبہ کرنے کے بعد اسے دینی ادارہ کا ممبر وغیرہ بنایا جاسکتا ہے۔

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۲/صفر المظفر ۱۴۰۱ھ، ۳۱/دسمبر ۱۹۸۰ء

استفتاء

مسئلہ: کیاارشاد ہے علماء کرام مفتیان عظام کا اس مسئلہ میں کہ
عورتوں کونسوانی شان وشوکت سے بال رکھنا چاہئے۔ روایت پسند عورتیں مذہبی نقطہ نگاہ سے بال رکھتی ہیں اور سنوارتی ہیں مگر بال لمبے اور گھنے ہونے کی وجہ کر غسل کرنے میں تکلیف ہوتی ہے اور ہندہ جو زید کی بیوی ہے، اس پر ہر صبح غسل واجب ہو جاتا ہے۔ اگر ہندہ ہر روز صبح غسل کرتی ہے تو بلا شبہ نزلہ زکام وغیرہ مرض لاحق ہو جائیں گے۔ زید ہندہ کو سختی کے ساتھ نمازیں وقت پر پڑھنے کی تاکید کرتا ہے۔ ہندہ کا اعتراض صرف صبح کے ضمن میں ہے زید نے مسئلہ بتایا کہ مٹی سے تیمم کرلو مگر ہندہ انکار کرتی ہے اور کہتی ہے کہ پانی موجود ہے۔ اب بتایا جائے کہ ہندہ غسل کرنے میں کون سی صورت اختیار کرے؟ آیا پورے جسم کو پانی سے دھوئے؟ اور سر کو پانی سے محفوظ رکھے بعد غسل جسدی، ہاتھوں کو تر کر کے مسح کرے تو یہ طریقہ درست ہوگا؟

المستفتی: مولانا محمد مظہر الحق رضوی، جاروب کش، جامع مسجد، مسلم محلہ چاس، ضلع دھنباد، بہار

۸۶/۹۲ھ

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــــ!

عورتوں کو مردوں کی وضع اختیار کرنا حرام ہے۔ اگر چہ صرف بال ہی میں ہو۔ بابری اور مردوں کی زلفوں کی طرح بال رکھنے کو نسوانی شان وشوکت اور لمبے گھنے بال رکھنے کو روایت پسندی پر محمول کرنا از روئے شرع جائز نہیں ہے کہ **والرجلة من النساء**۔ (حدیث پاک میں وارد ہے) لمبے اور گھنے بال رکھنا ہی عورتوں کے لئے زیب وزینت ہے۔ نزلہ وزکام کے ڈر سے غسل معاف نہیں ہوسکتا۔ پانی کی موجودگی میں تیمم صرف انہیں صورتوں میں ہوسکتا ہے جن صورتوں کی اجازت شرع میں موجود ہے۔ اگر ٹھنڈا پانی نقصان دہ ہے تو گرم پانی سے غسل کرے، یا جس عضو کے لئے ٹھنڈا پانی نقصان کرتا ہے اس عضو کو گرم پانی سے دھولے، بقیہ کو ٹھنڈے سے۔ پھر اگر ہندہ کے لئے گرم پانی بھی نہیں مل سکے اور کسی طبیب تجربہ کار نے کہہ دیا ہے کہ ٹھنڈا پانی سے نزلہ وزکام ہو جائے گا یا بڑھ جائے گا تو اس صورت میں گلے سے نیچے وہ غسل کرلے اور پورے سر کا مع بالوں کے مسح کرلے۔
ویجوز التیمم اذا خاف الجنب اذا اغتسل بالماء ان یقتله البرد اویمرضه هذا اذا کان خارج المصر اجماعاً فان کان فی المصر کذا عند ابی حنیفة خلا فالهما والخلاف فیما اذا لم یجد ما یدخل به الحمام فان وجد لم یجز اجماعاً الخ. ”جب جنبی یہ خوف کرے کہ غسل کرے تو ٹھنڈی اسے مار ڈالے گی یا وہ بیمار پڑ جائے گا تو اس وقت تیمم کرنا جائز ہے اور اس میں تمام فقہاء کرام کا اجماع ہے لیکن یہ حکم اس وقت ہے جب شہر سے باہر ہو اور جب شہر میں ہو تو امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہی حکم

ہے البتہ ضامنین کا اختلاف ہے اور اختلاف اس میں ہے جب پانی نہ پائے اور پائے تو اجماعا جائز نہیں۔" (ہندیہ جلد ۱، صفحہ ۲۶)۔ وھو تعالیٰ اعلم ورسوله صلى الله تعالىٰ عليه وعلى اله وصحبه وبارك وسلم۔

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۱۰/ ذوالقعدۃ الحرام ۱۴۰۳ھ، ۲۰/ اگست ۱۹۸۳ء

استفتاء ۱۷

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

زید کو سوتے میں احتلام ہو جاتا ہے جو کہ ایک پرانا مرض ہے اور لاعلاج ہے جاڑوں میں پانی نقصان دیتا ہے اور نماز کسی بھی حالت میں معاف نہیں ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟

المستفتی: فصیح خاں ڈالٹین گنج

۹۲/۸۶ء

الجواب

گرم پانی کا استعمال کرے اور اگر یہ میسر نہ ہو اور ٹھنڈے پانی کے استعمال سے اتلاف جان یا مرض کے بڑھنے کا یقین ہو تو غسل اور وضوء کی نیت سے تیمم کر کے نماز ادا کرے۔ وھو اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۱۷/ ربیع الثانی ۱۴۰۵ھ

استفتاء ۷۲

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) مابین زید وعمرو اس بات میں اختلاف ہے کہ دخولِ حشفہ مع الثوب سے غسل واجب نہیں ہوتا ہے جب کہ بقول عمرو غسل واجب ہوتا ہے۔ حکم شریعت کیا ہے تحریر فرمائیں۔

(۲) عورت فرض نماز کے لئے تکبیر واقامت کہے یا بغیر اقامت نماز فرض ادا کرے۔ بینوا بالدلیل توجروا عند الجلیل۔

المستفتی: رضاء القادری، شاہی جامع مسجد، دربار مارگ، کاٹھمنڈو، نیپال
۱۶/ ذیقعدہ ۱۴۰۱ھ

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــ!

(۱) زید وعمرو کا اختلاف صحیح ہے۔ اگر کپڑا یا ربڑ لپیٹنے کے بعد بھی گرمی ولذت محسوس ہوتی ہو تو غسل واجب ہے اور اگر اس قدر دبیز کپڑا ہے کہ گرمی ولذت مطلقاً محسوس نہیں ہوتی ہے (اور انزال بھی نہ ہوا) تو عند المتقدمین غسل واجب نہیں ہوگا۔ لیکن علماء متاخرین کے نزدیک احوط یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں وجوب غسل کا حکم دیا جائے کہ ایلاج تو بہر حال پایا گیا۔ لہٰذا عمرو کا قول قابل عمل ہے۔ قال فی الھندیہ، کتاب الصلوٰۃ ج۱ص۱۴۔ ولو لف علیٰ ذکرہ خرقۃ واولج ولم ینزل قال بعضھم یجب الغسل وقال بعضھم لا. وھو الاصح ان کانت الخرقۃ رقیقہ بحیث یجد حرارۃ الفرج واللذۃ وجب الغسل والّا فلا. والاحوط وجوب الغسل فی الوجھین اھ. ’’ترجمہ: اور اگر عضو تناسل پہ کپڑا لپیٹا اور دخول کیا اور انزال نہیں ہوا تو بعض فقہاء کرام کے نزدیک غسل واجب ہوجائے گا اور بعض فقہاء کرام نے فرمایا غسل واجب نہیں ہوگا۔ اور صحیح یہ ہے کہ اگر کپڑا اس طرح پتلا ہو کہ فرج کی حرارت ولذت محسوس ہو تو غسل واجب ہوجائے گا ورنہ نہیں۔ اور احوط یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں وجوب غسل کا حکم دیا جائے گا۔‘‘ وھو تعالیٰ اعلم۔

(۲) عورتوں پر اذان واقامت نہیں ہے۔ تنہا فرض نماز کے لئے عورتوں کی تکبیر اقامت مکروہ تحریمی ہے۔ عورتیں اگر اپنی جماعت سے بھی فرض ادا کریں تو اس میں اقامت کی تکبیر مکروہ ہے۔ لہٰذا بہر دو صورت عورتیں تکبیر اقامت نہ کہیں۔ قال فی العالمگیری فی باب الاذان ج۱ص۵۱. لیس علی النساء اذان ولا اقامۃ فان صلین بجماعۃ یصلین بغیر اذان واقامۃ وان صلین بھما جازت صلوتھن مع الاساءۃ ھکذا فی الخلاصۃ اھ. ’’ترجمہ: عورتوں پر آذان واقامت ضروری نہیں ہے اور اگر وہ جماعت سے نماز پڑھیں تو بغیر آذان واقامت سے پڑھیں اور اگر آذان واقامت سے پڑھیں تو ارتکاب معصیت کے ساتھ نماز جائز ہوجائیگی

خلاصہ میں ایسے ہی ہے۔" واللہ تعالیٰ اعلم و رسولہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ و صحبہ و بارک وسلم۔

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۱۹/ ذی القعدہ ۱۴۰۱ھ

استفتاء ۷۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) حالت جنابت میں حضور پر درود شریف پڑھنا کیسا ہے؟ جواب مرحمت فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

(۲) بلا عذر شرعی اگر کوئی امام ایک وقت کی جماعت ترک کرنے پر مداومت کرتا ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج تو نہیں ہے آگاہ فرمائیں۔ اجر پائیں۔

المستفتی: محمد سلطان رضا رضاء القادری، امام شاہی جامع مسجد، کشمیری تکیہ، دربار مارگ کٹھنڈو، نیپال

۹۲/۸۶ء

الجواب!

(۱) حالتِ جنابت میں درود شریف پڑھنا بالاتفاق جائز ہے۔ اگرچہ اس کے بعض صیغے قرآنی ہوں کہ نیت یہاں تلاوت قرآن عظیم کی نہیں ہے بلکہ ثناء ودعاء اور طلب رحمت کی ہے اور اس نیت سے تو قرآن پاک کی بعض آیات دعائیہ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ کما حققه علمائنا (جیسا کہ ہمارے علماء نے اس کی تحقیق کی ہے)۔ درود پاک پڑھتے وقت طلب رحمت وشفاعت درکار ہے بلکہ اکثر اسی پر درود پڑھنے والوں کا مدار ہے اور علماء محققین کا بھی یہی مذہب مختار ہے۔ قال الامام الفقیه ابو اللیث فی العیون ۔ولو انه قرء الفاتحة علی سبیل الدعاء او شیئًا من الآیات التی فیها معنی الدعاء ولم یرد به القرآن فلاباس به اھ. "امام فقیہ ابو اللیث نے عیون میں فرمایا اگر سورۂ فاتحہ دعاء کے طور پر پڑھا یا قرآن کی ان آیات کو جو دعاء کے معنی میں ہے اور اس سے قرآن پڑھنے کا ارادہ نہ کیا تو کوئی حرج نہیں ہے۔" اور درمختار میں ہے: فلو قصد الدعاء او الثّناء او افتتاح امر حل الخ. وھو تعالیٰ اعلم

(۲) عمداً نماز کی جماعت کا ترک کرنا حرام ہے اور اس پر مداومت حرام ہے اور مرتکب حرام پر شرعاً حکم فسق ہے ایسے کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے کما قال العلامة الشامی فی ردالمحتار اما الفاسق فقد عللوا کراهة تقدیمه بانه لم یهتم لامر دینه وبان فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعاً (ردالمحتار، ج۱/ص۴۱۴)۔ "فاسق کو امامت کے لئے آگے بڑھانے میں کراہت کی تقدیم کی علت فقہاء کرام نے

یہ بیان فرمائی ہے اس لئے کہ وہ دینی معاملات کو ٹھیک سے بجانہیں لاتا ہے اور اسی سے ظاہر ہو گیا کہ فاسق کو امامت کے لئے آگے بڑھانے میں اس کی تعظیم ہے جب کہ شرعاً اس کی اہانت واجب ہے۔" واللہ تعالیٰ اعلم رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم۔

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۱۴/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ، ۲۱/ مارچ ۱۹۸۱ء

استفتاء ۴۷

مسئلہ: علمائے کرام ومفتیان عظام کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ:
ایک شخص نے فرض غسل کیا۔ ناک میں پانی بھی ڈالا لیکن جب غسل کر چکا تو دیکھا کہ ناک میں رینٹھ ہے (سوکھی رطوبت) جو نرم نہیں ہو سکا ہے جس سے شبہ ہوا کہ پانی گوشت کے حصہ تک نہیں پہنچا ہے ایسی صورت میں غسل ادا ہوا کہ نہیں جواب سے نوازیں، مہربانی ہوگی۔

المستفتی: محمد رفیع احمد خان، لہوار ضلع دربھنگہ، بہار

۹۲/۸۶ ے

الجواب

غسل میں استنشاق (ناک کے تمام نرم حصے میں پانی چڑھانا) فرض ہے اگر ناک کے نرم حصے کا کوئی جز پانی پہنچنے سے بچ رہا تو فرض ادا نہیں ہوا اور جب فرض ادا نہیں تو غسل بھی نہیں۔ ھو وحد الاستنشاق ان یصل الماء الی المعارن (کمافی المتون) "ناک میں پانی ڈالنے کی حد یہ ہے کہ پانی ناک کے نرم حصے تک پہنچ جائے جیسا کہ متون میں ہے۔"
صورت مسئولہ میں جب ناک کی سوکھی رطوبت اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ پانی اس کی جڑ تک نہیں پہنچا ہے تو شک وشبہ سے فرض ادا نہیں ہوگا بلکہ از سر نو اس پر غسل کرنا فرض ہے اگر بدن خشک ہو چکا ہے: قال فی العالمگیری والدرن الیابس فی الانف یمنع تمام الغسل کذافی الزاهدی۔ "عالمگیری میں کہا کہ ناک میں سوکھی ہوئی رینٹھ غسل کو مکمل ہونے سے روکتی ہے۔" واللہ تعالیٰ اعلم!

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۱۷/ ذیقعدہ ۱۳۹۹ھ

استفتاء ۵۷

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:
ایک شخص صبح سویرے محتلم اٹھا غسل کر کے نماز فجر اس نے ادا کی اپنے کام کاج میں مشغول ہو گیا دن کے کھانے کے بعد تھوڑی دیر اس نے قیلولہ کیا جب اٹھا تو ظہر کی اذان ہو چکی تھی مسجد میں گیا اور ظہر کی نماز ادا کر لی اب کیا دیکھتا ہے کہ اس کے کپڑے پر منی کا دھبہ ہے لیکن وہ خشک ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ رات ہی کی منی کا دھبہ ہے کیونکہ دن کے سونے میں اس نے کوئی ایسا خواب نہیں دیکھا جس سے محتلم ہونے کا یقین ہو یا دن کا کوئی خواب اسے یاد نہیں ہے۔
ایسی صورت میں اس پر دوبارہ غسل واجب ہے؟ یا فجر کے وقت کا غسل اس کے لیے کافی ہے؟ اور یہ کہ اس پر فجر وظہر دونوں وقت کی نماز کا اعادہ ہے یا صرف ظہر کی نماز کا۔ **بینوا بالدلیل وتوجروا عندالجلیل۔** ''دلائل سے بیان کیجئے اور اللہ کے پاس اس کا اجر پائیں گے۔''

المستفتی: غلام محی الدین وارثی مقام پوسٹ بستوراہ، ضلع دربھنگہ، بہار

۹۲/۸۶ء

الجواب

صورت مسئولہ میں دوبارہ اس شخص پر غسل واجب ہے فجر کی نماز جو غسل کے بعد اس محتلم نے ادا کی وہ ادا ہو گئی البتہ ظہر کی نماز کا اعادہ اس پر واجب ہے۔ الاشباہ والنظائر میں ہے: **لورای فی ثوبه نجاسة وقد صلی فیه ولایدری متی اصابها یعیدها من آخر حدث احدثه والمنی بآخر رقدہ ویلزمه الغسل الثانیة عند ابی حنیفة ومحمد وان لم یتذکر اختلافاً انتهی۔ واللہ تعالیٰ ورسوله اعلم بالصواب!**

ترجمہ: اور اگر کپڑا میں نجاست دیکھا اور اس میں نماز پڑھا اور یہ معلوم نہیں کہ نجاست کب لگی ہے تو آخر حدث سے نماز اعادہ کرے اور منی میں آخری نیند سے اور حضرت امام اعظم اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک دوسرا غسل لازم ہو جاتا ہے۔ اور اگر یاد نہ ہو تو اس میں اختلاف ہے۔ اللہ اور رسول ہی زیادہ درست جاننے والے ہیں۔''

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۱۶/ ذیقعدہ ۱۳۹۹ھ

كتابُ الصلٰوة

استفتاء ۷۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:
مغرب اور عشاء کی نماز کیلئے اذانوں کے درمیان چھوٹی اور بڑی راتوں میں کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ کتنے وقت کا فاصلہ ہونا چاہئے۔ ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ مغرب اور عشاء کی نمازوں کیلئے اذانوں کے درمیان چھوٹی راتوں میں ایک گھنٹہ سترہ منٹ اور بڑی راتوں میں ایک گھنٹہ اڑتیس منٹ کا فاصلہ ہونا چاہئے۔ کیا یہ قول صحیح ہے؟

المستفتی: مدارشاہ (کرناٹک)

۹۲/۸۶ھ

الجواب

مولوی صاحب کا حکم جبروتی ہے جو نا قابل التفات ہے موسم ہر ماہ ہر ہفتہ بلکہ ہر دن ابتدائی وقت میں فرق ممکن بلکہ واقع ہے۔ آپ کے یہاں کا عرض البلد معلوم نہیں ہے اس لئے فقیر تفصیلی طور پر عشاء کے ابتدائی وقت میں فرق کی نشاندہی سے معذور ہے ہوسکتا ہے کہ کسی موسم میں بعد غروب آفتاب کے ایک گھنٹہ ۱۷ ر سترہ منٹ پر عشاء کا وقت شروع ہوتا ہو۔ عشاء کی نماز کے ابتداء وقت کے لئے قاعدہ مقررہ شرعیہ یہ ہے کہ جب شفق ابیض غروب ہو جائے تو وقت عشاء شروع ہو جاتا ہے اور عشاء کا وقت شروع ہوتے ہی مغرب کی نماز کا وقت جاتا رہتا ہے۔ هكذا في الكافي. ووقت العشاء والوتر من غروب الشفق الى الصبح اھ ''ایسا ہی کافی میں ہے اور عشاء و وتر کا وقت غروب شفق سے طلوع صبح صادق تک ہے۔'' لیکن غروب شفق کے اوقات میں باعتبار موسم کی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ فقط وھو تعالی اعلم!

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۳ شوال ۱۴۰۰ھ

استفتاء ۷۷

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ:
(۱) ایک شخص روزانہ داڑھی منڈاتا ہے اور اسکی تعلیم اردو، ہندی، اور انگریزی ہے اور عربی کی تعلیم بہت مختصر ہے اور وہ مسجد میں امامت کرتا ہے ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا کیسا ہے اور کسی کی نماز ان کے پیچھے ہوگی یا نہیں؟
(۲) ایک شخص دونوں طرف گلا کی داڑھی کترواتا ہے اور استرہ سے منڈواتا ہے اور ٹھوڑی میں یعنی چہرہ کے

نیچے چھوٹی چھوٹی داڑھی رکھتا ہے اس کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟

(۳) غروب آفتاب کے وقت دعاء مانگنا یا لمبا سجدہ کرنا اور کوئی نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں اور اگر جس شخص نے عصر کی نماز نہیں پڑھی وہ غروب آفتاب کے وقت پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

(۴) ایک شخص نے زنا کیا اور حمل رہ گیا اور حمل کو برباد کیا یعنی دوا کے ذریعہ حمل گرادیا اور کچھ دنوں کے بعد اسی لڑکی سے شادی ہوگئی اور داڑھی منڈواتا ہے اور مسجد میں پانچوں وقت نماز پڑھاتا ہے اس کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟۔

المستفتی: محمد ظہیر الحسن رضوی باقر گنج پٹنہ ۴، رمضان المکرم

۸۶/۹۲ھ

الجواب

جواب ا: داڑھی منڈانے والا یا حد شرع سے کم کرنے والا شرعاً فاسق معلن ہے اور فاسق کی تعظیم حرام ہے اور تقدیم امامت میں لازماً اس کی تعظیم ہوگی لہٰذا اسکو امام بنانا حرام اور اس کی اقتداء میں نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ فتاویٰ شامی باب الامامت صفحہ ۳۷۶ میں ہے: **بانه لايتهم لامر دينه وبان في تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم اهانته شرعاً الخ** ''اس لئے کہ فاسق دینی معاملات کا اہتمام نہیں کرتا ہے۔ اور اسی سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ فاسق کو امامت کے لئے آگے بڑھانے میں اس کی تعظیم ہے جب کہ لوگوں پر اس کی اہانت شرعاً واجب ہے۔'' اور فتاوی غنیۃ شرح منیہ میں ہے: **انهم لو قدموا فاسقا يأثمون بناء على ان كراهة تحريمه الخ** ''کیونکہ لوگوں نے اگر فاسق کو آگے بڑھایا تو لوگ گنہگار ہوں گے اس بنا پر کہ اس کی تقدیم مکروہ تحریمی ہے۔'' پھر مراقی الفلاح میں **كره امامة الفاسق الخ** ''فاسق کی امامت مکروہ ہے۔'' اگر فاسق مذکور اپنے ہی جیسے فاسقوں کی امامت کرے تو ان سبھوں کی نماز ہوجائے گی۔ **وهو تعالى اعلم**

جواب ۲: ٹھوڑی کے دائیں بائیں یا اوپر سے داڑھی کے بال ترشوانا دراصل داڑھی ہی کا ترشوانا ہے جو شرعاً حرام ہے سرکار کا فرمان ہے **اعفوا اللحى الخ** ''داڑھی بڑھاؤ'' (الحدیث) **وهو تعالى اعلم!**

جواب ۳: کوئی نماز یا سجدہ درست نہیں ہے البتہ اسی دن کے عصر کی نماز غروب آفتاب کے وقت بھی پڑھ سکتا ہے دعاء کی ممانعت متحضر نہیں ہے فتاویٰ عالمگیری: نولکشوری صفحہ ۵۰ میں ہے **لاتجوز فيها المكتوبة ولا صلوة الجنازة ولا سجدة التلاوة الخ** ''غروب آفتاب کے وقت نہ فرض نماز درست ہے نہ جنازے کی اور نہ ہی سجدۂ تلاوت۔'' پھر عالمگیری ہی میں ہے **وعند احمرارها الى ان تغيب الا عصر يومه ذالك فانه يجوز اداؤه عند الغروب هكذا في** فتاویٰ قاضیخان۔ **وهو تعالى اعلم** ''ترجمہ: سورج کے سرخ ہونے کے وقت سے لیکر غروب تک نماز مکروہ ہے مگر اس دن کے عصر کی نماز۔ اس لئے کہ اس دن کے عصر کی نماز غروب کے وقت بھی جائز ہے۔ فتاویٰ قاضی خاں میں ایسے ہی ہے اور اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے۔''

جواب ۴: ایسا شخص حرامکار مستحق عذاب نار لعنت پروردگار میں گرفتار ہے اگر وہ اپنے افعال قبیحہ ماضیہ سے توبہ نصوح کرے تو بشرط

استحقاق امامت نماز پڑھا سکتا ہے لیکن توبہ کرنے کے بعد بھی اگر داڑھی منڈواتا ہے تو وہ اب بھی شرعاً فاسق معلن ہے جس کی اقتداء مکروہ تحریمی ہے کما مر من کتب الفقه . والله تعالى ورسوله اعلم بالصواب!'' جیسا کہ کتب فقہیہ کے حوالے سے یہ بحث گزر چکی ہے، اللہ اور اس کے رسول ہی درستگی کو زیادہ جاننے والے ہیں۔''

الفقیر عبد الواجد قادری غفرلہ، خادم دار الافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۳/ ذیقعدہ ۱۳۹۹ھ، ۲۶/ ستمبر ۱۹۷۹ء چہار شنبہ

استفتاء ۸۷

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ
ہمارے یہاں سوا بارہ بجے جمعہ کی اذان ہوئی جب کہ صحیح وقت کے مطابق بارہ بج کر بیس منٹ تک وقت استواء ہے۔ اس کے بعد ظہر کا وقت شروع ہوتا ہے۔ تو کیا اس اذان کا لوٹانا واجب ہے؟ دلائل شرعیہ کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں۔

المستفتی: ڈاکٹر امیر علی قریشی، جالہ، ضلع دربھنگہ

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــــــ!

جمعہ اور ظہر کا ایک ہی وقت ہے۔ اگر ظہر کا وقت داخل ہونے سے پہلے جمعہ کی اذان ہوئی تو وہ اذان ہی نہیں ہوئی اور اگر وقت ظہر سے پہلے جمعہ پڑھ لیا گیا تو جمعہ ہی نہیں ہوا۔ البحر الرائق میں ہے: الجمعة كالظهر وقتاً و استحباباً الخ. ''جمعہ وقت و استحباب کے اعتبار سے ظہر کی طرح ہے۔'' لہٰذا وقت سے پہلے اذان دینے سے اذان نہیں ہوئی بلکہ وقت داخل ہونے سے کچھ پہلے اذان کہنا شروع کیا اور وقت داخل ہونے کے بعد ختم کیا جب بھی اس اذان کے اعادہ کا حکم موجود ہے۔ درمختار میں ہے: فيعاد اذان ان وقع بعضه قبله الخ. ''ترجمہ: تو وہ اذان لوٹائی جائے گی جس کے بعض کلمات وقت داخل ہونے سے پہلے کہے گئے ہوں'' پس اذان مسئول کا لوٹانا ضروری ہے۔ و هو تعالیٰ اعلم

عبد الواجد قادری غفرلہ خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۱۳/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۷۹

مسئلہ: نماز میں وقت کی پابندی ہے یا نہیں؟

۹۲/۷۸۶

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوہاب ـــــــــ

جی ہاں نمازیں اپنے اوقات کے ساتھ فرض ہیں۔ کما فی القرآن العظیم. وھو اعلم

کتبہ

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ پٹنہ، بہار

۱۳/شوال المکرم ۱۴۰۳ھ، ۲۴/ جولائی ۱۹۸۳ء

استفتاء ۸۰

مسئلہ: محترم المقام حضرت قبلہ مفتی صاحب مدظلہ العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ

(۱) جمعہ کے خطبہ کی اذان اکثر مقام پر خطیب کے سامنے منبر کے پاس دی جاتی ہے اور بعض مقام پر خطیب کے سامنے۔ مگر منبر سے دور صحن مسجد سے خطبہ کی اذان کہی جاتی ہے۔ اس بارے میں قرآن وحدیث کی روشنی میں تاریخی طور پر جو فقہ کا مسئلہ ہو تحریر فرمائیں۔

(۲) میت کو دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان دینا کیسا ہے؟

(۳) مذبوحہ حلال جانوروں کی اوجھڑی کھانا کیسا ہے؟ جواب سے مشکور فرمائیں۔

(نوٹ) یہ عبارت استفتاء بلفظہ امارت شرعیہ مونگیر سے بھی آیا ہے مگر اس کا جواب بلا دلیل ہے۔

المستفتی: محمد اسرائیل

مونگیر دار الافتاء!

(۱) منبر سے اذان دینا ہی مسنون ہے۔ منبر سے ہٹ کر صحن میں اذان دینا خلاف سنت ہے۔

(۲) بدعت اور خلاف سنت ہے۔

(۳) جائز ہے۔

نوٹ: ہمیں یہ سمجھنا ہے کہ جو جوابات امارت شرعیہ سے آئے ہیں، یہ قابل عمل ہیں یا نہیں۔

المستفتی: محمد سلیم الدین، مدرس درسگاہ، اہلسنت مدرسہ احمدیہ، جے نگر، ضلع ہزاری باغ
مورخہ ۴/ جنوری ۱۹۸۴ء

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــ!

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

(۱) خطبہ کی اذان کا خطیب کے روبرو خارج مسجد ہونا سنت ہے۔ کما روی عن سائب ابن یزید فی متن ابی داؤد، کان یؤذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علی باب المسجد الخ. ''جیسا کہ متن ابوداؤد میں سائب بن یزید سے مروی ہے کہ جمعہ کے دن جب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوتے تو آپ کے روبرو مسجد کے دروازے پر اذان دی جاتی تھی۔'' داخل مسجد خطیب کے سامنے اذان کہنا مکروہ

وبدعت ہے۔ غنیۃ شرح فیہ فتاوی خلاصہ، خزانۃ المفتیین اور فتاوی کی درجنوں کتابوں میں نصوص فقہاء موجود ہیں۔ **لایؤذن فی المسجد ویکرہ الاذان فی المسجد.** ''مسجد میں اذان نہیں دی جائیگی۔ اور مسجد میں اذان مکروہ ہے۔'' فتاوی عالمگیریہ میں ہے: **وینبغی ان یؤذن علی المئذنۃ اوخارج المسجد الخ.** ''اور مناسب ہے کہ اذان منارے پر یا خارج مسجد دی جائے۔'' جس مفتی نے منبر کے قریب مسجد کے اندر اذان کہنا مسنون لکھا۔ دلیل مسنونیت اس سے طلب کیجئے۔ **وھو تعالیٰ اعلم**

(۲) مستحب ہے کہ اس میں مردوں کو تلقین و تسکین بھی ہے اور اعلاء کلمۃ اللہ بھی **کما صرحہ علامۃ الشامی فی فتاواہ وبینہ امام اھل السنۃ فی رسالتہ ایذان الاجر من شاء برھانہ فلیرجع الیھا.** ''جیسا کہ علامہ شامی علیہ الرحمہ نے اپنے فتاوی میں اس کی صراحت کی ہے اور امام اہلسنت علیہ الرحمہ نے اپنے رسالہ ''ایذان الاجر'' میں بیان فرمایا ہے جس کو دلیل کی ضرورت ہو تو چاہیے ان کتابوں کی صرف رجوع کرے۔'' جس نے اسے بدعت اور خلاف سنت قرار دیا دلائل اس سے طلب کیجئے۔ **وھو تعالیٰ اعلم**

(۳) پاکیزہ طبیعتیں اس سے نفرت کرتی ہیں کہ وہ معدن نجاست ہے اس لئے مکروہ ہے۔ کما فی فتاوی الرضویہ جلد سادس۔ **واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔**

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۱۷/ ماہ فاخر، ربیع الآخر ۱۴۰۴ھ

استفتاء ۸۱

مسئلہ: ہمارے یہاں کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ جمعہ کے دن خطبہ کی اذان مسجد کے اندر منبر کے پاس ہونی چاہئے جیسا کہ ہندوستان کے چھوٹے بڑے شہروں میں ہوتی ہے جب کہ دوسرے لوگوں کا کہنا ہے کہ خطبہ کی اذان اور دیگر اذان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ وہ بھی خارج مسجد ہی ہونا چاہئے۔ اگر یہ دونوں ہی طریقے درست ہیں تو کون افضل ہے؟ جمعہ کی اذان ثانی کہاں سے پکاری جائے۔ مکمل تفصیل اور پورے حوالجات کے ساتھ جواب ارسال فرمایا جائے۔ ہم تمام اہل سنت وجماعت کے افراد ممنون و مشکور ہوں گے۔ فقط

المستفتی: عبدالباری مجیبی صدر محال بارہ گانواں، ہزاری باغ

۷۸۶/۹۲

الجواب ـــــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــــ !

خطبۂ جمعہ کے وقت جواذان کہی جاتی ہے واقعی وہ اذان بھی دیگر اذانوں کی طرح خارج از مسجد ہی کہی جانی چاہئے۔ عام اذانوں اور خطبہ کی اذان میں صرف یہ فرق ہے کہ عام اذان خارج مسجد جہاں چاہیں کہہ سکتے ہیں، ہاں مستحب یہ ہے کہ جس طرف مسلمانوں کی آبادی زیادہ ہو اسی طرف کہی جائے اور خطبہ کی اذان خارج مسجد ہونے کے ساتھ ساتھ خطیب کے سامنے کہی جائے۔ ابوداؤد شریف جلد اول، صفحہ ۱۵۶ میں ہے: قال کان یؤذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعة علیٰ باب المسجد. ''راوی نے کہا کہ جمعہ کے دن جب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوتے تو آپ کے روبرو مسجد کے دروازے پر اذان دی جاتی تھی۔'' اس حدیث مقدس سے معلوم ہوا کہ خطبہ کی اذان جہاں خطیب کے سامنے ہونا سنت ہے وہیں یہ بھی سنت ہے کہ دروازۂ مسجد پر ہو۔ فقہائے کرام نے اس پر جزم فرمایا اور بے استثناء اذان خطبہ کسی اذان کا مسجد کے اندر کہنا مکروہ رکھا۔ زمانہ اقدس میں کوئی اذان خواہ خطبہ ہو یا دیگر اذانیں، مسجد میں نہیں کہی گئی جو اس کا دعویٰ کرتا ہے دلیل پیش کرنا اس پر ہے۔ فتاویٰ قاضی خاں جلد ا، صفحہ ۷۸ مصری فتاویٰ خلاصہ ص ۶۲، فتاویٰ ہندیہ ص ۵۵ اور خزانۃ المفتیین میں ہے لایؤذن فی المسجد. ''مسجد میں اذان نہ دی جائے۔'' فتاویٰ عالمگیریہ جلد ا، صفحہ ۵۴ میں ہے وینبغی ان یؤذن علی المئذنة او خارج المسجد ولا یؤذن فی المسجد الخ. ''اور مستحب یہ ہے کہ اذان منارے پر یا خارج مسجد دی جائے۔ اور مسجد میں اذان نہ دی جائے۔'' اسی طرح شرح نقایہ ص ۸۴ غنیہ شرح منیہ ص ۳۵۷ اور بحرالرائق وغیرہا کتب فتاویٰ وفقہیہ میں اس کے بے شمار نصوص موجود ہیں۔ بحمدہ تعالیٰ ہندوستان کے تمام شہروں میں تو یہ اذان صف اول، وصف دوئم میں نہیں کہی جاتی ہے۔ البتہ بہت سے شہروں میں واقعی اس کا رواج ہو گیا ہے کہ یہ صف اول میں کہی جاتی ہے۔ حالانکہ حدیث پاک اور نصوص فقہیہ کے پیش نظر طریقہ مروجہ کا بدعت ہونا ثابت ہوتا ہے۔ پس مسلمانوں پر لازم ہے کہ جس بدعت سے کوئی سنت مردہ ہوتی ہو اس سے اجتناب کریں اور احیائے سنت کا ثواب پائیں۔ آج کل لاؤڈ اسپیکر کی وجہ سے عام اذانوں کے بھی داخل مسجد کہنے کی قباحتیں بڑھتی جا رہی ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس سے بھی خارج مسجد اذان کہنے کی سنت مٹتی جا رہی ہے اور جو شئے ہادم سنت ہو وہ بدعت سیہ میں داخل ہے۔ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ داخل مسجد اذان کہنا خلاف سنت، مکروہ و بدعت ہے۔ لہٰذا آپ لوگ بھی تمام اذانیں خصوصاً خطبہ کی اذان مسجد سے باہر ہی کہیں۔ ہاں خطبہ کی اذان میں خطیب کے روبرو کی رعایت بھی ملحوظ رہے کہ یہی سنت ہے۔ مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی نے عمدۃ الرعایہ ص ۲۴۵ میں لکھا۔ قوله بین یدیه ای مستقبل الامام فی المسجد او خارجه والمسنون ھو الثانی الخ. ''اور راوی کا قول ''بین یدیہ'' یعنی مسجد میں امام کے روبرو یا خارج مسجد امام کے روبرو۔ اور سنت دوسرا ہے۔ (یعنی خارج مسجد)'' سنت خارج مسجد ہی اذان ثانی کا کہنا ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۱۶/ ربیع الآخر ۱۴۰۴ھ

الجواب صحیح
عبدالحافظ رضوی القادری، خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار پٹنہ
۲۱/ جنوری ۱۹۸۴ء، ۱۶/ ربیع الآخر ۱۴۰۴ھ

استفتاء ۸۲

مسئلہ: مکرمی! اسلام ورحمت۔ چند مسائل زیر بحث ہیں۔ مدلل جواب ارسال فرمانے کی زحمت کریں

(۱) جمعہ کی اذان ثانی کس جگہ ہونی چاہئے؟

(۲) نماز جنازہ غائبانہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی: حافظ رحمت حسین، رام رحیم روڈ-۲۰، درگا پور-۵، ضلع بردوان، ویسٹ بنگال

۸۶/۹۲ء

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــــ!

سلام ورحمت

(۱) اذان کا داخل مسجد ہونا فقہاء کے نزدیک مکروہ ہے۔ اس میں جمعہ اور غیر جمعہ کی کوئی تخصیص نہیں۔ البتہ خطبہ کی اذان کا خطیب کے سامنے بھی ہونا کتب فقہ میں مصرح ہے۔ اس لئے جمعہ کی اذان ثانی خطیب کے سامنے خارج مسجد ہونی چاہئے۔ عن سائب بن یزید قال کان اذا یوم الجمعة فجلس النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم علی المنبر وکان یوذن بین یدیه علی باب المسجد الخ. (رواہ ابوداؤد) ''جمعہ کے دن جب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو مسجد کے دروازے پر اذان دی جاتی۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا۔'' وھو اعلم

(۲) نہیں کیوں کہ نماز جنازہ کے شرائط میں سے ایک شرط جنازہ کا موجود ہونا ہے۔ بہار شریعت۔ واللہ تعالیٰ اعلم ورسوله صلی اللہ تعالیٰ علیه وعلی اله وصحبه وبارک وسلم!

کتبہ

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۲۱/صفر المظفر ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۸۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

(۱) جمعہ کے دن خطبہ کی اذان مسجد کے اندر ہونی چاہئے یا باہر؟ دلائل کے ساتھ جواب دیں۔

(۲) موجودہ بینک جو میعادی رقم پر دوگنی رقم دیتا ہے، مثلاً ایک ہزار جمع کیا اور سات سال کے بعد دو ہزار دیتا ہے۔ یہ زائد رقم لینا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: مولوی نذیر الدین، مقام بٹواڈیہہ، ڈاکخانہ ڈھبھار، ضلع مونگیر، بہار

۸۶/۹۲ھ

الجواب ـــــــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــــــ!

(۱) اذان خواہ خطبہ کی ہو یا غیر خطبہ کی سب مسجد سے باہر ہونی چاہئے۔ مسجد میں اذان کہنا مکروہ ہے۔ عالمگیری رد المحتار۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۲) جائز و مباح ہے۔ ہدایہ، شامی، بحر وغیرہا۔ وھو تعالیٰ اعلم

نوٹ: سوال و جواب بذریعہ پوسٹ کارڈ۔

الفقیر عبد الواجد قادری غفرلہ خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتـــــــــــــــــــبہ

۳/ ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ

استـــفتـــاء ۸۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ذیل کے مسائل میں:

۱- ہماری مسجد میں اذان ثانی جمعہ قبل خطبۂ جمعہ داخل مسجد دی جاتی ہے از روئے شرع یہ اذان ثانی داخل مسجد دینا جائز ہے یا نہیں؟ مع حوالہ جواب تحریر فرمائیں اور یہ اعتراض کرنا کہ کیا تمہارے پہلے علماء نہیں تھے؟ وہ کیوں اذان ثانی کو خارج مسجد جاری نہیں کئے۔ اس کا بھی جواب دیں۔

۲- بعد دفن میت کے قبر پر اذان دینا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں مع حوالہ جواب دیں۔

۳- مردہ سنتوں کے جاری کرانے کا ثواب و اجر مع حوالہ تحریر کریں۔

المستفتی: مولانا افسر علی بیگ عبید القادری، جوبرا، ضلع کٹک، اڑیسہ

۱۸/ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ

۸۶/۹۲ھ

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــ!

۱- اذان ثانی جمعہ کا داخل مسجد ہونا چونکہ خلافِ سنت رسول و سنت صحابہ ہے اس لئے مکروہ و نادرست ہے ابوداؤد شریف میں حضرت سائب بن یزید سے روایت ہے کہ **کان یوذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علی باب المسجد وابی بکر و عمر الخ** ۔"حضرت سائب ابن یزید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن جب منبر پر تشریف فرما ہوتے تو اس وقت ان کے سامنے مسجد کے دروازے پر اذان کہی جاتی حضرت ابوبکر،

رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی اسی طرح اذان ہوتی تھی۔'' بلکہ بشمولیت اذان ثانی جمعہ تمام اذانوں کو خارج مسجد یا موذن خانہ میں دینی چاہیے تمام فقہ کی کتابوں میں یہی حکم ہے چنانچہ فتاویٰ خانیہ میں ہے: وینبغی ان یوذن علی المئذنة او خارج المسجد ولا یوذن فی المسجد الخ ''مناسب یہ ہے کہ اذان گاہ سے ہو، خارج مسجد، مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے۔'' یہ اعتراض کرنا جہالت ہے کہ کیا تم سے پہلے علماء نہیں تھے۔ ضرور علماء حق موجود تھے اور جب بھی ان سے سوال کیا گیا تو انہوں نے اصل مسئلہ کی وضاحت فرمائی لیکن علماء سوء کی مروانی ذہنیت رکاوٹ بنتی گئی اور آج بھی وہی سد راہ ہے مولائے کریم مسلمانوں کو ہدایت نصیب فرمائے۔ وھو تعالیٰ اعلم!

۲- ادخال میت کے وقت اذان کے سنت ہونے یا سنت نہ ہونے میں بعض علماء نے ضرور اختلاف کیا ہے چنانچہ درمختار میں ہے: فی الاقتصار علی ماذکر من الوارد اشارة الی انه لایسن الاذان عند ادخال المیت فی القبر الخ ''اقتصار میں جو ذکر وارد ہے وہ اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ میت کو قبر میں اتارتے وقت اذان دینا سنت نہیں ہے۔'' لیکن دفن میت کے بعد قبر کے قریب اذان کے جواز میں کسی کو اختلاف نہیں ہے، اگر کوئی آج کے مولوی کا اختلاف پیش کرتا ہے تو وہ عندالشرع ناقابل اعتبار بلکہ غیر مسموع ہے کما حققه امام احمد رضا رضی الله عنه الرحمن فی فتاواه، جلد رابع۔ والله تعالیٰ اعلم!

۳- سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: مَنْ اَحْیٰ سُنَّةً الخ ''سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جس نے سنتوں کو زندہ کیا اس کو اس کا ثواب ملے گا۔'' جس شخص نے مردہ سنتوں (جس پر عمل کرنا لوگوں نے چھوڑ دیا ہو) کو زندہ کیا اس کو اُس سنت کا ثواب ملے گا اور جس قدر لوگ قیامت تک اس پر عمل کریں گے ان کے عملوں کا ثواب بھی سنت زندہ کرنے والے کو ملے گا اور عمل کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ (مفہوم حدیث) دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ اختلاف امت کے وقت جس نے ایک سنت کو بھی مضبوطی سے تھام لیا اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا (مفہوم) من تمسک بسنتی عند فساد امتی فله اجره مائة شهيدا او كمال قال رسو الله صلی الله علیه وسلم۔ ''سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جس نے میری ایک سنت کو زندہ کیا اس کو ۱۰۰ سو شہیدوں کا ثواب ملے گا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی کچھ بیان فرمایا۔'' فقط و الله تعالیٰ اعلم

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۳/ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ، ۲۱/ اپریل ۱۹۷۹ء

استفتاء ۸۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل مسائل میں:

(۱) مشکوٰۃ شریف جلد اول، ص ۴۵۹ میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کبھی نہیں دی ہے۔ اس کی وجہ تفصیل وارد کیجیے۔

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جتنے بھی انبیاء کرام تشریف لائے وہ سب بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کیا کرتے تھے لیکن ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھائی۔ کیوں؟

(۳) نماز میں التحیات پڑھتے وقت کلمہ کی انگلی کو کیوں اٹھایا جاتا ہے؟

(۴) چار رکعت نماز ہے چوتھی رکعت کو بھول کر تیسری سمجھ کر پڑھی تو ایسے وقت میں نماز کس طرح پوری کریں؟

جوابات حوالہ کے ساتھ جلد از جلد روانہ کیجئے۔

المستفتی: نثار احمد، اے لندور، پائیل گلی، میراج، پوسٹ میراج، ضلع سنگلی، مہاراشٹر

۹۲/۷۸۶

الجواب

(۱) اذان کہنا نماز پنجگانہ کے لئے جب کہ جماعت مستحبہ کے ساتھ ہو سنت مؤکدہ ہے۔ لیکن سنت اس وجہ سے نہیں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان دی ہے چنانچہ جماعت مستحبہ کے لیے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اذان دینا کبھی ثابت نہیں ہے۔ البتہ تحفۂ امام ابن حجر مکی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ سفر میں اذان کہی ہے اور تشہد میں فرمایا اشہد انی رسول اللہ ''میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔'' اور علامہ شامی نے اپنے فتاویٰ جلد اول ص ۲۷۶ پر تحفہ کی اس روایت کو نقل کر کے اس کی حکمت کو بیان کیا۔ فتاویٰ رضویہ جلد دوم ص ۳۴۴۔ پس اذان سنت فعلی نہیں بلکہ قولی و تقریری ہے۔ (عامۂ کتب) وھو تعالیٰ اعلم!

(۲) تاکہ آپ کا امام القبلتین ہونا عملاً بھی ظاہر ہو جائے، ۲- تاکہ یہودیوں اور نصرانیوں کی طعنہ زنی سے مسلمانوں کو نجات ملے۔ ۳- تاکہ جو اول قبلہ رہا ہو وہ آخر میں بھی قبلہ ہو جائے، ۴- تاکہ منافقوں کا نفاق اور مسلمانوں کا اخلاص ظاہر ہو جائے مولائے کریم رؤف و رحیم کا ارشاد ہے: لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ وَمِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ الخ. ''(اے محبوب تم پہلے جس قبلہ پر تھے ہم نے وہ اسی لئے مقرر کیا تھا) کہ دیکھیں کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے۔'' ۵- اور اس لئے بھی کہ تحویل قبلہ کے سبب رضائے محبوبیت پر خوشنودئ رب کی مہر دوام ثبت ہو جائے۔ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ

قِبْلَةً تَرْضٰهَا الخ۔ ''تو ضرور ہم تمہیں پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے۔'' وھو تعالیٰ اعلم!

(۳) اس لئے کہ غیر اللہ کی نفی اور حضرت جل جل مجدہ کے وجود کے اثبات کی جانب حالت نماز میں عضو مصلّی کے اشارہ سے بھی ہوجائے اسی لئے کلمۂ نفی کے وقت کلمہ کی انگلی اٹھائی جاتی ہے اور کلمۂ اثبات کے وقت اس کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا جاتا ہے اور اس لئے بھی کہ ایسا کرنا سنت ہے۔ فتاویٰ شامی میں ہے: وفی المحیط انها سنة یرفعها عندالنفی و یضعها عندالاثبات وهو قول ابی حنیفة و محمد رحمة الله علیهما'' اور محیط میں ہے: شہادت کی انگلی کلمۂ نفی کے وقت اٹھانا اور کلمہ اثبات کے وقت اپنی حالت پر چھوڑ دینا سنت ہے۔ اور یہی امام اعظم ابوحنیفہ وامام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے۔'' وھو تعالیٰ اعلم!

(۴) مصلی جس چوتھی رکعت کو تیسری رکعت سمجھ کر پڑھ رہا ہے ظاہر ہے کہ وہ صحیح چوتھی رکعت پر قعدۂ اخیرہ نہیں کرے گا بلکہ پانچویں کی جانب اٹھ جائے گا اب اگر پانچویں رکعت میں اسے صحیح رکعات کا علم ویقین ہوجائے تو اُسے چاہیے کہ تلاوت کی جانب لوٹ آئے اور سجدۂ سہو کر کے نماز پوری کرے۔ اور اگر پانچویں رکعت میں بھی اسے صحیح علم نہیں ہوسکا یہاں تک کہ پانچویں رکعت کا اس نے سجدہ کرلیا تو سجدہ سے سر اٹھاتے ہی وہ نماز نفل ہوگئی ایک رکعت اور ملا کر چھ پوری کرے اور چھٹی رکعت کے قعدہ میں سجدۂ سہو کرے اور نماز پوری کرے۔ اور اگر چوتھی رکعت پر قعدہ اخیرہ کر چکا ہے پھر پانچویں چھٹی رکعتیں اس نے پڑھی ہیں تو قعدہ اخیرہ کے بعد والی رکعتیں نفل ہوجائیں گی اور قعدہ اخیرہ سے پہلی رکعتیں فرض میں محسوب ہوں گی۔ درمختار وغیرہا۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم!

کتبہ
الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۱۲/ شعبان ۱۳۹۹ھ، ۸/ جولائی ۱۹۷۹ء

استفتاء ۸۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

زید کہہ رہا ہے کہ اذان ثانی جمعہ کے دن امام کے قریب مسجد کے اندر دینا چاہیئے کیوں کہ اذان ہر جگہ مسجد کے اندر دی جاتی ہے۔ زید یہ بھی کہہ رہا ہے کہ اگر اذان آئندہ مسجد کے باہر ہوگی تو ہم نماز جمعہ پڑھنے نہیں آئیں گے۔ کیا اس کا یہ کہنا درست ہے یا نہیں؟ اور بکر کہہ رہا ہے کہ اذان ثانی مسجد سے باہر ہوگی کیوں کہ مسجد کے اندر اذان منع ہے اور مسجد سے باہر امام کے سامنے ثانی اذان کے جواز میں اس نے ایک حدیث بھی پیش کی ہے کہ عن السائب بن یزید قال کان یو ذن بین یدی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلّم. اذجلس علی المنبر یوم الجمعة علی باب المسجد و ابی بکر و عمر. ''حضرت سائب

بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھتے تو حضور کے روبرو مسجد کے دروازے پر آذان دی جاتی، حضرت ابوبکر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بھی ایسے ہی ہوتی رہی۔" اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خطبہ کی اذان مسجد کے دروازے پر پڑھنا سنت ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ مبارکہ میں خطبہ کی اذان مسجد کے دروازے ہی پر ہوا کرتی تھی۔ اسی لئے فقہاء کرام مسجد کے اندر اذان دینے سے منع فرماتے ہیں۔ جیسا کہ فتاویٰ قاضی خان مصری جلد اول صفحہ ۷۸ اور فتاویٰ عالمگیری اور بحر الرائق جلد اول میں ہے: لایوذن فی المسجد. یعنی مسجد کے اندر اذان دینا منع ہے۔ اور فتح القدیر جلد ا، صفحہ ۲۱۵ میں ہے: قالوا لایوذن فی المسجد. فقہاء کرام نے فرمایا کہ مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے اور طحاوی علےٰ مراقی الفلاح میں ہے: یکرہ ان یوذن فی المسجد. کما فی القهستانی عن النظم. یعنی مسجد میں اذان دینا مکروہ ہے۔ اسی طرح قہستانی میں نظم سے ہے اور ہدایہ وشرح وقایہ میں یہ ہے: واذاجلس علی المنبر أُذن ثانیا بین یدہ. "جب خطیب منبر پر بیٹھے تو دوسری مرتبہ آذان خطیب کے روبرو دے۔" اور فتاویٰ رضویہ جلد ۳، صفحہ ۷۲۶ میں ہے علماء کرام نے کراہت لکھا ہے اور اسے مطلق رکھا اور مطلق کراہت غالباً تحریم پر محمول ہوتی ہے اور حضور کے زمانہ اقدس میں ثانی اذان مسجد کے دروازے پر ہوئی (آخر بحث تک) لہٰذا جب بکر اتنے دلائل دے چکے تو کیا بکر کے کہنے پر ثانی اذان مسجد سے باہر دی جائے یا زید کے کہنے پر عمل کیا جائے؟ منقولات و معقولات سے بندہ کو مطمئن کریں۔ عین کرم ہوگا۔

المستفتی: محمد محبوب عالم، چمرچی ٹی گارڈن، مقام وپوسٹ چمرچی، وایہ بانرہاٹ، ضلع جلپائی گوری

۷۸۶/۹۲

الجواب ـــــــــــــ بعون الملک الوهاب ـــــــــــــ!

(اذان خطبہ)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ما اتاکم الرسول فخذوہ الآیۃ. "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو تمہیں دیں وہ لے لو"۔ تو اسی رسول معظم نے اپنی امت کو اذان مسجد کے دروازہ پر دیا۔ اب اگر اس سنت کریمہ کو ہم اسی طرح اختیار نہ کریں جس طرح آپ نے عطا فرمایا تو یہ سنت کی مخالفت بھی ہوگی اور خالق حقیقی عزوجل کے حکم کی خلاف ورزی بھی۔ اسی لئے فقہا کرام ائمہ اسلام رحمہم اللہ نے اذان کو اسی طرح لیا جس طرح عطا فرمایا گیا۔ اور جب فقہاء اسلام کی کتابوں سے اس کا داخل مسجد ہونا مکروہ اور خارج مسجد ہونا اتباع سنت قرار دیا گیا تو اب اس کی مخالفت کوئی شیدائی رسول علیہ السلام نہیں کرسکتا۔ اگر کرے گا تو مخالف ومعاند کہلائے گا۔ خلاف پیمبر کسے رہ گزید۔ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید. "پیغمبر کے خلاف جو راستہ اختیار کرے وہ ہرگز منزل تک نہیں پہنچ سکے گا" (سعدی علیہ الرحمہ) زید ذوق سنت سے بے قید ہے اسی لئے رسم زمانہ کا صید ہے۔ اس پر ضروری ہے کہ حق واضح ہو جانے کے بعد اس کی مخالفت پر ہرگز

کمربستہ نہ ہو اور وعید ربانی سے ڈرے۔ وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيْرًا۔ (سورۂ نساء: ۱۱۵) "اور جو مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی۔" (کنز الایمان) اگر زید باز نہ آئے تو اس کی مخالفت کی پرواہ کئے بغیر بکر کے بتائے ہوئے راستہ پر عمل کیا جائے کہ یہی حق و صحیح ہے اور اس میں نجات ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ و صحبہ و بارک وسلم۔

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

یکم/ذی القعدہ ۱۴۰۱ھ

استفتاء ۸۷

مسئلہ: بخدمت شریف حضرت مولانا مفتی صاحب! السلام علیکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کے دن خطبہ کے وقت اذان ثانی اول صف سے دی جائے یا مسجد کے برآمدے میں یا دو چار صف چھوڑ کر یا وقتی اذان جہاں سے ہوتی ہے اسی جگہ سے۔ زید جو حافظ ہے اس نے اعلان کر دیا ہے کہ جمعہ کے دن اذان ثانی اول صف سے دینا غلط اور ناجائز ہے اور حوالہ حدیث و قانون شریعت کا دیتا ہے۔ اسی میں ہے کہ اذان منذنہ پر کہی جائے یا خارج مسجد کہی جائے مسجد میں اذان نہ کہی جائے، مقتدیوں نے صف اول چھوڑ کر برآمدے سے ایک جمعہ کو اذان دلوانا تسلیم کر لیا اس بنا پر کہ زید چونکہ حافظ ہے اس لئے مسئلہ غلط نہیں بتائے گا۔ بکر نے دوسرے جمعہ کو اعتراض کیا کہ آپ نے جو مسئلہ بتلایا ہے وہ پنجوقتی نماز کے لئے ہے جمعہ کے اذان ثانی کے متعلق نہیں ہے۔ زید نے جواب دیا کہ یہ بھی تو اذان ہے۔ بکر بولا کہ حافظ صاحب مسئلہ آپ کی سمجھ میں نہیں آ رہا ہے پھر آئندہ جمعہ کو دونوں طرف سے کافی بحث مباحثہ ہوا۔ مقتدی دو بھاگ میں بٹ گئے۔ خون خرابہ کی نوبت آئی، ہنگامہ برپا ہو گیا لوگ مسجد چھوڑ چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ نااتفاقی حد سے زیادہ بڑھ گئی۔ فتویٰ پوچھنے والا جب سے ہوش سنبھالا ہے اذان ثانی کو پہلی ہی صف میں ہوتے ہوئے دیکھا ہے اور باپ دادا سے بھی ایسا ہی سنا گیا ہے اور دیہات و شہر میں عموماً صف اول ہی میں اذان ثانی ہوتی آ رہی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس اذان کے بارے میں کیا ارشاد گرامی ہے اور اس میں کیا مصلحت ہے اگر پہلی صف میں اذان دے دی جائے تو نماز ہوگی یا نہیں؟ اذان ثانی زمانۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں پہلی صف سے دی جاتی تھی یا دور سے؟ اس پر زوروں میں مباحثہ چل رہا ہے۔

جواب جلد دیں تاخیر نہ فرمائیں تاکہ قوم میں افتراق نہ ہو اور مسجد آباد رہے ضعیف العمر لوگوں کا بیان ہے کہ صف اول ہی میں ہمیشہ سے اذان ہوتی آرہی ہے۔
اگر اول صف میں حکم اذان ثانی کا آگیا تو سب لوگ مان لیں گے، ورنہ ہنگامہ برابر کے لئے رہ جائیگا، فرمان آقائے گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کے سب ہی طالب ہیں۔ پہلی صف سے اذان ثانی دی جائے تو نماز ہوگی یا نہیں؟ فقط

محمد عمر فاروق انصاری، ساکن موضع فرصت پور، ڈاکخانہ: سہ تیہار، ضلع سارن، بہار

ارسال جواب کا پتہ یہ ہے:

محمد عمر فاروق انصاری، مقام بھتہ اکمل پوسٹ آفس بھتھا، براہ مکیا، ضلع سارن بہار

۷۸۶/۹۲

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

تفہیم جواب سے قبل یہ گذارش ہے کہ مسائل دینیہ میں ضد ہٹ دھرمی اور اپنے نفس کو ہرگز دخل نہ دیا جائے، کیونکہ یہ اسلامیات کے قطعاً خلاف ہے۔ کتاب وسنت کا جو حکم ہو اس کے آگے سر تسلیم خم کردیا جائے یہی ایک مخلص مسلمان کی پہچان ہے۔ **قال اللہ تعالیٰ فی القرآن العظیم. وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ** ط (الاحزاب۳۳: آیت ۳۶، پارہ۲۲) (ترجمہ: اور کسی مسلمان مرد وعورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اور رسول اعلیٰ کچھ حکم فرمادیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے)۔ لہٰذا یہ کہنا کہ اگر یہ حکم ہوگا تو لوگ مان لیں گے اور آپس میں صلح صفائی ہوجائے گی اور وہ حکم ہوگا تو نہیں مانیں گے سراسر اسلامی مزاج کے خلاف اور نفس پرستی پر مبنی ہے اگر خدانخواستہ مسائل کا یہی مزاج رہا تو کتاب وسنت اور اقوال فقہاء واجماع امت کے حوالجات سے کیا فائدہ ہوسکتا ہے؟ مولائے کریم مسلمانوں کو اچھی سمجھ عطا فرمائے اور صراط مستقیم پر گامزن رکھے۔ آمین **بجاہ سیّدنا سیدالمرسلین علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتّسلیم۔**

مسجد کے اندر خواہ پہلی صف میں خواہ پچیسویں صف میں مطلق اذان (جمعہ کی ہو یا غیر جمعہ کی ہو) کو فقہائے اسلام نے مکروہ لکھا ہے فتاویٰ خانیہ میں ہے: **ینبغی ان یوذن علی المئذنۃ او خارج المسجد ولا یوذن فی المسجد الخ** ''مستحب یہ ہے کہ اذان منذنہ پر یا خارج مسجد دی جائے اور مسجد میں اذان نہ دی جائے۔'' لیکن بعض مسجدیں ہندوستان میں ایسی ہیں جس میں اذان کے لئے منارہ نہیں ہے تو ایسے مقامات کے لئے فتح القدیر میں ہے: **الاقامۃ فی المسجد لابد واما الاذان فعلی المئذنۃ فان لم یکن ففی فناء المسجد وقالوا لا یوذن فی المسجد الخ.** ''اقامت تو مسجد میں ہی ہوگی اور اذان منذنہ پر ہوگی اور اگر منذنہ نہ ہو تو فناء مسجد میں اور فقہاء کرام نے فرمایا کہ مسجد میں اذان نہ دی جائے۔'' فتح القدیر کی عبارت سے اذان واقامت کی حکمت بھی سمجھ میں آگئی کہ اذان اہل محلہ کیلئے اطلاع نماز ہے اور اقامت اہل مسجد کے لئے اطلاع اقامت نماز، فقہ کی اکثر کتابیں

مسجد کے اندر اذان کہنے کو مکروہ لکھا مثلاً فتاویٰ عالمگیری، فتاویٰ خانیہ، فتاویٰ ہندیہ، فتاویٰ بحرالرائق، فتاویٰ خلاصہ، شرح نقایہ برجندی، طحطاوی علی المراقی الفلاح وغیرہا جب فقہاء نے مطلق اذان کو مکروہ لکھا تو جمعہ وغیرہ کی اذان کی عدم تمیز وتخصیص کے لئے دلیل شرعی کی ضرورت ہے اور یہ نایاب ہے تو خواہ مخواہ اس پر اعتراض دین سے ناواقفیت اور جہالت ہے بلکہ خاص جمعہ کے باب میں ایک حدیث شریف سنن ابوداؤد میں بسند حسن حضرت سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے "قال کان یوذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذاجلس علی المنبر یوم الجمعة علی باب المسجد الخ. "انہوں نے کہا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم بروز جمعہ منبر شریف پر رونق افروز ہوتے تو آپ کے روبرو دروازۂ مسجد پہ اذان دی جاتی۔" باقی رہا سائل کا اعتراض کہ ایسا ہم نے نہیں دیکھا یا آباواجداد سے نہیں سنا۔ یہ کوئی دلیل شرعی نہیں ہے یہ بدعت (داخل مسجد اذان کا ہونا) ہشام بن عبدالملک مروانی کے دور سے رائج ہے اور فقہائے اسلام اس کی مخالفت کرتے چلے آرہے ہیں۔ چنانچہ امام ابن الحاج مکی مالکی اپنے مدخل میں فرماتے ہیں: ثم لما تولی ھشام نقل اذان الذی علی المنار الخ "جب ہشام بن عبدالملک والی ہوا تو منارے کی اذان کو منتقل کردیا۔" پھر آگے فرماتے ہیں بعض لوگوں نے اسی مروانی بدعت کو ایسا رواج دیا کہ اس پر سنت کا گمان ہونے لگا حالانکہ اس کی کوئی اصل شرع شریف میں نہیں ہے۔ تمسک بعض الناس بھا ثم صار کانه سنة معمول بھا ولیس له اصل فی الشرع الخ۔ "بعض حضرات اس پر عمل پیرا ہے اور اس پر سنت کی طرح عمل ہونے لگا حالانکہ شرع میں اس کی کوئی اصل نہیں۔" سائل کا یہ اعتراض مکرر بھی قابل غور ہے کہ اگر پہلی صف سے اذان ثانی جمعہ دی جائے تو نماز ہوگی یا نہیں؟ اس میں پہلی یا دوسری یا اندرونی و بیرونی کی کیا تخصیص ہے اگر سرے سے اذان نہ دی جائے جب بھی فساد نماز کا حکم نہیں دیا جائے گا اس لئے کہ اذان سنت ہے اور ترک سنت سے اساءت وکراہت ہوتی ہے نہ کہ وہ مفسد نماز ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم بالصواب!

کتبہ الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۲۸/مئی ۱۹۸۰ء

استفتاء ۸۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین ان مسئلوں میں ان کہ:

(۱) اذان ثانی مسجد کے اندر دینا کیسا ہے؟ جمعہ کی اذان ثانی خطیب کے منبر پر بیٹھنے کے بعد جو دی جاتی ہے آیا وہ اذان مسجد کے اندر خطیب کے سامنے کھڑا ہو کر کہے یا باہر مسجد کے؟

(۲) جمعہ کی اذان ثانی جو منبر کے سامنے ہوتی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زمانہ میں مسجد کے اندر ہوتی تھی یا باہر؟

(۳) خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں کہاں ہوتی تھی؟

(۴) فقہ حنفی کی معتمد کتابوں میں مسجد کے اندر اذان دینے کو منع فرمایا اور مکروہ لکھا ہے یا نہیں؟

(۵) اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے زمانہ میں اذان مسجد کے باہر ہوتی تھی اور ہمارے اماموں نے مسجد کے اندر اذان کو مکروہ فرمایا ہے تو ہمیں اس پر عمل لازم ہے یا رسم ورواج پر؟ اور جو رسم و رواج حدیث شریف اور احکام فقہ سب کے خلاف پڑ جائے تو وہاں مسلمانوں کو پیروی حدیث وفقہ کا حکم ہے یا رسم ورواج پر اڑا رہنا ہے۔

(۶) نئی بات وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وخلفاء راشدین واحکام ائمہ کے مطابق ہو یا وہ رات نئی ہے جو ان کے خلاف لوگوں میں رائج ہوگئی ہے۔ بینوا بالدلیل وتوجروا من الجلیل ۔

المستفتی: محمد عین الحق انصاری ناظم جامع مسجد، سمستی پور، بہار

۸۶/۹۲ ھ

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــ !

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۱) اذان ثانی یا کوئی دوسری اذان مسجد میں کہنا مکروہ ہے غنیۃ شرح منیہ ص ۳۵۷ میں ہے: الاذان انما یکون فی المئذنۃ اوخارج المسجد والاقامۃ فی داخلہ ۔یعنی اذان نہیں کہی جاتی ہے مگر منار پر یا مسجد کے باہر۔ اور تکبیر اقامت مسجد کے اندر اور البحر الرائق ص ۳۶۸/۱ میں ہے: لایوذن فی المسجد یعنی مسجد میں اذان نہ ہو۔ جمعہ کی اذان ثانی کا بھی خطیب کے سامنے خارج مسجد ہونا سنت ہے۔ چنانچہ سنن ابی داؤد شریف ص ۱۵۶/۱ میں ہے: عن سائب ابن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان یوم بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علی باب المسجد ۔یعنی حضرت سائب بن یزید نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر رونق افروز ہوتے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے مسجد کے دروازے پر اذان ہوتی تھی۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۲) حدیث مذکور سے ثابت ہوا کہ زمانۂ اقدس میں بھی مسجد شریف سے باہر ہی ہوتی تھی۔ وھو اعلم

(۳) حدیث مذکورہ آخیر جملہ (وابی بکر وعمر) اس بات پر دال ہے کہ خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانۂ خیر میں مسجد کے دروازہ پر اذان ثانی جمعہ ہوا کرتی تھی۔ وھو اعلم

(۴) ہاں فقہاء احناف نے مسجد میں اذان کہنے سے بصیغۂ نفی منع فرمایا ہے جو نہی سے زیادہ موکد ہے لہٰذا مسجد میں اذان کہنا مکروہ ہے بیشمار کتب فقہیہ سے یہ ثابت ہے۔ وھو اعلم

(۵) دلائل وبراہین شرعیہ کے ہوتے ہوئے رسم ورواج پر اڑا رہنا گمراہی وبددینی ہے جس کی اجازت کا تصور شرع سے کرنا جہالت وسفاہت اور حماقت ہے۔ لاطاعۃ بمخلوق فی معصیۃ الخالق ۔پس مسلمانوں کو لازم ہے کہ حکم شرع پر عمل کریں رسم ورواج سے دور بھاگیں۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۶) نئی بات وہ ہے جو سنت سے متصادم اور معمول سلف کے مخالف ہو۔ اس کو بدعت بھی کہتے ہیں اور جو کام سنت کے مطابق یا معاون ہو اس کوئی بات کہنا خود ایک بدعت ایجاد کرنا ہے۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ و ایاکم عن ھذہ الھوات ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۱۹/شوال المکرم ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۸۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) نماز فجر اور نماز جمعہ کے بعد بہت سے لوگ جو صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں تو کیا ان کا پڑھنا درست ہے؟

(۲) اذان مسجد میں ہونی چاہئے یا باہر؟ اور اگر کوئی باہر اذان دینے سے روک رہا ہو کہ منبر سامنے نہ پڑتا ہو، بیچ میں مسجد کی دیوار حائل ہو تو اس حالت میں باہر اذان دینا کیسا ہے؟ اور کیا امام بالکل سامنے ہی ہونا چاہئے؟ فتویٰ کا جواب جلد دیجئے، جواب کے لئے لفافہ میں پچاس پیسے کا ٹکٹ رکھ دیا ہے۔ فقط

المستفتی: مولوی اشرف علی کیر آف غلام نبی رضوی، مقام چاند ماری، وارڈ-۵، چکردھر پور

۹۲/۸۶ے

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوهاب ـــــــــ !

(۱) قرآن کریم نے بے تقئید وقت مطلق ارشاد فرمایا: صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا. ''ان پر درود اور خوب سلام بھیجو'' (کنزالایمان) مطلق کو مقید کرنے کے لئے نصوص شرعیہ، قرینہ صادقہ کی حاجت ہے۔ پس اوقات مذکورہ میں صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی درستگی میں کیا شک؟ بلکہ بہت سی روایتوں سے ان اوقات میں درود وسلام پڑھنے کی ترغیب وتاکید ملتی ہے جو اس کے استحسان کو قوی کرتی ہے۔ وھو اعلم

(۲) مسجد میں کوئی بھی اذان پڑھنا مکروہ ہے۔ کتب فقہیہ میں لائے نفی کے ساتھ اس کی ممانعت موجود ہے: لا یـوذن فـی المسجد ''مسجد کے اندر اذان کہنا جائز نہیں''. اور بین یدی الخطیب کا مطلب یہ ہے کہ موذن خطیب کے چہرے کے سامنے کھڑا ہو۔ اگر مسجد کی دیوار اتنی وسیع ہے کہ کسی طرح امام کا سامنا نہیں ہوتا ہے، تو اس دیوار میں ایسی طاق بنایا جائے کہ خطیب وموذن کا سامنا ہو جائے۔ وھو تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ وبارک وسلم

کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

یکم جمادی الاولی ۱۴۰۳ھ، ۱۵/فروزی ۱۹۸۳ء

استفتاء ۹۰

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

(۱) مسجد مرداہاں سونپور میں ابھی چند دنوں سے لاؤڈ اسپیکر کا انتظام کیا گیا ہے مگر چوری کے خدشہ کی وجہ سے اسپیکر مسجد کے اندر الماری میں بند رکھا گیا ہے۔ آواز پہنچانے کے لئے تھوڑی جگہ الماری میں رکھی گئی ہے۔ اذان اندر مسجد سے ہوتی ہے۔ اہل بستی کے کچھ آدمیوں کا اعتراض ہے کہ مسجد کے اندر اذان دینی نامناسب ہے۔ اسپیکر کو بروقت باہر لانے اور اندر رکھنے والا کوئی شخص نہیں ہے۔ پیش امام بالکل ضعیف العمر ہیں۔ موذن مقرر نہیں ہے۔

(۲) تہجد کی نماز جماعت سے پڑھنا ہے یا فرداً فرداً پڑھا جائے؟ شب قدر کی شب میں؟

(۳) نماز کے لئے مقتدی کب کھڑے ہوں، الله اکبر پر یا حی علی الصلوٰۃ پر؟

المستفتی: علی رضا، منتظم مسجد مرداہاں، .... ضلع سارن

۲۱؍جون ۱۹۸۳ء

۹۲/۸۶ ء

الجواب ـــــــــــــــــ بعون الملک الوہاب ـــــــــــــــــ!

(۱) بستی کے لوگوں کا اعتراض بالکل صحیح ہے۔ فقہ کی کتابوں میں یہی لکھا ہوا ہے۔ لا یوذن فی المسجد. ''مسجد کے اندر اذان کہنا جائز نہیں۔'' وھو تعالیٰ اعلم

(۲) تہجد کی نماز جماعت سے ادا کرنا مکروہ ہے۔ خواہ شب قدر ہو یا غیر شب قدر۔ تہجد کی نماز تنہا تنہا پڑھنا افضل ہے۔ فتاویٰ عالمگیریہ جلد ۱، صفحہ ۸۲ میں ہے التطوع بالجماعة .... کان علیٰ سبیل التداعی یکرہ. ''نفل نماز جماعت کے ساتھ تداعی کے طور پر ادا کرنا مکروہ ہے۔'' وھو تعالیٰ اعلم.

(۳) حی علی الصلوٰۃ یا حی علی الفلاح جب مکبر کہے تو مقتدیوں کو نماز کے واسطے کھڑا ہونا چاہئے۔ یقوم الامام والقوم اذاقال المکبر حی علی الصلوٰۃ او الفلاح ویشرع الصلوٰۃ عند. ''امام اور قوم اس وقت کھڑے ہوں جب مکبر حی علی الصلوٰۃ یا حی علی الفلاح کہے اور قد قامت الصلوٰۃ کے وقت نماز شروع کردے۔'' (شرح وقایہ)۔ وھو تعالیٰ اعلم.

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۹/ رمضان ۱۴۰۳ھ، ۲۱/ جون ۱۹۸۳ء

استفتاء ۹۱

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ
اذان ثانی جمعہ خارج مسجد ہونا چاہئے یا داخل مسجد؟ دو چار کتابوں کا لوگوں نے مطالعہ کیا لیکن سب میں خارج مسجد لکھا ہے۔ لوگوں کو اس لئے تشویش ہے کہ اندر ہو یا باہر اور لوگ ایک جگہ کے دیئے ہوئے فتوٰی پر عمل کرنا بھی نہیں چاہتے کیوں کہ کہیں سے کچھ اور کہیں سے جواب بغیر حوالہ کے دے دیتا ہے۔ تشفی بخش جواب نہیں ہوتا ہے۔ مہربانی فرما کر حق وصحیح جواب دیں۔

المستفتی: محمد احمد حسین صاحب، کیرآف ایوب بیٹری مرچنٹ، مقام وپوسٹ بھگوتی پور، مدھوبنی، بہار

۹۲/۷۸۶

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــــــــــ!

کوئی بھی اذان داخل مسجد مشروع نہیں۔ داخل مسجد اذان کہنے کو فقہائے اسلام نے مکروہ وممنوع قرار دیا ہے۔ فتاویٰ خانیہ مصری ج ۱ ص ۷۸، فتاویٰ خلاصہ ص ۶۲، خزانة المقتین ج ۱ ص ۵۵، البحر الرائق ج ۱ ص ۲۶۸، شرح نقایہ ص ۸۴، فتح القدیر ج ۱ ص ۱۷۱ وغیرہا کتب فقہ میں ہے: لایؤذن فی المسجد. ''اندرون مسجد اذان نہ دی جائے۔'' پھر طحطاوی علیٰ مراقی الفلاح ج ۱ ص ۱۲۸ میں ہے: ویکرہ ان یؤذن فی المسجد. ''اندرون مسجد اذان دینا مکروہ ہے۔'' اگر اذان ثانی کا استثنا ہوتا تو کتب فقہ میں ضرور مصرح ہوتا جیسے بین یدی الخطیب یابین یدی المنبر. ''خطیب کے سامنے یا منبر کے سامنے۔'' کی تصریح ہے۔ بلکہ خاص اذان خطبہ کے متعلق ابوداؤد شریف جلد اول میں حضرت سائب ابن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ اذان سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دروازۂ مسجد پر ہوتی تھی۔ اذا کان یوم الجمعة وجلس النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر فیوذن بین یدیه علیٰ باب المسجد الخ. ''حضرت سائب بن یزید سے مروی ہے جمعہ کے دن جب سرکار مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوتے تو آذان ان کے سامنے مسجد کے دروازے پر ہوتی۔'' سنت سے ثابت ہو چکا اور فقہائے کرام کا حکم بھی معلوم ہو گیا تو اب اس میں کون سا شک وشبہ باقی رہ گیا۔ ہاں جسے سنت کریمہ محبوب نہ ہو یا فقہائے اسلام سے نسبت نہ ہو وہ جو چاہے کرے۔ هو اللّٰه الهادی الی سواء السّبیل. وهو تعالیٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۱/شعبان المعظم ۱۴۰۴ھ

استفتاء ۹۲

مسئلہ: بحضور جناب مفتی عبدالواجد صاحب ادارۂ شرعیہ پٹنہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
عرض یہ ہے کہ اذانِ خطبہ میری مسجد میں شروع سے امام کے سامنے منبر کے نیچے کھڑے ہوکر دیا جاتا ہے۔ کچھ روز قبل کی بات ہے کہ ایک عالم صاحب آئے اور اذان مسجد میں دینا مکروہ قرار دیتے ہوئے مسجد کے صحن میں اذن دلوانا شروع کیا جس سے کچھ مقتدی متفق ہوئے اور کچھ خلاف جس سے جماعت میں تفرقہ پیدا ہو رہا ہے۔ ایسی صورت میں قرآن وحدیث کی روشنی میں تحریر فرمائیں کہ اذان اندر ہو یا باہر اس سے نماز میں بھی کسی طرح کا خلل واقع ہوگا یا نہیں؟ خلاف پارٹی کا کہنا ہے کہ زمانہ قدیم سے اذان ثانی اندر ہو رہا ہے لیکن کوئی عالم نے ایسا فتویٰ نہیں دیا۔ کیا وہ لوگ جاہل تھے؟ فقط والسلام

المستفتی: احقر احمد رضا ہاشمی عفی عنہ

۸۶/۹۲ ے

الجواب ـــــــــــ بعون الملک الوہاب ـــــــــــ!

وعلیکم السلام ورحمۃ

اذان اول ہو یا ثانی، اذانوں کا خارج مسجد ہونا ہی سنت اور قدیمی طریقہ ہے۔ جو لوگ اذان ثانی کا خارج مسجد ہونا نیا طریقہ بتاتے ہیں یا تو انہیں دینی معلومات نہیں ہے یا پھر معاند ومروانی مقلد ہیں۔ کتب فقہ میں جہاں کہیں اذان کی جگہ بتائی گئی ہے وہ مئذنہ یا خارج مسجد ہے داخل مسجد کی صراحت کہیں نہیں ملتی۔ آج کل مروانی بدعت کے شیدائیوں نے نہ صرف مسجد میں اذان پکارنا شروع کیا بلکہ خطیب کے سینے پر اذان کہنا شروع کیا ہے جواز روئے شرع ممنوع ومکروہ ہے۔ وھو اعلم

نوٹ ــــ پوسٹ کارڈ میں تفصیلی اور مدلل جواب ممکن نہیں۔

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبــــــــــہ

۵/ رمضان المبارک ۱۴۰۴ھ

استفتاء ۹۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:
ایک مسجد میں جمعہ کی نماز میں خطبہ کی اذان اندر اگلی صف میں ٹھیک امام کے سامنے سے دی جاتی تھی ادھر قریب آٹھ ماہ سے یہ اذان باہر صحن سے جماعت کے بہت پیچھے سے دی جانے لگی ہے موذن کا رُخ آمنے سامنے کرنے کے لئے منبر سابق سے اندر محراب کی جانب دکھن دو فٹ بڑھادی گئی ہے اب سوال مطلوبہ یہ ہے کہ:

(۱) خطبہ کی اذان باہر سے دیا جانا کیسا ہے کیا پرانا طریقہ اذان ثانی مکروہ ہے۔
(۲) مقتدیوں کا تکبیر کہتے وقت بیٹھے رہنا اور حی علی الصلوٰۃ پر کھڑے ہونا کیسا ہے۔
(۳) باہر سے اذان دینے کے لئے امام وموذن کا رخ آمنے سامنے کرنے کے لئے منبر کا بڑھانا درست ہے۔یا نہیں اور سابق تین سو برس پرانا منبر سے متصل منبر پر بیٹھ کر خطبہ پڑھنا کیسا ہے؟

المستفتی: خادم جامع مسجد درگاہ حضرت جمال وکمال شاہ، لعل گنج، ضلع ویشالی

۹۲/۸۶ے

الجواب

(۱) اذان ثانی کی دوسری جگہ جو عین صحن مسجد میں بتلائی گئی ہے وہاں سے بھی اذان کہنا مکروہ ہے کہ صحن مسجد بھی مسجد ہی کے حکم میں ہے اور مسجد میں اذان کہنے کی مطلقاً ممانعت وارد ہے: لایؤذن فی المسجد، ویکرہ ان یؤذن فی المسجد. ''مسجد میں اذان نہیں دی جائے گی اور مسجد میں اذان دینا مکروہ ہے۔'' (عالمگیری وغیرہ) پرانا طریقہ اذان یعنی بالکل خطیب کے سینے پر اذان کہنے کی کراہیت میں تو کوئی شک ہی نہیں ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم!

(۲) تکبیر اقامت کے وقت امام اور مقتدیوں کو بیٹھے رہنا چاہیے اور حی علی الفلاح کے وقت سب لوگوں کا کھڑا ہونا ائمہ ثلثہ احناف کے نزدیک متفق علیہ ہے صرف امام زفر علیہ الرحمہ کے نزدیک یہ ہے کہ قد قامت الصلوٰۃ کے بعد کھڑا ہو وھو تعالیٰ اعلم!

(۳) جائز ودرست ہے سنت کریمہ کے خلاف اقدام نہ آج صحیح ہے اور نہ تین سو سال قبل صحیح تھا، غلط طریقوں کو ختم کردینا ہی مسلمانوں کا فریضہ ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم!

الجواب صحیح وصواب والمجیب نجیح ومثاب
عبدالحافظ رضوی القادری غفرلہ
۲۷/ صفر المظفر ۱۴۰۵ھ

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۲۷/صفر المظفر ۱۴۰۵ھ

استفتاء ۹۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ

(۱) زید کہتا ہے جمعہ کے دن اذان ثانی مسجد کے اندر کہنا مکروہ ہے، جیسا کہ **کرہ الاذان فی المسجد** سے ظاہر ہے۔ بلکہ کوئی بھی اذان مسجد کے اندر کہنا جائز نہیں ہے۔ بکر نے جواب دیا کہ اذان ثانی کے متعلق **بین یدی** کا لفظ مذکور ہے جو امام (خطیب) کے سامنے مسجد کے اندر ہونے پر دال ہے۔ نیز بیرون مسجد اذان ثانی کہنا خلاف سنت ہے۔ بکر کے جواب میں زید نے کہا **بین یدی** مطلق ہے اور مطلق پر اس کے اطلاق کے وقت عمل کیا جاتا ہے مگر جب کہ مقید ہو جائے تو مطلق پر عمل ناممکن ہوگا۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ اذان پڑھی جاتی تھی؟ اگر کہی جاتی تھی تو مسجد کے اندر یا باہر؟ اور اگر نہیں تو کن کے زمانہ میں ابتداء ہوئی اور کیوں ہوئی؟ جو حق ہو قرآن وحدیث اور اقوال فقہاء کرام کی روشنی میں مدلل بالتفصیل تحریر فرمائیں۔

المستفتی: خدا بخش انصاری، مقام وپوسٹ جشن پور نگر، ضلع رائے گڑھ (ایم۔ پی)

۹۲/۸۶ ء

الجواب ـــــــــــ بعون الملک الوهاب ـــــــــــ !

بَیۡنَ یَدَیۡ کا اطلاق جہات وزمن میں غیر متعین ہے۔ بے تقیید شرعی اسے دور ونزدیک یا آج کل کے ساتھ مقید کرنا روا نہیں۔ فتوحات الٰہیہ میں سورۂ سبا کی تفسیر میں ہے: **مابین یدی الانسان ھو کل شئی یقع نظرہ علیہ من غیر ان یحول وجھہ الیہ الخ**. یعنی ہر انسان کا بَیۡنَ یَدَیۡ وہ شئے ہے جس پر اس کی نگاہ پڑ رہی ہے اور اس کے دیکھنے کے لئے چہرہ اِدھر اُدھر پھیرنا نہیں پڑتا ہے، خواہ وہ دو چار ہاتھ کی دوری پر ہو یا دو چار لاکھ کروڑ میل کی دوری پر۔ مثلاً ناظر کہہ سکتا ہے۔ **الشمس بین یدی**. ''سورج میرے روبرو ہے۔'' حالانکہ شمس کی دوری کروڑوں میل کی ہے۔ قرآن عظیم میں ارشاد ہوا **مُصَدِّقاً لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡهِ مِنَ التوراۃِ (الآیۃ)** ''تصدیق کرتا ہوا توریت کی جو اس سے پہلے تھی۔'' (کنز الایمان) ظاہر ہے کہ توراۃ وانجیل اور قرآن مجید کے نزول کے درمیان سیکڑوں برس کا فاصلہ ہے۔ لیکن اس میں سے ہر ایک دوسرے کے لئے "**بین یدی**" ہی کے اعتبار سے مصدق ہیں۔ ایسے ہی نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انبیاء اول الازمان کے لئے "**بین یدی**" کے اعتبار سے مصدق ہیں۔ حالانکہ سیکڑوں ہزاروں برس کا آپس میں فاصلہ ہے۔ ان دو مثالوں ہی سے پوری طرح واضح ہو گیا کہ ''بین یدی'' کا اطلاق بے تقیید شرعی جہات و زمن میں مقید نہیں ہو سکتا۔ بکر اگر بَیۡنَ یَدَیۡ کی وجہ سے اذانِ خطبہ کو مسجد کی صف اول ودوئم وسوئم وغیرہا کے لئے مقید کرتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ تقیید شرعی پیش کرے جس سے اذانِ خطبہ کا خطیب کے سینے پر یا کم از کم داخل مسجد ہونا مستنبط ہو سکے۔ یقین ہے کہ صبح قیامت تک وہ ایسی تقیید پیش کرنے سے عاجز رہے گا۔

اب وہ تقیید شرعی دیکھئے جس سے بَیْنَ یَدَیْ کا معنی بھی آفتاب نیم روز کی طرح روشن ہو جائے اور اذان خطبہ کا مسئولہ جواب بھی بن جائے۔ابوداؤد شریف میں بسند حسن مروی ہے: قال کان یؤذن بین یدی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علیٰ باب المسجد و ابی بکر و عمر (حدیث کے راوی حضرت سیدنا سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب جمعہ کے دن منبر پر تشریف فرما ہوتے تو حضور کے بَیْنَ یَدَیْ (روبرو) مسجد کے دروازے پر اذان دی جاتی تھی) بین یدی کے ساتھ علیٰ بابِ المسجد کی تقیید نے بین یدی کا معنی واضح و روشن کر دیا۔اسی حدیث پاک سے ثابت ہو گیا اذان خطبہ (جس کو ہم اذان ثانی کہتے ہیں) سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں بھی کہی جاتی تھی اور مسجد کے دروازے پر کہی جاتی تھی۔اور اسی پر صحابہ کرام و مابعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کا توارث رہا۔مسجد شریف کی بار بار توسیع ہوئی لیکن اس مئذنہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی جگہ سے نہیں ہٹایا گیا۔وہابیوں،نجدیوں کے دور تغلب و غصب میں بھی وہ مئذنہ مبارکہ اپنی جگہ ہے جہاں سے پنجگانہ اذانیں اور جمعہ کی اول و ثانی اذانیں بھی کہی جاتی ہیں۔و ھو تعالیٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار،پٹنہ

کتبہ

۳/صفر المظفر ۱۴۰۴ھ،۹/نومبر ۱۹۸۳ء

استفتاء ۹۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید حافظ قرآن ہے اور سنی مسجد کا پیش امام بھی، پھر بچوں کو پڑھاتے ہیں۔سوال—اسی زید کا کہنا ہے کہ اذان ثانی جمعہ ہمیشہ مسجد کے اندر ہوتی ہے اور ہر جگہ یہی دیکھا جا رہا ہے، جب تک اس کا ثبوت قرآن و حدیث سے نہیں ملتا ہے میں نہیں مانوں گا۔مفصل و مدلل جواب سے نوازیں۔

المستفتی: غلام رسول،کیندوابازار،کسنڈا،ضلع دھنباد

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــ

سوال بالکل ہی مبہم اور غیر واضح ہے۔یہ معلوم ہی نہیں ہوتا ہے کہ زید جمعہ کی اذان ثانی کے متعلق داخل مسجد ہونے کے باب میں قرآن و حدیث کے ثبوت کا طالب ہے یا خارج مسجد ہونے کے باب میں؟

بر تقدیر اول کتاب و سنت تو اپنی جگہ ہے، کسی ضعیف روایت فقہیہ سے بھی داخل مسجد منبر سے دو چار ہاتھ کے فاصلہ پر اذان دینے کا ثبوت نہیں ہے۔و من ادعی فعلیہ البیان. ''اور مدعی پر دلیل کا قائم کرنا ہے۔'' بعض مولویوں نے عوامی احداث کی حمایت میں بعض اقوال فقہاء سے توڑنے جوڑنے کی کوشش کی ہے، جس کی حیثیت تار عنکبوت سے کچھ زائد نہیں ہے۔و بر تقدیر ثانی

حدیث ابوداؤد شریف عن سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاص اذان خطبہ کا خارج مسجد ہونے پر واضح دلیل ہے اور فتح القدیر وغیرہ نے بھی خاص باب جمعہ اذان خطبہ میں اس کا مقام ومحل خارج مسجد بتایا ہے اور اکثر کتب فقہیہ نے مطلقاً اذان کو خواہ اذان پنجگانہ ہو یا اذان جمعہ واذان خطبہ، سب کا خارج مسجد ہی ہونا لکھا۔ کسی کا استثناء فقہاء کرام نے نہیں کیا۔ مثلاً فتاویٰ خانیہ مصری جلد۱، صفحہ ۷۸، فتاویٰ خلاصہ قلمی ص ۶۲، خزانۃ المفتیین مصری جلد۱، صفحہ ۵۵، البحر الرائق ص ۲۶۸۱، شرح نقایہ ص ۸۴، اور فتح القدیر مصری جلد۱، صفحہ ۱۷۱ وغیرہا میں ہے: لایؤذن فی المسجد. ''مسجد میں اذان کہنا جائز نہیں۔'' پھر طحطاوی علیٰ مراقی الفلاح میں ہے: ویکرہ ان یؤذن فی المسجد. ''اور مسجد میں اذان کہنا مکروہ ہے۔'' اگر ان نصوص فقہیہ کے بعد بھی زید بے قید ان سب کو نہ مانے تو یہ اس کی محض ضد ہے۔ احداث وبدعات مسلمانوں کا مذہب نہیں ہے۔ زید کا دعویٰ ہمیشہ الخ ہر جگہ الخ قطعاً غلط وبے بنیاد ہے۔ وہابیوں، نجدیوں کے تغلب وغصب کے بعد بھی بحمدہ تعالیٰ وبکرم حبیبہ الاعلیٰ حرمین شریفین زادہما اللہ تعالیٰ شرفاً وتکریماً وتعظیماً میں جمعہ کے دن اذان خطبہ اسی مئذنہ سے ہوتی ہے جہاں سے پنجگانہ اذانیں دی جاتی ہیں۔ بالفرض اگر وہابیوں کے جبر واستبداد نے اذان خطبہ کو مئذنہ سے اتار کر خطیب کے سینے پر کھڑا کر دیا تو بھی اس سے شریعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا مسئلہ ہرگز بدل نہیں سکتا ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم و رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ وحزبہ وبارک وسلم.

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۳/صفر المظفر ۱۴۰۴ھ، ۹/نومبر ۱۹۸۳ء

استفتاء ۹۶

مسئلہ: مسجد کا نقشہ سوالنامہ کے سرے پر موجود ہے۔ اس میں شمال کی جانب مسجد کے اندرونی حصہ میں ایک کمرہ ہے۔ اس کا دروازہ شمالی گلی کی جانب تھا۔ پہلے یہ کمرہ کرایہ میں دیا ہوا تھا مگر انجمن نے کرایہ دار کو ہٹا کر شمالی دروازہ بلند کر دیا اور مسجد کے اندرونی حصہ میں دروازہ نکالا جو تیر کے نشان سے ظاہر ہے۔ اب اس کمرے میں مسجد کا سامان وغیرہ رکھا جاتا ہے۔ اس کمرے میں کبھی بھی نماز نہیں پڑھی گئی ہے۔ اب برائے اذان جو اسپیکر ہے وہ اس میں رکھ دیا گیا۔ باہر رکھنے میں چوری کا اندیشہ ہے اور اسی کمرے سے وقتیہ اذانیں دی جاتی ہیں۔ کچھ مقتدیوں کا اعتراض ہے کہ اذان یہاں سے ہونا درست نہیں ہے۔

لہٰذا سوال ہذا کا اطمینان بخش جواب عطا فرمائیں تاکہ اسی پر عمل کیا جائے۔ فقط

المستفتی: خطیب جامع مسجد، پرانی بازار، گوموہ، ضلع گریڈیہہ

۷۸۶/۹۲

الجواب ـــــــــــ بعون الملک الوہاب ـــــــــــ !

اگر کمرۂ مذکورہ اتمام مسجدیت سے قبل بنایا گیا ہو یا مسجد بناتے وقت اتنی جگہ کمرہ کے لئے چھوڑ دی گئی ہو، بعد میں اسے مسجد میں داخل کر لیا گیا ہو تو اس کا حکم خارج مسجد کا ہے۔ اس کو مسجد کا سامان رکھنے کے لئے استعمال کرنا، اس میں اذان دینا جائز و درست ہے۔ جب کہ اس کی آواز محلہ میں پھیلتی ہو۔ اور اگر وہ کمرہ اتمام مسجدیت کے بعد نکالا گیا ہو یا حدودِ مسجد متعین ہو جانے کے بعد بنام کمرہ اسے علیحدہ کیا گیا ہو تو ان صورتوں میں اس کے اندر اذان دینا مسجد ہی میں اذان دینا ہے جو خلاف سنت و مکروہ ہے۔ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے: **ویکرہ ان یؤذن فی المسجد الخ.** "اور مسجد میں اذان کہنا مکروہ ہے۔" اذان دینے کے لئے کوئی بلند جگہ مقرر کی جائے یا مئذنہ (موذن خانہ) بنایا جائے۔ یہی سنت بھی ہے۔ عالمگیری میں ہے: **السنۃ ان یؤذن فی موضع عال یکون اسمع لجیرانہ الخ.** "مئذنہ یا ایسی اونچی جگہ جہاں سے اکثر اہل محلہ کو زیادہ آواز پہنچ سکے اذان کہنا سنت ہے۔"

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وصحبہ وحزبہ وبارک وسلم!

نوٹ: اتمام مسجدیت کے بعد اگر وہ کمرہ نکالا گیا تو اس کو ختم کر دیا جائے کہ از روئے شرع اس کی اجازت نہیں ہے بلکہ ممانعت موجود ہے۔

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتـــــــــــــــــــــــبہ

۲/صفر المظفر ۱۴۰۴ھ، ۸/نومبر ۱۹۸۳ء

استفتاء ۹۷

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

جمعہ کے دن اذان ثانی مسجد کے اندر ہونی چاہئے یا باہر؟ اگر کوئی شخص اندر اذان دے دے تو اذان ہو جائے گی یا نہیں؟ اور باہر دینے کے لئے کیا دلیل ہے؟ اگر باہر دی جائے تو خطیب کے سامنے ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ اگر سامنے ضروری ہو تو کسی مسجد میں دیوار وغیرہ حائل ہوتی ہے تو سامنے ہونے کی کیا صورت ہوگی؟

۷۸۶/۹۲

الجواب ـــــــــــ بعون الملک الوہاب ـــــــــــ !

ہر اذان خواہ پنج وقتی نمازوں کیلئے ہو یا جمعہ کی اول ہو یا ثانی سب کا خارج مسجد ہی ہونا مسنون ہے۔ اذان خطبہ کیلئے خارج مسجد ہونے کے ساتھ ساتھ خطیب کے سامنے ہونا بھی مسنون ہے، کوئی بھی اذان داخل مسجد کہنا عند الفقہاء مکروہ ہے، جس میں جمعہ

کی اذان ثانی بھی شامل ہے۔ اس کا استثنا کہیں موجود نہیں۔ جو لوگ داخل مسجد اذان کہنے پر مصر ہیں دلیل ان کو پیش کرنا ہے۔ ہمارے لئے تو بے شمار نصوص فقہیہ موجود ہیں۔ فتاویٰ خانیہ جلد ۱، صفحہ ۷۸، فتاویٰ خلاصہ ص ۶۲، خزانۃ المفتیین جلد ۱، صفحہ ۵۵، البحر الرائق جلد ۱، صفحہ ۲۶۸، شرح نقایہ ص ۸۴، فتح القدیر مصری جلد ۱، صفحہ ۱۷۱ میں ہے لایوذن فی المسجد الخ. ''اندرون مسجد اذان نہ کہی جائے۔'' اور طحطاوی علیٰ مراقی الفلاح جلد ۲، صفحہ ۱۲۸ میں ہے: ویکرہ ان یوذن فی المسجد. ''اندرون مسجد آذان دینا مکروہ ہے۔'' اور حدیث پاک میں حضرت سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خاص جمعہ کی اذان خطبہ سے متعلق روایت ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب منبر پر جلوہ فرما ہوتے تو آپ کے سامنے دروازہ مسجد پر اذان ہوتی۔ (رواہ ابوداؤد)

اگر خطیب کے سامنے مسجد میں دیوار حائل ہو تو اس دیوار میں کھڑکی کھول دی جائے جس سے خطیب و موذن کا سامنا ہو سکے اور اگر دیوار بہت زیادہ چوڑی ہو تو مسجد کے اندر سے اس دیوار میں محراب نما جگہ کھود دی جائے جس میں موذن کھڑا ہو کر اذان دے سکے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو سب سے اعلیٰ اور سنت طریقہ یہ ہے کہ لکڑی کا منبر بنایا جائے جو دروازۂ مسجد کی سیدھ میں خطبہ کے وقت محراب کے قریب رکھا جائے اور بعد خطبہ گنجائش ہو تو وہاں سے ہٹا دیا جائے۔ وھو تعالیٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲/ محرم الحرام ۱۴۰۴ھ، ۲۰/ اکتوبر ۱۹۸۳ء

استفتاء ۹۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے اہلسنت و جماعت اس مسئلہ میں کہ

(۱) اذانِ ثانی مسجد کے اندرونی ہال میں خطیب کے سامنے دینا چاہئے یا مسجد کے بیرونی حصہ میں؟ اگر مذکورہ دونوں صورتیں روا ہیں تو احسن کون ہے؟

(۲) مسجد میں بعد نماز حضور علیہ السلام پر سلام پڑھنا کیسا ہے؟

(۳) کچھ مسجدوں میں نمازی اقامت شروع ہوتے ہی کھڑا ہو کر صف باندھنے لگ جاتے ہیں اور بعض مسجدوں میں جب مکبر حی علی الصلوٰۃ پر آتا ہے تب کھڑا ہوتے ہیں۔ اس ضمن میں ہدایت اور تاکید کیا ہے؟

(۴) ایک شخص نے شادی کی تقریب کے موقعہ پر تین لڑکیوں (عمر ۱۹ سال، ۱۳ سال، ۵ سال) اور ایک لڑکا (عمر ۱۸ سال) کا عقیقہ کیا ہے۔ موئے تراش کے متعلق شرعی مشورہ کا خواستگار ہے۔

الملتمس: محمد نصیب بہاری کیر آف جناب محمود عالم صاحب سکریٹری لوکو مسجد انتظامیہ کمیٹی، مقام چاند ماری، وارڈ -۵، ڈاکخانہ چکردھر پور، ضلع سنگھ بھوم

۹۲/۸۶ ھ

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــ !

(۱) خارجِ مسجد اذان کہنا چاہئے، اندرونی ہال میں اذان دینا مکروہ ہے۔ لایوذن فی المسجد. "مسجد کے اندر اذان دینا جائز نہیں۔" (ہندیہ وغیرہا)۔ وھو اعلم

(۲) مستحسن ومطلوب شرع ہے، لاطلاق قولہ تعالیٰ یٰاَیُّھَاالَّذِیْنَ آمَنُوا صلوا عَلَیْہِ وسَلِموا تَسلیماً. "اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب خوب سلام بھیجو۔" وھو تعالیٰ اعلم.

(۳) ائمہ ثلاثہ (امام اعظم اور امام ابو یوسف وامام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے نزدیک "حی علی الفلاح" پر کھڑے ہونے کی ہدایت ہے جب کہ بعض ائمہ احناف (امام زفر وغیرہ) کے نزدیک "قد قامت الصلوٰۃ" (اولیٰ) پر کھڑے ہونے کی تاکید ہے اور فقہ کی بعض کتابوں میں "حی علی الصلوٰۃ" پر بھی کھڑا ہونا لکھا ہے۔ اس کے قبل نماز کے لئے کھڑے ہونے کو فتاویٰ عالمگیریہ وغیرہا نے مکروہ لکھا ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۴) موتراش کے متعلق آپ کیا شرعی مشورہ چاہتے ہیں واضح طور پر لکھئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ وبارک وسلم.

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۱۵/ ذوالقعدۃ الحرام ۱۴۰۳ھ، ۲۵/ اگست ۱۹۸۳ء

استفتاء ۹۹

مسئلہ: قبلہ نما مولانا المحترم زید مجدکم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مندرجہ ذیل مسئلہ کا جواب جلد عنایت فرمائیں۔

خطیب مسجد برابر لوگوں کو تنبیہ کرتے رہتے ہیں کہ مسجد کے اندر کوئی اذان نہیں ہے۔ اگر اذان دی گئی تو اذان مکروہ قرار پائے گی چونکہ یہ خلاف سنت ہے۔ یہاں کے لوگ جاہل ہیں، فقہ کی کتابیں دکھلانے پر نہیں مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب تک ادارۂ شرعیہ کا دارالافتاء مشورہ نہیں دے گا اس وقت تک ہم لوگ اذان باہر نہیں کر سکتے ہیں۔ اسی درمیان ایک شخص اور کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا ہم لوگ اذان ثانی کا فتویٰ منگا چکے ہیں جس میں یہ کہا گیا ہے کہ اذان ثانی ٹھیک مسجد سے باہر کہی جائے۔ لیکن امام وموذن کا آمنا سامنا بھی ہونا ضروری ہے۔ اس لئے مسجد کے بہت سے مقتدی بوکھلا گئے ہیں کہ اس پر ادارۂ شرعیہ کا کیا فیصلہ ہے، آنے کے بعد ہی اس کے قائل ہوں گے۔ بینوا و توجروا۔

۷۸۶/۹۲

الجواب ——— بعون الملک الوھاب ———!

وعلیکم السلام ورحمۃ

واقعی مسجد میں اذان کہنے کو فقہاء کرام نے مکروہ فرمایا ہے اور اس کراہت سے اذان ثانی جمعہ کا کہیں استثناء نہیں بلکہ فتح القدیر میں خاص باب جمعہ میں اذان خطبہ کا باہر ہونا مسنون لکھا۔ لیکن اذان ثانی جمعہ کے لئے صرف خارج مسجد ہی ہونا سنت نہیں بلکہ اس کے لئے خطیب وموذن کا آمنا سامنا ہونا بھی سنت ہے۔ ہندوستان کے بعض مولویوں کو اسی دوسری شق سے مغالطہ ہوا ہے جس کی وجہ سے کراہت کی برائی انہوں نے اپنے سر لیا ہے۔ ابوداؤد شریف میں حضرت سائب رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے: **اذا کان یوم الجمعۃ فجلس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی المنبر. فیوذن بین یلیہ علیٰ باب المسجد وابی بکر وعمر الخ.** ''جب جمعہ کا دن ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ممبر پر تشریف رکھتے پھر آپ کے سامنے مسجد کے دروازے پر اذان دی جاتی۔'' بہر حال دونوں سنتوں پر عمل کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ اگر منبر کے سامنے دیوار حائل ہو کہ موذن کے خارج مسجد ہونے پر امام کا سامنا نہیں ہو سکے تو اس دیوار میں کھڑکی لگا دی جائے جو اذان کے وقت کھلی رہے تاکہ امام وموذن کا آمنا سامنا ہو جائے اور اگر موٹی دیوار ہو تو اس میں ایک آدمی کے کھڑے ہونے کے لائق محراب نما طاق کھود دیا جائے تاکہ موذن اسی میں کھڑا ہو کر اذان ثانی جمعہ کہا کرے۔ ایسی صورت میں وہ طاق خارج مسجد قرار پائے گا اور تیسری صورت یہ ہے کہ لکڑی کا منبر بنایا جائے جو سنت رسول بھی ہے اور اذان کے وقت اسے محراب کے قریب لے آئیں تاکہ اس پر بیٹھنے سے موذن کا سامنا ہو جائے پھر اسی پر خطیب خطبہ دے اور نماز کے وقت اگر دقت ہو تو وہاں سے ہٹا دیا جائے۔ بہر حال صورت یہ نکالی جائے کہ مسجد میں اذان نہ کہی جائے۔ **لا یوذن فی المسجد.** اکثر کتب فقہیہ میں مصرح ہے۔ **وھو تعالیٰ اعلم**

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۱۴/ ذوالقعدۃ الحرام ۱۴۰۳ھ

استفتاء ۱۰۰۱

مسئلہ: محترم جناب مفتی صاحب، ادارہ شرعیہ بہار، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گزارش خدمت ہے کہ یہاں کے باشندوں کو مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں واضح ثبوت ودلائل کے ساتھ معلومات کی سخت ضرورت پیش آگئی ہے۔ لہٰذا تکلیف گوارہ فرما کر حتی الامکان جلد از جلد جواب باصواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔

(۱) یہاں ہمیشہ سے جب سے یہ مسجد قائم ہے، جمعہ کے خطبہ کے وقت پیش امام منبر پر بیٹھتے ہیں، تب ان

کے سامنے اذان دی جاتی تھی، لیکن اب یہ اذان بہت دنوں سے مسجد کے باہر دی جارہی ہے، جس سے یہاں لوگوں میں کافی اختلاف ہوگیا ہے اور آپس میں نفاق پیدا ہوگیا ہے۔

(۲) یہاں ہمیشہ سے تکبیر شروع ہوتے ہی پیش امام مقتدی وہیں نماز کے لئے کھڑے ہوجاتے تھے۔ لیکن کچھ دنوں سے پیش امام صاحب جب حی علی الصلوٰۃ کہا جاتا ہے تب کھڑے ہوتے ہیں اور سارے مقتدیوں کو بھی ایسا ہی کرنے کے لئے کہتے ہیں۔

المستفتی: عبدالرشید ٹیلر ماسٹر، مقام و پوسٹ گانواں، ضلع گریڈیہہ

۸۶/۹۲ھ

الجواب ـــــــــــ بعون الملک الوہاب ـــــــــــ!

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۱) تمام اذانیں مسجد سے باہر ہی کہنی چاہئے۔ البحر الرائق میں ہے: لایؤذن فی المسجد. یعنی مسجد میں اذان نہ کہی جائے اور جمعہ کی اذان ثانی بھی مسجد سے باہر ہی کہنی سنت ہے۔ مگر یہ بھی سنت ہے کہ خطیب کے آمنے سامنے ہو اور اذان جمعہ میں ان دونوں باتوں کی رعایت کرنی چاہئے۔ ابوداؤد شریف ص ۱۵۶ میں ہے کہ: عن سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان یؤذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علی باب المسجد. یعنی حضرت سائب سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر رونق افروز ہوتے تھے تو آپ کے سامنے مسجد کے دروازے پر اذان کہی جاتی تھی۔ پس مسلمانوں کو چاہئے کہ سنت رسول پر عمل پیرا ہوں اور رسوم ورواج کو ترک کردیں اسی میں دین ودنیا کی بھلائی ہے۔ خلاف پیمبر کسے رہ گزید۔ کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید۔ "جو شخص حضور صلی اللہ علیہ کے خلاف راستہ چلے تو ہرگز منزل کو نہ پہنچ پائے۔" واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) امام صاحب اہل تقویٰ معلوم ہوتے ہیں کیوں کہ یہ حکم شرع شریف کا ہے جس پر وہ عمل پیرا ہیں۔ فقہ حنفی کی مشہور کتاب فتاویٰ عالمگیری میں ہے: وکان القوم مع الامام فی المسجد فانہ یقوم الامام والقوم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح عند علمائنا الثلثۃ وھو الصحیح. یعنی اگر امام ومصلی سب کے سب مسجد میں ہوں تو نماز کے لئے اس وقت کھڑے ہوں جب موذن حی علی الفلاح کہے۔ یہی مسلک ائمہ احناف وغیر احناف کا ہے اور یہی صحیح ہے۔ عالمگیری نے حی علی الفلاح سے قبل کھڑے ہوجانے کو مکروہ لکھا بلکہ جو مصلی تکبیر کے وقت مسجد میں داخل ہوا اسے بھی بیٹھ جانے کا حکم دیا اور نہ بیٹھنے پر کراہت کا حکم نافذ کیا ہے۔ اذا دخل الرجل عند الاقامۃ یکرہ لہ الانتظار قائما ولکن یقعد ثم یقوم اذا بلغ المؤذن قولہ حی علی الفلاح کذا فی المضمرات. "جب مصلی اقامت کے وقت مسجد میں داخل ہوا تو اس کو کھڑے ہوکر انتظار کرنا مکروہ ہے۔ بلکہ وہ بیٹھ جائے اور جب مکبر حی علی الفلاح پر پہنچے تو کھڑا ہو ایسا ہی مضمرات میں ہے۔" واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ

صلی اللہ علیہ وسلم وعلی الہٖ وصحبہ وبارک وسلم۔

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۴/شوال المکرم ۱۴۰۲ھ

استفتاء[101]

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں:

(۱) اذان گاہ پہلے کی بنی ہوئی ہے نمازیوں کی کثرت کی بناپر مسجد کو وسعت کا کام کیا جارہا ہے جانب مغرب سے مسجد کو وسیع کرنے کا کوئی امکان نہیں چونکہ زمین نہیں ہے مشرق کی جانب مسجد کی زمین حاصل کی گئی ہے اور اسی لئے اذان کیلئے دوسری اذان گاہ بنائی گئی ہے چونکہ قدیم اذان گاہ کے قائم رکھنے سے دو صفوں کی جگہ ختم ہو جاتی ہے مگر قدیم اذان گاہ ابھی شہید نہیں کی گئی ہے ــــ صورت مسئولہ میں قدیم اذان گاہ شہید کر کے نئی اذان گاہ قائم کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اور یہ بتایا جائے کہ اذان گاہ کے پیچھے صف بندی کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

(۲) زید نے دیوبندی مدرسہ میں حفظ مکمل کیا ہے اور دیوبندیوں کے شیخ وعالم مولانا عبدالرشید رانی ساگری کے خلیفہ اول مولانا ذوالفقار علی سے حافظ صاحب قبلہ بیعت ہوئے ہیں اب اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے عقائد سنی ہیں میلاد وقیام عظمت رسول وکرامت اولیاء کا معتقد اور شان رسالت کے خلاف لکھی ہوئی کتابوں اور لکھنے والوں سے سخت متنفر ہیں صورت مسئولہ میں زید کی اقتداء کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اور کیا اسے کسی سنی شیخ کا دامن تھامنا ہوگا؟

المستفتی: محمد اسماعیل کھلاری

۹۲/۷۸۶

الجواب

ضرورت داعیہ کی وجہ سے اذان گاہ شہید کر کے وسعت دینا جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور جب مئذنہ شہید کر دیا گیا تو صفوں کے درمیان کوئی حارج وقاطع باقی نہیں رہا۔ لہٰذا اس کے بعد بھی صف بندی ہو سکتی ہے۔ **وھو تعالیٰ اعلم!**

عبدالرشید رانی ساگری دیوبندی تھے ظاہر ہے کہ ان کا خلیفہ بھی انہی میں سے ہوگا ان سے مرید ہونا گویا کہ ان کی عظمت دینی کو تسلیم کرنا ہے۔ جس کو فقہاء کرام نے کفر لکھا ہے درمختار میں ہے: **لان تبجیل الکافر کفر الخ.** ''اس لئے کہ کافر کی عظمت دینی کو تسلیم کرنا کفر ہے۔'' عظمت رسول علیہ السلام کرامت اولیاء میلاد وقیام ہی صرف سنیت کی علامت نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ

منجملہ ضروریات دین سے یہ بھی ہے کہ توہین رسالت کرنے والوں سے خالصاً لوجہ اللہ بغض وعناد رکھا جائے من احب لله والبغض لله فقد استکمل الایمان (ابوداؤد) "اور جس نے اللہ کے لئے محبت کی اور اللہ کے لئے بغض رکھا اس نے ایمان مکمل کرلیا" اور اظہر من الشمس ہے کہ دوستی دشمنی ایک ساتھ مجتمع نہیں ہوگی اور یہ بھی ظاہر ہے کہ پیر کی تعظیم واجب ہے اور یونہی رسول کی تنقیص کرنیوالوں سے نفرت ضروری ہے اور دونوں کا اجتماع محال ہے لہٰذا زید کی اقتداء اس وقت تک ہرگز درست نہیں ہے جب تک وہ رانی ساگری کے خلیفہ کی بیعت سے توبہ خالص نہ کرے۔ لان في تقديمه تعظيمه وقد وجب عليهم اهانته شرعاً الخ (شامی) "اس لئے کہ امامت کے لئے آگے بڑھانے میں اس کی تعظیم ہے جب کہ شرعاً اس کی اہانت واجب ہے۔" یقیناً زید کو کسی سنی جامع شرائط شخصیت کا دامن تھامنا ہی ہوگا کیونکہ مذکورہ بیعت از روئے طریقت بیعت ہی نہیں ہے لَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ. "یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔" (کنز الایمان) والله تعالیٰ اعلم ورسوله صلی الله تعالیٰ علیه وعلیٰ اله وصحبه وسلم.

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۸/ رجب المرجب ۱۴۰۱ھ، ۲/ جون ۱۹۸۱ء

استفتاء ۱۰۲

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

نماز جمعہ میں جب امام منبر پر آکر بیٹھتا ہے تو موذن جو کہ پہلی صف میں بیٹھا رہتا ہے، صفوں کو پھاڑتے ہوئے صحن میں چلا جاتا ہے اور صحن سے اذان ثانی دیتا ہے۔ پھر جا کر پہلی صف میں بیٹھ جاتا ہے۔

مؤذن کا اس طرح سے اذان ثانی دینا درست ہے یا نہیں؟ آگاہ فرمائیں۔

المستفتی: حاجی عبدالعزیز قریشی، کلٹی ضلع بردوان، ویسٹ بنگال

۷۸۶/۹۲

الجواب بعون الملک الوهاب

مؤذن کو چاہئے کہ پہلے ہی اذان دینے کی جگہ پر چلا جائے تاکہ مصلّیوں کی گردنوں کو پھلانگنا لازم نہ آئے۔ اگرچہ ضرورت شرعیہ کے پیش نظر اس کی اباحت میں کلام نہیں کہ اذان تو اسے بہر حال خارج مسجد ہی دینی ہے۔ لانه يكره ان يؤذن في المسجد. "اس لئے کہ مسجد میں اذان دینا مکروہ ہے۔" (طحطاوی، ص ۱۲۸)۔ وهو تعالیٰ اعلم

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۷/ ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۱۰۳

مسئلہ: مکرمی حضرت جناب مولانا مفتی مولوی صاحب! سلام مسنون
علمائے بریلی کے مجدد اعلیٰ حضرت نے فتویٰ دیا ہے کہ جمعہ کی اذان ثانی امام کے سامنے مسجد سے باہر دروازے پر دی جائے اور اندر اذان کہنے کو ممنوع و مکروہ تحریمی لکھا ہے۔ علماء ہند نے زمانہ ماضی سے اپنے یہاں اندر اذان کہلانا مروج کیا۔ منبر کے نزدیک صف اول میں اذان کہی جاتی ہے۔ اب یہ صحیح ہے یا غلط اس کی ذمہ داری علماء پر عائد ہوتی ہے۔ یہ جواب ذمہ داری سے دینا کہ چاروں امام، امام ربانی مجدد الف ثانی وعلماء اسلام نے اس کو باتفاق لکھا ہے یا ان سب میں اختلاف ہے۔ جواب صاف، صریح اور حق ہو۔
المستفتی: محمد اسحاق عباس، پٹو ٹیگر اسٹیشنری شاپ، درگاہ روڈ میرج، پن کوڈ-۴۱۶۴۱۰، ایم ایس
۸۶/۹۲ ء

الجواب ــــــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــــــ!

جناب محمد اسحاق عباس صاحب! بعد ما هو المسنون!
کسی پڑھے لکھے آدمی سے سوال لکھوا کر بھیجئے اور جواب کے لئے سوالنامہ میں کافی جگہ بھی چھوڑیئے۔
ویسے جو کچھ آپ کا سوال میری سمجھ میں آیا ہے اس کا خلاصہ جواب یہ ہے کہ اندرون مسجد کوئی بھی اذان کہنا مکروہ ہے جو بے شمار فقہائے کرام کی کتابوں میں موجود ہے اور جمعہ کی اذان ثانی بھی اس عموم سے خارج نہیں۔ لہٰذا آج کل مسجد کے اندر پہلی دوسری صف میں اذان ثانی جو مروج ہے، وہ بدعت مکروہہ ہے۔ وهو تعالیٰ اعلم

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۲/ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۱۰۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین کہ
ڈاڑھی مونڈنے والے کا کیا حکم ہے۔ اس کی اذان اس کی تکبیر اور اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟ بغیر کسی لاگ لپیٹ کے صاف صاف جواب دیا جائے حوالہ کتاب اور نقل عبارت کے ساتھ جواب دیا جائے۔
المستفتی: وصی احمد، چھوٹی مسجد سنّی گوڑی
۲۳/ اپریل

۸۶/۹۲ھ

الجواب ــــــــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــــــــ !

ڈاڑھی منڈانے والے یا کترواکر حد شرع سے چھوٹی رکھنے والے عند الشرع فاسق معلن ہیں۔ معاملہ دینی میں ان کی خبریں بہر حال غیر معتبر ہیں خواہ وہ خبر بصورت اذان ہو یا بصورت تکبیر، اور نہ ان کو مؤذن و مکبر بنانا جائز ہے: **قال اللہ تعالیٰ یا ایُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَ کُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا** (الحجرات:٦) ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کرلو۔'' (ترجمہ کنز الایمان) مکبر و مؤذن بننے میں اس کی عظمت و تعریف ہے اور فاسق کی تعریف حرام ہے۔ **لقوله علیه الصلوٰة والسلام، اذامدح الفاسق غضب الرب واهتزله عرش الرحمن** اھ۔ ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی وجہ سے کہ جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے تو خدائے تعالیٰ غضب ناک ہوتا ہے اور عرش الٰہی دہل جاتا ہے۔'' لہٰذا فاسقوں کو کوئی امر دینی نہیں سونپنا چاہیے کہ یہ شریعت طاہرہ سے بغاوت ہے یا باغیوں کی حمایت ہے فتاویٰ شامی ص ۳۷۶ میں ہے: **واما الفاسق فقد عللوا کراهته تقدیمه بانه لایهتم امر دینه الخ.** ''فاسق کے تقدیم کی کراہت کی علت فقہاء کرام نے یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ امور دینیہ کا اہتمام نہیں کرتا۔'' اور ایسوں کو امام بنانا تو اشد گناہ ہے اس کی اقتداء میں پڑھی گئی نمازوں کا لوٹانا واجب ہے۔ تبیین الحقائق اور بحر الرائق وغیرہما میں ہے: **وبان فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقدوجب علیهم اهانة شرعاً الخ۔** ''فاسق کو امامت کے لئے مقدم کرنے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شرعاً مسلمانوں پر فاسق کی اہانت واجب ہے۔''

بالفرض اگر سوال کا مقصد یہ ہے کہ ڈاڑھی منڈوانے والے نہیں بلکہ ڈاڑھی مونڈنے والے حجام وغیرہ کا کیا حکم ہے؟ تو اس کا جواب بھی قرآن عظیم میں صاف صریح موجود ہے۔ **لَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ** اھ (مائدہ:۲) ''گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو۔'' (ترجمہ کنز الایمان) حرام کا مقدمہ بھی حرام ہی ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کا بھی وہی حکم ہے جو اوپر مذکور ہوا۔ البتہ وہ ایسے شخص کی ڈاڑھی مونڈ سکتا ہے جس کے یہاں ڈاڑھی مونڈوانا حرام نہیں ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

الفقیر عبد الواجد قادری غفرلہ، دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۶/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۰ھ، ۱۳/ اپریل ۱۹۰۸ء

استفتاء ۱۰۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:
زید جو ایک مسجد کا مؤذن ہے کچھ دنوں کے بعد وہ تاڑی پیتے ہوئے پکڑا گیا۔ توبہ استغفار کیا اور پھر اپنے کام پر معمور ہوگئے لیکن تیسری بار جب وہ تاڑی پیتے ہوئے پکڑے گئے تو لوگوں نے برطرف کرنا چاہا پھر انہوں نے توبہ استغفار کیا اور اقرار کیا کہ اب اگر ایسی حرکت میں نے کی تو آپ لوگ مجھ کو اس کام

سے برطرف کردیں گے۔ اب جب کہ چوتھی بار بھی وہ پکڑے گئے تو لوگوں نے ان کو اس کام سے ہٹا دیا۔ اور بستی کا کوئی بھی فرد اس کو مؤذن کے کام پر رکھنا نہیں چاہتا ہے لیکن موذن صاحب بضد ہیں کہ ہم کو پھر مؤذن کے کام پر بحال کرلیا جائے۔ اس لئے ازروئے شرع جو فیصلہ ہو اس سے مطلع کریں۔

المستفتی: محمد سجاد حسین، موضع مصطفیٰ پور، ڈاکخانہ: مصطفیٰ پور، ضلع مظفر پور، بہار

۸۶/۹۲ھ

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــ!

زید حکماً ام الکبائر (تاڑی) کے استعمال کے سبب مرتکب گناہ کبیرہ فاسق وفاجر ہے۔ وہ اپنی توبہ شکنی کے سبب اس لائق نہیں رہا کہ اسکے قول کو قابل اعتبار مانا جائے۔ اِذَا جَاءَ كُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوْا الخ (سورۂ حجرات:٦) ''اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کرلو۔'' (کنز الایمان) اور اذان اعلام ہے۔ لہٰذا معلن اسی کو ہونا چاہیے جس کا قول ساقط الاعتبار نہ ہو چنانچہ کتب فقہ میں اذان کا حق اسے دیا گیا جو عاقل بالغ صالح متقی اور عالم بالکتاب والسنۃ ہو کمافی النھایۃ، وینبغی ان یکون المؤذن رجلا عاقلاً صالحاتقیاعالمابالسنۃ الخ۔ ''قرآن وحدیث کا جاننے والا ہو۔ جیسا کہ نہایہ میں ہے مناسب یہ ہے کہ مؤذن عاقل، پرہیزگار اور مسائل دینیہ کا جانکار ہو۔''

نشہ خور کی اذان مکروہ تحریمی ہے اگر حالت نشہ میں اذان دے تو اذان لوٹائی جائیگی۔ تبیین الحقائق میں ہے: ویکرہ اِذان السکران ویستحب اعادتہ الخ. ''نشہ والے شخص کو آذان کہنا مکروہ ہے اور مستحب یہ ہے کہ اس کی دی ہوئی آذان کا اعادہ کرے۔'' اور اگر اذان دیتے وقت حالت نشہ میں نہیں ہے تو اذان ہو جائے گی مگر ایسوں کی اذان بھی مکروہ ہے قال فی العالمگیریہ ص۵۲: ویکرہ اذان الفاسق و لا یعاد ھکذا فی الذخیرۃ. ''عالمگیریہ میں کہا کہ فاسق کو آذان دینا مکروہ ہے اور فاسق کی دی ہوئی آذان کا اعادہ نہ کرے ذخیرہ میں ایسے ہی ہے۔'' زید چونکہ ارتکاب کبیرہ میں گرفتار ہے کہ وہ اپنی عادت سے لاچار ہے دریں صورت اس کی زبانی توبہ بیکار ہے وہ اپنی بدکرداری کے سبب مستحق عذاب نار رحمت خداوندی سے بیزار ہے۔ اس کو دینی منصب جلیل تفویض کرنا یعنی موذن بنانا دین سے پیکار ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ قال العلامۃ الشامی فی فتاواہ لانہ لایھتم لامر دینہ. ''اللہ کی پناہ۔ علامہ شامی نے فرمایا کہ فاسق دینی معاملات کو بجالانے میں اہتمام نہیں کرتا ہے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۲/شعبان المعظم ۱۴۰۰ھ

استفتاء [۱۰۶]

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ
زید کا قول ہے کہ اذان ثانی مسجد کے باہر ہو چونکہ شریعت کا یہی حکم ہے۔ تو زید نے اب یہ کیا جس منبر سے خطیب خطبہ دیا کرتے تھے اس منبر کو چھوڑ دیا۔ ایک لکڑی کا منبر بنایا اور منبر اول سے تقریباً دو ہاتھ ہٹ کر اس لکڑی کے منبر سے خطبہ دے رہے ہیں۔ یہ کیوں اس لئے کہ زید کہتا ہے کہ منبر اول سے خطبہ دینے میں درمیان میں دیوار حائل ہو جاتی ہے تو اب غور طلب یہ ہے کہ منبر اول سے خطبہ دینے میں اور منبر اول کے سامنے باہر اذان دی جائے یا درمیان میں دیوار حائل ہونے کی وجہ سے وہ اذان ثانی منبر اول سے درست ہوگا یا نہیں؟ مدلل ومفصل جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: منظور عالم رضوی، جامع مسجد، بیلا پچھکوٹی، ضلع سیتامڑھی (بہار)

۸۶/۹۲ ے

الجواب ـــــــــــ بعون الملک الوهاب ـــــــــــ!

زید کا قول حکم شرع کے موافق ہے لایؤذن فی المسجد ''مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے۔'' اور اس کا فعل سنت کریمہ کے مطابق ہے۔ کما فی الاسفار منبر اول کے قریب داخل مسجد اذان کہنا خلاف سنت مکروہ ہے۔ جیسا کہ بے شمار کتب فقہ سے واضح و روشن ہے اور منبر اول کے سامنے خارج مسجد اذان کہنا بھی خلاف سنت ہے جب کہ درمیان میں دیوار حائل ہو اور امام کے روبرو نہ ہو سکے۔ دیگر اذانوں کیلئے حکم یہ ہے کہ منارہ یا خارج مسجد میں ہو۔ وینبغی ان یوذن علی المئذنة او خارج المسجد ولایوذن فی المسجد کذافی فتاویٰ قاضی خان۔ ''منارہ یا خارج مسجد اذان دی جائے اندرونی مسجد اذان دینا جائز نہیں۔ جیسا کہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔'' (عالمگیر جلد ۱، صفحہ ۵۴) مگر جمعہ کی اذان ثانی کے لئے سنت یہ ہے کہ خطیب کے روبرو خارج مسجد ہو کان یوذن بین یدی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم جلس علی المنبر یوم الجمعة علی باب المسجد الخ۔ ''بروز جمعہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ممبر پر جلوہ افروز ہوتے تو آپ کے روبرو مسجد کے دروازے پر اذان دی جاتی تھی۔'' (ابوداؤد جلد ۱، صفحہ ۱۵۶)۔
وھو تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وعلی والہ وصحبہ وحزبہ وبارک وسلم!

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲/ ذوالقعدہ ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۱۰۷

مسئلہ : کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جمعہ کی آذان ثانی مسجد کے اندر دی جائے یا مسجد کے باہر۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

المستفتی: مولوی محمد ابراہیم صاحب شریف گنج، کٹیہار، بہار

۹۲/۷۸۶

الجواب

ہر اذان خواہ جمعہ کی ہو یا غیر جمعہ کی خارج مسجد ہی ہونی چاہیے کیونکہ مسجد میں اذان کہنا فقہائے احناف کے نزدیک مکروہ وممنوع ہے چنانچہ فتاویٰ عالمگیریہ جلد اول ص ۵۴ میں ہے: وینبغی ان یوذن علی المئذنة او خارج المسجد ولا یوذن فی المسجد کذا فی فتاویٰ قاضی خاں، والسنة ان یوذن فی موضع عال الخ۔ "مناسب یہ ہے کہ آذان مینارے پر یا خارج مسجد دی جائے مسجد میں نہ دی جائے فتاویٰ قاضی خاں میں ایسے ہی ہے اور سنت یہ ہے کہ آذان بلند جگہ پہ دی جائے۔" اور خاص جمعہ کی اذان ثانی کے متعلق تو حدیث شریف میں وارد ہے کہ اس اذان کا خطیب کے سامنے دروازۂ مسجد پر ہونا سنت ہے اور دروازۂ مسجد کو کوئی شخص پہلی یا دوسری صف نہیں جانتا ہے بلکہ خارج مسجد ہی جانتا اور اور گردانتا ہے۔ ابوداؤد شریف نے حضرت سیدنا سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ قال کان یوذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعة علی باب المسجد الخ۔ "جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر بیٹھتے تو مسجد کے دروازے پر ان کے روبرو آذان دی جاتی تھی۔" (صحیح البہاری ص ۲۸۷)۔ واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم۔

کتبہ الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

مورخہ ۵/ شعبان ۱۴۰۰ھ

استفتاء ۱۰۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے اہل سنت اس مسئلہ میں کہ

مسجد نبوی میں اذان ثانی جمعہ منبر کے قریب ہوتی ہے یا فاصلہ پر۔ اگر فاصلہ پر ہوتی ہے تو کتنے فاصلہ پر؟ مفتی دیگر کا بیان ہے کہ کم از کم ۹۶ ہاتھ کی دوری پر مئذنہ پر اذان ہوتی ہے۔ کہاں تک صحیح ہے؟ جو شخص قصداً اذان ثانی مسجد سے باہر ہونے کو زبردستی روکتا ہے اور منبر کے قریب ہونے پر اصرار کرتا ہے اور

لوگوں کو ابھارتا بھی ہے تو ایسے صورت میں اسے فاسق معلن کہا جاسکتا ہے یا نہیں۔ چونکہ وہ خود بھی سنت سے اعراض کرتا ہے اور دوسروں کو بھی ابھارتا ہے اور خود نہ داڑھی رکھے ہوا ہے نہ پابند نماز ہے۔ فاسق کے ساتھ عام مسلمانوں کو کیا برتاؤ کرنا چاہئے۔ ان تمام مسئلوں میں نزاع کی صورت پیدا ہوگئی ہے۔ لہٰذا جوابات جلد مرحمت فرمائیں۔

المستفتی: محمد معین الدین خاں مڈل اسکول پانڈو
مقام و پوسٹ پانڈو (وایہ رہلا گڑھوا روڈ)، ضلع پلاموں، بہار

۹۲/۸۶ھ

الجواب ـــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــ!

اذان ثانی جمعہ اور باقی تمام اذانوں کا خارج مسجد ہی ہونا سنت ہے۔ مسجد نبوی میں زمانہ قدیم سے اب تک جمعہ کی اذان ثانی بھی مئذنہ پر کہی جاتی ہے جو منبر سے کچھ فاصلہ پر بلندی پر بنا ہوا ہے۔ حقیقتاً وحکماً وہ خارج مسجد ہے۔ گز اور فٹ کے حساب سے میں منبر و مئذنہ کا فاصلہ نہیں بتا سکتا ہوں۔

شخص مذکور جو نہ داڑھی رکھتا ہے نہ پانچوں وقت نماز کا پابند ہے، نہ سنت کریمہ کو پسند کرتا ہے بلکہ اس کی مخالفت پر لوگوں کو اُبھارتا ہے بدترین فاسق معلن ہے۔ اس پر ان تمام برائیوں سے توبہ واجب ہے۔ اگر توبہ نہ کرے تو مسلمانوں پر اس سے مقاطعہ کرنا واجب ہے۔ ویکرہ معاشرۃ لمن لایصل ولو کانت زوجتہ: ''جو نماز نہ پڑھے اس کے ساتھ معاشرت مکروہ ہے اگر چہ وہ اس کی بیوی کیوں نہ ہو۔'' (ردالمحتار)۔ وَقَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ وَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ. ''یاد آئے پر ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھ۔'' وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ
عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
۱۳/ ذوالقعدۃ الحرام ۱۴۰۳ھ

استفتاء ۱۰۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں:

(۱) اقامت بیٹھ کر سننا سنت ہے یا کھڑے ہو کر سننا سنت ہے۔

(۲) اذان ثانی داخل مسجد دینا سنت ہے یا خارج مسجد دینا سنت ہے؟

(۳) قبر پر اذان دینا جائز ہے یا ناجائز؟

(۴) جنازہ کی نماز میں ہاتھ باندھ کر سلام پھیرنا جائز ہے یا ہاتھ چھوڑ کر؟

دریافت طلب یہ ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں اور کتب معتبرہ کے حوالہ سے جواب مرحمت فرمائیں۔
(۵) جو قرآن وحدیث اور کتب معتبرہ سے ثابت مسائل ہیں اس کے انکار کرنے والے پر شریعت کا کیا حکم ہے؟
المستفتی : محمد حفیظ الدین انصاری، مقام، بھروا، بستی پوسٹ چاس، ضلع دھنباد، بہار

۸۶/۹۲ھ

الجواب

(۱) اقامت بیٹھ کر سننا سنت ہے قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لاتقوموا حتی ترونی (مسلم ومشکوٰۃ شریف) ''رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ کھڑے نہ ہو جب تک کہ مجھے دیکھ نہ لو۔'' جب مکبر حی علی الفلاح پر پہنچے تو امام اور مقتدی کھڑے ہوجائیں فتاویٰ عالمگیری میں ہے: وکان القوم والامام فی المسجد فانه یقوم الامام والقوم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح عند علمائنا الثلاثه وهو الصحیح۔ ''اگر امام ومقتدی مسجد میں موجود ہوں تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اس وقت کھڑے ہوں جب مؤذن حی الفلاح پر پہنچ جائے۔''

(۲) اذان، اذان ثانی ہو یا اذان اول سب کا خارج مسجد ہونا سنت ہے فتاویٰ خانیہ میں ہے: ینبغی ان یؤذن علی المئذنة او خارج المسجد لایوذن فی المسجد الخ۔ ''مناسب یہ ہے کہ اذان اذان گاہ سے دی جائے یا خارج مسجد، مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے۔'' وهو تعالیٰ اعلم!

(۳) دفن میت کے بعد قبر کے قریب اذان کہنا جائز ہے کما حققه امام احمد رضا فی فتاویٰ من شاء فلیرجع الی ایذان الاجر فی اذان القبر۔ ''امام احمد رضا رضی اللہ عنہ نے اپنے فتاویٰ میں تحقیق فرمائی جو مطالعہ کرنا چاہے وہ رسالہ ایذان الاجر فی اذان القبر کا مطالعہ کرے۔'' البتہ ائمہ سلف نے مذکورہ اذان کے سنت ہونے اور نہ ہونے میں اختلاف کیا ہے۔ نفس جواز پر کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ درمختار میں: فی الاقتصار علی ماذکر من الوارد اشارة الی انه لایسن الاذان عند ادخال المیت فی القبر الخ۔ ''ترجمہ: اقتصار میں وارد کے حوالے سے جو مذکور ہے اس میں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ میت کو قبر میں داخل کرتے وقت اذان دینا سنت نہیں ہے۔'' وهو تعالیٰ اعلم!

(۴) ہاتھ چھوڑ کر سلام پھیرنا چاہیے فتاویٰ عالمگیری جلد اول میں ہے: وکل قیام لیس فیه ذکر مسنون کما فی تکبیرات العیدین فالسنة فیه الارسال کذا فی النهایة۔ ''ہر وہ قیام جس میں ذکر مسنون نہیں ہے جیسا کہ تکبیرات عیدین تو اس وقت ہاتھ کو چھوڑنا سنت ہے۔'' ہاتھ کا باندھے رکھنا اس قیام میں سنت ہے جس کے بعد کوئی ذکر مسنون ہو اور نماز جنازہ میں چوتھی تکبیر کے بعد کوئی ذکر مسنون نہیں ہے۔ لہٰذا ہاتھ باندھے رکھنا خلاف سنت یعنی مکروہ ہے۔ درمختار میں ہے: وهو سنة قیام له قرار فیه ذکر مسنون فیضع حالة الثناء وفی القنوت وتکبیرات الجنازة وفی خلاصة الفتاویٰ ولایعقد بعد التکبیر الرابع لانه لایبقی ذکر مسنون۔ ''اس کے لئے قیام سنت ہے۔ جس کے لئے ٹھہرنا ہو کہ اس میں ذکر مسنون ہے تو حالت ثناء میں اور قنوت میں اور تکبیرات جنازہ میں ہاتھ باندھے رکھے۔ خلاصہ میں ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ نہ

باندھے اس لئے کہ اب کوئی ذکر مسنون نہیں ہے۔" وھو تعالیٰ اعلم!

(۵) مسائل معتبرہ محققہ کا انکار کرنے والاسخت فاسق وفاجر ہے اگر بوجہ جہالت ہے اور اگر بوجہ عناد وتعصب ہے تو وہ غضب جبار میں گرفتار مستحق عذاب نار ہے۔ اس پر لازم توبہ استغفار ہے۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُکِّرَ بِآیَاتِ فَاَعْرَضَ عَنْھَاوَنَسِیَ مَا قَدَّمَتْ یَدَاہُ الخ "اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جیسے اس کے رب کی آیتیں یاد دلائی جائیں تو وہ ان سے منہ پھیرے اور بھول جائے جو اس کے ہاتھ آگے بھیج چکے۔" (ترجمہ کنز الایمان) واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم!

کتبہ
الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۹/ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ

استفتاء ۱۱۰

مسئلہ: حضور مفتی صاحب ادارۂ شرعیہ بہار! گزارش ہے کہ جمعہ کی اذان ثانی کے متعلق ایک استفتاء مع سوال وجواب کے حاضر خدمت ہے جس کا مطالعہ فرما کر صحیح شرعی جواب عنایت فرمانے کی زحمت کریں۔ فقط

المستفتی: ڈاکٹر ضمیر الدین اشرفی موضع وڈاکخانہ بیلباڑی، (وایہ) سالماری، ضلع کٹیہار، بہار

سوال۔ نقل مطابق اصل

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ میں خطبہ کے وقت اذان کہاں ہونی چاہیے ممبر کے نزدیک خطیب کے سامنے؟ یا مسجد کے باہر؟ اور کیا مسجد میں اذان دینا مطلق مکروہ تحریمی ہے حوالہ کتب کے ساتھ سوال مدلل جواب عطا فرمایا جائے۔

المستفتی: ماسٹر حبیب الرحمٰن مڈھی، اعظم نگر، ضلع کٹیہار، بہار

۹۲/۸۶ء

الجواب!

جواب مطابق اصل ــــ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم!

مسجد سے باہر جمعہ کی اذان ثانی ایک نوایجاد مسئلہ ہے جس سے علمائے سابق کو واسطہ نہیں پڑا تھا۔ ہماری خانقاہ کی مسجد میں حضرت مولانا حفیظ الدین قدس سرہ کے وقت سے اب تک یہ اذان مسجد کے اندر ممبر سے قریب ہوتی چلی آرہی ہے۔ اسی طرح بارگاہ عشق میتن گھاٹ، پٹنہ، پھلواری شریف، منیر شریف، دلی میں درگاہ نظام الدین قدس سرہ ودرگاہ حضرت قطب الدین قدس سرہ، حضرت خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ میں یہ اذان مسجد کے اندر ہی ہوتی ہے باہر نہیں۔

ہدایہ فقہ حنفی کی قدیم کتاب ہے تمام حنفی اسلامی مدرسوں میں یہ کتاب پڑھائی جاتی ہے اور فتویٰ دینے میں اس کا حوالہ دیا جاتا ہے صاحب ہدایہ کی سنہ وفات ۵۹۳ھ ہے یعنی آج سے ۸۰۳ سال پہلے ان کی وفات ہو چکی ہے وہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں ـــــ واذا صعد الامام المنبر وجلس اذن المؤذن بین یدی المنبر بذلک جری التوارث الخ ۔ اور جب امام ممبر پر چڑھے اور بیٹھ جائے تو مؤذن ممبر کے سامنے اذان دے اسی طرح توارث جاری ہے۔

علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں صاحب ہدایہ کے ''بذلک جری التوارث'' کی یہ تشریح کی ہے ''الی من زمان عثمان'' یعنی یہ توارث حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے سے جاری ہے۔ اس سے یہ بات صاف ظاہر ہوئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وقت ہی سے اذان ثانی ممبر کے سامنے دینے کا سلسلہ چلا آ رہا ہے۔

شامی میں ہے: ویوذن ثانیا بین یدالخطیب قال الشامی ای علی سبیل السنۃ ۔'' اور اذان دے دوبارہ خطیب کے سامنے شامی نے کہا کہ یہ بطور سنت ہے۔

یعنی خطیب کے سامنے ہی اذان ثانی دینا سنت ہے۔ غرض کفایہ، مراقی الفلاح وطحاوی کتابوں میں اذان ثانی میں ''عندالمنبر'' (ممبر کے پاس) کی قید صاف طور پر درج ہے۔ اس سے کھلے طور پر یہ بات معلوم ہوئی کہ حنفی فقہاء کا مطلب یہ ہے کہ مسجد میں ممبر کے پاس اذان ثانی کا دینا مسنون ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول عینی شرح ہدایہ صفحہ ۱۰۱۴ پر درج ہے جس میں منار کی اذان (جو کہ پہلے ہوتی ہے) سے جمعہ کے لئے روانہ ہونے اور خرید وفروخت کو بند کر دینے کو واجب قرار دیا ہے اور اذان ثانی سے نہیں۔ اسی ضمن میں اذان ثانی کو عندالمنبر لکھا ہے غرض اذان ثانی کے متعلق کتب فقہ میں ''عندالمنبر، بین یدی المنبر، بین یدی الخطیب کے الفاظ درج ہیں۔ جن کے معنی علی الترتیب یہ ہیں۔ ''منبر کے سامنے، ممبر کے پاس، خطبہ دینے والے کے سامنے اور پاس یا نزدیک'' اور سامنے کے معنی بالکل واضح ہیں۔ ہر شخص ان کا مطلب سمجھتا ہے یہ کوئی پیچیدہ الفاظ نہیں کہ ان کی تشریح میں دور از کار اور بیجا تاویلات کریں۔ اس کے علاوہ جمعہ کی اول اذان کے لئے فقہ کی کتابوں میں علی المنارہ لکھا ہے یعنی یہ بات بالا تفاق طے شدہ ہے اور فقہاء اس پر متفق ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے پہلی اذان منارہ پر (خواہ خارج مسجد ہو یا داخل مسجد) ہوتی آئی۔ اور اذان ثانی عندالمنبر یا بین یدی المنبر یا بین یدی الخطیب ہوتی چلی آ رہی ہے اور اس پر تمام عرب وعجم کا اتفاق رہا ہے تو گویا اجماع امت اس بات پر ہو گیا اب جو لوگ عندالمنبر کے بجائے خارج مسجد پر اصرار کرتے ہیں وہ اجماع امت کے خلاف ہیں۔ اب کہنا یہ ہے کہ جب صدیوں سے تمام فقہاء وعلماء عرب وعجم اس بات پر متفق رہے ہیں تو کیا یہ اجماع امت گمراہی پر نہیں ہے؟ حضور پرنور اصدق الخلائق کا ارشاد گرامی ہے:

ان اللہ لایجمع امتی علی الضلالۃ ویداللہ علی الجماعۃ ومن شذ شذ فی النار (ترمذی)	''بیشک اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا اور اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے اور جو علیحدہ ہوا علیحدہ ہوا جہنم میں۔ (ترمذی شریف)

اس لئے جب کہ عندالمنبر وغیرہ پر اجماع ہو چکا ہے تو اس سے انکار بڑی دیدہ دلیری ہے۔

لفظ اذان کے معنی ہیں لغت میں آگاہ کرنے اور اطلاع دینے کے۔ اور شریعت کی اصطلاح میں نماز کی اطلاع دینے کو اذان کہتے ہیں۔ نماز کی اطلاع کی دو عیاں بیاں قسمیں ہیں جن سے کسی کو انکار نہیں۔ (۱) ایک اطلاع عام ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ اہل محلّہ کو خبر دی جائے کہ اب نماز کا وقت قریب ہے نمازی تیار ہو کر مسجد میں آجائیں۔ اس اذان کے مخاطب اہل محلّہ ہیں۔ یعنی مسجد سے باہر والوں کو اطلاع دینی مقصود ہے۔ اس لئے یہ کھلی جگہ ہوتی ہے تاکہ آواز باہر دور تک پھیلے۔ عموماً یہ اذان خارج مسجد ہوتی ہے عموماً مگر لازماً نہیں۔ اس لئے کہ مسجد کی چھت پر یا احاطۂ مسجد میں (یعنی داخل مسجد) اونچی جگہ اذان خانہ بنادیتے ہیں وہاں اذان ہوتی ہے اور اس کو کوئی مکروہ نہیں کہتا کیونکہ اس طرح آواز کے باہر محلّہ میں پھیلنے میں کوئی روکاٹ نہیں ہوتی ہے جو لوگ فقہ سے کچھ بھی مناسبت رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ مسجد کی چھت آسمان تک مسجد ہی کے حکم میں ہے (اس کی دلیل آگے آتی ہے) اور اذان خانہ جو مسجد کے احاطہ میں بنے وہ بھی داخل مسجد ہے اور اس لئے یہ مسئلہ ہے کہ اگر اعتکاف والا آدمی اذان خانہ پر یا مسجد کی چھت پر چڑھ جائے تو اس کا اعتکاف باطل نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ مسجد کی چھت اور اذان خانہ مسجد ہی کے حکم میں ہے اور داخل مسجد ہیں۔ تو یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ یہ اذان جو اہل محلّہ کی اطلاع کے لئے ہے اس کا بھی خارج مسجد ہونا ضروری نہیں۔ ہاں اگر بند جگہ یہ اذان دی جائے کہ آواز کے محلّہ میں پھیلنے میں رکاٹ ہو تو یہ بند جگہ خواہ داخل مسجد ہو یا خارج مسجد اس میں یہ اذان مکروہ ہے۔ (۲) نماز کی اطلاع کی دوسری قسم وہ ہے جس کا تعلق خاص داخل مسجد سے ہے۔ اور اس کے مخاطب وہ لوگ ہیں جو پہلی عام اطلاع کی وجہ سے مسجد میں جمع ہیں۔ اس اطلاع کا مقصد یہ ہے کہ جو لوگ مسجد میں جمع ہیں اور سنت، نوافل یا تسبیح و تلاوت وغیرہ میں مصروف ہیں ان سب کو اطلاع دینی مقصود ہے کہ اب خطبہ شروع ہو رہی ہے۔ سب لوگ دیگر مشاغل چھوڑ کر خطبہ سننے کے لئے متوجہ ہو جائیں اور یہ اطلاع امام کے پیچھے پہلی قطار میں کھڑے ہو کر اذان دی جاتی ہے اور اس کو کوئی بھی خارج کہنے کے لئے نہیں کہتا۔ نہ داخل مسجد مکروہ قرار دیتا ہے درحقیقت یہ بھی اذان ہی ہے لیکن پہلی اذان اور اس اذان میں فرق کرنے کے لئے اس کو اقامت کا نام دیدیا ہے۔ اور اس میں بھی وہیں کلمات ہیں جو اذان میں ہیں۔ مندرجہ بالا باتوں سے صاف ظاہر ہوا کہ اذان میں جو کلمات ہیں وہ ذکر کے کلمات ہیں اور ذکر کے کلمات کا مسجد میں کہنا مکروہ نہیں بلکہ باعث ثواب ہے۔ ہاں عام اذان کا بند جگہ کہنا اس لئے مکروہ ہے کہ یہ عام اعلان کے لئے بند جگہ اذان دینے سے آواز محدود ہو کر رہ جائے گی۔ اور اعلان عام کا مقصد پورا نہ ہوگا۔ جمعہ میں پنجوقتہ نمازوں میں تو دو ہی اطلاعیں ہوتی ہیں لیکن جمعہ میں تین اطلاعیں ہوتی ہیں۔

(۱) اذان اول جو سب سے پہلے دی جاتی ہے جس کے متعلق فقہاء نے علی المنارہ کا فقرہ لکھا ہے یعنی اونچی جگہ مینار پر یہ اذان ہوتی تھی۔ اس اذان کا نام عام اعلان ہے۔ یعنی محلّہ اور اطراف کے لوگوں کو اطلاع دینے کے لئے ہوتی ہے اور اس اذان سے چند مسائل متعلق ہوتے ہیں۔

(الف) عام اطلاع اور اولین اطلاع کا ہونا کہ اب جمعہ کا وقت ہو گیا ہے۔

(ب) تجارت (خرید و فروخت) کا بند کر دینا۔

(ج) نماز کے لئے تیار ہوکر چلنا۔

قرآن کریم میں حکم دیا گیا کہ جب نماز جمعہ کے لئے ندا دی جائے تو اللہ کے ذکر (نماز) کی طرف چلو اور بیع (خرید و فروخت) ترک کردو تو یہ حکم اذان اول ہی سے ہے جیسا کہ شامی میں ص ۸٦۰ پر درج ہے۔

وجب السعی الی المسجد وترک البیع بالاذان الاول فی الاصح ۔واجب ہے سعی کرنا نماز جمعہ کے لئے اور تجارت کا ترک کرنا اول اذان سے صحیح ترین مسلک ہے۔

اس کے بعد یہ بحث ہوتی ہے کہ اول اذان کے کیا معنی ہیں کون سی اذان اول ہے خطبہ والی یا اس سے پہلے والی؟ یہ بات واضح طور پر طحاوی ص ۲۸۲ پر لکھی ہے۔

والاصح انه الاول باعتبار الوقت وهو الذی یکون علی المنارة بعد الزوال ۔''صحیح ترین بات یہ ہے کہ وہ اذان (جس سے ترک بیع اور سعی واجب ہے) اول ہے باعتبار وقت کے جو کہ منارہ پر ہوتی ہے زوال کے بعد''۔

عینی شرح ہدایہ ص ۱۰۱۴ پر حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ سے مروی ہے:

وهو اذان المنارة لانه لو انتظر الاذان عند المنبر تفوته اداء السنة واستماع الخطبة بل تفوته اداء الجمعة اذا کان المصر بعید الاطراف ۔'' وہ اذان مینارہ کی ہے اس لئے کہ اگر منبر کے پاس والی اذان کا انتظار کیا جائے (ترک بیع اور سعی کے لئے) تو ادائے سنت اور خطبہ سننا فوت ہو جائے گا۔ بلکہ جمعہ کا ادا کرنا بھی فوت ہوسکتا ہے اگر شہر لمبا چوڑا ہے۔

اب یہ بات وضاحت کے ساتھ ثابت ہوگئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وقت جس اذان کا اضافہ ہوا وہ منار پر ہوتی تھی۔ اور وہ عام اطلاع کے لئے ہوتی تھی اور اسی اذان سے لوگ کاروبار چھوڑ کر مسجد آجاتے تھے۔ اور خطبہ کی اذان سے پہلے سنت پڑھ لیتے تھے۔ اس لئے کہ خطبہ کے وقت نماز پڑھنا، تسبیح و تلاوت سب منع ہے۔ غرض اس اذان کے بعد اور خطبہ کی اذان سے پہلے لوگ مسجد میں آکر سنت پڑھ کر فارغ ہوجاتے تھے۔

(۲) اب دوسری اطلاع جمعہ میں خطبہ کے وقت ہوتی ہے آخر اس کی کیا ضرورت ہے پنجوقتہ نماز کی طرح اس میں بھی اذان علی المنارہ کے بعد اقامت ہی ہونی چاہیے۔؟ اگر کوئی یہ سوال کرے تو اس کو یہ جواب دیا جائے گا کہ پنج وقت نماز میں ایک اطلاع عام اعلان کے لئے ہوتی ہے اور دوسری اطلاع جماعت کھڑی ہونے کے لئے ہوتی ہے لیکن جمعہ میں خطبہ بھی ہوتا ہے اور خطبہ سننا ضروری ہے اور نماز، تسبیح، تلاوت، بات چیت منع ہے اس لئے کہ اقامت کی طرح مسجد کے اندر لوگوں کو اطلاع دینے کے لئے ایک اعلان کا اضافہ ہوا تاکہ لوگ سب مشاغل چھوڑ کر خطبہ سننے کے لئے جمع ہوجائیں۔ چونکہ اس کے مخاطب اقامت کی طرح داخل مسجد کے حاضرین ہوتے ہیں اس لئے یہ اطلاع مسجد کے اندر ہی ہوتی ہے۔ اگر یہ اطلاع مسجد میں مکروہ ہے تو اقامت بھی مسجد کے اندر مکروہ ہونی چاہیے۔ اذان ثانی کا تعلق باہر کے لوگوں سے نہیں رہا کیونکہ باہر کے لوگوں کے لئے اذان علی المنارہ ہوچکی جس کے معنی واجب ہے یہ محض قیاسی بات نہیں ہے بلکہ اس کا ثبوت ہے وہ یہ ہے کہ

سعایہ (شرح وقایہ مولنا عبدالحی تا کتاب الصلوٰۃ) میں ایک چیستاں درج ہے:

ای الاذان لا یستحب رافع الصوت فیه قل هو الاذان الثانی یوم الجمعة الذی یکون بین یدی الخطیب لانه کالاقامة لاعلام الحاضرین صرح به جماعة من الفقهاء۔

"وہ کونسی اذان ہے جس میں آواز کا بلند کرنا نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اذان ثانی ہے جمعہ کے دن جو کہ خطیب کے سامنے ہوتی ہے اس لئے کہ وہ اقامت کی طرح حاضرین کی اطلاع کیلئے ہے۔ فقہاء کی ایک جماعت نے اس کی تشریح کی ہے۔"

اس عبارت سے مندرجہ بالا دعویٰ کہ اذان ثانی اقامت کی طرح حاضرین مسجد کی اطلاع کے لئے ہے اس لئے داخل مسجد اقامت ہی کی طرح ہوگی ثابت ہوگیا۔

(۳) تیسری اطلاع داخل مسجد کے لوگوں کے واسطے ہوتی ہے کہ اب جماعت کھڑی ہورہی ہے صفیں درست کرکے جماعت کی نماز کے لئے کھڑے ہوجائیں۔ اب آیئے مسئلہ کے دوسرے پہلو کی طرف کہ کیا مسجد میں اذان دینا مطلقاً مکروہ ہے؟ ہم یہ دیکھیں کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اذان کس طرح اور کہاں ہوتی تھی؟

شامی ص ۴۰۲ میں درج ہے۔ ام زید بن ثابتؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہے:

کان بیتی اطول بیت حول المسجد فکان بلال موذن فوقه من اول ناذان الیٰ ان بنی رسول سجده فکان یوذن بعدعلی ظهر المسجد وقد رفع له شئی فوق ظهره الخ۔

"یعنی پہلے ام زیدؓ کے مکان پر اذان ہوتی تھی حضرت بلال رضی اللہ عنہ شروع میں وہی اذان دیتے تھے یہاں تک کہ مسجد نبوی کی تعمیر ہوئی تو مسجد کی چھت پر اذان دینے لگے اور اس پر کچھ اونچی جگہ بھی بنادی گئی۔ (شامی ص ۴۰۲)

اس حدیث یہ بات ثابت ہوئی کہ حضور کے وقت مسجد کی چھت پر اذان ہوتی تھی۔ مسجد کی چھت بھی مسجد ہی کے حکم میں ہے اس لئے چھت پر چڑھنے سے اعتکاف باطل نہیں ہوتا اور دومنزلہ سہ منزلہ مسجدوں میں لوگ چھت پر اعتکاف میں مشغول ہوتے ہیں جو درست ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو عالمگیری ص ۲۰ ج ا۔ سطح المسجد له حکم المسجد "مسجد کی چھت مسجد کے حکم میں ہے۔ اس لئے مسجد کی چھت پر اذان داخل مسجد اذان ہے خارج مسجد نہیں؟ نسائی شریف کی ایک روایت ہے۔

واتخذناهامسجدا فنادینا فیه بالاذان۔ اور ہم نے اس مقام کو مسجد بنایا اور اس میں ہم نے اذان دی۔ اس حدیث سے مسجد میں اذان دینا ثابت ہوا۔ سب سے پہلے اذان جو حضرت عبداللہ بن زید نے خواب میں دیکھنے کے بعد حضرت بلالؓ کو بتائی اس کے متعلق حضورؐ نے حضرت عبداللہ سے فرمایا:

فاخرج مع بلال الی المسجد فالقاها علیه ولینادبلال فانه الذی اندی صوتا منک قال فخرجت مع بلال الی المسجد فجعلت القیها علیه وهو منادی۔ (ابن ماجہ)

"بلال کے ساتھ مسجد میں جاؤ اور ان کو اذان کے الفاظ بتاؤ اور اذان بلال دیں اس لئے کہ ان کی آواز تم سے بلند ہے۔ کہا کہ میں بلال کے ساتھ مسجد میں گیا۔ میں ان کو بتانے لگا اور وہ اذان دینے لگے" (ابن ماجہ)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ کے حکم سے یہ اذان مسجد کے اندر ہوئی۔ غرض عام اذان کا مقصد اطلاع عام ہے اس لئے اس کا بلند جگہ پر ہونا بہتر ہے یہ بلند اور کھلی جگہ ایسی ہو جہاں سے اذان کی آواز آس پاس پھیلے خواہ داخل مسجد ہو یا خارج مسجد۔ فقہا نے لکھا ہے:

یوذن علی المئذنة او خارج المسجد۔ ''اذان خانہ پر اذان دے یا خارج المسجد۔

اذان خانہ'' یا خارج مسجد'' سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ اذان خانہ عام طور پر داخل مسجد ہی ہوتا تھا ورنہ یہاں خارج مسجد کا فقرہ بے معنی ہو جاتا ہے۔ شریعت کا اصل مقصد یہ ہے کہ اذان جو عام اعلان کے لئے ہے وہ ایسی جگہ ہو جہاں سے آس پاس اذان کی آواز پھیلے آواز بند یا محدود ہو کر نہ رہ جائے۔ اب یہ جگہ داخل مسجد ہو یا خارج مسجد اس کی کوئی اہمیت نہیں۔ ہاں مسجد کے ایسے حصہ میں جو بند ہو اذان دینا اس لئے مکروہ ہے اس سے اعلان عام اچھی طرح نہیں ہو سکے گا۔ اور آواز نہیں پھیلے گی۔ اس لئے نہیں کہ مسجد کے اندر ان الفاظ کا ادا کرنا بُرا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں فقہاء اذان کو مسجد کے اندرونی حصہ میں مکروہ قرار دیتے ہیں وہ خطبہ کی اذان کو عند المنبر، بین یدی الخطیب۔ ممبر کے پاس خطیب کے سامنے دینے کے لئے کہتے ہیں۔ یہ بات صاف کر دی گئی کہ پہلی اذان جو منار پر ہوئی اس سے اعلان عام پورے طور پر ہو گیا۔ اب خطبہ کے وقت کی اذان کا مصرف سوائے اس کے کچھ نہیں رہ گیا کہ مسجد میں آئے ہوئے لوگوں کو خطبہ کی اطلاع دینی ہے اس لئے داخل مسجد ہو گئی۔ آپ گھر کے اندر ہیں گھر کے اندر لوگوں کو اطلاع دینی ہے تو گھر سے باہر جا کر کیوں دیجئے۔ جب کہ یہ اعلان باہر کے لوگوں کیلئے ہے ہی نہیں۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

حضورؐ کے وقت جمعہ کے لئے ہی اذان ہوتی تھی یہ حدیث کی تمام کتابوں سے ثابت ہے اور اس کا وقت یہ بتایا گیا ہے کہ یہ اذان اس وقت ہوتی تھی جب حضورؐ ممبر پر جلوہ افروز ہوتے تھے۔ اس پر تمام محدثین کا اتفاق ہے۔ صرف ابوداؤد میں اذان کی جگہ کو بتایا گیا ہے اور وہ یہ ہے: بین یدی (سامنے) اور علی باب المسجد (مسجد کے دروازہ پر) غرض کہ روایت میں دو باتوں کی زیادتی ہوتی ہے مالکیوں کو چھوڑ کر بین یدی کی زیادتی کو پوری امت نے تسلیم کیا ہے۔ اس روایت میں ابو اسحٰق ایک راوی ہیں ان کو ضعیف بتایا جاتا ہے اور (علی باب المسجد) کو ان کے ضعیف کی وجہ سے بہت سے لوگ تسلیم نہیں کرتے ہیں۔ لیکن یہ مناسب نہیں معلوم ہوتا ہے کہ ایک زیادتی تو تسلیم کی جائے اور دوسری زیادتی کو نظر انداز کر دیا جائے۔ اس لئے مناسب یہی ہے کہ دونوں کو تسلیم کیا جائے۔ دوسری زیادتی علی باب المسجد کے فقرہ کی ہے۔ اب یہ سوال ہے کہ اس فقرہ کا مطلب کیا ہے اس کے صاف معنی ہیں مسجد کے دروازے پر۔ دروازہ پر سے یہ کہاں پتہ چلتا ہے کہ یہ اذان لازماً خارج مسجد ہوتی ہو۔ مسجد نبوی کی تعمیر کچی اینٹوں کی دیواروں سے ہوئی تھی اس لئے ''علی باب المسجد'' کا مفہوم مسجد سے باہر ثابت نہیں ہوتا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ دروازہ گھر میں داخل ہے یا خارج؟

ھدایہ ثانی کتاب الایمان میں ہے:

لان الباب لاحراز الدار وما فیھا فلم یبین (الباب) الخارج من الدار الخ
اس لئے کہ دروازہ گھر کی حفاظت کے لئے ہے اور اس میں جو کچھ ہے اس لئے دروازہ گھر سے خارج نہیں ہوگا۔

اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ باب گھر سے خارج نہیں ہے تو باب مسجد پر اذان مسجد ہی میں اذان شمار کی جائے گی نہ کہ خارج مسجد؟ پھر یہ کہا جائے گا کہ جمعہ کی یہی ایک اذان حضور کے وقت سے حضرات شیخین (حضرت ابوبکر و حضرت عمر) کے وقت تک ہوتی رہی اس سے عام اعلان مقصود تھا۔ اور ممبر اور خطیب کی نزدیکی بھی، اس لئے اس طرح اذان ہوتی تھی کہ خطیب کے سامنے بھی ہوا اور دروازہ پر اس لئے دی جاتی کہ باہر بھی آواز پھیلے، اس لئے کہ اس کے مخاطب داخل مسجد اور خارج مسجد سب ہی تھے ظاہر ہے کہ گنتی کے چند مسلمان تھے۔ کوئی بہت بڑی لمبی چوڑی مسجد تو تھی نہیں۔ اس لئے دروازہ پر موذن کھڑے ہوتے تو ممبر اور خطیب کی نزدیکی بھی ہوتی اس طرح عام اعلان بھی اسی اذان سے ہوتا تھا۔ لیکن جبکہ ایک اذان کا اضافہ اعلانِ عام کے لئے ہو گیا۔ جس کو تمام راوی علی المنار کہتے ہیں۔ تو اب خطبہ کی اذان کا کام عام اعلان کا رہا ہی نہیں۔ اس لئے حضرت عثمان کے وقت سے عندالمنبر اذان ہونے لگی۔ جس کا تذکرہ پہلے بھی ہو چکا۔ علامہ عینی نے صاحب ہدایہ کے قول کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ممبر کے سامنے اذان کا سلسلہ حضرت عثمانؓ کے وقت سے شروع ہوا۔ اس قول سے اس تاریخی حقیقت کا پتہ چلتا ہے کہ ان کے دور میں اذان ثانی کی جگہ میں تبدیلی ہوئی اور باب مسجد کے بجائے ممبر کے نزدیک ہونے لگی۔ اس لئے بہر حال خطبہ کی اذان ممبر سے نزدیک امام کے سامنے ہونی چاہئے جیسا کہ تمام عرب و عجم تمام سلف صالحین و اولیاء اللہ کا معمول رہا ہے کہ یہ اذان داخل مسجد ہی ہوتی رہی۔ پنڈوہ شریف کی ایک مسجد میں جو چھ سو سال سے بھی زیادہ قدیم ہے۔ اذان ثانی کے لئے باقاعدہ جگہ بنی ہوئی ہے جو ممبر کے قریب سامنے ہے اور داخل مسجد ہے۔ واللہ اعلم بالصواب!

المستفتی: محمد فیاض عالم ولی اللہی

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــــ ھوالھادی الی الحق والصواب ــــــــــ!

اذان ثانی کے متعلق چند مغالطوں کا جواب:

جواب مختصر تھا مگر مجیب غیر مصیب نے اسے باعث تطویل بنا دیا۔ اب اگر میں جواب الجواب کو بہت زیادہ سمیٹنے کی بھی کوشش کروں پھر بھی طوالت سے مفر نہیں۔ ویسے مجیب (محمد فیاض عالم ولی اللہی) کا جواب ہرگز لائق اعتناء نہیں تھا خصوصاً ادارۂ شرعیہ کے مرکزی دارالافتاء کیلئے جو اپنی بے پناہ مصروفیتوں کی وجہ سے ہمیشہ قل دلّ پر عمل کرتا ہے۔ لیکن مجیب کے بے تحاشے بانگ دہل تین درجن سے زائد دعواہائے بلا دلیل نے بے شمار فقہائے اسلام، ائمہ اعلام، صحابہ کرام، خلفائے عظام کے دامن تحقیق و عظمت کو تار تار کر دیا ہے یہاں تک کہ حضور رسول انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت مستمرہ کو انتہائی بے دردی سے مسخ کر کے پیش کیا ہے، "العیاذ باللہ تعالیٰ" اس لئے مجیب کے جواب کی جانب توجہ کرنی پڑی مجیب نے امت مسلمہ کو درجنوں مغالطے دیا

ہے جس میں پہلا مغالطہ یہ ہے کہ عند المنبر، بین یدی المنبر، بین ید الخطیب کے معنی ممبر کے پاس اور خطبہ دینے والے کے نزدیک، لکھ مارا ہے اور اس معنی کو ایسا حتمی معنی قرار دیا کہ ان کے دوسرے معنی متصور ہی نہ ہو سکیں چہ دلاور است کہ وزدے بکف چراغ دارد، حالانکہ مذکورہ تینوں الفاظ کا مفاد و منشاء صرف رُبرو و سامنے کے ہے قُرب وبعد وغیرہ کے معنی قرائن خارجیہ ہی سے متعین کئے جاسکتے ہیں۔ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی اپنی کتاب ''مالا بد منہ'' کے ص ۲۹ پر فرماتے ہیں: ''چوں امام بر منبر نشیند اذان دویم روبروئے او گفتہ شود (امام جب منبر پر بیٹھے تو اذان ثانی اس کے سامنے کہی جائے۔) یعنی قاضی صاحب نے عند اور بین یدی کا ترجمہ روبرو کیا لیکن مجیب مذکور نے اسے پاس اور نزدیک سے مقید کر دیا۔ کیا فارسی زبان میں پاس اور نزدیک کے لئے روبرو کے علاوہ کوئی دوسرا لفظ وضع نہیں ہوا ہے۔

حضرت علامہ جامی قدس سرہ السامی شرح جامی میں لفظ عند اور لدی و لدن میں فرق معنی یوں بیان فرماتے ہیں: کلها موضوع معنی عندو الفرق انه يقال "المال عند زيد" فيمايحضر عنده ومافی خزانه وان كان غائباً عنه ولايقال لدى زيد اور لدن زيد الا فيمايحضر عند۔'' یعنی عربی زبان میں عند، لدی اولدن ایک ہی معنی کے لئے بنائے گئے ہیں لیکن جب انہیں جملوں میں استعمال کئے جائیں تو اس کے معنوی فرق ظاہر ہوتے ہیں۔ مثلاً اگر کہا جائے کہ ''المال عند زيد '' تو اس سے ہر وہ مال مراد ہوگا جس پر از روئے شرع زید کا تصرف جائز ہے خواہ وہ مال اس کے پاس موجود ہو یا غائب ہو، اس کی جیب میں ہو یا خزانہ میں ہو اور جب ''المال لدى زيد ''، یا ''المال لدن زيد '' کہا جائے تو اس سے صرف وہی مال مراد ہوگا جو اس کے پاس موجود ہے۔ علامہ جامی علیہ الرحمہ کی اس تشریح سے واضح ہوا کہ لفظ عند کے معنی کو قریب و نزدیک کے لئے مقید کر دینا بے بصری اور علمی فقدان کا نتیجہ ہے۔

مجیب کے مغالطہ کا دوسرا لفظ بین یدی ہے جس کو قریب کے معنی میں اس نے حصر کیا ہے۔ (۱) فتوحات الٰہیہ میں سورۂ سبا کی تفسیر میں ہے ''مابين يدى الانسان هو كل شئى يقع نظره عليه من غير ان يحول وجهه اليه الخ''۔ یعنی ہر انسان کا بین یدی وہ ہے جس پر کہ اس کی نگاہ پڑ رہی ہے اور اس کے دیکھنے کے لئے چہرہ اِدھر اُدھر پھیرنا نہیں پڑتا ہے۔'' (۲) آیۃ الکرسی شریف میں جو ''یعلم ما بين ايديهم '' ہے اس کی تفسیر عنایۃ القاضی میں ہے: الحاضر يعبر عنه بذلک یعنی جو حاضر و موجود ہے اس کو بین یدی کہا جائے گا۔ (۳) تفسیر جمل میں اس کی تفسیر یوں ہے: ای ماهو حاضر مشاهدٌلهم یعنی ہر وہ چیز جو حاضر یا پیش نظر ہو۔'' (۴) پھر تکملۂ مجمع الاخبار میں ہے: فعلت بين يديک ای بحضرتک الخ یعنی ایک آدمی نے کسی دوسرے سے کہا کہ ''یہ کام میں نے تمہارے بین یدی کیا ہے۔ تو اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ تمہاری موجودگی میں کیا ہے۔ ان تفاسیر کی روشنی میں معلوم ہوا کہ لفظ بین یدی کی بنیاد پر سامنے کی کسی چیز کو کھینچ کر اتنا قریب نہیں کیا جاسکتا ہے جتنا قریب آج کل کی اذان ثانی منبر سے ہے۔ يَعْلَمُ مَابَيْنَ اَيْدِيْهِمْ (قرآن پاک) کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ جو چیزیں ہم سے اس قدر قریب ہیں جس قدر اذان ثانی منبر سے بس انہیں چیزوں کو خدا جانتا ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) اور جو گز دو گز دور ہوگئی اس سے وہ ذات عالم الغيب و الشهادة صفات معاذاللہ بے خبر ہے۔

قرآن شریف میں بین یدی متعدد جگہوں میں آیا ہے لیکن مجیب کے معنی محصور میں نہیں بلکہ معنی مشہود میں۔

(۲) فرمایا مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ الخ (البقرہ:۹۷) ''اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتا'' (ترجمہ کنزالایمان)

(۳) پھر ارشاد ہوا: مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ الخ. (آل عمران:۵۰) ''تصدیق کرتا آیا ہوں اپنے سے پہلی کتاب توریت کی'' (ترجمہ کنزالایمان) ظاہر ہے کہ توارات وانجیل اور قرآن شریف کے نزول میں ہزاروں برس کا فاصلہ ہے مگر ان میں سے ہر ایک دوسرے کے لئے بین یدی کے اعتبار سے مصدق ہیں ویسے ہی نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انبیاء مرسلین سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے بین یدی کے اعتبار سے مصدق ہیں۔

(۴) قیامت کی آمد کو حضور نبی کریم علیہ التحیہ والتسلیم کے زمانۂ بعثت کے مقابلہ میں بین یدیہ فرمایا گیا ''اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ (سبا:۴۶) ''وہ تو نہیں مگر تمہیں ڈرسنانے والے ایک سخت عذاب کے آگے۔'' (ترجمہ کنزالایمان) حالانکہ چودہ سو سال سے زائد کا زمانہ گذر گیا اور ابھی تک قیامت کا پتہ نہیں۔

(۵) شیاطین واجنہ حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام کے دور گرامی میں مختلف مقامات پر عمارتیں بناتے، سامان حرب وضرب تیار کرتے اور لگن وغیرہ گاڑھا کرتے مگر ان کے کام کو قرآن عظیم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے بین یدیہ کہا ''وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ. (سبا:۱۲) ''اور جنوں میں سے وہ جو اس کے آگے کام کرتے اس کے رب کے حکم سے۔'' (ترجمہ کنزالایمان) تو کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ یہ سارے کام حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام سے اتنے قریب ہوتے تھے جیسے اذان ثانی میں آج کل مؤذن امام سے قریب ہوتا ہے۔

(۶) احادیث صحیحہ کی روشنی میں ہم سے آسمان کی دوری پانچ سو برس کی راہ ہے لیکن قرآن حکیم میں آسمان کی مسافت بعیدہ کو بھی بین یدیہ فرمایا گیا؛ اَفَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ الخ. (سبا:۹) ''تو کیا انہوں نے نہ دیکھا جو ان کے آگے اور پیچھے ہے آسمان اور زمین'' (ترجمہ کنزالایمان) ان آیات وتفاسیر اور قواعد عربیہ نیز لغوی اعتبار سے معلوم ہوا کہ بین یدی کا لفظ ہمیں مجبور نہیں کرتا ہے کہ اس کے معنی خواہ مخواہ ایسا قریب تر کے لیا جائے جیسا خطیب ومؤذن کی قربت۔ یعنی بین یدی کا لفظ قرب وبعد کی کسی مقدار پر دباؤ نہیں ڈالتا ہے اور نہ اضافت کے سبب سے [illegible] ہے ہاں اگر قرائن خارجہ موجود ہوں تو اس کی حد بندی ہوسکتی ہے مثلاً رأیت بین یدی الی السماء (میں نے کسی چیز کو اپنے سامنے آسمان کی طرف دیکھا) اگر ہم چاہیں تو اسی جملہ کو علی السطح کے ساتھ مقید کر کے معنی متعین کر سکتے ہیں اب اس کے معنی صرف یہ ہوں گے کہ ''سامنے آسمان کی طرف میں نے ضرور دیکھا مگر چھت پر دیکھا۔'' ـــــ بین یدیہ کی وجہ سے کھینچ تان کر اس کا معنی جوف فلک میں داخل نہیں کیا جاسکتا ہے اسی طرح اس مثال کا عکس بھی۔ لہٰذا مجیب کا یہ مغالطہ کہ عند اور بین یدی کا معنی نزدیک، پاس اور سامنے بمعنی قریب ہی ہے انتہائی گمراہ کن اور لغات عربیہ میں بدترین مداخلت ہے۔ ''اعاذنا اللہ تعالیٰ وایاکم''

دوسرا مغالطہ مجیب نے یہ دیا کہ حضور کے وقت مسجد کی چھت پر اذان ہوتی تھی ''الاحسان والحفیظ'' ''آج کا کم پڑھا لکھا

بلکہ ان پڑھ مسلمان بھی اس تاریخی حقیقت کے اجمال سے واقف ہے کہ مسجد نبوی کھجور کے ستونوں پر بنی تھی اس کی چھت نہ مٹی کی تھی نہ اینٹوں کی اور نہ ہی لوہے اور سیمنٹ کی بلکہ شبنم و دھوپ سے بچاؤ کیلئے اس کی چھت کھجور کی ٹہنیوں اور پتیوں سے ڈھانک دی گئی تھی۔ "عن ابن عمر قال ان مسجدالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کانت سواریۃ علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من جزوع النخل اعلاہ مظلل بجریدالنخل ثم انھانخرت فی خلافۃ ابی بکر فبناھابجذوع النخل وبجریدالنخل ثم انھانخرت فی خلافۃ عثمان فبناھابالآجر فلم تزل ثابتۃ حتی الآن (رواہ ابوداؤد) " ترجمہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مسجد نبوی کے ستون رسول پاک کے زمانے میں کھجور کی لکڑی کے تھے اور چھت پر سایہ کر دیا گیا تھا، کھجور کی شاخوں سے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں وہ گل گئیں انہوں نے کھجور کی اور نئی لکڑیاں لگائیں پھر وہ بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں گل گئیں انہوں نے مسجد کو پکی اینٹوں سے بنایا وہ اب تک قائم ہے۔"

ایسی صورت حال میں اس چھت پر حضرت سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کھڑا ہونا ہی کب ممکن تھا کہ اس پر باضابطہ زوردار آواز میں اذان دینے لگے؟ کسی نے سچ ہی کہا ہے کہ "ایک جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لئے سینکڑوں جھوٹ بولنے پڑتے ہیں۔" مجیب نے اس سلسلہ میں شامی کی ایک عبارت توڑ مروڑ کے پیش کی ہے حالانکہ اسی عبارت میں "قدرفع لہ شی فوق ظھرہ" (اس پر کچھ اونچی جگہ بھی بنادی گئی) موجود ہے جو مجیب کے دعوے کے بطلان کو کافی ہے اگر مجیب غور وفکر کرتا کہ مسجد کی چھت کے ہوتے ہوئے اس پر اونچی جگہ بنانے کی کیا ضرورت پیش آئی تو شاید وہ اس عقدہ کو حل کر لیتا مگر یہ توفیق ایزدی ہے جو ہر شخص کو نصیب نہیں ہوتی ہے بات یہ ہے کہ صحن مسجد کے بعد جو جگہ جوتا چپل اتارنے کی ہے اگر چہ وہ مسجد کی معروف چہار دیواری کے اندر ہو شرعاً وہ خارج مسجد ہے اسی طرح وضو خانہ، غسل خانہ، استنجاخانہ، امام و مؤذن کی قیامگاہ، اصل مسجد کی دیواریں، دروازے ستون، کھڑکیاں وغیرہم نیز کسی جگہ یا مکان کا حکم مسجد میں ہونا اور بات ہے اور اس کا بعینہٖ مسجد ہو جانا اور بات ہے مثلاً نماز جنازہ کلیۃً مسجد میں ہونا جائز نہیں ہے لیکن کوئی جگہ اگر نماز جنازہ کے لئے خاص کر لی جائے تو فقہاء کرام کے نزدیک وہ جگہ مسجد کے حکم میں ہے عالمگیری، ص ۱۰۳۱ ج ۲ میں ہے: المتخذ لصلوٰۃ الجنازۃ حکمہ حکم المسجد۔ تو کیا صرف حکم مسجد میں ہونے کے سبب سے کوئی مفتی یہ فتویٰ دے دیگا کہ اس میں نماز جنازہ ناجائز ہے "حاشا و کلا ایسی جرأت وہی کر سکتا ہے، جس کو خوف خدا اور خیال آخرت نہ ہو صرف دنیاوی طمع پیش نظر ہو۔ مجیب نے بڑی دیدہ دلیری سے مولانا عبدالحی لکھنوی کے "سعایہ" سے چستیاں پیش کیا "سعایہ ص ۱۹، ج ۲" کی یہ عبارت انہیں نظر نہیں آئی کہ ان الاذان فی زمنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کان علی اسطوانۃ فی دارعبداللہ بن عمر التی فی قبلۃ المسجد (زمانۂ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے گھر کے منڈیرے پر اذان ہوتی تھی جو مسجد نبوی کی جانب واقع تھا یا اسی "سعایہ" کی یہ حدیث دیکھ لیتے" عن نافع عن بن عمر قال کان بلال یوذن علی منارۃ فی دار حفصۃ ابنۃ عمر التی تلی المسجد الخ (حضرت نافع نے حضرت عبداللہ ابن عمر سے روایت فرمایا کہ حضرت بلال، اُمّ المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر کے مینارے پر اذان دیتے تھے جو مسجد سے متصل تھا)

اسی طرح مکان کا وہ گوشہ جہاں عورتیں نماز پڑھتی ہیں عندالشرع جماعت مسجد کی طرح ہیں عالمگیری ص ۲۰۹ فتلک البقعة فی حقها کمسجد الجماعة بها. تعجب ہے کہ مجیب عبارت شامی کو خود تو نہیں سمجھ سکا لیکن بے بنیاد دعویٰ کی دلیل میں لکھ مارا۔ مجیب کا یہ دعویٰ ہے کہ مسجد نبوی کی تعمیر سے پہلے ام زید بن ثابت کے مکان کی چھت پر اذان ہوتی تھی مگر مسجد نبوی بن جانے کے بعد وہ اذان مکان کی چھت سے مسجد کی چھت پر منتقل ہوگئی۔ اور عبارت یہ نقل کی۔ کان بیتی اطول بیت حول المسجد فکان بلال مؤذن فوقه الخ ۔ بالفرض اگر اُس وقت مسجد نبوی بنی ہی نہیں تھی تو ام زید رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے گھر کو مسجد کے قریبی گھروں میں سب سے زیادہ کشادہ کیونکر فرمایا۔ خود مجیب کی نقل کردہ عبارت بول رہی ہے کہ مسجد نبوی کی موجودگی کے باوجود اذان مسجد میں نہیں بلکہ دوسری جگہ ہوتی تھی۔ کاش ''سعایہ'' کے چیستاں کے ساتھ اگر مجیب نے سعایہ کے باب الاذان کو دیکھ لیا ہوتا تو اس کا جواب ناصواب چیستاں نہ بنتا۔ ''سعایہ باب الاذان میں ہے مولینا عبدالحی لکھنوی نے ''وفاء الوفا باخبار دار المصطفیٰ'' کے باب رابع سے نقل کیا'' یظهر من سیاق ماتقدم ان اول جعل المنارات فی المسجد کان فی زیادة الولید فی المسجد النبوی ویشهد لذلک ماروا ه ابن اسحق وابو داؤد والبیهقی ان امرأة من بنی النجار قالت کان بیتی من اطول بیت حول المسجد وکان بلال یوذن علیه کل غداة فیاتی بسحر فیجلس علی البیت ینتظر الفجر الحدیث ۔'' (گذشتہ حالات سے ظاہر ہوتا ہے کہ پہلے پہل مسجدوں میں جو مینارے بنائے گئے خواہ مسجد نبوی میں وہ اضافہ ولید کا تھا اور اسکی شہادت کے لئے وہ روایت کافی ہے جو ابوداؤد و بیہقی نے ابن اسحٰق سے کی ہے کہ بنی نجار کی ایک عورت (ام زید بن ثابت) نے کہا کہ میرا گھر مسجد نبوی کے قریب سب گھر سے زیادہ کشادہ تھا اور حضرت بلال ہر صبح میں اس پر اس طرح اذان دیتے تھے کہ صبح سویرے تشریف لاتے اور گھر پر بیٹھ کر وقت فجر کی انتظاری کرتے۔'' تا اینکہ فجر کی اذان دیتے'') یہ روایت صاف صاف بتلا رہی ہے کہ مسجدوں میں منارہ بننے سے پہلے مسجد میں نہیں بلکہ دوسری جگہ اذان ہوتی تھی اور منارہ بن جانے کے بعد اذان دوسری جگہوں سے منارہ پر منتقل کر لے آئے۔ لہٰذا مجیب کا یہ مغالطہ بھی قطعاً کام نہیں آیا کہ حضور کے وقت مسجد میں اذان ہوتی تھی۔

مجیب کا تیسرا مغالطہ یہ ہے کہ اذان کے کلمات ذکر الٰہی ہیں لہٰذا شرعاً اس کا مسجد میں ہونا مکروہ و ممنوع نہیں بلکہ محبوب و مطلوب ہے۔'' سبحان اللہ برین عقل و دانش بباید گریست۔ کیا یہ ضروری ہے کہ ذکر الٰہی کسی وجہ خارج کی وجہ سے بھی مسجد میں مکروہ نہ ہو؟ اگر یہی بات ہے تو بتایئے کہ ثنا شریف، درود شریف اور دعاء استغفار، ذکر الٰہی ہے یا نہیں اگر ہے اور یقیناً ہے تو نماز جنازہ بلا کراہت مسجد جماعت میں ہونے کا فتویٰ صادر کیجئے اور بے عذر اس کے جواز کا حکم دیجئے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ وصلوٰة الجنازة فی المسجد الذی یقام فیه الجماعة مکروه الخ. ''مسجد جماعت میں نماز جنازہ مکروہ ہے۔'' کی واضح صراحت کے ہوتے ہوئے آپ ایسی جرأت نہیں کریں گے۔ ممکن ہے آپ یہ کہیں کہ یہ کراہت کلمات ذکر کی وجہ سے نہیں بلکہ کسی اور وجہ سے ہے، جس سے مسجد کی قرار واقعی پاکیزگی کے مجروح ہونے کا اندیشہ ہے، تو خود بتایئے مقدمہ ثانیہ میں تو یہ احترام مسجد مقصود مگر مقدمۂ اولیٰ میں یہ احترام کیوں مفقود ہوگیا؟

اللہ رے خودساختہ قانون کا نیرنگ + جوبات کہیں فخر وہی بات کہیں ننگ؟

اذان کے کلمات صرف ذکرالٰہی کے لئے استعمال نہیں کئے جاتے ہیں بلکہ اس کا اصل مقصد اعلان عام ہے اور اعلان عام کے لئے زوردار آواز کا ہونا امر بدیہی ہے اسی لئے اس خدمت پر حضرت بلال مامور فرمائے گئے۔ البنایہ شرح ہدایہ ص ۵۴۵، ج۱ میں ہے: وفی حدیث عبداللہ بن زید القه علی بلال فانه اندی صوتامنک ولان المقصود منه الاعلام وهواتم فیه الخ۔ ''نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عبداللہ بن زید سے فرمایا کہ بلال کو کلماتِ اذان سکھاؤ کیونکہ وہ تم سے زیادہ بلند آواز ہیں اور اس لئے کہ اذان کا اصل مقصد اعلان عام ہے۔ اور یہ صلاحیت ان کی آواز میں بتمام وکمال موجود ہے'' اور المبسوط ص ۱۲۹، ج۱ میں ہے: بحدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنه ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم امربلالاً ان یشفع الاذن ویوتر الاقامة ولان الاذان للاعلام فمع التکرار ابلغ فی الاسلام الخ۔ (حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو حکم دیا کہ بخلاف اقامت اذان کے کلمات کو دُہرا دُہرا کر پکاریں کیونکہ اذان کا اصل مقصد اعلانِ عام ہے اور دُہرانے سے اعلان خوب اچھا ہوتا ہے) ان دونوں حدیثوں سے ظاہر ہوگیا کہ اذان کا اصل مقصد ذکرالٰہی نہیں بلکہ اعلام ہے اب اگر اعلان حق کے صلہ میں ذکرالٰہی کا خوب خوب ثواب بھی مل جائے تو منعم حقیقی کے دربار میں کس چیز کی کمی ہے؟ وفی الحدیث یشهد للمؤذن من سمع صوته اویستغفر للمؤذن مدی صوته اھ المبسوط ص ۱۳۸، ج۱ (جو بھی مؤذن کی آواز سنتا ہے وہ اس کے اعلان حق کی گواہی دیتا ہے یا جہاں تک مؤذن کی آواز پھیلتی ہے وہاں تک ہر چیز اس کے لئے استغفار کرتی ہے) ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ. (مائدہ:۵۴) ''یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے۔'' (ترجمہ کنزالایمان) اور جب اس کا اصل مقصد اعلان عام ہے تو مسجد میں گنگنانے سے کیا ہوگا؟ اس لئے تو فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ اذان ایسی جگہ ہو جہاں سے اڑوس پڑوس کے لوگ اچھی طرح سن سکیں۔ عینی شرح ہدایہ ص ۵۴۵ ج۱ میں ہے: ولهذا کان الافضل ان یوذن فی موضع یکون اسمع بجیران کالماذنة الخ وجاء فی الحدیث ابی محذورة ارفع من صوتک ومد من صوتک الخ. وقال العلامة العینی. ان یرتفع المؤذّن صوته ''(مستحب یہ ہے کہ اذان ایسی جگہ دی جائے جہاں سے پڑوسی اچھی طرح سُن سکیں مثلاً اذان خانہ سے، اور حدیث پاک میں ابومحذورہ سے روایت ہے کہ اپنی آواز کو اذان میں بلند کرو اور پھیلاؤ، پھر علامہ ابومحمد محمود احمد بن العینی المعروف قاضی بدرالدین نے فرمایا کہ مؤذن اپنی آواز کو خوب بلند کرے)

جب اذان میں مطلقاً آواز کو بلند کرنے کا حکم شرعی موجود ہے تو اب صرف یہ دیکھنا ہے کہ مسجد کے اندر آواز کا بلند کرنا مشروع ہے یا نہیں؟ کیا بے وجہ سرور کائنات علیہ التحیہ والتسلیمات اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین دوسروں کے گھروں پر یا باب مسجد پر اور بازاروں میں اذان دلواتے رہے یا اس میں کچھ شرعی وجوہ بھی ہیں؟ عن مالک قال بنی عمر رحبة فی ناحیة المسجد تسمی البطیحاء وقال من یرید ان یلغط اوینشد شعراء اویرفع صوته فلیخرج الی هذه الرحبة رواه فی المؤطا (حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بطیحا نام کا ایک چبوترہ بنایا اور حکم دیا کہ جو بات چیت کرنا چاہے یا غیر نعتیہ شعر گنگنانا چاہے یا آواز بلند کرنا چاہے اسے چاہیے کہ اس چبوترہ پر چلا جائے) (۲) عن عبیداللہ بن حفص مرسلاً قال من اجاب

داعی الله و احسن عمارة مساجدالله کانت تحفته بذلک من الله الجنة قیل یارسول الله ماحسن عمارة المساجد قال لایرفع فیها صوت ولا یتکلم فیها بالرفث رواہ ابن المبارک ۔(سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جوداعیٔ حق کی آواز پر لبیک کہے اور خانۂ خدا کو اچھی طرح آباد کرے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا صلہ جنت ہے۔عرض کیا گیا کہ خانۂ خدا کو اچھی طرح آباد کرنے کا کیا مقصد ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ خانہ خدا میں آواز بلند نہ کی جائے اور نہ ہی اس میں بیہودگی کی بات کی جائے)۔(۳) عن واثلة......قال جنبو امساجدناصبیانکم و مجانینکم و شراء کم و بیعکم و خصوماتکم و رفع اصواتکم رواہ ابن ماجه ۔(رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا اے لوگوں ہماری مسجدوں کو اپنے بچوں، پاگلوں، خرید وفروخت، جھگڑوں اور بلند آوازی سے محفوظ رکھو)ان احادیث کریمہ نیز دیگر احادیث میں اس بات کی شہادتِ کافیہ موجود ہے کہ مسجدوں میں مطلقاً آواز بلند کرنے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا گیا ہے اب اگر اذان کا مقصد صرف ذکر الٰہی ہوتا تو یقیناً اس کا داخل مسجد ہونا مطلوب و محبوب ہوتا مگر اس میں ذکر الٰہی کا ہونا امر آخر اور ضمنی ہے اصل مقصد اس کا آواز کو شہ زوری سے بلند کرنا ہے تا کہ اعلان تام ہو سکے تو اس بلند آوازی کو مسجد میں بلا کراہت کوئی کیسے جائز رکھے گا؟ اسی لئے فقہاء عظام نے صیغۂ نفی کے ساتھ مسجد میں اذان دینے کی ممانعت فرمائی ہے کماسیاتی۔

مجیب نے **چوتھا** مغالطہ یہ دیا ہے کہ اقامت فی الحقیقت اذان ہی ہے اور جب اقامت مسجد میں ہوتی ہے تو اذان بھی مسجد ہی میں ہونی چاہیے۔یہ جناب مجیب کی شان اجتہادی ہے جو انہیں کو زیب دیتی ہے۔یہ وہ جرأت ہے کہ جس کی جانب محدثین کرام حفاظ حدیث اور فقہاء کے بہت سے گروہ کو بھی پیش قدمی کی ہمت نہیں ہوئی مگر آنجناب ہیں کہ جس مسئلہ کو چاہیں جس پر قیاس کرلیں۔

گر ہمیں ست مکتب وملا ÷ کار طفلاں تمام خواہد شد

کہیں یہ لکھ مارا کہ معتکف اگر اذان خانہ پر جائے تو اس کا اعتکاف باطل نہیں ہوگا۔لہٰذا اذان خانہ بھی مسجد ہی ہے لیکن یہ نہیں سوچا کہ معتکف اگر وضو یا استنجا کے لئے وضو خانہ یا استنجا خانہ میں جائے تو کیا اس کا اعتکاف باطل ہوجائے گا۔اور جب اعتکاف باطل نہیں ہوگا تو ان مقامات کو بھی مجیب کے قیاس کے مطابق اندرون مسجد قرار دینا ہوگا۔العیاذ باللہ تعالیٰ۔فاذا خرج لبول اوغائط لاباس بان یدخل بیته ویرجع الی المسجد کمافرغ من الوضوء. ''جب معتکف پیشاب و پاخانہ کے لئے نکلا تو کوئی حرج نہیں کہ اپنے گھر جائے اور پھر مسجد لوٹ آئے جیسے کہ وضو سے فارغ ہوکر۔'' (فتاویٰ ہندیہ، ص ۲۱۰)

مجیب نے اپنے اس مغالطہ میں عوام کو پھانسنے کے لئے ایک چیستاں سنایا ہے اور چیستاں کی اس عبارت ''لانه کالاقامة لاعلام الحاضرین'' سے استناد کیا ہے حالانکہ سعایہ کی اس عبارت کا صرف یہ مقصد ہے کہ جیسے اقامت حاضرین مسجد کی اطلاع کے لئے ویسے ہی اذان خطبہ بھی حاضرین مسجد کی اطلاع کے واسطے ہے'' لیکن اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ جو جگہ اقامت کے لئے ہے وہی جگہ اذان خطبہ کے لئے بھی ہونی چاہیے؟ اور اگر بالفرض اس قیاس و تاویل کو مان بھی لیا جائے تو یہ خود مجیب کے دعوے کے خلاف ہے کہ مجیب بین یدی کا یہ معنی مدعی ہے کہ خطیب کے سامنے منبر کے قریب ہو۔حالانکہ اقامت یا

تو امام کے ٹھیک پیچھے یا دائیں بائیں ہوتی ہے اور اگر وہی جگہ اذان خطبہ کے لئے مقرر کی جائے تو خطیب یا ممبر کے سامنے ہرگز نہیں ہوگی بلکہ دائیں جانب ہوگی اور یہ مجیب کے حق میں بھی مفید نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ قیاس مع الفارق کا نتیجہ ہے، جس کتاب کی چیستاں عبارت سے مجیب نے قیاس کیا اگر وہ اسی کتاب کی اسی روشن عبارت کو روی عن ابن عمر عن ابن بردة الاسلمی قال من السنة الاذان فی المنارة والاقامة فی المسجدالخ ۔ (حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت ابو بردہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ ''سنت یہ ہے کہ اذان منارہ پر ہو اور اقامت مسجد میں) دیکھتے تو اس مصیبت میں مبتلا نہ ہوتے لیکن بہت سے حضرات اپنی فطرت کے لحاظ سے حق نگر نہیں بلکہ حق پوش ہوتے ہیں اور ایسے موقع پر رسم ورواج کے سامنے سپر ڈال دیتے ہیں حالانکہ اہل علم کی یہ عظیم ذمہ داری ہے کہ منکرات شرعیہ کو بزور روکیں خواہ اپنے گھر میں ہو یا دوسروں کے گھر میں اگر عملاً روکنے کی طاقت نہیں ہے تو اس کے خلاف قلم اٹھائیں اور اس وقت تک قلم چلاتے رہیں جب تک اس کا قلع قمع نہ ہو جائے اور اگر بالفرض اتنی بھی ہمت وجرأت نہ ہو تو خاموشی کے ساتھ علیحدہ ہو جائے مگر اسے بُرا ضرور جانے، من رای منکم منکرا فلیغرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان. ''جو کسی ناجائز بات کو دیکھے تو اس کو ہاتھ سے روکے اگر اس کی طاقت نہیں رکھتا ہے تو زبان سے منع کرے اگر اس کی طاقت نہیں تو دل سے برا جانے اور یہ ایمان کا کمزور حصہ ہے۔ (الحدیث)

اب آیئے! اس حقیقت کو بھی واشگاف کئے ہی دیتا ہوں کہ اقامت کن وجہوں سے اذان کے مثل ہے۔ مجیب نے عینی کا حوالہ دیا ہے تو امید ہے کہ انہوں نے عینی کو دیکھا بھی ہوگا لیجئے عینی جلد اول ص ۶۳ کی یہ روشن و تابناک عبارت پڑھئے اور مجیب کی دیانت پر ماتم کیجئے۔ ''والاقامة مثله ''ای مثل الاذان فی عددالکلمات وفی السنیة وتربیع التکبیرفی مشروعه وکراهیة اللحن فیه ''(اقامت اذان کے مثل ہے کلمات کی تعداد اور سنت ہونے کے اعتبار سے اور اس کے شروع میں چار چار تکبیروں کی حصہ سے نیز لحن کے مکروہ ہونے کے اعتبار سے) ذرا قاضی بدرالدین عینی سے پوچھ لیجئے کہ جہاں اذان واقامت کی نصف درجن مشابہت آپ نے بیان کی ہے وہاں مجیب مذکور کی صرف ایک وجہ مشابہت کو کیوں فراموش کردیا اور اگر صریح طور پر جگہ کی مشابہت کا ذکر نہیں کیا تو کم از کم اخیر میں ''وغیرہ'' ہی کا لفظ بڑھا دیتے تاکہ بیچارے مجیب کو کھینچ تان کر اپنے حصول مقصد میں کامیابی ہوتی۔ تو یہی علامہ عینی ''البنایہ شرح ھدایہ ص ۵۴۵ ج ۱ میں محققانہ شان سے جواب دیتے ہوئے نظر آئیں گے۔ الاذان فی المنارة والاقامة فی المسجد رواہ ابو الشیخ الاصبهانی ۱۵ (اذان منارہ پر کہنا سنت ہے اور اقامت مسجد میں) پھر میں اقامت کو من کل الوجوہ اذان کے مثل کہہ کر سنت نبوی کی مخالفت کیوں کروں یہ تو ان کا حصہ ہے جن کی قسمت میں ازل ہی سے محرومی لکھی ہے علامہ عینی نے ''الاقامة مثله '' کہہ کر یہ بات واضح کردی کہ اقامت اصل اذان نہیں بلکہ مثل اذان ہے اور مثلیت میں تمام صفات کی مشابہت مقصود نہیں ہوتی ہے پھر بھی مجیب نے اقامت کو فی الحقیقت اذان ہی ہونے کا صرف اس واسطے دعویٰ کیا کہ اذان کا داخل مسجد ہونا ثابت ہو جائے، لیکن افسوس یہ ہے کہ بیچارے کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے ہیں۔ علامہ ابوبکر محمد بن ابی سہل السرخسی اپنی کتاب المبسوط ص ۱۳۲، ج ۱ میں فرماتے ہیں ''قال ویوذن المسافر راکباً ان شاء...... وقال،

وینزل للاقامة ، لان الاقامة یتصل بها الصلوٰۃ و انما یصلی علی الارض فینزل للاقامۃ لهٰذا اہ ۔(حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ اگر مسافر چاہے تو بحالت سواری ہی اذان دیدے اور یہ بھی فرمایا کہ اقامت کے لئے سواری سے اُتر آئے یہی میرے نزدیک پسندیدہ تر ہے۔ علامہ سرخسی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ "اقامت چونکہ نماز سے متصل ہے اور نماز زمین پر ہی پڑھی جاتی ہے اس واسطے اقامت کہنے کے لئے سواری سے اُتر آئے) یہ سب حضرات اذان واقامت میں ہزار فرق بیان فرمائیں اور احادیث مبارکہ سے امتیاز کا اثبات پیش کریں مگر مجیب صاحب کی وہی ایک رٹ ہے کہ "اقامت فی الحقیقت اذان ہی ہے" اگر یہ مجیب کی خودرائی ورسم پروری نہیں تو اور کیا ہے۔ العیاذبالله تعالیٰ!

مجیب کا پانچواں اور اہم مغالطہ یہ ہے کہ "اذان ثانی کا ممبر کے قریب داخل مسجد ہونا عرب وعجم کے نزدیک متفق علیہ بلکہ اس پر اجماع امت ہے۔" اور اس سلسلہ میں مجیب نے ہدایہ اور شامی کی دوعبارتیں نقل کی ہے (۱) اذا صعد الامام المنبر وجلس اذان المؤذن بین یدی المنبر بذلک جری التوارث (۲) یوذن ثانیا بین الخطیب قال الشامی ای علی سبیل السنۃالخ۔

غور کیجئے تو مجیب نے بین یدی المنبر اور بین یدی الخطیب کے دولفظوں سے دومغالطہ دیا(۱)منبر کے قریب اذان کا ہونا (۲) داخل مسجد اذان کا ہونا، بین یدی کے معنی اگر مجیب کے حسب مرضی قریب کے بھی مان لیا جائے تو اس قریب سے کیا مراد ہے آیا امام سے گز دوگز کی قربت یا میل دومیل کی قربت؟ کیونکہ قرب وبعد دونوں امور اضافیہ ہیں اور نسبت کے اعتبار سے قرب وبعد کا اطلاق ہوتا ہے مثلاً کہا جائے کہ ستارے قریب ہیں یا بادل تو جواب یہی ہوگا کہ بادل قریب ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوگا کہ بادل اپنی دوریٔ مسافت سے اتر کر ہمارے نزدیک اس طرح آ گیا جیسے آج کل خطیب سے مؤذن۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ستارے کی نسبت دوری کے اعتبار سے بادل ہم سے زیادہ قریب ہے۔ اسی طرح اذان زوراء یا اذان منارہ کے اعتبار سے اذان خطبہ یقیناً قریب ہے لیکن اس کی حد بندی قیاس وگمان اور رسم ورواج سے نہیں بلکہ قرائن خارجیہ سے ہوسکتی ہے۔ اور شرع شریف میں اس کا قرینہ بلکہ صراحت موجود ہے۔ لایوذن فی المسجد (مسجد میں اذان نہ دی جائے) علی باب المسجد (اذان ثانی مسجد کے دروازہ پر ہوتی تھی) اس کے باوجود بھی اگر کوئی اصرار کرتا ہے کہ بین یدی سے مراد امام سے ہاتھ دو ہاتھ کا فاصلہ ہے تو یہ اس کی ہٹ دھرمی ہی کہلائے گی۔

یہ تو رہا پہلے مغالطہ کا حال لیکن دوسرا مغالطہ کہ "اذان کے داخل مسجد ہونے پر اجماع امت ہے" اتنا بڑا سیاہ جھوٹ ہے جس کی مثال ملنی مشکل ہے زیادہ سے زیادہ "مجوزین الاذان فی داخل المسجد" نے معنوی تغیرات اور اس کے توڑ جوڑ سے اب تک اباحت وجواز کا فتویٰ دیا تھا مگر ایسا دعویٰ جس سے بے شمار ائمہ اسلام اور فقہاء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا دامن تار تار ہوگیا بلکہ وہ اجماع امت سے خارج ہوکر نہ معلوم کہاں کہاں پہنچ گئے صرف مجیب مذکور نے کیا ہے۔ مگر اس کا بھیانک انجام انہیں سوچ لینا چاہیئے۔

رنگ لائیگی قیامت میں تو پھٹ جائے گا رنگ ÷ یوں نہ کہئے سرخیٔ خونِ شہیداں کچھ نہیں

حضرت سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فتویٰ ہے کہ اذان ثانی جمعہ اذان اول کی طرح منارہ پر دی جائے چنانچہ ممالک عرب میں جہاں مالکی موجود ہیں وہاں اب بھی یہی دستور ہے کہ اذان ثانی منارہ پر ہوتی ہے کما فی کتب الفقہ المالکیہ. (جیسا کہ فقہ مالکی کی کتابوں میں ہے) یہ دستور احناف کے نزدیک بین یدیہ کے خلاف ہے۔ خواہ مالکیہ کی اذان داخل مسجد ہوئی ہو یا خارج مسجد لیکن بین یدی الخطیب نہیں ہے اس لئے فقہائے کرام نے بین یدیہ کی قید کے ساتھ ''بذلک جری التوارث'' فرمایا اور اس قید کے ساتھ مانعین ومجوزین سب ہی کو یہ توارث تسلیم ہے لیکن وہ اتصال خطیب ومؤذن جو مجیب کا معہود ذہنی ہے وہ ہرگز فقہائے اسلام کو تسلیم نہیں کیونکہ خارج المسجد کا کلیہ ان کے یہاں مسلم ہے کما سیاتی انشاء اللہ العزیز۔ تعجب ہے مجیب پر کہ وہ اذان کا داخل مسجد ہونا متفق علیہ لکھتا ہے بلکہ اس پر اجماع امت نقل کرتا ہے لیکن کسی غیر مستند کتاب سے بھی کوئی ٹوٹی پھوٹی دلیل پیش کرنے سے قاصر ہے ہم سے فتاویٰ عالمگیریہ کی بولی سنئے جس کو درجنوں علمائے حق نے ترتیب دیا اور یہ بولی بھی صرف اس کی نہیں ہے بلکہ اس کے اکابر کی ہے۔ وینبغی ان یوذن علی المئذنۃ او خارج المسجد ولا یوذن فی المسجد کذا فی الفتاویٰ قاضیخان۔ (مؤذن خانہ پر اذان کہنی چاہیے یا خارج مسجد اور مسجد میں اذان نہ دی جائے) کتنی صاف وصریح عبارت ہے: ولا یوذن فی المسجد۔ لیکن مجیب کی خیانت دیکھئے کہ جب اس نے اس عبارت فقہیہ کو نقل کیا تو اس سے اصل مقصود ''ولا یوذن فی المسجد'' کو بالکل ہی ہضم کر گیا۔ تا کہ فقہائے کرام کو مطعون کر سکے۔ لیکن جس کی عزت خدا بڑھائے اس کو کون گھٹا سکتا ہے کم از کم عبارت عالمگیری سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ اذان کے داخل مسجد ہونے پر مجیب کا دعویٰ کہ اس پر اجماع امت ہے قطعاً بے بنیاد اور سراسر جھوٹ ہے نیز فقہائے اسلام رحمہم اللہ پر بہتانِ عظیم ہے اور اس سے بھی بڑھ کر مجیب کا یہ اتہام ہے کہ ''حضور کے حکم سے مسجد کے اندر اذان ہوئی'' اور دلیل یہ پیش کی کہ حضرت عبداللہ سے آپ نے فرمایا کہ فاخرج مع بلال الی المسجد فالقھا علیہ وینادی بلال الخ۔ (بلال کے ساتھ مسجد میں جاؤ اور اسے اذان کے الفاظ بتاؤ اور اذان بلال دیں) سبحان اللہ جب مسجدوں کو رفع صورت اور آواز بلند کرنے چلانے سے محفوظ رکھنے کا حکم آپ نے دیدیا تھا تو پھر اسی حکم کو معاذ اللہ تعالیٰ آپ ہی نے توڑا۔ بالفرض اگر حدیث مذکور میں الی المسجد کی بجائے فی المسجد بھی ہوتا تو اس کا یہی مطلب تھا کہ مسجد کے قریب جا کر سکھاؤ۔ اور پھر لفظ مسجد کا اطلاق صرف معروف مسجدوں ہی پر نہیں ہوتا بلکہ عورتیں گوشہ خانہ میں اپنی نماز کے لئے جو جگہ بناتی ہیں وہ بھی مسجد ہی کہی جاتی ہے لیکن مسجد کے احکام اس پر جاری نہیں ہوتے ہیں۔ ولو لم یکن فی بیتھا مسجد تجعل موضعا منہ مسجدا فتعتکف فیہ کذا فی الزاھدی ص ۲۰۹ ج ۱ (اور اگر عورتوں کے لئے اس کے گھر میں مسجد نہ ہو تو گھر کے کسی حصہ میں مسجد بنالے اور اسی میں اعتکاف کرے) اس سے معلوم ہوا کہ لفظ مسجد کا اطلاق صرف معروف مسجدوں ہی پر نہیں ہوتا بلکہ اس کے علاوہ کو بھی مسجد کہہ سکتے ہیں لہٰذا حدیث مذکور سے یہ استدلال کہ مسجد نبوی کے اندر اذان ہوئی یہ مجیب کی ذاتی رائے ہے جس کو حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسی طرح مجیب کا ''واتخذناھا مسجداً فنادینافیہ بالاذان'' سے یہ ثابت کرنا کہ مسجد معروف میں اذان ہوئی بے حقیقت اور لغو ہے کیونکہ اس کے معنی صرف یہ ہیں ہم نے اس مقام کو مسجد بنایا اور اس میں اذان دی۔ (ترجمہ مجیب) تو کسی مقام کو مسجد بنالینے سے اس پر احکام مسجد اس

وقت تک جاری نہیں ہوں گے جب تک وہ اصطلاح شرع میں مسجد نہ ہو جائے جیسا کہ زاہدی ص ۲۰۹ سے ابھی گزرا۔ مجیب کے درجنوں مغالطات سے قطع نظر کر کے اب اصل مسئلہ کی طرف آیئے مگر اس سے پہلے ایک اور جرأت دیکھئے کہ اس بے باک مجیب نے ابوداؤد شریف کی ایک حدیث حسن کے راوی حضرت سیدنا محمد بن اسحاق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق لکھا کہ ابواسحاق کو ضعیف بتایا جاتا ہے اور ان کے ضعف کی وجہ سے علی باب المسجد کو بہت سے لوگ تسلیم نہیں کرتے ہیں۔ اے سبحان اللہ جس محقق کو یہ بھی خبر نہ ہو کہ ابوداؤد شریف کی حدیث اذان جس میں علی باب المسجد ہے اس کے روای کا نام ابواسحاق ہے یا ابن اسحاق؟ وہ تنقید وجرح کرنے چلے ہیں یہ تو وہی ہوا کہ مار وگھٹنا اور پھوٹے آنکھ۔

حضرت ابن اسحاق جن کا نام محمد تھا ثقہ ترین راویوں میں سے ہیں انہوں نے بعض روایتیں امام زہری سے اور بعض حضرت اعرج وغیرہ سے کی ہیں متعلقہ روایت امام زہری سے ہے آپ مدینہ شریف ہی میں سکونت پذیر رہے اور بالآخر عراق کے بعض شہروں میں خلق اللہ کو مستفیض فرماتے رہے۔ پھر ۱۵۱ھ میں بغداد شریف کے اندر وفات پائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حدیث کے مشہور امام حضرت شعبہ فرماتے تھے کہ اگر میری حکومت ہوتی تو میں ابن اسحاق کو محدثین کا حکمراں بنا دیتا کبھی فرماتے تھے کہ محمد ابن اسحاق حدیث میں امیر المومنین کا درجہ رکھتے ہیں اور کبھی کہتے کہ اگر علم حدیث میں کوئی شرف وبزرگی رکھتا ہے تو محمد ابن اسحاق ہیں حضرت ابن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ محمد ابن اسحاق کے ثقہ ہونے کی گواہی دیتے ہیں اور ان پر جرح کرنے والوں کے اوپر تعجب فرماتے تھے۔

حضرت محدث کبیر علامہ شمس الدین متوفی ۷۶۳ھ میزان الاعتدال فی نقد الرجال ص ۲۳ ج ۲ میں فرماتے ہیں: قال یزید بن ھارون سمعت شعبة یقول لو کان لی سلطان لامرت ابن اسحاق علی المحدثین الخ. "یزید ابن ہارون نے کہا میں نے شعبہ سے فرماتے سنا اگر میری سلطنت ہوتی تو میں ابن اسحاق کو محدثین کا حکمراں بنا دیتا" تہذیب التہذیب ص ۴۴ ج ۹ میں ہے: "وقال ابن عیینة سمعت شعبة یقول محمد ابن اسحاق امیر المومنین فی الحدیث الخ. وفی روایة عنه لو سود احد فی الحدیث لسود محمد بن اسحاق اھ. وقال ابن سعد کان (محمد بن اسحاق) ثقه ومن الناس من یتکلم فیه اھ۔ (عیینہ نے کہا میں نے شعبہ سے فرماتے سنا کہ ابن اسحاق امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں اور انہیں سے ایک روایت میں یہ ہے کہ اگر کوئی حدیث میں شرف وبزرگی رکھتا ہے تو محمد ابن اسحاق ہیں اور ابن سعد نے کہا کہ محمد ابن اسحاق ثقہ ہیں اور ان پر جرح کرنے والوں پر تعجب ہے۔)

مجیب کے مغالطات کی مختصر نشاندہی کے بعد اب جواب مسئلہ عرض ہے کہ انصاف سے اگر اس کو دیکھئے تو حق آفتاب نیمروز کی طرح روشن ہوگا اذان ثانی کے متعلق تفصیلی جواب۔

وھو الھادی الی الصواب

جمعہ کے دن خطبہ کی اذان (اذان ثانی) منبر کے سامنے خارج مسجد ہونی چاہیے۔ سنن ابی داؤد شریف جلد اول ص ۱۵۶ میں ہے: عن السائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنه قال کان یوذن بین یدی رسول اللہ تعالیٰ علیه وسلم

اذاجلس علی المنبر یوم الجمعة علی باب المسجد الخ حضرت سائب نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر رونق افروز ہوتے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے مسجد کے دروازے پر اذان ہوتی تھی۔

اس حدیث پاک کی روشنی میں علی باب المسجد کی تقیید کے ساتھ بین یدیہ سے اذان کا مسجد کے اندر ہونا سمجھنا غلط ہے۔ کیونکہ بین یدیہ کے ساتھ علی باب المسجد کی قید ہمیں بتلا رہی ہے کہ اذان خطبہ چہرہ انور کے مقابل ضرور تھی لیکن اسی کے ساتھ ساتھ مسجد کے دروازہ پر ہوتی تھی۔ دروازۂ مسجد حدود مسجد میں ضرور ہے مگر داخل مسجد نہیں ورنہ وہاں پر جوتا چپل اتارنا بھی ناجائز ہو جائے اور جب ''داخل مسجد'' کا سا احترام وہاں لازم نہیں تو یقیناً وہ خارج مسجد ہے۔ اور اسی سنت طریقہ کے مطابق اذانِ خطبہ کا ہونا امت کے اندر سلفاً وخلفاً مسنون و متوارث ہے چنانچہ مجیب مذکور کے مستند عالم مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی عمدۃ الرعایۃ حاشیہ شرح وقایہ جلد اول ص ۲۴۵ میں فرماتے ہیں: قولہ بین یدیہ ای مستقبل الامام فی المسجداو خارجه و المسنون هو الثانی الخ ۔(بین یدیه کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ امام کے روبرو ہو خواہ مسجد میں ہو یا باہر اور سنت یہی ہے کہ مسجد سے باہر ہو) جب مولانا تشریح کر چکے کہ مسجد سے باہر ہی اذان خطبہ کا ہونا مسنون ہے تو اندر ہونا خلاف سنت ہوا۔ اور ایسا عمل جس سے سنت کریمہ مٹ جائے عندالشرع بدعت مکروہہ ہے اسی لئے فقہائے کرام نے اندرون مسجد اذان کہنے کو مکروہ لکھا ہے (عنقریب حوالجات آ رہے ہیں) مولانا عبدالحی لکھنوی کی عبارت مذکورہ میں کوئی شخص لفظ فی المسجد سے دھوکہ نہ کھائے ان کے علاوہ بھی بعض فقہاء نے اس موقع پر فی المسجد کا لفظ استعمال کیا ہے مثلاً علامہ کافی نے فتاویٰ کافی میں اور علامہ خطیب شربینی نے سراج المنیر جلد رابع ص ۲۸۵ میں'' مگر قربان جایئے اپنے فقہاء کرام پر جنہوں نے کسی مسئلہ کو تشنہ نہیں چھوڑا۔ یہ صحیح گمان تھا کہ بعد میں لوگ لفظ ''فی المسجد'' سے دھوکہ کھائیں گے۔ اور مخلوق خدا کو گمراہ کریں گے لہٰذا فتنہ کا دروازہ بھی حضرت امام ابن ہمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بند فرمایا یہ وہ امام ابن ہمام ہیں جن کی شہرآفاق تصنیف فتح القدیر کے نام سے مشہور ہے۔ ان کے بارے میں علمائے کرام فرماتے ہیں ابن همام بلغ رتبة الاجتهاد (ابن ہمام علیہ الرحمہ مرتبہ اجتہاد کو پہنچے ہوئے ہیں) اپنی اسی تصنیف فتح القدیر باب صلوٰۃ الجمعۃ ص ۴۱۴ میں فرمایا (سبحان اللہ فیصلہ بھی فرمایا تو باب جمعہ میں تاکہ کسی کو موشگافی کا بھی موقع نہ ملے) فاولیٰ ما عینه فی الکافی جامعاً و هو ذکر الله فی المسجد ای فی حدوده لکراهة الاذان فی داخله (پس اولیٰ وہ ہے جو کافی میں بطور جامع متعین کیا کہ وہ (اذان) اللہ کا ذکر ہے۔ مسجد میں یعنی مسجد کے حدود میں کیونکہ داخل مسجد اذان مکروہ ہے) سبحان اللہ عبارت کی ترتیب جلیل و جمیل دیکھئے کہ پہلے اذان خطبہ کو ''ذکر اللہ'' قرار دیا کیونکہ من بعض الوجوہ وہ ذکر اللہ ہے بھی۔ اور جب ذکر اللہ مان لیا گیا تو اب اس کو مسجد کے اندر ہونے میں کیا شک رہا۔ لہٰذا فرمایا ''فی المسجد'' لیکن اس کے بعد فوراً ہی اس شک و شبہ کو دلوں سے کھرچ پھینکا کہ خبردار اگر ذکر اللہ بھی تسلیم کر لیا جائے تو اُسے (اذان کو) مسجد میں مت کہنا بلکہ ''ای فی حدوده'' حدود مسجد میں کہنا اور لگے ہاتھوں مسجد میں اذان کی ممانعت کی وجہ بھی صاف صاف طریقہ سے ظاہر کر دی ''لکراهة الاذان فی داخله'' کہ داخل مسجد اذان کہنا مکروہ ہے۔ وللہ الحمد

امام ابن ہمام علیہ الرحمہ کا اس اہتمام سے تنبیہہ فرمانا ہمیں خبردار کرتا ہے کہ اس سلسلہ میں جس عبارت فقہ وحدیث سے اشتباہ پیدا ہوا سے اس تفسیر وتوضیح سے دور کیا جائے۔ اب خواہ کسی کتاب میں لفظ فی المسجد ہو یا عند المنبر ہو یا قریباً منہ ہو یا مستقبل الامام ہو یا بین یدی الامام وغیرہ وغیرہ ہو سب کا مفاد ومنشاء ایک ہی ہے اور وہ ہے "ای فی حدودہ الخ" یعنی عین مسجد میں اذان نہ ہو کیونکہ مکروہ ہے۔

اگر اذان خطبۂ جمعہ مسجد کے اندر ہونے سے مستثنیٰ ہوتی تو علامہ ابن ہمام علیہ الرحمۃ والرضوان کو اس توجیہہ وعلت بتانے کی کیا ضرورت تھی بلکہ علامہ موصوف کا خاص باب صلوٰۃ الجمعہ میں اذانِ خطبہ کو خصوصیت کے ساتھ داخل مسجد مکروہ کہنا یہ واضح کرتا ہے کہ حکم کراہت سے اذان خطبہ مستثنیٰ نہیں ہے۔

جب علامہ ابن ہمام علیہ الرحمۃ صراحت کے ساتھ اذان خطبہ جمعہ کو مسجد کے اندر مکروہ کہہ رہے ہیں تو قاعدۂ رسم المفتی کے مطابق ہر اس موقع پر جہاں اشتباہ ہوگا اس صراحت کا اعتبار کرنا واجب ہوگا۔ چنانچہ حضرت علامہ ابراہیم حلبی علیہ الرحمۃ اپنی مشہور کتاب غنیۃ المستملی ص ۱۷۷ میں فرماتے ہیں: واذا صرح بعض الائمۃ بقید لم یرو غیرہ منھم تصریح بخلافہ یجب ان یعتبر الخ (جب بعض ائمہ کسی قید کی تصریح فرمادیں اور اس کے خلاف کوئی تصریح کسی اور کی مروی نہ ہو تو اس کا اعتبار کرنا واجب ہے)

اب داخل مسجد اذان جائز کہنے والوں سے میری گزارش ہے کہ وہ فقہ حنفی کی کسی کتاب میں فتح القدیر کی صراحت کے خلاف کوئی عبارت پیش کریں جس میں فی داخل المسجد کی قید ہو جب ہی فتح القدیر کی صراحت مجروح ہو سکتی ہے لیکن میں یقین کی منزل سے کہہ رہا ہوں کہ وہ قیامت تک پیش نہیں کر سکیں گے۔ تو اب بقاعدۂ رسم المفتی اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے کہ حضرت علامہ امام ابن ہمام علیہ الرحمہ کی تقییدی صراحت کے سامنے سر تسلیم جھکا دیا جائے۔ الحمد للہ کہ حدیث وفقہ کی مستند کتابوں سے ثابت ہو گیا کہ خطبۂ جمعہ کی اذان منبر کے سامنے خارج مسجد ہونی چاہیے۔

اب سوال کے دوسرے جزء کا جواب حاضر ہے

جی ہاں! مسجد کے اندر اذان دینے کو فقہ حنفی کی کتابوں میں مکروہ وممنوع لکھا ہے۔ یہ کراہت وممانعت کیوں ہے اور یہ کہ اس کراہت سے مراد کون سی کراہت ہے بعد میں تحریر کروں گا پہلے یہ دیکھئے کہ فقہ کی کتنی مستند کتابوں میں اسے مکروہ لکھا یا منع کیا ہے (۱) فتاویٰ قاضی خاں جلد اول ص ۷۸ مطبوع مصر "لایوذن فی المسجد" (مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے) (۲) فتاویٰ خلاصہ قلمی ص ۶۲ "لایوذن فی المسجد" (مسجد میں اذان نہ دے) (۳) خزانۃ المفتیین (قلمی) لایوذن فی المسجد (مسجد میں اذان نہ دے) (۴) فتاویٰ عالمگیری مطبوعہ مصر جلد اول ص ۵۵۔ لایوذن فی المسجد (مسجد میں اذان نہ دی جائے) (۵) فتاویٰ عالمگیری مطبوعہ لکھنؤ ص ۵۴ ج ۱، وینبغی ان یوذن علی المئذنۃ او خارج المسجد ولا یوذن فی المسجد الخ (موذن خانہ پر اذان دینی چاہیے یا خارج مسجد اور مسجد میں اذان نہ دی جائے) (۶) بحر الرائق مطبوعہ مصر جلد اول ۲۶۸ لایوذن فی المسجد (مسجد کے اندر اذان کی ممانعت ہے) (۷) شرح نقایہ علامہ برجندی ص ۸۴ ج ۱۔ فیہ اشعار بانہ

لایوذن فی المسجد (امام فقہ حضرت صدر الشریعہ کے کلام میں اس پر تنبیہ وارد ہے کہ مسجد میں اذان نہ ہو)(۸) غنیۃ شرح منیہ ص ۳۵۷۔ الاذان انما یکون فی المئذنة او خارج المسجد و الاقامة فی داخله،(اذان نہیں ہوتی ہے مگر منارہ پر یا مسجد سے باہر اور تکبیر اقامت مسجد کے اندر(۹) فتح القدیر مطبوعہ مصر باب الاذان ص ۱۷۱۔قالوا لایوذن فی المسجد۔(علماء نے مسجد میں اذان دینے کو منع فرمایا ہے)(۱۰) فتح القدیر باب صلوٰۃ الجمعة ص ۴۱۴ گزشتہ،(۱۱تا۱۳) طحطاوی علی مراقی الفلاح مصری ص ۱۲۸۔ یکرہ ان یوذن فی المسجد کما فی القهستانی عن النظم ،(نظم امام زندویسی سے قہستانی میں ہے کہ مسجد میں اذان مکروہ ہے۔)(۱۴ و۱۵) ردالمحتار (شامی) میں السراج الوہاج کے حوالہ سے ینبغی المؤذن ان یوذن فی موضع یکون اسمع للجیران ۔(مؤذن کو چاہیے کہ ایسی جگہ اذان دے کہ پڑوسی بآسانی سن سکیں)(۱۶) شرح نقایہ میں علامہ عبدالعلی برجندی نے اور(۱۷) امام اجل علامہ کمال الدین محمد بن ہمام نے فرمایا الاقامة فی المسجد و لابدمنه و اما الاذان فعلی المئذنة فان لم تکن ففی فناء المسجد وقالوا لایوذن فی المسجد (اقامت تو مسجد ہی میں ہونی چاہیے لیکن اذان مؤذن خانہ پر اور اگر موذن خانہ نہ ہو تو فنائے مسجد میں اذان کہی جائے اور علمائے نے فرمایا کہ مسجد میں اذان کہنا منع ہے)

مسجد میں اذان کی کراہیت وممانعت سے متعلق کتب فقہ حنفی سے یہ چند شواہد پیش کئے گئے آپ ان کو بار بار پڑھئے اور دیکھئے کہ ان عبارتوں میں جگہ جگہ آپ کو اقامت کا استثناء ملے گا لیکن عبارتوں کو چاٹ لینے کے باوجود کہیں آپ کو اذان خطبہ جمعہ کا استثنیٰ نظر نہیں آئے گا اور جب عبارت فقہیہ میں اس کا استثنیٰ نہیں ہے تو ہم یا آپ اس کو مستثنیٰ کرنے والے کون ہوتے ہیں خصوصاً ایسی صورت حال میں کہ بعض ائمہ نے اذان خطبہ کو اس خصوصِ ممانعت میں صراحت کے ساتھ داخل فرمایا کما مر عن الفتح تو جس طرح ہر اذان داخل مسجد ممنوع ومکروہ ہے اسی طرح اذان خطبہ بھی۔وھو اعلم

اب یہ بات رہ گئی کہ یہ کراہت وممانعت کیوں ہے؟اور یہ کراہت کراہت کی کس قسم میں داخل ہے۔

(۱) کوئی بدعت حسنہ سنت کو بدلا نہیں کرتی اور جو بدعت سنت کو نہ بدلے اور مسلمان اسے اچھا سمجھیں تو وہ عندالشرع محبوب وحسن ہے مثلاً جمعہ کی اذان اول جو باختلاف روایت حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں رائج ہوئی مسلمانوں نے اس کی مخالفت نہیں کی اور نہ اس اذان کی وجہ سے کوئی سنت بدلی گئی عہد نبوی اور دور شیخین میں جو اذان جہاں اور جس طرح ہوتی تھی اس کو بعینہٖ اسی طرح رکھا گیا لہٰذا وہ بدعت حسنہ ہے سلفاً وخلفاً نہ اس کی کراہیت وارد ہے اور نہ ممانعت کیونکہ یہ سنت کا معاون ہے نہ کے مخالف۔البنایه شرح هدایه للعینی ص ۵۵۷ میں ہے: فی الجملة فان الصحابة رضی الله عنهم قد استحسنوه حین احدثه عثمان رضی الله عنه یوم الجمعة علی الزوراء استمر العمل علیه الی الیوم الخ ۔(مختصر یہ کہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس کی تحسین وتصویب فرمائی جب کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن مقام زوراء پر اذان دلوانی شروع کی اور اس پر آج تک مسلسل عمل ہو رہا ہے) لیکن جو بدعت سنت کو بدل دے اور مسلمان اسے اچھا نہ سمجھیں وہ یقیناً لائق مذمت اور بدعت سیہ ہے مثلاً آج کل کی وہ اذان خطبہ جو عین مسجد میں ہوتی ہے اس نے اذان کی اول سنت ”علی باب المسجد“ کو بدلا نیز درجنوں فقہاءِ کرام

وائمہ اعلام کی ممانعت کے باوجود اب تک سالہاسال سے داخل مسجد ہو رہی ہے۔ لہٰذا اس کی کراہیت وممانعت میں کیا شک ہے کما صرح به الفقهاء و مر آنفا۔

(۲) اذان کے کلمات اگرچہ ذکرالٰہی ہیں لیکن جب انہیں اعلان واعلام اور طلب مردمان کی نیت سے پکارے جائیں تو اس کا مسجد اور خاص دربارِ الٰہی کے اندر ہونا اس کی بے ادبی ہے کیونکہ ادب وتعظیم میں علماء کرام طریقہ معہودہ مشہورہ کا اعتبار فرماتے ہیں فتح القدیر میں امام محمد ابن ہمام علیہ الرحمہ نے فرمایا: يحال على المعهود من وضعها حال قصد التعظيم في القيام والمعهود في الشاهد منه تحت السرة اھ۔ قیام تعظیمی میں بادشاہوں وغیرہم کے سامنے ہاتھ زیرناف باندھ کر کھڑے ہونے کا دستور ہے اسی طریقہ معہودہ کے مطابق نماز میں بھی ادب وتعظیم کو ملحوظ رکھا جائے گا) اب یہ دیکھئے کہ بادشاہ کے درباروں اور جج کی کچہریوں میں پکارنے اور حاجتیوں کے بلانے کا کیا دستور ہے کیا چوبدار اور چپراسی عین دربار میں کھڑے ہوکر چلاتے اور اہل حاجت کو بلاتے ہیں؟ یا بادشاہ کی نشست گاہ، جج کے کمرے اور منصف کے فیصلہ گاہ سے باہر جاکر پکارتے ہیں۔ اگر عین دربار اور جج کے کمرے سے کوئی چپراسی آواز لگائے گا اور حاجتیوں کو بلائے گا تو وہ قابل زجر وتوبیخ بلکہ لائق برخاستگی سمجھا جاتا ہے افسوس! جس فعل کو دنیاوی بادشاہوں اور دو دن کے منصف وجج کے کے ناروا وبے ادبی سمجھتے ہیں وہی فعل احکم الحاکمین رب العالمین کے دربار عالی میں جائز وروا رکھتے ہیں۔ حالانکہ ائمہ کرام کی صراحت سے معلوم ہو چکا کہ ادب وتعظیم میں طریقہ معہودہ مشہودہ کا اعتبار ہوتا ہے تو یقیناً داخل مسجد اذان دینے میں مساجد الٰہیہ کی بے ادبی ہے اور وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ. (الحج:۳۲) ''جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔'' (ترجمہ کنزالایمان) کے خلاف ہے لہٰذا ناجائز ہے۔

(۳) مسجدوں میں زوردار آواز لگانے سے احادیث میں ممانعت وارد ہوئی ہے۔ لايرفع فيها صوت رواه ابن المبارك (مسجد میں آواز بلند نہ کی جائے) اور فقہائے کرام نے اس سے ذکرالٰہی کو مستثنیٰ نہیں کیا بلکہ اس کو بھی عام رکھا، پھر اذان خالص ذکر بھی نہیں (کہ بعض کلمات ذکر کے ساتھ ذکرالٰہی کی طرف بلاوا ہے) درمختار میں ہے: يحرم فيه اى المسجد السوال ويكره اعطاء ورفع صوت بذكر الا للمتفقة الخ (مسجد میں سوال کرنا حرام ہے اور دینا بھی مطلقاً مکروہ ہے اسی طرح ذکر کی آواز بلند کرنا بھی جب تک اس کا استثنیٰ حدیث پاک سے ثابت نہ ہو) اور اذان کا استثنیٰ خواہ وہ اذان خطبۂ جمعہ ہی کیوں نہ ہو۔ مروی نہیں لہٰذا ممنوع ہے۔

(۴) نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی یہ عادت کریمہ تھی کہ کبھی کبھی سنت کو ترک فرمادیتے تھے تاکہ اس کا وجوب ثابت نہ ہو لیکن اذان خطبہ کا منبر کے پاس کہلوانا ثابت نہیں اسی لئے فقہاء نے مطلقاً يكره في المسجد فرمایا اور حنفیہ کے نزدیک مطلق کراہت سے اکثر مقامات پر کراہت تحریم مراد ہوتی ہے جب تک اس کے خلاف پر دلیل شرعی قائم نہ ہو۔ اور مسئلہ اذان پر تو خلاف میں دلیل قائم ہونا درکنار اس کے موافق دلیل موجود ہے کہ طریقہ معہود پر یہ گستاخی دربار معبود ہے۔ لہٰذا اس کی کراہت مطلق کو مطلق ہی رکھا جانا ذہن وفکر سے زیادہ قریب ہے۔

(۵) فقہاء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مسجد میں اذان دینے سے بصیغۂ نفی منع فرمایا ہے جو صیغۂ نہی سے زیادہ مؤکد ہے (عبارات فقہاء گذر چکی ہیں) عبارت فقہاء میں جب کسی چیز کی ممانعت صیغۂ نفی کے ساتھ ہو تو اکثر اس کے ناجائز ہونے پر دلالت کرتا ہے حلیہ میں ہے: ظاهر قول المصنف و لايزيد عليها شيئا يشير الى علام اباحة الزيادة عليها الخ. (مصنف کا قول ظاہر "جس پر کسی اور چیز کی زیادتی نہ ہو" زیادتی کی عدم اباحت پر دلالت کرتا ہے)

کم از کم ان پانچوں وجوہ پر اگر نظر انصاف کے ساتھ غور و فکر کیجئے تو اتنا ضرور ثابت ہوتا ہے کہ مسجد کے اندر اذان بدعت سیّہ ہے ہرگز بدعت حسنہ نہیں۔ هذا ما ظهر لی الآن و هو المستعان. واللہ تعالیٰ اعلم رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم۔

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

یکم محرم الحرام ۱۴۰۱ھ دوشنبہ مبارکہ، ۱۰ر نومبر ۱۹۸۰ء

استفتاء ۱۱۱

مسئلہ: السلام علیکم! کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

جمعہ کے خطبہ کی اذان مسجد کے اندر منبر کے سامنے ہو یا مسجد سے باہری حصہ میں ہو یا مسجد کے اندر کسی حصہ میں؟ قرآن وحدیث سے جواب دیں۔

محمد مشتاق احمد قادری، مہتمم جامع مسجد، سمستی پور، بہار

۸۶/۹۲ ے

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوہاب ــــــــــ!

اذانِ خطبہ: وعلیکم السلام ورحمہ! کسی بھی اذان کا داخل مسجد ہونا فقہاء اسلام کے نزدیک مکروہ ہے۔ خصوصاً خطبہ کی اذان کا خارج مسجد ہونا احادیث کریمہ سے ثابت ہے۔ ابوداؤد شریف میں حضرت سائب بن یزید سے روایت ہے **قال اذ كان يوم الجمعة فجلس النبي صلى الله عليه وسلم على المنبر وكان يوذن بين بديه على باب المسجد الخ.** یعنی جمعہ کے دن جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم منبر شریف پر جلوہ فرما ہوتے تو آپ کے سامنے مسجد کے دروازے پر اذان دی جاتی تھی اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے: **لا يوذن في المسجد.** کہ مسجد میں اذان نہ دی جائے۔ **والله تعالىٰ اعلم ورسوله صلى الله عليه وعلى اله و صحبه وبارك وسلم۔**

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۳۰ر شعبان المعظم ۱۴۰۲ھ، چہارشنبہ

استفتاء ۱۱۲

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین ان مسائل کے بارے میں:

(۱) جمعہ کے خطبہ کی اذان مسجد کے اندر منبر کے سامنے ہو یا مسجد کے باہری حصہ میں؟ ایک مفتی صاحب کا کہنا ہے کہ خطبہ جمعہ کی اذان مسجد کے اندر منبر کے سامنے نہ ہونا مکروہ ہے۔

(۲) جماعت کی تکبیر کے وقت امام ومقتدی کو کس وقت کھڑا ہونا چاہئے بالدلیل جواب دیں۔

(۳) وتر کی نماز رمضان المبارک کے علاوہ جماعت کے ساتھ پڑھنا کیسا ہے؟

المستفتی: محمد مشتاق احمد، جامع مسجد، سمستی پور (بہار)

۹۲/۸۶ے

الجواب!

اذانِ جمعہ:

(۱) کسی اذان کا داخل مسجد ہونا خلاف سنت، مکروہ ہے۔ فتاویٰ خانیہ میں ہے: **ینبغی ان یؤذن علی المئذنة او خارج المسجد ولا یوذن فی المسجد الخ.** "مناسب یہ ہے کہ آذان گاہ میں یا خارج مسجد آذان دی جائے مسجد کے اندر نہ دی جائے۔" خاص کر جمعہ کی اذان ثانی کا خارج مسجد ہونا حدیث وفقہ سے ثابت ہے، **قال کان یوذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعة علی باب المسجد"** (رواہ ابوداؤد بسند حسن عن سائب رضی اللہ عنہ) "جمعہ کے دن منبر پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھتے اس وقت مسجد کے دروازے پر سرکار کے روبرو آذان دی جاتی تھی۔" (اس حدیث کو ابوداؤد نے حضرت سائب رضی اللہ عنہ سے سند حسن کے ساتھ روایت کی ہے)۔ جمعہ کی اذان ثانی کا داخل مسجد ہونا بدعت وبے اصل ہے جس سے ایک سنت کریمہ فوت ہوتی ہے۔ لہٰذا مفتی مذکور کا حکم بے شعور شرع سے دور اور دلائل سے بے نور ہے اصل وہی ہے جو حدیث پاک مذکور میں مسطور ہوا۔ **وقال الامام ابن حجر مکی فی مدخل، فقد بان ان فعل ذلک فی المسجد بین یدی الخطیب بدعة تمسک بعض الناس بھا ثم صار کانہ سنة معمول بھا ولیس لہ اصل فی الشرع** اھ (امام ابن حجر مکی رضی اللہ عنہ نے مدخل میں فرمایا کہ اس سے ظاہر ہو گیا کہ مسجد کے اندر خطیب کے روبرو اذان دینا بدعت ہے جس کو بعض لوگوں نے اختیار کر لیا پھر یہ فعل اس طرح ہو گیا گویا کہ سنت معمول بہا ہے جب کہ شریعت میں اس کا کوئی اصل نہیں) **وھو تعالٰی اعلم**

قعود عند الاقامۃ:

(۲) **حی علی الصلوۃ** پر کھڑا ہونا شروع کرے اور **حی علی الفلاح** پر مکمل طور سے کھڑا ہو جائے۔ یہی طریقہ تمام کتب فقہیہ میں بیان کیا گیا ہے۔ کہیں **حی علی الصلوۃ** پر کھڑا ہونا لکھا ہے اور کہیں **حی علی الفلاح** پر۔ دونوں اقوال

میں تطبیق اس طرح زیادہ مناسب ہے جو اوپر لکھا گیا۔ شرح وقایہ میں ہے: یقوم الامام والقوم عند حی علی الصلوٰۃ الخ. (امام ومقتدی حی علی الصلوٰۃ کے وقت کھڑے ہوں) درمختار جلدا میں ہے: والقیام للامام وموتم حین قیل حی علی الفلاح خلا فالزفر فعنده حی علی الصلوۃ الخ (امام ومقتدی کا کھڑا ہونا اس وقت ہو جب حی علی الفلاح کہا جائے امام زفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس میں اختلاف ہے ان کے نزدیک حی علی الصلوٰہ کے وقت کھڑے ہوں) فقہائے کرام نے تکبیر اقامت کے وقت کھڑے رہنے کو مکروہ لکھا ہے اور حکم دیا ہے کہ بیٹھ جائے چنانچہ عمدہ الرعایہ فی حل شرح وقایہ میں ہے: وفیه اشارة الی انه اذادخل المسجد یکره له انتظار الصلوة قائمابل یجلس فی موضع ثم یقوم عندحی علی الفلاح وبه صرح فی المضمرات اھ. (اس میں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ جب کوئی مسجد میں داخل ہوتو کھڑے ہو کر نماز کا انتظار کرنا مکروہ ہے بلکہ اپنی جگہ بیٹھ جائے اور حی علی الفلاح کے وقت کھڑے ہوں۔ جس کی صراحت مضمرات میں کر دی گئی ہے) وھو تعالیٰ اعلم

وتر کی جماعت غیر رمضان میں:

(۳) مکروہ ہے درمختار میں ہے: ولا یصلی الوترولا التطوع بجماعة خارج رمضان ای یکره ذلک لوعلی سبیل التداعی الخ. (رمضان کے علاوہ دنوں میں وتر ونوافل جماعت کے ساتھ نہ پڑھی جائے یعنی اگر تداعی کے طور پر ہوتو مکروہ ہے) بلکہ رمضان شریف میں بھی جس شخص نے فرض نماز عشاء کی جماعت سے نہ پڑھی ہو، اسے وتر کی جماعت میں شریک ہونے کا حکم نہیں ہے اس کے لئے بہتر یہی ہے کہ وتر تنہا پڑھے کمافی ردالمحتار: اذالم یصلی الفرض معه لایتبعه فی الوتر الخ. (جیسا کہ ردالمحتار میں ہے کہ جب فرض نماز امام کے ساتھ نہ پڑھی ہوتو وتر میں امام کی اقتدا نہ کرے)

واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۳/ رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ، ٦/ جولائی ۱۹۸۱ء، دوشنبہ

استفتاء ۱۱۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

ہمارے امام صاحب نے جمعہ کی اذان ثانی کو بجائے اندرون مسجد کے مسجد سے باہر منبر کے سامنے کہلوانا شروع کیا ہے اور اسی کو مطابق سنت بتاتے ہیں اور احادیث وفقہ کے دلائل پیش کرتے ہیں۔ یہاں کی پندرہ آنہ آبادی ان کی تائید میں ہے۔ انہوں نے جن کتابوں کا حوالہ دیا ہے وہ مندرجہ ذیل ہے۔ اس

سوال کے نقول دوسرے دارالافتاء کو بھی بھیجے جارہے ہیں۔
سنن ابی داؤد ج۱، ص ۱۵۶۔ فتاویٰ قاضی خاں مصری ج۱، ص ۷۸۔ فتاویٰ خلاصہ قلمی ج۱، ص ۶۲۔ فتاویٰ عالمگیری مصری ج۱، ص ۵۵۔ بحر الرائق مصری ج۱، ص ۲۶۸۔ شرح نقایہ علامہ برجندی ص ۸۴۔ غنیۃ شرح منیہ ص ۳۷۷۔ فتح القدیر مصری ج۱، ص ۱۷۱۔ فتح القدیر مصری باب الجمعہ ص ۴۲۴۔ طحطاوی علی مراقی الفلاح مصری ج۱، ص ۱۲۸۔ نظم امام زندیسی، قہستانی، عمدۃ الرعایہ شرح و حاشیہ شرح وقایہ ج۱، ص ۲۴۵۔ بہار شریعت-۱۲ احکام شریعت حصہ ۲، ص ۱۳۴۔ قانون شریعت ج۱، ص ۱۱۵۔ ہدیٰ ڈائجسٹ ماہ ستمبر ۱۹۷۷ء۔ اذان جمعہ مکتبہ الفرقان و فتاویٰ بعض مفتیان۔
المستفتی: محمد غیاث الدین خلیفہ، سکریٹری انجمن اصلاح المسلمین
گانواں، مقام و پوسٹ گانواں، ضلع گریڈیہہ
۹۲/۷۸۶

الجواب ــــــــــــ بعون الملک الوہاب ــــــــــــ!

اذان ثانی جمعہ: امام صاحب مذکور کا عمل مذکور سنت کریمہ کے عین مطابق ہے جس کے لئے وہ مجیر و مصیب ہیں۔ اللہ تعالیٰ احیاءِ سنت کی توفیق تمام مسلمانوں کو عطا فرمائے، آمین۔ جن کتابوں کے حوالہ جات سوالنامہ میں درج ہیں وہ سب صحیح و درست ہیں۔ ہکذا فی فتاویٰ الرضویہ، جلد ثانی، باب الاذان۔ ''فتاویٰ رضویہ جلد ثانی باب الآذان میں ایسے ہی ہے۔'' **واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم**

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۲۶/ ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ

استفتاء ۱۱۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:
ہمارے یہاں جمعہ کے روز اذان خطبہ مسجد کے اندر ہوتی ہے ایک مولوی صاحب نے کہا کہ اذان خطبہ مسجد کے اندر درست نہیں ہے۔ باہر ہونی چاہئے۔ اس پر لوگوں کو اختلاف ہے۔ لہٰذا قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں کہ خطبہ کی اذان مسجد کے اندر دی جائے یا باہر؟ ممبر کے سامنے دیوار ہو تو اذان باہر کس طرح دی جائے۔ باہر اذان دینے میں ڈر ہو تو کیا کیا جائے۔ فقط
المستفتی: ممتاز احمد انصاری، شومرچنٹ گورارو، ضلع گیا (بہار)

۹۲/۸۶ھ

الجواب ——————————————!

کوئی اذان خواہ اذان خطبہ ہی کیوں نہ ہو مسجد کے اندر درست نہیں ہے فتاوی خانیہ میں ہے: **ینبغی ان یوذن علی المئذنة اوخارج المسجد ولایوذن فی المسجد.** ''مستحب یہ ہے کہ اذان مئذنہ،منارے یا خارج مسجد دی جائے اور اذان مسجد میں نہ دی جائے۔'' اذان خطبہ میں دو چیزیں مدنظر ہونی چاہئے اول خطیب کا سامنا دوسرے خارج مسجد ہونا۔ اگر بیچ میں کوئی دیوار حائل ہو تو اسی دیوار میں کھڑے ہونے کی جگہ بنالی جائے اور وہیں اذان دی جائے وہ بھی خارج مسجد ہی ہوگی یا پھر لکڑی کا ممبر بنالیا جائے تا کہ حسب ضرورت کھسکایا جا سکے کتب فقہ میں مصرح ہے

اذاجلس الخطیب علی المنبر فیوذن بین یدیه علی باب المسجد الخ. ''جب خطیب منبر پر بیٹھے تو مسجد کے دروازے پر خطیب کے روبرو اذان دی جائے۔'' اختلاف یقیناً بری چیز ہے لیکن اختلاف کے ڈر سے شرعی کاموں سے گریز اس سے زیادہ برا ہے۔ **واللہ ورسوله اعلم بالصواب!**

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۸/ربیع الآخر ۱۳۹۹ھ

استفتاء ۱۱۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

ہمارے یہاں پیش امام صاحب قبلہ نے جمعہ کے دن تقریر کے بعد ممبر پر بیٹھنے سے قبل مؤذن کو حکم دیا کہ خطبہ کی اذان مسجد سے باہر یا مسجد و برآمدہ کے درمیان حائل محراب سے دو۔ لہٰذا ان کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے مؤذن صاحب نے اذان کہی۔

از روئے شرع اس مسئلہ کا جواب تشفی بخش دیں تا کہ تمام لوگ مطمئن ہوسکیں فتویٰ کے جواب کے بعد قاضی شریعت اور صدر مفتی کا دستخط و مہر ہونا ضروری ہے۔ اگر جواب میں دیر ہوئی تو الجھن اور بڑھ جائیگی کیا لکھوں۔

المستفتی: محمد معین الدین، سکریٹری جامع مسجد، بینا چٹی، درگاپور ۱۳، ضلع بردوان

۹۲/۸۶ھ

الجواب ——————————————

تمام اذان کا خارج مسجد ہونا مسنون ہے۔ اور اذان خطبہ جمعہ کا خارج مسجد ہونے کے ساتھ ساتھ محاذی (سامنے) خطیب بھی سنت ہے۔ لہٰذا خارج مسجد اور محاذی خطیب دونوں کی رعایت کرنی ہوگی۔ اگر امام مذکور کے قول (حائل محراب سے اذان دو) کا یہی مقصد ہے تو ٹھیک ہے۔ کیونکہ مسجد کے اندر اذان کہنے کو فقہائے کرام نے مطلقاً مکروہ فرمایا ہے۔ اور اس سے خطبۂ جمعہ

کی اذان کا استثناء کہیں ثابت نہیں ہے۔ لہٰذا اذان ثانی جمعہ کا بھی خارج مسجد مگر خطیب کے روبرو ہونا مسنون ہے۔ کما جاء فی الحدیث الشریف، عن سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان یوذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذاجلس علی المنبر یوم الجمعۃ علی باب المسجد الخ. "جیسا کہ حدیث شریف میں ہے، حضور سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن جب منبر پر بیٹھتے تو مسجد کے دروازے پر سرکار کے روبرو اذان دی جاتی تھی۔" وفی الغنیۃ شرح منیہ ص ۳۵۷، الاذان انما یکون فی المئذنۃ او خارج المسجد والاقامۃ فی داخلہ الخ. "غنیۃ شرح منیہ ص ۳۵۷ میں ہے کہ آذان مینارے پر یا خارج مسجد ہو اور اقامت مسجد کے اندر ہو۔" وقال فی الطحطاوی ص ۱۲۸. یکرہ ان یوذن فی المسجد کما فی القھستانی الخ. "طحطاوی ص ۱۲۸ پر ہے کہ مسجد میں آذان دینا مکروہ ہے جیسا کہ قہستانی میں ہے۔" واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم۔

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۱/صفر المظفر ۱۴۰۱ھ، ۳۰/دسمبر ۱۹۸۰ء

استفتاء ۱۱۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیانِ شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ:

(۱) بروز جمعہ وقت خطبہ جو اذان دی جاتی ہے وہ اذان کس جگہ ہونی چاہیے، مسجد میں یا باہر؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ امام کے سامنے باہر میں جہاں کہ جوتا کھولا جاتا ہے وہیں ہونی چاہیے۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے کسی کتاب میں باب المسجد میں دیکھا ہے اس حساب سے مسجد کے دروازہ چوکھٹ پر ہونا چاہیے اس لئے اذان ثانی چوکھٹ کے پاس یا برآمدہ میں ہونی چاہیے لیکن اکثر لوگ کہتے ہیں کہ مسجد کے اندر امام کے سامنے اور پہلی صف میں منبر کے نزدیک ہونی چاہیے کیونکہ یہی عمل ابتدائے اسلام سے اب تک ہوتے آرہا ہے جو لوگ اذان باہر دینے کو کہہ رہے ہیں۔ خواہ مخواہ اسلام میں نئی بات نکال کر خود تو گمراہ ہیں ہی اور عوام کو بھی گمراہ بنارہے ہیں۔ کیا چودہ سو سال سے عالم علماء نہیں تھے۔ فقط

المستفتی: ڈاکٹر محمد ضمیر الدین، موضع وڈاکخانہ بیلباڑی، وایہ شالماری، ضلع کٹیہار (بہار)

مورخہ: ۲۸/۲/۸۰ء

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــ!

فقہاء کرام نے مسجد کے اندر اذان کہنے کو شدت سے منع فرمایا ہے خواہ خطبہ کی اذان ہو یا دیگر نمازوں کی، چنانچہ فتاویٰ

خانیہ میں ہے: ینبغی ان یوذن علی المئذنة او خارج المسجد ولایوذن فی المسجد یعنی مسجد کے منارے پر یا خارج مسجد اذان دینی چاہیے اور مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے۔ فتح القدیر میں ہے: الاقامة فی المسجد الخ لابد واما الاذان فعلی المئذنة فان لم یکن ففی فناء المسجد وقالوا لایوذن فی المسجد الخ ۔''اقامت تو مسجد میں ہی ہوگی اور اذان تو منارے پر ہوگی اگر منارہ نہیں ہے تو خارج مسجد اور فقہاء کرام رضی اللہ عنہم نے ارشاد فرمایا کہ اذان مسجد میں نہ دی جائے۔'' فقہ کے اکثر وبیشتر کتابوں میں مسجد کے اندر اذان دینے کو مکروہ لکھا ہے جیسے فتاویٰ عالمگیریہ، قاضی خان، البحر الرائق، فتاویٰ ہندیہ، طحطاوی علی مراقی الفلاح، فتاویٰ خلاصہ وغیرہا میں یہ دعویٰ محض بے بنیاد اور غلط ہے کہ اندرون مسجد ابتدائے اسلام سے اب تک اذان ہوتی آرہی ہے۔ مذکورہ حوالہ جات کی کتابیں آج کی نہیں ہیں یہ وہ کتابیں ہیں جو دنیا بھر کے مسلمانوں کے نزدیک قابل اعتماد وعمل ہیں اور فقہاء اسلام زمانۂ دراز سے اُسے مستند مانتے آرہے ہیں، مذکورہ کتب فقہیہ سے بڑھ کر قابل اعتماد وعمل وہ حدیث ہے جو سنن ابی داؤد میں بسند حسن حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قال کان یوذن بین یدی رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذاجلس علی المنبر یوم الجمعة علی باب المسجد۔ یعنی حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن جب منبر پر رونق افروز ہوتے تو آپ کے سامنے مسجد کے دروازہ پر اذان ہوتی تھی۔ حدیث پاک سے بین یدی کا مفہوم بھی ظاہر ہوگیا کہ سامنے سے مراد ہاتھ دو ہاتھ کا فاصلہ مراد نہیں ہے بلکہ باب مسجد مراد ہے۔ اور باب مسجد خارج مسجد ہی ہوا کرتا ہے بنابریں فقہائے اسلام نے اذان کے لئے خارج مسجد کا حکم دیا۔ یہ صواب وصحیح ہے اور مطابق سنت ہے۔ اب معترضین سوچیں کہ خارج مسجد اذان کا ہونا بدعت وخلاف سنت ہے۔ یا منبر کے قریب اندرون مسجد؟ اس قدر شواہد فقہ اور روشن حدیث پاک کے ہوتے ہوئے بھی اگر عوام اپنی ضد پر اڑی رہی تو ان کے لئے سوائے دعاءِ ہدایت وتوفیق توبہ کے اور کیا کیا جاسکتا ہے۔ تمام فقہائے احناف نے جمعہ کی اذان ثانی کو خارج مسجد ہی ہونا سنت قرار دیا ہے یہاں تک کہ امام ابن الحاج مکی مالکی نے مدخل میں اس پر جزم فرمایا ہے: ان السنة فی اذان الجمعة اذا صعدالامام علی المنبر ان یکون الاذان علی المنار. ''بروز جمعہ اذان ثانی میں سنت یہ ہے کہ جب امام منبر پر چڑھے تو منارے پر اذان دی جائے۔'' وہ لوگ جو داخل مسجد منبر کے قریب اذان کہنے کو سنت متوارثہ قرار دے رہے ہیں وہ غلطی میں مبتلا ہیں۔ شریعت طاہرہ میں اس کی کوئی اصل نہیں۔ علامہ مذکور نے خود ہی اس کا بایں الفاظ فیصلہ فرمایا: قد بان ان فعل ذالک فی المسجد بین یدی الخطیب تمسک بعض الناس بها ثم صار کانه سنة معمول بها ولیس له اصل فی الشرع الخ ''اس سے ظاہر ہوا کہ خطیب کے روبرو منبر کے پاس اذان بدعت ہے بعض نے اس پر عمل کیا اور پھر سنت کی طرح اس پر عمل ہونے لگا حالانکہ شرع میں اس کی کوئی اصل نہیں۔'' وھو تعالیٰ اعلم۔

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبــہ

۱۵/ ربیع الآخری ۱۴۰۰ھ، ۵/ مارچ ۱۹۸۰ء

استفتاء ۱۱۷

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
اذان ثانی مسجد کے اندر دینا کیسا ہے؟ باحوالہ جواب عطا فرمائیں۔ نوازش ہوگی۔
المستفتی: نسیم احمد، مچھلی محلہ، گریڈیہہ، بہار

۸۶/۹۲ ک

الجواب ـــــــ بعون الملک الوهاب ـــــــ!

ہر اذان خواہ پنجوقتی ہو یا اذان اول وثانی جمعہ مسجد کے اندر کہنا مکروہ، ممنوع، بدعت سیئہ ہے۔ طحطاوی علیٰ مراقی الفلاح ص ۱۲۸ مصری میں ہے: یکره ان یوذن فی المسجد کمافی القهستانی عن النظم۔ ''اندرون مسجد آذان دینا مکروہ ہے جیسا کہ قہستانی میں۔'' فتاوی عالمگیریہ جلد ۱، صفحہ ۵۵ میں ہے: وینبغی ان یوذن علی المئذنة اوخارج المسجد ولایؤذن فی المسجد الخ۔ ''اذان گاہ یا خارج مسجد میں اذان کہنا مناسب ہے مسجد کے اندر اذان نہ کہی جائے۔'' اذان ثانی کا استثناء فقہ کی کتابوں میں موجود نہیں تو اب خواہ مخواہ اسے مستثنیٰ کرنا مسائل دینیہ شرعیہ میں مداخلت ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وسلم

کتبہ
عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
۱۵ ر شوال المکرم ۱۴۰۳ھ، ۲۶ / جولائی ۱۹۸۳ء

استفتاء ۱۱۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ مسائل میں کہ

(۱) حضور کے زمانہ میں کون سی اذان ہوتی تھی، اذان جمعہ یا اذان خطبہ؟

(۲) چین دار گھڑی پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟ (رفاقت ستمبر ۱۹۸۲ء) جواب مکروہ ہے اور اس کا استعمال خارج نماز بھی ممنوع ہے۔ مکروہ کیسے ہوا تفصیلی جواب سے نوازیں اور جملہ کو پورا کیوں نہیں کیا گیا؟

(۳) دیوبندی خیالات کے امام کے پیچھے نماز جماعت درست ہے یا نہیں؟ نماز جمعہ کے متعلق بھی بیان کریں گے۔

(۴) اگر دیوبندی حافظ رمضان کے مہینے میں تراویح پڑھائے تو اس کے پیچھے نماز تراویح ہوگی یا نہیں؟ زید کا کہنا ہے کہ مجھے قرآن سننے سے مطلب ہے، نہ کہ اس کے عقیدے سے؟ مگر عمر کا کہنا ہے کہ عقیدے ہی

سے نماز کی درستی ہے۔ جب عقیدہ ہی درست نہیں تو نماز کہاں ہوگی؟ واضح کریں کیا درست ہے؟

(۵) نماز تہجد کا وقت کب سے شروع ہوتا ہے اور کب تک رہتا ہے؟ کیا نماز عشاء پڑھنے کے فوراً بعد عشاء ہی کے ساتھ ساتھ نماز تہجد پڑھی جا سکتی ہے؟ اگر کوئی اس طرح پڑھتا ہو تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

(۶) محرم میں تعزیہ بنانا اور اسے گشت لگانا درست ہے یا نہیں؟ اور پیک یعنی جنگا ہا لگانا درست ہے یا نہیں؟ جس میں لوگ گھونگرو اور گھنٹی کا استعمال کرتے ہیں، کیسا ہے؟

(۷) ادارۂ شرعیہ میں دار القضاء میں مقدمہ دائر کرنے کا کیا اصول وضابطہ ہے اور مقدمہ کی پوری فیس کیا ہے اور پیشگی فیس کتنا جمع کرنا پڑتا ہے؟ روپیہ پوسٹل آرڈر سے بھیجنا پڑتا ہے یا منی آرڈر سے؟ اس کی پوری تفصیل واضح کریں۔

المستفتی: محمد عثمان علی، زاہد قادری نوری، اردو پرائمری اسکول
مقام سکنی، پوسٹ ہونہے، وایہ چترپور، ضلع ہزاری باغ

۹۲/۷۸۶

الجواب ــــــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــــــ!

(۱) نماز جمعہ کے لئے ایک ہی اذان ہوتی تھی جس کو آج خطبہ کی اذان کہا جاتا ہے۔ وھو اعلم

(۲) ممنوع ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے۔ جواب کا جملہ پورا ہے۔ وھو اعلم

(۳) پنجگانہ نمازیں ہوں یا جمعہ وعیدین کی، سب نمازیں گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں باطل محض ہیں۔ وھو اعلم

(۴) عمرو کا کہنا صحیح ہے کہ بدعقیدوں کی اقتداء حرام اور نمازیں باطل محض ہیں۔ وھو اعلم

(۵) رات کا آخری حصہ صبح صادق سے قبل تک تہجد کا وقت ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص عشاء کی نماز پڑھ کر سو جائے اور پھر بیدار ہو تو اس کے لئے تہجد کا وقت بیدار ہونے کے بعد ہی شروع ہو جاتا ہے۔ مثلاً سردی کے موسم میں کوئی شخص ۷ر بجے عشاء کی نماز پڑھ کر سو جائے اور ساڑھے سات بجے جاگ جائے تو اس کے لئے یہی تہجد کا وقت ہو گیا۔ عشاء کے ساتھ ساتھ تہجد نہیں ہوتا ہے، خواہ گیارہ بجے رات میں عشاء کیوں نہ پڑھے۔ وھو اعلم

(۶) گھونگھرو اور گھنٹی کا استعمال مردوں کو حرام ہے اور تعزیہ داری بھی حرام ہے۔ کمافی رسالہ تعزیہ داری۔ وھو اعلم

(۷) تفصیلی تحریری استغاثہ کے ساتھ اس کی کل فیس مبلغ تیس روپے بذریعہ منی آرڈر بھیجنی ہوتی ہے۔ وھو اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتــــــــــــبــہ

۷/شوال المکرم ۱۴۰۳ھ

استفتاء [119]

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ
خطبہ ثانی ختم ہونے کے بعد پیش امام صاحب مصلی پر آکر بیٹھ جاتے ہیں اور موذن تکبیر کہتے ہوئے جب حی علی الفلاح پر پہنچتے ہیں تب امام صاحب کھڑے ہوتے ہیں۔ شرعی مسئلہ کی رو سے امام صاحب کا خطبہ ثانی کے بعد مصلیٰ پر بیٹھنا کہاں تک درست ہے؟ جواب سے آگاہ فرمائیں۔
المستفتی: حاجی عبدالعزیز قریشی، کلٹی ضلع بردوان، ویسٹ بنگال

۸۶/۹۲ ے

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــــــــــ !
خطبہ ثانیہ کے بعد تکبیر کے وقت امام کا مصلیٰ پر بیٹھ جانا ضروری نہیں اور نہ اس کے عدم جواز کا کوئی جزئیہ فقیر کو مستحضر ہے۔ امام جمعہ جو خطبہ کے وقت کھڑا رہتا ہے تکبیر کے وقت بھی کھڑا رہ سکتا ہے۔ البتہ جو مقتدی بیٹھے ہیں وہ بیٹھے رہیں۔ وہ حی الصلوٰۃ یاحی علی الفلاح کے وقت کھڑے ہوں۔ هذا مستفاد عن فتاویٰ الامجدیہ (ص ۱/۲۹۹) ''فتاویٰ امجدیہ سے یہی مستفاد ہوتا ہے'' عمدۃ القاری میں ہے: وقال ابو حنیفة ومحمد یقومون فی الصف اذاقال حی علی الصلوٰۃ الخ. ''امام اعظم ابوحنیفہ اور امام محمد رضی اللہ عنہما نے فرمایا حی علی الصلوٰۃ کے وقت صف میں کھڑے ہوں۔'' وھو تعالیٰ اعلم

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، خادم دارالافتاءادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتـــــــــــــــــــــــبہ

۷/ربیع الاخریٰ ۱۴۰۲ھ

استفتاء [120]

مسئلہ: مکرمی قبلہ مفتی صاحب! ادارۂ شرعیہ بہار، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔
''رفاقت'' ماہ اکتوبر ۱۹۸۲ء، شمارہ نمبر ۲۱ کا ایک اہم مضمون ''نماز کی تاریخی اہمیت'' از ڈاکٹر شمس الحق شمسی دیکھا۔ اس کی مندرجہ ذیل عبارت پر سوال ہے۔ امید کہ وضاحت سے اسکا جواب دینگے۔ عبارت معترضہ یہ ہے:
''سورۂ جمعہ میں جس اذان کا ذکر ہے اس سے وہ اذان مراد ہے جو امام کے منبر پر بیٹھ جانے کے بعد ہوتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہی ایک اذان تھی۔ آپ کے منبر پر بیٹھ جانے کے بعد آپ کے سامنے یہ اذان ہوتی تھی۔ اس سے پہلے کی اذان حضور کے زمانہ میں نہیں تھی۔ اسے امیر المومنین

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے صرف لوگوں کی کثرت کو دیکھ کر زیادہ کی"۔ "رفاقت" ماہ ستمبر ۱۹۸۲ء، شمارہ نمبر ۲۰ میں ایک سوال یہ ہے — جمعہ میں خطبہ کی اذان کا سنت طریقہ کیا ہے؟ جس کا جواب یہ ہے — جب خطیب منبر پر خطبہ دینے کے لئے بیٹھ جائے تو اس کے سامنے مسجد سے باہر اذان دی جائے۔ یہی سنت طریقہ ہے۔ اعتراض اس بات پر ہے کہ آپ کے منبر پر بیٹھ جانے کے بعد آپ کے سامنے یہ اذان ہوتی تھی اور جواب سنت طریقہ یہ ہے کہ خطیب خطبہ دینے کے لئے بیٹھ جائے تو اس کے سامنے مسجد کے باہر اذان کہنے کا ثبوت حضور کے عہد میں نہیں ملتا ہے۔ تو یہ سنن نبوی کیسے ہوا؟

المستفتی: عثمانی علی زاہد نوری، اردو پرائمری اسکول، سکنی، ضلع ہزاری باغ

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــ!

مکرمی! سلام ورحمت! مضمون محولہ اور سوال و جواب مذکور میں کوئی اعتراض یا تضاد نہیں ہے۔ کسی اردو داں سے اسے سمجھ لیجئے۔ مضمون نگار نے جمعہ کے دن ایک ہی اذان کا خطیب کے سامنے ہونا لکھا ہے اور مجیب نے سامنے کے ساتھ ساتھ مسجد کے باہر کی بھی قید لگا دی ہے کیوں کہ سنت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے یہی ثابت ہے جیسا کہ ابوداؤد شریف میں حضرت صائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: **اذا جلس النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم الجمعۃ علی المنبر فیوذن بین یدیہ علیٰ باب المسجد الخ.** یعنی جب نبی اکرم ﷺ جمعہ کے دن منبر پر خطبہ دینے کے لئے جلوہ فرما ہوتے تو آپ کے سامنے مسجد کے دروازے پر اذان کہی جاتی۔ اور آپ کے عہد گرامی میں مسجد نبوی کا دروازہ خارج مسجد ہی تھا۔ وھو تعالیٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۶/ شوال المکرم ۱۴۰۳ھ

استفتاء

(۱) **مسئلہ:** تکبیر اولیٰ میں پہلے سے کھڑا رہنا چاہئے یا حی علی الصلوٰۃ پر کھڑا ہونا چاہئے؟

(۲) کرتا میں بٹن نہ رہنے سے نماز ہوگی یا نہیں؟ پوری تفصیل کے ساتھ ان دونوں کا جواب دیجئے۔

(۳) عصر کے بعد قرآن شریف کی تلاوت کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ اگر ناجائز ہے تو کیسے؟

المستفتی: محمد فخر عالم رضوی القادری، ریل پار، رام پور ہاٹ، بیر بھوم، بنگال

۹۲/۸۶ ۷

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــــ !

(۱) تکبیر اقامت میں پہلے سے کھڑا رہنا امام و مقتدی سب کے لئے مکروہ ہے۔ عالمگیری میں ہے: **اذا دخل الرجل عند الاقامة یکره له الانتظار قائما ولکن یقعد الخ.** ''جب کوئی اقامت کے وقت مسجد میں داخل ہو تو کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے بلکہ بیٹھ جائے۔'' اور شرح وقایہ میں ہے: **یقوم القوم والامام اذا قال المکبر حی علی الصلوٰۃ او الفلاح الخ.** (امام و مقتدی اس وقت کھڑے ہوں جب مکبر ''حی علی الصلوٰۃ'' یا ''حی علی الفلاح'' کہے۔'' اور حی علی الفلاح کے وقت کھڑے ہونے پر ہمارے ائمہ ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اتفاق ہے۔ ردالمحتار میں ہے: **قال فی الذخیرۃ یقوم الامام والقوم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح عند علمائنا الثلثه الخ.** ''ذخیرہ میں کہا کہ ہمارے علماء ثلاثہ کے نزدیک امام و مقتدی اس وقت کھڑے ہوں جب مؤذن ''حی علی الفلاح'' کہے۔'' **وھو اعلم**

(۲) اگر کرتا میں بٹن نہیں ہیں یا ہیں مگر کاہلی وغیرہ کی وجہ سے لگایا نہیں اور سینہ کھلا رہا کہ اس کے نیچے دوسرا کرتا یا گنجی نہیں ہے تو ظاہراً کراہت تحریم ہے اور اگر نیچے کرتا وغیرہ ہے کہ سینہ یا پسلی کی ہڈی نہیں دکھلا رہی ہے تو مکروہ تنزیہی ہے۔ کمافی بہار شریعت جلد ۳، صفحہ ۱۴۵۔ **وھو تعالیٰ اعلم!**

(۳) عصر کے بعد مطلقاً تلاوت قرآن پاک ممنوع و ناجائز نہیں، ہاں افضل و اولیٰ یہ ہے کہ وقت مکروہ میں تلاوت کو ترک کردے اور درود و وظائف کا شغل رکھے۔ درمختار میں ہے: **الصلوٰۃ فیھا علی النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم افضل من قرأۃ القرآن لانھا من ارکان الصلوٰۃ فالاولیٰ ترک ماکان رکنالھا الخ.** ''اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا یہ قرأتِ قرآن سے افضل ہے اس لئے کہ قرأۃ قرآن ارکان صلوٰۃ میں سے ہے تو جو رکن صلوٰۃ ہے اس کا ترک کرنا اولیٰ ہے۔'' اور غروب لگنے کا وقت وقتِ مکروہ ہے جو تجربہ کی بنیاد پر آفتاب کی آخری کرن غائب ہونے سے بیس منٹ قبل شروع ہو جاتا ہے۔ پس اس بیس منٹ کے اندر اندر تلاوت موقوف کر دینا افضل ہے، ناجائز اب بھی نہیں۔ **وھو اعلم**

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲/ شوال المکرم ۱۴۰۳ھ

استفتاء ۱۲۲

(۱) **مسئلہ**: بعض جگہوں میں دیکھا گیا ہے کہ مکبر اقامت کے کلمات ختم نہیں کر پاتا ہے اللہ اکبر اللہ اکبر ہی کہتا رہتا ہے اور امام نماز شروع کر دیتا ہے۔ حالانکہ لا الہ الا اللہ کہنا ابھی باقی ہی رہتا ہے۔ کیا از روئے شرع یہ صورت جائز ہے؟

(۲) عرب میں کسی دو عادل مسلمانوں نے چاند دیکھا اور اسی شب میں بذریعہ ہوائی جہاز ہندوستان آ کر گواہی دیا کہ آج ہم نے عید یا بقرعید کا چاند دیکھا ہے۔ تو کیا اس کی گواہی کو معتبر مانتے ہوئے قبول کر کے اسی حساب سے ہندوستان میں عید یا بقرعید کا حکم نافذ کر دیا جائے گا؟ جب کہ ہندوستانی رویت ہلال کے اعتبار سے ابھی ۲۸ یا ۲۹ تاریخ ہے۔

المستفتی: محمد فیضان رضا (بی کام)، ملت کالج، دربھنگہ

۸۶/۹۲ھ

الجواب ــــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــــ!

(۱) ہاں جائز و درست ہے۔ کمافی شرح الوقایہ ویشرع الصلوۃ عند قدقامت الصلوۃ۔" جیسا کہ شرح وقایہ میں ہے اور قدقامت الصلوۃ پر نماز شروع کر دے۔" وھو تعالیٰ اعلم

(۲) اختلاف مطالع کی وجہ سے عرب کی رویت ہلال، ہندوستان کے لئے ناقابل اعتبار ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

(یہ جواب اگرچہ ہمارے ظاہر مذہب بلکہ مفتی بہ کے خلاف ہے مگر سوائے اس کے کوئی چارۂ کار بھی نہیں کہ اب اس قسم کی گواہیوں کا گذرنا نہ صرف ممکن بلکہ واقع ہے۔ اُصول میں ہمارے یہاں گنجائش موجود ہے کہ بہ وقت ضرورت شدیدہ کسی دوسرے امام کے قول کی طرف رجوع کر لیا جائے ورنہ لازم آئے گا کہ ۲۹ یا ۳۰ رمضان کو شہادت مذکورہ کی بنیاد پر عید کا حکم جاری کر کے مسلمانوں کو روزہ خور بنایا جائے جو صریحاً حرام ہے)۔

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کــــــــــــتــــــــــــبــــــــــــہ

۲۵/رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ

استفتاء ۱۲۳

مسئلہ: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں:

(۱) کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ بوقت اقامت امام اور مقتدی کو بیٹھے رہنا چاہیے تاوقتیکہ مکبّر حی الفلاح پر نہ پہو نچے اور کھڑے ہوکر انتظار کرنا مکروہ ہے اور خلاف سنت ہے۔

(۲) کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ بیٹھ کر انتظار کرنا اللہ اور رسول کی شان میں گستاخی ہے۔

(۳) اذان میں اشھد ان محمد رسول اللہ پر انگوٹھے کو چوم کر آنکھوں میں ملنا چاہیے یا نہیں اگر ایسا کیا جائے تو اُس کا کیا طریقہ ہے۔

برائے کرم مندرجہ بالا سوالات کے جوابات احادیث وفقہ کی روشنی میں تحریر فرما کر مشکور فرمائیں والسلام!

المستفتی: محمد اسحاق

۹۲/۸۶ھ

الجواب!

(۱) بوقت اقامت مقتدی اور امام دونوں مسجد میں موجود ہیں تو دونوں کو بیٹھ کر اقامت سننی چاہیے اور جب مکبر حی الصلوٰۃ یا حی علی الفلاح پر پہنچے اس وقت کھڑا ہونا چاہیے شرح وقایہ میں ہے: ویقوم الامام والقوم عندحی علی الصلوٰۃ الخ ''امام اور قوم حی علی الصلوٰۃ کے وقت کھڑے ہوں۔'' اور حدیث پاک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا تقوموا حتی ترونی رواہ البخاری والمسلم عن قتادہ۔ ''جب اقامت کہی جائے تو جب تک مجھے دیکھ نہ لو مت کھڑے ہو، بخاری ومسلم نے قتادہ سے روایت کی۔'' کہ جب نماز کے لیے اقامت کہی جائے تو جب تک مجھے نہ دیکھ لو کھڑے مت ہویا کرو اس حدیث پاک کی شرح میں حضرت محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ ترجمہ جب بلال رضی اللہ عنہ حی علی الصلوٰۃ پر پہنچتے تھے تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ سے باہر تشریف لاتے اور حی علی الفلاح ختم ہوتے ہوتے آپ مصلی پر تشریف لے آتے پھر قدقامت الصلوٰۃ کے بعد نماز شروع فرمادیتے۔ شرح مؤطا محلی میں ہے: قال ابو حنیفہ ومحمد یقومون عندحی علی الصلوٰۃ الخ ''ترجمہ: امام ابوحنیفہ وامام محمد علیہما الرحمہ نے فرمایا کہ حی علی الصلوٰۃ کے وقت لوگ کھڑے ہوں۔'' اقامت سے پہلے ہی نماز کیلئے کھڑا ہوجانا اور نماز کے شروع ہونے کا انتظار کرنا واقعی مکروہ ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ویکرہ انتظار الصلوٰۃ قائماً الخ۔ ''اور کھڑے ہوکر انتظار کرنا مکروہ ہے۔'' وھو تعالیٰ اعلم

(۲) جو لوگ ایسا دعویٰ کرتے ہیں اس پر دلیل کا پیش کرنا ضروری ہے اگر وہ دلیل پیش نہ کرسکیں اور وہ ہرگز پیش نہیں کرسکیں گے۔ تو یہ شریعت مطہرہ میں مداخلت ہے بلکہ مخالفت ہے جس سے رجوع کرنا (توبہ) ضروری ہے۔ اگر کچھ لوگ اقامت کے

وقت نہیں بیٹھتے ہیں تو یہ ان کے لئے صرف کراہت کا سبب ہے۔لیکن مخالفت کرنا جرأت علی الدین ہے جس سے مسلمانوں کو بچنا لازم ہے۔قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ مَاآتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ الخ ۔''رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو تمہیں عطاء فرمائیں اسے لے لو۔'' وھو تعالیٰ اعلم!

(۳) اذان میں نام اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سنکر انگوٹھے کو چومنا اور آنکھوں پر ملنا مستحب ہے۔درمختار میں ہے کہ جب اذان میں پہلی بار اَشْهَدُاَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰهِ سنے تو صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ کہے اور جب جب دوسری مرتبہ اَشْهَدُاَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰهِ سنے تو قُرَّةُ عَیْنِیْ بِکَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ کہے اور انگوٹھوں کے دونوں ناخون کو آنکھوں پر رکھ کر یوں کہے: اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِیْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ (خدایا رسول کے صدقے میں مجھے شنوائی و بصارت سے بہرہ ور فرما) ردالمحتار کی اصل عبارت یہ ہے: یستحب ان یقال عند سماع الاولیٰ من الشهادة صلی الله علیک یارسول الله وعندالثانية منهاقرة عینی بک یارسول الله .ثم یقول اللهم متعنی بالسمع والبصر۔بعد وضع ظفرلی الابهامین علی العینین فانه صلی الله علیه وسلم یکون قائداً له الی الجنة کذافی کنز العباد!

''ترجمہ: پہلی شہادت سننے کے وقت صلی اللہ علیک یارسول اللہ اور دوسری شہادت سن کر قرة عینی بک یارسول الله کہنا مستحب ہے۔پھر کہے: اللهم متعنی بالسمع والبصر خدایا رسول کے صدقے مجھے شنوائی و بصارت سے بہرہ ور فرما۔دونوں انگوٹھوں کو اپنی آنکھوں پر رکھتے ہوئے جو شخص ایسا کرے گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنت کی جانب اس کی پیشوائی فرمائیں گے جیسا کہ کنز العباد میں ہے۔''

یعنی جو شخص ایسا کرے گا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قائد بن کر اسے جنت میں لے جائیں گے جیسا کہ کنز العباد میں ہے وکماحققه مفصلاامام اهل السنة سیدنا احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فی فتاوٰہ۔والله تعالیٰ ورسوله اعلم!

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۹/شعبان ۱۳۹۹ھ، ۲۵/جولائی ۱۹۷۹ء

استفتاء ۱۲۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین مسئلہ ہذا میں کہ:

آج کل پنجوقتہ نمازوں میں چند جگہوں میں تکبیرات کا سلسلہ ہو گیا ہے جبکہ مؤذن حی الفلاح کہتا ہے تو لوگ اٹھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔لہٰذا اجمیر شریف بہار شریف یہاں تک کہ مکہ مدینہ میں یہ رواج نہیں ہے کہ تکبیرات بیٹھ کر سنی جائے چند لوگ کہتے ہیں کہ اٹھکر تکبیرات سننا مکروہ ہے لہٰذا یہ سب انجھن کو رفع دفع کرنے کے لئے ایک فتویٰ طلب کرنے کی ضرورت پڑ گئی ہے۔لہٰذا ۹۰/ فیصدی کا کہنا ہے کہ ہر جگہ

اٹھکر تکبیرات کہا جاتا ہے اور زمانۂ دور دراز سے کھڑے کھڑے تکبیرات ہوا کرتا ہے اور یہ نئی چیز کہاں سے اور کون کتاب سے نازل ہوگئی ہے جس کی وجہ سے لوگ جھگڑتے اور الجھن میں پڑ گئے ہیں۔ حالانکہ بہار شریعت میں بیٹھ کر تکبیرات کا حکم کرتا ہے۔ لیکن بخاری شریف، مسلم شریف، ترمذی شریف، مشکوۃ شریف سب بڑی بڑی حدیثیں ہیں۔ لہٰذا ان کا حوالہ اور نمبر اور کون ورق میں ہے پیش کرتے ہوئے خلاصہ جواب بھیج دیں کہ شریعت کا کیا حکم ہے صحیح خبر دیدیں ورنہ محلہ میں کچھ دنوں کے بعد اختلاف کا حادثہ ہوگا۔ لہٰذا جلد جواب دیں تا کہ بستی میں اختلافات پیدا نہ ہو کہ کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر تکبیرات کہی جائے۔ امام اعظم کا کیا قول ہے اور کیا حکم ہے؟ چونکہ ہم لوگ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ رکھتے ہیں اور ہم لوگ امام اعظم ابوحنیفہ کے مسلک پر ہیں۔

المستفتی: محمد شریف انصاری مقام بھروا بستی امام نگر چاس دھنباد بہار

۹۲/۸۶ء

الجواب

حنفی مسلک میں نماز کا انتظار کھڑے ہو کر کرنا مطلقاً مکروہ ہے خواہ مسجد میں پہلے سے حاضر ہو یا اقامت کے وقت آیا ہو فتاویٰ عالمگیری جلد اول میں ہے: فاذا دخل الرجل عند الاقامة یکره له الانتظار قائما ولکن یقعد ثم یقوم اذا بلغ المؤذن قوله حی علی الفلاح کما فی المضمرات۔ ''توجب اقامت کے وقت کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے بلکہ وہ بیٹھ جائے پھر اس وقت کھڑے ہو جب مؤذن حی الفلاح پر پہنچے۔'' اور اگر امام و مقتدی پہلے ہی سے مسجد میں موجود ہوں تو امام و مقتدی سب کو بیٹھ کر اقامت سنی چاہئے اور جب مکبر حی علی الفلاح پر پہنچے تو سب کھڑے ہوں یہی امام اعظم ابوحنیفہ امام محمد اور ابو یوسف رحمہم اللہ کا مسلک ہے عالمگیری مطبع نول کشور صفحہ ۵۵ پر ہے: وکان القوم مع الامام فی المسجد فانه یقوم الامام والقوم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح عند علمائنا الثلاثة وهو الصحیح۔ ''اور اگر امام و مقتدی مسجد میں موجود ہوں تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک دونوں اس وقت کھڑے ہوں جب مؤذن حی الفلاح پر پہنچ جائے اور یہی صحیح ہے۔'' بلکہ شوافع وغیرہم کے مسلک میں تو یہاں تک ہے کہ جب تک مکبر تکبیر سے فارغ نہ ہو لوگ نماز کیلئے کھڑے نہ ہوں۔ کما حققه امام احمد رضا فی فتاواه وهو هذا اختلاف العلماء من السلف فمن بعدهم متی یقوم الناس للصلوة ومتی یکبر الامام فمذهب الشافعیة وطائفة انه تستحب ان لایقوم احد حتی یفرغ المؤذن من الاقامة الخ ''جیسا کہ امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے فتاویٰ میں تحقیق فرمائی کہ اس مسئلہ میں علماء سلف اور ان کے بعد کے علماء کا اختلاف ہے کہ کب مقتدی نماز کے لئے کھڑے ہوں؟ اور کب امام تکبیر کہے؟ تو امام شافعی اور ایک گروہ کا یہ مذہب ہے کہ کوئی بھی شخص کھڑا نہ ہو جب تک کہ مؤذن اقامت سے فارغ نہ ہو'' اور درمختار میں ہے کہ امام مقتدی حی علی الفلاح ہی کے وقت کھڑے ہوں: والقیام لامام ومؤتم حین قیل حی علی الفلاح ''امام و مقتدی اس وقت کھڑے ہوں جب حی علی الفلاح کہا جائے۔'' مذکورہ بالا مختصر تصریحات کے بعد امام اعظم ابوحنیفہ نعمان ابن ثابت رضی اللہ عنہ کا

مسلک اچھی طرح واضح ہوگیا کہ اقامت بیٹھ کر سنے اور جب مکبر حی علی الفلاح پر پہنچے تو نماز کے لیے لوگ کھڑے ہوجائیں۔ کتاب الآثار میں حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا: **قال محمد ینبغی للقوم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح ان یقوموا الصلوٰۃ وھو قول ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ**۔''امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مقتدیوں کو اس وقت نماز کے لئے کھڑا ہونا چاہیے جب مؤذن حی علی الفلاح کہے اور یہی قول امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے''۔

سائل کا یہ اعتراض کہ فلاں فلاں مقامات پر لوگ اس مسئلہ پر عمل نہیں کرتے ہیں یا فلاں فلاں کتاب میں یہ مسئلہ ہی موجود نہیں ہے۔ یہ اعتراض اور اس قبیل سے دیگر اعتراضات نادانی پر محمول ہیں کیونکہ فلاں فلاں مقامات مذہب یا مذہب کے مسائل کے لئے حجت نہیں ہیں۔ اگر مکہ یا مدینہ زادھما اللہ تعالیٰ شرفاً وتکریماً میں عام طریقے سے ٹیلی ویژن دکھلائے جاتے ہوں یا ریڈیو سے فحش گانے سنائے جاتے ہوں تو یہ اس کے لئے حلت کی دلیل نہ ہوگی اسی طرح کسی کتاب میں کسی مسئلہ کا نہ ہونا اس کے عدم جواز پر دال نہیں ہے۔ سیکڑوں مسائل فقہیہ حنفیہ ایسے ہیں جو بخاری و مسلم شریف میں نہیں ہیں۔ پھر بھی مسائل سلف وخلف کے نزدیک معمول بہا ہیں کیونکہ وہ احادیث وآثار صحیحہ سے مستند ہیں۔

متعلقہ مسئلہ کا مرجع وہ حدیث پاک ہے جس کو مسلم شریف، بیہقی شریف وغیرہا نے بروایت صحیحہ نقل کیا ہے متن حدیث یہ ہے: **قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذااقیمت الصلوٰۃ فلا تقوموا حتی ترونی الخ اشعۃ اللمعات**''ترجمہ: رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جماعت قائم ہو تم لوگ کھڑے نہ ہو جب تک کہ مجھے دیکھ نہ لو۔'' اور حاشیہ مشکوٰۃ میں محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں مخلصاً کہ جب حضرت بلال تکبیر اقامت کہتے اور حی علی الفلاح پر پہنچتے تو سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ سے باہر تشریف لاتے اور صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم آپ کو دیکھ کر کھڑے ہوجاتے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب!

کتبہ الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۹/ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ

استفتاء ۱۲۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

تمام نمازی مسجد میں جماعت کیلئے منتظر ہیں اور جب مکبر کھڑا ہوتا ہے تکبیر کیلئے تو تمام نمازی بیٹھے رہتے ہیں جب ''حی علی الصلوٰۃ'' کہتے ہیں تو سب کھڑے ہوتے ہیں تو زید کا کہنا ہے کہ یہ جائز نہیں ہے بلکہ جب مکبر کھڑا ہو تکبیر کیلئے تو اسوقت سب کو کھڑا ہوجانا چاہئے۔ تو اس مسئلہ کو حدیث وقرآن اور فقہ

سے صاف کردیں کہ نمازی کب کھڑے ہوں حی علی الصلوۃ پر یا پھر مکبر کے ساتھ ہی۔ جب کہ امام بیٹھا رہتا ہے اور مقتدی کھڑے ہوجاتے ہیں۔

المستفتی: محمد رضاء القادری بہشتی محلہ۔ داناپور پٹنہ
۲۱ نومبر ۱۹۷۹ء

۹۲/۸۶ ھ

الجواب

زید بے قید کا کہنا لغو اور خلاف شرع ہے شرح وقایہ میں ہے: **یقوم الامام و القوم عندحی علی الصلوۃ ویشرع عند قدقامت الصلوۃ الخ** (امام اور قوم حی علی الصلوۃ کہتے وقت کھڑے ہوں) بوقت اقامت کھڑے رہنے کو فقہا کرام نے مطلق مکروہ فرمایا ہے عمدۃ الرعایہ اور فتاویٰ عالمگیری وغیرہما میں ہے: **یکرہ لہ انتظار الصلوۃ قائما بل یجلس فی موضع ثم یقوم عندحی علی الفلاح وبہ صرح فی المضمرات** اھ۔ ''ترجمہ: کھڑے ہوکر نماز کا انتظار کرنا مکروہ ہے بلکہ اپنی جگہ پہ بیٹھ جائے پھر ''حی الفلاح'' کے وقت کھڑے ہوں جس کی صراحت مضمرات میں کردی گئی ہے۔'' **واللہ تعالی ورسولہ اعلم بالصّواب۔**

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۵/ ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ، ۱۷/ نومبر ۱۹۷۹ء

استفتاء ۱۲۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ

زید کا کہنا ہے کہ پانچوں وقتوں کی فرض نمازیں جو مسجد میں باجماعت پڑھی جاتی ہیں، ان پانچوں وقت کی جماعت میں مقتدی پہلے ہی سے ترتیب وار صفوں کو درست کرکے بیٹھیں اور امام و مقتدی اقامت کے وقت مؤدب اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھے رہیں۔ جب مؤذن حی علی الفلاح کہے تب امام و مقتدی نماز کے لئے کھڑے ہوجائیں۔ سنت کا یہی طریقہ افضل ہے جس کا ثبوت مسلم و بخاری و ترمذی کی حدیثوں سے اور فقہاء حنفیہ کی کتابوں سے ملتا ہے۔ عمرو کا کہنا ہے کہ ہر فرض نماز جماعت کا وقت مقرر ہے۔ امام مسجد مقررہ وقت جماعت کو دیکھتا ہے تو مصلّی پر کھڑا ہوجاتا ہے۔ ان کے ساتھ ساتھ مقتدی بھی کھڑے ہوجاتے ہیں، صفوں کو درست کرتے ہیں، اقامت شروع ہوتی ہے۔ امام جب اللہ اکبر کہتا ہے مقتدی بھی نیت باندھ لیتے ہیں۔ امام کے ساتھ ساتھ مقتدی کو بھی ثنا پڑھنے کا شرف حاصل ہوتا ہے۔

یہی طریقہ سنت ہے۔ دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ صفوں کی درستگی کے ساتھ امام ومقتدی کو اقامت بیٹھ کر سننا افضل ہے یا کھڑے ہو کر۔ جواب احادیث اور مسلک امام اعظم کی روشنی میں دے کر عند اللہ ماجور ہوں۔ نیز جن احادیث وفقہ کی کتابوں سے مسئلہ اخذ کیا جائے حوالہ کے لئے ان کتابوں کے نام ضرور تحریر فرمائیں گے۔ فقط

المستفتی: مولوی جعفر علی صدر تنظیم ملت، آئینہ اسلام پور، ڈاکخانہ بھگت ڈیہہ، ضلع دھنباد

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــ!

قعود عند الاقامة

جب امام ومقتدی سب ہی مسجد میں موجود ہوں تو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک تکبیر اقامت بیٹھ کر سننا افضل ہے اور جب مکبر حی علی الفلاح کہے اس وقت سبھوں کو کھڑا ہونا چاہئے۔ کتاب الآثار میں امام محمد نے فرمایا اذا قال المؤذن حی علی الفلاح حینئذٍ ینبغی القوم ان یقوموا فیصفوا (الی ان قال محمد) وبه ناخذ وهو قول ابی حنیفة الخ. "جب مؤذن "حی الفلاح" کہے تو مقتدی کھڑے ہوں اور صفیں سیدھی کرے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور یہی قول امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔" اسی طریقہ پر حضرات شیخین، طرفین اور صاحبین کا اجماع ہے۔ عالمگیری جلد ا، صفحہ ۵۵ میں ہے: وكان القوم مع الامام في المسجد فانه يقوم الامام والقوم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح عند علمائنا الثلاثة وهو الصحيح اه. "امام ومقتدی دونوں مسجد میں ہو تو علماء ثلاثہ کے نزدیک امام ومقتدی اس وقت کھڑے ہوں جب مؤذن حی علی الفلاح کہے اور یہی صحیح ہے۔" (یہاں علماء ثلاثہ سے مراد سیدنا امام اعظم، سیدنا امام ابو یوسف اور سیدنا امام محمد علیہم الرحمہ ہیں) اس مسئلہ میں اگر بعض علماء نے اختلاف کیا ہے تو صرف یہ کہ حی علی الصلوٰۃ پر کھڑا ہونا چاہئے یا حی علی الفلاح پر، چنانچہ شرح وقایہ جلد ا، صفحہ ۱۵۵ میں ہے: ويقوم الامام والقوم عند حی علی الصلوٰة الخ "امام ومقتدی حی علی الصلوٰۃ کے وقت کھڑے ہوں۔" لیکن یہ اختلاف تو کوئی اختلاف نہیں ہے۔ دونوں میں تطبیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ حی علی الصلوٰۃ پر کھڑے ہونے کی ابتداء کرے اور حی علی الفلاح پر پوری طرح کھڑا ہو جائے۔ لیکن یہ طریقہ تو فقہ کی کسی کتاب میں نظروں سے نہیں گذرا کہ جب نماز کا وقت ہو جائے تو امام ومقتدی سب کھڑے ہو کر تکبیر اقامت کا انتظار کریں جیسا کہ عمرو نے دعویٰ کیا۔ فقہاء کرام نے نماز کے شروع ہونے کا انتظار کھڑے ہو کر کرنا مکروہ لکھا ہے۔ چہ جائیکہ تکبیر اقامت کا انتظار کھڑے ہو کر کیا جائے۔ عالمگیری جلد اول میں ہے: فاذا دخل الرجل عند الاقامة يكره له الانتظار قائما ولكن يقعد ثم يقوم اذا بلغ المؤذن قوله حی علی الفلاح الخ. یعنی جب کوئی شخص اقامت کے وقت مسجد میں داخل ہو تو نماز کے شروع ہونے کا انتظار کھڑے ہو کر کرنا مکروہ ہے۔ وہ بیٹھ جائے اور حی علی الفلاح کے وقت کھڑا ہو۔ اس مسئلہ کی تائید زمانۂ حال کے ایک مشہور عالم مولانا عبد الحئی فرنگی محلی نے "عمدۃ الرعایہ" میں یوں کی ویقوم الامام ای من مواضعه الی الصف وفيه اشارة الى انه اذا دخل

المسجد یکره له الانتظار الصلوٰة قائما بل یجلس فیموضع ثم یقوم عند حی علی الفلاح وبه صرح فی جامع المضمرات. "ماتن کا یہ قول کہ امام اپنی جگہ سے صف میں کھڑا ہو جائے اس میں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ جب مسجد میں داخل ہو تو کھڑے ہو کر نماز کا انتظار کرنا مکروہ ہے بلکہ اپنی جگہ پر بیٹھ جائے جس کی صراحت جامع مضمرات میں کی گئی۔" یہاں تک کہ دیوبند کے مفتی اعظم مولوی محمد شفیع دیوبندی نے امداد المفتین جلد ا، صفحہ ۲۴۹ میں لکھا کہ "جس وقت تکبیر پڑھنے والا حی علی الصلوٰۃ پر پہونچے اس وقت مقتدیوں کو کھڑا ہونا چاہئے"۔ پھر دیوبندی مفتی اعظم نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں محلّی شرح موطا کی یہ عبارت نقل کی قال ابو حنیفة ومحمد یقومون عندحی علی الصلوٰة الخ. "امام اعظم اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حی علی الصلوٰۃ کے وقت کھڑا ہونا چاہیے۔" اگر عمرو مذکور فی السوال کا دعویٰ تسلیم کر لیا جائے تو اس سے فقہاء احناف کا موقف یکسر کالعدم ہو جاتا ہے بلکہ دیوبندی مفتی اعظم پر یہ جرم عائد ہوتا ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کو خلاف سنت عمل کرنے کا حکم دیا۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں زید کا دعویٰ صحیح ہے کہ امام ومقتدی کا حی علی الفلاح کے وقت کھڑا ہونا افضل طریقہ (سنت) ہے۔ اور اس کے خلاف مکروہ ہے۔ کما مر عن الکتب الفقه "جیسا کہ کتب فقہیہ کے حوالے سے گزرا۔" اس مسئلہ کا مرجع وماخذ وہ حدیث پاک ہے جس کو مسلم شریف اور بیہقی شریف وغیرہما نے بروایت صحیحہ بیان کیا ہے اور اسی حدیث کو دیوبندی مفتی اعظم نے بخاری شریف کی روایت سے اپنے فتاویٰ جلد ا، صفحہ ۲۴۹ میں نقل کیا۔ حدیث یہ ہے: اذااقیمت الصلوٰة فلا تقوموا حتی ترونی الخ. "جب نماز کے لئے اقامت کہی جائے تو تم لوگ کھڑے مت ہو یہاں تک کہ مجھے دیکھ لو۔" اشعۃ اللمعات اور حاشیہ مشکوٰۃ میں محقق علی الاطلاق نے فرمایا کہ جب حضرت بلال اقامت کہتے اور حی علی الفلاح پر پہنچتے تو امام المرسلین صلوات اللہ علیہم حجرہ شریفہ سے باہر تشریف لاتے اور صحابہ کرام آپ کو دیکھ کر کھڑے ہو جاتے پھر نماز شروع ہوتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۲/ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ

استفتاء[۱۲۷]

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) تکبیر تحریمہ کب کہنا چاہئے اور ہاتھ کب باندھنا چاہئے؟

(۲) تکبیر اقامت کے بعد امام کو کچھ بولنے کا حق ہے یا نہیں؟ کتاب اور صفحات کے حوالہ کے ساتھ جواب دیجئے۔

المستفتی: عبدالرشید مقام وپوسٹ گانواں ضلع گریڈیہہ بہار

۸۶/۹۲ے

الجواب—————————————!

تکبیر تحریمہ کب کہے:

جب تکبیر اقامت کہنے والا قد قامت الصلوٰۃ کہہ چکے اس کے بعد امام کو تکبیر تحریمہ کہنا چاہئے (شرح وقایہ جلد اول صفحہ ۱۵۵) اور تکبیر تحریمہ کے ساتھ ساتھ ہاتھ باندھنا چاہئے۔ فتاویٰ عالمگیری صفحہ ا۷ جلد اول۔

تکبیر اقامت اور تکبیر تحریمہ میں وقفہ:

صفوں کو درست کرنے کے لئے مختصر بول سکتا ہے لیکن صفوں کو پہلے ہی سے درست کر لینا چاہیے تاکہ مزید بولنے کا موقع نہ ملے اور یہی بہتر ہے تاکہ جواب اپرپورے طور سے عمل ہو سکے۔ اگر تکبیر اقامت اور تکبیر تحریمہ کے درمیان میں تین چھوٹی آیتوں کے مقدار وقفہ ہو گیا تو تکبیر اقامت پھر سے کہنا ہوگی۔ ھکذافی کتب الفقه. واللہ تعالیٰ اعلم!

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبـــــــــــــــــــــه

۲۹/شوال ۱۴۰۰ھ

استفتاء ۱۲۸

مسئلہ! کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) اقامت کے وقت حی علی الصلوٰۃ پر امام صاحب کا کھڑا ہونا کیسا ہے؟

(۲) بعد نماز فجر کھڑے ہو کر بارگاہِ مصطفیٰ میں سلام پیش کرنا کیسا ہے، کیا ایسا کرنے سے سلام نماز کا جزء بن جائے گا؟ دونوں سوالوں کا جواب حدیث کی روشنی میں تحریر فرمائیں۔

المستفتی: محمد معزالدین شمسی مدرس مدرسہ عربیہ اسلامیہ مقام ڈپوسٹ کدرا ضلع روہتاس سہسرام

۸۶/۹۲ے

الجواب—————————————!

(۱) اتباع سنت ہے۔ (مشکوٰۃ شریف واشعۃ اللمعات)

(۲) جائز ہے۔ سلام تو نماز کا جز ہے ہی جیسا کہ التحیات سے ظاہر ہے۔ باقی رہا یہ اعتراض کہ اس ہیئت کذائیہ کے ساتھ نماز کا جزء بن جائے گا تو یہ صرف جاہلانہ اعتراض ہے۔ بیشمار اوراد و وظائف ہیں جسے لوگ نماز کے بعد پڑھتے ہیں وہ آج تک جزء نماز نہیں بن سکے تو اس سلام کے جزء نماز بننے کا اندیشہ کیوں ہے۔

نوٹ: پوسٹ کارڈ میں دلائل قرآن وحدیث نقل نہیں کئے جاسکتے ہیں) وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ!

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاءادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۳/ربیع النور ۱۴۰۱ھ

استفتاء ۱۲۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسائل ذیل میں کہ:

(۱) مکبّر جب حی علی الصلوٰۃ پر پہونچے تو اس وقت مقتدیوں کو کھڑا ہونا چاہیے یا تکبیر شروع ہوتے ہی کھڑا ہونا چاہیے۔ ہمارے یہاں حی علی الصلوٰۃ پر کھڑے ہوتے ہیں تو کچھ لوگ اعتراض کرتے ہیں اور قرآن وحدیث سے دلیل مانگتے ہیں۔

(۲) اذان جمعہ کے بعد خطبہ سے پہلے جو اذان ثانی ہوتی ہے وہ مسجد کے اندر ممبر کے قریب دی جائے یا مسجد سے باہر؟

(۳) گرمی میں یہاں کے مسلمان نماز عشاء تراویح کی جماعت چھت پر قائم کرتے ہیں تاکہ گرمی سے بچیں تو کیا چھت پر نماز پڑھ سکتے ہیں؟

از راہِ کرم سوالوں کے جواب فقہ وحدیث وقرآن کریم کی روشنی میں عنایت فرمائیں۔ فقط والسلام

المستفتی: نیرالدین غازی سالار چبوترہ، راجستھان

۹۲/۸۶ء

الجواب ــ!

(۱) مقتدی اور امام سب کو اس وقت نماز کے لئے کھڑا ہونا چاہیے۔ جب کہ مکبر حی علی الصلوٰۃ یا حی علی الفلاح کہے۔ یہی حضرت امام اعظم اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کا مذہب مہذب ہے البتہ امام زفر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک قدقامت الصلوٰۃ پر کھڑے ہونے کا حکم ہے۔ ائمہ احناف میں سے کسی کے نزدیک یہ نہیں ہے کہ شروع اقامت سے نماز کے لئے کھڑا ہو جائے۔ چنانچہ ردالمحتار میں ہے: قال فی الذخیرۃ یقوم الامام والقوم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح عند علمائنا الثلثۃ وقال حسن ابن زیاد وزفر اذا قال المؤذن قدقامت الصلوٰۃ قاموا الی الصف الخ جو لوگ اعتراض کرتے ہیں وہ اپنے مذہب کے اصول وقانون سے جاہل ہیں۔ وھو اعلم!

(۲) مسجد سے باہر خطیب کے سامنے دی جائے۔ خطبہ کی اذان بھی مسجد کے اندر کہنا دوسری اذانوں کی طرح خلاف سنت ہے

ومکروہ ہے۔ فی الخانیۃ صفحہ ۷۸ ج ۱، لایؤذن فی المسجد الخ وفی الطحطاوی علی المراقی صفحہ ۱۲۸، ویکرہ ان یؤذن فی المسجد الخ. وھو تعالیٰ اعلم!

(۳) مسجد کی چھت پر چڑھنا فقہائے کرام نے مکروہ بتایا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بے ضرورت شرعی اس پر نماز کی جماعت کرنی بھی مکروہ ہے۔ ردالمحتار میں ہے: رأیت القھستانی نقل عن المفید کراھۃ الصعود علی سطح المسجد وقال صدر الشریعہ بدر الطریقہ فی فتاوی ویلزمہ کراھۃ الصلوٰۃ ایضاً فوقہ فلیتامل اھ۔ ''میں نے قہستانی میں مفید کے حوالے سے دیکھا کہ مسجد کی چھت پر چڑھنا مکروہ ہے اور علامہ صدر الشریعہ بدر الطریقہ نے اپنے فتاوی میں فرمایا کہ اس سے نماز کی کراہت بھی لازم آئے گی۔ تو غور وفکر کر۔'' اگر گرمی کی شدت ہو جو تکلیف دہ ہو تو چھت پر بھی جماعت ہوسکتی ہے کہ یہ ضرورت شرعی میں داخل ہے۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم!

الجواب صحیح وصواب والمجیب نجیح ومثاب
عبد الحافظ رضوی القادری غفرلہ
۷/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۵ھ

عبد الواجد قادری غفرلہ خادم دار الافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــبہ
۷/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۵ھ

استفتاء ۱۳۰

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

ہم لوگ تکبیر کے وقت صف بصف کھڑے رہتے تھے۔ لیکن کچھ اہل علم حضرات کے بتانے کے مطابق اقامت کے وقت بیٹھنے لگے اور حی علی الصلوٰۃ وحی علی الفلاح کے وقت کھڑے ہونے لگے اور انہیں لوگوں کے کہنے کے مطابق جمعہ کی اذان ثانی بھی مسجد سے باہر دینے لگے۔ لیکن ایک خانقاہ کے سجادہ نشین ہمارے یہاں تشریف لائے اور اقامت کے وقت بیٹھنے اور خارج مسجد اذان سے اختلاف کیا کہ کوئی ضرورت نہیں ہے ان کے مریدوں نے تو اقامت کے وقت بیٹھنا چھوڑ دیا ہے لیکن عام مقتدی ابھی تک بیٹھنے کے پابند ہیں اور عام لوگوں کا یہ خیال ہے کہ پہلے ہم لوگ کھڑے ہوتے تھے اور اب کچھ اہل علم کے بتانے سے بیٹھتے ہیں پھر کچھ لوگوں کے کہنے سے کھڑے ہونے لگیں یہ درست نہیں۔ لہٰذا ہم لوگوں کو فتویٰ ملنا چاہیے کہ درست کیا ہے ہم لوگ اسی پر عمل کریں گے اس لئے براہ کرم کتاب وسنت کی روشنی میں مفتیٰ بہ قول سے ہم لوگوں کے اس عقدہ کو حل کریں۔ بینوا توجروا!

المستفتی: منظور عالم خاں مقام وپوسٹ رتن پورہ، ضلع دربھنگہ، بہار

۹۲/۴۸۶ھ

الجواب

تکبیر اقامت بیٹھ کر سننا اور حی علی الفلاح کے وقت قیام کرنا ایسا متفق علیہ ہے کہ متون فقہ تک میں مذکور ہے اس سے اختلاف وہی کرے گا جس کو حقیقت سے عناد ہے خود امام اعظم سیدنا ابو حنیفہ رئیس القضاء سیدنا امام ابو یوسف اور امام المحققین سیدنا امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حی علی الفلاح کے وقت کھڑا ہونا چاہیے لیکن ائمہ ثلاثہ کے خلاف بھی بعض ائمہ کا قول ہے مگر وہ بھی یہ نہیں فرماتے ہیں کہ حی علی الصلوٰۃ کے قبل کھڑا ہونا چاہیے بلکہ ان کے نزدیک قدقامت الصلوٰۃ پر کھڑا ہونا چاہیے: **فی ردالمحتار قال فی الذخیرۃ یقوم الامام والقوم اذاقال المؤذن حی علی الفلاح عند علمائنا الثلثۃ وقال حسن ابن زیاد وزفر اذا قال المؤذن قد قامت الصلوٰۃ قوموا الی الصف واذا قال مرۃ ثانیۃ کبرو والصحیح قول علمائنا الثلثۃ** ۔ ''ہمارے علماء ثلاثہ کے نزدیک امام ومقتدی نماز کے لئے اس وقت کھڑے ہوں جب مؤذن حی علی الفلاح کہے۔ امام حسن اور امام زفر فرماتے ہیں کہ جب مکبر قد قامت الصلوٰۃ کہے تو امام ومقتدی کھڑے ہوں اور جب دوسری بار قد قامت الصلوٰۃ کہے تو تکبیر تحریمہ کہہ دی جائے۔ اور صحیح قول ہمارے علماء ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہے۔'' جو لوگ ابتدائے تکبیر یا اس سے قبل ہی کھڑے ہونے پر زور دیتے ہیں وہ سنت خور بدعت کو رواج دینے والے اور کراہت کے مرتکب ہیں عالمگیری میں ہے: **اذا دخل الرجل عند الاقامۃ یکرہ لہ الانتظار قائما ولکن یقعد واذا بلغ المؤذن قولہ حی علی الفلاح فیقوم کذا فی المضمرات** ۔ ''جب کوئی شخص اقامت کے وقت مسجد میں داخل ہوا تو کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے بلکہ بیٹھ جائے اور جب مؤذن حی علی الفلاح کہے تو کھڑا ہو۔ جیسا کہ مضمرات میں ہے۔'' ہر اذان کا خارج مسجد ہونا مسنون ہے کہ اہل محلہ اسے سن سکیں فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے: **السنۃ ان یوذن فی موضع عال یکون اسمع لجیرانہ** ۔ ''سنت یہ ہے کہ اذان بلند جگہ سے دی جائے تاکہ اہل محلہ سن لیں۔'' اور کوئی بھی اذان مسجد میں کہنا مکروہ ہے فتاویٰ خانیہ ص ۷۸، فتاویٰ خلاصہ ص ۶۲ اور خزانۃ المفتیین ص ۵۵ وغیرہا میں ہے: **لایوذن فی المسجد** . ''مسجد میں اذان نہیں دی جائے گی۔'' اور طحطاوی وغیرہ میں ہے: **ویکرہ ان یوذن فی المسجد** . ''مسجد میں اذان مکروہ ہے۔'' پھر جمعہ کی اذان خطبہ کے وقت کے متعلق ابوداؤد شریف میں حضرت سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کی روایت صریحہ صحیحہ موجود ہے کہ نبی کریم ﷺ جب خطبہ دینے کے لئے منبر شریف پر رونق افروز ہوتے تو آپ کے سامنے دروازہ مسجد پر اذان ہوتی تھی **اذا جلس النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر یوم الجمعۃ کان یوذن بین یدیہ علی باب المسجد** الخ. ''جب رسول پاک ﷺ جمعہ کے روز منبر شریف پر تشریف فرما ہوتے تو آپ کے روبرو مسجد کے دروازے پر اذان دی جاتی۔'' آپ حضرات کے دونوں عمل سنت کے مطابق اور شریعت مطہرہ کے مواقف ہیں مولائے کریم استقامت عطا فرمائے۔ آمین! **واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم والہ وصحبہ وبارک وسلم۔**

الجواب صحیح وصواب والمجیب صحیح ومثاب
عبد الحافظ رضوی القادری غفرلہ
۱۲/صفر المظفر ۱۴۰۵ھ

عبد الواجد قادری غفرلہ خادم دار الافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبـــــــــــــــہ
۱۲/صفر المظفر ۱۴۰۵ھ

استفتـــــاء [۱۳۱]

مسئله: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ
زید کہتا ہے کہ جب اقامت کہی جائے تو امام و مقتدی کو ''حی علی الفلاح'' پر کھڑا ہونا چاہئے جیسا کہ شرح وقایہ جلد اول میں ہے کہ ''جب موذن حی علی الفلاح پر پہنچے تو امام و مقتدی کھڑے ہوں''۔ نیز عمدۃ القاری شرح بخاری میں ہے کہ وقال ابو حنیفة ومحمد یقومون فی الصف اذا قال حی علی الصلوۃالخ. ''اور امام اعظم ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لوگ صف میں اس وقت کھڑے ہوں جب مکبر حی علی الصلوٰۃ کہے''۔ نووی شرح مسلم جلد اول میں ہے: وقال ابو حنیفة والکوفیون یقومون فی الصف اذا قال حی علی الصلوۃ. ''اور امام اعظم ابوحنیفہ اور علماء کوفہ فرماتے ہیں کہ لوگ صف میں اس وقت کھڑے ہوں جب مکبر حی علی الصلوٰۃ کہے۔'' اور بہت سی کتابوں سے حی علی الصلوٰۃ یا حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کا ثبوت ملتا ہے اور پہلے سے کھڑے ہو کر انتظار کرنا کہ نماز شروع ہو یہ مکروہ ہے جیسا کہ ردالمحتار جلد اول مطبوعہ مصر ص ۴۱۵ میں ہے: ویکرہ له الانتظار قائما ولکن یقعد ثم یقوم اذا بلغ المؤذن حی علی الفلاح..... ''کھڑے ہو کر (جماعت) کا انتظار کرنا مکروہ ہے بلکہ بیٹھ جائے اور مکبر جب حی علی الفلاح کہے تو کھڑا ہو جائے۔'' بکر نے جواب دیا کہ صف سیدھی کرنا واجب ہے اور حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا سنت ہے لہٰذا واجب کو ترک کر کے سنت پر عمل نہیں کیا جا سکتا ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ اقامت کے وقت امام و مقتدی کو کھڑا ہونا چاہئے۔ اس میں ائمہ احناف کا کیا اختلاف ہے؟ قرآن و حدیث اور اقوال ائمہ سے مدلل و مفصل جواب تحریر فرمائیں کہ حق ظاہر ہو جائے۔

۹۲/۸۶ ے

الجواب ـــــــــــ بعون الملک الوهاب ـــــــــــ!

بکر بے علم و ہنر انتہائی پرخطر معلوم ہوتا ہے کہ حضرات ائمہ اسلام رضی عنہم السلام پر تارک وجوب ہونے کا الزام دھرتا ہے۔ یہ مسئلہ ایسا روشن و مبرہن ہے کہ کسی حنفی کو اس سے مجال انکار نہیں ہونا چاہئے۔ حضور سیدنا امام اعظم نعمان ابن ثابت، قاضی شریعت سیدنا امام ابو یوسف، و محرر مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عمل و مسلک اس مسئلہ میں ''حی علی الفلاح'' پر کھڑا ہونا ہے۔ مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر جلد اول میں ہے: واذا قال المؤذن فی الاقامة حی علی الصلوٰۃ قام الامام والجماعة عند علمائنا الثلثة للاجابة الخ. ''اور جب مؤذن اقامت میں حی علی الصلوٰۃ کہے تو امام اور جماعت صف بندی کے لئے کھڑے ہوں یہ ہمارے علماء ثلاثہ کا قول ہے۔'' اور فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے: فانه یقوم الامام والقوم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح عند علمائنا الثلثة وهو الصحیح اهـ. ''امام اور قوم اس وقت کھڑے ہوں جب مکبر حی علی الفلاح کہے (یہی ہمارے علماء ثلاثہ کا قول ہے) اور

یہی صحیح ہے۔" حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے وقت کھڑے ہونے میں کوئی منافات نہیں ہے۔ حی علی الصلوٰۃ سن کر کھڑا ہونا شروع کرے اور حی علی الفلاح کے وقت پورے طور پر کھڑا ہو جائے۔ بعد کے علماء اسلام نے ان دونوں روایتوں میں اسی طرح تطبیق دی ہے۔

ائمہ احناف میں سے حضرت سیدنا امام حسن بن زیاد اور سیدنا امام زفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس میں کچھ اختلاف فرمایا ہے۔ وہ بھی یہ نہیں فرماتے کہ تکبیر اقامت شروع ہونے سے پہلے کھڑا ہو یا حی علی الصلوٰۃ سے قبل کھڑا ہو جائے بلکہ وہ یہ فرماتے ہیں کہ اول "قد قامت الصلوٰۃ" پر کھڑا ہو اور دوسری "قد قامت الصلوٰۃ" کہنے پر نماز شروع کر دے۔ یعنی یہاں بھی بکر کا مقصد بر نہیں آیا۔ بلکہ یہاں آکر وہ اپنے حصول مقصد میں اور بھی زیر و زبر ہو گیا۔ رد المحتار میں ہے: **قال فی الذخیرة یقوم الامام والقوم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح عند علمائنا الثلثة وقال الحسن بن زیاد وزفر اذا قال المؤذن قدقامت الصلوٰة قاموا الی الصف واذا قال مرة ثانیة کبر والصحیح قول علمائنا الثلثة۔ الخ۔** "ذخیرہ میں ہے کہ امام اور قوم اس وقت کھڑے ہوں جب مکبر حی علی الفلاح کہے ہمارے علماء ثلاثہ کے نزدیک اور حضرت امام حسن بن زیادہ اور امام زفر رحمہما اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جب مکبر قد قامت الصلوٰۃ کہے تو امام اور قوم صف بندی کے لئے کھڑے ہوں اور جب دوسری بار کہی جائے تو نیت باندھ لے لیکن صحیح ہمارے علماء ثلاثہ کا قول ہے۔"

صفوں کو سیدھا کرنا سنت ہے اور نصوص فقہیہ بالا کی روشنی میں تکبیر اقامت کے وقت بیٹھا رہنا بھی ضرور ہے۔ لہٰذا اس کی بھی پابندی کی جائے اور اس کی بھی۔ ان دونوں میں منافات نہیں ہے۔ اگر جماعت قلیلہ ہے تو صفوں کی درستگی سیکنڈوں کا کام ہے۔ اگر جماعت کثیرہ ہے تو لوگ پہلے ہی سے اس طرح بیٹھیں کہ صفوف کے سیدھا کرنے میں دیر نہ لگے۔ پھر اس طرح بیٹھنے میں مسجد کا کامل احترام بھی محفوظ رہتا ہے۔ **واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم**

عبد الواجد قادری غفرلہ خادم دار الافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۵/صفر المظفر ۱۴۰۴ھ، ۱۱/نومبر ۱۹۸۳ء

استفتاء ۱۳۲

مسئلہ: چند ضروری مسائل:

(۱) عقد نکاح میں جو دین مہر باندھا جاتا ہے، مثلاً پانچ سو روپیہ (۵۰۰) اور دو دینار۔ ایک دینار یا دو دینار کی ہندوستانی قیمت کیا ہے؟ وضاحت کے ساتھ جواب دیجئے۔ ہم لوگوں کو اس کی سخت ضرورت ہے۔

(۲) جماعت کھڑی ہونے کے وقت جو تکبیر کہی جاتی ہے اس وقت موذن کے تکبیر کے شروع سے امام و مقتدی

کو کھڑا ہو جانا چاہئے یا جب مؤذن حی علی الفلاح کہے اس وقت کھڑا ہونا چاہئے۔ کب کھڑے ہوں؟

شرعی جواب عنایت فرمائیں۔

(۳) خطبہ کے وقت امام کے سامنے جو اذان ہوتی ہے وہ مسجد کے اندر ہونی چاہئے یا کہ باہر؟ اہلسنت والجماعت کو راہ ہدایت پر چلنے کے لئے ایسا جواب دیجئے جو مطابق شریعت ہو۔

نوٹ— اگر امام اس کو نہ مانے تو عوام اہلسنت کو ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنی چاہئے یا نہیں؟

المستفتی: حکیم القادری، مسلم آباد، ڈاکخانہ داؤدنگر، ضلع اورنگ آباد

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــ!

(۱) ایک دینار دس درم کے مقابل ہے۔ **کمافی الھدایۃ کل دینار عشرہ دراھم الخ.** "جیسا کہ ہدایہ میں ہر دینار دس دراہم کے برابر ہے۔" اور دس درہم ہندوستانی وزن میں ساڑھے چار ماشہ ہوتا ہے۔ شرع شریف میں جس دینار کا اعتبار ہے وہ بھی ساڑھے چار ماشہ ہوتا ہے۔ تو دو دینار نو ماشہ سونا کے برابر ہوا۔ نو ماشہ کو آپ بارہ آنے بھر بھی کہہ سکتے ہیں۔ سونے چاندی کے بازار سے تحقیق کیجئے کہ بارہ آنے بھر سونا کی کیا قیمت ہے۔ جو قیمت اس کی محقق ہو جائے وہی دو دینار کی ہندوستانی قیمت سمجھئے۔ **وھو تعالیٰ اعلم**

(۲) تکبیر اقامت سے قبل یا اس کے ساتھ ساتھ امام ومقتدی کو نماز کے لئے کھڑا ہو جانا مکروہ ہے۔ امام ومقتدی اس وقت کھڑے ہوں جب کہ مکبر حی علی الصلوٰۃ یا حی علی الفلاح پر پہنچے۔ فقہ کی مفتی بہ کتابوں میں یہی لکھا ہے۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیریہ جلد اول میں ہے: **اذا دخل الرجل عند الاقامۃ یکرہ لہ الانتظار قائماولکن یقعد ثم یقوم اذابلغ المؤذن قولہ حی علی الفلاح کذا فی المضمرات اھ.** "جب کوئی شخص وقت اقامت مسجد میں داخل ہو تو اس کے لئے کھڑے ہو کر (جماعت کا) انتظار کرنا مکروہ ہے بلکہ (حکم یہ ہے کہ) وہ بیٹھ جائے پھر جب مؤذن (مکبر) حی علی الفلاح پر پہونچے تو کھڑا ہو جائے ایسا ہی مضمرات میں ہے۔" اور مجمع الانہر مطبوعہ عامرہ عرب جلد ا، صفحہ ۷۸ میں ہے: **واذاقال المؤذن فی الاقامۃ حی علی الصلوٰۃ فاقام الامام والجماعۃ عندعلمائناالثلاثۃ للاجابۃ وقال الحسن وزفر اذا قال قدقامت الصلوہ قاموا الی الصف واذاقال مرۃ ثانیۃ کبروا الصحیح قول علمائنا الثلاثۃ الخ.** "اور جب مؤذن (مکبر) اقامت میں حی علی الصلوٰۃ کہے تو امام اور جماعت صف بندی کے لئے کھڑے ہوں یہی ہمارے علماء ثلاثہ کا قول ہے اور حضرت امام حسن اور زفر رحمۃ اللہ علیہما نے کہا کہ جب مؤذن قدقامت الصلوٰۃ کہے تو صف بندی کے لئے کھڑے ہوں اور جب دوسری بار (قد قامت الصلوٰۃ) کہے تو تکبیر تحریمہ کہے اور صحیح ہمارے علماء ثلاثہ کا قول ہے۔" **وھو اعلم**

(۳) اذان خطبہ ہو یا کوئی دوسری اذان تمام اذانوں کا خارج مسجد ہی ہونا مسنون ومشروع ہے۔ مسجد میں اذان دینا مکروہ ہے۔ کمافی درالمختار وردالمحتار والمعتمد ات الاسفار، فتاویٰ خانیہ مصری جلد ا، صفحہ ۷۸، فتاویٰ خلاصہ قلمی ص ۶۲، خزانۃ المفتین

مصری جلد ا، صفحہ ۵۵، البحر الرائق مصری جلد ا، صفحہ ۲۶۸، شرح نقایہ ص ۸۴ اور فتح القدیر مصری جلد ا، صفحہ ۱۷۱ وغیرہا کتب فقہیہ میں ہے: لایؤذن فی المسجد ویکرہ ان یؤذن فی المسجد۔ ''مسجد میں اذان کہنا جائز نہیں اور دوسری جگہ ہے مسجد میں اذان کہنا مکروہ ہے۔'' (طحطاوی)۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

نوٹ — امام اگر بربنائے تعصب وضد سنت ثابتہ کا انکار کرے تو اس کو منصب امامت سے معزول کر دینا ضروری ہے۔ جو لوگ اس کی ضد کی حمایت کریں گے وہ سب بھی مجرم شرعی ہوں گے۔ سنی صحیح العقیدہ صالح امامت کو منصب امامت تفویض کی جائے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۲/صفر المظفر ۱۴۰۴ھ، ۸/نومبر ۱۹۸۳ء

استفتاء ۱۳۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

اقامت کے وقت کھڑا رہنا کیسا ہے؟ اقامت بیٹھ کر سننا چاہئے یا کھڑے ہو کر؟ اگر بیٹھ کر سننا چاہئے تو اس کی کیا دلیل ہے؟

المستفتی: شاہ عالم نوری، خطیب جامع مسجد، جموئی

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــ بعون الملک الوھاب ــــــ!

اقامت کے وقت کھڑا رہنا عند الفقہاء مکروہ ہے۔ اسے بیٹھ کر سننا چاہئے۔ یہی ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا مسلک ہے۔ امام ومقتدی کو اس وقت کھڑا ہونا چاہئے جب مکبر حی الصلوٰۃ یا حی علی الفلاح پر پہنچے۔ فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے: اذا دخل الرجل عند الاقامۃ یکرہ لہ الانتظار قائما ولکن یقعد ثم یقوم اذا بلغ المؤذن قولہ حی علی الفلاح کذا فی المضمرات. ''جب کوئی شخص اقامت کے وقت مسجد آئے تو اس کے لئے کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے بلکہ وہ بیٹھ جائے اور اس وقت کھڑا ہوا جس وقت مؤذن حی الفلاح پر پہنچے جیسا کہ مضمرات میں ہے۔'' وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۵/محرم الحرام ۱۴۰۴ھ، ۱۹/اکتوبر ۱۹۸۳ء

استفتاء ۱۳۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسائل ذیل میں کہ:

(۱) چین والی گھڑی پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اور خارج عن الصلوٰۃ کیسا ہے مدلل تحریر فرمائیں

(۲) بوقت اقامت جماعت امام کو اپنی جگہ پر بیٹھے رہنا اور بوقت حی علی الصلوٰۃ کھڑے ہونا کیسا ہے؟ اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

(۳) ٹوپی پیشانی چھپا کر پہننا کیسا ہے اور اس کی شرعی حد کیا ہے؟ جواب باصواب دیکر عنداللہ ماجور ہوں؟

المستفتی: محمد سہراب علی قادری کیراف مفیض الدین انصاری
پان دوکان بلیا پور بازار ڈاکخانہ بلیا ضلع دھنباد بہار

۹۲/۸۶ء

الجواب

چین دار گھڑی پہن کر نماز پڑھنا:

(۱) مکروہ ہے اسے اتار کر نماز پڑھنی چاہیے۔ خارج نماز بھی ممنوع ہے اس سے احتراز ہی بہتر ہے۔ هكذا في فتاوىٰ امجديه . وفي الطيب الوجيز للامام احمدرضا رضي الله تعالىٰ عنه . وهو تعالىٰ اعلم

بوقت اقامت امام ومقتدی کا بیٹھا رہنا سنت ہے:

(۲) امام ومقتدی دونوں کے لئے یہی مستحب ہے بلکہ سنت ہے۔ اس کے خلاف اقامت کے شروع یا قبل سے کھڑے ہونا مکروہ ہے بدائع الصنائع میں ہے: والجملة فيه ان المؤذن اذا قال حي على الفلاح فان كان الامام معهم في المسجد يستحب للقوم ان يقوموا في الصف اھ۔ وقال في العالمگیریه اذادخل الرجل عندالاقامة يكره له الانتظار قائماالخ. "اور حاصل کلام یہ ہے کہ جب مؤذن حی علی الفلاح کہے اور امام مقتدیوں کے ساتھ مسجد میں ہو تو مقتدیوں کے لئے مستحب یہ ہے کہ صف میں کھڑے ہو جائے۔ اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ جب کوئی شخص اقامت کے وقت مسجد میں داخل ہوا تو کھڑے ہو کر نماز کا انتظار کرنا مکروہ ہے۔" وهو تعالىٰ اعلم!

(۳) ٹوپی یا عمامہ سے پیشانی اس طرح چھپانا کہ سجدہ براہ راست پیشانی سے نہ ہو بلکہ ٹوپی یا عمامہ کا کپڑا بیچ میں حائل رہے مکروہ ہے۔ هكذا في كتب الفقه خارج نماز بھی ٹوپی اس طرح اوڑھی جائے کہ پیشانی کھلی رہے۔ والله تعالىٰ اعلم رسوله صلى الله تعالىٰ وعلىٰ آله وصحبه وسلم!

الفقیر عبدالواحد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۱۲/ جمل سنہ ۱۴۰۱ھ/۱۹، مارچ ۱۹۸۱ء

استفتاء ۱۳۵

مسئلہ: محترم قبلہ جناب مفتی صاحب مدظلہ العالی۔

میں رحمت نگر، برنپور، ضلع بردوان کے مسلمانوں کی طرف سے یہ خط ارسال کر رہا ہوں۔ یہاں مسلمانوں کی آبادی تقریباً بیس ہزار ہے۔ رحمت نگر قصبہ میں ایک عالیشان مسجد ہے۔ امام مسجد تقریباً ایک سال سے نماز کے موضوع پر مسائل و دلائل بیان کرتے چلے آ رہے ہیں۔ مسلمانوں میں اختلاف اس وقت ہوا جب کہ تکبیر میں حی علی الصلوٰۃ اور اللہ اکبر کا مسئلہ شروع ہوا جو اب تک چل رہا ہے۔ ''دریافت مسائل پیش خدمت ہیں''۔

(۱) امام مسجد کا کہنا ہے کہ تکبیر میں حی علی الفلاح پر نماز میں اٹھنا واجب و افضل ہے۔ جب کہ دوسری جماعت کا کہنا ہے کہ تکبیر میں اللہ اکبر پر اٹھنا واجب و افضل ہے اور حی علی الفلاح پر مستحب ہے۔

(۲) حی علی الفلاح پر اٹھنا واجب و افضل ہے یا اللہ اکبر پر؟

(۳) کچھ جماعت اللہ اکبر پر اور باقی کثیر جماعت حی علی الفلاح پر اٹھتی ہے؟ ایک جماعت اللہ اکبر پر اٹھتی ہے اور امام کے قول پر عمل نہیں کرتی۔ کثیر جماعت امام کے قول کو مانتی ہے اور کچھ جماعت نہیں مانتی۔ نتیجتاً دونوں جماعتوں میں نا اتفاقی حد سے زیادہ بڑھ گئی ہے۔ اندیشہ ہے کہ دونوں میں جھگڑا و تکرار نہ ہو جائے۔ براہ کرم جلد مسائل و دلائل کی روشنی میں جواب دیں۔ فقط

المستفتی: ابوالحسن مودی دوکان، مقام رحمت نگر، ڈاکخانہ برنپور، ضلع بردوان، بنگال

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــ!

فقہ حنفیہ کی کتابوں میں کہیں بھی جماعت کے لئے اللہ اکبر پر کھڑا ہونا واجب نہیں لکھا ہے۔ جو لوگ اس کا دعویٰ کرتے ہیں ان پر دلیل پیش کرنا ضروری ہے اور اگر وہ وجوب کی دلیل پیش نہ کر سکیں اور ہرگز نہ کر سکیں گے تو وہ اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں۔ من ادعی فعلیه البیان. ''جو دعویٰ کرے اُس پر دلیل پیش کرنا ضروری ہے۔'' وقال تعالیٰ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ. (سورۂ بقرہ:۱۱۱) ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم فرماؤ لاؤ اپنی دلیل اگر سچے ہو۔'' (ترجمہ کنزالایمان) ائمہ حنفیہ کی کتابوں میں یہ واضح و مصرح ہے کہ جماعت سے قبل اگر امام و مقتدی مسجد میں ہوں تو امام و مقتدی سب کو بیٹھ کر تکبیر اقامت سننی چاہئے اور جب مکبر حی علی الفلاح پر پہنچے تو سب کھڑے ہوں۔ یہی امام اعظم ابوحنیفہ، امام محمد اور امام ابو یوسف علیہم الرحمہ والرضوان کا مسلک ہے۔ چنانچہ عالمگیری مطبع نولکشور ج۱، ص۵۵ میں ہے: وکان القوم مع الامام فی المسجد فانه یقوم الامام والقوم اذا

قال المؤذن حی علی الفلاح عندعلمائنا الثلاثة وهو الصحيح الخ. ''جب امام ومقتدی مسجد میں حاضر ہوں توامام ومقتدی دونوں کومؤذن کےقول حی علی الفلاح ہی کے وقت کھڑا ہونا چاہیے۔ ہمارے تینوں علماء کا یہی مذہب ہےاور یہی صحیح ہے۔'' اوراگر کوئی شخص ایسے وقت مسجد کے اندر داخل ہوا کہ مکبر نے تکبیر کہنا شروع کر دیا تھا مگر حی علی الفلاح تک نہیں پہنچا تھا تو اس داخل ہونے والے کو چاہئے کہ فوراً ہی بیٹھ جائے اور تمام لوگوں کے ساتھ حی علی الفلاح سن کر اٹھے۔ اگر ایسا نہیں کرے گا تو کراہت تحریمی کا مرتکب ہوگا۔ فتاویٰ عالمگیری جلداول میں ہے: فاذادخل الرجل عندالاقامة يكره له الانتظارقائما ولكن يقعدثم يقوم اذابلغ المؤذن قوله حی علی الفلاح کمافی المضمرات. ''جب کوئی شخص اقامت کے وقت مسجد میں داخل ہواتو کھڑے ہوکر انتظار کرنا مکروہ ہے۔ بلکہ بیٹھ جائے اور جب مؤذن حی علی الفلاح کہےتو کھڑا ہو جائے ''مضمرات'' میں ایسے ہی ہے۔'' اور درمختار میں بھی یہی ہے کہ امام ومقتدی حی علی الفلاح کے وقت کھڑے ہوں۔ والقيام الامام والمؤتم حين قيل حی علی الفلاح. ''امام ومقتدی کے لئے کھڑا ہونا اس وقت بہتر ہے جب حی علی الفلاح کہا جائے۔'' مسلمانوں کو چاہئے کہ مسائل شرعیہ پر پرکار بند ہوں اور شریعت کے معاملہ میں اپنی نفسانیت اور ہٹ دھرمی کو ہرگز دخل نہ دیں۔ رضائے الٰہی اس میں ہے کہ احکام شرع پر عمل کیا جائے، آپس میں اختلاف وانتشار پیدا کرنا اور کشت وخون کی جانب پیش قدمی کرنا حرام حرام اشد حرام ہے۔ واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۳/ صفر المظفر ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۱۳۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے ملت مسائل ذیل کی نسبت کہ

(۱) اقامت شروع ہونے سے قبل کھڑا ہونا سنت ہے یا حی الفلاح پر، معتبر اور مستند کتابوں کے حوالہ سے جواب دیا جائے۔

(۲) خطبہ کی اذان خارج مسجد ہونی چاہیے یا داخل مسجد اور زمانہ رسالت میں خطبہ کی اذان کہاں پر ہوتی تھی۔

(۳) جماعت اسلامی کیسی جماعت ہے اس کے اجتماعوں اور جلسوں میں شریک ہونا اور ممبر بننا جائز ہے یا نہیں۔

(۴) اہل قبور کی ارواح کا تعلق قبر سے رہتا ہے یا نہیں؟

(۵) مودودیوں کے بارے میں علمائے اہل سنت کا کیا فتویٰ ہے؟ بینوا وتوجروا

المستفتی: محمد منصور عالم، امام مسجد، محلہ گوٹیا باغ (ظہور باغ)، شہر لکھیم پور، ضلع کھیری، یوپی

۸۶/۹۲ ھ

الجواب!

(۱) تکبیر اقامت بیٹھ کر سننا سنت ہے قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا تقوموا حتی ترونی (مشکوٰۃ) "جب نماز کیلئے تکبیر اقامت کہی جائے تو تم لوگ کھڑے مت ہو یہاں تک کہ مجھے دیکھ لو۔" جب مکبر حی الفلاح پر پہونچے تو امام ومقتدی سب کھڑے ہوجائیں۔ فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے: وکان القوم والامام فی المسجدفانه یقوم الامام والقوم اذاقال المؤذن حی علی الفلاح عندعلمائناالثلاثه وهوالصحیح الخ. "جب امام ومقتدی مسجد میں ہوں تو ہمارے علماء ثلاثہ کے نزدیک اس وقت کھڑے ہوں جب مؤذن "حی علی الفلاح" کہے اور یہی صحیح ہے۔" اور شرح وقایہ میں ہے: ویقوم الامام والقوم عندحی علی الصلوٰۃ الخ ۔"امام ومقتدی حی الصلاۃ" کے وقت کھڑے ہوں۔" اس عبارت کی توضیح کرتے ہوئے عمدۃ الرعایہ میں فرمایا گیا: وفیه اشارة الی انه اذا دخل المسجد یکره له انتظار الصلوٰۃ قائمابل یجلس فی موضع ثم یقوم عندحی الفلاح الخ. "جب مسجد میں داخل ہوں تو کھڑے ہوکر نماز کا انتظار کرنا مکروہ ہے بلکہ اپنی جگہ بیٹھ جائے پھر حی علی الفلاح پر کھڑے ہوں۔" وهو تعالیٰ اعلم

(۲) خطبہ جمعہ کی اذان خارج مسجد ہونی چاہیے اور یہی سنت ہے فتاویٰ خانیہ میں ہے: ینبغی ان یوذن علی المئذنة اوخارج المسجدولایوذن فی المسجد الخ ۔"مناسب یہ ہے کہ آذان مینارے پر یا خارج مسجد دی جائے مسجد میں آذان نہ دی جائے۔" بعینہٖ یہی عبارت فتاویٰ عالمگیریہ جلد اول کے ص ۵۴ پر بھی ہے۔ اور زمانہ رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں بھی خطبۂ جمعہ کی اذان خارج مسجد ہی ہونا ثابت ہے چنانچہ سنن ابی داؤد شریف نے بسند حسن حضرت سیدنا سائب بن یزید سے روایت کیا ہے کہ قال کان یوذن بین یدی رسول اللّٰہ صلی الله تعالیٰ علیه وسلم. اذاجلس علی المنبریوم الجمعة علی باب المسجد وابی بکروعمر رضی الله تعالیٰ عنهما. سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن جب منبر پر تشریف فرما ہوتے تو مسجد کے دروازے پر سرکار کے روبرو آذان دی جاتی تھی اور یہی طریقہ حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ تک رہا۔" وهو تعالیٰ اعلم!

(۳) نام نہاد جماعت اسلامی (مودودی) کے اجتماعات میں شریک ہونا یا اس کا ممبر بننا جائز نہیں۔ لقوله تعالیٰ: وَ لَاتَقْعُدْ بَعْدَالذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ. "یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔" (کنزالایمان) وهو تعالیٰ اعلم!

(۴) جی ہاں رہتا ہے۔ تفصیلی معلومات کے لئے رسالۂ مبارکہ اتیان الارواح" مطالعہ کیجئے؟

(۵) دیوبندی وہابیہ کی ترقی یافتہ شاخ کا نام مودودیہ ہے عقائد ونظریات میں یہ سب باہم متفق ہیں۔ البتہ مودودی صاحب نے کچھ اور عقائد بدعیہ کا اضافہ اپنے پیروؤں کے لئے کردیا ہے اس لئے علمائے اہل سنت کا فتویٰ مودودیہ کے متعلق بھی وہی ہے جو وہابیہ دیابنہ کے بارے میں یعنی یہ بھی ضرورت دین کا انکار کرنے کے سبب دین اسلام سے خارج ہیں جس کے کفر

میں اختلاف وشک کی گنجائش نہیں ہے۔فتاویٰ شامی ص ۳۷۷ میں ہے: **لاخلاف فی کفر المخالف فی ضروریات الاسلام وان کان من اهل القبلة الخ.** ''ضروریات دین میں اختلاف کرنے والے کے کفر میں کوئی اختلاف نہیں اگرچہ وہ اہل قبلہ میں سے ہو۔'' **وَاللّٰهُ تعالیٰ اعلم ورسوله!**

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاءادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۱۶/شوال المکرم ۱۴۰۰ھ

استفتاء ۱۳۷

مسئلہ: کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

زید کے یہاں جمعہ کے دن مکبر جب تکبیر کہتا ہے اس وقت تمام مقتدی بیٹھے رہتے ہیں **حی علی الفلاح** پر تمام مقتدی کھڑے ہوتے ہیں۔امام کا کہنا ہے کہ یہ مستحب ہے بکر کا کہنا ہے کہ اس طرح کہنے سے کچھ لوگ تکبیر تحریمہ کے فضائل اور ثنا نہیں پاتے ہیں وجہ اینکہ امام قرأت شروع کردیتا ہے۔امام کا کہنا ہے کہ اگر آپ بچوں کے شوروشغف کو ٹھنڈا کرنے یا کوئی صف میں جگہ خالی ہوجاتی ہے اس کو پُر کرنے کی وجہ یا کسی وجہ سے آپ امام کے ساتھ تکبیر تحریمہ نہیں کہہ پاتے ہیں تو جب تک امام رکوع میں ہے آپ نے رکوع میں بھی اگر امام کا ساتھ دے دیا تو آپ کو تکبیر تحریمہ کے فضائل مل جائیں گے اور رکعت بھی پوری ہوجائے گی۔ایسی حالت میں اگر آپ نے ثنا نہیں پڑھا یا قرأت نہیں سن سکے تو شریعت مطہرہ کی طرف سے آپ پر کوئی مواخذہ نہیں۔امام کا کہنا صحیح ہے یا نہیں؟ شرعاً جواب دیں گے۔

المستفتی: محمد سکندر علی، پر یہار، ضلع مظفر پور

۷۸۶/۹۲

الجواب!

امام صاحب کا کہنا صحیح ہے شرح وقایہ میں ہے: **ویقوم الامام والقوم عندحی علی الصلوٰة** (امام ومقتدی حی علی الصلوٰۃ کے وقت کھڑے ہوں) اور اسی کے حاشیہ عمدۃ الرعایہ میں ہے: **وفیه اشارة الی انه اذادخل المسجد یکره له انتظار الصلوٰة قائمابل یجلس فی موضع ثم یقوم عندحی علی الفلاح وبه صرح فی جامع المضمرات۔** (شرح وقایہ کے مذکورہ حکم میں اس بات کا اشارہ ہے کہ جب نمازی مسجد میں داخل ہو تو نماز کے شروع ہونے کا انتظار کھڑے ہو کے کرنا مکروہ مطلق ہے اس کو چاہیے کہ کسی جگہ پر بیٹھ جائے پھر **حی علی الفلاح** کے وقت نماز کے لئے کھڑا ہو) شرح وقایہ جلد اول ص ۱۵۰۔ بلکہ فتاویٰ عالمگیری میں تو یہاں تک صراحت ہے کہ اگر کوئی شخص تکبیر اقامت شروع ہوجانے کے بعد بھی مسجد میں داخل ہو تو بیٹھ جائے

کیونکہ کھڑے ہوکر تکبیر تحریمہ کا انتظار کرنا مکروہ ہے۔ نماز فرض باجماعت کے لئے اس وقت کھڑا ہو جب مکبر حی علی الفلاح کہے عالمگیری کی عبارت یہ ہے: اذا دخل الرجل عندالاقامة یکرہ له الانتظار قائما ولکن یقعدثم یقوم اذابلغ المؤذن حی علی الفلاح ۔عالمگیری ص ۵۵، نولکشوری ''شرعی مواخذ فرض وواجب کے ترک پر ہے اس لئے امام کا دعویٰ صحیح ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم!

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۴/ محرم الحرام ۱۴۰۰ھ، ۱۵/ دسمبر ۱۹۷۹ء

استفتاء ۱۳۸

مسئلہ: محترمی ومکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خط ملا مسئلہ سے واقفیت ہوئی لیکن مکمل طور پر وضاحت نہیں ہوسکی آپ نے تحریر فرمایا کہ پوسٹ کارڈ میں دلائل قرآن وحدیث نہیں لکھے جاسکتے ہیں۔ لہٰذا قرآن وحدیث وفقہ کے دلائل سے جواب تحریر فرمائیں۔

میں اب تک اپنے سنی عقیدہ پر عمل کر رہا ہوں لیکن مجھ پر بے وجہ اعتراض ہوتے چلے جارہے ہیں۔

مسئلہ یہ ہے: ۱۔ اقامت کے وقت امام کا حی علی الصلوٰۃ پر کھڑا ہونا کیسا ہے؟ ۲۔ بعد نماز فجر کھڑے ہوکر بارگاہ رسالت میں سلام پیش کرنا کیسا ہے؟ اور کیا ایسا کرنے سے سلام نماز کا جزء بن جائے گا۔ دونوں سوالوں کے جواب تحریر فرمائیں۔

المستفتی: محمد معراج الدین شمسی پیش امام جامع مسجد پوسٹم کدرا ضلع روہتاس، بہار

۹۲/ ۸۶ء

الجواب!

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! فقہ کی معتبر، مستند کتابوں میں اس مسئلہ کی تشریح وتفصیل موجود ہے کہ اقامت میں حی علی الصلوٰۃ کے وقت نماز کے لئے کھڑا ہونا چاہیے۔ اور ابتداء تکبیر سے کھڑا رہنا مکروہ ہے۔ شرح وقایہ[1] میں ہے: یقوم الامام والقوم عندحی علی الصلوٰۃ الخ ''امام ومقتدی حی علی الصلوٰۃ کے وقت کھڑے ہوں'' عمدۃ الرعایہ[2] میں ہے: وفیه اشارۃ الی انه اذادخل المسجدیکرہ له انتظار الصلوٰۃ قائمابل یجلس فی موضع ثم یقوم عندحی علی الفلاح فی مصلاہ الخ ''اس میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ جب نمازی مسجد میں داخل ہوتو نماز کے شروع ہونے کا انتظار کھڑے ہوکے کرنا مکروہ ہے چاہیے کہ وہ کسی جگہ بیٹھ جائے اور حی علی الفلاح کے وقت کھڑا ہو'' درمختار[3] جلد اول میں ہے: والقیام الامام وموتم حین قیل حی علی الفلاح خلافالزفر فعندہ حی علی الصلوٰۃ الخ ''امام ومقتدی کو حی علی الفلاح کے وقت کھڑا ہونا ہے اور امام زفر

کے نزدیک حی علی الصلوٰۃ کے وقت کھڑا ہونا ہے" یعنی ائمہ کرام کے نزدیک اگر اختلاف ہے تو صرف اس باب میں کہ حی علی الصلوٰۃ پر کھڑے ہوں یا حی علی الفلاح پر یا اختتام تکبیر پر۔ لیکن یہ تو کوئی نہیں کہتا ہے کہ ابتدائے تکبیر سے کھڑے ہونا چاہیے۔ جیسا کہ آج کل لوگوں میں رواج ہوگیا ہے چنانچہ" کتاب الآثار لامام محمد میں ہے: واختلف العلماء من السلف فمن بعدهم متى يقوم الناس للصلوٰة ومتى يكبر الامام فمذهب الشافعية وطائفة يستحب ان لايقوم احدحتى يفرغ الموذن من الاقامة وقال ابوحنيفة والكوفيون يقومون فى الصف اذاقال حى على الصلوٰة فاذاقال قد قامت الصلوٰة كبر الامام الخ ۔"بعد کے علماء سلف نے اختلاف کیا کہ لوگ نماز کے لئے کب کھڑے ہوں اور امام کب تکبیر تحریمہ کہے گا امام شافعی اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ کوئی کھڑا نہ ہوں یہاں تک کہ مؤذن اقامت سے فارغ ہوجائے امام اعظم ابوحنیفہ اور علماء کوفہ نے فرمایا کہ جب مؤذن حی علی الصلوٰۃ کہے اس وقت مقتدی صف میں کھڑے ہوجائیں اور جب قدقامت الصلوٰۃ کہے اس وقت امام تکبیر کہے۔" یہاں تک کہ حدیث مسلم میں ارشاد فرمایا: اذااقيمت الصلوٰة فلاتقوموا حتى ترونى الخ ۔"جب نماز کے لئے اقامت کہی جائے تو تم لوگ کھڑے مت ہو یہاں تک کہ مجھے دیکھ لو۔" دلائل مذکورہ سے ثابت ہوا کہ ابتداء اقامت سے کھڑا ہونا خلاف سنت صحابہ وخلاف طریقۂ سلف ہے اور حی علی الصلوٰۃ یا حی علی الفلاح پر امام ومقتدی کو کھڑا ہونا صحابہ وسلف کا معمول ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۲) بارگاہ رسالت میں صلوٰۃ وسلام پیش کرنے کا حکم مطلق قرآن عظیم میں موجود ہے: يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا الآية: "غیب بتانے والے (نبی) پر اے ایمان والوں ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔" (کنزالایمان) جب تک شرع میں کسی خاص جگہ خاص وقت یا خاص ہیئت کی ممانعت وارد نہ ہو اپنی جانب سے منع کرنا شرع میں مداخلت بیجا ہے۔ بیشمار وظائف ہیں جو بعد نماز مختلف ہیئت کے ساتھ پڑھے جاتے ہیں جو اب تک جزء نماز نہیں ہے تو صلوٰۃ وسلام علیحدہ سے جزء نماز کیسے بن جائے گا حالانکہ صلوٰۃ وسلام تو پہلے ہی سے جزء نماز ہے۔ السلام عليك ايها النبى ورحمة الله وبركاته. "اے اللہ کے نبی تم پر سلامتی اور اللہ کی رحمت وبرکت ہو۔" اور اللهم صل على سيدنامحمدوعلى آل محمدوسلم۔ "اے اللہ درود وسلام نازل فرما ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کی اولاد پر۔" والله تعالىٰ اعلم ورسوله صلى الله عليه وعلى اله وصحبه وسلم۔

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتــــــــــــــــــــــــــــــبہ

۲۳/ربیع النور ۱۴۰۱ھ، ۳۰/جنوری ۱۹۸۱ء

استفتاء ۱۳۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:
یہاں پر ایک مولوی صاحب ہیں جن کا کہنا ہے کہ رکوع کی حالت میں دونوں ٹخنوں کو ملایا جائے یہ رکوع میں سنت مستحب ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ مسئلہ درمختار اور احادیث کے حوالہ سے فتاویٰ رضویہ کے باب الرکوع میں درج ہے۔ ان کے کہنے پر بعض لوگ رکوع کی حالت میں دونوں ٹخنوں کو ملاتے ہیں اور رکوع سے لوٹتے وقت ٹخنوں کو الگ الگ کر دیتے ہیں اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ بہار شریعت وغیرہ میں درج نہیں ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا مولوی صاحب کا قول صحیح ہے؟ کیا ایسا پڑھنے سے نماز مکروہ نہیں ہوگی؟ اگر یہ مسئلہ فتاویٰ رضویہ میں درج ہے تو براہ کرم عبارت نقل فرمادیں استدعا ہے کہ مستند حوالوں سے جواب عنایت کریں۔ فقط

المستفتی: محمد فضل الرحیم عرف مدار شاہ
نزد گورنمنٹ ہوسپیٹل، پوسٹ کمپلی ۵۸۳۱۳۲، ضلع بلّہاری، ریاست کرناٹک

۹۲/۷۸۶

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوہاب ـــــــــ!

مولوی صاحب کا قول صحیح ہے مگر مفتی بہ نہیں، اگرچہ اس مسئلہ کو فقیر نے بھی بہار شریعت میں نہیں دیکھا ہے لیکن بعض فتاویٰ کی کتابوں میں اسے سنت لکھا ہے چنانچہ البحر الرائق جلد اول ص۳۳۳، مطبوعہ بیروت میں ہے: **وفی المجتبیٰ والسنّۃ فی الرکوع الصاق الکعبین واستقبال الاصابع للقبلۃ** اھ۔ ''اور مجتبیٰ میں ہے کہ رکوع میں دونوں ٹخنوں کو ملانا اور انگلیوں کو قبلہ رخ کرنا سنت ہے۔'' مفتی بہ قول یہ ہے کہ یہ سنت نہیں یا اس کا سنت ہونا ثابت نہیں ہے یہ واضح رہے کہ ٹخنوں کے ملانے کا مطلب صرف ٹخنوں کا آمنے سامنے ہونا ہے۔ وھو اعلم!

کتبہ
الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
۲۹/ مئی ۱۸۹۰ء

استفتاء ۱۴۰

مسئله: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:
جلسہ میں جب التحیات پڑھا جاتا ہے اور اشھدان لاالہ الاالله پر شہادت کی انگلی اٹھائی جاتی ہے۔
لیکن اس کو گرانا کب چاہیے۔ اور اس کا طریقہ کیا ہے۔ مطلع کیجئے؟ فقط

المستفتی: محمد صدیق خان ڈرنڈا (بھابہ) راج دھنوار، ضلع گرڈیہہ، بہار

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــ بعون الملک الوهاب ــــــ!

نمازی تشہد کی حالت میں جب کلمۂ شہادت پر پہنچے تو چھنگلیاں اور اس کے قریب کی انگلی کو ہتھیلی سے ملالے اور بیچ کی انگلی کے سرے پر انگوٹھے کے سرے کو رکھ کر حلقہ بنائے اور اَشْھَدُاَنْ کے بعد، لا کہتے ہوئے شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے اِلٰہَ پر پوری طرح انگلی کو اٹھالے۔ اور اِلَّا اللّٰہُ پر انگلی کو گرا کر حسب سابق تمام انگلیوں کو ران پر بچھادے۔ **قال علامة القاری علیه الرحمة الباری وھو الصحیح المختار عندجمھور اصحابنا ان یضع کفیه علی فخذیه ثم عندوصوله الی کلمة التوحید یعقد الخنصر والبنصر ویحلق الوسطی والابھام ویشیر بالمسبحة رافعالھاعندالنفی وواضعالھا عندالاثبات الخ.** ”علامہ ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ہمارے جمہور اصحاب کے نزدیک مختار وصحیح یہ ہے کہ اپنے دونوں ہتھیلیوں کو رانوں پر رکھے اور جب اشھدان لا الہ شروع کرے تو خنصر وبنصر دونوں انگلیوں کو موڑ لے اور بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کو ملا کر حلقہ بنائے اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے اور الا اللہ کے وقت بچھالے۔“ وھو تعالیٰ اعلم!

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتـــــــــبه

۱۵/ ربیع الاخری ۱۴۰۰ھ، ۵ مارچ ۱۹۸۰ء

استفتاء ۱۴۱

مسئله: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ
اگر کسی مسلمان میں کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر نماز ادا کرنے کی استطاعت نہ ہو خواہ عمر کی وجہ سے خواہ کسی بیماری کی وجہ سے تو وہ لیٹ کر کس طرح اپنی نماز ادا کرے گا؟ بینوا و توجروا۔

المستفتی: محمد حنیف بازید پور، منگر تھو، ڈاکخانہ: پنڈارچ، ضلع دربھنگہ، بہار

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــــ

مسلم شریف کے علاوہ بخاری شریف اور صحاح کی تمام کتابوں میں حضرت عمران بن حُصَین سے یہ روایت موجود ہے۔

قَالَ رَسولُ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمۡ صَلِّ قَائِمًا فَاِنۡ لَمۡ تَسۡتَطِعۡ فَقَاعِدًا فَاِنۡ لِمۡ تَسۡتَطِعۡ فَعَلٰى جَنۡبٍ (بخاری)

''ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نماز کھڑے ہوکر پڑھو۔ اگر اس کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر پڑھو اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو کروٹ پر پڑھو۔''

اس روایت صحیحہ سے معلوم ہوا کہ عدم استطاعت کے وقت نمازیں لیٹ کر کے بھی ادا کی جاسکتی ہیں۔ لیٹ کر ادا کرنے میں سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ چت لیٹے پاؤں قبلہ کی طرف ہو اور خود مصلّی بھی روبقبلہ ہوتا کہ اس کے اشارے والے رکوع و سجود بھی قبلہ رُخ ہوں۔

اِس حدیث پاک میں کروٹ پر پڑھنے کا حکم اس لئے ہوا کہ راوی حدیث حضرت عمران بن حُصَین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بواسیر کا مرض تھا اور وہ نہ کھڑے ہوکر نماز پڑھ سکتے تھے اور نہ بیٹھ کر بلکہ چت لیٹ کر بھی نماز ادا کرنا ان کے لئے دشوار تھا۔

لہٰذا حاکم شرع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اُنہیں یہ خصوصی رعایت دی۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم۔

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، خادم دارالافتاء ضیاء العلوم علیم آباد اہیاری، دربھنگہ

کتبہ

۲۷/ فروری ۱۹۵۹ء

استفتاء ۱۴۲

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں حضرت مولانا مفتی صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مسائل ذیل میں کہ

(۱) بعد دفن میت قبر پر اذان کہنا کیسا ہے؟

(۲) مسجد میں مٹی کا تیل جلا کر روشنی کرنا کیسا ہے؟

(۳) نماز میں سجدہ کی حالت میں امام اور مقتدی کو ہر پاؤں کی کتنی انگلیاں زمین پر لگانا فرض ہے؟

(۴) انگلیوں کے زمین پر لگانے میں امام اور مقتدی دونوں کے لئے ایک ہی حکم ہے یا الگ الگ؟

(۵) جس امام کے ہر پاؤں کی تین انگلیاں نہ لگتی ہوں ان کے پیچھے اگر نماز پڑھ لیں تو نماز لوٹانا واجب ہے یا نہیں؟

براہ کرم ان پانچوں سوالوں کا جواب مستند ومعتبر کتابوں سے الگ الگ تحریر فرما کر ہمارے اختلاف کو دور فرمائیں۔

المستفتی: غلام محمد فضل الرحیم عرف بابا شاہ مومن مسجد، ہاسپیٹ، ضلع بیلاری، کرناٹک

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــ!

مکرمی وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

(۱) جائزودرست ہے۔ من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفع. ''تم میں سے جو اپنے بھائی کو فائدہ پہنچانے کی استطاعت رکھے وہ پہنچائے۔''(الحدیث) وھو تعالیٰ اعلم.

(۲) ناجائزوگناہ ہے۔ وَاللّٰہُ تَعَالیٰ اَعْلَمُ.

(۳) ایک انگلی کے پیٹ کا حالت سجدہ میں زمین سے لگنا صحت نماز کے لئے شرط ہے اور دونوں پاؤں کی ایک ایک انگلیوں کا لگنا فرض ہے اور تین تین انگلیوں کے پیٹ کا لگنا واجب ہے اور دسوں کا لگنا بہت ہی خوب وبہتر ہے۔ درمختار میں ہے: ووضع اصبع واحدۃ عنھما شرط. ''حالت سجدہ میں ایک انگلی کا پیٹ زمین سے لگنا شرط ہے۔'' درمختار ہی میں ہے: ویفترض وضع اصابع القدمین ولو واحدۃ نحو القبلۃ والالم بجزو النّاس عنہ غافلون. ''اور دونوں پاؤں کی ایک ایک انگلی کا قبلہ کی طرف رکھنا (یعنی زمین سے لگنا فرض ہے) ورنہ نماز نہیں ہوگی اور لوگ اس سے غافل ہیں۔'' وھو تعالیٰ اعلم

(۴) تمام نمازیون کے لئے ایک ہی حکم ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۵) کوئی واجب اگر سہواً ترک ہو تو سجدۂ سہو واجب ہے، اگر سجدۂ سہو نہیں کیا تو نماز واجب الاعادہ ہوئی۔ کما فی الدرالمختار صلوٰۃ ادیت مع کراھۃ التحریمۃ تجب اعادتھاالخ. ''ہر وہ نماز جو مکروہ تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی اس کا اعادہ واجب ہے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم

الجواب صحیح
عبدالحافظ رضوی القادری، خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار پٹنہ
۲۳/ ربیع الآخر ۱۴۰۴ھ

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتــــــــــــبہ
۲۳/ ماہ فاخر ربیع الآخر ۱۴۰۴ھ

استفتاء ۱۴۳

مسئلہ: کیا حکم شریعت ہے اس بارے میں کہ

امام کے دونوں پاؤں کی انگلیاں زمین سے اٹھ گئیں حالت سجدہ میں۔ نماز ہوئی یا نہیں؟

المستفتی: امام الدین، گیا

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــ!

اگر پورے سجدہ میں دسوں انگلیاں پاؤں کی اٹھی رہیں تو نماز نہیں ہوئی۔ ایسی پڑھی گئیں نمازوں کو پھر سے پڑھنا فرض ہے۔

وھو تعالیٰ اعلم!

کتبـــــــــــــــــــــــــــــــہ عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۱۴/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ

استـــــفتـــــاء[۱۴۴]

مسئلہ: علمائے دین کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ:

(۱) ہمارے شہر میں ایک میرے دوست سرمو پاشاہ قادری ہیں رفاقت نام کا ایک رسالہ ان کو آتا ہے اس میں ۸۲ء/۱۰/۱ کے رسالہ میں میرے دوست کا ایک سوال ہے اور آپ کا جواب بھی اس میں ہے وہ رسالہ دوسرے بھی اشخاص کی نظروں سے گذرا تو وہ لوگ میرے دوست کو یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ رسالہ ادارۂ شرعیہ سے نکلتا ہے وہاں پر بڑے بڑے مفتیان کرام رہتے ہیں جب ان کا کہنا ہے کہ نماز میں ٹخنوں کو ملانے کے متعلق آپ نے انکار کیا ہے بہت لوگ اس پر عمل کرتے ہیں دوسرے مفتیوں کا بھی فتویٰ میرے دوست کے پاس ہے پھر بھی چند لوگ اس کا انکار کرتے ہیں اور آپ کا رسالہ رفاقت بار بار بتلاتے ہیں اور چند دیوبندی بھی ان کا ساتھ دے رہے ہیں یہ سب مل کر شہر میں ہنگامہ برپا کر رکھے ہیں اسی کے بعد آپ نے جواب بھی دیا اس کو دیکھ کر بھی یہ لوگ اس کا انکار کرتے ہیں لہٰذا اس مسئلہ کو رفاقت میں شائع کریں تا کہ ہمارے یہاں امن قائم ہو جائے۔ آپ صرف اس مسئلہ کو جائز ہے یا نہیں تو کافی ہے۔

(۲) نماز میں رکوع کی حالت میں اپنے دونوں ٹخنوں کو ملانا جائز ہے یا نہیں؟ فقط

المستفتی: محمد دستگیر، سری رام نگر، ۷ وارڈ ہاسپیٹ، ضلع بلاری، کرناٹک

۸۶/۹۲ے

الجوابــ!

(۱) رسالہ رفاقت یکم اکتوبر ۸۲ء میں رکوع کے اندر ٹخنوں کو ملانے سے متعلق یہ لکھا گیا کہ اس کا سنت ہونا بروجہ شرعی ثابت نہیں ہوا، بعض فقہی کتابوں میں جو اسے سنت لکھا گیا ہے وہ بطور اخبار احاد ہے۔ لہٰذا سنت نہیں ہے لیکن اس کے سنت نہ ہونے کا ہرگز مفاد نہیں کہ ناجائز و گناہ ہے جو لوگ رفاقت میں شائع شدہ جواب کو عدم جواز پر محمول کرتے ہیں۔ وہ منشاء مجیب کے خلاف اپنی مطلب براری میں لگے ہوئے ہیں ان کے ہنگاموں پر کان نہ دھرا جائے۔

(۲) جائز ہے۔ وھو اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۱۴/ شوال المکرم ۱۴۰۴ھ

استفتاء ۱۴۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ سے متعلق کہ
(۱) نمازی کو حالت قیام میں سجدے کے مقام پر نگاہ جمانے کے باوجود نظر دائیں بائیں ہو جائے تو نماز درست ہوگی یا نہیں؟
(۲) وضو کے چار فرضوں میں سے چوتھائی سر کا مسح کرنا ایک فرض ہے۔ چوتھائی سر سے کیا مراد ہے، سر کے کتنے حصے کا مسح کرنا چاہئے؟ جواب سے مطلع فرمائیں۔

المستفتی: محمد شہاب الدین، سریا، رہتاس، بہار

۸۶/۹۲ ک

الجواب بعون الملک الوھاب!

(۱) مستحب کے ترک سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں نماز درست ہو جائے گی۔ فی الہندیہ و آدابھا نظرہ الی موضع سجودہ حال القیام الخ. ''آداب نماز میں سے یہ بھی ہے کہ حالت قیام میں نگاہ سجدے کی جگہ ہو۔''
(۲) ہر شخص کی پیشانی اس کے سر کے چوتھائی حصہ کے برابر ہے۔ پس پیشانی کے برابر سر کا مسح کرے، فرض ادا ہو جائے گا۔ والمفروض فی مسح الراس مقدار الناصیۃ کذافی الھدایہ اھ. ''سر کے مسح میں چوتھائی سر کا مسح پیشانی کی مقدار میں فرض ہے۔ ایسا ہی ہدایہ میں ہے'' (عالمگیریہ)۔ پورے سر کا مسح کرنا چاہئے تا کہ فرض کے ساتھ ساتھ سنت کی بھی ادائیگی ہو جائے۔ وھو تعالیٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۲۸/ شعبان المعظم ۱۴۰۴ھ

استفتاء ۱۴۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مفتیان صاحبان اس مسئلہ میں۔
ایک شخص لنگڑا ہے جس کا پیر سجدہ کرتے وقت پیچھے کی طرف کچھ اس طرح نکل جاتا ہے کہ اس کے پیچھے سجدہ کرنے والے کا سر اس کے پیر پر پڑ سکتا ہے۔ کیا اس کے پیچھے یعنی وہ امامت کرے تو نماز مکمل طور پر ادا ہوگی کہ نہیں۔ اسی طرح کسی کی بیوی بے پردہ گھوما کریں اور وہ امامت کرنا چاہیں تو ان کے پیچھے نماز ادا ہو سکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی: قمر اشرف، موضع سلطان پور، ڈاکخانہ آندر، ضلع سیوان، بہار

۹۲/۸۶ ک

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــ!
اگر اس شخص کی انگلیاں حالت سجدہ میں زمین سے لگتی ہی نہیں تو ایسے کو امام بنانا جائز نہیں ہے کہ حالت سجدہ میں کم از کم پاؤں کی ایک انگلی کا پیٹ زمین سے لگانا فرض ہے اور تین انگلیوں کا لگنا واجب ہے اور شخص مذکور اس سے معذور ہے۔ لہٰذا خود اس کی نماز ہو جائے گی اور اس کے مثل دوسرے معذوروں کی بھی۔ مگر سالم الاعضاء اشخاص کی نماز اس کی اقتدا میں نہیں ہوگی۔
درمختار میں ہے: ویفترض وضع اصابع القدمین ولو واحدۃ نحو القبلۃ والالم تجز والناس عنہ غافلون وتفصیلہ فی درالمختار وغیرہ۔ ''سجدہ میں دونوں پیروں کی انگلیوں میں سے کم از کم ایک انگلی کا قبلہ کی جانب ہونا فرض ہے۔ ورنہ نماز نہیں ہوگی۔ حالانکہ لوگ اس سے غافل ہیں۔''
شوہر کی اجازت و مرضی سے بیوی اگر بے پردہ گھومتی ہو تو وہ شوہر دیوث ہے۔ لائق امامت نہیں۔ اور اگر بیوی شوہر کا کہا نہیں مانتی یا شوہر کی لاعلمی میں حرام کاریوں پر مصر ہے تو اس کا وبال اس کے سر ہے، شوہر اس سے بری ہے۔ ایسی صورت میں شوہر اگر لائق امامت ہو تو اس کی امامت درست ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی. (سورۃ الانعام: ۱۶۴) ''اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔'' (ترجمہ کنز الایمان) وھو تعالیٰ اعلم۔

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کــــــــــتــــــــــبــــــــــہ

۷/ شہر السرور ربیع النور ۱۴۰۴ھ، ۱۳/ دسمبر ۱۹۸۳ء

استفتاء ۱۴۷

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ
تکبیر تحریمہ سے شریعت کی کیا مراد ہے۔ جبکہ اللہ اکبر کہنا واجب ہے اور کان تک ہاتھ اٹھانا سنت۔ تو تکبیر تحریمہ سے کیا مراد ہے۔ مفصل جواب دیں گے۔ **المستفتی**: سکندر علی بیتا، پر یہار، ضلع سیتامڑھی
۹۲/۸۶ء

الجواب
تحریمہ نماز جنازہ کے علاوہ تمام نمازوں میں عندالاحناف شرط ہے کہ بغیر اس کے نماز ہوگی ہی نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری جلد اول میں ہے: **منها التحريمه وهي شرط عندنا حتى ان من يحرم للفرائض كان له ان يودى بها التطوع هكذا في الهداية** ''اور فرائض صلوٰۃ میں سے تکبیر تحریمہ بھی ہے اور عندالاحناف یہ شرط ہے یہاں تک کہ اگر کسی نے فرض نماز کے لئے تکبیر تحریمہ کہی تو اسے جائز ہے کہ اس تکبیر سے نماز نفل ادا کرے ایسے ہی ''ہدایہ'' میں ہے۔'' اور تکبیر تحریمہ سے نماز کی وہ پہلی تکبیر مراد ہے، جس کے سبب بہت سی حلال چیزیں حرام ہو جاتی ہیں مثلاً تکبیر تحریمہ سے قبل اُس شخص کے لئے چلنا پھرنا، کھانا پینا، بات چیت کرنا وغیرہ حلال تھے مگر تکبیر تحریمہ پڑھتے ہی یہ سب چیزیں اس شخص کے لئے حرام ہو گئیں اسی لئے نماز کی تکبیر اولیٰ کو تکبیر تحریمہ کہتے ہیں۔
واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم بالصواب!

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۵/محرم الحرام ۱۴۰۰ھ، ۱۶/دسمبر ۱۹۷۹ء

استفتاء ۱۴۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ:
(۱) نماز یا کسی مسائل میں شرائط و فرائض میں فرق ہے یا نہیں؟ کیا فرائض کو شرائط اور شرائط کو فرائض کہہ سکتے ہیں۔ شرائط سے شریعت کی مراد کیا ہے؟
(۲) زید نے قربانی کی نیت سے پانچ چھ ماہ قبل ایک گائے ۲۰۰/ دوسو روپئے میں خریدا۔ گائے دوسرے آدمی کو ۲۰۰/ دوسو میں دیدیا کہ تم رکھو چارہ کھلاؤ اور اسکی حفاظت کرو۔ قربانی کے دن دوسو سے زائد جو بھی اس گائے کا دام ہوگا۔ اس دوسو کے بعد دونوں آدمی کا نصف نصف ہوگا۔ اب قربانی کے دن گائے کی قیمت تین سو ہے تو پچاس پچاس روپئے فریقین کے ہونگے۔ اب چرانے والے کا کہنا ہے کہ اُسی روپئے کا جو ہم کو دیں گے

اسی کے بدلے گائے میں ہم کو ایک چھانٹ دیدیجئے اور فاضل روپیہ دیجئے اب سوال یہ ہے کہ چارہ کھلانے والے کی قربانی اس جانور میں جائز ہوگی یا نہیں؟ جو ہو شرعاً جواب دیں گے۔ فقط والسلام مع الاکرام۔

المستفتی: محمد سکندر علی، مقام و پوسٹ: بتیا (وایہ) پریہار، ضلع سیتامڑھی، بہار

۹۲/۸۶ء

الجواب!

(۱) چونکہ شرائط و فرائض دونوں صحت عمل کے لئے ازبس ضروری ہے کہ بغیر اس کی ادائیگی کے (بلا عذر شرعی) عمل سرے سے ہوگا ہی نہیں۔ اس لئے بعضوں نے شرائط کو بھی فرائض میں شمار کیا ہے۔ مثلاً تحریمہ ہی کو دیکھئے بعضوں نے اسے فرائض میں شمار کیا لیکن بعضوں کے نزدیک شرط ہے **وھی شرط عندنا الخ** ۔''اور تکبیر تحریمہ ہمارے اصحاب حنیفہ کے نزدیک شرط ہے۔'' جو باتیں ابتدائے عمل سے پہلے صحت عمل کے لئے ضروری ہیں انہیں شرائط کہتے ہیں اور جو باتیں اندرون عمل بہت ضروری اور نص سے ثابت ہیں انہیں فرائض کہتے ہیں۔ **کما صرحھا وبینھا فی کتب الاصول الفقه فلیرجع الیھا۔** ''جیسا کہ اصول فقہ کی کتابوں میں اس کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے تو چاہیے کہ اس کی طرف رجوع کرو۔'' **وھو تعالیٰ اعلم!**

(۲) چارہ کھلانے والا صرف اجرت کا مستحق ہے اجرت کے سبب سے اس کی ملکیت مذکورہ جانور پر ثابت نہیں ہوگی اور جس کی ملکیت ثابت نہ ہو وہ اس جانور میں شریک نہیں ہوسکتا ہے۔ لہٰذا چارہ کھلانے والے کا دعویٰ صحیح نہیں ہے اور نہ اس کی قربانی اس جانور میں جائز ہے: **کما فی ردالمحتار وبینه صدر الشریعة علیه الرحمه والرضوان فی بیان الاضحیة** (بہار شریعت)۔ **واللہ تعالیٰ ورسوله اعلم!**

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۶/محرم الحرام ۱۴۰۰ھ، ۷/دسمبر ۱۹۷۹ء

استفتاء ۱۴۹

مسئلہ: بخدمت حضرت مولانا مفتی عبدالواجد صاحب! مفتی ادارۂ شرعیہ پٹنہ، ہدیہ سلام ورحمت! مندرجہ ذیل سوالات حاضر ہیں۔ جوابات مدلل مطلوب ہیں۔ کتاب کے ساتھ اگر ممکن ہو تو صفحہ نمبر بھی تحریر کردیا جائے۔

(۱) ستر کے سلسلہ میں وضاحت فرمائیں کتنی فرض ہے، کتنا واجب اور کتنا سنت؟ مرد وعورت کے درمیان اس بارے میں کیا فرق ہے؟ نماز اور بیرونِ نماز کیا حکم ہے؟

(۲) آج کل کے عربی حضرات جو عربی رومال سر پر رکھ کر اس کے اوپر تھال رکھ لیتے ہیں، یہ کس کی ایجاد ونقل

ہے اور اس طرح نماز جائز ہے یا نہیں؟
(۳) ابن عبدالوہاب نجدی کا باپ کیسا شخص تھا اور اس کے عقائد کیا تھے؟

المستفتی: مبین الہدیٰ نورانی

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــــــ !

مولانا المکرم! وعلیکم السلام ورحمتہ وبرکاتہ!

(۱) ستر عورت غیر نماز میں بھی واجب اور نماز میں فرض۔ یہی تصریح کتب فتاویٰ میں منقول، سنت و واجب وغیرہ کی تفریع محض فضول۔ البحر الرائق جلد۱، صفحہ۲۸۲ میں ہے: الاجماع علی انه فرض فی الصلوٰة الخ "بالاجماع نماز میں ستر عورت فرض ہے۔" مردوں کے لئے ستر عورت ناف سے گھٹنوں تک ہے، ناف ستر میں شامل نہیں جبکہ گھٹنے ستر عورت میں داخل ہیں: لقوله علیه السلام عورة الرجل ما بین سترالی رلبتیروقال فی البحر. "حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے مرد کیلئے ستر عورت ناف سے گھٹنوں تک ہے۔" (البحر الرائق، جلد۱، صفحہ۲۹۳)۔ ای بینهما فالسرة لیست بعورة والرکب عورة الخ. "یعنی ناف اور گھٹنوں کے درمیان، تو ناف ستر عورت نہیں اور گھٹنا ستر عورت ہے۔" اور عورتوں کے لئے اس کے چہروں، ہتھیلیوں اور قدموں کے علاوہ سارا جسم ستر عورت ہے (آزاد عورتوں کے لئے)۔ مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر جلد۱، صفحہ۸۱ میں ہے: وجمیع بدن الحرة الاوجهها وکفیها وقدمیها الخ. "اور آزاد عورتوں کے لئے چہرہ، ہتھیلی اور قدم کے علاوہ سارا جسم ستر عورت ہے۔" وھو تعالیٰ اعلم

(۲) یہ کس کی ایجاد و نقل ہے، بندہ اس سے بے خبر ہے۔ البتہ بعض اہل عرب سے اس کی مصلحت یہ معلوم ہوئی کہ سدل کی کراہت تحریمہ سے بچنے کے لئے "کساؤہ" کا استعمال کیا جاتا ہے۔ چونکہ اس کی علت صحیح مقصد پر مبنی ہے اس لئے اس سے نماز مکروہ بھی نہیں ہوگی تو عدم جواز کا کیا سوال ہے۔ فی الفتح القدیر ان اسدل یصدق علی ان یکون المندیل مرسلاً من کتفیه. ایسا رومال جو سر پر رکھا گیا ہو اور اس کے دونوں کنارے شانوں سے گذر کر آگے کی جانب لٹک رہے ہوں وہ سدل ہے جو حالت نماز میں مکروہ ہے۔ سدل سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کا استعمال ہی نہ ہو یا اسے ڈوری وغیرہ سے باندھ دیا جائے۔ عالمگیری مطبع نولکشور جلد۱، صفحہ۱۰۵ میں ہے: قالوا ومن صلی فی قباء ینبغی ان یدخل یدیه فی کمیه ویشدہ بالمنطقة مخافة السدل کذافی فتاویٰ قاضیخان. وھو تعالیٰ اعلم

(۳) عبدالوہاب نجدی صالح، صحیح العقیدہ شخص تھا۔ اس کے بیٹے "محمد" نے مسلمانوں میں فتنہ برپا کیا۔ بعض کتابوں کے مطالعہ سے یہی پتہ چلتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ورسوله صلی الله علیه وعلیٰ اله وصحبه و بارک وسلم۔

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتــــــــــــــــــــــــبہ

۴/ ربیع الآخر ۱۴۰۳ھ

استفتاء ۱۵۰

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:
گھڑی کی چین کے متعلق یہاں آپس میں کچھ اختلاف ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ یہ زینت میں داخل ہے لہٰذا اس سے نماز نہیں ہوگی اور بعض کا کہنا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے شرعی اعتبار سے آپ فیصلہ فرمائیں کہ چین دار گھڑی پہن کر نماز ہوگی یا نہیں؟ فقط

المستفتی: غلام مصطفےٰ بنگ اسٹور، سرور روڈ، ہزاری باغ
۸۶/۹۲ء

الجواب!

چین اور انگوٹھی وغیرہ کا شمار زیورات میں ہے، زیورات مردوں کو جائز نہیں ہیں، سوائے ایک نگ والی ایک انگوٹھی کے جس کا وزن ساڑھے چار ماشہ سے زائد نہ ہو اور وہ بھی صرف چاندی کی، دیگر دھات کی نہیں، گھڑی کا چین ایسی دھاتوں سے بنایا جاتا ہے جس کے استعمال کی اجازت نہ مردوں کو ہے اور نہ عورتوں کو، لوہا، کانسہ، تانبہ اسٹیل، پیتل وغیرہ کو احادیث پاک میں جہنمیوں کا زیور فرمایا گیا ہے: رواہ ابو داؤد و الترمذی عن ابی ہریرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ۔ لہٰذا مذکورہ بالا دھاتوں سے اگر چین بنایا گیا ہو تو اس کا استعمال نماز اور غیر نماز دونوں حالتوں میں گناہ ہے اور نماز اس کے ساتھ مکروہ تحریمی، گھڑی والوں کو چاہیے کہ چمڑے، دھاگے، نائیلون وغیرہ کا بیلٹ بنوائیں اور وہی استعمال کریں۔ وھو تعالیٰ اعلم!

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۷ مارچ ۱۹۸۰ء

استفتاء ۱۵۱

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل مندرجہ ذیل میں

(۱) اگر ٹوپی نہ ہونے کی حالت میں دستی، رومال سر پر رکھ کر یا بڑا رومال جس کو عام طور پر کندھے پر رکھتے ہیں، باندھ کر، جس کے اندر کوئی ٹوپی نہ ہو، نماز ادا کرے تو نماز ہوگی یا نہیں؟

(۲) کندھے سے چادر اوڑھ کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟ زید کہتا ہے اس میں کوئی کراہت نہیں۔ اور حوالہ میں

فتاویٰ امجدیہ کی یہ عبارت پیش کرتا ہے "چادر اوڑھنے میں بہتر یہ ہے کہ سر سے اوڑھے۔ اس طرح سے اوڑھنا مطابق سنت ہے اور کندھے سے اگر اوڑھی، جب بھی نماز ہو جائے گی۔ نماز میں کراہت نہیں"۔ ج ۱، ص ۲۰۰۔

(۳) آج کل عام طور پر جو لوگ بیل باٹم (پینٹ) پہن کر نماز پڑھتے ہیں اور اس کی مہری نیچے سے موڑ کر اوپر کر لیتے ہیں، تا کہ ٹخنے کھل جائیں اور نماز مکروہ نہ ہو، تو کیا اس طرح پینٹ موڑ کر نماز پڑھنا درست ہے؟

المستفتی: عبدالباری رضوی، دارالعلوم غوثیہ نظامیہ، ذاکر نگر، جمشید پور

۹۲/۸۶ھ

الجواب ـــــــــــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــــــــــ!

(۱) نماز ہو جائے گی لیکن مذکورہ دستی یا رومال ٹوپی یا عمامہ کا فائدہ نہیں دے گی۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۲) سر سے یا کندھے سے اس طرح چادر اوڑھنا کہ دونوں کنارے لٹکتے ہوں، مکروہ ہے۔ اور ان دونوں صورتوں سے نماز میں کراہت آتی ہے۔ ہاں اس طرح اوڑھنا کہ کنارے لٹکتے نہ ہوں تو جائز ہے۔ سر سے چادر اوڑھنا واقعی سنت ہے اور کندھے سے اوڑھنے میں بھی ممانعت نہیں، ممانعت دراصل سدل کی ہے۔ سدل جس حال میں پایا جائے اس سے نماز مکروہ ہوگی ورنہ نہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم۔ فتاویٰ امجدیہ کا مسئلہ بالکل صحیح ہے۔

(۳) مکروہ ہے کہ ایک کراہت سے بچنے کے لئے دوسری کراہت کا ارتکاب کیا۔ وھو تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم

کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ پٹنہ، بہار

۲۴/ ربیع النور ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۱۵۲

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

امام صاحب کو لمبی آستین والی قمیص ہوتے ہوئے بھی جب وہ امامت کرتے ہیں تو آستین کو کہنیوں سے اوپر چڑھا لیتے ہیں اور قصداً کہنیوں کو برہنہ کر کے نماز پڑھاتے ہیں۔ مقتدیوں کو اعتراض ہوتا رہتا ہے کہ یہ مکروہ ہے مگر پیش امام صاحب افضل سمجھتے ہیں.........

دوسرے یہ کہ پیش امام صاحب نیت کرنے کے بعد اپنی نگاہ اپنے سر کے برابر اونچائی پر یا اس سے بھی اوپر رکھتے ہیں جبکہ نگاہ سجدہ کی جگہ پر رکھنا چاہئے صحیح کیا ہے؟ بحوالہ کتب تحریر فرمایا جائے تا کہ یہ

اختلاف بین المسلمین ختم ہو۔

المستفتی: محمد مقصود عالم پٹنہ سیٹی

۹۲/۸۶ھ

الجواب

کہنیوں کو کھول کر نماز پڑھنا:

آستین کو کہنیوں سے اوپر یا کہنیوں تک چڑھانا، خواہ نماز میں چڑھایا ہو یا قبل نماز، مکروہ تحریمی ہے۔ عالمگیری جلد اصفحہ ۱۰۵ میں ہے: ولو صلی رافعا کمیہ الی المرفقین کرہ کذافی فتاوی قاضی خاں. "آستین کو کہنیوں تک چڑھا کر نماز پڑھا تو نماز مکروہ تحریمی ہوئی فتاویٰ قاضی خاں میں ایسے ہی ہے۔" اور درمختار میں ہے: وکرہ کفہ ای رفعہ الخ. "(نماز میں) آستین چڑھانا مکروہ ہے۔" اور جو نمازیں کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی ہوں ان کا لوٹانا واجب ہے: کما قال فی الھندیہ، کتاب الصلوۃ جلد اصفحہ ۱۰۸، فان کانت تلک الکراھۃ کراھۃ تحریم فتجب الاعادۃ الخ. "ہندیہ کتاب الصلوٰۃ ج ا، ص ۱۰۸ میں ہے کہ نماز میں آستین چڑھانا مکروہ تحریمی ہے اور مکروہ تحریمی کے ساتھ ادا کی ہوئی نماز کا اعادہ واجب ہے۔"

نماز میں مصلّی کی نگاہ کہاں ہو؟

حالت قیام میں موضع سجود پر نظر رکھنی چاہیے آسمان کی جانب یا دائیں بائیں نظر پھیرنا سوء ادب خلاف خشوع، بلکہ مکروہ ہے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے سختی سے منع فرمایا ہے: قال فی الشرح الوقایۃ، کتاب الصلوۃ فی باب مایفسد ویکرہ، والنظر الی السماء الخ (وقال المحشی) قولہ النظر الی السماء لان فیہ ترک الخشوع وسوء الادب وقد قال النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم مابال اقوام یرفعون ابصارھم، اخرجہ البخاری ومسلم وابوداؤد وغیرھم بالفاظ متقاربۃ. "شرح وقایہ کتاب الصلوٰۃ، باب مکروہات ومفسدات صلاۃ میں ہے کہ حالت نماز میں آسمان کی طرف دیکھنا مکروہ ہے اور محشی نے النظر الی السماء کے تحت فرمایا کہ اس میں خشوع کو ترک کرنا اور سوء ادب ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قوم کو کیا ہو گیا جو حالت نماز میں اپنی نگاہیں آسمان کی طرف بلند کرتی ہیں۔ اُس حدیث کو بخاری ومسلم اور ابوداؤد نے الفاظ متقاربہ کے ساتھ تخریج فرمائی ہے۔" واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی والہ وصحبہ وسلم

الفقیر عبد الواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۷/ شعبان ۱۴۰۱ھ، ۳۰/ جون ۱۹۸۱ء

استفتاء ۱۵۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ
محلہ گھونسیا ضلع دمکا میں نئی منتخبہ عیدگاہ متصل از قبرستان ہے۔ نیز پچھم (قبلہ) میں اور پچھم کی اتری ودکھنی جانب مقابر ہیں۔ مذکورہ صورت حال کو دیکھتے ہوئے باتعجیل جواب عنایت فرمائیں کہ اس عیدگاہ میں بعد از سترۂ شرعی عیدین کی نماز ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بالتفصیل روشنی ڈالیں تا کہ لوگوں کی اندرونی کشیدگی دور کی جا سکے۔

المستفتی: مولانا جمال القادری مہتمم مدرسہ تعمیر ملت
مقام تلیا، پوسٹ کرماٹار، وایہ ودیا ساگر، ضلع دمکا، بہار

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــــــــــ!

اگر نمازی کی جانب قبلہ اتنی دوری پر قبر ہو کہ حالت خشوع وخضوع میں نمازی کی نظر اس قبر تک پہنچ جاتی ہے تو سترہ سے بھی نماز کی کراہت زائل نہیں ہوگی۔ ایسی جگہ پر نماز پڑھنا ممنوع ومکروہ ہے خواہ وہ مسجد ہو یا عیدگاہ یا اور کوئی جگہ۔ ہاں اگر نمازی کے سامنے اتنی دوری پر قبر ہے کہ خاشع کی نگاہ حالت نماز میں اس تک نہیں پہنچتی ہے تو پھر کراہت نہیں ہے۔ ایسے ہی اگر نمازی کے دائیں بائیں یا پیچھے قبریں ہوں تو نماز بے کراہت جائز ہے۔ کما فی الفتاویٰ العالمگیریہ ج ۱، ص ۱۰۶، ان کان بینه وبین القبر مقدار مالو کان فی الصلوٰة ویمر انسان لایکره فههنا ایضا لایکره الخ. (وفیہا عن الحاوی) ان کانت القبور ماوراء المصلی لایکره الخ. ''اگر نمازی اور قبر کے درمیان اتنے مقدار کا فاصلہ ہو جتنا فاصلہ نماز میں ہوتا ہے اور انسان گزرتے ہوں تو نماز مکروہ نہیں ہوتی ہے تو یہاں بھی نماز مکروہ نہیں ہوگی۔ اور اسی میں حاوی سے منقول ہے کہ اگر قبور نماز کے پیچھے ہوں تو نماز مکروہ نہیں ہوگی۔'' واللہ تعالیٰ اعلم ورسوله صلی الله تعالیٰ علیه وعلی اله وصحبه وبارک وسلم۔

الفقیر عبد الواجد قادری غفرلہ خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۱/ ذی القعدہ ۱۴۱۰ھ

استفتاء ۱۵۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ
سینے کا بٹن کھول کر، آستین چڑھا کر اور فل پینٹ کی مہری چڑھا کر ان تینوں میں سے کوئی ایک یا تینوں فعل کسی نماز میں پائی جائے تو اس نماز کا شرعاً کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد اعجاز اختر، مدرسہ غوثیہ، سمستی پور، بہار

۹۲/۷۸۶

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوہاب ــــــــــ!

آستین چڑھا کر یا فل پینٹ کی مہری چڑھا کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، یعنی ایسی نمازوں کا لوٹانا واجب ہے۔ درمختار میں ہے: وکره کفه ای رفعه ولو لتراب، کمشمر کم او ذیل الخ. ''کفِ ثوب مکروہ ہے یعنی کپڑے کا اٹھانا اگرچہ مٹی سے بچانے کے لئے ہو جیسے آستین یا دامن کو اٹھانا۔'' اور سینہ کا بٹن کھول کر نماز پڑھنا کہ سینہ یا پسلی کی ہڈیاں نظر آتی ہوں تو مکروہ تحریمی ہے اور اگر کرتا کے نیچے دوسرا کرتا یا گنجی وغیرہ ہو کہ سینہ یا پسلی کی ہڈیاں نہیں دکھلا رہی ہوں تو مکروہ تنزیہی ہے۔ کما فی بہار شریعت جلد۳، صفحہ ۱۴۵۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۵/ ذوالقعدۃ الحرام ۱۴۰۳ھ، ۵/ اگست ۱۹۸۳ء

استفتاء ۱۵۵

مسئلہ: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وفضلائے شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) امام چادر کو گردن سے اوڑھ کر نماز پڑھائیں اور مصلّی بھی گردن سے اوڑھ کر نماز پڑھیں، تو نماز میں کمی ہوئی یا نہیں؟ جواب ٹھوس دیں۔

(۲) فول پینٹ کا مہری موڑ کر اور قمیض کی مہری موڑ کر چین والی گھڑی پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

المستفتی: مشتاق احمد قادری رفاقتی، جامع مسجد، سمستی پور

۸۶/۹۲ھ

الجواب ــــــ بعون الملک الوهاب ــــــ!

وعلیکم السلام ورحمة!

(۱) چادر سر سے اوڑھنی چاہئے۔ گردن سے اوڑھ کر نماز کی ادائیگی مکروہ ہے (بہار شریعت)۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۲) مکروہ ہے۔ کمافی فتاویٰ امجدیہ، جلد اول۔ وھو تعالیٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۱۷/ ماہ فاخر ربیع الآخر ۱۴۰۴ھ

الجواب صحیح
عبدالحافظ رضوی القادری، خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار پٹنہ
۷/ ماہ فاخر ربیع الآخر ۱۴۰۴ھ

استفتاء ۱۵۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع مسائل ذیل میں:

(۱) چین والی گھڑی پہن کر نماز پڑھنا کب ہے اور کہاں سے ثابت ہے۔

(۲) آستین موڑ کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(۳) جمعہ وعیدین کے خطبہ کے درمیان اردو پڑھنا کیسا ہے اور کہاں سے ثابت ہے کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ جب اردو خطبہ جمعہ میں پڑھنا مکروہ ہے تو پھر دونوں خطبوں کے درمیان اردو لکھا کیوں۔

(۴) اس بستی میں عالم دین کے موجود رہتے ہوئے یہ سب مسائل نہ بتانا کیسا ہے اور اگر کوئی دوسرا عالم یہ مسئلہ بتائے تو اس کو دیوبندی کہنا کیسا ہے اور کچھ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ کلام پاک کا ترجمہ اردو میں لکھا گیا ہے اس کو کیوں پڑھتے ہیں۔ لہٰذا آپ سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ ان مسائل کا جواب حوالۂ کتاب سے جلد از جلد عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد سراج الدین، مقام ہرناڈ پوسٹ کرما، ضلع گریڈیہہ

۸۶/۹۲ھ

الجواب ــــــ!

(۱) مکروہ ہے کہ دھات کا استعمال بطور زیور سوائے انگوٹھی (صرف چاندی کی ساڑھے چار ماشہ سے کم ایک انگوٹھی) کے مردوں کو حلال نہیں چنانچہ حضور مفتی اعظم ہند اور حضور صدر الشریعہ رحمہما اللہ تعالیٰ وغیرہا نے چین دار گھڑی کے ساتھ نماز کو مکروہ ہونے کا فتویٰ صادر فرمایا ہے: کمافی فتاویٰ الامجدیہ جلد اول ص۱۹۷/۱۔ وھو تعالیٰ اعلم!

(۲) آستین چڑھا کر نماز پڑھنے کو فقہاء نے مطلقاً مکروہ لکھا ہے۔ چنانچہ درمختار میں ہے: وکرہ کفه ای رفعه ولولتراب کمشمر کم۔ ''کپڑے کا اٹھانا مکروہ ہے اگرچہ کیچڑ کی وجہ سے ہو جیسے کوئی آستین اور پائچہ اٹھالے۔''

(۳) خطبہ کے درمیان اردو یا کسی بھی غیر عربی زبان کو اس سے ملانا سنت متوارثہ کے خلاف ہے لہٰذا مکروہ ہے۔ تفصیل ودلائل کے لئے فتاویٰ رضویہ وغیرہ کی طرف رجوع کیجئے۔ وھو تعالیٰ اعلم!

عوام کالانعام ہوتی ہے اس کی بولی کا کوئی اعتبار شرعی نہیں آج وہ خطبہ میں اردو ملانے کے لئے جو دلیل دے رہے ہیں کل نماز میں قرأت قرآن کے بارے میں بھی کہہ سکتے ہیں کہ اردو ترجمہ ہزاروں لاکھوں قرآن پاک میں موجود ہے۔ لہٰذا عربی کے ساتھ ساتھ سمجھنے کیلئے علاقائی اعتبار سے وہاں کی زبان میں تلاوت کے بعد اس کا ترجمہ بھی پڑھا جائے وغیرہ۔

(۴) اگر اس عالم صاحب کو مسائل کی تحقیق ہے تو مسائل بتانا چاہیے جو شرعی مسائل بتائے اسے وہابی بتانا حرام ہے جن لوگوں نے غیر وہابی پر وہابیت کا الزام لگایا ہے اس سبھوں پر لازم ہے کہ وہ ان سے معافی طلب کریں اور خدا کی بارگاہ میں توبہ واستغفار کریں۔ وھو تعالیٰ اعلم!

مترجم: قرآن پاک پڑھنے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ کسی سنی صحیح العقیدہ شخص کا ترجمہ کیا ہوا ہو۔ وھو تعالیٰ اعلم!

الجواب صحیح وصواب والمجیب نجیح ومثاب
عبدالحافظ رضوی القادری غفرلہ
یکم صفر المظفر ۱۴۰۵ھ

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
یکم صفر المظفر ۱۴۰۵ھ

استفتاء ۱۵۷

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ پر کہ

(۱) مولانا اسد مصطفیٰ صاحب قاسمی اور موذن جہانگیر ایک بچہ کے دیر سے مدرسہ آنے پر لڑ پڑے۔ یہ لڑائی جامع مسجد میں ہوئی۔ مولانا اسد کی لنگی کھل گئی اور وہ برہنہ ہوگئے۔ لوگ انہیں سمجھا کے کمرے میں لے گئے۔ اسد نے وعدہ کیا کہ میں اب نہیں لڑوں گا۔ پھر وہ بیچ سڑک پر جہانگیر صاحب سے لڑ پڑے جس کا نظارہ غیر مسلموں نے بھی کیا۔ اس کے بعد سے بہت سے لوگوں نے اس کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دیا۔ شرعاً کیسا ہے؟

(۲) مولانا اسد نے مسجد کے صحن میں لوگوں سے عہد کیا کہ مجھے صرف ایک ماہ کے لئے امامت کی مہلت دی جائے میں بغیر تنخواہ کے امامت کر کے چلا جاؤں گا۔ آج تقریباً پانچ چھ ماہ گزر گئے، وہ امامت بھی کررہے ہیں اور تنخواہ بھی لے رہے ہیں۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنا شرعاً کیسا ہے؟

(۳) مولانا اسد ایسے بھی عمل، اخلاق، کردار، عہد وغیرہ کے اعتبار سے بہت گھسٹ ہیں۔

المستفتی: محمد شاہد اختر، محمد اظہار الحق، وارڈ نمبر ۱۰، جامع مسجد، چکردھر پور

۹۲/۸۶ھ

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوہاب ـــــــــ

(۱) بات بات پر لڑنے جھگڑنے والا، احترام مسجد کا پاس نہ کرنے والا، غصہ میں آپے سے باہر ہوجانے والا، برسر بازار عظمت امامت ومولویت کو رسوا کرنے والا اس لائق نہیں کہ اسے منصب امامت سونپی جائے۔ جن لوگوں نے اس کی اقتدا میں نماز پڑھنا چھوڑ دیا ان سے شرعاً کوئی مواخذہ نہیں۔ لان الفاسق لایھتم لامر دینه. ''اس لئے کہ فاسق دینی معاملات کا اہتمام نہیں کرتا ہے۔'' کمافی ردالمحتار۔ وھو اعلم بالصواب

(۲) اگر وہ لائق امامت نہیں تو اسے ایک ماہ کی یا ایک وقت کی مہلت دینا جائز نہیں ہے۔ فوراً اسے امامت سے برطرف کردیا جائے خواہ مشاہرہ لے یا نہ لے۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۳) امام کو اسلامی خوبیوں میں ممتاز ہونا چاہئے۔ مذکورہ فی السوال صفات کا اگر وہ حامل نہیں تو اسے ہٹانے کا اختیار منتظمین کو حاصل ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۲۴/ رجب المرجب ۱۴۰۴ھ

استفتاء ۱۵۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
زید امامت کا کام انجام دیتا ہے۔ مگر وہ جس مسجد میں ہے اس مسجد میں اکثر بلکہ ننانوے (۹۹) فیصد دیوبندی وہابی نماز ادا کرتے ہیں۔ زید امامت کی جگہ پر جا کر منفرد نماز کی نیت کی۔ جب کہ تین سے زائد نمازی تھے۔ لیکن کھلے بند بندی دیو تھے۔ یہ بات دریافت طلب ہے کہ اس طرح کرنے پر زید کے اوپر شریعت محمدی کا کیا حکم ہے؟ اور اگر زید کے علاوہ صرف موذن سنی ہے تو امام کی نیت کرسکتا ہے یا نہیں؟ واضح ہو کہ شہر میں سنی ہیں مگر بے نمازی ہیں۔ بینوا وتوجروا۔

المستفتی: محمد مظہر الحق، جاروب کش، جامع مسجد، مسلم محلہ چاس، دھنباد

۹۲/۸۶ے

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــ !

دیوبندی وہابی سے اگر وہی لوگ مراد ہیں جو خدا اور رسول جل وعلیٰ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین وتنقیص (معاذ اللہ تعالیٰ) کرتے ہیں یا توہین وتنقیص کرنے والوں کو اپنا مقتداء ورہنما گردانتے ہوں یا ان کے کفریات پر مطلع ہو کر کم از کم مسلمان جانتے ہوں تو ان کی نماز نماز ہی نہیں ہے نہ انہیں مسلمانوں کی مسجد میں آنے کی اجازت اور نہ مسجد میں آکر اٹھک بیٹھک کرنے کی اجازت، کہ ان کے کفر وارتداد پر علماء عرب وعجم کا اجماع پون صدی پیشتر ہو چکا ہے۔ من شک فی عذابہ و کفرہ کفر۔ "جس نے اُس کے کفر وعذاب میں شک کیا وہ کافر ہے۔" (حسام الحرمین بحوالہ کتب فقہیہ وعلماء حرمین) (وفتاویٰ علماء دنیا بحوالہ کتب فقہیہ وعلماء دنیا) مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے بے دینوں کو اپنی مساجد میں آنے سے روکیں۔ اگر باوجود قدرت منع نہیں کریں گے تو سب کے سب گنہگار مستحق وعید عذاب نار ہوں گے۔ یٰاَیُّھَاالَّذِیْنَ آمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِھِمْ ھٰذَا (الآیۃ) "اے ایمان والو! مشرکین نرے ناپاک ہیں تو اس برس کے بعد وہ مسجد حرام کے پاس نہ آنے پائیں۔" (ترجمہ کنز الایمان)

ارشاد رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔ لا تصلوا علیھم و لا تصلوا معھم۔ "نہ ان کی نماز جنازہ نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو" (رواہ ابن حبان)۔ اگر وہ تین یا تین ہزار کا غول بنا کر کسی سنی نمازی کے پیچھے کھڑے ہو جائیں تو وہ جماعت نماز نہیں کہلائے گی اور نہ اس کیلئے اس سنی مسلمان نمازی کو نیت امامت کی قطعاً کوئی حاجت۔ لہٰذا زید نے صرف اپنی نماز کی نیت کر کے شرع مطہر کی پابندی کی۔ اگر زید اس کی اُٹھک بیٹھک کو نماز سمجھتا اور اس کی رعایت کرتے ہوئے نیت امامت کرتا تو وہ بدمذہبوں کی اعانت یا مسلمان سمجھنے کے جرم کا سزاوار ہوتا۔ اور اگر وہ شریک نماز ہونے والے سیدھے سادھے انجان مسلمان ہیں جو خود دیوبندی ووہابی تو نہیں مگر دیوبندی ووہابی کی ریاکاریوں نے انہیں قریب کرلیا ہے اور انہیں اپنے عقائد باطلہ فاسدہ پر اطلاع نہیں ہونے دیا ہے، مگر قریب ہونے کی وجہ سے عام سنی انہیں وہابی گرداننے لگے ہیں تو ایسی صورت میں ان پر حکم کفر نہیں ہوگا۔ ان کے ساتھ نماز

جماعت کی ادائیگی ہوگی۔

ہاں اگر زید کے ساتھ صرف موذن ہی ہو جو سنی ہے تو حسب تصریحات فقہاء وہ امامت کی نیت نہیں کر سکتا ہے کہ ایک سے زائد ہونے پر ہی جماعت کا اطلاق ہوتا ہے۔ البحر الرائق جلد ا، صفحہ ۳۶۶ میں علامہ ابن نجیم علیہ الرحمہ احکام جماعت میں فرماتے ہیں: **فمنها ان اقلها اثنان واحد مع الامام فی غیر الجمعة لانها ماخوذة من الاجتماع وهما اقل مايتحقق بهما الاجتماع الخ.** "تو اسی میں سے یہ بھی ہے کہ اگر جمعہ کے علاوہ جماعت میں دو سے کم امام کے ساتھ ایک مقتدی ہو اس لئے کہ جمعہ ماخوذ ہے اجتماع سے اور وہ دو سے کم نہیں کہ دو پر جماعت کا اطلاق ہی نہیں ہوتا۔" پھر فرماتے ہیں: **وسواء كان ذلك الواحد رجلا او امرأة حرا او عبدا او صبيا يعقل ولا عبرة بغير العاقل الخ.** "اور اگر ایک مقتدی کے ساتھ دو مرد یا عورت آزاد ہوں یا باندی یا بچہ غیر عاقل ہو تو اس کا کوئی اعتبار نہیں۔" **وهو تعالیٰ اعلم** ۔ہاں اگر اس ایک کے ساتھ کوئی دوسرا باشعور یا عاقل لڑکا بھی شریک ہو جائے تو امامت کی نیت کرنی ہوگی۔

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۴/محرم الحرام ۱۴۰۴ھ، ۱۱/اکتوبر ۱۹۸۳ء

استفتاء ۱۵۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ

(۱) جو امام خانہ خدا میں جھوٹ بولے اور فریب دے اس کی امامت کیسی ہے؟

(۲) ایک شخص جس کا نام بادشاہ ہے، اپنی حقیقی سالی کو تقریباً ۵، ۶ سال سے رکھے ہوا ہے۔ جس امام نے مسجد میں اعلان کیا کہ ایسے حرام کار سے قطع تعلق کر لیا جائے ورنہ گاؤں کے سبھی لوگ گنہ گار ہوں گے۔ چنانچہ ایک سال تک اس پر عمل کیا گیا لیکن اسی امام نے بعد میں اعلان کیا کہ بادشاہ نے اپنی بڑی بیوی کو طلاق دے دیا اور انہوں نے چھوٹی بہن سے نکاح پڑھایا۔ اب حالت یہ ہے کہ دونوں بہن ساتھ رہتی ہیں۔ دو دو بار بڑی بہن کا حمل گرایا گیا۔ دونوں ایک ساتھ ایک ہی مکان میں رہتی ہیں۔ اور پہلے جیسے تعلقات قائم ہیں۔ کفالت اور سرپرستی بھی قائم ہے۔ امام صاحب جان بوجھ کر ایسے بدکار گنہگار کے گھر کھاتے پیتے ہیں۔ صرف مسجد کے متولی اور چند دیگر حضرات قطع تعلق کئے ہوئے ہیں۔ مسجد کے صدر اور سکریٹری بھی مذکورہ تمام معاملات میں ملوث ہیں۔ ایسی صورت میں ہم تمام مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے۔ براہ کرم اس کا جواب کتاب وسنت کی روشنی میں دیا جائے۔

(۳) ایک امام صاحب کا معمول ہے کہ جمعہ کا خطبۂ اولیٰ عربی میں پڑھتے ہیں اور اس کے بعد اردو میں تقریر اسی طرح کرتے ہیں جیسے گھریلو معاملات، میٹنگ میں پیش کئے جاتے ہیں اور عوام سے سوال و جواب کیا جاتا ہے اور صلاح و مشورہ لیا جائے۔ براہ کرم جواب سے مستفیض فرمایا جائے۔

المستفتی: سید ضمیر الحق، میر عبد الواحد، میر عبد الحیٔ، مقام و پوسٹ بنی، ضلع بھوجپور، بہار

۸۶/۹۲ ء

الجواب ــــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــــ

(۱) جھوٹے اور فریبی امام کی اقتداء ناجائز ہے۔ پڑھی گئی نمازوں کا لوٹانا واجب ہے۔ صلوٰۃ ادیت مع کراھۃ التحریمۃ تجب اعادتھا. ''نماز جو کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی اس کا لوٹانا واجب ہے۔'' (درمختار) وھو تعالیٰ اعلم۔

(۲) بر تقدیر صحت سوال ان تمام مجرموں اور اس کے حمایتیوں پر توبہ استغفار لازم ہے: وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ (الآیۃ). ''جس نے برے عمل کئے یا اپنے نفس پر ظلم کرے پھر اللہ کی بارگاہ سے بخشش چاہے۔'' اگر توبہ و استغفار نہ کریں تو ان سے قطع تعلق کرنا مسلمانوں پر فرض ہے۔ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ. (سورۃ الانعام: ٦٧)۔ ''اور جو کہیں شیطان تجھے بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔'' (ترجمہ کنز الایمان) وھو تعالیٰ اعلم۔

(۳) یہ خلاف سنت متوارثہ (مکروہ) ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ وبارک وسلم

عبد الواجد قادری غفرلہ خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۶/ شوال المکرم ۱۴۰۳ھ

استفتاء ۱۶۰

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے یہاں مسجد میں ایک امام حافظ القرآن ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوا ہے نماز جماعت کے بعد ہی کسی پر برس پڑے جب کہ ابھی اپنے مصلی ہی پر تھے۔ جمعہ کے روز کا واقعہ ہے کہ موذن صاحب اذان ثانی کے لئے کھڑے ہوئے تھے کہ امام صاحب نے روک دیا اور کہا کہ تم اذان غلط دیتے ہو؟ حالانکہ کلمات اذان ہی کے موذن صاحب کی تقرری کی گئی تھی۔ امام صاحب کی رائے کے مطابق بعد نماز جمعہ کچھ مقتدی اور امام صاحب کی موجودگی میں موذن صاحب سے کلماتِ اذان کہلوائی گئی تو مقتدیوں نے کہا کہ اذان

تو صحیح دیتے ہیں۔ مسجد کے متولی بھی وہاں موجود تھے۔ انہوں نے بھی تصدیق کی کہ اذان تو صحیح دے رہے ہیں۔ اس پر امام صاحب کو غصہ آ گیا اور کہا کہ میرے ہی کان میں ایسا ویسا ہے (گندی زبان میں گالی دیتے ہوئے بولے)۔ تو متولی صاحب نے کہا کہ مسجد کا تو احترام کیجئے۔ تو امام صاحب غصہ میں آ کر خطبہ کی کتاب کو پٹک دیا۔ اس پر متولی صاحب نے کہا آپ لائق امامت نہیں ہیں، کیوں کہ نہ تو احترامِ مسجد ہے آپ کے اندر اور نہ احترامِ قرآن۔ ان کی جگہ پر دوسرے امام کو رکھ لیا۔ لیکن قریب پانچ چھ ماہ بعد پھر سے گاؤں والوں نے بغیر متولی کے مشورہ کے ان کو امامت کے لئے رکھ لیا اسی مسجد میں۔ اس پر کچھ لوگوں نے اعتراض کیا اور کہا کہ انہوں نے خطبے کی کتاب کو پٹک دیا ہے، کیا وہ اپنی غلطی تسلیم کرتے ہیں؟ اس پر انہوں نے کہا کہ ہم نے جو کتاب پٹکا تھا وہ صحیح ہے کیوں کہ اگر ہم کتاب نہیں پٹکتے تو موذن کلماتِ اذان میں سدھار نہیں لاتا۔ اس پر مقتدیوں نے کہا کہ امام یا موذن کوئی غلطی کرے تو قرآن کو پٹک دینا درست ہے؟ اس پر انہوں نے اپنی غلطی کو تسلیم کیا اور یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ میری فطرت ہے، میں اسے بدل نہیں سکتا۔ ایسی صورت میں ان کے پیچھے نماز پڑھی جائے یا نہیں؟ اس فعل کے کرنے والے پر کیا کفارہ یا تعزیر شرعی ہے؟

المستفتی: اقراض الحق صاحب، مقام سیہوی، گیا

۹۲/۸۶ ک

الجواب ــــــــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــــــــ!

امام صاحب نے جب اپنی غلطی تسلیم کر لی ہے (توبہ کر لیا ہے) اور وہ صالح امامت بھی ہیں تو ان کے پیچھے نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ قال صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم التائب من الذنب کمن لاذنب له. ''گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہی ہے گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔'' یہ کہنا کہ اس طرح کی غلطی کرنا میری فطرت ہے، ناقابل تسلیم ہے۔ اگر وہ اپنی اس بناوٹی فطرت کو نہیں بدل سکے تو قابلِ امامت نہیں ہے۔

جس امام کو منصب امامت پر مقرر کیا گیا اگر وہ صحیح العقیدہ صالح امامت ہے تو بے وجہ شرعی اسے اس منصب سے معزول کرنا درست نہیں ہے۔ کمافی ردالمحتار، امام کے عزل ونصب میں اہل محلہ کو متولی سے مشورہ لینا چاہئے کیوں کہ اس کا اختیار اہل محلہ کے مقابلہ میں مقدم ہے۔ وان کان سواء (ای الامام) فاختیار البانی اولیٰ الخ. ''اور اگر برابر ہے یعنی امام تو بانی کا اختیار اولیٰ ہے۔'' (غنیۃ)۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ
عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۹/ ذوالقعدہ ۱۴۰۳ھ، ۱۹/ اگست ۱۹۸۳ء

استفتاء ۱۶۱

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء اسلام اس مسئلہ میں کہ
زید صحیح العقیدہ اور جید عالم دین ہے مگر مفلوک الحال ہے کہ گھر کے علاوہ مزید اس کے پاس کوئی سامان نہیں ہے۔ اگر زید نہ کمائے تو یقینی طور پر گھر میں فاقہ کی نوبت آجائے، مگر زید میدان خطابت کا شہسوار نہیں کہ اس ذریعہ بھی کثیر آمدنی ہو۔ ہاں زید امامت کر سکتا ہے۔ بکر کا فتویٰ ہے کہ زید کے پیچھے نماز نہیں ہوگی اس لئے کہ مفلوک الحال ہے اور امامت کے لئے مفلوک الحال ہونا قطعی نہیں چاہئے۔ اس بارے میں حکم شریعت کیا ہے؟

المستفتی: مظہر الحق قادری، چاس، ضلع دھنباد

۹۲/۸۶ھ

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــ !

زید جب جید عالم دین ہے تو حصول رزق کے لئے امامت ہی پر کیوں مجبور ہے۔ ابھی بھی جید علماء کرام کے لئے ہزاروں معاشی دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ اس وقت مدارس دینیہ کو مدرس نہیں مل رہے ہیں۔ اہلسنّت کو اصلاحی تبلیغی رسائل کے مصنفین کی اشد ضرورت ہے۔ انجمنوں اور تنظیموں کو باصلاحیت قائدین کی ضرورت ہے، **وقس الباقی علیٰ ھذا۔** بکر بے علم و ہنر کا فتویٰ ایسا لقوہ والا فتویٰ ہے جس سے مسائل شرعیہ واضحہ کی مخالفت ہو رہی ہے لہٰذا اسے اپنے فتویٰ مذکور سے رجوع کرنا ضروری ہے۔ مفلوک الحال مانع امامت نہیں۔ زید اگر صالح امامت ہے تو مفلوک الحال ہونے کے باوجود امامت کر سکتا ہے اور لوگ اسے متعدد قسم کے نذرانے وغیرہ بھی پیش کر سکتے ہیں (کذا فی فتاویٰ امجدیہ وغیرہا)۔ **وھو تعالیٰ اعلم**

نوٹ: متعلق بہ سوال مذکور -- جب دور موجود میں عوام کے نظریات اس طرح بدل چکے ہیں کہ ۱۵۰، ۲۰۰ یا ۳۰۰ روپیہ سے زائد ماہوار دیتے ہی نہیں ہیں۔ مزید یہ پابندی عائد کہ نذرانہ نہیں دینا چاہئے اور نہ لینا چاہئے وغیرہا۔ پھر علماء کی اکثریت اور حفاظ کی زیادتی اس طرح ہے کہ ان کو جگہ نہیں مل رہی ہیں۔ بعد علماء و حفاظ بہت بعد میں صاحب نصاب ہوئے اور کچھ تو پہلے ہی سے تھے اور زیادہ مفلوک الحال ہی ہیں۔

عبد الواجد قادری غفرلہ خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبــــــــــہ

۱۰/ ذوالقعدۃ الحرام ۱۴۰۳ھ، ۲۰/ اگست ۱۹۸۳ء

استفتاء ۱۶۲

مسئلہ: بخدمت جناب مفتی ادارۂ شرعیہ بہار! السلام علیکم

میرے یہاں کی مسجد میں مولوی عبدالشکور صاحب امام ہیں جو پنجوقتی کے علاوہ جمعہ، عید و بقرعید بھی پڑھاتے ہیں۔ لیکن بعض وجوہ سے ان کے پیچھے نماز پڑھنے کو دل نہیں چاہتا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ انہوں نے دوسال تک اپنی بیوی کو میکہ میں چھوڑ دیا۔ ہم لوگوں کے اصرار سے لائے مگر ٹھیک سے نان و نفقہ نہیں دیا۔ مجبوراً ابھی وہ میکہ چلی گئی جس کو ۱۸ ماہ ہو رہے ہیں۔ اب تک امام صاحب نے اس کی تلاش نہیں کیا۔ ادھر خود امام صاحب نے ایک ایسی لڑکی سے اپنی دوسری شادی کر لی جو منکوحہ تھی۔ جب اس لڑکی کا پہلا شوہر رخصتی کے لئے آیا تو لڑکی نہیں گئی۔ دوسری مرتبہ آیا تو لڑکی نے کہا کہ لڑکا ابھی کمسن ہے۔ میرے لئے جیسے سسرال رہنا ویسے ہی میکہ رہنا۔ لہٰذا میں نہیں جاؤں گی۔ لڑکی کے سرپرستوں نے ایک طلاق نامہ پر زبردستی لڑکے سے چھاپ ٹھپا لے لیا۔ پھر اس لڑکی سے امام صاحب نے اپنا دوسرا نکاح کر لیا ہے۔ ایسی صورت میں مولوی عبدالشکور صاحب لائق امامت ہیں یا نہیں؟ ان کی اقتداء میں نماز پڑھی جا سکتی ہے یا نہیں؟ میں نہیں پڑھتا ہوں جس کی وجہ سے لوگوں نے مجھ سے اختلاف کیا ہے۔

المستفتی: سید وصی احمد، مقام و پوسٹ نوابازار، بھایہ چھترپور، ضلع پلاموں، بہار

۹۲/۸۶ھ

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوهاب ـــــــــ!

وعلیکم السلام ورحمہ! دوسری لڑکی جس سے امام صاحب کی شادی ہے، اگر اس کا پہلا شوہر بالغ تھا اور ہوش و حواس کے ساتھ طلاق نامہ پر دستخط کر دیا اور زبان سے بھی طلاق دے دیا، اگرچہ زبردستی سہی تو طلاق واقع ہو گئی۔ اس مطلقہ کو عدت گذارنے کے بعد دوسرے نکاح کی شرعی اجازت ہے۔ اور اگر لڑکا نابالغ تھا یا ہوش و حواس میں نہیں تھا یا صرف طلاق نامہ پر دستخط کیا زبان سے کچھ نہیں کہا تو ان صورتوں میں طلاق واقع نہیں ہوئی۔ اس لڑکی کا دوسرا نکاح حرام و زنا ہے۔ برتقدیر اول اس مطلقہ سے امام کا نکاح جائز و درست ہے اور برتقدیر ثانی اس منکوحہ کا نکاح امام صاحب سے حرام و زنا ہے۔ ایسی صورت میں اسے امام بنانا ناجائز، اس کی اقتداء مکروہ تحریمی اور نمازیں واجب الاعادہ ہوں گی۔ امام نے اگر پہلی بیوی کا نان و نفقہ دینا بند کر دیا ہے (جب کہ وہ شوہر کی رضا سے میکہ گئی ہو) اور اس کے حق زوجیت کو پورا نہیں کرتا ہے تو وہ سخت گنہگار ہے۔ **لاضرر ولاضرار فی الاسلام** ''اسلام میں نہ دکھ ہے نہ دکھ پہنچانا ہے۔'' ایسی صورت میں بھی جب تک وہ حقوق زوجیت کو پورا نہ کرے صالح امامت نہیں ہے۔ امام مذکور پر لازم ہے کہ اپنی بیوی کو میکہ سے لا کر حسن سلوک سے رکھے اور اس کے حقوق کو پورا کرے۔ ورنہ طلاق دے کر خود سبکدوش

ہو جائے۔ فَاِمْسَاکٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ۔ ''بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا نکوئی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔'' (الآیۃ)۔
جوابِ مذکور کے مطابق اگر امام مجرم شرعی ہو تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اسے اپنا امام نہ بنائیں اور اگر جرم ثابت نہ ہو سکے اور وہ صالح امامت بھی ہو تو محض شکوک و شبہات کی وجہ سے اس کی امامت واقتداء سے اعراض نہ کریں۔ وھو تعالیٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۱۳/ ذوالقعدۃ الحرام ۱۴۰۳ھ

استفتاء ۱۶۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ
مکبر جب تکبیر شروع کرتا ہے تو کچھ لوگ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ان سے کہا گیا کہ حی علی الصلوٰۃ پر کھڑا ہونا چاہئے۔ تو وہ کہتے ہیں کہ کیا ہمارے اگلے لوگ غلط کیا کرتے تھے اور کیا اس وقت عالم نہیں تھے۔ حقیقت مسئلہ سے اطلاع فرمائیں۔ حدیث شریف کی روشنی میں جواب دیجئے۔

المستفتی: اقراض الحق خان، مقام سیہولی، ڈاکخانہ دریورا، ضلع گیا، بہار

۷۸۶/۹۲

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــ

سخت تعجب کہ ایسے صریح مسئلہ میں لوگوں کو اختلاف ہے جو کتب فقہ کے متون و شروح و فتاویٰ سب میں موجود۔ امام اعظم اور صاحبین رضی اللہ عنہم سے براہ راست اس کا ورود اور حی علی الصلوٰۃ سے قبل کھڑے ہونے کی کوئی ضعیف روایت بھی مفقود ہے۔ اگر بعض ائمہ اسلام نے اس میں اختلاف بھی کیا تو یہ کہ حی علی الصلوٰۃ پر کھڑے ہوں یا حی علی الفلاح پر یا قدقامت الصلوٰۃ پر یا اختتام تکبیر پر۔ لیکن حی علی الصلوٰۃ سے قبل کھڑے ہونے پر ائمہ کرام میں سے کسی کا قول منقول نہیں ہے۔ البتہ وہابیوں کے بعض مولوی نے تسویۃ الصف کو بہانہ بنا کر فقہائے اسلام کی مخالفت کا راستہ نکالا ہے۔ وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ۔ ''اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔'' ردالمحتار میں ہے: قال فی الذخیرۃ یقوم الامام و القوم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح عند علمائنا الثلثۃ و قال الحسن بن زیاد و زفر اذا قال المؤذن قدقامت الصلوٰۃ قاموا الی الصف و اذا قال مرۃ ثانیۃ کبر و الصحیح قول علمائنا الثلثۃ الخ۔ (ذخیرہ میں کہا کہ ہمارے علماء ثلاثہ کے نزدیک امام و مقتدی اس وقت کھڑے ہوں جب مؤذن ''حی علی الفلاح'' کہے حسن بن زیاد اور امام زفر رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب مؤذن ''قدقامت الصلوٰۃ'' کہے اس وقت لوگ صف میں کھڑے ہو جائیں اور جب مؤذن دوسری مرتبہ ''قدقامت الصلوٰۃ'' کہے تو امام نماز کی تکبیر کہے اور صحیح ہمارے علماء ثلاثہ کا

قول ہے۔) وھو تعالیٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۹/ ذوالقعدہ ۱۴۰۳ھ، ۹/ اگست ۱۹۸۳ء

استفتاء ۱۶۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین وفقہائے محققین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ
زید جو کہ اپنے کو سنی صحیح العقیدہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے مگر زید کے ایک مرید خاص نے پوچھا کہ دیوبندی اور سنی میں کیا فرق ہے؟ اور ان دونوں میں کون حق پر ہے؟ تو زید نے کہا کہ میں سنی اور دیوبندی وہابی سبھوں کو یکساں سمجھتا ہوں اور کوئی فرق نہیں ہے۔ اس پر زید کے مرید نے عدم اطمینان کے بنا پر فتویٰ طلب کیا جس پر کفر اور خارج از اسلام ہونے کا فتویٰ دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار سے صادر ہوا۔ اس کے کئی مہینے کے بعد چند گواہوں کی موجودگی میں اپنی اس حرکت پر توبہ کر کے داخل اسلام ہوا مگر اس کا رویہ اس کے بعد بھی ویسا ہی رہا۔ جس بنا پر گاؤں والوں نے اس کا بائیکاٹ کیا اور وہابیت نوازی کا الزام لگایا۔ جس کی تردید میں زید نے متعدد گواہوں کی موجودگی میں اس بات کا اقرار کیا کہ میں سنی حنفی قادری بریلوی ہوں۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کے فتوے کے مطابق دیوبندیوں، وہابیوں کو کافر مرتد اور خارج الاسلام سمجھتا ہوں۔
اس واقعہ کے کچھ ہی روز گذرے تھے کہ فتویٰ طلب کرنے والے پر طرح طرح کے الزامات عائد کرنا شروع کر دیا اور سخت عداوت مول لے لی۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ اس معاملہ کی انکوائری کے لئے اور جھگڑے کو دور کرنے کے لئے بورڈ آفس سے حاکم تشریف لائے تو زید نے سب سے پہلے وہی پرانا فتویٰ پیش کیا جس پر کفر وارتداد کا حکم صادر ہوا تھا اور حاکم سے کہا کہ یہ لوگ تو دیوبندی وہابی کو کافر سمجھتے ہیں اور دیوبندی وہابی کو برا بھلا کہتے ہیں۔ یہ بات کہنے اور فتویٰ پیش کرنے کا مقصد صرف یہی تھا کہ حاکم اگر دیوبندیت ووہابیت سے تعلق رکھتے ہوں گے تو ان لوگوں کی ذلت ورسوائی ہوگی اور حاکم مجھ سے خوش ہو کر میرے حق میں یکطرفہ فیصلہ کر دیں گے۔
متذکرہ بیانات وحوالجات کی روشنی میں عرض ہے کہ کیا زید سنی ہے اور اس کی سنیت قابل اعتبار ہے اور کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہو سکتی ہے؟ اور کیا ایسے شخص سے مرید ہوا جا سکتا ہے؟ شریعت اسلامیہ کی

روشنی میں مفصل ومدلل جواب عنایت فرما کر مشکور ہوں۔

المستفتی: طیب حسین انصاری، مقام پھولا ڈھ، ڈاکخانہ چھاپ، ضلع مظفر پور

۸۶/۹۲ ء

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــــ

برتقدیر صحت سوال زید بے قید حرص و ہوائے نفس کے صید سے مرید ہونا حرام اور اس کی اقتداء میں نمازیں باطل محض ہیں۔ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ الآية. ''اور جو ان کے کہے پر چلے تو وہ انہیں سے ہے۔'' **وھو تعالیٰ اعلم**.

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۵/ ذی الحجہ ۱۴۰۳ھ

استفتاء ۱۶۵

مسئلہ: علمائے دین شرع متین السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ کیا ارشاد فرماتے ہیں اس مسئلہ میں:
زید کے شہر میں مسجد صدر میں ہر فجر بعد صلوٰۃ وسلام پیش کیا جاتا ہے۔ اور ماشاء اللہ ننانوے فیصد سنّی عقیدہ کے ہیں۔ اور انشاء اللہ رہیں گے لیکن ایک روز ہم لوگ جب اس شعر پر پہونچے۔ ڈالدی قلب میں عظمت مصطفیٰ۔ سیدی اعلیٰ حضرت پہ لاکھوں سلام۔ تو عین الحق نام کا ایک ملّا ہے۔ جس کا قد بہت ہی چھوٹا۔ اعلیٰ حضرت کون ہے اور ان کو کیوں سلام پیش کیا جاتا ہے۔ یہ سوال کرتا ہے۔ بہرحال ہم لوگوں نے فتویٰ منگایا۔ تو وہ مرید ہوگیا۔ لیکن چہرہ بشرہ وضع وقطع اور لباس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ہم لوگوں کے ساتھ مکاری کر رہا ہے۔ کیونکہ کبھی اتفاق سے نماز پڑھا دیتا ہے اور ہم لوگ پڑھ لیتے ہیں۔ حالانکہ نماز اور قرآن خوب پڑھتا ہے لیکن ایک روز ہمارے امام صاحب نے قرآن شریف کی آیات پڑھی تو وہ بولا کہ آپ نے غلط پڑھا ہے۔ تو حافظ صاحب نے کہا ٹھیک ہے۔ قرآن شریف لا رہا ہوں اور دیکھ لیا جائے۔ تو حافظ صاحب ترجمہ اعلیٰ حضرت ہاتھ میں لئے ہوئے تھے۔ تو عین الحق نے کہا یہ نہیں دوسرا قرآن لاؤ۔ جو اشرف علی تھانوی کا ترجمہ تھا۔ دیکھا گیا تو حافظ صاحب حق پر تھے عین الحق اپنی بڑائی دکھلانے کے لئے لقمہ دیا تھا۔ مگر نا کامیاب رہا اس وقت سے یہ اُن کے پیچھے پڑا اور اُن کی اقتدا میں نماز نہیں پڑھتا ہے۔ اور لوگوں کو بہکاتا ہے۔ اور آئے دن فتنہ پیدا کرتا ہے۔ مقتدیوں نے کہا کہ دوسروں کو کیوں بہکاتے ہو تو وہ کہتا ہے کہ بھائی ہمارا کام تبلیغ کرنا ہے۔ اور کریں گے جب کہ اپنے

گھروں میں تبلیغ نہیں کرتا ہے کیونکہ اس کی اولاد جواری اور زنا میں رنگے ہاتھوں پکڑا گیا اور رشوت دیکر رہا ہوا اس کے بارے میں فتویٰ نہیں منگوایا آئے دن فتنہ برپا کرتا ہے اور لوگوں کو بہکاتا اور پریشان کرتا ہے۔ اور سبھی لوگ اس امام کو چاہتے ہیں صرف دو چار آدمی خلاف ہیں ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیے۔ جواب ارسال فرمائیں۔

المستفتی: صدر مسلم مسجد کمیٹی، سندرگڑھ، اڑیسہ

۸۹/۹۲ھ

الجواب ـــ!

وعلیکم السلام ورحمۃ! امام معین کے درپے آزار رہنا اور اُسے دِلی رنج و تکلیف پہنچانا حرام ہے۔ **من اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ.** ”جس نے کسی مسلمان کو بلاوجہ شرعی ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی۔“ (الحدیث الشریف) لوگوں کو امام کے خلاف برانگیختہ کرنا اور فتنہ برپا کرنا بھی حرام ہے۔ عین الحق کو صدق دل سے توبہ کرنا چاہیے۔ (واجب ہے) اور یہ بھی واجب ہے کہ پہلے بال بچوں کو بدکاریوں سے بچانے کی کوشش کرے **قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا** (التحریم:٦) ”اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ۔“ (ترجمہ کنزالایمان) جس امام کو مقتدیوں کی اکثریت پسند کرتی ہے۔ اور وہ صالح امامت بھی ہے۔ تو کچھ لوگوں کی مخالفت سے اس کی امامت میں کوئی فرق نہیں آتا ہے۔ فتاویٰ غنیۃ میں ہے: **لان ضررہ ونفعہ عائد الیھم** ۔ ”اس لئے کہ اس کا نفع اور ضرر انہیں لوگوں کی طرف لوٹتا ہے۔“ چند لوگوں کی بیجا مخالفت کی وجہ سے کسی صالح امامت صحیح العقیدہ کو منصب امامت سے معزول کرنا جائز نہیں ہے۔ **ھکذا فی کتب الفقہ. وھو تعالیٰ اعلم!**

الجواب صحیح وصواب والمجیب نجیح ومثاب
عبدالحافظ رضوی القادری غفرلہ
۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۵ھ

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبــــــــــــــــــــــــہ
۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۵ھ

استفتاء ۱۶۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں مفتیانِ عظام اس مسئلہ میں کہ:

زید محلہ کی موقوفہ مسجد میں خودساختہ منصب امامت پر فائز ہے۔ مصلیان مسجد اس کی حرکت غیر شرعیہ سے سخت نالاں و برہم ہیں۔ ذیل کے سوالات کی روشنی میں احکام شرعی سے مطلع فرمائیں۔

(۱) امام بدشکل اور مکروہ چہرہ رکھتا ہے۔ (۲) مسائل شرعیہ سے نابلد ہے۔ مکروہ الصوت ہے عجلت سے فرائض پڑھا کر اپنے حجرہ میں چلا جاتا ہے وہاں عورتیں لڑکیاں جھاڑ پھونک کے لئے موجود رہتی ہیں۔

اس پر اپنی بچی کو گلا گھونٹ کر مار ڈالنے کا بھی الزام ہے۔ مقدمہ بازی اس کا وطیرہ ہے، جھوٹ، فریب، عیاری مکاری اس کی فطرت ثانیہ ہے، مسجد کی جائداد کو اپنی نجی تصور کر کے غاصبانہ قبضہ دخل کئے ہوا ہے ایسے امام کی اقتداء کے سلسلے میں شرعی احکام سے مطلع فرمائیں۔

المستفتی: مصلّیان و باشندگان مسجد کولن اسٹریٹ کریم بخش لین، مولوی لین، کلکتہ۔۱۶

۸۶/۹۲ ء

الجواب

متولی یا نمازیوں کی کثرت رائے سے صالح امامت شخص منصب امامت پر نصب کیا جاتا ہے غیر صالح امامت کا منصب امامت پر قبضہ کرنا یا فائز کیا جانا ناجائز و حرام ہے۔ خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ شرعی وجوہات کی بناء پر اس کے مقتدی اس سے نالاں ہوں ابن ماجہ شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ۔ **ثلثة لا ترفع لهم صلاتهم فوق رؤسهم شبرا رجل ام قوما وهم له كارهون** ۔ (تین شخصوں کی نماز اس کے سروں سے ایک بالشت بھی اونچی نہیں جاتی ایک وہ شخص جو کسی قوم کی امامت کرے۔ اور وہ لوگ اسے ناپسند کرتے ہوں) امام مذکور جو مذکورہ فی السوال بہت سے کبائر کا مرتکب ہے ہرگز اس لائق نہیں کہ امامت و خطابت کے منصب جلیل پر فائز رکھا جائے۔ **لان فی تقدیمه تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعا** ''اس لئے کہ امامت کے لئے مقدم کرنے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شرعاً مسلمانوں پر فاسق کی اہانت واجب ہے۔'' (ردالمحتار) اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے اور اس کی اقتدا کرنی ناجائز و گناہ ہے: **لانه فاسق والفاسق لا یهتم لامر دینه (کمافی الهدایة)** ''اس لئے کہ وہ فاسق ہے اور فاسق امور دینیہ کا اہتمام نہیں کرتا جیسا کہ ہدایہ میں ہے۔'' کہ امام پُر از معاصی و آثام کو فوراً منصب امامت سے معزول کر کے کسی متقی پرہیزگار صالح امامت شخص کو منصب امامت پر فائز کریں اور ایسی حالت میں امام مذکور فی السوال کی حمایت و طرفداری ناجائز و گناہ ہوگی۔ **قال الله تعالیٰ: وَلَاتَعَاوَنُوا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (الآیة).** ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو۔'' (ترجمہ کنزالایمان) **وھو اعلم**

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتــــــــــــــــــــــــــــبہ

۸/ ربیع الثانی ۱۴۰۵ھ

استفتاء ۱۶۷

مسئلہ: حضرت مفتی صاحب ادارۂ شرعیہ بہار پٹنہ

ہمارے جامع مسجد کے امام سرکس اور ناٹک وغیرہ بہت شوق سے دیکھتے ہیں۔ جن میں عریانیت اور بے حیائی کی حد ہی نہیں ہوتی ہے ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے اور نماز ہوگی کہ نہیں جواب دیں۔

مشکور رہوں گا۔

المستفتی: شیخ محبوب عالم رضوی، کھرکھری، دھنباد

۹۲/۸۶ء

الجواب!

امام مذکور کو امام بنانا گناہ، اس کی اقتداء مکروہ تحریمی، نمازیں واجب الاعادہ ہیں۔ ہدایہ میں ہے: **والفاسق لایهتم لامر دینه الخ** ۔"فاسق امور دینیہ کا اہتمام نہیں کرتا۔"شرح حاشیہ علائی اور ردالمحتار میں ہے: **فی تقدیمه تعظیمه وقدوجب عليهم اهانته شرعاً** "فاسق کو امامت کے لئے مقدم کرنے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شرعاً مسلمانوں پر فاسق کی اہانت واجب ہے۔" ہاں اگر دل سے تائب ہو جائے کہ پھر نہ دیکھے اور صالح امامت بھی ہو تو اس کی اقتداء جائز ہوگی۔ **قال عليه الصلوٰة والسلام التائب من الذنب كمن لاذنب له.** "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا گناہوں سے توبہ کرنے والا بے گناہ کے مثل ہے۔"

وهو تعالیٰ اعلم!

الجواب صحیح وصواب والمجیب نجیح ومثاب
عبدالحافظ رضوی القادری غفرلہ
۸/ جمادی الاولی ۱۴۰۵ھ

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۸/ جمادی الاولی ۱۴۰۵ھ

استفتاء ۱۶۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

سلیم کی دکان پر ایک بکری آئی۔ بکری کس کی تھی وہ پتہ نہیں سلیم کے ساتھ ایک ہندو غیر مسلم بھی دکان پر تھا۔ سلیم نے اس غیر مسلم کو بکری حوالے کرتے ہوئے کہا کہ پتہ نہیں یہ بکری کس کی ہے تم لے جا کر اپنے پاس رکھو۔ تھوڑے دنوں کے بعد بکری بیمار ہوگئی۔ تو ہندو نے بکری گاؤں کے پردھان محمد طاہر کے حوالے کر دیا اور کہا کہ بچے گی کہ مرے گی پتہ نہیں۔ اس لئے تم لوگ ذبح کر کے کھا سکتے ہو اور مجھے اتنے دن رکھنے کے عوض پانچ روپیہ دیدو۔ پردھان نے بکری ذبح کر کے اپنے لیا اور گاؤں کے چھ آدمی کو تقسیم کر دیا اور چمڑا بیچ کر ہندو کو دے دیا۔

اب سوال یہ ہے کہ مالک کی اجازت کے بغیر بکری کو ذبح کر کے کھانا کیسا ہے جب کہ مالک کا بھی پتہ نہیں اور حال یہ ہے کہ بکری مر رہی تھی ایسی صورت میں جن لوگوں نے گوشت کھایا انہوں نے جائز کھایا یا ناجائز اور پردھان طاہر کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں اور اگر درست ہے تو کیسے کیا کفارہ بھی دینا

پڑے گا یا نہیں دینا پڑے گا۔ بینوا توجروا! فقط والسلام!

المستفتی: محمد حسن رضوی، پاپوخوری دیوگھر، (بہار)

۸۶/۹۲ء

الجواب ــــــــــــــــــ!

سبھوں نے ناجائز کھایا سب پر توبہ واجب اور یہ بھی واجب ہے کہ بکری والے کو تلاش کریں۔ تلاش بسیار کے بعد بھی اگر اس کا مالک نہ مل سکے تو اس کی مناسب قیمت فقرائے مسلمین پر تصدق کریں اور بارگاہِ احدیت میں حضور قلب کے ساتھ طلب معافی کریں کہ شاید رحم کئے جائیں۔ طاہر اگر توبہ و استغفار کے بعد امامت کی صلاحیت رکھتا ہو اور صحیح العقیدہ بھی ہو تو اس کی اقتداء جائز و درست ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم!

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۱۳ / جمادی الاولیٰ ۱۴۰۵ھ

الجواب صحیح و صواب والمجیب نجیح و مثاب
عبدالحافظ رضوی القادری غفرلہ
۱۳ / جمادی الاولیٰ ۱۴۰۵ھ

استفتاء ۱۶۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) نماز باجماعت ہونے کے فوراً بعد میں مسجد پہونچا تو اب میں اپنی نماز بغیر اقامت ادا کرسکتا ہوں یا نہیں؟ اگر میرے ساتھ دو چند آدمی اور ہوں تو کیا ہم لوگ مع اقامت جماعت سے نماز ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(۲) ایک شخص تبلیغی جماعت کے دلدادہ ہیں انہوں نے اپنے بیان میں کہا کہ حضور جب بغرض تبلیغ شہر طائف گئے اور طائف والوں کی ایذا رسانی کے بعد نکال دیئے گئے تو آپ نے راستے میں دعا کیا کہ یا اللہ تو اپنے چہرے کے نور کے صدقے و طفیل مجھ پر رحم و کرم فرما کیا ان کا بیان درست ہے؟

المستفتی: محمد احمد حسین صافی، موضع گھورنا بازار، پورنیہ

۸۶/۹۲ء

الجواب ــــــــــــــــــ!

(۱) اگر مسجد محلہ یا گاؤں کی ہے اور اس میں امام مؤذن معین ہے تو اذان و اقامت کے ساتھ دوسری جماعت مکروہ ہے: درمختار میں ہے: **ویکرہ تکرار الجماعة باذان واقامة فی مسجد محلة لا فی مسجد طریق او مسجد لا امام له ولا مؤذن الخ.** "مسجد محلہ میں اذان و اقامت کے ساتھ تکرار جماعت مکروہ ہے اور شاہراہ اور ایسی مسجد جس کے امام و مؤذن مقرر نہیں اس میں اذان و اقامت کے ساتھ تکرار جماعت مکروہ نہیں"۔ بغیر اذان و اقامت کے محلہ کی مسجد میں بھی دوسری جماعت جائز

ہے۔ اور شارع عام یا بازاروں کی مسجدوں میں اذان واقامت کے ساتھ بھی دوسری جماعتیں درست ہیں منفرد کو اقامت کا اختیار ہے خواہ کہے یا نہ کہے۔ وھو اعلم

(۲) اَلْبَیِّنَةُ عَلَی الْمُدَّعِیُ الخ. ''گواہ مدعی پر پیش کرنا ضروری ہے۔'' جس نے دعویٰ کیا دلیل اسی سے طلب کیجئے ویسے بعض دیگر مواقع پر اس طرح کی دعا فرمانا ثابت ہے اور وجہ سے مراد حق تعالیٰ کی رضا یا اس کے شایان شان وجہ کریم ہے جس کا تعقل ہم لوگ نہیں کر سکتے اور نہ اس کے سمجھنے کے لئے ہمیں مکلف بنایا گیا ہے۔ متعدد احادیث کریمہ میں: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِوَجْھِکَ الْکَرِیْم۔ ''اللہ عزوجل میں تجھ سے تیری رضا کا سوال کرتا ہوں۔'' وارد ہوا ہے۔ لہٰذا اس غور وخوض میں نہیں پڑنا چاہیے۔

عبد الواجد قادری غفرلہ خادم دار الافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۹/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۵ھ

استفتاء ۱۷۱

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین ان مسئلوں کے بارے میں:

(۱) زید امامت کرتا ہے مگر جھوٹ بھی بولتا ہے اور کبھی کبھی دیوبندی کے پیچھے نماز بھی پڑھ لیتا ہے۔ دیوبندی کے پیچھے نماز پڑھنے کو ناجائز کہتا ہے اور پھر خود پڑھ بھی لیتا ہے۔ مسجد رہتے ہوئے مدرسہ میں فرض نماز کی جماعت کرتا ہے۔ حالانکہ مسجد سے مدرسہ بالکل الگ ہے۔

(۲) راشدہ آٹھ ماہ کی حاملہ تھی اچانک موت ہوگئی زید کہتا ہے کہ اس کا پیٹ بائیں جانب سے چاک کیا جائے اور بچہ باہر نکالا جائے۔ تب جنازے کی نماز ہوگی۔ اگر بچہ پیٹ ہی میں مرگیا ہو تو بچہ ٹکرا ٹکرا کر کے نکالا جائے۔ ازروئے شرع کیا حکم ہے؟

(۳) زید امام ہے اور بکر مقتدی ہے مگر زید کے غیر موجودگی میں بکر ہی امامت کرتا ہے۔ اور ہر حال میں بیٹھنے سے مجبور ہے جس طرح نماز میں بیٹھا جاتا ہے البتہ اپنے دونوں پنجوں کے بل بیٹھ کر تشہد وغیرہ ادا کرتا ہے۔ حالانکہ اس محلہ میں کوئی دوسرا پڑھا لکھا نہیں۔ جو یہ کام انجام دے سکے اس لئے مجبوراً اسی کو کرنا پڑتا ہے۔ زید کبھی کبھی اس کے یعنی بکر کے پیچھے نماز پڑھتا ہے اور پھر ناجائز کہتا ہے کہ کتوں کی طرح بیٹھنے والوں کے پیچھے نماز نہ ہوگی۔ لہٰذا بالتفصیل جواب دیں۔

المستفتی: مولوی عبد الغفور، ساکن کوری ڈیہہ، مدھوپور، دیوگھر

۹۲/۸۶ھ

الجواب ـــ!

(۱) جھوٹ بولنا حرام ہے والکذب یھلک۔ ''جھوٹ ہلاک کرتا ہے۔'' دیوکی اقتدا بھی حرام ہے۔ وَلَاتَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ (الانعام:۱۴۲) ''اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو۔'' (کنزالایمان) مدرسہ کی چھت پر یا مدرسہ میں نماز جائز ہے مگر بے وجہ شرعی مسجد کو ترک کرنا ثواب وفضیلت سے محرومی ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۲) اگر حاملہ کی موت کے وقت اس کی پیٹ میں حرکت تھی تو فوراً پیٹ چاک کر کے بچہ کو نکالنا ضروری تھا بچہ کی زندگی کے آثار پائے جانے کے باوجود جن لوگوں نے اس حاملہ مرحومہ کو دفن کردیا یا نماز جنازہ پڑھ دی وہ سب گنہگار ہوئے۔ وھو تعالیٰ اعلم!

(۳) پنجوں کے بل بیٹھنے کو کتوں کی طرح بیٹھنا نہیں کہتے ہیں۔ اس کی امامت درست ہے زید غلط کہتا ہے۔ زید کو مسئلہ بتانے میں محتاط ہونا چاہیے۔ زید اگر صالح امامت صحیح العقیدہ ہے تو اس کی اقتداء درست ہے۔

الجواب صحیح وصواب والمجیب نجیح ومثاب
عبدالحافظ رضوی القادری غفرلہ
۱۳/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۵ھ

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتـــــــــــــــــــــــــــبہ
۱۳/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۵ھ

استفتاء ۱۷۱

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ:

(۱) مسلمانوں کو نسبندی کرانا جائز ہے یا نہیں۔

(۲) اور اگر مسجد کا امام کرالیا ہو اور اس کے بارے میں بین ثبوت مل جائے تو ہم لوگوں کے اوپر گذشتہ نمازوں کا اعادہ ضروری ہے کہ نہیں۔

منجانب انجمن رضائے مصطفےٰ

۹۲/۸۶ھ

الجواب ـــ!

(۱) جائز نہیں۔ کمافی الدرالمختار۔ وخصاء الآدمی حرام، ''آدمی کا خصی ہونا حرام ہے۔'' وھو تعالیٰ اعلم

(۲) مرتکب حرام پر توبہ واجب ہے توبہ سے قبل جتنی نمازیں اس کی اقتدا میں پڑھی گئیں سب کا لوٹانا واجب ہے: کل صلوٰۃ ادیت مع کراھۃ التحریمۃ تجب اعادتھا الخ ''ہر وہ نماز جو کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی اس کا اعادہ واجب ہے۔'' (درمختار) وھو تعالیٰ اعلم

اگر توبہ کرے پھر صالح امامت ہو تو اس کی اقتداء صحیح ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح و صواب والمجیب نجیح و مثاب
عبدالحافظ رضوی القادری غفرلہ
۱۳/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۵ھ

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۱۳/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۵ھ

استفتاء ۱۷۲

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:
ایک مولانا صاحب ہیں جو مدرسہ منظر اسلام بریلی سے فارغ ہیں جملہ عیدین پنجوقتی نماز کی امامت کرتے ہیں۔ عقائد اہلسنت مسلک اعلیٰ حضرت کے پیرو ہیں مدرسہ بورڈ سے ملحق ہے اسی میں ملازمت کرتے ہیں یہاں کوئی سنی تنظیم وتعلیم وتربیت کی جگہ نہیں مالی مشکلات اور اقلیت کی وجہ سے امام ومدرس نہیں رکھ پائے۔ جہاں اپنے بچے تعلیم پاسکیں۔ اس نظریہ سے کم از کم اپنے بچے زیر سایہ رہ کر تعلیم پاسکیں۔ اور صحیح رہ سکیں دریافت طلب ہے کہ ایسے امام کی اقتداء وامامت درست ہے کہ نہیں۔
عمر کا کہنا ہے کہ جو بھی مدرسہ بورڈ سے ملحق ہے اس کی ملازمت ناجائز اس مدرسہ میں ملازمت کرنے والے کی امامت اقتداء کرنا ناجائز اس لئے کہ بورڈ کی تعلیم ونصاب میں جملہ کتابیں غلط تفاسیر وترجمہ دیوبندیوں کے ہیں۔ جو پڑھانے پر تو ہین پھر عقائد باقی کیا رہا۔ اور اعلیٰ حضرت کا بھی اس بارے میں فتویٰ ہے۔
بکر کا کہنا ہے کہ میری نگاہ اس فتویٰ پر نہیں پڑی ہے۔ اگر ہے تو سر آنکھوں پر اور اگر ہوگا تو اس سے اعلیٰ حضرت کی مراد اور مطلب کچھ اور ہے یعنی اس فتویٰ کا خلاصہ مطلب مراد یہ ہوسکتا ہے کہ جو ایسے ادارے میں ملازمت کرتا ہو اور ایسے غلط عقائد پڑھاتا ہو جس کی وجہ سے ایمان وعقائد میں گڑبڑی اور شکوک پیدا ہوجائے عقائد باطلہ کی تائید کرنے لگے ایسوں کی اقتدا درست نہیں۔ امامت ناجائز ہے۔ نہ ایسوں کے بارے میں فتویٰ ہوگا کہ جس کے عقائد درست ہوں اور گمراہ وفرقہ باطلہ کی تائید نہ کرتا ہو۔ ایسا نہ ہو تو پھر آج بہتیرے مدارس بورڈ سے ملحق ہیں جو سنی مرکز وادارہ ہے۔ اور اس کے منتظمین سربراہ مدرسین سنی ہیں بلکہ سنی گر ہیں جیسے منظر اسلام بریلی شریف ومبارکپور، الہ آباد، جمشید پور، پوکھریرا، دربھنگہ حمیدیہ لوام، کچھوا وغیرہم اور سیاسی پارٹیوں میں ایم ایل اے۔ ایم پی اسکول میں ٹیچر اور بھی عہدے ہیں جس پر سنی مقتدر علماء ہیں اور سنی قائد اعظم ہیں۔ ان کے بارے میں کیا فتویٰ ہوگا ان سوالوں کا

ازروئے شرع جواب عنایت فرما کر قوم کو انتشار سے بچائیں۔

المستفتی: غلام محمد مجتبیٰ بزم انوار مصطفیٰ، کوئیلی روڈ، نان پور، پوسٹ جنکپور، ضلع سیتامڑھی

۹۲/۸۶ے

الجواب

سنی صحیح العقیدہ صالح امامت کی اقتدا و امامت درست ہے خواہ وہ مدرسہ ملحقہ میں پڑھائے یا غیر ملحقہ میں۔ ہاں اگر وہ نفرت دلی کے بغیر مرتدوں کافروں مشرکوں سے میل جول رکھتا ہے اور اس کا ہم نوالہ و ہم پیالہ ہے۔ تو پھر صالح امامت ہی نہیں۔ اس کی اقتداء کیونکر درست ہوگی۔

فتاویٰ رضویہ کے اندر مندرجہ مسئلہ کا جب تک حوالہ نہ ہو اس کے بارے میں کچھ کہنا مشکل ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح و صواب والمجیب نجیح و مثاب
عبدالحافظ رضوی القادری غفرلہ
۷/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۵ھ

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۷/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۵ھ

استفتاء ۱۷۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

اپنے آپ کو جو سنی کہے اور لوگوں میں اپنی سنیت کا اعلان کر کے امامت کے منصب پر فائز ہو جائے اور جب سنیوں سے علیحدگی اور تنہائی میں دیوبندیوں سے ملے تو سنیوں کے مسلک کی مذمت بیان کرے اور دیوبندی مسلک کی کتابیں جیسے 'بہشتی زیور' رکھتا اور بچوں کو پڑھاتا ہے اور سنی عوام کو اس طرح سے فریب دے کہ میں سنی ہوں۔ ایسے امام کو امامت کے عہدے پر رکھا جائے یا برطرف کر دیا جائے؟

المستفتی: حافظ عبدالمجید، مدرسہ گلشن اجمیر رضا نگر پھسرو، ڈاکخانہ: ڈھوری، ضلع گریڈیہہ

۹۲/۸۶ے

الجواب بعون الملک الوھاب

ایسے تقیہ باز کو امام بنانا حرام ہے۔ منصب امامت سے برطرف کرنا واجب ہے۔ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی "لاتصل معھم ولا تصل علیھم الٰی آخر (الآیۃ)". "نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو نہ ان کی جنازے کی نماز پڑھو۔" وھو تعالیٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۲۳/ شوال المکرم ۱۴۰۱ھ

استفتاء ۱۷۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

(۱) دور حاضر کے تبلیغی جماعت والے جو پابندی اور شرائط کے ساتھ چلہ لگاتے اور مسجد میں سوتے ہیں اور پوچھنے پر کہتے ہیں کہ یہ کام جو کرتے ہیں انبیاء ورسل اور بزرگانِ دین کی سنت اور دستور ہے، اس لئے علمائے دین فرمائیں قرآن وحدیث کی روشنی میں تبلیغی جماعت والوں کے ان دونوں سنتوں کی کیا اصل ہے؟

(۲) تبلیغی جماعت والے دیوبندی وہابی مولویوں کو اہلسنّت کے نزدیک امام بنانا کیسا ہے؟ اس کے پیچھے ہماری نماز ہوگی یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیسے؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

(۳) کسی جوان لڑکی (مومنہ) کا عقد ایام حیض میں کرانا کیسا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

(۴) تبلیغی جماعت والے سے میں نے پوچھا کہ اگر نماز فرض پڑھتے وقت پیچھے کے مقام سے ہوا خارج ہوگئی تو ہمیں کیا کرنا چاہئے تو انہوں نے جواب دیا کہ ایک دعا حدیث پاک میں ہے پڑھ لیجئے آپ کی نماز صحیح و سالم ہوجائے گی اور پھر نہ نماز توڑیں نہ وضو بنائیں (پوچھنے پر دعا نہ بتائی)۔ یہ کہاں تک درست ہے؟

بنابریں ملتجی ہوں کہ تشفی بخش جواب دے کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔

المستفتی: محمد ذاکر حسین، درجہ دوم عربی، متعلم مدرسہ شہباز یہ اشرفیہ، بھیم نگر، ضلع سہرسہ (بہار)

۹۲/۸۶ ے

الجواب ـــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــ!

(۱) دردر پھرنا اور چلا چلا کر اہل ایمان کو کلمہ پڑھانا انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت نہیں ہے۔ من ادعی فعلیہ البیان. "جو دعویٰ کرے اس پر دلائل وشواہد پیش کرنا ہے۔" اور مسجد میں ٹانگ پسار کر سونا پھر اسے سنت انبیاء بتانا بھی اتہام ہے۔ مساجد ذکر اللہ کے لئے ہیں نہ کہ سونے کے لئے۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۲) دیوبندی، وہابی اپنے عقائد خبیثہ مردودہ کی وجہ سے علمائے حرمین شریف کے نزدیک کافر ومرتد ہیں۔ کمافی حسام الحرمین۔ اور جو ان کے عقائد کفریہ کے حامی وموئید ہیں ان کا بھی وہی حکم ہے۔ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ. "اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انہیں میں سے ہے۔" تبلیغی جماعت بھی دیوبندی عقائد ونظریات کی حامل ومبلغ ہے۔ لہٰذا ان سبھوں کو امام بنانے کا سوال ہی نہیں اٹھتا۔ ان کی اقتدا باطل، ان کے پیچھے نمازیں جو پڑھی گئی سب لوٹانا فرض ہے۔ لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقدوجب علیھم اھانتہ شرعاً. "اس لئے کہ فاسق کو امامت کے لئے آگے بڑھانے میں فاسق کی تعظیم ہے

جب کہ شرعاً اس کی اہانت واجب ہے۔'' (شامی) یہ حکم تو فاسق فی العمل کے متعلق ہے۔ فاسق فی العقیدہ اس سے بدتر ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۳) قرآن وحدیث میں اس کی ممانعت نہیں ہے۔ لہٰذا درست ہے۔ وھو اعلم۔

(۴) تبلیغی جماعت والوں نے گمراہ کن بات کی۔ شریعت مطہرہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اخراج ریح سے وضو جاتا رہتا ہے اور بغیر وضو کے نماز نہیں ہوگی۔ وھو تعالیٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۳/ رجب المرجب ۱۴۰۴ھ

استفتاء ۱۷۵۰

مسئلہ: بخدمت شریف عالیجناب مفتی صاحب، ادارۂ شرعیہ، پٹنہ بہار! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مندرجہ ذیل مسائل میں

(۱) زید امام مسجد کے ساتھ ساتھ گاؤں کے مدرسہ کا مدرس بھی ہے۔ وہ ہر ماہ بردھا پنشن (جو سرکاری اسکیم چلا ہوا ہے) لے رہا ہے۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

(۲) زید Bank سے کچھ روپیہ دو فیصد سود کی شرح سے قرض لے کر گاؤں کے لوگوں کو دو فیصد سے زائد پر قرض میں لگاتا ہے۔ اس طرح وہ دو فیصد سود ہر ماہ بینک کو دے کر زائد روپیہ بچا کر ضروریاتِ زندگی میں صرف کرتا ہے۔ زائد روپیہ سود ہوا یا نہیں؟ اور اگر یہ امام مسجد ہے تو اس کے پیچھے نماز درست ہوئی یا نہیں؟

(۳) زید جو امام مسجد کے ساتھ ساتھ مدرسہ کا مدرس بھی ہے، جنازے کی نماز میں شرکت کر قبرستان تک جانا، جان بوجھ کر مٹی نہ دینا، اس کے علاوہ میت کے گھر والے بطور شیرینی جیسے گڑ، چاول، کپڑا وغیرہ نکالتے ہیں، زید اسے اپنے گھر لے جا کر استعمال میں لاتا ہے، یہ درست ہے یا نہیں؟ اور اس کے پیچھے گاؤں کے لوگوں کا نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

(۴) زید اپنی بیوی کو خاندانی منصوبہ بندی کرا دیا ہے۔ زید فی الوقت اپنے گاؤں کی مسجد کا امام ہے۔ کیا اس کے پیچھے گاؤں کے لوگوں کا نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد عطاء اللہ، مرماں، بڑکا گاؤں، ہزاری باغ، بہار

۱۹/اپریل ۱۹۸۴ء

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــ !

وعلیکم السلام ورحمۃ

(۱) دھوکہ دے کر پیسہ لینے والے کی اقتدا درست نہیں۔ وھو اعلم

(۲) اگر مسلمانوں سے لیتا ہے تو اس کی اقتدا نا جائز ہے۔ وھو اعلم

(۳) صدقات میت فقیروں، مسکینوں کا حق ہے۔ اگر زید اس کا اہل ہے تو زید بھی کھا سکتا اور صالح امامت ہے تو امامت بھی کرسکتا ہے۔ ہاں اگر زید اس کا اہل نہ ہو اور فقیروں مسکینوں کا حق مارتا ہو تو اس کی اقتداء جائز نہیں ہے۔ وھو اعلم

(۴) زید گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا۔ اگر وہ توبہ کرے اور امامت کے لائق ہو تو امامت کرسکتا ہے ورنہ نہیں۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۸/ رجب المرجب ۱۴۰۴ھ

استفتاء ۱۷۶

مسئلہ: مکرمی جناب مفتی صاحب، ادارۂ شرعیہ، پٹنہ، بہار! خدمت اقدس میں سلام و نیاز گزارش خدمت یہ ہے کہ

(۱) پیش امام برمیترا پور کبھی کبھی چائے خانہ میں بیٹھ کر چائے پیتے ہیں۔

(۲) کبھی کبھی پان کی دکان میں بیٹھے ہوئے نظر آتے ہیں۔

(۳) جھوٹ بھی بولتے ہیں۔

(۴) بھٹی کا پیسہ کھاتے ہیں۔

(۵) شراب بیچنے والے کے یہاں دعوت کھاتے ہیں۔

(۶) مندرجہ بالا باتوں پر جب ان پر الزام لگایا گیا کہ اس طرح کے پیش امام کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے تو انہوں نے کلام پاک اٹھا کر قسم کھائی کہ میں جھوٹ نہیں بولتا ہوں، شراب بیچنے والے کے یہاں دعوت نہیں کھاتا ہوں، بھٹی کا پیسہ نہیں کھاتا ہوں اور مجھ پر جو الزام لگائے گئے ہیں وہ غلط ہیں۔ تو ایسے پیش امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: سید صغیر احمد، کربلا روڈ، برمیترا پور، سندر گڑھ، اڑیسہ

۹۲/۸۶ء

الجواب ـــــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــــ !

جھوٹ اور حرام خوری و حرام نوشی کے جو الزامات امام پر لگائے گئے اور الزام لگانے والوں نے شرعی طریق سے اسے ثابت نہیں کیا تو الزام لگانے والوں پر توبہ و استغفار اور امام سے معافی طلب کرنا واجب ہے۔ اگر وہ امام صالح امامت ہے تو محض بے بنیاد الزام کی وجہ سے اس کی اقتداء ناجائز نہیں ہوگی۔ **وھو تعالیٰ اعلم بالصواب**

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتـــــــــــبہ

۱۸/رجب المرجب ۱۴۰۴ھ

استـــفتـــاء ۱۷۷

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ

اگر کوئی مسجد کا پیش امام مسجد کے اندرونی دیوار میں مندرجہ ذیل الفاظ لکھ دے۔ پچھم دیوار مسجد پر یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم
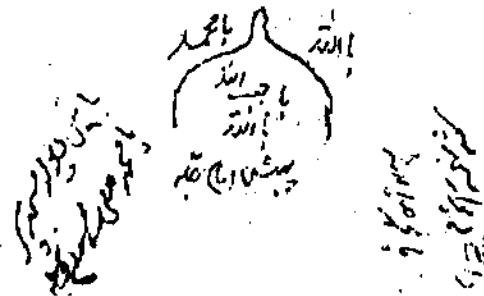
اور اندرونی دیوار پر یہ شعر لکھا ہوا ہے ـــ ع

محمد یہ دونوں جہاں آپ کا ہے ــــ زمیں آپ کی آسماں آپ کا ہے

تو جائز ہے یا نہیں۔ اور ایسے امام پر کیا حکم شرعی لاگو ہوگا؟ جواب سے نوازیں۔

المستفتی: محمد ادریس خان، محمد سلیمان خان، خورشید خان، مرزا غالب اسٹریٹ، نیو مارکیٹ پوسٹ آفس نیو مارکیٹ، کلکتہ-۷۰۰۰۸۷

۹۲/۸۶ء

الجواب ـــــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــــ !

اسم جلالت وغیرہ ایسی جگہوں پر نہیں لکھنا چاہئے جہاں بے ادبی کا اندیشہ ہو۔ دیوار کی چٹیں جب علیحدہ ہو کر گریں گی تو

اس کے پائمال ہونے کا ظن غالب ہے۔لہٰذا دیواروں پر اس کے لکھنے کی ممانعت ہے۔ جو کلمات لکھے گئے ہیں اگر وہی کلمات فریم وغیرہ کے ساتھ چسپاں کریں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ نبی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم ذات ندا کے ساتھ لکھنا بھی کمال ادب کے خلاف ہے۔ یا رسول اللہ یا حبیب اللہ یا نبی اللہ یا شفیع المذنبین وغیرہ کہنا،لکھنا درست ہیں۔ مسلمانوں کے درمیان ان وجہوں سے اختلاف مناسب نہیں۔ معترضین کو اعتراض سے باز آ کر اصلاح کا پہلو اختیار کرنا چاہئے۔امام اگر صالح امامت ہو تو ان کلمات کے لکھ دینے سے قابل عزل نہیں ہو جائے گا۔ وھو تعالیٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۴/ رجب المرجب ۱۴۰۴ھ

استفتاء ۱۷۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں

(۱) زید بستی کا امام ہے، بینک سے روپیہ یہ کہہ کر لیا کہ دکان چلاؤں گا اور وہ روپیہ لے کر اپنی ذاتی مصرف میں خرچ کیا اور وہ بینک کو سود دے رہا ہے۔اس نے جھوٹ بول کر قرض لیا۔ کیا اس امام کے پیچھے نماز جائز ہے؟

(۲) زید جو کہ بستی کا امام ہے، سرکار کے ذریعہ جو بردھا پنشن، اپاہج، بیوہ، یتیم وغیرہ کو دی جاتی ہے وہ پیسہ لے کر اپنی ذاتی مصرف میں خرچ کرتا ہے یعنی روپیہ اپنے نام سے لیتا ہے اور رجسٹر میں اس کا نام ہے۔ کیا اس امام کے پیچھے نماز ہوگی؟

(۳) زید بستی کا امام ہے۔بستی میں کسی کے یہاں میت ہوتی ہے تو اس کے یہاں کا چاول، گڑ اور کپڑہ جس کپڑے میں رکھ کر (جس کپڑے میں رکھ کر جنازے کی نماز پڑھی جاتی) وہ اپنے مصرف میں لاتا ہے۔ کیا اس کے پیچھے نماز جائز ہے؟

(۴) زید بستی کا امام ہے اور بستی میں جو جانور ذبح کئے جاتے ہیں ذبح کرنے کے عوض وہ آدھا کیلو گوشت لیتا ہے اور شاید کسی دن قصائی لوگ گوشت دینا بھول جاتے ہیں تو وہ اس کی قیمت لے لیتا ہے۔ کیا اس کے پیچھے نماز جائز ہے؟

المستفتی: محمد عظیم اللہ، سرماں، پوسٹ بڑکا گاؤں، ہزاری باغ

۷۸۶/۹۲

الجواب ـــــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــــ!

(۱) جھوٹ بولنا، دھوکہ دینا، فقیروں کا حق مارنا حرام ہے۔ ذبیحہ کی اجرت جائز ہے اگر یہ صحیح ہے کہ امام مذکور جھوٹا و دھوکہ باز ہے تو اس پر توبہ و استغفار واجب ہے۔ اگر وہ توبہ کرے اور صالح امامت ہو تو اس کی اقتداء جائز ہے ورنہ نہیں۔ **لانہ فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ الخ.** "اس لئے کہ امامت کے لئے آگے بڑھانے میں اس کی تعظیم ہے جب کہ شرعاً اس کی اہانت واجب ہے۔" (تبیین)۔ **وھو تعالیٰ اعلم.**

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتـــــــــــــــــبہ

۲۹/ رجب المرجب ۱۴۰۴ھ

استفتاء ۱۷۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے۔ ایسے شخص کی امامت میں نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

۷۸۶/۹۲

الجواب ـــــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــــ!

گناہ کبیرہ کا مرتکب صالح امامت نہیں رہا۔ اس کو امام بنانا گناہ اور اس کی اقتدا ناجائز ہے۔ کمافی ردالمحتار۔ ہاں اگر وہ سچی توبہ کر لے اور امامت کے لائق ہو تو پھر منصب امامت پر نصب کیا جا سکتا ہے۔ **التائب من الذنب کمن لاذنب لہٗ.** "گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہی ہے گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں ہے۔" **وھو تعالیٰ اعلم.**

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتـــــــــــــــــبہ

۲۹/ رجب المرجب ۱۴۰۴ھ

استفتاء ۱۸۰

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء درج ذیل مسئلہ میں کہ

مسمی طاہر حسین پوربیوی ثم دیوروی کو سانجر کی شکایت ہے۔ یہ دیورہ مسجد میں موذن ہیں اور اکثر و بیشتر پیش امام صاحب کی عدم موجودگی میں امامت کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ ان کی

لنگی بھیگی ہوتی ہے اور اسی حالت میں یہ اذان دے رہے ہیں اور امامت کے فرائض بھی انجام دے رہے ہیں۔ یہ مسجد میں جہاں جہاں پر بھی بیٹھتے ہیں جائے نماز پر ایک دھبہ سا پڑ جاتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے شخص کا جسے سانجر کی شکایت ہو اور رطوبت کے جاری رہنے سے وہ پاک نہ رہتا ہو موذن اور امامت کے فرائض انجام دینا از روئے شرع درست ہے یا نہیں؟ نیز یہ کہ جائے نماز کے ناپاک ہو جانے سے ان کی نماز (مجبوری کے تحت) شاید ہو جاتی ہو، لیکن دوسرے نمازیوں کی بھی نماز درست ہوتی ہے؟

المستفتی: محمد سلیم انصاری، ٹولہ تکیہ، دیورہ شریف، ضلع گیا

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــ !

اگر مسلسل رطوبت جاری رہتی ہے کہ کسی نماز کا کامل وقت اس سے خالی نہیں جاتا تو وہ معذور شرعی ہیں اور ایسا معذور معذوروں ہی کی امامت کر سکتا ہے۔ حالت عذر میں جتنی نمازیں ان کی اقتدا میں پڑھی گئی غیر معذوروں کے لئے ان تمام نمازوں کو لوٹانا واجب ہے۔ معذور امامت کے فرائض انجام نہیں دے سکتا۔ اگر منصب امامت پر فائز ہو تو معزول کرنا ضروری ہے۔ ہاں اذان دے سکتا ہے۔ **وھو تعالیٰ اعلم**

رطوبت اگر جائے نماز پر لگ گئی تو اس کو پاک کرنا واجب ہے۔ بغیر پاک کئے اس پر نماز نہیں ہوگی۔ **وھو تعالیٰ اعلم**

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۱/ شعبان المعظم ۱۴۰۴ھ

استفتاء ۱۸۱

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) ہمارے محلہ میں ایک حافظ صاحب ہیں جو بچوں کو پڑھاتے ہیں اور مسجد کی امامت بھی کرتے ہیں مگر زانی ہیں۔ محلہ کے سبھی لوگوں کو اس کی اطلاع ہے۔ خود زانیہ اقرار کرتی ہے اور حفظ بھی مکمل کر کے بھلا دیا ہے۔ جب رمضان شریف آتا ہے تو یہ بیمار ہو جاتے ہیں۔ داڑھی غیر شرعی ہے، جھوٹ بولتے ہیں، غیبت کرتے ہیں۔ کیا ایسے شخص کو امام بنایا جا سکتا ہے؟ جن لوگوں نے ان کے پیچھے نماز پڑھی ہیں ان کی نمازیں درست ہوئیں یا نماز واجب الاعادہ ہے؟

(۲) قبرستان کی تھوڑی سی زمین پر غیر مسلم قابض ہو گیا ہے۔ اب غیر مسلم اس کی قیمت دینے کے لئے تیار

ہے۔تو کیا قیمت لے کر دوسرے مصارف میں لگا سکتے ہیں؟ مثلاً عیدگاہ کی چہاردیواری کی تعمیر میں کیوں کہ قبرستان کی وسعت کی کوئی صورت نہیں ہے؟ دونوں سوالوں کا جواب جلد دیں۔

المستفتی: محمد اختر امام صاحب، اسٹیشن روڈ، گریڈیہہ

۸۶/۹۲ھ

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــ!

(۱) حافظ مذکور (جب کہ وہ صفات رذیلہ ذمیمہ کے ساتھ متہم ہو) کو امام بنانا گناہ، اس کی اقتدا میں نمازیں پڑھنا مکروہ تحریمی، پڑھی گئی نمازوں کو پھر سے پڑھنا واجب ہے۔ اگر منصب امامت پر فائز ہو تو اس کو معزول کرنا لازم ہے۔ ردالمحتار میں ہے: **واماالفاسق فقدعللوا کراھة تقدیمه بانه لایھتم لامر دینه وبان فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقدوجب علیھم اھانته شرعاالخ.** "اور فاسق کی امامت کے مکروہ ہونے کی فقہاء کرام نے یہ علت بیان فرمائی ہے کہ وہ امور دینیہ کا اہتمام نہیں کرتے اور یہ کہ امامت کیلئے فاسق کو آگے بڑھانے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شرعاً اس کی اہانت واجب ہے۔" **وھو تعالیٰ اعلم**

(۲) کسی مسلم و غیر مسلم کو قبرستان کی ایک انچ زمین پر قبضہ کا اختیار نہیں ہے خواہ وہ اس کے بدلے میں سونے ہی کی زمین کیوں نہ دے دے۔ **لایباع ولایورث.** کتب فقہیہ متون وشروح کا مشہور قاعدہ ہے۔ وہاں کے مسلمانوں اور برسر اقتدار طاقتوں پر واجب ہے کہ اس کے انخلا کے لئے ہر ممکن کوشش کریں۔ قیمت دینے لینے کی شرع میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ مقابر مسلمین عموماً وقفی ہوتے ہیں۔ **وھو تعالیٰ اعلم بالصواب.**

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۱/شعبان المعظم ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۱۸۲

مسئلہ: از راہ کرم مطلع فرمائیں کہ

(۱) ایک نوجوان جس کی عمر ۱۹/ سال ہے وہ حافظ قرآن خوش الحان وشکیل بھی ہے۔ مگر بائیں ہاتھ کی چار انگلیاں پیدائشی نہیں ہیں اور مونچھ داڑھی بھی نہیں آئی ہے۔ کیا اس کی امامت جائز ہے؟

(۲) ایک فقیر نوجوان جس کی عمر ۲۵/ سال کے قریب ہے اور وہ خیرات بھی لیتا ہے، کیا وہ امامت کر سکتا ہے؟

فقط والسلام!

المستفتی: عبدالرزاق، مقام پانکر، ضلع پلاموں

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوہاب ــــــــــ

(۱) بالغ جو صالح امامت ہو اس کی اقتدا جائز ہے۔ ہاتھ کی انگلیاں پیدائشی طور پر نہ ہونا مانع امامت نہیں۔ البتہ داڑھی مونچھ کے نہ ہونے کی صورت میں جب کہ وہ شکیل بھی ہے، امرد کے حکم میں ہے اور امرد کی اقتدا میں نماز مکروہ تنزیہی ہوتی ہے۔ درمختار میں ہے: کذات کره خلف امرد الخ. ''جیسا کہ امرد کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے۔'' ردمحتار میں ہے: الظاهر انها تنزيهة ايضاً الخ. ''اس سے ظاہر مکروہ تنزیہی ہے۔'' وھو تعالیٰ اعلم

(۲) امامت نماز کسی قوم کیساتھ خاص نہیں ہے۔ اگر وہ مستحق خیرات ہے تو خیرات لینا بھی مانع امامت نہیں ہے۔ اگر وہ شخص صحت عقائد کے ساتھ طہارت و نماز کے مسائل کا جاننے والا ہے تو منصب امامت پر فائز بھی کیا جا سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۱/شعبان المعظم ۱۴۰۴ھ

استفتاء ۱۸۳

مسئلہ: بخدمت شریف جناب مفتی عبدالواجد صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ! سلام ورحمت۔

مؤدبانہ عرض خدمت یہ ہے کہ کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرع متین ذیل کے مسائل میں

(۱) یہاں ایک سنی مسجد میں ایک بہترین حافظ و قاری صاحب کو امام و خطیب مقرر کیا گیا ہے جو خود کو مولوی عالم بھی بتاتے ہیں۔ مگر حافظ صاحب ہمیشہ اپنی داڑھی کو حد شرع سے بالکل کم رکھنے کے عادی ہیں اور کہتے ہیں کہ قرآن میں داڑھی ایک مشت رکھنے کا حکم کہاں ہے بتا دو۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا ایسے حافظ قرآن کو امام و خطیب مقرر کرنا جائز ہے؟

(۲) کیا ایسے امام و خطیب کی اقتدا میں نماز ہو جائے گی؟

(۳) کیا ایسے امام و خطیب کی اقتدا میں جان بوجھ کر نماز پڑھنا جائز ہے؟

(۴) اگر نماز اس کی اقتدا میں پڑھی تو کیا دوبارہ لوٹانا ہے؟

(۵) بعد دفن میت قبر پر اذان دینا جائز ہے یا نہیں؟ میت کو ثواب ہوگا یا نہیں؟

استدعا ہے کہ براہ کرم حنفی فقہ کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں۔

المستفتی: شاہ عبدالحکیم قادری غفرلہ، سرگوجہ، ضلع بلاری، کرناٹک

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوہاب ــــــــــ !

محترم وعلیکم السلام ورحمتہ!

(۱) شخص مذکورہ کو امام بنانا ناجائز وگناہ ہے۔ کمافی الشرح المنیر علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم الخ۔ "جیسا کہ "شرح منیر" میں ہے کہ فاسق کو امامت کے لئے مقدم کرنا مکروہ تحریمی ہے۔" وھو اعلم

(۲) مکروہ تحریمی ہوگی۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۳) ناجائز ہے۔ قال ولذالم تجز الصلوٰۃ خلفه اصلا الخ. "فرمایا اسی وجہ سے فاسق کے پیچھے کوئی بھی نماز جائز نہیں۔" (درمختار) وھو اعلم

(۴) اس نماز کا لوٹانا واجب ہے۔ کمافی التبیین صلوٰۃ ادیّت مع کراهة التحریم تجب اعادتها الخ. "جو نماز مکروہ تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی ہو اس کا اعادہ واجب ہے۔"

(۵) جائز ہے بلکہ بعضوں کے نزدیک تو سنت ہے۔ کمافی ردالمحتار قدیس الاذان لغیر الصلوٰۃ (ای). قیل وعند انزال المیت القبر قیاسا علی اول خروجه للدنیا "جیسا کہ ردالمحتار میں ہے کہ نماز کے علاوہ بھی اذان مسنون ہے کہا گیا ہے کہ میت کو قبر میں داخل کرتے وقت بھی قیاس کرتے ہوئے اس کی پیدائش پر۔" (صفحہ ۲۸۳) واللہ سبحانہ!

میت کو اس سے فائدہ پہنچتا ہے۔ کماھو ظاھر وھو اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبــــــــــــــه

۵/ رمضان المبارک ۱۴۰۴ھ

استفتاء ۱۸۴

السلام علیکم

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین حسب ذیل مسئلوں کے بابت

(۱) ایک گاؤں میں ایک ایسا شخص رہتا ہے جس کا مکان مسجد کے قریب ہے مگر وہ ایک وقت کی نماز نہیں پڑھتا ہے۔ یہاں تک کہ نماز جمعہ بھی نہیں پڑھتا ہے اور اپنا اثر ورسوخ دکھا کر عید وبقرعید کی نماز کی امامت برابر کرتا ہے۔ کیا ایسے امام کے پیچھے نماز عیدین جائز ہے؟

(۲) ایک گاؤں میں ایسی مسجد بن رہی ہے جہاں بہت ہی غریب اور کم مسلمان رہتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ

مسجد کے کمرے کا صرف ایک ہی دروازہ ہے، لوگ کہتے ہیں مسجد میں تین دروازے ہونے چاہئیں۔ ایک دروازہ والی مسجد ناجائز ہے۔ کیا اس میں تین دروازہ بنانا ضروری ہے؟ صحیح مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔ وہ اس طرح سے ہے—
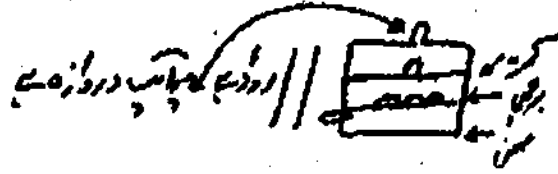
(۳) مسجد کا سامان لوگ اپنے ذاتی کام میں لے سکتے ہیں (گھریلو کام میں) یا نہیں؟ جو شخص کام میں لیتا ہے اس کے لئے کیا حکم ہے؟ اس کی امامت جائز ہے؟

(۴) مرد و عورت نے خاندانی منصوبہ بندی کے تحت آپریشن کرالیا ہے۔ غرض ایک سال بعد کسی بات کو لے کر ان کا طلاق ہو چکا۔ اب عورت دوسرے نکاح کے لئے عدت کا انتظار کرے یا نہ کرے؟

(۵) ایک عورت مرد کی نافرمان ہے بغیر شوہر کی اجازت کے کہیں بھی چلی جاتی ہے۔ اس سے کہا جاتا ہے کہ شوہر کے بغیر اجازت کہیں مت جایا کرو اور اپنے شوہر کو خوش رکھو، اس کا حکم مانو (جب کہ شوہر نیک سیرت ہے) وہ صاف انکار کر دیتی ہے۔ مگر بزرگان دین کی پرستار ہے۔ اسے جب سمجھایا جاتا ہے تو فوراً اٹھ کر اگربتی جلانے لگتی ہے اور بزرگوں کے نام پر پورے کمرے میں جلائے گی اور بولے گی میرے نیا کے پار لگیا یہی ہیں۔ شوہر کیا ہے وہ تو کھانے کو دیتا ہے اور دنیا کے لہو لعب میں پڑا دل لگائے رہتا ہے۔ جیسے یہاں وہاں بے وفائدہ گھومنا، سنیما دیکھنا، نئی نئی طرح کی ساڑیاں خریدنا، گھر کے اور اپنے عیش کے لئے نئے نئے سامان خریدنا وغیرہ۔

المستفتی: غلام مرتضیٰ علی قادری، بوسٹو رسیکشن، اوالیف، کٹنی (ایم پی)

۸۶/۹۲ ء

الجواب ــــــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــــــ!

وعلیکم السلام ورحمہ!

(۱) تارک نماز بدترین فاسق و فاجر اور مستحق عذاب الیم ہے۔ اس کی اقتداء ناجائز و گناہ ہے۔ حاشیہ علائی میں ہے: فی تقدیمة تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعاالخ. ''فاسق کو امامت کے لئے مقدم کرنے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شرعاً مسلمانوں پر فاسق کی اہانت واجب ہے۔'' مسلمانوں کو چاہیے کہ عیدین کی نمازیں قریبی شہر میں صحیح العقیدہ صالح امامت کی اقتداء میں ادا کیا کریں۔ وھو اعلم

(۲) جن لوگوں نے مسجد میں ایک دروازہ ہونا ناجائز کہا وہ شریعت پر افتراء کرتے ہیں۔ ان سبھوں پہ توبہ ہے: مـن افتی

بغیر علم کان اثمه علیه. (او کما قال علیه الصلوٰۃ) ''جو بغیر علم کے فتویٰ دے اس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہے۔
یا جیسا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا'' حجاز مقدس میں ہزاروں قدیمی مسجد ایک دروازہ کی ہے۔ یہاں تک کہ
بیت اللہ شریف ''خانہ کعبہ'' بھی ایک ہی دروازہ والا ہے۔ ایک دروازہ مسجد میں ہونا صحیح ودرست ہے۔ الله وتر یحب
الوتر. ''اللہ طاق ہے اور طاق کو پسند فرماتا ہے۔'' وهو سبحانه تعالیٰ اعلم

(۳) حرام ہے۔ اس پر توبہ واجب ہے۔ بغیر توبہ کے اس کی امامت صحیح نہیں۔ وهو تعالیٰ اعلم

(۴) عدت کے اندر نکاح حرام قطعی ہے۔ لَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتَابُ اَجَلَهٗ (سورۂ بقرہ: ۲۳۵). ''نکاح
کی گرہ پختہ نہ کرو جب تک لکھا ہوا حکم اپنی میعاد کو نہ پہنچ لے۔'' (ترجمہ کنز الایمان)

(۵) بزرگوں کو دل سے ماننے والی کبھی قرآن وحدیث کے خلاف قدم نہیں اٹھائے گی۔ بازاروں میں گھومنے، سنیما دیکھنے اور
شوہر کی نافرمانی کرنے والی کبھی بزرگوں کی پسندیدہ نہیں ہوسکتی۔ اس نے بزرگوں کو بدنام کرنے کے لئے ڈھونگ رچا
رکھا ہے۔ شوہر پر لازم ہے کہ تادیبی کارروائی کریں۔ قال الله تعالیٰ قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا. (سورۂ تحریم: ۶)
''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ۔'' (کنز الایمان) شوہر کا حکم نہ ماننے والی اور ارتکاب
معاصی کے سبب وہ عورت فاسقہ، فاجرہ اور غضب رب عزوجل میں گرفتار ہے۔ اس عورت پر فرض ہے کہ مذکورہ گناہ کبیرہ سے
سچی توبہ کرے اور شوہر کی فرمانبرداری کے لئے آمادہ ہوجائے۔ والله تعالیٰ اعلم ورسوله صلی الله علیه وسلم

عبد الواجد قادری غفرلہ خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۵/ رمضان المبارک ۱۴۰۴ھ

استفتاء ۱۸۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین حسب ذیل مسئلوں میں کہ
یہاں کی سنی مسجد میں مولانا مدنی میاں صاحب کچھوچھوی کے ایک مرید کو امام کی حیثیت سے مقرر کیا گیا
ہے یہی امام صاحب فرماتے ہیں کہ میں امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولوی اشرف علی
تھانوی دونوں کا نام شرعی مسائل میں نہیں لیتا ہوں ان دونوں مولویوں کو چھوڑ کر اگلے علمائے کرام کو لیجئے
جن میں اختلاف نہیں تھا ان کا کہنا ہے کہ امام احمد رضا خان کا نام لینے سے دیوبندی حضرات ناراض
ہوتے ہیں اور مولوی اشرف علی تھانوی کا نام لینے سے بریلوی حضرات۔ اسی لئے میں دونوں حضرات کو
چھوڑتا ہوں انہیں مولوی صاحب سے دریافت کرنے پر کہ آپ نے ایسا کیوں کہا کہ مولوی احمد رضا خاں

اور مولوی اشرف علی تھانوی دونوں حضرات کو چھوڑ دیا جائے۔ جب کہ علمائے اہلسنّت نے متفقہ طور پر مولوی اشرف علی تھانوی اور ان کے ہم خیال علماء پر مرتد ہونے کا فتویٰ صادر فرمایا ہے۔ تو ان دونوں کو ایک ساتھ چھوڑ دینے سے کیا مراد ہے اس کا جواب دینے سے انکار کیا دوسرے دن ان کے سامنے حسام الحرمین فتاوائے پاسبان ماہنامہ نوری کرن اور مفتی شریف الحق امجدی، قاضی عبدالرحیم بستوی، مفتی نظام الدین خاں صاحب بستوی اور مفتی عبدالواجد خاں صاحب قادری پٹنہ کا الگ الگ تحریر شدہ فتویٰ پیش کیا گیا تو اُن کو پڑھنے کے بجائے صرف یہ کہا کہ میں اختلافی باتوں میں نہیں پڑتا میرے استاد کا بھی یہی کہنا ہے۔ لیکن انہوں نے اپنے استاد اور جہاں تعلیم حاصل کیا ہے بتانے سے گریز کیا اُن کے جواب سے ناراض ہو کر کچھ لوگوں نے ان کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دیا ہے۔ براہ کرم تحریر فرمائیں کہ ایسا امام اہلسنّت میں داخل ہے یا نہیں۔ اور اس کے پیچھے نماز پڑھی جائے یا نہیں۔

المستفتی: محمد سمیع انصاری قادری، رضوی گورکھپوری

۹۲/۸۶ھ

الجواب

امام مذکور منصب امامت کے لائق نہیں۔ مسجد کے ارباب حل وعقد یا عام مسلمانوں کو چاہیے کہ جلد از جلد اسے منصب امامت سے معزول کر کے کسی سنی، صحیح العقیدہ صالح امامت شخص کو نصب کریں جن لوگوں نے اُن کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دیا ہے اچھا کیا ہے۔ جو شخص گستاخ وموہن دربار رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی رعایت کرتا ہو اور علمائے حق کے فیصلہ شرعیہ کے ماننے سے گریز کرتا ہو عجب نہیں کہ گستاخوں کے گروہ سے ہو سنیوں کو دھوکہ دینے کے لئے حضرت مدنی میاں سے سلسلۂ بیعت قائم کر لیا ہو ایسا شخص سنی کب ہو سکتا ہے جو بارگاہ رسالت کے گستاخوں کی کفریہ عبارتوں کو سمجھتے بوجھتے ہوئے تہ دیتا ہو اور اسے مثل فروعی اختلافات کے سمجھتا ہو۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم!

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ

یکم صفر المظفر ۱۴۰۵ھ

الجواب صحیح وصواب والمجیب نجیح ومثاب
عبدالحافظ رضوی القادری غفرلہ

یکم صفر المظفر ۱۴۰۵ھ

استفتاء ۱۸۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین فضلائے شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) نماز میں کتے کی طرح بیٹھنا، کہنے پر زید کہتا ہے کہ معذور ہوں اور معذور کے پیچھے نماز نہ ہونا۔ لہٰذا میری اس بات کو لے کر کافی الجھن ہے اور ہمارے یہاں عالم ہیں۔ بروگرام وغیرہ کہیں جانے پر وہ شخص امامت

کرتا ہے۔کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟ اور اگر نہ ہوئی، جن لوگوں نے پڑھا اس کا کیا حکم ہے؟ لوگوں نے اس فتویٰ پر فیصلہ رکھا ہے۔ تشہد میں دونوں پاؤں کھڑا رکھنا ہر نماز و خطبہ میں پاؤں کعبہ کی طرف ہونا، کھڑا پاؤں بیٹھنا۔

(۲) زید تمباکو میں ملا کر گانجہ پیتا ہے۔ کیا اس کی اذان ہوگی یا نہیں؟ اور دس آدمی کے سامنے توبہ کرنے پر اس کی اذان ہوگی یا نہیں؟ جواب دیں۔

المستفتی: محمد دلجان، ڈھاکہ، چمپارن

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــ !

(۱) کتوں کی طرح نماز میں بیٹھنے کی ممانعت ہے۔ اگر بے عذر ہے تو مکروہ تحریمی۔ اس نماز کا لوٹانا واجب ہے اور اگر عذر کی وجہ سے ہے تو اس جیسے دوسرے معذوروں کی نماز ہو جائے گی مگر غیر معذوروں کو اپنی نمازیں لوٹانی ہوں گی۔ صلوٰۃ ادیت مع کراھۃ التحریمۃ تجب اعادتھا. "جو نماز مکروہ تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی ہو اس کا اعادہ واجب ہے۔" (درمختار) وھو تعالیٰ اعلم

(۲) حدیث پاک میں اس کی ممانعت آئی ہے۔ نھی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم عن کل مسکر الخ. "نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نشہ آور چیز سے منع فرمایا ہے۔" اگر شخص مذکور اس کے پینے کا عادی ہے تو سخت گنہگار فاسق ہے۔ اس کی اذان و اقامت درست نہیں ہاں۔ التائب من الذنب کمن لاذنب لہ. "گناہوں سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جس نے گناہ کیا ہی نہیں"

الجواب صحیح
عبدالحافظ رضوی القادری، خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار پٹنہ
۲۷/ ذوالقعدۃ الحرام ۱۴۰۴ھ

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۲۷/ ذوالقعدۃ الحرام ۱۴۰۴ھ

استفتاء ۱۸۷

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ
زید میں حسب ذیل کمی پائی جاتی ہیں پھر بھی امامت کرتا ہے۔ از روئے شریعت مطلع فرمائیں کہ ایسا انسان امامت کر سکتا ہے؟ اگر نہیں کر سکتا ہے تو جتنی نمازیں ان کی اقتداء میں پڑھی جا رہی ہیں اس کا حکم کیا ہے؟

(۱) زید کے یہاں جائے نماز رکھی ہوئی تھی۔ اس میں سے دو جائے نماز فروخت کر دی گئی۔ لوگوں کے جان

کاری ہو جانے پر اعتراض ہوا تو زید نے اپنی غلطی تسلیم کیا اور جائے نماز خرید کر کمیٹی میں داخل کئے۔ زید ایک شخص کی گائے سے اپنا بچھوا بدل دیا اور کاغذ بھی لکھ دیا۔ ایک ہفتہ کے بعد زید اپنا بچھوا اس شخص کے یہاں سے کھول کر لے گیا اور گائے چھوڑ دیا۔ معاملہ تھانہ تک پہنچ گیا۔ تھانہ سے پنچایت کا حکم ہوا۔ پنچایت میں بچھوا واپس کرنے کا فیصلہ ہوا۔ زید نے پنچ کی بات نہیں مانی اور بچھوا کو واپس نہیں کیا۔

زید نے اپنی زمین ایک شخص سے فروخت کیا اور وہ شخص اس زمین پر قابض ہو کر کاشت کرنے لگا۔ دو چار سال کے بعد زید فروخت شدہ زمین پر اپنا ہل بیل لے کر قبضہ کرنے گیا تب وہ شخص کھیت پر پہنچ کر کلہاڑی سے وار کیا۔ زید شور وغل کرتا ہوا گھر واپس آیا۔

مہنگائی میں گورنمنٹ کی طرف سے کام نکلا تھا۔ ٹسٹ ورک میں ناجائز رجسٹروں پر زید کے لڑکوں نے ان آدمیوں کے نام پر جو کام نہیں کئے تھے، سرکار کو دھوکہ دے کر سرکاری غلہ گھر میں لا کر ڈال دیا اور کل غلہ اپنے گھر کی ضرورت میں خرچ کیا۔ زید جانتے ہوئے بھی انجان بن گیا۔ زید کے سمدھی نے شریعت کے خلاف شرک کا کام کیا۔ کمیٹی نے زید پر روک لگایا کہ آپ اپنی بہو اور لڑکے کو سمدھی کے یہاں لے آئیں اور جانے نہ دیں۔ زید نے جواب دیا کہ اگر غلطی سمدھی صاحب میں ثابت ہو جائے گی تو اس کی سزا کا میں بھی مستحق ہوں گا۔ بہر حال غلطی ثابت ہوگئی اور زید کے سمدھی توبہ کئے اور کلمہ پڑھے اور شریعت کے مطابق جو حکم کمیٹی سے دیا گیا وہ سب پورا کئے لیکن زید نے آج تک کچھ بھی نہیں کیا اور نہ اپنی غلطی کا احساس بھی کیا۔

زید اپنی لڑکی کی وداعی بھی کئے۔ اپنے سمدھی کے یہاں گئے وداعی نہیں ہوئی۔ زید نے قسم کھائی کہ ہماری لڑکی مرگئی، میں کفن دفن کر کے جا رہا ہوں۔ اب آپ کے دروازہ پر زید کبھی نہیں آوے گا۔ دو سال بعد موجودہ صدر اور سابق صدر کسی پنچایت سے گھر واپس آ رہے تھے۔ ہمراہ زید بھی تھا۔ دو آدمی زید کو لیکر زید کے سمدھی کے گھر جو رستہ میں پڑتا تھا، لے گئے۔ زید اپنی غلطی کے لئے دو رکعت نفل نماز ادا کیا۔ سمدھی کے یہاں کھانا کھائے۔ بعدہ گھر پہنچ کر قسم توڑنے کا کفارہ ادا کرنے کا وعدہ کیا لیکن آج تک انہوں نے کچھ بھی نہیں کیا۔ زید نے اپنی بہو کو گھسیٹ گھسیٹ کر مارا پیٹا اور لوگوں کے سامنے ذلیل کیا۔

(۲) میت کے سوئم و چہارم، دسواں اور چہلم کے موقع پر میت کے گھر کھانا کھانا کیسا ہے؟ اگر کوئی شخص نہیں کھائے تو ایسا شخص امامت کر سکتا ہے یا نہیں؟

(۳) ہندہ کی شادی بکر کے ساتھ ہوئی۔ دو سال کے بعد ہندہ قضا کر گئی۔ ہندہ کی اولاد نہیں ہے۔ اب ہندہ کے ورثا سے ہندہ کو جو زمین، مویشی، برتن وغیرہ جہیز میں ملا تھا اس جہیز میں سے ورثا کو واپس کرنے کا

حق ہے یا بکر کی ہی پوری جائیداد سمجھی جائے گی اور دین مہر سے بکر کیسے چھٹکارا پا سکتا ہے۔

المستفتی: محمد کمال الدین ماسٹر، موضع دیوائن، ڈاکخانہ کول، ضلع مرزاپور، (یو۔پی)

۷۸۶/۹۲

الجواب ـــــــــــ بعون الملک الوهاب ـــــــــــ

(۱) جتنی باتیں زید کے متعلق لکھی گئی ہیں وہ سب چوری، دھوکہ دہی، فریب، ظلم، حرام خوری اور معصیت شعاری کے تعاون پر محمول ہیں اور عندالشرع یہ سب اشد حرام و کبیرہ ہیں۔ زید اگر واقعی ان باتوں میں سے کسی بات کا مرتکب ہے تو اس کو منصب امامت سے معزول کرنا ضروری ہے۔ اس کی اقتداء مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ ہاں اگر وہ توبہ خالص کرے اور صالح امامت بھی ہو تو امامت کر سکتا ہے۔ **وھو تعالیٰ اعلم**

(۲) فقراء و مساکین کے لئے جائز و درست ہے اور مالداروں کے لئے ناجائز ہے۔ جو میت کا کھانا کھائے خواہ امیر و فقیر ہو اس کی امامت درست ہے، اگر صالح امامت ہو۔ **وھو تعالیٰ اعلم**

(۳) ہندہ مرحومہ کے کل سامانِ جہیز اور مہر کی رقم اس کے تمام وارثوں پر حسب سہام شرعی تقسیم کر دی جائے۔ سامان جہیز میں صرف بکر کا حق نہیں ہے۔ **واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۸/ ذوالقعدۃ الحرام ۱۴۰۴ھ

الجواب صحیح

عبدالحافظ رضوی القادری خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار پٹنہ

۲۸/ ذوالقعدۃ الحرام ۱۴۰۴ھ

استفتاء ۱۸۸

مسئلہ: حضرت مفتی صاحب قبلہ! السلام علیکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عید کی نماز کے لئے ایک امام کی ضرورت تھی جس کے لئے میں نے سید عبدالکریم شمسی کو منتخب کیا جو عالیہ فرقانیہ لکھنو سے فارغ التحصیل ہیں۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ امام صاحب منت اللہ رحمانی سجادہ خانقاہ رحمانیہ مونگیر سے مرید ہیں اور مولانا بھی اس کا اقرار کرتے ہیں اس کے ساتھ ہی نماز، روزہ فاتحہ اور صلوٰۃ وسلام بھی کرتے اور بریلوی اُصولوں کو بھی مانتے ہیں۔ اس کے باوجود لوگوں کے اطمینان قلبی کے لئے آپ کی تحریر کی اشد ضرورت ہے۔ لہٰذا جواب مرحمت فرمائیں نوازش ہوگی۔

نوٹ: چند لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ مولانا جناب منت اللہ رحمانی مونگیری کے مرید ہیں اس لئے ہم ان کے

پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے۔ لہٰذا قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت کریں۔ فقط

المستفتی: محمد شمس الدین سکریٹری نوجوان کمیٹی پچھیا (عیدگاہ) پوسٹ کنیاپور، آسنسول

۸۶/۹۲ھ

الجواب

نماز اعلیٰ ترین عبادت ہے جس کی ادائیگی ہر عاقل بالغ مسلمان پر فرض عین ہے، اس کا منکر عندالشرع دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اور سستی وکاہلی سے چھوڑنے والا، سخت وشدید گنہگار، مستحق عذاب نار، غضب پروردگار میں گرفتار ہے۔ مسلمانوں پر جماعت کی پابندی بھی واجب ہے، نماز کے صحیح ہونے کے لئے صحیح امام کا ہونا لازمی ہے۔ اگر امام صحیح العقیدہ صالح امامت نہیں ہے۔ تو اس کی اقتداء ہی باطل وگناہ ہے، نماز کا فریضہ سر سے نہیں اترا اور گناہ لازم آگیا۔ اس لئے مسلمانوں پر یہ بھی ضروری ہے کہ امام کے انتخاب میں خوب احتیاط سے کام لے کہ خدا عزوجل کی بارگاہ جلالت میں اسے اپنا نمائندہ بنا کر پیش کرنا ہے اگر شخص مذکور صحیح العقیدہ ہے اور امامت کی شرعی صلاحیت رکھتا ہے تو اس کی اقتداء درست ہے اور اگر بدعقیدہ ہے یا بدعقیدوں کو اپنا رہنما مانتا ہے تو اس کی اقتداء باطل ومردود ہے۔ خواہ وہ بہت بڑا عالم وقاری ہی کیوں نہ ہو کہ صلاحیت امامت پر صحت عقائد مقدم ہے۔ آپ لوگ براہ راست ان سے پوچھ لیجئے کہ جس مولوی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مرکر مٹی میں ملنے والا کہا یا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم شریف کو چوپایوں اور پاگلوں کے علم کے ایسا لکھا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی وسعت کو شیطان لعین کے علم سے کم بتایا۔ یا عمل میں بعض امتیوں کو اپنی نبی محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بڑھایا ان سب مولوی نما شیطانوں کے بارے میں اس کا اپنا ذاتی خیال کیا ہے۔ اگر وہ ایسی بکواس کرنے والوں کو مرتد وجہنمی سمجھتا ہے تو شریعت اس پر دیوبندیت کا فتویٰ نہیں دے گی اور اگر دوٹوک فیصلہ کرنے میں لیت ولعل سے کام لیتا ہے۔ یا ان کلمات ملعونہ کے قائلین کو اپنا امام ومقتدا جانتا ہے۔ تو یقیناً وہ بھی اسی گروہ سے ہے۔ من شک فی عذابہ و کفرہ فقد کفر. ''جو شخص اس کے عذاب اور کفر میں شک کرے، وہ کافر ہے۔'' ایسی صورت میں فوراً اسے امامت سے برطرف کرنا فرض ہے۔

اگر فی الحقیقت وہ مولوی منت اللہ مونگیری کا مرید ہے تو ہرگز لائق امامت نہیں کہ پیر کی محبت لازمی طور پر اس کے دل میں ہوگی اور اس کے پیر کے دیوبندی یا دیوبندیت نواز ہونے میں کوئی شک کی گنجائش ہی نہیں ہے مرید ہونے کی صورت میں بھی اس کو امامت سے برطرف کرنا لازم ہے۔ اس کی اقتداء باطل ہے اور اس سے محفلیں پڑھوانا حرام ہے اگرچہ قیام وسلام کرتا ہو کہ یہ سنیوں کو دھوکہ دینے کے لئے ہے۔ فقط والسلام

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۱۱/شوال المکرم ۱۴۰۴ھ

استفتاء ۱۸۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین ان مسئلوں میں کہ:

(۱) ایک شخص صوم وصلوٰۃ کا پابند ہوتے ہوئے اپنی نسبندی کروالیا ہے کیا ویسے شخصوں کو اذان دینا یا امامت کرنا کیسا ہے اور اگر وہ نماز پڑھادے تو اس کے پیچھے ناز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور اگر وہ اذان دیدیا تو قابل قبول ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا!

(۲) امام کو جماعت کے لئے کس طرح نیت کرنی چاہیے۔ نیت اردو میں تحریر کریں۔ بینوا توجروا!

(۳) جنازہ کی نیت امام کو کس طرح کرنی چاہیے جب کہ میت عورت ہے اگر میت مرد ہے تو کس طرح اور مقتدیوں کو یہ معلوم نہ ہو کہ میت عورت ہے یا مرد تو مقتدیوں کو کس طرح نیت کرنی چاہیے۔ نیت اردو میں تحریر کریں۔ اور نابالغ لڑکے نابالغہ لڑکی کی جنازہ ہے تو امام کو اور مقتدیوں کو کس طرح نیت کرنی چاہیے۔ بینوا توجروا!

(۴) کیا جنازہ کی نماز میں بھی امام کو واسطے مقتدیوں کو کہنا چاہیے۔ یا جو میت ہے اس کی نیت کرنی چاہیے۔ بینوا وتوجروا!

(۵) ایک شخص سنی صحیح العقیدہ ہے اور مسئلہ مسائل سے بہت ہی واقف ہے مگر اس کی داڑھی ایک مشت سے کم ہے۔ کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے۔ اگر وہ نماز پڑھادے تو ہم لوگوں کی نماز ہو جائے گی یا نہیں۔ بینوا وتوجروا!

۹۲/۸۶ ے

الجواب

(۱) نسبندی کرنا کرانا حرام ہے جو اس کا مرتکب ہو وہ فاسق وفاجر ہے اس پر توبہ واجب ہے، جب تک توبہ نہ کرے اس کی اذان واقامت درست نہیں۔ اگر توبہ کرلے اور صالح امامت ہو تو اس کی امامت واقتداء درست ہے۔ ورنہ نہیں ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۲) مثلاً نماز فجر کی نیت کرنی ہو تو اس طرح کرے۔ نیت کی میں نے دو رکعت نماز فجر کی فرض واسطے اللہ تعالیٰ کے۔ جو لوگ حاضر ہیں یا حاضر ہوں گے۔ ان کا امام بنکر، چہرہ میرا کعبہ شریف کی طرف پھر تکبیر تحریمہ کہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۳) نیت کی میں نے نماز جنازہ کی فرض کفایہ۔ چار تکبیروں کے ساتھ۔ خداعزوجل کی ثنا اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پڑھتے ہوئے اور اس میت (میت مرد ہو تو مرد کی نیت کرے۔ عورت ہو تو عورت کی نیت کرے۔ نابالغ بچہ یا بچی ہو تو اس کی نیت کرے) کی دعاء کے لئے اس قوم کا امام بنکر (اور اگر مقتدی ہو تو یہ کہے اس امام کی اقتداء کرتے ہوئے)

چہرہ میرا کعبہ شریف کی طرف'' اس کے بعد تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز شروع کرے۔ میت مرد ہو یا عورت یا بچہ اشاروں کے ساتھ اس کی نیت کافی ہے مقتدیوں کے لئے اس قدر نیت بھی کافی ہے۔ کہ نیت کی میں نے نماز جنازہ کی۔ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم!

(۴) اگر مقتدیوں کی نیت نہیں بھی کرے گا تو نماز جنازہ ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

(۵) اس کی امامت ناجائز ہے جو نمازیں پڑھی گئیں اس کا لوٹانا واجب ہے۔ کل صلوٰۃ ادیت مع الکراھۃ التحریمۃ تجب اعادتھا تبین. وھو اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۱۲/شوال المکرم ۱۴۰۴ھ

استفتاء ۱۹۰

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ذیل کے مسئلہ میں:

(۱) ہمارے شہر ہاسپیٹ میں رمضان شریف میں تراویح پڑھانے کے لئے ایک حافظ قرآن کو بلایا گیا یہ حافظ صاحب داڑھی کو کترواکر ایک مشت سے کم رکھتے ہیں اسی لئے کچھ لوگ دوسرے محلہ کی مسجد میں حافظ قرآن تراویح سنا رہا ہے۔ ان کی بھی داڑھی ابھی یکمشت نہیں ہے لیکن یہ کترواتے نہیں ہیں بلکہ انہیں ابھی آرہی ہے اب ایسی صورت میں اس محلہ کے لوگ جس کے امام کی داڑھی ایک مشت سے کم ہے وہ کترواتے ہیں جس کی سبب سے لوگ دوسری مسجد میں جاکر نماز تراویح ادا کرتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟

(۲) جو حافظ داڑھی کو کترواتے نہیں بلکہ ابھی آہی رہی ہے (جمال بال) ان کے اقتدا کا کیا حکم ہے؟

(۳) شریعت پاک میں داڑھی کی کیا مقدار ہے؟

(۴) ایک شخص کہتا ہے کہ ایک مشت داڑھی کا حکم فرض وواجب کے لئے ہے تراویح کے لئے نہیں تراویح سنت ہے کیا اس کا کہنا ٹھیک ہے۔

(۵) تمام مسجدوں کے اماموں کی داڑھی کتروانے کے سبب ایک مشت ہے تو ایسی صورت میں تراویح ترک کریں یا تنہا پڑھیں؟ فقط

المستفتی: سرموپا شاہ قادری، ہاسپیٹ، ضلع بلاری، کرناٹک

۷۸۶/۹۲

الجواب!

(۱) داڑھی کترواکرایک مشت سے کم کرنا حرام ہے: کما حققہ سیدنا المحقق دهلوی علیه الرحمه فی اشعة اللمعات. ''جیسا کہ سیدنا محقق دہلوی نے اپنی کتاب اشعۃ اللمعات میں اس کی تحقیق فرمائی ہے۔'' اس کی اقتداء ناجائز و گناہ ہے۔ صالح امامت کی اقتدا کے لئے دوسری مسجد میں جانا نہ صرف درست بلکہ ضروری ہے۔ وھو اعلم!

(۲) اگر وہ صالح امامت صحیح العقیدہ ہے کسی فسق و فجور میں مبتلا نہیں تو بیشک اس کی امامت درست ہے۔ وھو اعلم

(۳) طول و عرض ہر سہ طرف چار چار انگل (ایک مشت) ہونا واجب ہے سینے تک اس کا پھیلاؤ مستحب ہے۔ ناف کے نیچے ہونا مکروہ ہے اور مشابہت یہود ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم!

(۴) وہ شخص جھوٹ بولتا ہے شریعت پر اتہام باندھتا ہے۔ اس پر توبہ لازم ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم!

(۵) اگر امام کی داڑھی ایک مشت ہے اور دیگر اعتبار سے بھی صالح امامت ہے تو اس کی اقتداء جائز و درست ہے۔ ایسی صورت میں تراویح تنہا پڑھنا ترک سنت ہے۔ جماعت کے ساتھ ہی پڑھنی چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۱۲/شوال المکرم ۱۴۰۴ھ

استفتاء ۱۹۱

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

زید حافظ کلام اللہ ہے تقریباً تین سال سے امامت کا کام انجام دے رہا ہے۔ واضح ہو کہ زید کی والدہ سرکاری ملازمت کرتی ہیں اور پنجوقتہ نمازی (یعنی) صوم و صلوٰۃ کے پابند ہیں ایسی صورت میں زید کی امامت درست ہے یا نہیں اطمینان بخش جواب سے نوازیں۔

المستفتی: محمد قیصر عالم رضوی، آزاد نگر، بوکارو اسٹیل سٹی ۱۱ (ضلع دھنباد)

۷۸۶/۹۲

الجواب!

ملازمت شرعی عیب نہیں۔ لہٰذا زید اگر صالح امامت ہو تو اس کی امامت و اقتدا جائز و درست ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم!

الجواب صحیح و صواب والمجیب نجیح و مثاب
عبدالحافظ رضوی القادری غفرلہ
۲۹/محرم الحرام ۱۴۰۵ھ

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۹/محرم الحرام ۱۴۰۵ھ

استفتاء ۱۹۲

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:
زید مسجد کا امام ہے اور زید شیخ سدّو کا فاتحہ نیاز کرتا ہے بستی کے لوگوں کا کہنا ہے کہ زید کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز ہے اس لئے کہ زید جس کا فاتحہ نیاز کرتا ہے وہ یعنی شیخ سدّو کافروں کی عورتوں پر سوار ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ خصی اور مرغا دو تو چھوڑیں گے ورنہ نہیں۔ کافر ہو کہ مسلم سب کے یہاں جاتا ہے جو خصی و مرغا دیتا ہے تو ٹھیک ہے اور نہیں دیتا ہے تو عورتوں کو پریشان کرتا ہے۔ اور پیٹ سے بچہ غائب کر دیتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ لہٰذا حضور عالی سے عرض یہ ہے کہ زید کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نادرست اصول شرع کے مطابق جواب عنایت فرمادیں۔ عین نوازش ہوگی۔

المستفتی: محمد قاسم، موضع محمد پور بارہ حاشاپور، نوادہ

۸۶/۹۲ ۷

الجواب

شیخ سدّو کے نام سے فاتحہ دینا حرام ہے کہ وہ منجملہ شیاطین کے ہے اور جو مرتکب حرام ہو اس کی اقتداء ناجائز ہے اگر وہ توبہ کرے اور صالح امامت ہو تب اسے منصب امامت پر بحال رکھا جائے ورنہ منصب امامت سے فوراً معزول کر دینا واجب ہے۔
فی الدر المختار فی تقدیمہ تعظیمہ وقدوجب علیھم اھانتہ شرعا وفی الھدایۃ لانہ لایھتم لامر دینہ. ''درمختار میں ہے اور اس کو امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شرعاً اس کی اہانت واجب ہے اور ہدایہ میں ہے کیونکہ وہ امور دینیہ کا خیال نہیں رکھتا ہے۔''
وھو تعالیٰ اعلم!

الجواب صحیح وصواب والمجیب نجیح ومثاب	عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ
عبدالحافظ رضوی القادری غفرلہ	کتبہ
۲۹/محرم الحرام ۱۴۰۵ھ	۲۹/محرم الحرام ۱۴۰۵ھ

استفتاء ۱۹۳

مسئلہ: جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حیدر نگر کی مسجد میں صرف جمعہ کی نماز پڑھانے کیلئے امام رکھے گئے ہیں جو صرف اردو مڈل اسکول کے ماسٹر ہیں نہ وہ عالم ہیں اور نہ حافظ اور حیدر نگر کی مسجد میں

کافی تعداد میں جماعت ہوتی ہے حیدر نگر کی مسجد میں جمعہ کے روز کئی حافظ جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے آتے ہیں تو اس مسئلہ میں صاف صاف تحریر فرمائیں کہ حافظ کی نماز اس ماسٹر صاحب کے پیچھے ہوتی ہے۔ یا نہیں جب کہ امام صاحب جان رہے ہیں کہ حافظ صاحبان تشریف لائے ہوئے ہیں سب حافظ حیدر نگر کے ارد گرد رہتے ہیں اور مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے آتے ہیں شرعی مسئلہ میں سے بہت جلد آگاہ کریں۔ عین کرم ہوگا۔

المستفتی: حافظ محمد سلیم الدین، مقام نبی پور، پوسٹ: حیدر نگر، ضلع پلاموں

۹۲/۸۶ء

الجواب

وعلیکم والسلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

امام صحیح العقیدہ صحیح القرأۃ اور مسائل طہارت ونماز کا جاننے والا ہونا چاہیے۔ اگر امام ان صفات مذکورہ سے متصف ہے تو لائق امامت ہے اور جب حیدر نگر کے مسلمانوں نے اسے اپنا امام منتخب کر لیا ہے تو امام ہونے کا حقدار وہی ہے۔ ہاں وہ اگر اپنی رضا وخوشی سے کسی دوسرے عالم وحافظ کو جو صالح امامت ہو امامت کے لئے آگے بڑھا دے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ امام کے لئے نہ عالم حافظ ہونا ضروری اور نہ کسی اسکول ہندی واردو کا ماسٹر ہونا عیب بلکہ انہی صفات کا امام میں ہونا ضروری ہے جس کا ذکر ہوا اگر وہ صحیح العقیدہ نہیں ہے تو کسی کی نماز نہیں ہوگی۔ اور اسے امامت کے لئے منتخب کرنے والے لوگ بھی سخت وشدید گنہگار مستحقین عذاب نار ہوں گے یا اگر وہ صحیح القرأۃ نہیں تو صحیح خواں کی نماز اس کے پیچھے نہیں ہوگی۔ **وھو تعالیٰ اعلم!**

الجواب صحیح وصواب والمجیب نجیح ومثاب
عبد الحافظ رضوی القادری غفرلہ
۳/ صفر المظفر ۱۴۰۵ھ

عبد الواجد قادری غفرلہ خادم دار الافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۳/ صفر المظفر ۱۴۰۵ھ

استفتاء ۱۹۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

میں نے بلا ٹکٹ ٹرین اجمیر شریف کا سفر کیا میں غریب آدمی ہوں اتنا پیسہ نہیں کہ ٹکٹ خرید تا محبت خواجہ میں بلا ٹکٹ اجمیر شریف روانہ ہو گیا۔ اور واپس بھی بلا ٹکٹ آ گیا۔ اور میں امامت کرتا ہوں۔ اڑیسہ کا رہنے والا ہوں لوگ کہتے ہیں کہ تمہارے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔ میرے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟

توبہ کرنی ہوگی یا نہیں میں امامت کرسکتا ہوں یا نہیں، جیسا حکم ہو، جواب دیں۔

المستفتی: شیخ محمد شمیر الدین قادری، امام مسجد بالیسر کیراف صوفی عبدالصمد برن پور ضلع بردوان

۸۶/۹۲ ۷

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــ!

مسلمانوں کو حلال نہیں کہ وہ اپنی عزت و ناموس کو خطرے میں ڈالے اور دجل و فریب کے ساتھ سفر کرے۔ کافر حربی کو بھی دھوکہ دینا جائز نہیں ہے۔ لہٰذا اب سائل کی توبہ کی محتاط و آسان صورت یہ ہے کہ جہاں تک کا سفر بے ٹکٹ کیا ہے وہاں سے وہاں تک کا ٹکٹ خرید کر ضائع کردے۔ یعنی ٹکٹ خریدنے میں مسافت سفر کا خیال رکھے۔ سواری کی اُجرت چونکہ اس کے شرط کے خلاف تاخیر طویل سے ادا کر رہا ہے۔ اس لئے اس کو معافی بھی طلب کرنا چاہیے۔ اور یہ متعذر ہے۔ لہٰذا خدا کی بارگاہ میں توبہ (خفیہ) بھی کرے پھر اگر مسائل میں صحتِ امامت کے شرائط پائے جاتے ہیں تو امامت بھی کرسکتا ہے۔ **وھو تعالیٰ اعلم**

الجواب صحیح و صواب و المجیب نجیح و مثاب
عبدالحافظ رضوی القادری غفرلہ
۱۳/صفر المظفر ۱۴۰۵ھ

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ
کـــــــــــــــتـــــــــــــــبـــــــــــــــہ
۱۳/صفر المظفر ۱۴۰۵ھ

استفتاء ۱۹۵

مسئلہ: بحضور سید و سندی حضرت مولانا مفتی صاحب دامت برکاتہم العالیہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ عرض ہے کہ بقرعید میں پوری بستی والے امام صاحب کو کھال کا کچھ کچھ پیسہ بطور مدد غریبی کی بناء پر دیئے ہیں اور قانون شریعت میں اس کا مسئلہ بھی درج ہے کہ دے سکتے ہیں اور بہار شریعت کا حوالہ ہے اب صدر صاحب کا کہنا ہے کہ امام کے پیچھے نماز نہیں ہوگی۔ یہ صدقہ کھانے والا ہے باقی تمام گاؤں والے کا کہنا ہے کہ جب قانون شریعت میں ہے اور حوالہ بہار شریعت کا ہے تو ٹھیک ہے۔ لہٰذا مفتی صاحب قبلہ سے التماس ہے کہ شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے اور کیا فتویٰ ہے اور جہالت کا فتویٰ لگانے پر شریعت کا کیا حکم ہے صدر صاحب ابھی تک گاؤں چھوڑ کر دوسری جگہ نماز ادا کرنے جاتے ہیں۔

المستفتی: عبدالعزیز فیضی

۸۶/۹۲ ۷

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــ!

سلام رحمت! چرم قربانی یا اس کا پیسہ امام صاحب کو دینا جائز ہے خصوصاً ایسی صورت میں نہایت اجر و ثواب کا باعث ہے

جب کہ وہ امداد واعانت کا مستحق ہو صدر صاحب کا اعتراض خلاف شرع ہے ان کو امام صاحب سے معافی طلب کرنی چاہیے۔
امام مذکور اگر دیگر اعتبار سے صالح امامت ہو تو اس کی اقتدا جائز و درست ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم!

الجواب صحیح و صواب و المجیب نجیح و مثاب
عبدالحافظ رضوی القادری غفرلہ
یکم ربیع النور ۱۴۰۵ھ

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
یکم ربیع النور ۱۴۰۵ھ

استفتاء ۱۹۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ہذا میں کہ:

(۱) زید کہتا ہے (جو امام ہیں) کہ جو شخص نماز و روزے کا پابند نہیں وہ مسلمان نہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ جو نماز روزے کا پابند نہیں وہ مسلمان ہے کہ نہیں اور اگر ہے تو ایسا کہنے والا کیا ہے اور اس کی اقتداء درست ہے کہ نہیں از روئے شرع تشفی بخش جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا و توجروا!

(۲) زید سنی عالم ہے اور وہ نماز پڑھا رہے ہیں نماز میں کوئی غلطی واقع ہوئی یعنی پہلی رکعت میں سورۂ کافرون اور دوسری رکعت میں سُوْرَۃُ لَھَبْ پڑھی بعد نماز ان سے بکر نے کہا کہ ذرا خیال سے نماز پڑھائیں تو زید نے جواب دیا کہ ارے غلطی تو بڑے بڑے انبیائے کرام سے ہوئی ہے میں تو انسان ہوں اور مثال کے طور پر اس نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار نماز پڑھا رہے تھے وہ نماز چار رکعت والی تھی لیکن آپ نے قعدۂ اولیٰ کیا ہی نہیں تو یہ کیا ہے بھول ہی تو ہے اور بھول معنی غلطی ہے اور مجھ سے یہی تو ہوا ہے پھر ایک شخص نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلطی ٹھہرانے والا کافر ہے۔ لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ جو شخص انبیاء کرام کی غلطی کا مقر ہو ایسے امام کی اقتدا میں نماز درست ہے یا نہیں اور جو نماز ان کی اقتداء میں پڑھی جا چکی ہیں اس نماز کیا کیا حکم ہے۔ مزید امام صاحب کی خواہش ہے کہ امامت کرتے رہیں تو ان پر توبہ ضروری ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد انور حسین گرام برنی ڈیہہ، پوسٹ اکوری ڈیہہ، ضلع گریڈیہہ
۹۲/۷۸۶

الجواب!

جو مسلمان نماز روزہ کا پابند نہیں وہ شدید ترین گنہگار مستحق عذاب نار غضب قہار و جبار میں گرفتار ہے ائمہ اسلام رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین فاسق و فاجر مستحق تعزیر اور بعض صحابہ کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک کافر ہے امام الائمہ سیدنا امام

اعظم ابوحنیفہ نعمان ابن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک بے نمازی بدترین فاسق وفاجر تو ہے لیکن کافر نہیں ہے۔
لقوله عليه الصلوٰة والسلام لاتكفره بذنب ولاتخرجه عن الاسلام بعمل. ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پاک کی وجہ سے کہ (تین چیزیں اصل ایمان میں داخل ہیں لا الہ الا اللہ کہنے والوں سے زبان کو روکنا) اسے کسی گناہ کے سبب کافر نہ کہنا اور کسی عمل پہ اسلام سے خارج نہ کہنا۔'' (رواہ ابوداؤد) مرتکب کبائر کو محض اس کے عمل کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج کرنا اور کافروں میں شمار کرنا مسلک حنیف سے عدول اور امام مذکور کی سخت بھول ہے اور اگر وہ صالح امامت ہے تو بعد رجوع اس کی اقتداء درست ہے۔ **وهو تعالیٰ اعلم!**

(۲) صرف اتنی سی بات پر کہ ذرا خیال سے نماز پڑھائیں زید کا برافروختہ ہوجانا اور انبیائے معصومین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ذوات مقدسہ کی جانب غلطی کا انتساب محض اس واسطے کہ اپنی غلطی پر پردہ ڈالا جائے شدید جرأت سخت حرمان نصیبی اور بے ادبی ہے ایسی جرأت وہی کرسکتا ہے جسے بدمذہبیت وہابیت کی ہوا لگ چکی ہو **العیاذ باللہ تعالیٰ** بالفرض اگر امام مذکور بدعقیدہ ہو یا بدعقیدوں سے متاثر ہو تو اس کی اقتداء باطل ہے۔ اور اگر بدعقیدہ نہ ہو تو فوراً اس کو اپنے قول بدتر از بول سے توبہ کرکے احتیاطاً تجدید ایمان ونکاح کرنا چاہیے۔ انبیائے کرام علیہم السلام سے سہو کا صدور محال تو نہیں مگر تعلیم امت کے لئے ہوا کرتا تھا اسے غلطی سے تعبیر کرنا تقاضائے ایمان کے خلاف ہے امام مذکور اگر بدعقیدہ دیوبندی وہابی ہے تو جتنی نمازیں شروع سے اب تک اس کی اقتداء میں پڑھی گئیں سب کو پھر سے پڑھنا فرض ہے اور اگر بدعقیدہ نہیں ہے بلکہ سنی صحیح العقیدہ ہے اور صالح امامت بھی ہے تو قول مذکور سے قبل جتنی نمازیں پڑھی گئی وہ سب صحیح ہیں اور بعد کی نمازوں کا لوٹانا اشد ضرور ہے اگر اس نے توبہ وتجدید ایمان ونکاح نہیں کیا ہو۔

امام صاحب اگر صالح امامت ہوں تو توبہ اور تجدید ایمان ونکاح (اگر بیوی رکھتے ہوں) کے بعد منصب امامت پر فائز کئے جاسکتے ہیں: **هذه المسئلة كلها مصرحة فی كتب العقائد والكلام وفصلها ائمة الاعلام فی كتاب السير والاحكام.** ''یہ سارے مسائل کتب عقائد وکلام میں مصرح ہیں اور ائمہ عظام نے کتاب السیر والاحکام میں اس کی تفصیل بیان کی ہے۔'' **والله تعالیٰ اعلم وهو العلام وصلی الله تعالیٰ علی سیدنا ومولانا محمد واله وصحبه وبارک وسلم۔**

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۳/ ربیع النور شہر وسرور ۱۴۰۵ھ

الجواب صحیح وصواب والمجیب نجیح ومثاب
عبدالحافظ رضوی القادری غفرلہ
۳/ ربیع النور شہر وسرور ۱۴۰۵ھ

استفتاء [۱۹۷]

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماۓ دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:
زید اپنی بستی میں امامت کی خدمت انجام دے رہا تھا دورِ امامت ہی میں ایک دن زید اپنے بھتیجے کے گھر گیا چونکہ زید کا بھتیجا زید کا کچھ روپیہ قرض لئے ہوئے تھا۔ سوءِ اتفاق زید کا بھتیجا گھر پر موجود نہیں تھا تو زید نے اس کے زوجہ یعنی (بہو) سے دروازہ پر کھڑے ہوکر اپنے بھتیجے کے متعلق دریافت کیا عدم موجودگی کا علم ہوتے ہی زید دروازے سے واپس ہوگیا زید کے واپسی کے کچھ ہی دیر بعد زید کے بھتیجا کی زوجہ نے محلّہ میں آ کر شور مچانا شروع کیا کہ میرے سسر نے میرے گھر میں جاکر میرے دونوں ہاتھوں کو پکڑ لیا اور میں اسے جھٹک بھاگی ہوں یہ خبر سارے محلّہ میں گشت کرگئی مسجد کے صدر تک جب یہ خبر پہونچی تو صدر صاحب نے اس عورت کو امام صاحب کے سامنے بیان دینے کو کہا تو اس نے اُن کے سامنے وہی بیان دیا جو اوپر تحریر کیا گیا مزید اس نے گواہ کا نام پیش کیا کہ گواہ موجود ہیں دونوں گواہوں نے گواہی دی کہ امام صاحب آئے تھے اور دروازہ ہی سے دریافت کرکے لوٹ گئے اور کوئی دوسری بات نہیں ہوئی۔ امام مذکور کی عمر تقریباً ستر سال ہے مزید لوگوں نے امام صاحب سے کہا کہ آپ قسم کھائیں تو امام صاحب نے قرآن شریف لیکر قسم کھائی کہ سراسر یہ الزام ہے میں بےقصور ہوں قسم کھانے کے باوجود لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ آپ کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ امام صاحب کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں۔

المستفتی: نظر الحسن فردوسی کیراف بچیا ماری، مسجد روڈ، مقام و پوسٹ: کیتہ ڈبیہ، ٹاٹا نگر
۹۲/۸۶ء

الجواب

برتقدیرِ صحت سوال زید مذکور کے بھتیجے کی بیوی کا الزام ازروئے شرع شریف ثابت نہیں ہوسکا۔ **لقوله علیه السلام والسّلام اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِیْ الخ** ۔ ”حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پاک کی وجہ سے کہ گواہ مدعی پر لازم ہے اور قسم انکار کرنے والے پر۔“ لہٰذا الزام لگانے والی عورت پر واجب ہے کہ زید سے معافی طلب کرے اور توبہ استغفار کرے۔ زید اگر صالح امامت ہے تو اس کی اقتداء جائز ہے۔ الزام مذکور عائد کرنے کی وجہ سے صلاحیت امامت زائل نہیں ہوئی۔ **واللّٰہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم!**

الجواب صحیح وصواب والمجیب نجیح ومثاب
عبدالحافظ رضوی القادری غفرلہ
۲۶ رصفر المظفر ۱۴۰۵ھ

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتــــــــــــــــبہ
۲۶ رصفر المظفر ۱۴۰۵ھ

استفتاء ۱۹۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) زید کی ماں ایک کارخانہ میں ملازمت کرتی ہے ہزاروں مزدوروں کے ساتھ مل کر کام کرتی ہے ڈیڑھ میل راستہ پیدل آتی جاتی ہے پردہ بالکل ہی نہیں ہے اسی کی کمائی سے زید بڑھا، پڑھا، جوان ہوا، خود زید کا باپ زندہ ہے زید امامت کرتا ہے کیا اس کی امامت درست ہے اور اس کے پیچھے نماز جائز ہے؟

(۲) زید کی ڈاڑھی بھی ایک مشت سے کم ہے چہرے کی بالوں کو بہت نیچے سے چھلوا کر خط بنواتے ہیں۔

(۳) عمرو بکر کئی عالم دین یہاں پر ہیں اور اکثر و بیشتر زید کی اقتداء میں نماز پڑھتے ہیں ان علماء نے بھی خاموشی اختیار کر رکھی ہے۔

(۴) ایسے امام کی اقتداء میں نماز پڑھنے والے مقتدیوں کے بارے میں کیا حکم ہے اور پڑھی گئی نمازوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا!

المستفتی: محمد فاروق رضوی آزادنگر، بوکارو اسٹیل سیٹی، ضلع دھنباد

۷۸۶/۹۲

الجواب

(۱) زید اگر دیگر اعتبار سے صالح امامت ہے تو اس کی امامت واقتداء دونوں درست ہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۲) امام کی ڈاڑھی اگر فی الحقیقت ایک مشت سے کم ہے کہ وہ ڈاڑھی چڑھاتا ہے تو اس کی امامت مکروہ تحریمی نمازیں جو پڑھی گئی واجب الاعادہ ہیں۔ وھو اعلم

(۳) جب علمائے دین اقتداء کرتے ہیں تو ظاہر ہے کہ زید متبع شریعت صالح امامت ہوگا جب تک خلاف شرع امور ان کی نگاہ میں نہیں آئیں گے انہیں اعتراض کا حق بھی نہیں ہے اور بے وجہ اعتراض کر کے وہ گنہگار ہونا بھی نہیں چاہتے ہیں۔ وھو اعلم

(۴) کیسے امام کے متعلق سوال ہے سائل نے واضح نہیں کیا اگر حد شرع سے کم ڈاڑھی رکھنے والے کے متعلق سوال ہے تو اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا گناہ اور پڑھی گئی نمازوں کا لوٹانا واجب ہے۔ وھو اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۴؍ ربیع النور ۱۴۰۵ھ

استفتاء ۱۹۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:
ایک ٦٦/ چھیاسٹھ سالہ ضعیف صالح متقی امام مسجد پر ایک ان پڑھ بے نمازی جوان عورت نے الزام لگایا کہ انھوں نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور مخصوص جگہوں کو پکڑنے کی کوشش کی اس کی پنچائیت ایک ہندو پردھان نے کیا اور امام صاحب کو امامت سے الگ کردیا گیا اس کے متعلق مندرجہ ذیل سوالات کے شرعی جوابات عنایت فرمائیے۔

(۱) کیا کسی غیر مسلم پردھان کو اس فیصلہ کا اختیار ہے۔ اور اس کا فیصلہ شرع کے مطابق ہے؟
(۲) اس معاملہ میں زید کی بیوی ان پڑھ بے نمازی عورت کا بیان اہمیت رکھتا ہے یا امام کا؟
(۳) کیا امام سے مسجد میں قرآن اٹھوانا اور قسم کھلانا صحیح ہوگا یا اس کی کوئی دوسری صورت بھی ہے؟
(۴) اگر اپنے اپنے معاملے میں مذکورہ عورت اور امام دونوں ہی قسم کھالیں تو کیا ہوگا؟
(۵) امام مذکور کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے وہ امامت کرسکتے ہیں؟
(٦) اس معاملہ میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا؟

المستفتی: منالاری کیر آف لاری روڈ لائنس، جی ٹی روڈ چنداسی، مغل سرائے، ضلع وارانسی (یوپی)

۹۲/۸٦ء

الجواب!

(۱) نہ اسے شرعی فیصلہ دینے کا حق ہے اور نہ اس کا فیصلہ شرعی اصول کے مطابق ہے۔ وھو اعلم
(۲) بغیر شہادت کے زید کی بیوی کا بیان محض بہتان ہے۔ نا قابل سماعت ہے۔ وھو اعلم
(۳) زید کی بیوی مذکورہ عورت اپنے دعوے کو گواہان شرعی سے ثابت کرے اگر ثابت نہ کرسکے تو وہ جھوٹی ہے اس کے جھوٹے دعوے پر مدعا علیہ سے قرآن اٹھانے کا مطالبہ صحیح نہیں ہے۔ ہاں اگر دعویٰ پورے طور پر ثابت نہ ہوسکے تو مدعا علیہ سے حلفیہ بیان لیا جائے گا۔ وھو اعلم!
(۴) زید کی بیوی کی قسم کا اعتبار نہیں کہ وہ بحیثیت مدعیہ ہے ہاں امام کی قسم کا اعتبار ہوگا کہ وہ مدعا علیہ ہے۔ اور قسم کے بعد مدعیہ مجرمہ قرار پاکر شرعی سزا کا مستحق ہوگی۔ وھو اعلم
(۵) جب جرم ثابت نہیں ہوا۔ اور وہ صالح امامت ہے تو بیشک اس کی اقتداء وامامت درست ہے۔ وھو اعلم

(٦) مندرجہ بالا جوابوں میں واضح ہو چکا ہے۔امام کو منصب امامت سے معزول کرنا درست نہیں ہوا لوگ اس امام سے معافی طلب کریں جنہوں نے امامت سے انہیں الگ کیا۔امام اگر صالح امامت ہے تو دوبارہ اس منصب پر فائز کریں۔واللہ تعالیٰ اعلم!

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

١٩/ ربیع الثانی ١٤٠٥ھ

استفتاء ٢٠٠

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:
ایک عالم دین ہے جو کہ مقرر، خطیب امام، اور مدرس بھی ہے لیکن اس نے طلبہ کے ساتھ برا حرکت کیا وہ یہ کہ اس نے مجبور کر کے بدن دبوایا لڑکوں کا بیان ہے کہ میری اور اپنی لنگی کھول کر برائی بھی کی بوسہ بھی لیا ایسی حرکت کرنے والوں کے پیچھے نماز پڑھنی۔اس کی تقریر سننا یا ایسے مدرس کو مدرسہ میں رکھنا کیسا ہے؟ اور ایسے عالم کی طرفداری کرنے والوں پر کیا حکم نافذ ہوتا ہے اور اس برا فعل کرنے والے عالم دین کے نکاح میں کوئی ضرب آیا ہے یا نہیں؟

المستفتی : محمد غفران حنیف، حبیب پور، بھاگلپور

٧٨٦/٩٢

الجواب

شخص مذکور بدترین فاسق وفاجر مستحق عذاب نار وغضب خداوندی میں گرفتار ہے اس کو امام بنانا گناہ اقتداء مکروہ تحریمی پڑھی گئی نمازوں کا لوٹانا واجب صلوٰۃ ادیت مع کراھۃ التحریمۃ تجب اعادتھا الخ وفی ردالمحتار ولان فی تقدیمہ تعظیمہ وقدوجب علیھم اھانتہ شرعاً الخ۔"جو نماز کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی اس کا اعادہ واجب ہے اور ردالمحتار میں ہے کہ فاسق کو امامت کے لئے مقدم کرنے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شرعاً مسلمانوں پر فاسق کی اہانت واجب ہے۔"

منصب امامت وتدریس سے اسے معزول کرنا مسلمانوں پر لازم ہے اور اس کی تقریر سننے سے پرہیز ضروری ہے۔ آنانکہ گمراہ ہست کرا رہبری کند۔ قال تعالیٰ: وَلَاتَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا (ھود:١١٣) "اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمہیں آگ چھوئے گی۔" (ترجمہ کنزالایمان) ایسے بدکردار معصیت شعار کی طرفداری ناجائز و گناہ ہے: قال تعالیٰ: وَلَاتَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔"اللہ تعالیٰ نے فرمایا گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو۔" (ترجمہ کنزالایمان) اس کے نکاح میں کوئی

فرق نہیں آیا۔ وھو تعالیٰ اعلم!

کتبہ
عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
۱۰ ربیع الثانی ۱۴۰۵ھ

استفتاء ۲۰۱

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:
زید امام ہوتے ہوئے اپنی بیوی کا نسبندی کرا چکے ہیں ایسے امام کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں وہ امامت پر اڑے ہوئے ہیں ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟ زید کے گاؤں میں دو مسجد ہے ایک کا امام دیوبندی ہے، اس کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں اور اگر پڑھی تو واجب الاعادہ ہے یا نہیں؟ جمعہ کی اذان ثانی اندرون مسجد دینی چاہیے یا باہر؟ حَیَّ عَلَی الْفَلَاح پر کھڑا ہونا سنت ہے یا نہیں؟ بعد دفن قبر پر اذان دینا جائز ہے یا نہیں؟
المستفتی: محمد منیف قریشی مقام بلونتری، پوسٹ: گوری رام، رہتاس، بہار
۸۶/۹۲ ء

الجواب!

نسبندی جس سے نسل انسانی منقطع ہوجائے حرام ہے اور حرام کا تعاون بھی حرام ہے لہٰذا امام مذکور پر توبہ واجب ہے۔ بعد توبہ اگر وہ صالح امامت ہے تو اس کی اقتداء میں نمازیں درست ہیں۔ وھو اعلم

دیوبندی اپنے عقائد کفریہ خبیثہ کی وجہ سے علماء حرمین شریفین اور تمام بلاد اسلام کے علماء حقانی کے نزدیک دین اسلام سے خارج و مرتد ہیں کمافی حسام الحرمین. ''جیسا کہ حسام الحرمین میں ہے۔'' ان کی اقتداء باطل محض ہے۔ فرضیت نماز سر سے نہیں اتری اور اقتداء کرنے کا گناہ الگ ہوا۔ جس نے اس کی اقتداء میں نماز پڑھی اس کا اعادہ فرض ہے اور توبہ کرنا بھی واجب ہے کہ اس کو امام بنایا۔ لان فی تقدیمه تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعا (ردالمحتار)۔ ''اس لئے کہ فاسق کو امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شرعاً مسلمانوں پر فاسق کی اہانت واجب ہے۔'' وھو اعلم!

اذان ثانی اور دیگر تمام اذانیں خارج مسجد میں کہنی چاہیے۔ ولایوذن فی المسجد کمافی الهندیة وغیرها.
''مسجد میں اذان نہ دی جائے جیسا کہ ''عالمگیری'' وغیرہ میں ہے۔'' وھو اعلم

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک حی علی الفلاح ہی پر نماز کے لئے کھڑا ہونا چاہیے۔ کمافی الفتح وفی شرح الوقایه. لایقوم القوم والامام حتی اذاقال المکبر حی علی الصلوٰة او الفلاح. ''جیسا کہ فتح اور شرح وقایہ میں ہے کہ جب تک مکبر حی علی الصلوٰة یا حی علی الفلاح نہ کہے اس وقت تک امام و مقتدی کھڑے نہ ہو۔'' وھو اعلم

بعد دفن قبر کے نزدیک اذان کہنا جائز ہے عدم جواز کی کوئی صراحت نہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم!

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۹/ربیع الثانی ۱۴۰۵ھ

استفتاء ۲۰۲

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین فضلائے شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) ہمیشہ ایک وقت کی نماز قضا کرنے والا امامت کا حقدار ہو سکتا ہے اور اس کے پیچھے نماز درست ہو سکتی ہے؟

(۲) کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ وہ انسان کہ جس کا شمار قاتل میں ہے اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

(۳) ایسا انسان جو لوگوں کی نظر میں زنا کار کی حیثیت سے جانا پہچانا جاتا ہے اور لوگ اسے یقینی طور پر زانی سمجھتے ہیں ایسے انسان کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ شریعت میں ایسے انسان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(۴) کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایسا مسلمان ہو جو چوروں کا ساتھ دیتا ہو اور چوری میں شریک ہوتا ہو، کیا وہ امامت کر سکتا ہے؟

(۵) ایسا مسلمان جو عام طور پر بازاروں میں تجارت کی غرض سے بیٹھتا ہو وہ امامت کا حقدار ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(۶) کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں، ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کو حقیر نگاہ سے دیکھنا کیسا ہے؟

(۷) کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں، ایک نمازی مسلمان دوسرے بے نمازی مسلمان کو کافر کہے یہ کیسا ہے؟ نیز اس کا یہ کہنا کہ جو مسلمان نماز نہیں پڑھتا ہے اس کے یہاں کا کھانا جائز نہیں ہے اور خود کافروں کے یہاں شراد میں کھانے میں شریک رہتا ہو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد شریف، مقام حسن پور، پوسٹ پرسونی

۹۲/۸۶ء

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــ!

(۱) عمداً کسی ایک وقت کی نماز قضا کرنا گناہ کبیرہ و فسق ہے اور اس کی عادت بنانے والا افسق ہے۔ وہ لائق امامت نہیں جب

تک توبہ نہ کرے اور ترک نماز کی عادت نہ چھوڑے، حاشیہ علائی میں ہے: فی تقدیمه تعظیمه وقد وجب اهانته شرعاً الخ. "فاسق کو امامت کے لئے آگے بڑھانے میں اس کی تعظیم ہے جب کہ شرعاً اس کی اہانت واجب ہے۔" پیش از توبہ اس کی اقتدا مکروہ تحریمی ہے اور نمازیں واجب الاعادہ ہوں گی۔ درمختار میں ہے: كل صلوة اديت مع كراهة التحريم تجب اعادتها الخ. "ہر وہ نماز جو مکروہ تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی اس کا اعادہ واجب ہے۔" وهو تعالیٰ اعلم

(۲) بے وجہ شرعی کسی مسلمان کا قاتل بھی فاسق وفاجر مستحق عذاب نار ہے۔ مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءُهٗ جَهَنَّمُ. "اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے۔" اس کی اقتدا بھی ناجائز وگناہ ہے۔ وهو تعالیٰ اعلم

(۳) ایسے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ اگر الزام زنا بطریق شرعی ثابت ہو جائے تو ملزم پر توبہ واستغفار فرض ہے ورنہ الزام لگانے والوں پر ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً. "پھر چار گواہ معائنہ کے نہ لائیں تو انہیں اسی کوڑے لگاؤ۔" وهو تعالیٰ اعلم.

(۴) امامت نہیں کر سکتا۔ اسے امام بنانا گناہ ہے۔ وهو تعالیٰ اعلم

(۵) اگر لائق امامت ہے تو امامت کا حقدار ہو سکتا ہے۔ تجارت کی غرض سے بازاروں میں بیٹھنا عیب نہیں ہے۔ وهو تعالیٰ اعلم

(۶) حرام ہے۔ وهو تعالیٰ اعلم

(۷) اہل تقویٰ کو تہدیداً بے نمازیوں کے یہاں کھانے پینے سے پرہیز کرنا چاہئے اور سراد کے کھانے سے تو بدرجہ اولیٰ پرہیز لازم ہے کہ ہنود عموماً ناپاکیوں میں مبتلا رہتے اور برتنوں کی پاکی وناپاکی کا بھی مطلق خیال نہیں کرتے۔ لیکن بے تحقیق حرام وناپاکی بے نمازیوں یا ہنود کے یہاں کھانے کو عدم جواز کا فتویٰ بھی نہیں دے سکتے۔ لان الاصل فی الاشياء اباحة. "اس لئے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے۔" بے نمازی اشد ترین فاسق وفاجر بدترین گنہگار مستحق عذاب نار ہے۔ بایں ہمہ کافر نہیں ہے۔ اسے کافر کہنا حدود شرعیہ کو پار کرنا، اپنے آپ کو گنہگار کرنا ہے۔ لقوله عليه الصلوٰة والسلام لاتخرجه عن الاسلام بعمل ولاتكفره بذنب اوكما قال رواه ابو داؤد. "کسی عمل کی وجہ سے اسلام سے خارج نہیں ہوگا نہ ہی ارتکاب گناہ کی وجہ سے کسی کی تکفیر کی جائیگی۔ اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی فرمایا ہے اس حدیث کو ابوداؤد نے روایت کی ہے۔" اس نمازی کو چاہئے کہ توبہ کرے اور تجدید ایمان بھی۔ والله سبحانه وتعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح

عبدالحافظ رضوی القادری، خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار پٹنہ

۱۰/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۴ھ

کتبہ

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۱۰/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۴ھ

استفتاء ۲۰۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے متعلق کہ
زید اپنے گاؤں کی مسجد کا پیش امام ہے اور زید کے گاؤں میں بدمذہبوں، وہابیوں، دیوبندیوں، غیر مقلدوں کی کوئی جماعت نہیں ہے۔ چند افراد ہیں بھی تو ان کا کوئی شمار نہیں۔ اس کے باوجود زید اپنی تقریروں میں مذکورہ جماعتوں کی برائیاں اور خامیاں بیان کرتا رہتا ہے اور ان کی بدعقیدگی کا اظہار کرتا رہتا ہے۔ کیا زید کو ایسا کرنا چاہئے؟ اس کے گاؤں میں بدعقیدہ لوگ برائے نام ہیں۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کی وضاحت کریں۔

المستفتی: رفیق احمد رضوی عفی عنہ، مدرسہ غوثیہ، ریلی گرہا، ہزاری باغ

۹۲/۷۸۶

الجواب ــــــــ بعون الملک الوہاب ــــــــ!

بدعقیدوں کی بدعقیدگی کا اظہار ضروری ہے۔ خصوصاً ایسے مقامات پر جہاں بدعقیدگی سرایت کر رہی ہو۔ زید جو امامت کے منصب جلیل پر فائز ہے۔ اس کو ایسا کرنا ہی چاہئے تاکہ لوگ اس سے اچھی طرح باخبر ہو جائیں۔ عن ابی امامة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم اهل البدع کلاب اهل النار۔ ''حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بدعقیدہ جہنمیوں کے کتے ہیں۔'' وعن النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم اهل البدع شر الخلق والخلیقة. قال العلماء الخلق الناس والخلیقة البهائم. الخ. ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ بدعقیدے خلق اور خلیقہ میں سب سے برے ہیں علماء فرماتے ہیں کہ خلق سے مراد آدمی ہیں اور خلیقہ سے مراد جانور۔'' خیر الازمنہ میں بدعقیدگی اثرات نہیں تھے پھر بھی ہادی عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی نحوست و برائی کا اعلان فرمایا کہ بدعقیدے جہنمیوں کے کتے ہیں بدعقیدے تمام لوگوں اور جانوروں چارپایوں سے بدتر ہیں وغیرہ وغیرہ۔ تو فی زمانہ اس کی نحوست و بدعقیدگی سے لوگوں کو خبردار کرنا اشد ترین ضرورتوں میں سے ہے۔ لہٰذا زید کا طریقہ وعظ ونصیحت صحیح ودرست ہے۔
واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۲۰/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۴ھ

الجواب صحیح
عبدالحافظ رضوی القادری، خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار پٹنہ
۲۰/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۴ھ

استفتاء ۲۰۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین میں کہ
مولینا رفیق احمد رضوی مصباحی کے بارے میں جنھوں نے خطبہ جمعہ سے قبل اثنائے تقریر میں غیبت کرنے والوں اور پس پشت لوگوں کی برائیاں بیان کرنے والوں کو کم ظرف، نادان، بدکردار، عذاب خدا کا مستحق، گنہگار قرار دیا تو کیا مولینا رفیق احمد کو منبر پر مذکورہ بالا کلمات استعمال کرنا چاہئے یا نہیں۔
کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اس قسم کے الفاظ کا استعمال جائز نہیں اور ایسا آدمی قابل امامت نہیں۔ لہذا قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد سلطان، سکریٹری انجمن غوثیہ، ریلی گڑھا، ہزاری باغ (بہار)

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــ!

الفاظ مذکورہ کے استعمال کرنے میں کوئی حرج شرعی نہیں ہے۔ مولٰنا رفیق احمد صاحب اگر صالح امامت ہیں تو الفاظ مذکورہ کے استعمال کی وجہ سے ان کی صلاحیت زائل نہیں ہوگی۔ منبر تو ہے ہی اسی لئے کہ احقاق حق اور ابطال باطل کا پیغام اس سے قوم کو دیا جائے۔ جن لوگوں کا خیال صلاحیت امام زائل ہونے کا ہے وہ غلط ہے۔ قرآن کریم میں اکثر موقع پر بروں کی برائیاں بیان کی گئی ہیں جو عین نماز میں تلاوت کی جاتی ہیں مثلاً۔ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ (الی الآیۃ). "ان میں سے کردیئے بندر اور سور اور شیطان کے پجاری۔" وھو تعالیٰ اعلم.

عبد الواجد قادری غفرلہ خادم دار الافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبــــــــــــــــــــــــہ
۲۰ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۴ھ

الجواب صحیح
عبد الحافظ رضوی القادری، خادم دار الافتاء ادارہ شرعیہ بہار پٹنہ
۲۰ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۴ھ

استفتاء ۲۰۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ
ہمارے گاؤں میں احمد نامی ایک شخص ہے جو چند جگہوں سے زنا اور لڑکیوں کو بھگانے کے جرم میں پکڑا گیا۔ ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ جواب بالصواب سے مطلع فرمائیں۔ ایک ایسا واقعہ بھی گذرا ہے کہ یہ احمد مظفر پور ضلع میں پڑھایا کرتے تھے اور ان سے لڑکے اور لڑکیاں بھی پڑھا کرتی تھیں۔

اچانک وہ اسی میں سے ایک لڑکی کو لے کر بھاگ نکلے۔ جب لڑکی والے نے تنگ کیا تو وہ پھر لڑکی پہنچا دیئے (یعنی مظفر پور اسٹیشن) تک پہنچا دیئے۔ ایسی ایسی خاصیت ان کے اندر پائی جاتی ہیں۔ اب علمائے کرام اس کے متعلق کیا فتویٰ دیتے ہیں؟

المستفتی: جہانگیر، کھاپ ٹکیا، پوسٹ ٹکیا، ویسٹ چمپارن

۹۲/۸۶ھ

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــ!

برتقدیر صحت سوال اگر واقعی احمد شخص نامی میں وہ برائیاں پائی جاتی ہیں تو وہ بدترین فاسق وفاجر غضب خداوندی میں گرفتار مستحق عذاب نار ہے۔ اس کو امام بنانا گناہ ہے اور ارتکاب معاصی کے بعد اس کی اقتدا میں پڑھی گئی تمام نمازوں کا لوٹانا واجب ہے۔ فی الدر المختار صلوٰۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا. وھو تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح — عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

عبدالحافظ رضوی القادری، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار پٹنہ — کتبہ

۲۱/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۴ھ — ۲۱/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۴ھ

استفتاء ۲۰۶

مسئلہ: حضرت مولانا مفتی صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

کیا فرماتے ہیں مسائل ذیل میں ـــ

(۱) جس امام کی داڑھی ایک مشت سے کم ہو، اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اگر پڑھ لیں تو کیا لوٹانا واجب ہے؟

(۲) مسجد میں مٹی کا تیل جلا کر روشنی کرنا کیسا ہے؟

(۳) بزرگان دین کے چلوں کی زیارت کو جانا اور وہاں فاتحہ پڑھنا کیسا ہے؟ اجمیر شریف میں بابا فریدالدین کا چلہ اور گلبرگہ شریف میں خواجہ بندہ نواز کا چلہ اور داداحیات میر قلندر کا چلہ وغیرہ، یہ چلے بہت مشہور ہیں۔ یہاں پر لوگ جا کر فاتحہ پڑھتے ہیں۔ ان کیلئے کیا حکم ہے؟ کیا ان کا یہ فعل شرع کے خلاف ہے؟

براہ کرم ان سوالوں کے جواب مرحمت فرما کر رہنمائی فرمائیں۔

المستفتی: غلام محمد فضل الرحیم عرف باباشاہ مومن مسجد، ہاسپیٹ، ضلع بلاری، کرناٹک

۹۲/۸۶ء

الجواب ـــــــ بعون الملک الوهاب ـــــــ !

مکرمی وعلیکم السلام ورحمت؟

(۱) ناجائز وگناہ ہے۔ اگر پڑھ لیا تو لوٹانا واجب ہے۔ **کل صلوٰۃ ادیت مع کراهة التحریم تجب اعادتها.** "ہ/۱۱ نماز جو مکروہ تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی اس کا لوٹانا واجب ہے۔" **و الله تعالیٰ اعلم**

(۲) مسجد کی طہارت و پاکیزگی ضروری ہے۔ مسجد میں ایسے تیلوں کے جلانے کی شدید ممانعت ہے جس میں بدبو ہو۔ مٹی کے تیل میں بھی بدبو ہوتی ہے۔ لہٰذا اس سے مسجد کو محفوظ رکھنا واجب ہے اور اس کا جلانا گناہ ہے۔ **وهو تعالیٰ اعلم**

(۳) شرع کے خلاف اس وقت ہوتا جب کہ شرع شریف میں اس کی ممانعت وارد ہوتی۔ چلوں کی زیارت کو جانا اور وہاں تلاوت قرآن شریف وغیرہ کرنا جائز و درست ہے۔ **لاتشدالرحال** پر محمول نہ ہوگا۔ **و الله سبحانه تعالیٰ اعلم**

الجواب صحیح

عبدالحافظ رضوی القادری، خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار پٹنہ

۲۳/ ربیع الآخر ۱۴۰۴ھ

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۳/ ماہ فاخر ربیع الآخر ۱۴۰۴ھ

استفتاء ۲۰۷

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں

(۱) ٹخنے کے نیچے امام کا پاجامہ پہننا (نماز کے اندر یا باہر)۔

(۲) امام کے ساتھ تکبیر ختم ہونے کے بعد کھڑا ہونا جب کہ صف ٹیڑھی ہونے کا احتمال ہو؟

(۳) نمازوں کی ادائیگی کے بعد شیخ و مرشد کے حکم پر وظیفہ پڑھنا یا سلام و قیام کیلئے شامل ہونا (وظیفہ چھوڑ اکر)۔

المستفتی: محمد شہاب الدین، مقام نواڈیہہ، کرما پوسٹ، اجھور، ضلع روہتاس گڑھ

۹۲/۸۶ء

الجواب ـــــــ بعون الملک الوهاب ـــــــ !

(۱) ٹخنے سے نیچے پاجامہ وغیرہ کا پائنچہ رکھنا اگر براہ عجب و تکبر ہے تو ممنوع و حرام ہے۔ **لقوله علیه الصلوٰة والسلام** مَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْاِزَارِ فِي النَّارِ. "اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پاک کی وجہ سے کہ جو تہبند ٹخنوں سے نیچے ہو وہ آگ میں ہے۔" (رواہ مسلم)۔ اگر تکبر و غرور کی وجہ سے نہیں تو جائز و مباح ہے۔ لیکن بہتر و عزیمت اسی میں ہے کہ لنگی، تہبند اور پاجامے کے پائنچے ٹخنوں سے اوپر رہیں۔ **و هو تعالیٰ اعلم**

(۲) تکبیر اقامت کے وقت کھڑا رہنا مکروہ اور صفوں کو سیدھا رکھنا سنت ہے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ نہ کراہت کا ارتکاب کریں اور نہ سنت کو چھوڑیں کیوں کہ ان دونوں میں کوئی منافات و مغائرت بھی نہیں ہے۔ حی علی الفلاح کے وقت امام و مقتدی دونوں کھڑے ہوں اور اگر صفیں سیدھی ہونے میں کچھ تاخیر ہو تو امام ابتداءِ نماز میں توقف کرے۔ کتب فقہیہ میں مصرح ہے۔ وینبغی ان یقوم الامام والقوم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح الخ. فتاویٰ عالمگیریہ میں: ویکرہ انتظار الصلوٰۃ قائمابل یقعدویقوم اذابلغ المؤذن حی علی الفلاح الخ. "اور کھڑے ہو کر نماز کا انتظار کرنا مکروہ ہے بلکہ بیٹھ جائے اور اس وقت کھڑا ہو جب مؤذن حی علی الفلاح پر پہونچے۔" وھو تعالیٰ اعلم

(۳) نماز کی ادائیگی کے بعد وظیفہ پڑھنا بھی درست ہے اور صلوٰۃ وسلام مع القیام بھی کہ شرع شریف میں وظائف وصلوٰۃ وسلام کی ممانعت وارد نہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم.

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۱۷/ ماہ فاخر ربیع الآخر ۱۴۰۴ھ

الجواب صحیح

عبدالحافظ رضوی القادری، خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار پٹنہ

۱۷/ ماہ فاخر ربیع الآخر ۱۴۰۴ھ

استفتاء ۲۰۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک حافظ قرآن اہل سنت وجماعت کے ہیں اور ایک اہل قرآن یعنی حدیث کا بالکل منکر ہے۔ اس شخص کے یہاں میلاد شریف پڑھتا ہے اور کھانا بھی کھاتا ہے اور اسکے ساتھ اٹھتا بیٹھتا اور بات چیت کرتا ہے۔ کیا اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے؟ اس مسئلہ کا مدلل جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں دیا جائے۔

المستفتی: حافظ مقصود عالم رضوی القادری، مدرسہ گلشن بغداد کارگلی بازار، برمو، ضلع گریڈیہہ

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــ بعون الملک الوھاب ــــــ!

وہ شخص جو اپنے کو اہل قرآن کہتا ہو اور احادیث سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر ہو ارشاد قرآنی کے مطابق وہ خارج از اسلام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا. (سورۃ النساء:۶۱) "اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کی اُتاری کتاب اور رسول کی طرف آؤ تو تم دیکھو گے کہ منافق تم سے منہ موڑ کر پھر جاتے ہیں۔" (ترجمہ کنز الایمان) مسلمانوں کو ایسے نیچریوں کے ساتھ ہم نوالہ وہم پیالہ ہونا حرام ہے۔ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ. (سورۃ النساء:۶۸) "اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو

یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔'' (ترجمہ کنزالایمان) امام کو شخص مذکور کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے سخت پرہیز لازم ہے۔ اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس کی اقتداء گناہ اور نماز واجب الاعادہ ہوگی۔ وھو تعالیٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۳؍ربیع الثانی ۱۴۰۴ھ

استفتاء ۲۰۹

مسئلہ: کیا کہتے ہیں علمائے دین اس تحریر میں؟ فتویٰ دے کر ہمیں اطلاع کریں۔

ہمارے گاؤں میں امام کا کوارٹر مسجد کے ساتھ لگا ہوا ہے جس کا ایک دروازہ مسجد کے ساتھ لگا ہوا باہر کی طرف ہے۔ دوسرا اندر کی طرف ہے۔ گرمی کے موسم میں اور مغرب شام سات بجے ایک عورت اپنی لڑکی کو امام صاحب کے پاس دم کروانے لائی اور امام صاحب سے دم کرنے کو کہہ کر وہ عورت قریبی دکان سے کچھ سامان لانے کو گئی۔ جب تک امام صاحب اس کو دم کر کے باہر کا دروازہ لگا کر اندر دروازہ سے پاخانہ کرنے کے لئے نکل گئے۔ اس وقت مسجد میں تین چار آدمی نماز و کتاب پڑھ رہے تھے۔ عین وقت پر باہر سے ایک شخص ایک آدمی کو لے کر مسجد کے اندر آیا اور وہ شخص دوسرے آدمی سے کہا کہ تم یہیں باہر کھڑے رہو۔ امام صاحب کے گھر کے اندر ایک لڑکی ہے، جو دروازے بند ہیں اور لائٹ بھی آف ہے۔ یہ کہہ کر وہ شخص امام صاحب کے گھر میں داخل ہوا۔ امام صاحب جو پاخانہ جا رہے تھے اس کو اپنے گھر میں داخل ہوتے دیکھ کر وہ اس کے ساتھ گھر میں داخل ہوئے مگر گھر میں کوئی نہیں تھا۔ جو باہر کا دروازہ بند تھا۔ اس کو کھول کر وہ شخص چپ چاپ باہر چلا گیا۔ اس کے دس پندرہ دن کے بعد وہ شخص محلہ کے لوگوں سے کہنے لگا کہ میں نے فلاں دن فلاں تاریخ شام سات بجے امام صاحب کے گھر میں ایک لڑکی کو امام صاحب کے ساتھ دیکھا ہے جو دونوں طرف کے دروازے بند تھے اور ایک دوسرے آدمی کو بھی دیکھا دیا ہے۔ لہٰذا جو گواہ کے طور پر تھا اس سے جب پوچھا تھا تو وہ کہنے لگا کہ میں صرف امام صاحب کے گھر میں تین آدمی کے پاؤں کو دیکھا ہے۔ اس کے علاوہ میں اور کچھ نہیں جانتا ہوں اور امام صاحب قرآن شریف کو ہاتھوں میں لے کر قسم کھاتے ہیں کہ یہ سب باتیں جو میں نے کہی سب سچی ہیں۔ فی الحال گاؤں کے تقریباً پچاس آدمی پنج وقتی نمازیوں میں صرف تین چار آدمی نماز پڑھتے ہیں اور باقی سب آدمیوں نے نماز پڑھنا ان کے پیچھے چھوڑ دیا ہے اور خود گواہ جو تھا وہ نماز امام صاحب کے پیچھے پڑھ رہا

ہے۔ اب اس حالت میں امام صاحب کی اقتداء میں ہم لوگوں کا نماز پڑھنا درست ہوگا یا نہیں؟ جلد جواب دے کر مشکور فرمائیں۔

المستفتی: عبدالقادر، کھارڈانگر، بانکورہ، مغربی بنگال

۹۲/۷۸۶

الجواب ـــــــــــ بعون الملک الوہاب ـــــــــــ!

اگر یہ بات صحیح ہے کہ حجرہ کا دروازہ ایک طرف سے بند کر کے امام صاحب کسی اجنبیہ لڑکی مشتہاۃ کے ساتھ تنہا حجرہ میں رہے تو ان پر توبہ واجب ہے۔ خواہ ان کی نیت بری ہو یا نہ ہو کہ اجنبیہ کے ساتھ یکجا تنہا ہونا ہی گناہ ہے۔ رہا ان پر زنا کی تہمت لگانا تو یہ سراسر غلط اور الزام محض ہے۔ جس نے الزام لگایا اور شہادت شرعیہ سے ثابت نہ کر سکا وہ مردود الشہادۃ ہے اور شرع شریف میں اس کے لئے اسی کوڑے کی سزا مقرر ہے۔ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمَانِیْنَ جَلْدَةً. (سورۃ النور:۴) ''چار گواہ معائنہ کے نہ لائیں تو انہیں اسی کوڑے لگاؤ۔'' (ترجمہ کنزالایمان) لیکن ہندوستان میں فی الحال سزا کا اجراء ممکن نہیں ہے تو الزام لگانے والے پر بھی توبہ واستغفار واجب ہے۔ امام صاحب کو چاہیے کہ کبھی تنہائی میں اجنبیہ عورتوں کے ساتھ یکجا نہ ہوں۔ اگر امام صاحب اس سے توبہ کریں اور امامت کے لائق ہوں تو اس کی امامت درست ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح
عبدالحافظ رضوی القادری، خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار پٹنہ
۲۱/ ربیع النور ۱۴۰۴ھ

کتبہ
عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ
۲۱/ ماہ ربیع النور ۱۴۰۴ھ

استفتاء ۲۱۰

مسئلہ: محترم القدر حضرت مفتی صاحب! ادارۂ شرعیہ بہار، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

عرض خدمت ہے کہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک شخص حاجی تاج محمد نے اپنی بہو یعنی اپنے بیٹے حافظ محمد اسمٰعیل صاحب کی بیوی کے ساتھ زنا کیا۔ حمل قرار پا جانے اور عورت کے اقرار کرنے پر حافظ محمد اسمٰعیل نے اپنی اس زانیہ بیوی کو تین طلاق دے دیا۔ بعدہ حاجی تاج محمد نے عورت کے میکہ میں اس مطلقہ کو رہنے کے لئے مکان بنوا دیا اور کھیتی کے لئے کچھ زمین بھی حاجی تاج محمد نے اپنی ملکیت سے اس عورت کو دے دیا اور اس عورت کے ساتھ ناجائز تعلق ایک زمانے تک رکھے رہا اور اب بھی وہ تعلق برقرار ہے۔ گاؤں کے سارے لوگ جانتے ہیں اور اس کے باوجود گاؤں کے مسلمان حاجی تاج محمد کی اقتدا کرتے ہیں، اس کے حکم پر چلتے ہیں، اس کا ادب

واحترام کرتے ہیں اور انہیں اپنا امیر بنائے ہوئے ہیں۔ کیا حاجی تاج محمد کا یہ فعل جائز ہے اور گاؤں کے وہ مسلمان جو اس کی اقتدا کرتے ہیں اور اپنا امیر بنائے ہوئے ہیں، یہ از روئے شریعت ٹھیک اور جائز ہے۔ نیز ایسے لوگوں کے ساتھ کھانا پینا، شادی بیاہ، لین دین کرنا کیسا ہے؟ تشریح کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں۔ نوازش ہوگی۔ والسلام

المستفتی: محمد عظیم الدین، مقام وڈاکخانہ بلبل دواری، وایا انکھولی، ضلع ہزاری باغ

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

برتقدیر صحت سوال جب حاجی تاج محمد زنا کا (معاذ اللہ) مرتکب ہے اور غیر عورت سے ناجائز تعلقات قائم کئے ہوا ہے تو وہ اشد ترین بدکار و گنہگار مستحق عذاب نار غضب جبار وقہار میں گرفتار ہے۔ جب تک وہ توبہ واستغفار نہ کرے، مسلمانوں کو جائز نہیں کہ اسے اپنی برادری میں رہنے دیں۔ قال اللہ تعالیٰ **وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ.** (سورۃ الانعام:۶۸) ''اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔'' (ترجمہ کنزالایمان) ارتکاب حرام کے بعد توبہ کرنے سے پہلے اسے امام وسردار بنانا حرام ہے۔ **لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیہم اھانتہ شرعا الخ.** ''اس لئے کہ فاسق کی تقدیم کی صورت میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شرعاً مسلمانوں پر اس کی اہانت واجب ہے۔'' (شامی) جس قدر نمازیں پڑھی گئیں سب کا لوٹانا واجب ہے۔ کمافی الدرالمختار **صلوٰۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا الخ.** ''جیسا کہ درمختار میں ہے جو نماز کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی ہو اس کا اعادہ واجب ہے۔'' **واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ
عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ
۲۲/ماہ سرور ربیع النور ۱۴۰۴ھ، یکم جنوری ۱۹۸۴ء

الجواب صحیح
عبدالحافظ رضوی القادری، خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار پٹنہ
۲۶/شہر السرور ربیع النور ۱۴۰۴ھ

استفتاء ۲۱۱

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

ہم لوگ اپنا امام منتخب کئے ہوئے تھے اور ان کی امامت میں ہم لوگ نماز ادا کرتے آرہے ہیں۔ لیکن انہوں نے کچھ دن قبل غلط راستہ اختیار کرلیا تھا۔ اس پر چوں وچرا ہوا لیکن ایک جہالت کی وجہ کر اس امام کو رکھ کر مقتدی اپنی نماز ادا کرتے رہے۔ قبل انہوں نے یہ غلطی کی کہ ایک مقدمہ تھا اس میں اس نے

جھوٹی گواہی دیا۔اس کے بعد دوسرا واقعہ یہ ہوا کہ ایک دکان چوک پر تھی جس کو دن کے بارہ بجے وہ امام چند لوگوں کے شامل آ کر دکان کو لوٹ لیا۔فی الوقت نیا واقعہ یہ ہے کہ ایک پنچایت طلاق کے سلسلہ میں ہوئی جس میں گاؤں کے سبھی لوگ موجود تھے اور امام صاحب بھی موجود تھے جس میں یہ حوالہ دیا گیا کہ آپ لوگ خدا کو حاضر و ناظر سمجھتے ہوئے اس کا حق فیصلہ کریں۔اس کے بعد فیصلہ ہوا۔دونوں فریق مان لئے جس کے گواہ سب بستی کے لوگ تھے اور امام صاحب بھی موجود تھے۔اور فیصلہ کے کاغذ پر امام صاحب نے اپنا دستخط کر دیا۔اس کے بعد لڑکی والے نے ایک مقدمہ دائر کر دیا۔یعنی بالکل ہی غلط مقدمہ دائر کر دیا۔اس مقدمہ میں امام صاحب لڑکی والے کی طرف سے جھوٹی گواہی دیئے۔ان سب باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے فتویٰ دیں کہ ایسے امام کے امامت میں مقتدی نماز ادا کرسکتا ہے کہ نہیں؟

المستفتی :عبید الرحمٰن، مقام اسلام پور، تھانہ نانپور، ضلع سیتامڑھی

۸۶/۹۲ھ

الجواب ــــــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــــــ !

برتقدیر صحت مستفتی۔اگر فی الحقیقت امام مذکور نے طلاق نامہ اور ادائیگی مہر کے کاغذ پر دستخط کرنے کے بعد لڑکی والے کے غلط مقدمہ کرنے پر کورٹ میں اس کی طرف سے جھوٹی گواہی دی تو شرعاً وہ امام فاسق و فاجر سخت گنہگار مستحق عذاب نار و لائق غضب جبار و قہار ہے۔اس کی اقتداء میں نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی۔امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر شرح ہدایہ میں ہمارے ائمہ ثلثہ یعنی امام ابوحنیفہ و امام یوسف و امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ سے نقل کرتے ہیں: **لاتجوز الصلوٰۃ خلف اھل الاھواء.** ”اہل بدعت کے پیچھے نماز جائز نہیں۔“ غنیہ شرح منیہ میں ہے: **انھم لوقدموا فاسقا یاثمون بناء علیٰ ان کراھۃ تحریمۃ لعدم اعتنائہ بامور دینہ وتساھلہ فی الاتیان بلوازمہ فلایبعد منہ الاخلال ببعض شروط الصلوٰۃ وفعل ماینافیھا بل ھو الغالب بالنظر الی فسقہ ولذالم تجز الصلوٰۃ خلفہ اصلا عند مالک وھوروایۃ عن احمد.** ”اگر انہوں نے کسی فاسق کو مقدم کر دیا تو گنہگار ہوں گے اس بناء پر کہ فاسق کا مقدم کرنا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ وہ امور دین کی پرواہ نہیں کرتا اور دین کے لوازمات پر عمل کرنے سے تساہل برتا ہے۔لہٰذا اس سے بعید نہیں کہ وہ نماز کے بعض شرائط فوت کر دے اور نماز کے منافی عمل کرے بلکہ اس کے فسق کے پیش نظر غالب گمان یہی ہے۔یہی وجہ ہے کہ امام مالک اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ کے نزدیک فاسق کے پیچھے نماز قطعاً جائز نہیں۔“ مراقی الفلاح میں ہے: **کرہ امامۃ الفاسق العالم لعدم اھتمامہ بالدین فتجب اھانتہ واجباشرعًافلا یعظم بتقدیمہ للامامۃ.** ”فاسق عالم کی امامت مکروہ ہے کیونکہ وہ دین کی اتباع کا اہتمام نہیں کرتا۔شرعاً اس کی تذلیل واجب ہے پس امامت کے لئے تقدیم کی صورت میں اس کی تعظیم درست نہیں۔“ ائمہ عظام و فقہائے کرام کے مذکورہ بالا اقوال سے یہ معلوم ہوا کہ فاسق کی اقتدا میں نماز مکروہ تحریمی ہوگی اور امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس کے پیچھے نماز قطعی جائز نہ ہوگی۔شریعت مطہرہ فاسق کی اہانت کا حکم فرمایا ہے اور اس کو امام بنانے میں اس کی تعظیم ہوگی اور فاسق کی تعظیم و تکریم ناجائز۔جو لوگ فاسق کو امام بنائیں گے وہ سب کے سب

گنہگار ہوں گے۔ اس لئے کہ جب فاسق امام نے شرعی قانون کی خلاف ورزی کی تو بہت ممکن ہے کہ وہ نماز کے واجبات وارکان کو بھی چھوڑ دے اور اس کی پرواہ نہ کرے۔ قرآن حکیم میں جھوٹی شہادت کو شرک کے برابر قرار دیا۔ قال اللہ تعالیٰ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ حُنَفَاءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ. (سورۃ الحج:۳۰) ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو دور ہو بتوں کی گندگی سے اور بچو جھوٹی بات سے ایک اللہ کے ہوں کے۔ اس کا ساتھی کسی کو نہ کرو۔'' (ترجمہ کنز الایمان) حدیث پاک میں سرور لولاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عدلت شهادة الزور الاشراک بالله۔ ''جھوٹی گواہی شرک باللہ کے برابر ہے۔'' (رواہ ابوداؤد، الترمذی، ابن ماجہ)۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: الا انبئکم باکبر الکبائر قول الزور وشهادة الزور. ''کیا میں تمہیں کبیرہ میں سب سے بڑے گناہ کے بارے میں نہ بتاؤں، جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی۔'' تیسری جگہ ارشاد فرمایا: لن تزول قدما شاهد الزور حتی یوجب الله له النار. ''جھوٹی گواہی دینے والا اپنے پاؤں ہٹانے نہیں پاتا کہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے جہنم واجب کر دیتا ہے۔'' (رواہ ابن ماجہ والحاکم) لہٰذا مذکورہ حکم کے پیش نظر ہرگز ہرگز ایسے فاسق معلن اور مرتکب گناہ کبیرہ کو امام نہ بنایا جائے نہ اس کی امداد واعانت کی جائے۔ قرآن حکیم نے ایسے کا ساتھ دینے سے ممانعت فرمائی: قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ. (سورۃ المائدہ:۲) ''اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا نیکی اور پرہیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو۔'' (ترجمہ کنز الایمان) یعنی اعمال خیر نیکی و پرہیز گاری میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ وسرکشی کے کاموں میں کسی کا ساتھ نہ دو نہ امداد واعانت کرو۔ اگر امام اس قبیح ومذموم حرکت سے اعلانیہ توبہ نہ کریں تو عام مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسے امام سے قطع تعلق کریں۔ قال اللہ تعالیٰ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ. (سورۃ الانعام:۶۸) ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔'' (ترجمہ کنز الایمان) مذکورہ تہدیدی احکام جاننے کے بعد خود امام کو توبہ کرنا چاہیے یا منصب امامت سے الگ ہو جانا چاہیے۔ وهو تعالیٰ اعلم ورسوله صلی الله علیه واله وسلم وهو تعالیٰ اعلم

الجواب الصحیح
عبد الحافظ رضوی القادری، خادم دار الافتاء ادارہ شرعیہ بہار
۲۸/ دسمبر ۱۹۸۳ء

کتبہ
عبد الواجد قادری غفرلہ خادم دار الافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ
۲۸/ دسمبر ۱۹۸۳ء

استفتاء ۲۱۲

مسئلہ: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

لکھنا یہ ہے کہ غیر قوم کی زمین پر مسجد قائم ہے۔ اس میں نماز درست ہے کہ نہیں؟ شریعت کا کیا حکم ہے؟

دوسری بات یہ ہے کہ جس شخص نے آپریشن کرالیا ہے وہ امامت یا مؤذنی یا سردار گیری کر سکتا ہے کہ نہیں؟

المستفتی: شریف احمد، کیتھم پوری، جلپائی گوری

۹۲/۸۶ھ

الجواب ـــــــــــــ بعون الملک الوهاب ـــــــــــــ !

وعلیکم السلام ورحمۃ !

(۱) اگر غیر قوم کی اجازت سے اس کی زمین پر مسجد بنائی گئی تو اس میں نماز جائز و درست ہے اور اگر زبردستی بنائی گئی ہے تو وہ مسجد ہی نہیں ہوئی اور نہ اس میں نماز درست ہے۔ **واللہ اعلم۔**

(۲) نسبندی کرانا حرام ہے۔ اگر وہ لوگوں کے سامنے توبہ واستغفار کرلے اور امامت کے لائق ہو تو وہ امامت اور موذنی کا کام کرسکتا ہے ورنہ نہیں۔ **وھو تعالیٰ اعلم۔** دینی سرداری توبہ بغیر نہیں کرسکتا ہے۔ فقط

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتـــــــــــــــــــــــبہ

۲۰/ربیع النور ۱۴۰۴ھ، ۲۶/دسمبر ۱۹۸۳ء

استـــفتـــاء ۲۱۳

مسئلہ: محترم المقام وقابل صد احترام جناب مفتی صاحب قبلہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

(۱) عرض یہ ہے۔ ایک نوجوان خوش گلو جس کی عمر ۱۹/ سال کی ہے لیکن ان کی انگلیاں بائیں ہاتھ کی نہیں ہیں۔ وہ پیدائشی نہیں ہیں اور پوری داڑھی بھی نہیں آئی ہے، کسی مسجد کی امامت کے لائق ہیں یا نہیں؟ کچھ لوگوں کا اعتراض ہے کہ ان کے پیچھے نماز نہیں ہوگی۔ اس وجہ سے کہ ان کی چار انگلیاں نہیں ہیں اور صرف شہادت کی انگلی ہے۔

(۲) ایک نوجوان شخص شاہ جن کی عمر ۳۰ سال کی ہے، مسجد میں موذن کا کام کررہے تھے۔ لیکن امام نہ رہنے کی وجہ سے نماز پڑھاتے ہیں اور خیرات بھی لیتے ہیں۔ تو ان کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟ اور ہر طرح سے وہ پابند بھی ہیں۔ کچھ لوگوں کا اعتراض ہے کہ وہ خیرات لیتے ہیں اس لئے ان کے پیچھے نماز نہیں ہوگی۔

(۳) ایک شخص جو اپنی بستی میں معزز ہیں اور اردو اسکول میں ٹیچر ہیں اور پنجگانہ نماز بھی نہیں پڑھتے ہیں۔ جمعہ، عید، بقرعید کے موقع پر ان کے اپنے آدمی اجازت دے دیئے، گاؤں والے کی اتنی جرأت نہیں کہ ان کی اصلاح کریں اور ان کو روک سکیں۔ اس لئے کہ وہ بڑے آدمی ہیں اجازت اس لئے دیتے ہیں کہ وہ سنہری آواز والے ہیں اور خوش آوازی کے ساتھ پڑھاتے ہیں۔ ان کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟ والسلام

المستفتی: ابرار احمد کیر آف محمد سراج الدین، مقام و پوسٹ بابو ماتھ، ضلع پلاموں، بہار

۸۶/۹۲ھ

الجواب ـــــ بعون الملک الوھاب ـــــ!

(۱) وعلیکم السلام ورحمۃ! پیدائشی طور پر انگلیوں کا نہ ہونا مانع امامت نہیں۔ اگر وہ حافظ صالح امامت ہے، داڑھی بھی نہیں کترواتا ہے تو اس کی امامت درست ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۲) اگر وہ موذن صاحب نصاب نہیں ہے، تو زکوٰۃ و خیرات اس کے لئے جائز ہے۔ اگر وہ اذان وامامت کے لائق ہو تو اس کی اذان وامامت جائز و درست ہے اور اگر وہ خود صاحب زکوٰۃ ہے تو اس کے لئے خیرات وغیرہ کا لینا درست نہیں ہے۔ دریں صورت اس کو امام بنانا مکروہ ہے اور اس کی اقتداء نادرست ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

(۳) جو شخص پنجوقتہ نماز نہیں پڑھتا ہو، وہ بدترین فاسق وفاجر، مستحق عذاب نار، غضب خداوندی میں گرفتار ہے۔ اس کی اقتداء ناجائز و گناہ، خواہ وہ عیدین ہی کی نماز کیوں نہ ہو۔ لان فی تقدیم الفاسق للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعاً. ''اس لئے کہ فاسق کو امامت کے لئے مقدم کرنے میں اس کی تعظیم ہے اور شرعاً مسلمانوں پر فاسق کی اہانت واجب ہے۔'' جو فرض وواجب اس کے پیچھے پڑھی جائے گی اس کا لوٹانا واجب ہوگا۔ صلوۃ ادیت مع کراھۃ التحریمۃ یجب اعادتھا. ''ہر وہ نماز جو کراہت تحریم کے ساتھ ادا کی گئی ہو اس کا اعادہ واجب ہے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم.

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتـــــــــــــــبہ

۹/شہر السرور ربیع النور ۱۴۰۴ھ، ۱۵/دسمبر ۱۹۸۳ء

استفتاء ۲۱۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین، مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں

(۱) زید جامع مسجد کا امام ہے۔ اس نے ایک ایسی دعوت طعام میں شرکت کی جس میں وہابی، دیوبندی، جماعت اسلامی، تبلیغی وغیرہ بھی شامل تھے۔ امام مذکور نے وہابیوں کے ساتھ دسترخوان پر کھانا کھایا، باز پرس کرنے پر یہ جواب دیا کہ میں نے ان لوگوں کو دیکھا نہیں تھا حالانکہ وہ لوگ امام مذکور کے صف میں تھے۔ اس سے پہلے بھی وہ ایسے جرم کا ارتکاب بارہا کر چکے ہیں۔ حضرت مفتی محمد اختر رضا خان صاحب ازہری جانشین سرکار مفتی اعظم ہند کے سامنے توبہ بھی کیا ہے۔ حضور ازہری صاحب قبلہ نے تاکید کی تھی کہ آئندہ کسی بھی دعوت طعام میں تحقیق کر کے شرکت کریں۔ لیکن امام صاحب اس کا خیال نہیں کرتے۔

(۲) عمر حاجی حافظ اور ایک دینی ادارہ کا مدرس ہے۔ مذکورہ دعوت میں وہ بھی شریک ہوا تھا۔ مضمون بالائے

پیش نظر شرعی احکام صادر فرمایا جائے۔ والسلام۔

المستفتی: نظام الدین، صدر دار العلوم جھریا، محمد مقیم احمد رضوی نائب صدر دار العلوم ہذا محمد عبد القادری رضوی سکریٹری شعبہ نشر و اشاعت مرکزی دار العلوم اہل سنت اشاعت الاسلام، جامع مسجد جھریا، دھنباد، بہار، محمد حفیظ قریشی جنرل سکریٹری کاروان غازی

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوہاب ــــــــــ!

عام دعوتوں کو قبول کرنا واجب بلکہ حکماً سنت بھی نہیں ہے جب کہ بدمذہبوں کے ساتھ ہمنوالہ و ہم پیالہ ہونے سے بچنا قطعاً واجب بلکہ فرض ہے۔ **لاتواکلواھم ولاتشاربواھم ولاتجالسوھم (او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم)**۔ ''بدمذہبوں کے ساتھ کھاؤ نہ پیو اور نہ ان کے ساتھ بیٹھو یا جیسا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا'' بار بار ایک ہی قسم کی غلطی کا صادر ہونا اس بات کی روشن دلیل ہے کہ زید کے اندر اہتمام دین کا فقدان ہے اور عدم اہتمام دین کے سبب فقہاء نے عزل امام کا حکم دیا کہ ایسوں کی اقتداء مطلقاً مکروہ ہے۔ **کمافی ردالمحتار ویکرہ من لایھتم لامور دینہ الخ۔** ''جو امور دینیہ کا اہتمام نہ کرے اس کی امامت مکروہ ہے۔'' لیکن صورت مسئولہ میں امام مذکور نے جو جواب دیا وہ بھی قابل اعتبار ہے کہ جب تک اس کا جھوٹ ہونا ثابت نہ ہو جائے مسلمانوں کو اس کے ساتھ حسن ظن رکھنا چاہیے۔ **اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ** (سورۂ حجرات:۱۲) ''بیشک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے۔'' (ترجمہ کنزالایمان) مسجد کمیٹی کو چاہیے کہ اب باضابطہ ان سے معاہدہ کرائے کہ اس طرح کے غیر ذمہ دارانہ اقدام کی وجہ سے آئندہ ان کو اپنے منصب سے معزول کر دینے پر کمیٹی حق بجانب ہوگی۔ چونکہ دیدہ و دانستہ دعوت طعام میں بدمذہبوں کے ساتھ ان کی شرکت ثابت نہیں ہو سکی اس لئے ان سے کوئی مواخذہ نہیں۔ **واللہ اعلم**

(۲) جواب بالا سے اس کا جواب بھی واضح ہے۔ **واللہ اعلم**

عبد الواجد قادری غفرلہ خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۹/ربیع الاول ۱۴۰۳ھ

استفتاء ۲۱۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام مندرجہ ذیل استفتا میں

عرض ہے کہ ہمارے یہاں امام صاحب بریلوی مکتبہ فکر کے ہیں جب کہ یہاں دوسرے لوگ دوسرے عقیدے کے ہیں لیکن اکثریت سنیوں کی ہے۔ آپس میں سرد جنگ تو بہت پہلے سے ہے لیکن ایک بات کو لے کر کچھ لوگ امام صاحب سے بدظن ہو گئے ہیں جس کا کوئی حد و حساب نہیں۔ یہاں تک کہ کچھ

باتوں کو لے کر اپنی مرضی سے جس میں حقیقت کو توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے۔ بطور استفتا مفتی صاحب سے عدم جواز کا جو فتویٰ حاصل کر کے نماز پڑھنا بند کر دیا ہے جب کہ امام صاحب بالکل صحیح راہ پر ہیں اور اکثریت ان کے پیچھے نماز پڑھتی ہے۔ کچھ بھولے بھالے لوگوں کو خفیہ فتویٰ دکھا کر ان کے اقتدا میں نماز ادا کرنا بند کرایا، جس سے آپس میں کشیدگی پیدا ہوگئی ہے جو نہایت سنگین صورت اختیار کر گئی ہے۔ یہاں ایک روز تقریباً بعد نماز عشاء ایک درجن افراد جن میں سنی وہابی دونوں قسم کے لوگ تھے۔ حملہ آور کی شکل میں چیختے چلاتے مسجد کے دروازے پر پہنچے جو امام صاحب کو زدوکوب کرنے اور بے عزت کرنے کو آواز دیئے تھے کہ بے عزت کر کے ان کو نکال دیں گے۔ اور لاؤ باہر کھینچ کر اور مسجد میں داخل ہونے کی کوشش بھی کی۔ لیکن دروازے پر کچھ لوگ موجود تھے جنہوں نے مدافعت کی ورنہ کیا نہ کیا کرتے خدا بہتر جانتا ہے۔ پھر بھی کچھ سمجھدار لوگوں نے کہا کہ امام صاحب پر جو الزام ہے بیٹھ کر آپس میں سب لوگ غور کریں اور امام صاحب کو بھی صفائی کا موقع دیں۔ لیکن وہ لوگ اپنے ضد پر اڑے رہے اور کہا کہ امام صاحب اس شہر میں نہیں رہ سکتے۔ یہ سب کام صدر، سکریٹری کی موجودگی میں ہوا۔ یہ سنگین صورت حال کو دیکھتے ہوئے اراکین محرم نے آخر مل کر بات کرنے پر لوگوں کو آمادہ کیا لیکن بات طے نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ بات قرآن تک پہنچی۔ اگر امام صاحب یہ کہہ کر حلف اٹھائیں کہ جو الزامات ہیں وہ بے بنیاد ہیں اور سکریٹری اور صدر یہ کہہ کر حلف اٹھائیں کہ الزامات درست ہیں تو سب ان کی اقتدا میں نماز ادا کریں گے، اور امام صاحب کے پاس پہنچے۔ امام صاحب نے فتویٰ دیکھا اور صدر اور سکریٹری سے کہا کہ الزامات بے بنیاد ہیں حلف قرآن نہ اٹھائیں اور الزامات کی وضاحت کرنی چاہی۔ لیکن سکریٹری صاحب نے الزامات کی وضاحت نہیں کرنے دیا۔ آخر امام صاحب نے حلف قرآن اٹھایا۔ لوگ ان کی اقتداء میں نماز نہیں ادا کرتے تو جواب طلب امر یہ ہے کہ مسجد کی تقدیس کو پامال کرنے والوں، جب کہ یہ کام غیر مسلم کرتا ہے، حلف قرآن کے بعد نماز نہ پڑھنے والوں، دوران نماز عشاء بھی چلاتے رہنے والوں اور کئی نمازیوں کی نماز چھوڑنے کی حرکت وسبب بننے والوں اور وہابی لوگوں کے ساتھ مل کر اس طرح کا کام کرنے والوں کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ اور معاشرے میں مل کر رہنے کے لئے ان کے ساتھ کیا کیا جائے۔ جواب باصواب سے نواز کر پریشانی کو دور فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

المستفتی: صدر انجمن اصلاح المسلمین، بیرمترا پور، اڑیسہ

۹۲/۷۸۶

الجواب ــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــ

الزامات عائد کرنے والوں پر ضروری تھا کہ وہ براہین وشواہد سے اس کا ثبوت بہم پہنچاتے، لیکن اگر رفع نزاع کے لئے

امام نے حلف لے لیا تو اس میں بھی مضائقہ نہیں۔ صفائی پیش کر دینے کے بعد اگر وہ صالح امامت بھی ہے تو اس کی امامت جائز و درست ہے۔ بے وجہ شرعی کسی امام کو منصب امامت سے معزول کرنے کی ترکیب کرنی ہرگز جائز نہیں۔ کمافی الردالمحتار عن بحرالرائق وفی فتاویٰ الامجدیہ جلد ا، صفحہ ۱۵۵۔ نماز جماعت کے وقت شور وغل مچانا جائز نہیں۔ امور دینیہ میں وہابیوں کا ساتھ دینا قطعی حرام اور غضب الٰہی کا سبب ہے۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ. (سورۃ الانعام: ۶۸) ''تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔'' (ترجمہ کنزایمان) جن لوگوں نے وہابیوں کا ساتھ دیا ان سب پر توبہ لازم ہے۔ لقوله عليه الصلوٰة والسلام ولا تجالسوا اهم. ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پاک کی وجہ سے کہ بدمذہبوں کے ساتھ نہ بیٹھو۔'' اگر وہ لوگ غلط روی پر قائم رہیں اور ساتھ دینا نہ چھوڑیں تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ ان سے اسلامی مقاطعہ کریں۔ وھو تعالیٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۶/ شہر السرور ربیع النور ۱۴۰۴ھ

استفتاء ۲۱۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں

بکر غیر مقامی شخص ہے۔ ان کی عمر لگ بھگ ساٹھ سال کی ہے۔ تعلیم کی سند بھی نہیں ہے۔ کسی طرح قرآن پاک سرسری طور پر پڑھ لیتا ہے اور کچھ اردو ٹٹول کر پڑھ لیتا ہے۔ بالخصوص قرآن پاک صحیح صحیح تلفظ کی ادائیگی کے ساتھ نہیں پڑھ سکتا ہے۔ ہاں غلط سلط سہی خوب الاپتا ہے۔ مسئلہ مسائل سے متعلق جانکاری نہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ فرقۂ گھمری ہتھیارہ کلکتہ کا مرید ہے۔ بکر کا ذریعہ معاش بناسپتی گھی کو اصلی گھی میں بنا کر بیچا کرتا ہے۔ آج سے پانچ سال قبل نس بندی بھی کروالیا ہے۔ ان سے دریافت کیا گیا تو نسبندی کو اقرار کرتے ہوئے کہا کہ مجھے بیماری تھی اس لئے نس بندی کروالیا ہوں۔ واللہ اعلم بالصواب حقیقت کیا ہے بہرکیف نس بندی کروا چکے ہیں۔ بکر کے تمام جسم کے اعضاء صحیح ودرست ہیں۔ اسی بنا پر انجمن کمیٹی نے امام منتخب کرلیا ہے۔ لوگ اس کے پیچھے نماز ادا کر رہے ہیں۔ نسبندی اور نقلی گھی بنانے کا پتہ امام بحال کرنے کے بعد معلوم ہوا جس کو بذات خود بکر اقرار کرتا ہے۔ لہٰذا آپ جناب سے مؤدبانہ عرض ہے کہ قرآن وحدیث وفقہ کی روشنی میں بتائیں کہ مذکورہ بکر کی امامت کہاں تک درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد صدیق، ہیڈ کلرک، ڈاکخانہ چترنجن، ضلع بردوان

۱۲/ دسمبر ۱۹۸۴ء

۹۲/۸۶ء

الجواب ـــــــــــ بعون الملک الوهاب ـــــــــــ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

صحت تلفظ کے ساتھ قرآن عظیم کو پڑھنا فرض ہے۔ لحن کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت کرنا حرام ہے۔ تجارت میں دھوکا دینا بھی حرام ہے اور نس بندی بھی۔ اگر واقعی یہ تمام باتیں بکر میں موجود ہیں تو وہ بدترین فاسق و فاجر مستوجب عذاب الیم ہے۔ اس کو امام بنانا سخت گناہ اور جتنی نمازیں اس کی اقتدا میں ادا کی گئیں ہیں، سب کا لوٹانا واجب ہے۔ **لان فی تقدیمه تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعا الخ.** ''اس لئے کہ فاسق کو امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شرعاً مسلمانوں پر اس کی اہانت واجب ہے۔'' (ردالمحتار)۔ **صلوٰة ادیت مع کراهة التحریمه تجب اعادتها.** ''ہر وہ نماز جو مکروہ تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی ہو اس کا اعادہ واجب ہے۔'' (درالمختار) **وَاللّٰهُ تَعَالٰی اعلم ورسوله صلی الله تعالیٰ علیه واله واصحابه و بارک وسلم**

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۶/شہر السرور ربیع النور ۱۴۰۴ھ

استفتاء ۲۱۷

مسئلہ: مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

سنی عالم باعمل شخص ہے۔ ان کی عمر لگ بھگ پچاس سال ہے۔ آبائی وطن اسی محلّہ میں ہے۔ بچپن سے جوانی اور مذکورہ عمر تک کسی فرد کو انگشت نمائی کرنے کا کبھی بھی موقع نہیں ملا ہے۔ ان کی تعلیم مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ، مدرسہ اکزامینیشن بورڈ بہار سے ۱۹۵۶ء میں دوسرے درجہ سے عالم کی سند ملی ہے۔ حصول علم سے فارغ ہونے کے بعد محلّہ کی مسجد میں گاہے بگاہے امامت کا کام انجام دیتا رہا ہے۔ ۱۵/ سال سے مفتی اعظم کانپور حضرت الحاج مولانا رفاقت حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا سلسلہ جاری ہے۔ دینی مسائل کی واقفیت اچھی خاصی ہے۔ قرآن پاک باآواز بلند صحیح صحیح تلفظ کی ادائیگی کے ساتھ پڑھتا ہے۔ آج سے دو ماہ قبل محلّہ کی انجمن کمیٹی کے ممبران نے اور گاؤں کے عوام کی خواہش کے مطابق دو سال تک محلّہ کی مسجد میں امام مقرر کئے گئے تھے جس کو بخوبی انجام دیا ہے چار سال قبل انیس سال تک گھر سے دور اسکول میں ملازمت کر رہے تھے۔ اب چار سال سے گھر کے قریب چار کیلو میٹر دور ایک سرکاری اسکول میں بدلی ہو کر آ گئے ہیں۔ دن کا پانچ گھنٹہ اسکول میں کٹتا ہے۔ باقی صبح و شام گھر رہتے ہوئے امامت کا

کام کرتے تھے۔ چونکہ مسجد گھر کے قریب ہے اب دو ماہ قبل امامت سے انہیں برطرف کر دیا گیا ہے۔
امامت سے برطرف کرنے کی وجہ یہ ہے کہ زید کا بایاں پیر پیدائشی ٹیڑھا ہے اور بائیں پیر کی انگلیاں اور ایڑی بالکل ہی صحیح وسالم ہے۔ صرف تھوڑا سا پیر کا تلوہ ٹیڑھا ہے۔ جوتا بخوبی پہنتے ہیں، نماز کے ارکان ادا کرنے میں کسی طرح کیفیت نہیں بدلتی ہے۔ تمام ارکان قیام، رکوع، سجود، قعدہ اولیٰ واخیرہ بغیر سہارے صحیح طور پر ادا کر لیتا ہے۔ صرف دیکھنے میں تلوہ ٹیڑھا نظر آتا ہے۔ یوں تو چلنے پھرنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی ہے۔ پیدل بھی آسانی سے دور دراز تک بلا سہارا چل لیتے ہیں بلکہ سائیکل بخوبی چلاتے ہیں۔ موقع پڑنے پر دو سوار لے کر بھی سائیکل چلاتے ہیں۔ باقی جسم کے تمام اعضائے جسمانی تندرست توانا اور صحیح وسالم ہے۔ چہرہ بھی خوبصورت ہے۔ باضابطہ داڑھی بھی مکمل ایک مشت سے زائد ہے۔
لہٰذا آپ سے مودبانہ عرض ہے کہ قرآن وحدیث وفقہ کی روشنی میں واضح طور پر فرمائیں کہ ان کی امامت کہاں تک صحیح و درست ہے یا نہیں۔ فقط والسلام

نوٹ: اس مسجد میں پنجگانہ نماز اور نماز جمعہ ہوتی ہے۔

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــ!

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

زید مذکورہ کی امامت جائز ودرست ہے۔ فتاویٰ عالمگیریہ جلد اول، صفحہ ۸۴، باب الامامت میں ہے: **لو کان لقدم الامام عوج وقام علیٰ بعضھا یجوز وغیرہ اولیٰ کذافی التبیین.** "اگر امام لنگڑا ہو بایں طور کہ اپنے قدم کے بعض حصہ پر کھڑا ہوتا ہو تو اس کی امامت جائز ہے اور اس کے علاوہ اولیٰ بالامامت ہے۔ جیسا کہ "تبیین" میں ہے۔" **وھو تعالیٰ اعلم.**

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتــــــــــــــــبہ

۶/ شہر السرور ربیع النور ۱۴۰۴ھ

استفتاء ۲۱۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں
نماز کے وقت نماز سے قبل ہمارے دینی ادارہ میں وہ کچھ تلقین کر رہے تھے۔ مقتدیوں کو تقریباً چار یا پانچ جمعہ پڑھا بھی چکے تھے پڑھانا ابھی جاری ہی تھا تو وقت مقررہ سے زیادہ تقریر بول گئے تھے۔ ایک حافظ صاحب ہیں، درمیان میں اٹھ کر منبر پر بیٹھ گئے اور خطبہ پڑھانے کے بعد نماز پڑھائی۔ حالانکہ نماز

پڑھانے پر اعتراض ہو رہا تھا تو کیا ایسی حالت میں حافظ صاحب کے پیچھے نماز ہوگئی یا نہیں؟ حالانکہ بات کچھ بڑھ چکی تھی۔ اس مسئلہ کو حل فرمادیں۔

المستفتی: انور حسین خان، اوسیا مدرسہ اہلسنت فیض الرسول

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــ!

جب عالم مذکور سنّی صحیح العقیدہ صالح امامت ہے اور منصب امامت پر مامور ہے تو اس کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے شخص کا اگر چہ وہ علم وفضل میں زیادہ ہی کیوں نہ ہو، خطبہ وامامت کے لئے بڑھ جانا سخت ممنوع وناپسندیدہ ہے۔ جب امام مستقل (عالم مذکور) خود اس جماعت میں شریک ہوگیا تو حافظ مذکور کے پیچھے نماز ہوگئی۔ وہی جماعت اولیٰ قرار پائی پھر بھی حافظ مذکور کو چاہئے کہ عالم مذکور امام جمعہ سے معافی طلب کرے۔ ہکذا فی فتاویٰ امجدیہ، جلد ا، صفحہ ۱۶۲۔ **واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وصحبہ وبارک وسلم.**

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۴؍ ربیع النور ۱۴۰۴ھ

استفتاء ۲۱۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

(۱) داڑھی کی شرعی مقدار کیا ہے؟ ایک مشت یا کم وبیش چاروں اماموں میں سے کس امام نے ایک مشت سے کم داڑھی رکھنے کو حرام اور کس امام نے جائز قرار دیا ہے؟

(۲) فاسق معلن کو امام بنانا چاہئے یا نہیں؟ ایک مشت سے کم داڑھی رکھنے والا کیا ہے اس کی اذان معتبر ہے یا نہیں؟ بحوالہ کتب جوابات مرحمت فرمائیں تاکہ اختلاف بین المسلمین ختم ہو۔

المستفتی: محمد مفقود عالم، پٹنہ

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــ!

(۱) داڑھی کی شرعی مقدار ایک مشت سے کم نہیں ہے۔ اس سے کم کرنا کرانا حرام ہے۔ **کماحققہ امامنا المحقق عبدالحق محدث دھلوی فی اشعۃ اللمعات وفصلہ امامنا المدقق امام احمد رضا فی لمعۃ الضحیٰ، من شاء التحقیق والتدقیق فلیرجع الیھماوھو الی التوفیق** ۔" جیسا کہ ہمارے امام محقق عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی کتاب

اشعۃ اللمعات میں اسکی تحقیق پیش کی ہے اور اسکی تفصیلی وضاحت ہمارے مدقق امام امام احمد رضا نے لمعۃ الضحیٰ میں بیان فرمایا ہے۔"

(۴) فاسق معلن کو امام بنانا گناہ، اس کی اقتداء میں پڑھی گئی نمازوں کا لوٹانا واجب ہے۔ کما فی الشامی۔ ایک مشت سے کم داڑھی رکھنے والا اعلانیہ تارک واجب ہے یعنی فاسق معلن ہے۔ اس کی دی ہوئی اذان کا لوٹانا واجب تو نہیں مگر موذن اسے بنایا جائے جو متبع شریعت ہو۔ منکرات سے بچنے والا ہو اور اوقات نماز کا خوب جاننے والا ہو۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: وینبغی ان یکون المؤذن رجلاً عاقلاً صالحا تقیاً عالماً بالسنۃ کذافی النھایہ۔ "اور بہتر یہ ہے کہ مؤذن کوئی عاقل، صالح، پرہیز گار سنی صحیح العقیدہ عالم ہو ایسا ہی نہایہ میں ہے۔" اور اسی میں ہے: ویکرہ اذان الفاسق ولا یعاد ھکذافی الذخیرۃ. "فاسق کو اذان کہنا مکروہ ہے مگر اعادہ کی ضرورت نہیں ایسا ہی ذخیرہ میں ہے۔" (جلد ا، صفحہ ۵۴)۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۱ رصفر المظفر ۱۴۰۴ھ

استفتاء ۲۲۰

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام ان مسائل میں کہ

(۱) اگر کوئی مالک نصاب، زکوٰۃ، فطرہ، خیرات واجبہ وغیرہ کا مال کھاتا ہو اور امامت بھی کرتا ہو تو اس کی امامت واقتداء درست ہے یا نہیں؟

(۲) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے اعداد ۷۸۶ کے نیچے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اعداد ۹۲ لکھتے ہیں اور کوئی ۹۲ کی جگہ ۶۰۶ لکھتا ہے۔ کیا یہ درست ہے؟ اگر درست ہے تو یہ کن کلمات کے اعداد ہیں؟ بینوا وتوجروا!

المستفتی: سید غیاث الدین قادری چشتی تاجی سراجی عفی عنہ
مدرسہ تبلیغ الاسلام، مقام وپوسٹ گڑھوا، ضلع پلاموں (بہار)

۷۸۶/۹۲

الجواب ـــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــ!

(۱) اس کی امامت واقتداء مکروہ تحریمی ہے۔ اس کو امامت کے لئے بڑھانا گناہ ہے۔ اس پر لازم ہے کہ حق داروں کی حق تلفی سے باز آئے، توبہ کرے، پھر اگر وہ صالح امامت ہو تو منصب امامت کا عہدۂ جلیلہ اس کو سونپا جائے ورنہ نہیں۔ لان تقدیم الفاسق اثم الخ. "اس لئے کہ فاسق کو امام بنانا گناہ ہے۔" وھو تعالیٰ اعلم

(۲) ۶۰۶ بھی لکھنا درست ہے۔ ممکن ہے اس عدد سے کوئی اور اسم شریف نکلتا ہو۔ ویسے تھوڑی سی توجہ سے یہ روشن ہوا کہ ۶۰۶ یا مُحَمَّدَاهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ ابداً. ''اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ رب قدیر نے آپ پر اور آپ کی آل پر ہمیشہ درود پڑھا'' کا بھی عدد ہے۔ فطوبیٰ لمن قاله بفمه ورقمه بقلمه. ''بشارت ہے اس کے لئے جس نے اپنی زبان سے اس کو کہا اور اپنے قلم سے لکھا'' فقط وعلیکم السلام ورحمه. والله تعالیٰ اعلم و رسوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم۔

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

یکم صفر المظفر ۱۴۰۴ھ، ۷/نومبر ۱۹۸۳ء

استفتاء ۲۲۱

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

قصبہ چوپارن، ضلع ہزاری باغ کی مسجد میں ایک امام صاحب ہیں حافظ عبدالرزاق صاحب۔ یہ کسی اور جگہ بھی رہ چکے ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ وہاں ایک تلمیذہ بچی سے غلط کاری بھی کیا ہے اور حال ہی میں ان کا ایک بھتیجہ قتل بھی کیا گیا ہے۔ قاتلین سب کے سب انہیں کے لوگ ہیں اور یہ بھی پتہ چلا ہے کہ اس قتل کی سازش میں حافظ صاحب بھی ملوث ہیں۔ اور عدالت میں ان پر مقدمہ بھی ہے اور وہ مدعا علیہ ہیں۔ حادثۂ قتل کے بعد چوپارن کی عوام نے ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے گریز کیا۔ یہ بیچارے امامت سے الگ کردیئے گئے۔ وہ الگ ہوگئے۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد مسجد کمیٹی کے سکریٹری صاحب نے دوبارہ ان کو بلالیا۔ عوام میں دو جماعت ہوگئی۔ معترض افراد نے الگ ایک مکان کے برآمدہ میں نماز جماعت، جمعہ وعیدین پڑھنا شروع کردیا۔ اس جگہ گانجہ، افیون کی بکری ہوتی ہے۔ سکریٹری صاحب اور حافظ صاحب کے کچھ رشتہ دار ضد میں ہیں کہ چاہے جماعت دو ہوجائے مگر اس حافظ صاحب کو امامت سے علیحدہ نہیں کیا جائے گا۔ علاقہ میں ایک عالم ہیں۔ انہوں نے بھی مشورہ دیا کہ اگر اس امام کی وجہ سے مسلمانوں میں اختلاف ہورہا ہے تو دوسرا امام مقرر کیجئے تاکہ جماعت ایک ہو۔ بہت کم آدمی ہیں، دو جماعت ہونا اور مسلمانوں میں انتشار ہونا مناسب نہیں ہے۔ مگر جناب امام صاحب اور ان کے ہمنواؤں کو ضد ہوگئی ہے کہ میں امام رہوں گا۔ شریعت نبویہ کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

(۱) امام مذکور کو ایسی حالت میں امامت کرنا چاہیے یا نہیں؟

(۲) دوسری جماعت جہاں ہورہی ہے درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد مجیب، جی ٹی روڈ، چوپارن، ضلع ہزاری باغ

۷۸۶/۹۲

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوہاب ـــــــــ!

سائل نے محض ظن وتخمین کے اعتبار سے حافظ صاحب مذکور کو مورد الزام ٹھہرانے کی کوشش بیجا کی ہے جس کی وجہ سے سائل پر واجب ہے کہ حافظ صاحب سے معافی طلب کرے اور بارگاہ احدیت جل مجدہ میں توبہ نصوح کرے۔ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمَانِيْنَ جَلْدَةً (سورۃ النور:۴) ''پھر چار گواہ معائنہ کو نہ لائیں تو انہیں اسی کوڑے لگاؤ۔'' کچہری میں مدعا علیہ گردان دینے کی وجہ سے کوئی مجرم شرعی قرار نہیں پاتا ہے تاوقتیکہ شہادت شرعیہ سے اس کا مجرم ہونا ثابت نہ ہو جائے۔ جن لوگوں نے بے ثبوت شرعی امام مذکور کو مجرم ٹھہرایا پھر جماعت علیحدہ کر کے مسلمانوں کو منتشر کیا وہ سب تفریق بین المسلمین کے مرتکب ہوئے۔ ان سب پر لازم ہے کہ توبہ کرتے ہوئے دوسری جماعت کو ختم کر کے پہلی جماعت میں مدغم کر دیں بشرطیکہ امام صحیح العقیدہ، صالح امامت ہو اور مذکورہ عائد کردہ الزامات کے علاوہ کوئی اور عیب مانع امامت ان کے اندر موجود نہ ہو۔

(۱) ازروئے شرع امام مذکور پر جرم ثابت نہیں ہوا لہٰذا ان کی امامت درست ہے۔ ان کو امامت سے علیحدہ کرنا جائز نہیں۔ ردالمحتار میں بحر الرائق سے ہے: واستفید من صحة عزل الناظر بلاجنحة عدمها لصاحب وظیفة الخ.

(۲) بے وجہ شرعی دوسری جماعت تفریق وانتشار کا سبب ہے۔ لہٰذا درست نہیں۔ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ''اور اللہ کی رسی مضبوط تھام لو سب مل کر اور آپس میں پھٹ نہ جانا۔'' (کنزالایمان)۔ وھو تعالیٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۱۶ / محرم الحرام ۱۴۰۴ھ، ۲۳ / اکتوبر ۱۹۸۳ء

استفتاء ۲۲۲

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید امام اور عالم دونوں ہے اور خطابت میں مفتی ہونے کا بھی دعویٰ کرتا ہے۔ ہجڑوں کے ناچ باجے والے جلوس میں ذوق وشوق سے شرکت بھی کرتا ہے اور کیرم بورڈ بھی عوام کے ساتھ دلچسپی سے کھیلتا ہے۔

ایسے امام کی نماز میں اقتداء کرنا کیسا ہے؟ امام کا یہ فعل مذموم ہے یا نہیں؟ شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

زید اگر اپنے مذکورہ بالا فعل پر نادم ہو جائے تو اس کو کیا کرنا ہوگا؟ پھر اس کی اقتداء کرنا ہم لوگوں کے لئے جائز ودرست ہوگا یا نہیں؟ وضاحت فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔ فقط

المستفتی: محمد قربان علی، موچھی کھولا، کلکتہ-۴۳، کیرآف ٹیلرنگ شاپ-۱۰، گارڈن ریچرو، کلکتہ-۴۳

۹۲/۸۶ھ

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــ

ناچ، باجے کے جلوس میں شرکت اور کیرم بورڈ کھیلنے میں وقت ضائع کرنا عندالشرع حرام ہے۔ درمختار میں ہے: کرہ کل لھو لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام کل لھو المسلم حرام الاالثلثۃ الخ. "ہر کھیل ناجائز ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے مسلمانوں کو تین کھیل کے علاوہ تمام کھیل حرام ہے۔" اور ردالمحتار میں ہے: ای کل لعب وعبث فالثلاثۃ بمعنی واحد الخ. "یعنی ہر کھیل اور مزاق، تو تینوں ایک ہی معنی میں ہے۔" (لھو، لعب، عبث)

جو اُن میں سے ایک کا بھی مرتکب ہو وہ فاسق معلن ہے۔ اس کو امام بنانا گناہ اور فسق کے بعد جتنی نمازیں اس کی اقتدا میں پڑھی گئیں سب کا لوٹانا واجب ہے۔ لأن فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعاً الخ. "چونکہ فاسق کو امام بنانا اس کی تعظیم ہے حالانکہ اس کی شرعاً اہانت واجب ہے۔" (ردالمحتار) کل صلوٰۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا "ہر وہ نماز جو کراہت کے ساتھ پڑھی گئی اس کا اعادہ واجب ہے۔" (درمختار) امام مذکور کے افعال شنیعہ قبیحہ نہ صرف مذموم مطعون بلکہ حرام ہیں۔ اس پر واجب ہے کہ اپنے افعال قبیحہ سے علی الاعلان توبہ واستغفار کرے۔ اگر وہ اپنے افعال مذکورہ پر نادم وشرمندہ ہوں یعنی توبہ خالص کرلیں اور صالح امامت بھی ہوں تو ان کی اقتداء جائز ودرست ہے۔ لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ. "گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہے گویا اس نے گناہ ہی نہ کیا ہو۔" وھو تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۴؍محرم الحرام ۱۴۰۴ھ، ۱۱؍اکتوبر ۱۹۸۳ء

استفتاء ۲۲۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس کے بارے میں کہ

(۱) زید کو سب لوگوں نے مل کر امام بنایا۔ وہ نماز پڑھاتے رہے۔ مگر کچھ دنوں کے بعد عمر اپنے ہی سے امام بن گیا اور کہتا ہے کہ نماز میں پڑھاؤں گا۔ عمر دن بھر ستر عورت کھول کر کام کرتا ہے تو کیا اس کے پیچھے نماز پڑھنا اور اس کو امامت کرنا درست ہے؟

(۲) عمرو کا لڑکا شراب پیتا ہے اور زنا کاری بھی کرتا ہے۔ عمرو کے لڑکے نے ایک غیر قوم کی لڑکی سے زنا کیا

اور اس سے بچہ بھی پیدا ہوا۔ پھر وہ لڑکی مرگئی تو عمرو کے لڑکے نے اس کو مٹی دیا اور وہ زنا کا بچہ عمرو کے گھر میں رہتا ہے اور عمرو نے اپنی لڑکی کی شادی کر دی تھی مگر بعد میں داماد کو گھر سے نکال دیا۔ جس کو ڈیڑھ سال ہو گئے۔ اب وہ لڑکی حاملہ ہے۔ تو کیا ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے عمرو امامت کر سکتا ہے؟ ان کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ اور اس کے لڑکے، لڑکی کے متعلق شرع کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد عبدالعزیز رضوی، جگنو ٹیلر ہاؤس، مقام و پوسٹ بنا گوری، ضلع جلپائی گوری، ویسٹ بنگال

۹۲/۸۶ ھ

الجواب ــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــ!

(۱) زید اگر صالح امامت ہے اور عام لوگوں نے اسے امام منتخب کیا ہے تو امامت کا استحقاق اسی کو ہے۔ عمرو یا کسی دوسرے شخص کو اگر چہ وہ صالح امامت ہو منصب امامت پر قبضہ کرنا اور بے وجہ شرعی زید کو اس سے معزول کرنا از روئے شرع درست نہیں۔ ردالمحتار میں ہے: **واستفید من عدم عزل الناظر بلاجنحة الخ.** ''بغیر جرم نگراں کی معزولی کی عدم صحت سے یہ فائدہ حاصل ہوا۔'' عمرو جب بے عذر شرعی ستر عورت کی رعایت نہیں کرتا ہے اور فاسق و فاجر بیٹے سے اپنی بیزاری کا اظہار نہیں کرتا ہے تو اس کو امام بنانا جائز نہیں۔ اس کی اقتداء میں جو نمازیں پڑھی گئیں یا پڑھی جائیں گی سب کا لوٹانا واجب ہوگا۔ صغیری میں ہے: **یکرہ تقدیم الفاسق کراهة تحریم وعند مالک لایجوز وهو روایة عن احمد الخ.** ''فاسق کو امامت کے لئے مقدم کرنا مکروہ تحریمی ہے اور امام مالک کے نزدیک فاسق کو امام بنانا جائز نہیں اور یہی ایک روایت امام احمد سے بھی منقول ہے۔'' اور درمختار میں ہے **کل صلوة ادیت مع کراهة التحریم تجب اعادتها الخ.** ''ہر وہ نماز جو کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی ہو اس کا اعادہ واجب ہے۔'' **وهو اعلم**

(۲) عمرو کے لڑکے پر شراب و زنا سے باز آنا فرض و لازم ہے۔ اگر باز نہ آئے تو وہاں کے تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس سے اسلامی مقاطعہ کریں۔ **فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ.** (سورۃ الانعام: ۶۸) ''تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔'' (ترجمہ کنزالایمان) عمرو کی بیٹی کے حمل یا بیٹی پر شرعاً کوئی گرفت نہیں۔ وہ حمل اس کے شوہر ہی کا ہے اگر چہ ڈیڑھ سال اس کی غیوبت کو ہو گئے ہوں۔ **لان مدة الحمل اکثرہ سنتین. وهو تعالیٰ اعلم**

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۸/ ذی الحجہ ۱۴۰۳ھ، ۶/ اکتوبر ۱۹۸۳ء

استفتاء ۲۲۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں بزرگانِ دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
ہمارے گاؤں میں مولوی یوسف کی فطرت بہت خراب ہے۔ مثلاً اپنی چچی کو بری بری گالیاں دیتا ہے، لوگوں کو اتفاق واتحاد سے نہیں رہنے دیتا ہے، جس مسلمان سے اس کی دشمنی ہوتی ہے اس کو محفل میلاد میں نہیں بیٹھنے دیتا ہے، بیت الخلاء اپنے ہاتھ سے صاف کرتا ہے، لوگوں کو برائی کے راستہ پر چلاتا ہے، اپنی ماں، بہن کو کچھ نہیں سمجھتا ہے، ان کو گالی دیتا ہے، کسی کے یہاں قرآن خوانی ہوتی ہے تو لڑکوں کو جانے سے منع کر دیتا ہے، مولانا ہو کر میلاد شریف اور فاتحہ نہیں کرنے دیتا ہے اور برائی کے کام میں سب سے آگے رہتا ہے اور وہ ایک پاؤں کا لنگڑا بھی ہے۔ ان سب باتوں کے علاوہ بھی اس کی فطرت بہت خراب ہے۔ ہم لوگ اہل سنت والجماعت کے ماننے والے ہیں۔ لہٰذا جواب دیجئے کہ ہم لوگوں کی نماز مولانا یوسف مذکور کے پیچھے ہو جائے گی یا نہیں؟ اس کا جواب ۱۵ر رمضان تک ضرور آ جائے۔
المستفتی: محمد اسرائیل حبیبی، مقام و پوسٹ بھیر، ضلع ہزاری باغ، بہار

۹۲/۷۸۶

الجواب ــــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــــ !

گالی بکنے والا امام:

سائل نے مولانا مذکور کی جن جن برائیوں کی نشاندہی کی ہے اگر واقعی وہ ان کے اندر ہیں تو وہ لائق امامت وسربراہی نہیں ہیں۔ مثلاً ماں، بہن، چچی وغیرہ کو گالی دینا اشد فسق ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **سباب المسلم فسق وقتاله کفر.** "مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور مسلمان کو قتل کرنا کفر ہے۔" اور میلاد وفاتحہ سے روکنا بدعقیدگی کی نشانی ہے۔ ایک پاؤں کا لنگڑا ہونا موانع امامت سے نہیں لیکن اگر اس میں وہابیت سرایت کر گئی ہے تو اس کی اقتداء باطل ہے۔ قطعاً اسے کوئی سربراہی نہیں دی جائے گی اور اگر وہابیت زدہ نہیں ہے تو گالی وغیرہ افعال شنیعہ سے باز آئے اور توبہ استغفار کرے۔ ورنہ اس کی امامت جائز نہ ہوگی۔ **وبان فی تقدیمه تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعاً الخ.** "فاسق کو امامت کے لئے مقدم کرنے میں تعظیم ہے حالانکہ شرعاً اس کی اہانت واجب ہے۔" **والله تعالیٰ اعلم ورسوله صلی الله تعالیٰ علیه وعلی اله وصحبه وبارک وسلم.**

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتـــــــــــبہ

۳۰/شعبان المعظم ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۲۲۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:
ایک شخص وقت کو ٹال مٹول کر نماز پڑھتا ہے فجر کی نماز ہمیشہ قضا کرتا ہے یعنی وقت پر نہیں پڑھتا ہے۔
تو کیا جمعہ کی نماز اور پنجوقتی نماز وہ پڑھا سکتا ہے قرآن وحدیث سے جواب دیکر شک شبہ کو دور کریں۔ فقط
المستفتی: محمد نعیم الدین مسلم محلہ ڈاکخانہ چاس، ضلع دھنباد

۹۲/۸۶ ؁ء

الجواب ــــــــــــــــ!

نماز میں سستی ولا پرواہی کرنے والوں کے متعلق قرآن شریف میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔ عندالشرع ایسا شخص فاسق وفاجر ہے جس کی اقتدا ناجائز ہے اور خود اس کا امام بننا گناہ مکروہ تحریمی ہے۔ قرآن وحدیث اور کتب فقہ اس کے دلائل سے مالا مال ہیں پوسٹ کارڈ میں قرآن وحدیث کی عبارتیں نقل کرنا بے ادبی ہے۔ اس لئے معذرت خواہ ہوں۔ وھو تعالیٰ اعلم

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتــــــــــــــــــــــبہ

۴/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ، ۱۱/ مارچ ۱۹۸۱ء

استفتاء ۲۲۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:
ایک شخص دعا تعویذ اور حاضرات وغیرہ کرتا ہے مؤکل کو حاضر کرتا ہے گھر گھر جا کر جھاڑ پھونک کرتا ہے
ان کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ اور ان کی اذان وتکبیرات ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی دلیل دیکر
مسلمان کو مطمئن کریں۔

المستفتی: محمد نعیم الدین اشرفی چاس، دھنباد

۹۲/۸۶ ؁ء

الجواب ــــــــــــــــ!

دعاء تعویذ یا حاضرات ناجائز وحرام نہیں ہے اگر وہ شخص صالح امامت ہے تو اس کی اقتداء جائز ہے اور اس کی اذان وتکبیر بھی۔ صرف دعاء وتعویذ اور حاضرات کی وجہ سے اس کی اقتداء ناجائز نہیں ہوگی۔ ''پوسٹ کارڈ میں دلائل کتاب وسنت پیش نہیں

کئے جاتے۔ وھو تعالیٰ اعلم!

کتبہ
الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
۴/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ، ۱۱/ مارچ ۱۹۸۱ء

استفتاء ۲۲۷

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

ایک امام صاحب جو حافظ و قاری ہیں، ان کی بھولی بھالی صورت، کو دیکھ کر لکھنؤ کے عوام نے اپنے محلہ کی مسجد کی امامت کا بھار سونپا۔ کئی مہینوں کے بعد اسی بغل کی ایک نو جوان غیر مسلم لڑکی سے ان کے ناجائز تعلقات ہو گئے اور پھر یہ اتنی خطرناک صورت اختیار کر لی کہ مسجد سے متصل خصوصاً جو کمرے امام کے لئے ہوتے ہیں، قاعدہ کے اعتبار سے انہیں بھی ایک کمرہ ملا ہوا تھا، اس کمرہ میں حافظ صاحب اس لڑکی سے زنا جیسی خطرناک حرکت کیا کرتے تھے۔ حد تو یہ ہے کہ رمضان شریف کے مہینہ میں بھی باز نہیں آئے۔ آخر ایک دن ایسا آیا کہ تیس دن کا چور ایک دن رنگے ہاتھوں پکڑا گیا۔ موصوفہ لڑکی کے ہاتھوں پکڑے جانے پر ان کی اچھی خاصی مرمت بھی ہوئی۔ تب ان کا کہاں ٹھکانا تھا۔ واضح رہے کہ اس پکڑے جانے سے قبل ہی انہوں نے اپنی خوبصورت شریک حیات کو اسی اندھی عشق و محبت میں پڑ کر طلاق مغلظہ بھی دے چکے تھے۔ نیز ان کے رشتہ کے ایک بھائی نے جو لکھنؤ ہی میں دوسری جگہ مقیم ہیں، ان کے گارجین کو اطلاع دی کہ آپ کے صاحبزادے کی حرکت خراب ہو چکی ہے۔ لہٰذا ان کے تمام دروازے بند ہو چکے تھے، سوائے راہ فرار کے اور کوئی راستہ نہیں تھا۔ اور ہوا بھی یہی کہ موصوف بھاگ کر بمبئی چلے گئے اور پھر نیا لباس پہن کر عوام کے سامنے تقریری سلسلہ اور امامت کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

تو ان کی تقریر سننا کیسا ہے؟ ان کے پیچھے فرائض نماز اور جمعہ ادا کرنا کیسا ہے؟ جب کہ یہ سو فیصد صحیح پایا گیا کہ یہ زانی ایک بار کا نہیں بلکہ صدیوں کا زانی ہے۔ قرآن و احادیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں تا کہ ہم عوام کا فائدہ ہو۔ مدلل جواب دے کر شکریہ کا موقع دیں۔ عین کرم ہوگا۔

المستفتی: محمد نسیم اختر، مقام کھیتکو، ڈاکخانہ جرنگڈیہہ، ضلع گریڈیہہ، بہار،
مورخہ ۱۵/ ستمبر ۱۹۸۱ء

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــ!

بر تقدیر صحت سوال، حافظ صاحب مذکور کی اقتداء ناجائز ومکروہ تحریمی ہے، کہ وہ جرم مذکور فی السوال کی وجہ سے سخت فاسق و فاجر ہے۔ قال العلامۃ الشامی فی فتاوہ تقدیمہ (ای الفاسق) للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانۃ شرعاالخ. ''علامہ شامی نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا کہ فاسق کوامامت کے لیے آگے بڑھانے میں اس کی تعظیم ہے جب کہ شرعاً اس کی اہانت واجب ہے۔'' اس کی اقتداء میں جس قدر نماز پڑھی جائیگی سب کالوٹاناواجب ہوگا۔ قال صدر الشریعۃ فی فتاویٰ سماھا فتاوی امجدیہ، کل صلوۃ ادیت مع کراھۃ التحریمۃ تجب اعادتھاالخ. ''اورصدرالشریعہ نے اپنے فتاویٰ موسوم بہ فتاویٰ امجدیہ میں علامہ شامی کی عبارت نقل کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ ہروہ نماز جوکراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی اس کااعادہ واجب ہے۔'' اس کی مجالس تقریر میں بیٹھنا بھی جائز نہیں ہے۔ قال تعالیٰ عزوجل وَلاَ تَقْعُدْ بَعْدَالذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ. ہاں اگر وہ توبہ نصوح کرے تو اس کی امامت واقتداء میں کوئی کراہت باقی نہ رہے گی۔ قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم التائب من الذنب کمن لاذنب لہ اھ. ''گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسے ہی گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں بشرطیکہ وہ امامت کی صلاحیت بھی رکھتا ہو'' واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ وبارک وسلم۔

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۹/ ذی القعدہ ۱۴۰۱ھ

استفتاء ۲۲۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) نابالغوں کی امامت اگر بالغ کرے یعنی اس کی اقتداء میں سب نابالغ ہی ہوں تو کیا کوئی حرج ہے؟

(۲) کیا تکرار تنزیہی حکم میں تحریمی کے ہیں۔

(۳) کسی نے الٹی جائے نماز پر نماز پڑھائی بھول کر، تو کیا نماز کا اعادہ ضروری ہے؟

(۴) کسی نے نماز جمعہ میں کوئی واجب ترک کردیا تو کیا اس پر سجدۂ سہو واجب ہے جب کہ وہاں جماعت کی تعداد تقریباً پچاس ساٹھ لوگوں کی ہوتی ہے؟ اب حضور والا سے گذارش ہے کہ مندرجہ بالا تمام مسائل کا جواب مرحمت فرمائیں۔ ممنون کرم ہوں گا۔

المستفتی: مولانا محمد فاروق رضوی، مقام گووردھن پور، پوسٹ جوگی بنہ، ضلع سیتامڑھی، بہار

۹۲/۷۸۶

الجواب ــــــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــــــ

(۱) نابالغوں (جو نماز کو نماز سمجھ رہے ہوں) کی امامت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ایسی صورت میں تمام نابالغ، امام کے محاذی نہیں بلکہ پیچھے کھڑے ہوں گے۔ قال فی العالمگیری ج ۱، ص ۸۸ واذا کان معه اثنان قاماخلفه وکذلک اذا کان احدهما صبیاً اھ. ''جب اس کے پیچھے دو آدمی کھڑے ہوں اور ایسے ہی جب ان میں سے ایک بچہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔'' وھو تعالیٰ اعلم۔

(۲) نہیں، کہ یہ گناہ نہیں۔ نہ اس پر وعید عذاب صرف شرع کو ناپسند ہے۔ اور تحریمی وہ ہے جس کا مرتکب گنہگار مستحق عذاب نار ہوتا ہے کہ یہ واجب کے بالمقابل ہے اور تنزیہی سنت غیر موکدہ کے۔ لہٰذا تکرار تنزیہی تحریمی نہیں ہوسکتا۔ کما ھو مستفادعن اصول الفقه. جیسا کہ اصول فقہ سے مستفاد ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

(۳) الٹی جائے نماز سے کیا مراد ہے۔ آیا اس کا سرا قدموں تلے نمازی کے آگیا، یا اس کے نیچے کا حصہ اوپر ہوگیا؟ پہلی صورت میں کوئی حرج نہیں ہے اور دوسری صورت کو علماء نے مکروہ لکھا ہے اور ظاہراً کراہت تحریم ہے ہکذا فی بہار شریعت حصہ ۳، صفحہ ۱۴۵۔ پس کراہت تحریمی کی صورت میں اس نماز کا اعادہ ضروری ہے۔ کل صلوٰۃ ادیت مع کراهة التحریم فتجب اعادتها. ''ہر وہ نماز جو کراہت تحریم کے ساتھ ادا کی گئی اس کا اعادہ واجب ہے۔'' وھو تعالیٰ اعلم۔

(۴) اگر کسی واجب نماز کو ترک کر دیا تو سرے سے نماز فاسد ہوگئی۔ اس کا لوٹانا لازم ہے اور اگر کوئی واجب سہواً ترک ہوگیا تو جمعہ وعیدین میں علما نے سجدۂ سہو معاف رکھا ہے۔ اس میں تفصیل وتکثیر جماعت کا فرق نہیں کیا ہے۔ کما فی الہندیہ ج ۱، ص ۱۲۶، ان مشائخنا قالوا لایسجد للسهو فی العیدین والجمعة لئلا یقع الناس فی فتنة کذا فی المضمرات ناقلاعن المحیط اھ. ''ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ عیدین اور جمعہ میں سجدہ سہو نہ کرے تاکہ لوگ فتنہ میں مبتلا نہ ہوجائے مضمرات میں محیط سے ایسے منقول ہے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم و رسوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم۔

الفقیر عبدالواحد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

یکم ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ

استفتاء ۲۲۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

داڑھی منڈے یا فصلی داڑھی رکھنے والے یعنی رمضان کے چند روز پہلے سے داڑھی رکھنا اور ختم تراویح کے بعد منڈا دینا یا حد شرع سے کم رکھنے والے یا کترانے والے یا غیر نمازی حافظ کے پیچھے تراویح پڑھنا

کیسا ہے؟ ایسے حافظ کی اقتداء میں نماز پڑھنے والوں کی نماز ہوگی یا نہیں؟ باوجود منع کرنے کے جولوگ نماز ایسے حافظ کے پیچھے پڑھیں ان کے لئے کیا حکم ہے؟ مذکورہ قسم کے حافظ کو، جو متولی مسجد میں تراویح کیلئے مقرر کرے یا اساتذہ حفاظ تراویح پڑھانے کے لئے بھیجیں، ان کے لئے کیا حکم ہے؟ جو باشرع امام مذکورہ قسم کے حافظ کی اقتداء میں تراویح پڑھیں، منع کرنے سے بھی اقتداء سے باز نہ آئیں ان کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ براہ کرم بحوالہ کتب ان تمام مسائل کا جواب تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

المستفتی: غلام مصطفےٰ خاں، قاری اکرام الدین، بی ۱۱/۲۱، گوری گنج (سونار پورہ)، وارانسی، یوپی

۸۶/۹۲ ء

الجواب ـــــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــــ !

فصلی داڑھی رکھنے والوں کی امامت:

حافظ مذکور کی اقتداء اس کے فسق اعلانیہ کے سبب سے ناجائز وحرام ہے۔ خواہ نماز پنجگانہ ہو یا تراویح سب مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی۔ **قال العلامة الشامی لان فی تقدیمه (الفاسق) للامامة تعظیمه و قد وجب علیهم اهانته شرعاالخ.** ''علامہ شامی علیہ الرحمہ نے فرمایا: فاسق کو امامت کے لئے مقدم کرنے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شرعاً مسلمانوں پر فاسق کی اہانت واجب ہے۔'' حد شرع سے کم داڑھی رکھنے والے حافظ کی اقتداء میں جتنی نمازیں پڑھی جائیں گی یا پڑھی گئیں، سب کا لوٹانا واجب ہے۔ قال صدر الشریعۃ فی فتاواہ، جلد اول: **صلوۃ ادیت مع کراھة التحریمة فوجب اعادتها الخ.** ''حضرت صدر الشریعہ نے اپنے فتاویٰ امجدیہ جلد اول میں فرمایا: جو نماز کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی اس کا اعادہ واجب ہے۔'' جولوگ منع کرنے کے باوجود داڑھی منڈے حافظ کی اقتداء کرتے ہیں وہ سب بھی فاسق وفاجر ہیں۔ **قال تعالیٰ وَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ.** ''اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔'' (ترجمہ کنز الایمان) جب تک وہ توبہ نہ کریں ان کی اقتداء ناجائز ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم ورسوله صلی اللہ تعالیٰ علیه وعلی اله وصحبه و بارک وسلم۔**

الفقیر عبد الواجد قادری غفرلہ خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۳/صفر المظفر ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۲۳۰

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

واقعتاً ایک محلہ یا ایک گاؤں کی ایک ہی مسجد میں تمام اہل محلہ یا گاؤں کے لوگ وقتیہ اور نماز جمعہ یکجا ادا کرتے ہیں اور اسی علاقہ میں بعض تحریک پسند مزاج کے عناصر خیال افراد جماعت سے جدا ہو کر بیشتر

طیقہ سے بالکل علیحدہ ہوکر دیگر گروہ بنا کر عوامی افراد پر دباؤ اور زور ڈال کرنا جائز دماغی رجحان اثر پیدا کرنا، نیز یہ کہ عوام تم لوگ سب ہمیں اپنی اپنی حمایت اور ہفتہ واری چندہ کے طور پر مروجہ فی مکان ایک مٹھی بھر چاول کی امداد ہمارے گروہ کو، خاص کر روانہ کرنے کی صورت میں، اس کی خلاف ورزی کرنے والوں کو اس مسجد میں نماز پڑھنے نہیں دیا جائے گا۔ ایسی صورت حال اور لغویات کلمہ بیہودہ الفاظ کا بھی استعمال مسجد کی عبادت سے متعلق اپنی غلط خیال سے برتاؤ کرنا جیسا کہ "وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًاوَّلاَ تَفَرَّقُوْا" (آل عمران:۱۰۳) "اور اللہ کی رسی مضبوط تھام لو سب مل کر اور آپس میں پھٹ نہ جانا۔" (ترجمہ کنزالایمان) کے سراسر خلاف ہے۔ تاہم آپ سے پوری طرح شرع کی روشنی ڈال کر ثبوت قرآن وحدیث کے ساتھ مع دلیل جواب طلب ہے۔

المستفتی: عبدالحمید متولی، راقم ظفیر الحسن قادری
پتہ: سرفراز خان مقام پریس منڈی، ڈاکخانہ منگل باڑی، ضلع مالدہ، ویسٹ بنگال

۹۲/۸۶ے

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــــ!

سوالنامہ کی بعض باتیں سمجھ میں نہیں آئیں۔ اس لئے مکمل جواب مشکل ہے۔ مسلمانوں کی جماعت سے بے وجہ شرعی الگ ہوکر مسلمانوں میں اختلاف وانتشار برپا کرنا شرعاً ناجائز وحرام ہے۔ ایسوں کے لئے خسرانِ دنیا وآخرت وعید شرع میں وارد ہے: **من شذ شذ فی النار**۔ "جو جماعت سے الگ ہوا وہ جہنم رسید ہوا۔" ہاں اگر امام میں واقعی کوئی ایسی شرعی خرابی ہو جس سے نماز باطل یا مکروہ ہوتی ہو تو علیحدہ نماز پڑھنا ضروری ہے۔ **صلٰوۃ ادیت مع کراھة التحریمة فوجب اعادتها**. "جو نماز مکروہ تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی ہو اس کا اعادہ ضروری ہے۔" (فتاویٰ امجدیہ)۔ ایسی صورت میں بھی پہلی کوشش یہ ہونی چاہئے کہ صالح امامت شخص کو منصب امامت پر بحال کیا جائے اور اگر یہ کوشش بارآور نہ ہو تو مجبوراً اس امام کی اقتداء سے پرہیز کرے جو اہتمام دین سے لاپرواہ ہو یا اس میں نقص شرعی ہو۔ **وھو تعالیٰ اعلم**

نوٹ: آیۃ شریفہ نقل کرنے میں کافی احتیاط لازم ہے۔ آپ اپنی نقل کی ہوئی آیۃ کریمہ کی تصحیح قرآن پاک دیکھ کر کر لیجئے۔

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۵/ ربیع الاخریٰ ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۲۳۱

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

(۱) زید نے اپنے بیٹے کی بیوی کے ساتھ زنا کیا جس کی شہادت لڑکی نے خود دی اور زید نے اپنی حرکت ناروا کا اعتراف کیا، جس کی سزا یا جرمانہ گاؤں کے لوگوں نے کیا۔ بعد ازیں انہوں نے نفس پرست لوگوں کو اپنا کر ایک پارٹی تیار کی اور اس کلنک کے ٹیکہ کو دفع کرنے اور لوگوں میں سرخرو ہونے کی غرض سے گاؤں کی مسجد میں امامت کے لئے جدو جہد کر رہے ہیں۔ آیا ایسے شخص کی امامت درست ہوگی؟ از روئے قرآن وحدیث جواب عنایت فرمائیں۔

(۲) عمرو نے اپنی بیٹی کے ساتھ زنا کیا جس سے حمل قرار پا گیا۔ لوگوں میں جب اس کا چرچہ ہوا تو انہوں نے حمل خراب کرا دیا۔ اس حرکت ناروا کا اندازہ اس طرح ہوا کہ حالت حمل میں اس نے اپنی لڑکی کی شادی دی تھی۔ اب یہ لڑکی اپنے شوہر کے نکاح میں رہی یا اس کا شوہر لے جانا چاہے تو وہ اپنے شوہر کے یہاں جا سکتی ہے یا نہیں؟ از روئے قرآن کریم جواب تحریر فرمائیں۔

(۳) زید حنفی ہے اور عمرو اہل حدیث ہے۔ زید معمولی تعلیم یافتہ ہے اور عمرو حافظ قرآن پاک ہے۔ زید کی نماز عمرو کی اقتداء میں ہوگی یا نہیں؟ بحوالہ حدیث شریف جواب مرحمت فرمائیں۔ بینوا و توجروا!

المستفتی: محمد ابراہیم انصاری، چھٹ جوری، بھاگلپور کیر آف غلام مصطفےٰ
مقام برمونڈیا کوئیلری، پوسٹ کنیا پور، وایہ آسنسول، ضلع بردوان، ویسٹ بنگال

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــ!

بہو کے ساتھ منہ کالا کرنے والا:

(۱) **العیاذ باللہ تعالیٰ**۔ زید بے قید حرص وہوا کا صید سخت وشدید گنہگار مستحق عذاب نار اور غضب رب تعالیٰ میں گرفتار ہے۔ اس پر توبہ استغفار فرض ہے۔ **قال تعالیٰ وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ**۔ (سورۃ النساء:۱۱۰) "اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور جو کوئی برائی یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے بخشش چاہے تو اللہ کو بخشنے والا مہربان پائے گا۔ (ترجمہ کنز الایمان) اس کی اقتداء ناجائز اور نمازیں واجب الاعادہ ہوں گی۔ اُس کو امام بنانا گناہ ہے۔ **قال العلامۃ الشامی فی ردّالمحتار باب الامامۃ لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعاً الخ** "علامہ شامی نے "ردالمحتار" باب الامامت میں فرمایا اس لئے کہ فاسق کو امامت کے لئے مقدم کرنے میں اُس کی تعظیم ہے حالانکہ شرعاً مسلمانوں پر فاسق کی اہانت واجب ہے۔" ہاں اگر زید علی الاعلان توبہ نصوح کرلے تو یہ اس کا شرعی کفارہ ہوجائے گا اور بعد توبہ اگر وہ امامت کی صلاحیت رکھتا ہے تو امامت بھی کر سکتا ہے۔ **فی الحدیث**

الشریف التائب من الذنب کمن لاذنب له. ''گناہوں سے توبہ کرنے والا بے گناہ کے مثل ہے'' وھو تعالیٰ اعلم.

(۲) حاملہ بالزنا کا نکاح جائز و درست ہے: فی الدر المختار وصح نکاح الحبلیٰ بالزنا الخ. ''حاملہ بالزنا کا نکاح صحیح ہے۔'' اس کا شوہر اسے لے جاسکتا ہے مگر تا وضع حمل اس سے ہم بستری نہیں کرسکتا۔ لئلا یسقی بالماء زرع غیرہ. ''تا کہ اس کا پانی غیر کی کھیتی سیراب نہ کرے۔'' (الحدیث)۔ لیکن جب حمل گرادیا گیا تو اب اس کا شوہر اس سے ہم بستری بھی کرسکتا ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم.

(۳) غیر مقلد وہابی اپنے کو اہل حدیث کہتے ہیں اور غیر مقلد بالاتفاق علمائے حق، فاسد العقیدہ ہیں۔ ان کی اقتداء حنفیوں کے لئے ہرگز جائز نہیں۔ جواب نمبر ۱ میں گذرا کہ فاسق العمل کی اقتداء بھی حرام ہے۔ تو فاسق العقیدہ اس سے ہزار درجہ بدتر ہے۔ بھلا اس کی اقتداء کیونکر حرام تر نہ ہوگی۔ الاھم فالاھم، قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم لاتصل معھم ولا تصل علیھم۔ ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بدمذہبوں کے ساتھ نہ نماز پڑھو نہ ہی ان کی نماز جنازہ پڑھو۔'' (الی الحدیث)۔

واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ وبارک وسلم.

الفقیر عبد الواجد قادری غفرلہ خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۴/ربیع النور ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۲۳۲

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید ایک مسجد کے امام ہوتے ہوئے ایک دینی مدرسہ کے مدرس بھی ہیں۔ اس کے علاوہ رمضان المبارک میں مدرسہ کے لئے فطرہ وزکوٰۃ کی رقم بھی وصول کرتے ہیں جس میں سے انہیں کمیشن بھی دیا جاتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہوگی یا نہیں؟ جو فطرہ وزکوٰۃ کا کمیشن کھاتا ہے بدلائل شریعت جواب باصواب مرحمت فرمائیں۔ بینوا وتوجروا۔

المستفتی: فیض جیلانی، معرفت عبد الرزاق، گل مرچنٹ، ٹکیہ پارہ، ہوڑہ

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــ بعون الملک الوھاب ــــــ !

''کمیشن'' غالباً انگریزی زبان کا لفظ ہے جس کی صحیح تعریف سے فقیر نابلد ہے۔ مہربانی ہوتی کہ کمیشن کی صحیح تعریف بھی سوالنامہ میں لکھ دی جاتی تا کہ جواب بہ آسانی دیا جاسکتا۔ اگر چندہ وصولی کے سلسلہ میں یہ بدل خدمت (حق المحنت) ہے جسے

مدرسہ والے کسی اور مدسے یا بعد حیلہ شرعیہ مدات مذکورہ ہی سے دیتے ہیں تو جائز ہے۔ اور اگر بدل خدمت نہیں ہے تو اس کی نوعیت کو ظاہر کرنا ضروری ہے۔

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۸؍ربیع النور ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۲۳۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ

(۱) کہ سنی کی نماز اہل حدیث کے پیچھے ہوگی یا نہیں؟ نیز اگر پڑھانے والا نہ ہو تو اہل حدیث نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ کیا ایسی صورت میں اس کی امامت درست ہوگی یا نہیں؟

(۲) امام کی عدم موجودگی میں ہمیشہ موذن نماز پڑھاتے ہیں۔ یا جس کو وہ اجازت دیتے ہیں وہ پڑھاتے ہیں۔ کسی وجہ سے امام نماز جمعہ میں نہیں آسکے اور موذن موجود ہیں اور وقت سے پہلے کسی شخص نے اہل حدیث کو، جو حافظ قرآن بھی ہیں، ان کو آگے بڑھادیا۔ انہوں نے کچھ دیر تقریر کی اور اس کے بعد خطبہ پڑھا پھر نماز پڑھایا تو کیا یہ نماز ہوئی؟ نیز جن لوگوں نے اہل حدیث مذکور کو آگے بڑھایا، ان کے اوپر شریعت کا کیا حکم نافذ ہوتا ہے؟ اور اگر اہل حدیث کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے تو کیوں؟ اس کے عقائد کیا ہیں؟ خلاصہ تحریر فرمائیں گے۔

(۳) خضاب لگانا کیسا ہے؟ جو شخص اس کا استعمال کرے اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ نیز جو شخص اپنی داڑھی کو کتروائے یا جو شریعت کی حد سے کم رکھتا ہے اس کی امامت درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: عبدالرحمٰن سوداگر، برمونڈیا کولیری، ڈاکخانہ کنیا پور، ضلع بردوان

۸۶/۹۲ م

الجواب ـــــــ بعون الملک الوهاب ـــــــ!

(۱) ہندوستان میں عموماً اہل حدیث غیر مقلدین کو کہا جاتا ہے اور غیر مقلدین کے متعلق علماء اسلام کثر اللہ تعالیٰ سوادہم کے فتاوے مشہور و معروف ہیں۔ ان کی اقتداء سنی مسلمانوں کو ہرگز جائز نہیں، نہ ان کے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت۔ قال صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لاتصل معهم ولاتصل علیهم الخ. "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بد مذہبوں کے ساتھ نہ نماز پڑھو نہ ہی ان کی نماز جنازہ پڑھو۔" وہ مطلق امامت کے اہل نہیں۔ لہٰذا ان کی امامت ناجائز و حرام ہے۔ وهو تعالیٰ اعلم

(۲) نماز نہیں ہوئی۔ اس کا اعادہ بصورت ظہر تمام مسلمانوں پر فرض ہے: ادیت صلوٰۃ مع کراھۃ التحریمہ فوجب اعادتھا. "جو نماز کراہت تحریم کے ساتھ ادا کی گئی اس کا اعادہ واجب ہے۔" (فتاویٰ امجدیہ) صورت مسئولہ میں کراہت تحریمہ کا سوال نہیں ہے بلکہ نماز ہی سرے سے نہیں ہوئی۔ جن لوگوں نے شخص مذکور کو امامت کے لئے بڑھایا ہے وہ سب کبیرہ کے مرتکب ہوئے۔ سب پر توبہ واجب ہے۔ لان فی تقدیمہ "للامامۃ" تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعا الخ. "کیونکہ اُسے امامت کے لئے آگے بڑھانے میں اس کی تعظیم ہوتی ہے حالانکہ مسلمانوں پر اُس کی شرعاً اہانت واجب ہے۔" (شامی) غیر مقلدوں کی اقتداء صحیح نہ ہونے کی وجہ ان کا فاسق فی العقیدہ ہونا ہے جو ان کی کتابوں سے واضح روشن ہے۔ ان کے نزدیک تقلید ائمہ حرام ہے جب کہ اہل اسلام کے نزدیک واجب ہے۔ نیز وہ اپنی جماعت کے علاوہ دنیا کے تمام مسلمانوں کو خارج از دائرہ اسلام سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ علامہ شامی نے ردالمحتار میں بیان فرمایا، ان کے عقائد کی تفصیلات معلوم کرنے کے لئے فتاویٰ علمائے دینیہ "الصوارم الہندیہ" اور سیف الجبار وغیرہ کا مطالعہ کیجئے۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۳) خضاب اگر سیاہ ہے تو غیر مجاہدین کو حرام ہے۔ داڑھی کترواکر حد شرع سے کم رکھنا یا سرے سے نہیں رکھنا سب حرام ہے۔ یہ سب فسق اعلانیہ کے مرتکب ہیں اور فاسق معلن کی امامت درست نہیں۔ جو نمازیں ان کی اقتداء میں پڑھی جائیں گی، سب کا لوٹانا واجب ہوگا۔ لعدم اھتمام امر دینہ الخ. "امور دینیہ کا اہتمام نہ کرنے کی وجہ سے۔" واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی الہ وصحبہ وبارک وسلم۔

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۱ رصفر المظفر ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۲۳۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

عیدگاہ کا امام معذور تھا لیکن تفریق جماعت نہ ہونے کے سبب لوگ خاموش رہے۔ اب اس امام کا لڑکا، جو خانہ ساز حافظ ہے اور احکام نماز وطہارت سے واقف نہیں، کپڑے کی تجارت میں اس کی کذب بیانی سب پر عیاں، روزانہ بازار کے اوقات دو وقت کی نماز پڑھتا ہی نہیں، ستر عورت کا لحاظ نہیں رکھتا، نیز دوسرے مسلمان کی زمین غصب کئے ہوئے ہے، ایسے شخص کو امام معذور اور گاؤں والے اپنی اقتدار اور گاؤں کی امامت قائم رکھنے کیلئے چند گاؤں والوں کی باتوں کو ٹھکرا کر بغیر مشورہ اس خانہ ساز حافظ کو امام بنالیا۔ جب کہ دوسرے گاؤں کے عالم، حافظ، قاری پابند شرع اس عیدگاہ میں نماز ادا کرتے ہیں۔ جن سے تفریق

جماعت واختلاف بین المسلمین ہے۔ایسی صورت میں اس خانہ ساز حافظ کو امام بنانا اور اس کا امام بننا درست ہوگا یا نہیں؟ اور جو لوگ اس میں تفریق کر رہے ہیں شرعاً ان پر کیا حکم ہے۔واضح مدلل جواب عنایت کریں۔

المستفتی: اسد حسن، لکچرار، سہسولی، پوسٹ اورائی، ضلع: مظفر پور، بہار

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــ!

اگر فی الواقع حافظ مذکور فی السوال میں وہ تمام عیوب قبیحہ محرمہ موجود ہیں جو سوالنامہ میں شمار کرائے گئے ہیں، تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس کو منصب امامت سے معزول کریں اور کسی صالح امامت کو اس کی جگہ نصب کریں کیوں کہ موجودہ امام (خانہ ساز حافظ) عدم اہتمام دین اور عیوب مذکورہ کی وجہ سے قطعاً اس لائق نہیں ہے کہ مسلمانوں کی امامت کرے۔فتاویٰ شامی باب الامامت ص۳۷۶ میں ہے: **لایھتم لامر دینہ وبان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعاً الخ.** ''اس لئے کہ فاسق دین کا اہتمام نہیں کرتا اور اس وجہ سے بھی کہ امامت کے لئے تقدیم کی صورت میں اس کی تعظیم ہے، حالانکہ شرعاً مسلمانوں پر فاسق کی اہانت واجب ہے۔'' اگر اسے منصب امامت سے نہیں ہٹایا گیا تو اس کا گناہ ہر اس شخص کو ہوگا جو امام کے عزل و نصب میں ذرا بھی دخیل ہے۔ **کما حققہ صدر الشریعہ فی فتاواہ وقال اذا ادیت صلوۃ مع کراھۃ التحریمۃ فوجب اعادتھا الخ.** (جیسا کہ ''صدر الشریعہ'' نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تحقیق پیش کی اور فرمایا کہ جو نماز کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی ہو اس کا اعادہ واجب ہے) **وَقَالَ تَعَالٰی وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ.** (الاعراف:۲۰۵) ''ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور غافلوں میں نہ ہونا'' (ترجمہ کنز الایمان) **واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ وبارک وسلم۔**

الفقیر عبد الواجد قادری غفرلہ خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبــــــــــــــــــــــہ

۲۸/ ذوالحجۃ الحرام ۱۴۰۱ھ

استفتاء ۲۳۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں،

(۱) موضع بیجو بیگہ ضلع نوادہ میں ایک مسجد آباد ہے جس میں ایک بدعقیدہ نیم ملا پیش امام کا کام کرتا تھا جو تقریباً چار سال سے اپنے آپ کو چھپائے تھا اور ظاہر نہیں کرتا تھا کہ میں کس خیال کا ہوں۔جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ یہ شخص بدعقیدہ ہے تو کچھ لوگوں نے مشورہ کر کے مسجد سے برخاست کر دیا۔اس مولوی کے جانے کے بعد مسلمانوں میں پھوٹ ہوگئی اور مسلمان دو فرقہ میں بٹ گئے۔جو لوگ اس مولوی کو ماننے والے تھے۔ان کو اپنے گھر میں پناہ دیا اور چند دن کے بعد ایک مسجد قائم کر دی جو پرانی مسجد سے چند قدم

کی دوری پر ہے۔ دو تین نمازی اس مسجد میں ہیں اور تین چار نمازی اس مسجد میں۔ مسجد کے سامنے مسجد بنانا جائز ہے کہ نہیں اور وہ مسجد، مسجد ضرار کے حکم میں ہوگی کہ نہیں جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے: وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ الخ. سورہ توبہ، گیارہ پارہ، رکوع ۲۔ یہ آیت اس مسجد پہ عائد ہوگی کہ نہیں اور وہ مسجد جلا دینے کے حکم میں ہے کہ نہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد ضرار کو جلا دینے کا حکم فرمایا تھا اور صحابہ کرام نے جلا دیا تھا۔

(۲) مسجد کے پیش امام موجود ہوتے ہوئے فاسق معلن یعنی جو بلا عذر داڑھی منڈواتا ہے اور صرف قرآن پاک ناظرہ پڑھا ہوا ہے اور کچھ اردو جانتا ہے لیکن تلفظ صحیح نہیں ہے۔ ایسے شخص کی بلا عذر اقتداء کرنا کیسا ہے؟ نماز واجب الاعادہ ہے کہ نہیں؟

(۳) جمعہ کی نماز نوجوان عورتیں مسجد میں باجماعت ادا کر سکتی ہیں کہ نہیں، جیسا کہ نص حدیث سے ثابت ہے کہ ضعیف عورتیں رسول اللہ کی اقتداء کرتی تھیں پیچھے صف میں۔ ابھی اس کا کیا حکم ہے۔ جائز ہے کہ نہیں؟

(۴) زید جو ایک مسجد کا پیش امام ہے، اس کی عادت یہ ہے کہ وہ گھر گھر جاتا ہے اور غیر محرمہ عورتوں کے پاس بیٹھتا ہے اور طرح طرح کی باتیں کرتا ہے۔ غیر محرمہ عورتوں کے پاس جانا کیسا ہے اور ایسے شخص کی اقتداء کر سکتے ہیں کہ نہیں؟ اس کے پیچھے نماز درست ہوگی کہ نہیں جو مسلمانوں میں تفرقہ ڈالتا ہے اور کہنے پر اپنے شوہروں کی نافرمانی کرتی ہیں اور کسی سے پردہ نہیں کرتی ہیں۔ نص قرآن وحدیث اور معتبر کتابوں سے تسلی وتشفی بخش جواب عنایت فرمائیں۔ کرم ہوگا۔ آپ کا مخلص

المستفتی: عبدالرحمٰن خان، مدرسہ تعلیم الاسلام، بیجو بیگہ، نوادہ

۹۲/۸۶ ھ

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــــ!

(۱) جس نام نہاد کو منصب امامت سے ہٹایا گیا، اگر وہ عقائد خبیثہ دیوبندیہ مردودہ سے متفق تھا یا طواغیت دیوبندیہ کو مسلمان جانتا تھا تو اس کی بنائی ہوئی عمارت قطعاً مسجد کے حکم میں نہیں ہے۔ قال اللہ تعالیٰ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ. ''اللہ کی مسجدیں وہی تعمیر کریں جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں۔'' اور اگر کچھ مسلمانوں نے ناواقفیت میں اس کا ساتھ دے کر ایسی عمارت بنالی جس کے سبب سے مسجد اول کی جماعت کم ہوگئی تو یہ مسجد ضرار کے حکم میں ہے۔ مسلمانوں سے اگرچہ ایسا مستبعد تھا لیکن دیوبندی عقرب نژاد کی وجہ سے یہ وجود میں آ گیا۔ خود بنانے والوں پر لازم ہے کہ اس عمارت کو مسمار کر کے خدا کی مسجد کو آباد کریں۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتے ہیں تو گویا کہ دیوبندیت سے وہ ہم آہنگ ہو چکے ہیں۔ مسلمانوں پر واجب ہے کہ ایسے دیوبندیت نوازوں سے قطع تعلق کریں۔ قال اللہ تعالیٰ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ. ''اور جو کہیں شیطان تمہیں بھلا دے تو یاد آئے پر

ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔"(کنزالایمان) وھو اعلم

(۲) فاسق معلن کی اقتداءناجائزاور پڑھی گئی نمازوں کالوٹاناواجب ہے۔ صلوٰۃ ادیت مع کراھۃ التحریم فوجب اعادتھا. "جونماز کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی تو اس کا اعادہ واجب ہے۔" وھو تعالیٰ اعلم

(۳) ناجائز ہے۔جس حدیث پاک کا سائل نے ذکر کیا ہے وہ فساد زمانہ کی وجہ سے متروک ہے۔کما ھو مصرح فی کتب الفقہ. "جیسا کہ فقہ کی کتابوں میں تصریح کی گئی ہے۔" وھو اعلم

(۴) نامحرم عورتوں کے ساتھ ایک بار بھی تنہائی میں بیٹھنے سے مرد صالح فاسق ہو جاتا ہے۔کمافی فتاویٰ الرضویہ اور فاسق کی امامت ناجائز ہے۔اس کی اقتدار میں پڑھی گئی نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادۃ کمافی الشامی لانہ فی تقدیمہ تعظیمہ وقدوجب علیھم اھانتہ شرعاًالخ. "اس لئے کہ اس کو امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شرعاً اس کی اہانت واجب ہے۔"

واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلی الہ وصحبہ وحزبہ وبارک وسلم۔

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۶/شوال المکرم ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۲۳۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) جس امام کی ڈاڑھی ایک مشت سے کم ہو کیا اس کے پیچھے نماز ہو جائے گی؟

(۲) کافر اور کفر کی وضاحت فرمائیں؟ نوازش ہوگی۔

المستفتیان: (ارکان انجمن) مصطفےٰ کمال پاشا اشرفی

حمید انجینئرنگ اینڈ فونڈری ورکس بلاری روڈ ہوسپیٹ کرناٹک

۹۲/۷۸۶

الجواب

ایک مشت سے کم ڈاڑھی رکھنے والے کی امامت:

(۱) اگر ایک مشت سے کم ہے اور ڈاڑھی بڑھتی ہی نہیں ہے تو نماز جائز ہے اور اگر امام ڈاڑھی کترواکر کم کراتا ہے تو یہ فسق اعلانیہ ہے اور فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوتی ہے ایسوں کو امام بنانا گناہ ہے لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقدوجب علیھم اھانتہ شرعاً. "فاسق کو امامت کے لئے آگے بڑھانے میں اس کی تعظیم ہے جب کہ شرعاً اس کی اہانت

واجب ہے۔" وھو تعالیٰ اعلم

(۲) ضروریات دین میں سے کسی ضرورت دینی کا صراحتاً انکار کفر ہے۔ یا ایسے جملوں کے ذریعہ کسی ضرورت دینی کا انکار جس کی تاویلیں قائل کو انکار سے نہ بچا سکیں شرعاً کفر ہے اور قائل کفر کو کافر کہا جاتا ہے۔ قال فی الشرح المقاصدلیس بکافر مالم یخالف ماھو من ضروریات الدین الخ (ج۲صفحہ۲۶۸) "شرح مقاصد میں ہے کہ جس نے ضروریات دین کا انکار نہیں کیا وہ کافر نہیں ہے" وقال العلامۃ الشامی رحمہ اللہ تعالیٰ فی فتاوٰہ، ومن انکر شیئًا من الضروریات کحدوث العالم وحشر الاجساد الخ فھو کافر۔ "اور علامہ شامی علیہ الرحمہ نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا کہ جس نے ضروریات دین جیسے حدوث عالم (دنیا کا نو پید ہونا) حشر الاجساد۔ جسم کا دوبارہ اٹھائے جانا کا انکار کیا وہ کافر ہے۔" واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم۔

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۸/ شعبان ۱۴۰۱ھ، یکم جولائی ۱۹۸۱ء

استفتاء ۲۳۷

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں

بکر ایک شخص ہے جو آج بائیس سال سے گاؤں کا امام اور قاضی ہے۔ ایک مرتبہ پیر صاحب جناب ثناء اللہ خان قادری بیتھوی عفی اللہ عنہ آئے تھے اور کچھ لوگوں کو بیعت کر کے چلے گئے، جس میں ایک شخص نسبندی یعنی آپریشن کیا ہوا تھا۔ جب پیر صاحب بیعت کر کے چلے گئے تو ایک ہفتہ کے بعد بکر نے آپریشن کئے ہوئے شخص سے پھر سے توبہ کروائی اور کلمہ توحید پڑھایا اور محفل میلاد کروایا۔ کیا آپریشن کیا ہوا شخص بیعت نہیں ہوسکتا ہے۔ اگر ہوسکتا ہے تو کیسے؟ دوسری بات یہ ہے کہ زید ایک شخص ہے جو اپنے گھر کے بغل میں ایک کمرہ بنوا رہا تھا۔ یہ زمین کسی کی نہیں ہے یعنی غیر مزروعہ ہے۔ جب زید گھر بنا رہا تھا تو بکر نے اپنے گروہ والوں کے ساتھ اچانک حملہ کر دیا۔ زید کی ماں بھی وہیں تھی جو ضعیفہ ہے۔ زید کی ماں کو بکر کے گروہ والوں نے مار کر گرا دیا اور سینہ پر چڑھ کر بیٹھ گئے۔ یہاں تک کہ سینہ پکڑ کر کھینچتا تھا اور بے عزتی کا سوال کرتا تھا۔ پھر الٹا بکر نے کیس کر دیا۔ ابھی تک بکر گاؤں کا امام ہے۔ کچھ لوگ بکر سے نفرت کرتے ہیں اور اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے ہیں۔ بکر کے پیچھے نماز نہیں پڑھنا کیا غلط ہے اور اگر غلط ہے تو کیسے؟ یہی وہ بکر جو انیس سال تک چرم قربانی کھایا ہے، جب سے لوگوں نے چرم قربانی دینا

بند کر دیا ہے تب سے بکر کا لڑنا جھگڑنا پیشہ بن گیا ہے۔ بکر سورتوں کے پڑھنے میں لڑکھڑاتا ہے اور کہیں کہیں غلط بھی پڑھتا ہے۔ جیسے سورۂ فاتحہ میں صراط المستقیم کی جگہ ستقیم پڑھتا ہے۔ کیا ایسا شخص امامت کے لائق ہے؟ اگر ہے تو کیسے؟

المستفتی: محمد شرف الدین، مقام دیوریا کلان، گدی کلان، وایا بڑکا گاؤں، ہزاری باغ (بہار)

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملک الوہاب ــــــــــــــــ!

انقطاع نسل کے لئے نسبندی کرنا حرام ہے۔ درمختار میں ہے: جاز خصاء البهائم حتی الهرة و اما خصاء الآدمی فحرام. ''جانوروں کو خصی کرنا جائز ہے خواہ بلی ہی کیوں نہ ہو اور آدمی کو خصی کرانا حرام ہے۔'' اس پر توبہ واجب ہے اور جب وہ بیعت ہو گیا تو یقیناً اس نے تفصیلی طور پر توبہ کیا ہوگا۔ اور یہی توبہ گذشتہ گناہوں کے لئے کفایت کر گئی۔ اگر اس نے بیعت ہونے کے بعد علی الاعلان توبہ کیا تو اچھا ہی کیا۔ لیکن اس طرح توبہ کے مطالبہ کا حق بکر کو نہیں پہنچتا ہے۔ اگر کسی مسلمان کو فضیحت کرنے کی غرض سے بکر نے ایسا کیا ہو تو یہ سخت و شدید جرم شرعی ہے۔ پھر زید کی ماں کو ناحق زدوکوب کرنا اور اس کے ساتھ بے شرمی اور بے حیائی سے پیش آنا حیوانوں سے بھی بدتر سلوک کرنا بدترین قسم کا گناہ کبیرہ اور اشد حرام ہوا۔ اس خلاف شرع کام کی وجہ سے بکر اور اس کا گروہ خدا اور رسول کے غضب میں گرفتار مستحقین عذاب نار ہوا۔ قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من اذی مسلمًا فقد اذی و من اذ... فقد اذی للّٰه. ''جس نے کسی مسلمان کو اذیت دی تو اس نے مجھے اذیت پہونچائی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ عزوجل کو اذیت پہونچائی۔'' بکر اور اس گروہ پر واجب ہے کہ زید اور اس کی ماں سے معافی طلب کرے اور توبہ و استغفار کرے۔ قرآن عظیم کو صحیح مخارج کے ساتھ پڑھنا فرض ہے۔ قال تعالیٰ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیلاً. ''اور قرآن مجید کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔'' اگر بکر حروف کو کاٹ چھانٹ کر پڑھتا ہے تو اس کی اقتداء ناجائز ہے اور نماز فاسد ہے کہ اس طرح پڑھنے سے اکثر معنی بدل جاتے ہیں۔ جتنی نمازیں اس کی اقتداء میں پڑھی گئی ہوں سب کا لوٹانا فرض ہے۔ فی العالمگیریہ وان غیر المعنی تفسد صلوته عند عامة المشائخ. ''اگر معنی بدل جائے تو عام علماء مشائخ کے نزدیک اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔'' مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے جھگڑالو، مفسد اور القراۃ ما تجوز بها الصلوٰۃ پر قدرت نہ رکھنے والے کو منصب امامت سے فوراً علیحدہ کر کے کسی پرہیزگار، تقویٰ شعار صالح امامت شخص کو اس درجہ علیا پر فائز کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ورسوله صلی الله علیه وسلم وعلی اله وصحبه وبارک وسلم.

عبدہ محمد واجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

یکم ذوالقعدہ ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۲۳۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین جو کہ:

(۱) صحیح قرآن مجید نہیں پڑھاتا ہو اور امامت اپنے اوپر عائد سمجھے جبکہ ان کے پیچھے صحیح اداخواں بھی ہو لیکن امام سابق نے انہیں مجبور کر رکھا ہے وہ زبردستی آگے بڑھ جاتے ہیں۔ انہیں مسائل معلوم نہیں بذات خود مولوی کہلاتے ہیں ہٹ دھرمی اور ضد پر قائم ہیں بتایا جائے کہ کیا اس پیش امام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔

(۲) اگر کوئی مولوی کسی شخص کا نکاح بے عدت اور دین ادا ہوئے پڑھا دے تو نکاح درست ہوگا یا نہیں؟

(۳) نماز جمعہ کا خطبہ دو رکعت نماز پڑھنے کا ثواب رکھتا ہے یا نہیں؟ اگر یہ بھی صحیح ادا نہ ہو تو ثواب دو رکعتی میں داخل ہوا یا نہیں؟ شرائط امامت سے عوام کو مطلع فرمائیں۔

(۴) اگر کوئی مسلمان اپنا حق مسجد پر عائد کرے تو شرعی قانون سے کیا ثابت ہوگا۔ کہ میری ہے کسی کا حق نہیں؟

(۵) مدرسہ اور مسجد میں کیا فرق ہے امام یا معلم نہ رہنے پر مدرسہ بند ہو سکتا ہے یا مسجد؟ جواب جلد سے جلد از روئے شرع مطلع فرمائیں۔

المستفتی: جسیم الدین انصاری مقام کمتا ڈاکخانہ ٹنڈواں ضلع ہزاری باغ
۹۲/۸۶ء

الجواب

نماز میں صحیح صحیح قرآن پاک پڑھنا فرض ہے:

(۱) صحت لفظی کے ساتھ قرآن پڑھنا فرض ہے، وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا. (سورۂ مزمل) (اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو) (کنز الایمان) اگر امام مذکور صحت تلفظ پر قادر نہیں ہے تو اس کی امامت صحیح نہیں۔ صحت خواں اور مسائل نماز سے واقفیت رکھنے والوں کو امام بنایا جائے۔ وھو ا تعالیٰ اعلم

عدت ختم ہونے سے پہلے معتدہ کا نکاح:

(۲) عدت گزرنے سے پہلے معتدہ کا نکاح حرام ہے جس نے عدت کے اندر کسی عورت کا نکاح کر دیا اس نے نکاح نہیں کیا بلکہ زنا کی دلالی کی۔ اس پر توبہ استغفار فرض ہے۔ لقولہ تعالیٰ وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتَابُ اَجَلَهٗ (الآیۃ)۔ "اور نکاح کی گرہ پکی نہ کرو یہاں تک کہ لکھا ہوا حکم اپنی میعاد کو پہنچ لے" (کنز الایمان)۔ عورت اگر بالغہ ہے تو اس کی رضا کے بغیر اس کا نکاح نہیں ہوگا خواہ کوئی پڑھائے۔ قال فی الھندیہ. ومنھا رضاء المرأۃ الخ. "اور ہندیہ میں ہے کہ

شرائط نکاح میں سے عورت کا راضی ہونا بھی ہے۔" وھو تعالیٰ اعلم

خطبۂ جمعہ اور اس کی صحت:

(۳) جی ہاں ثواب رکھتا ہے۔ خطبہ بروجہ مسنون ادا کرنا چاہئے۔ لیکن خطبہ میں اگر کوئی خامی رہ گئی تو اس کے سبب سے صحت نماز پر کوئی اثر نہیں پڑیگا۔ کماحققه امام اهل السنة مجدد المائة الماضية فی فتاواه سمّاها، العطاء النبویه فی فتاوی الرضویه، من شاء فلیرجع الیها. "جیسا کہ امام اہلسنّت مجدد مأۃ ماضیہ نے عطاء النبویہ فتاویٰ رضویہ میں اس کو بیان فرمایا جو چاہے وہاں رجوع کرے۔" شرائط امامت سے یہ اہم فرض ہے کہ وہ صحیح العقیدہ غیر فاسق۔ صحت خواں اور مسائل نماز سے واقف ہو۔ وھو تعالیٰ اعلم!

مسجد پر کس کا حق:

(۴) مسجد پر سوائے خدا عزوجل کے کسی اور کا حق نہیں ہے جو دعوی کرتا ہے جھوٹ بولتا ہے۔ وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ (سورۂ جن: ۱۸) "اور یہ کہ مسجدیں اللہ ہی کی ہیں۔" (کنزالایمان) وھو تعالیٰ اعلم

(۵) سوال واضح نہیں ہے۔ معلم و امام کے نہ ہونے کے سبب سے نہ تو مدرسہ بند ہوسکتا اور نہ ہی مسجد. واللہ تعالیٰ اعلم ورسوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم.

کتبہ
الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۲۴/ شعبان ۱۴۰۱ھ/ ۲۷/ جون ۱۹۸۱ء

استفتاء ۲۳۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) ایسا شخص جو امن پسند مسلم محلّہ میں نفاق پیدا کرائے اور آپس میں جھوٹی باتیں بتا کر جھگڑا کرائے اور محلّہ کو دو پارٹیوں میں بانٹ کر ایک پارٹی کے ساتھ آگے آگے رہتا ہے جس کی وجہ سے لوگ آپس میں جھگڑ رہے ہیں۔ تو کیا ایسا آدمی جو مندرجہ بالا خاصیتوں سے بھرا ہو اس کے پیچھے نماز ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ مفصل جواب بحوالہ دیں کیونکہ عوام پریشان ہیں۔

(۲) وہی شخص ایسے لوگوں سے تعلقات رکھتا ہے جو سود لیتا اور دیتا ہے یہاں تک کہ وہ اس کے گھر جا کر کھانا پینا بھی ہے۔ لوگوں نے جب منع کیا کہ آپ امام ہیں لہٰذا آپ کو سود خواروں سے پرہیز کرنا چاہیے۔ تو وہ اور

بھی سودخوار ور اسے ملنے جلنے لگا اور کہا کہ محلّہ کی مسجد بھی تو سود ہی کے پیسہ سے بنی ہے۔ حالانکہ اس مسجد کی تعمیر مسلمانوں نے اپنے حلال پیسوں سے بنائی ہے اور ہندوستان کے مقتدر علماء اس میں نماز ادا فرما چکے ہیں۔ لہٰذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز ادا کریں یا نہیں؟ بحوالہ جواب دیں۔

المستفتی: نذیر احمد اشرفی، مشہور روڈ، پوسٹ ہبلی ۲۰، ضلع دھوروار 58000

۱۹/ رمضان ۱۴۰۰ھ

۹۲/۸۶ھ

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــ!

ایسا شخص جو تفریق بین المسلمین کا خواہاں۔ کاذب اور جھگڑالو نیز سود کی آمدنی کو یک گونہ حلال سمجھتا ہو عندالشرع فاسق فاجر اور سخت گنہگار ہے مسلمانوں پر لازم ہے کہ فوراً ایسے شخص کو منصب امامت سے معزول کر کے کسی سنی صالح امامت کا تقرر کریں، مذکورہ امام کا رویہ اگر واقعتاً وہی ہے جو سوالنامہ میں مذکور ہے تو اس کی اقتداء ناجائز ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا گناہ ہے۔ **لان التقدیم الفاسق اثم و الصلوٰۃ خلفه مکروھة الخ.** ''فاسق کو امامت کے لئے آگے بڑھانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔'' بلکہ اگر مذکورہ امام عالم اور پوری طرح استحقاق امامت بھی رکھتا ہو تو بھی مذکورہ صفات رذیلہ کی وجہ سے اب وہ اس کا حقدار نہیں رہا مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس کو برطرف کر دیں۔ مراقی الفلاح میں ہے: **کرہ امامة الفاسق العالم لعدم اھتمامه بالدین فتجب اھانته شرعا فلا یعظم بتقدیمه للامامة الخ.** ''فاسق عالم کی امامت دینی معاملات میں بے اعتنائی برتنے کی وجہ سے مکروہ ہے، شرعاً اس کی اہانت واجب ہے تو امامت کے لئے آگے بڑھا کر اس کی تعظیم نہیں کی جائے گی۔'' **واللہ تعالیٰ اعلم ورسوله صلی اللہ تعالیٰ علیه و آله وصحبه وسلم۔**

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۵/ شوال المکرم ۱۴۰۰ھ

استفتاء ۲۴۰

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ:

زید نماز کی امامت کرتا ہے جس میں مندرجہ ذیل خامیاں ہیں (۱) جھوٹ (۲) چغل خوری (۳) بھائی بھائی میں اختلاف کرانا۔ رشوت خوری اور یتیموں کا مال کھانا ناجائز طور پر۔ کیا ان کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث سے ثابت کریں۔

المستفتی: مولوی عبدالستار، مقام ڈانڈ، ڈاکخانہ: ہیلرا، ضلع ہزاری باغ

۸۶/۹۲ھ

الجواب ــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــ!

اگر زید واقعی ان جرائم شرعیہ کا مرتکب ہے جو سوالنامہ میں ذکر کئے گئے ہیں تو وہ سخت فاسق وفاجر شدید گنہ گار لعنت خداوندی میں گرفتار اور مستحق عذاب نار ہے۔ لقولہ تعالیٰ عزوجل: لعنة الله علی الکاذبین. لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل. ولاتاکلوا اموال الیتیم الخ ولقولہ علیہ السلام: لایدخل الجنة قتات. ''ارشاد ربانی ہے جھوٹوں پر اللہ کی لعنت، آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور فتنہ پرور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔'' زید پر توبہ استغفار فرض ہے۔ اور اگر وہ اپنے جرائم سے باز نہ آئے توبہ نہ کرے تو اس کی اقتدا ناجائز وحرام اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ قال العلامة الشامی فی فتاوہ. ولان فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعا الخ. ''علامہ شامی علیہ الرحمہ نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا کہ فاسق کو امامت کے لئے آگے بڑھانے میں اس کی تعظیم ہے جب کہ شرعاً اس کی اہانت واجب ہے۔'' واللہ تعالیٰ ورسوله اعلم. صلی الله تعالیٰ علی خیر خلقه سیدنا محمد وآله وصحبه اجمعین۔

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۱۱/ شوال المکرم ۱۴۰۰ھ، ۲۳/ اگست ۱۹۸۰ء

استفتاء ۲۴۱

مسئلہ: حضرات علمائے کرام! کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ نسبندی جائز ہے یا نہیں اور نسبندی والے کی اقتداء درست ہے یا نہیں؟ برائے کرام قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

المستفتی: محمد ادریس آ سی دربھنگوی، از رام پور ہاٹ، جامع مسجد ضلع بیربھوم

۸۶/۹۲ھ

الجواب ــــــــ!

نسبندی کا حکم شرعی

شرع شریف میں قطع نسل حرام ہے اور نسبندی کی غرض عموماً یہی ہوتی ہے۔ لہٰذا نسبندی بھی حرام ہے۔ درمختار میں ہے: وجاز خصاء البهائم حتی الهرة فخصاء الآدمی حرام الخ. ''اور ایسے امام کی اقتداء درست نہیں۔'' فقط وھو تعالیٰ اعلم!

نوٹ: پوسٹ کارڈ میں قرآن وحدیث کے حوالہ جات نقل نہیں کئے جاسکتے ہیں۔

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۱۵/شوال المکرم ۱۴۰۰ھ ۔

استفتاء ۲۴۲

مسئلہ: بحضور سیّدی وسندی حضرت مفتی صاحب قبلہ ادارۂ شرعیہ بہار پٹنہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

میرے یہاں کچھ مسئلہ چلا ہوا ہے اور کچھ معاملہ بھی گڑبڑ ہے اس لئے حضور سے درخواست ہے کہ اس کا جواب جلد مرحمت فرما کر شکریہ کا موقع دیں عین کرم ہوگا۔

سوال یہ ہے جو لوگ نسبندی یا خصی ہوئے ہیں ان کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟ وہ اپنی نسبندی کرانے کے بعد امامت کرسکتے ہیں یا نہیں؟ عیدین کی نماز پڑھا سکتے ہیں یا نہیں؟ تراویح پڑھا سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی: عبدالعزیز فیضی، گڑھ جے پور مسجد، ضلع پرولیا، بنگال

۹۲/۸۶ ۷

الجواب بعونہ وسبحانہ وتعالیٰ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

نسل انسانی کو منقطع کرنا شریعت طاہرہ میں حرام ہے۔ اور نسبندی انقطاع نسل ہی کے لئے ہوتی ہے لہٰذا وہ بھی حرام ہے، درمختار میں ہے: وجاز خصاء البهائم حتى الهرة واما خصاء الآمي فحرام الخ. ”جانوروں کو خصی کرانا جائز ہے یہاں تک کہ بلا کو اور آدمی کا خصی ہونا حرام ہے۔“ اور غور کیجئے تو یہ متعدد حراموں کا مجموعہ ہے غیروں کے سامنے ستر عورت کا کھولنا، نشہ آور دوا کا استعمال کرنا اس سلسلہ میں حکومت کی دی ہوئی رشوت لینا، یہ سب فرداً فرداً حرام ہیں اور نسبندی سب کو مشتمل۔ فلہٰذا اس کے اکبر الکبائر ہونے میں کیا شک اعاذنا اللہ تعالیٰ وایاکم ”ہمیں اور آپ کو اللہ ان بلاؤں سے محفوظ رکھے۔“ اور اگر خدانخواستہ بچوں کی فکر معاش نے کسی بدقماش کے دل پر خاش میں وسوسہ ڈالا اور اس نے حضرت حق عزاسمہ کی صفت رزاقیت وربوبیت پر ذرا بھی شبہہ کیا اور نسبندی کرالی تو نہ صرف یہ کہ اس پر توبہ لازم ہے بلکہ تجدید ایمان اور تجدید نکاح بھی فرض ہے کہ اس نے کلام الٰہی کا انکار کیا لَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ مِنْ خَشْيَةِ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ. (سورۂ انعام:۱۵۱) ”اپنی اولاد قتل نہ کرو مفلسی کے باعث

ہم تمہیں اور انہیں سب کورزق دیں گے۔" وقال تعالیٰ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا الخ۔
(سورۂ اسراء:۳۱) "اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ کرم پہ نہ ہو۔"

بہر حال انقطاع نسل کے لئے نسبندی حرام ہے اور جو اس کا مرتکب ہو وہ فاسق و فاجر ہر گز مستحق امامت نہیں ہے: لان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیہم اہانتہ شرعاً. "امامت کے لئے اس کو آگے بڑھانے میں تعظیم ہے جب کہ شرعاً اس کی اہانت واجب ہے۔" (فتاویٰ شامی) اس کی اقتداء میں فرض وسنت کوئی نماز مقبول نہیں ہوگی اگر پڑھی گئی تو اس کا اعادہ واجب ہے۔ البتہ عیدین کی نماز کہ اس کی وہی امامت کرتا ہو اور دوسری جماعت میسر نہ ہوں تو مجبوری ہے۔ (ہکذا فی العالمگیریہ باب الاقامت ص:۸۶) واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاءادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۲۱/ شعبان المعظم ۱۴۰۰ھ، ۵/ جولائی ۱۹۸۰ء

استفتاء ۲۴۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:
ہمارے پیش امام کی لڑکی زنا میں ملوث ہوئی جس کا اقرار لڑکی مذکور نے اور نابکار لڑکے نے کیا پنچوں نے دونوں کی عقد مناکحت کرادی پھر مذکورہ لڑکی دوسرے لڑکے سے زنا میں مبتلا ہوئی جس کی وجہ سے اس کے شوہر نے طلاق دیدی ہے اب وہ اپنے باپ کے گھر میں ہے اور غالباً اب تک برائی میں مبتلا ہے پھر پیش امام صاحب کے دوسرے دونوں لڑکے بھی کسی پرائی لڑکی کو لاکر گھر میں رکھتا ہے اور برائی کرتا ہے امام صاحب انہیں لڑکے لڑکی کے ساتھ رہتے سہتے کھاتے پیتے ہیں جس کی وجہ سے مقتدیوں کو سخت نفرت ہے ایسی صورت میں ایسے امام صاحب کی اقتداء شرعاً درست ہے یا نہیں جلد جواب دیکر نوازیں لوگ بہت پریشان ہیں۔

المستفتی: رحمت علی، گریڈیہہ، معرفت مولانا شہاب الدین صاحب، لائن مسجد، گریڈیہہ، بہار
۸۶/۹۲ے

الجواب ـــــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــــ

امام صاحب پر واجب ہے کہ اپنے لڑکے لڑکی کو نصیحت کریں اگر نہ مانے تو زجر و توبیخ سے کام لیں لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ. اگر زجر و توبیخ بھی کارگر نہ ہو تو امام صاحب پر ضروری ہے کہ ایسے بدکردار

بچے، بچی سے قطعی طور پر علیحدگی اختیار کر کے اپنی برأت کا اظہار کریں لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام "الذنب شؤم علی غیر فاعلہ (الی قولہ) وان رضی بہ شارکہ. ''گناہ نہ کرنے والوں کے لئے بھی گناہ نحوست ہے اگر اس میں شرکت کرنے والا اس سے راضی ہو۔'' لقولہ عزوجل: لَاتَقْعُدْ بَعْدَالذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ. ''تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔'' اور اگر خدانخواستہ امام صاحب مذکور پند ونصائح زجر وتوبیخ اور اپنی برأت عملی طور پر ان سے نہ کریں تو وہ بھی ان بدکرداریوں کے دلال اور اس وبال میں گرفتار ہو کر مستحق امامت نہ رہے ان کی اقتداء مکروہ تحریمی ہوگی۔ مسلمانوں پر ضروری ہوگا کہ اس کو منصب امامت سے برطرف کردیں۔ غنیۃ شرح منیہ میں ہے: انھم لوقدموا یاثمون بناءً علی ان الکراھۃ تحریمۃ لعدم اعتنائہ بامور دینہ وتساھلہ فی الاتیان بلوازمہ الخ وقال العلامۃ الشامی " لان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقدوجب علیھم اھانتہ شرعاًالخ. ''اگر لوگوں نے فاسق کو مقدم کردیا تو اس بناء پر گنہگار ہوں گے کہ اس کی تقدیم کی کراہت تحریمی ہے۔ کیونکہ وہ امور دینیہ میں لاپرواہی برتتا ہے اور امور دینیہ کے تقاضوں اور لوازمات کو پورا کرنے میں تساہلی سے کام لیتا ہے اور علامہ شامی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ فاسق کو امامت کے لئے آگے بڑھانے میں اس کی تعظیم ہے جب کہ شرعاً اس کی اہانت واجب ہے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم!

کتبہ
الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۵/شوال المکرم ۱۴۰۰ھ

استفتاء ۲۴۴

مسئلہ: علمائے دین ومفتیان کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

(۱) جماعت اسلامی کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ نہیں تو کیوں؟

(۲) مولٰنا مودودی کی لکھی ہوئی کتاب ''تفہیم القرآن'' صحیح ہے یا غلط ہے؟ غلط ہے تو کیسے؟

(۳) سرکار دوعالم ﷺ بشر تھے یا نور نیز قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌمِّثْلُکُمْ کی تفسیر لکھئے۔

(۴) میلادالنبی میں قیام کرنا صحیح ہے یا غلط ہے؟

(۵) زید عاشق رسول ہے جب نماز پڑھتا ہے ایک جملہ پڑھتا ہے اس کے معنی بھی کرتا ہے ایسا کرنے سے دھیان کہیں نہیں جاتا ہے اور امت رسول ہونے پر ناز کرنا یہ درست ہے یا نہیں۔ حضرت بلال، اویس قرنی رضی اللہ عنہما کی عبادت وریاضت کرنے کا طریقہ لکھئے ان کی ایک رکعت میں ساری رات کیسے کٹ جاتی تھی۔

المستفتی: محمد نصیرالدین خاں، کھنڈیل بشنپورہ، ضلع گیا، بہار

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــــ!

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

تنبیہ: سوالات وہی کیجئے جس کی شدید ضرورت لاحق ہو۔ ایک لفاف میں ایک یا دو سوالات کے جوابات ہی دریافت کیجئے تاکہ تفصیلی اور تشفی بخش جوابات دیئے جاسکیں۔ آپ کے تقریباً ہر ایک سوال سے متعلق الگ الگ رسالے موجود ہیں، سنی دارالاشاعت سے منگوا کر مطالعہ کیجئے ہر ایک کا تفصیلی جواب دینے سے بوجہ کثرت کار میں معذور ہوں۔ جوابی طلب امور کے لئے جوابی لفافہ یا مساوی ٹکٹ آنا ضروری ہے۔

(۱)۔ نام نہاد جماعت اسلامی کے جو پیرو ہیں وہ اپنے عقائد خبیثہ کی وجہ سے ہرگز لائق امامت نہیں ہیں اور نہ ان کی اقتداء میں نماز ہوگی بلکہ منصب امامت دینے کی وجہ سے وہ سب، کے سب گنہگار ہوں گے جو ان کی امامت سے راضی ہوں۔ فتاویٰ شامی باب الامامت میں ہے: **لان تقدیمہ للاسامة تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعاًالخ**۔ ''فاسق کو امامت کے لئے آگے بڑھانے میں اس کی تعظیم ہے جب کہ شرعاً اس کی اہانت واجب ہے۔'' **وھو تعالیٰ اعلم!**

(۲) ابوالاعلیٰ مودودی علیہ ماعلیہ نے تفسیر قرآن عظیم میں بہت سے مقامات پر نہ صرف اپنی رائے کو دخل دیا بلکہ تفاسیر علمائے متقدمین کے خلاف اپنی رائے کا اظہار وادعاء کیا اور قرآن عظیم کی تفسیر بالرائے حرام ہے۔ **من فسر القرآن برائیہ الخ**۔ ''جس نے تفسیر بالرائے کی اس نے فعل حرام کا ارتکاب کیا۔'' لہٰذا تفہیم القرآن نامی تفسیر صحیح نہیں ہے۔ **وھو تعالیٰ اعلم!**

(۳) سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نوری بشر تھے۔ مذکورہ آیۂ کریمہ کی تفسیر کسی صحیح تفسیر قرآن میں دیکھ لیجئے۔

(۴) میلاد شریف کی محفل میں ذکر وولادت کے وقت قیام کرنا صحیح اور افضل مندوبات سے ہے۔ **القیام عند ذکر ولادتہ مستحبة**۔ ''ذکر ولادت کے وقت کھڑا ہونا مستحب ہے۔'' (علامہ برزنجی) **وھو تعالیٰ اعلم!**

(۵) نماز ہر مسلمان کو بے ریا ہو کر خلوص ومحبت ہی سے پڑھنی چاہیے **(وارکعوا مع الراکعین۔ ای خاشعین)** ''رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو یعنی اللہ سے ڈرنے والوں کے ساتھ۔'' **وھو تعالیٰ اعلم**

خیر الامت کی وجہ سے ناز کرنا:

(۶) خیر الامت ہونے کی وجہ سے اپنے اوپر ناز کرنا بجا ہے۔ **واما بنعمة ربک فحدث**۔ ''اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔'' (کنز الایمان) **وھو تعالیٰ اعلم**

صلحاء کی عبادت:

(۷) حضرت بلال اور حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما اسلامی طریقہ سے عبادت فرماتے تھے۔ اخلاص اور حضوری کی وجہ

سے ان کے رکوع و سجود طویل ہوئے تھے۔ وھو تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہٗ اتم واحکم۔

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
یکم شعبان ۱۴۰۰ھ

استفتاء ۲۴۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:
یہاں ہمیشہ سے سنی امام رہتا ہے قریب دو سال قبل ایک امام مقرر کئے گئے تھے۔ مسجد میں کم مشاہرہ ہونے کی وجہ سے انہوں نے معذوری ظاہر کی مسجد منتظمین نے بھی مشاہرہ میں کوئی اضافہ نہیں کیا جس کی وجہ سے انہوں نے مڈل اسکول میں ملازمت کر لی اور پیش امامت چھوڑ دیا تقریباً ایک سال کے بعد لوگوں نے دوسرا امام مقرر کیا وہ مسلسل امامت کر رہے ہیں۔ اب عید کی نماز پڑھانے کا حق کس کا ہے؟ کتاب کے حوالہ سے جواب دیں کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ جو پہلے امام تھے وہ پڑھائیں بقیہ لوگوں کا کہنا ہے کہ جو پنجگانہ اور جمعہ کی نماز کے لئے امام بنائے گئے ہیں وہی پڑھائیں۔ تو واجب کس سے پورا ہوگا۔ جواب جلد دیجئے تاکہ عیدگاہ کے لئے شرعی امام چن لیا جائے۔

المستفتی: محمد صمد خان، مقام کھنڈیل، پوسٹ بُش پور، ضلع گیا، بہار
۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــــ بعون الملک والوهاب ــــــــــ!

جو مسائل شرعیہ کا زیادہ جاننے والا سنی صحیح العقیدہ اور متقی پرہیز گار ہو احق بالامامت وہی ہے۔ اگر موجودہ امام جو پنجوقتہ اور نماز جمعہ پڑھاتے ہیں دینی و مذہبی مسائل اچھی طرح جانتے ہیں قرآن حکیم کی قرأت بھی صحیح تلفظ کے ساتھ کرتے ہیں۔ شریعت کے پابند ہیں تو ان کی موجودگی میں پہلے امام کی اقتدا صحیح نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ جمعہ و عیدین کی امامت کے لئے امامِ ماذون ہونا چاہیے (مذکورہ بالا جواب حضرت قاضی صاحب قبلہ نے تحریر فرمایا تھا)

جب اول امام نے امامت سے قولاً و عملاً دست برداری کا اعلان کر دیا تو اس کی امامت ختم ہو گئی کما نص علیہ صدر الشریعۃ بدر الطریقۃ فی فتاویٰ امجدیہ جلد ۱ ص ۱۲۰، اگر موجود امام میں کوئی شرعی نقص نہیں ہے تو صرف تأخر کی وجہ سے اُسے امامت عیدین سے ہٹانا از روئے شرع صحیح نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلّم۔

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۱۶ر شوال المکرم ۱۴۰۰ھ، ۲۸ر اگست ۱۹۸۰ء، پنجشنبہ

استفتاء ۲۴۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ:
یہاں کی مسجد میں امام صاحب دوسرے عقیدہ کے ہیں اور میں سنی خیال کا ان کے پیچھے میں صرف عیدین کی نمازیں پڑھتا ہوں۔ وقتی نمازیں اپنے گھر میں پڑھ لیا کرتا ہوں جماعت سے تو محروم ہی ہو جاتا ہوں ایسا پڑھنا میرے لئے درست ہے یا نہیں؟ ذرا تفصیل سے جواب دیں۔

المستفتی: مطیع الرحمٰن خاں کیراف گیاٹ سو بلڈنگ، ہاٹ بازار کالم پونگ ضلع دارجلنگ 734301

۹۲/۸۶ء

الجواب

اگر امام معتقدات میں ایسوں کا پیرو ہے جن کے عقائد حد کفر تک پہنچے ہوئے ہیں۔ جیسے قادیانی، رافضی، دیوبندی، چکڑالوی وغیرہم تو اس کی اقتداء، قطعاً ناجائز و حرام ہے کہ نماز تو سرے سے ہوگی ہی نہیں امام ماننے کا گناہ علیحدہ ہوگا۔ کیا پورے کالم پونگ میں دو چار سنی مسلمان نہیں ہیں جو اپنی جماعت علیحدہ کر سکیں بالفرض اگر نہیں ہو تو آپ کو تنہا نماز پڑھ کر جماعت سے محرومی کا شکوہ نہیں کرنا چاہیے کہ بدمذہبوں کی جماعت جماعت ہی نہیں ہے آپ پر فرض ہے کہ تنہا ہی نماز پڑھیں اور بدعقیدوں کی نام نہاد جماعت سے بچیں۔ یہی حال جمعہ اور عیدین میں بھی ہو۔

مجبوراً جمعہ اور عیدین میں اس کی اقتداء جائز ہے جو فاسق فی العمل ہے۔ لیکن جو فاسق فی العقیدہ ہو اس کی اقتداء کسی نماز میں کسی حال میں جائز نہیں ہے۔ فقط

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۷؍صفر المظفر ۱۴۰۱ھ

استفتاء ۲۴۷

مسئلہ: محترم جناب مفتی صاحب ادارۂ شرعیہ بہار السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی ڈاڑھی میں بچپن ہی میں ایک تولہ کے برابر سفید داغ ہو گیا تھا۔ لیکن علاج وغیرہ کرنے پر اچھا ہو گیا۔ جب زید کی ڈاڑھی جمی تو جتنے دور میں سفید داغ تھا اتنے دور کا بال سفید نکلا۔ زید اپنی بستی کی جامع مسجد کا امام ہے۔ ایک شخص کے کہنے پر بستی میں نااتفاقی پھیلنے کا

ڈر ہے وہ شخص کہتا ہے کہ زید کی داڑھی میں پہلے سے سفید داغ تھا اس وجہ سے زید کے پیچھے نماز نہیں ہوگی۔ زید کے پیچھے پوری بستی بخوشی نماز پڑھتی ہے زید کے امامت سے ہٹ جانے کے بعد کسی دوسرے شخص کے پیچھے مقتدی نماز پڑھنے کو تیار نہیں ہے۔ لہٰذا شریعت کا کیا حکم ہے جلد آگاہ کریں کہ بستی خلفشار سے محفوظ ہے۔

(۲) ایک پیر طریقت جن کے پورے جسم پر سفید داغ ہے لیکن ان کے آگے کوئی بھی عالم، حافظ فاضل، نماز پڑھانے کو تیار نہیں۔ لہٰذا محترم پیر صاحب کو نماز پڑھانا پڑتا ہے۔ زید کا کہنا ہے کہ ان کے پیچھے نماز جائز نہیں جو پڑھ لی گئی اس نماز کو دہرائی جائے۔ اور آئندہ ان کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔ حکم شرع کیا ہے؟

۹۲/۸۶ ء

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ

(۱) جب زید کا سفید داغ علاج کے سبب مندمل ہوگیا اور مسلمانوں کی اکثریت اس کی امامت پر راضی ہے تو بے کراہت اس کی اقتداء جائز ہے کراہت تنزیہی اس وقت تھی جب کہ ظاہراً برص موجود ہوتا اور یہ کراہت بھی اس وقت ہوتی ہے کہ اس سے افضل واعلیٰ شخص جماعت میں موجود ہوتا۔ لیکن زید جب مسائل نماز سے پوری طرح واقفیت رکھتا ہے اور کراہت کی کوئی اور وجہ اس میں نہیں ہے تو وہی احق امامت ہے کہ وہ پہلے ہی سے جامع مسجد کا امام ہے۔ ایک تولہ کی مقدار میں ڈاڑھی سفید ہونے کی وجہ سے لوگوں کا اعتراض صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ وہ عیب شرعی نہیں۔ **رجل ام قوماوهم له كارهون ان كانت الكراهة الفسادفيه اولانهم احق بالامامة يكره له ذلك وان كان هواحق بالامامة لايكره هكذافي المحيط.** " کوئی ایسا شخص قوم کی امامت کرے جس کو لوگ ناپسند کرتے ہوں اگر ان میں کراہت فاسدہ ہو اور دیگر لوگ اس کی بہ نسبت امامت کے زیادہ حقدار ہیں تو اس کی امامت مکروہ ہے اور اگر وہی احق بالامامت ہے تو مکروہ نہیں ہے محیط میں ایسے ہی ہے۔" (عالمگیری ص۷۶/ ج۱)

(۲) اس کا جواب بھی جواب اول میں گذر گیا کہ اگر برص ظاہر ہے تو اس کی امامت مکروہ تنزیہی ہے۔ لیکن جب پیر طریقت موصوف کی عظمت واقعی کے سبب عالم دین بھی اُس کے آگے بڑھنے کو تیار نہیں تو پیر طریقت ہی احق امامت ہیں اور ان کی امامت میں کسی طرح کی کراہت نہیں۔ **هكذافي بهارشريعت وغيرها.** "بہار شریعت وغیرہ میں ایسے ہی ہے۔"

وهو تعالىٰ اعلم

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۰/صفر المظفر ۱۴۰۱ھ

استفتاء ۲۴۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۳) ایک شخص بمشکل کلام اللہ شریف پڑھ سکتا ہے۔ کچھ گھر کے اُلجھنوں میں پڑ کر اس نے اپنے باپ کو ڈنڈے سے مارا جس سے باپ کا سر پھٹ گیا پھر وہ شخص بستی سے فرار ہو کر دوسری بستی کے جامع مسجد میں امام بنکر نماز پڑھا رہا ہے۔ اس کے پیچھے نماز جائز ہے کہ نہیں؟ حکم شرعی سے آگاہ کیجئے۔

(۴) زید کی ڈاڑھی آٹھ انچ لمبی ہے اور بڑھتی جا رہی ہے لیکن کچھ لوگ کتروانے سے منع کرتے ہیں شرعاً کیا حکم ہے؟

(۵) ایک عالم شوق میں مسجد کا امام ہونا چاہتا ہے لیکن مقتدی اس کے پیچھے نماز پڑھنے کو تیار نہیں ہیں۔ مقتدی ایک کم پڑھے لکھے آدمی کے پیچھے نماز پڑھ لیتے ہیں جس کا تلفظ صحیح ہے اس میں کیا کیا جائے؟

(۶) ایک مشت ڈاڑھی کتنی انچ لمبی ہوتی ہے؟

(۷) جس کی ڈاڑھی ایک مشت سے کم ہو اس کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے کہ نہیں؟

المستفتی: کیراف بیتاب بھوجپوری

۹۲/۸۶۷

الجواب

(۳) باپ کو اس طرح مارنا کہ اس کا سر پھٹ جائے۔ جرم عظیم اور عذاب الیم کا مستحق ہونا ہے۔ ایسے مجرم بیٹے پر فرض ہے کہ باپ سے معافی طلب کرے اور خدا کی بارگاہ میں توبہ استغفار کرے۔ کیونکہ حکم الٰہی وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا (سورۂ بقرہ:۸۳) ''اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو۔'' (کنزالایمان) کو اس نے پارہ پارہ کردیا ہے۔ جب تک وہ معافی نہ مانگے اور توبہ نہ کرے اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ **لانہ فاسق وامامۃ الفاسق مکروہ.** ''اس لئے کہ وہ فاسق ہے اور فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔'' **وھو اعلم**

(۴) آٹھ انچ ڈاڑھی کوئی اتنی بڑی نہیں ہے کہ اس کا کٹوانا واجب ہو۔ ہاں اس قدر دراز نہیں ہونی چاہیے کہ ناف کے نیچے ہوجائے یا مشرکین کی مشابہت ہوجائے۔ اگر مشابہت ہوگی تو ناجائز ہوگی۔ **من تشبّہ بقوم فھو منھم الحدیث.** ''جو کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ ان ہی میں سے ہے۔'' اگر وہ چاہے تو اس طرح ڈاڑھی کتروانے کی اجازت ہے کہ حد شرع سے کم نہ ہو اور حد شرع ایک مشت ہے: **کماثبت من الاحادیث المبارکۃ وصرح بہ الفقھاء.** ''جیسا کہ احادیث مبارکہ سے ثابت ہے اور فقہاء کرام نے اس کی صراحت کی ہے۔'' **وھو تعالیٰ اعلم!**

(۵) اگر عالم دین فسق و فجور سے محفوظ ہے تو وہی احق امامت ہے۔ اس کی موجودگی میں غیر عالم کو امام بنا مکروہ ہے ہاں اگر

غیر عالم مستقل امام ہے تو عالم کی موجودگی میں امامت کر سکتا ہے لوگوں کو چاہیے کہ صالح امامت شخص کو اپنا امام بنائیں تا کہ نمازیں پوری رعایت شرعیہ کے ساتھ ادا کی جاسکیں۔ الاولیٰ بالامامۃ اعلمھم باحکام الصلوٰۃ ھکذافی المضمرات. "سب سے زیادہ امامت کا حقدار وہ شخص ہے جو مقتدیوں میں سب سے زیادہ احکام صلوٰۃ کا جانکار ہو، مضمرات میں ایسے ہی ہے۔" (عالمگیری جلد اول) و ھو تعالیٰ اعلم!

(٦) ایک مشت کی مقدار تین انچ سے کچھ زائد ہے۔ وھو اعلم

(٧) مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی بانہ لایھتم لامور دینہ الخ . "اس لئے کہ وہ دینی امور کو بجا نہیں لاتا ہے۔" واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

الفقیر عبد الواجد قادری غفرلہ، دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۰/ صفر المظفر ۱۴۰۱ھ

استفتاء ۲۴۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

زید جو ایک عالم ہے لیکن اس کے پاؤں میں اتنا عذر ہے کہ وہ قعدہ میں اپنے پاؤں کو جانب قبلہ دراز کئے بغیر نماز ادا نہیں کر سکتا ہے نیز اٹھنے بیٹھنے میں بغیر ہاتھ زمین پر ٹیکے اس کا کام نہیں چل سکتا ہے۔ نیز ایک آنکھ کا کانا بھی ہے۔ ایسی صورت میں اس کی امامت کا کیا حکم ہے جب کہ دوسرا عالم بھی موجود ہو اگر چہ اس کی صلاحیت زید سے کم ہے۔ براہ کرم جواب عنایت فرما کر مشکور فرمائیں۔

المستفتی: ممتاز احمد مکرانی دھرمپور، بھاڑسر، پوسٹ ملنگوا، ضلع سرلاہی نیپال

۹۲/۸۶ء

الجواب

احق امامت کے لئے صلاحیت درکار نہیں ہے مسائل نماز سے پوری واقفیت ہونی چاہیے۔ الاولیٰ بالامامۃ اعلمھم باحکام الصلوٰۃ ھکذافی المضمرات: "امامت کا حقدار وہ شخص ہے جو مقتدیوں میں سب سے زیادہ جانکار ہو، مضمرات میں ایسے ہی ہے۔" جب کہ زید کے علاوہ دوسرا عالم دین جماعت میں موجود ہو تو دوسرے ہی کو امام بنانا اولیٰ ہے ایسی صورت میں زید مذکور کی اقتدا اس کے غیر مثل کے لئے مکروہ ہے۔ کمافی ردالمحتار المعروف بہ فتاویٰ شامی و کذا اعرج یقوم ببعض قدمہ فالاقتداء بغیرہ اولیٰ تاتار خانیہ: "ردالمحتار المعروف بہ فتاویٰ شامی میں ہے کہ لنگڑا جو پیر کے بعض حصہ سے کھڑا ہوتا ہے تو اس

کے علاوہ کی اقتدا بہتر ہے۔" وھو تعالیٰ اعلم!

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۲۱/صفر المظفر ۱۴۰۱ھ، ۳۰/دسمبر ۱۹۸۰ء

استفتاء ۲۵۰

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) نسبندی از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟

(۲) جو لوگ نسبندی کرا چکے ہیں از روئے شرع ان پر کیا حکم نافذ ہوتا ہے۔ نیز ان کی اقتدا کرنا درست ہے یا نہیں؟

(۳) نسبندی کرانے والے کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

(۴) زید کی عمر ۶۵ سال کی تھی اور ان کی بیوی تقریباً ۵۵ سال کی۔ چونکہ زن وشو سے اولاد پیدا ہونے کا امکان نہیں تھا۔ لیکن موجودہ حکومت کا لحاظ کرتے ہوئے انہوں نے نسبندی کرالی ایسی شکل میں وہ گنہگار ہے یا نہیں؟ اور ان کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: جلال الدین موضع کامت، ڈاکخانہ ہری گاواں، ضلع پلاموں، بہار

۹۲/۸۶ ے

الجواب!

(۱) نسل انسانی کو قطع کرنا حرام ہے اور نسبندی اس کا پیش خیمہ ہے لہٰذا یہ بھی حرام ہے۔ درمختار میں ہے: **یجوز خصاء البهائم حتى الهرة واماخصاء الادمی فحرام الخ.** "جانوروں کو خصی کرنا جائز ہے یہاں تک کہ بلا کو اور آدمی کو خصی ہونا درست نہیں۔" وھو تعالیٰ اعلم!

نسبندی کرنے والوں کا حکم:

(۲) توبہ واجب ہے: وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْءً ا اَوْيَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ الخ ۔"اور جو کوئی برائی یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے بخشش چاہے تو اللہ کو بخشنے والا مہربان پائے گا۔" (القرآن الکریم)

ایسے امام کی اقتدا مکروہ تحریمی ہے پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ واجب ہے۔

(۳) نسبندی حرام ہے اور حرام کا مرتکب فاسق ہے اور فاسق کی اقتداء میں نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے۔ **لان فی تقديم للامامة**

تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعاالخ. ''اس لئے کہ فاسق کوامامت کے لئے آگے بڑھانے میں اس کی تعظیم ہے جب کہ شرعاً اس کی اہانت واجب ہے۔'' (شامی) ہاں توبہ کر لینے کے بعد اس کی اقتداء جائز ہے: التائب من الذنب کمن لاذنب لہ'' (الحدیث) ''گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہی ہے گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔'' وھو تعالیٰ اعلم!

(۴) عمر کی زیادتی کی وجہ سے توالد وتناسل کا سلسلہ منقطع ہوجانا قطعی ویقینی نہیں ہے۔ بالفرض اگر یقینی بھی ہوتو اس سے حرام، حلال ومباح نہیں ہوگا۔ تو صرف عدم توالد کے امکان کے سبب سے ارتکاب حرام کی اجازت کیونکر دی جاسکتی ہے۔ زید بے قید نے کمیشن خوروں کو خوش کر کے آئین شرع کو پامال کیا ہے۔ العیاذ باللّٰہ تعالیٰ! لہٰذا وہ گنہگار مستحق تعزیر شرعی ہے اس پر توبہ واجب ہے۔ جب وہ توبہ کرلے تو اس کی اقتداء بھی جائز ہے۔ ثُمَّ یَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ یَجِدَ اللّٰہَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا (القرآن) ''پھر اللہ سے بخشش چاہے تو اللہ کو بخشنے والا مہربان پائے گا۔'' واللّٰہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم۔

کتبہ
الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
۲۲/صفر المظفر ۱۴۰۱ھ، ۳۱ دسمبر ۱۹۸۰ء

استفتاء ۲۵۱

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ:

ایک شخص نماز پڑھتا ہے مگر اس کا دل امام صاحب پر نہیں جمتا ہے اور وہ ان پر عقیدہ نہیں رکھتا۔ ہے صاف صاف جواب دیں اور وہ امام سے بغض وکینہ بھی رکھتا ہے۔

المستفتی: محمد انور علی رضوی

۹۲/۸۶ء

الجواب!

مسلمانوں سے بغض وکینہ جائز نہیں خصوصاً امام صاحب سے کہ عنداللہ تعالیٰ وہ ہمارا نمائندہ ہے پھر بھی ایسے مقتدی کی نماز ہوجائے گی لیکن بغض وکینہ کا گناہ بہرحال اس کو ہوگا۔ ہاں اگر امام میں کوئی ایسی شرعی خرابی ہے جس کی وجہ سے اس مقتدی کا دل نہیں جمتا ہے تو ایسے امام کو امام بنانا مکروہ ہے۔ واذاام قوماوھم لہ کارھون الخ. ''اور جب ایسا شخص امامت کرے جس کو لوگ ناپسند کرتے ہوں تو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔'' وھو تعالیٰ اعلم!

کتبہ
عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ
۸/صفر المظفر ۱۴۰۱ھ

استفتاء ۲۵۲

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

میرے گاؤں کی مسجد کے امام صاحب ہیں کچھ گاؤں کے بھائی صاحبان ان سے اختلاف رکھتے ہیں اور امسال نماز عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر جبکہ امام صاحب نماز کی ترکیب اور نیت بتا کر نماز شروع کرنے کی تیاری کررہے تھے۔ کچھ لوگوں نے آواز اٹھائی کہ ہم لوگ آپ کے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے آپ کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔ گاؤں کے ذمہ دار لوگوں نے ان بھائیوں کو سمجھا کر معاملہ رفع دفع کیا اور معترض لوگوں سے وعدہ کیا گیا کہ ہم لوگ علمائے کرام سے رابطہ قائم کرکے فتویٰ حاصل کریں گے۔ لہٰذا سوال درج ذیل کا مدلل جواب عنایت فرما کر عند اللہ وعند النّاس ماجور ومشکور ہوں امام صاحب موصوف بچپن ہی سے لنگ مار کر چلتے ہیں ان کے دونوں پاؤں پیدائشی طور پر کچھ ایسے ہیں کہ یہ دونوں پنجوں کے بل ایڑیاں اٹھا کر چلتے ہیں اور یہ عیب پیدائشی ہے۔ روگ اور مرض کیوجہ سے نہیں باقی تمام باتیں ایک امام میں جو ہونی چاہئے سب موجود ہیں۔ اور ان سے افضل وبہتر کوئی اور صاحب میرے گاؤں میں نہیں ہیں۔ اعتراض کرنے والے تمام لوگ نماز پنجگانہ اور نماز جمعہ ان ہی کی اقتداء میں پڑھتے ہیں اعتراض صرف عیدین کی نماز ہی میں ہے امام صاحب موصوف کی اقتداء میں نماز ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔ فقط والسلام

المستفتی: محمد شفیع ساکن کشن پورہ ڈاکخانہ بلوکارام ضلع ویشالی

۱۳/محرالحرام ۱۴۰۰ھ

۹۲/۸۶۷

الجواب

لنگڑا آدمی معذور شرعی نہیں ہے جبکہ بروجہ مسنون ارکان نماز ادا کرنے پر قادر ہو۔ مذکورہ امام صاحب اگر حالت نماز میں دونوں قدموں پر کھڑے بھی نہیں ہوسکتے ہوں بلکہ قدموں کے بعض حصوں پر کھڑے ہوتے ہوں جب بھی ان کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے۔ ہاں اگر ان سے بہتر کوئی اور آدمی جماعت میں موجود ہو یا کم از کم انہیں جیسا ہو تو افضل یہ ہے کہ دوسرے کو امام بنایا جائے۔ فتاوی عالمگیری فصل امامت میں ہے۔ صفحہ ۸۴ ولو کان لقدم الامام عوج وقام علی بعضها یجوز وغیره اولی کذا فی التبیین اھ۔ "اور اگر امام لنگڑا ہو اور قدم کے بعض حصے پر کھڑا ہوتا ہو تو اسے امام بنانا جائز ہے اگر اس سے کوئی افضل موجود ہو تو وہ اولیٰ بالامامت ہے۔" لیکن جب گاؤں میں سے سب سے زیادہ دینی جانکاری اور مسائل نماز سے آگاہی مذکورہ امام صاحب ہی کو ہے تو امامت کیلئے افضل واولیٰ وہی ہیں۔ البحر الرائق مصری صفحہ ۳۹۶ میں ہے: فان کان افضلهم فهو

اولی الخ (ھکذا الحکم للاعمی والاعوج احق منہ) ''اور اگر وہ نمازیوں میں افضل ہو تو سب سے زیادہ امامت کا حقدار وہی ہے۔ یہی حکم نابینا اور لنگڑے کا ہے کہ وہی امامت کا زیادہ حقدار ہے۔'' واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم!

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتـــــــــــــــــبہ

۲۶/محرم الحرام ۱۴۰۰ھ، ۱۷/دسمبر ۱۹۷۹ء

استفتاء ۲۵۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس باب میں کہ:

زید اپنی سوتیلی ماں کے ساتھ بدسلوکی کرتا تھا کھانے پینے میں طرح طرح کی تکلیفیں دیتا تھا جس کی وجہ سے عاجز آ کر رات کی تاریکی میں گھر سے نکل پڑی اور کنواں میں گر کر مر گئی، تین روز کے بعد اس کے مرنے کی خبر پولیس کو ہوئی۔ پولیس نے آ کر اس کی نعش کو کنواں سے باہر نکالا۔ اور پوسٹ مارٹم کے لئے لے گئی۔ زید کو مرنے اور پوسٹ مارٹم کی خبر دی گئی تو جا کر نعش پہچان لیا۔ مگر اپنے کو ظاہر نہیں کیا کہ میں اس کا بیٹا ہوں۔ اور یہ بھی نہیں کہا کہ یہ میری ماں ہے۔ پیسہ لگنے یا قانون کی گرفت کی وجہ سے اس نے نعش بھی نہیں لیا۔ پولیس نے نعش کو لاوارث قرار دے دیا اور پوسٹ مارٹم کے لئے بھیج دی۔ پوسٹ مارٹم کے بعد مہتر کے ذریعہ بغیر جنازہ وکفن کے نعش کو گڑوا دیا گیا۔ یہ سب زید کی موجودگی میں ہوا۔ زید ایک مسجد میں امامت کرتا ہے، میلاد پاک پڑھتا ہے اور نکاح بھی پڑھاتا ہے۔ کیا ایسا شخص اب امامت کرسکتا ہے یا نکاح پڑھا سکتا ہے۔ فقط

المستفتی: محمد شرف الدین ٹیلر ماسٹر، معرفت میسٹرو ٹیلرس، گوپال گنج، ضلع گوپال گنج، بہار

۹۲/۷۸۶

الجواب ـــــــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــــــ!

زید کی سوتیلی ماں اگر چہ حرام موت مری لقولہ تعالیٰ: لَاتُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ الخ (البقرۃ:۱۹۵) ''اللہ تعالیٰ کے ارشاد پاک کی وجہ سے اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔'' (ترجمہ کنزالایمان) پھر بھی اس کی نماز جنازہ مسلمانوں کو فرض کفایہ تھی، جب کسی نے نماز ادا نہیں کی اور یونہی وہ دفنا دی گئی تو وہاں کے جس جس مسلمان کو معلوم ہوا وہ سب کے سب فرض کے تارک ہوئے سب پر توبہ فرض ہے۔ لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ''صلوا علی کل بر و فاجر الخ وقال فی تنویر الابصار والصلوٰۃ علیہ فرض کفایۃ وشرطھا اسلام المیت الخ۔ ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پاک کی وجہ سے کہ ہر نیک وبد کی نماز پڑھو اور تنویر الابصار میں فرمایا نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اور اس کی شرط یہ ہے کہ میت مسلمان ہو۔'' اور مذکورہ عمل قبیح چونکہ

زید کی موجودگی میں ہوا لہٰذا زید سب سے زیادہ گنہ گار مستحق عذاب نار ہوا جب تک وہ اعلانیہ توبہ استغفار نہ کرے اس کو امامت وغیرہ دینی امور کی ذمہ داری سپرد نہیں کی جاسکتی ہے۔ وبان فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعاً الخ. (ردالمحتار) ''اس وجہ سے کہ فاسق کو امامت کے لئے مقدم کرنے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شرعاً مسلمانوں پر فاسق کی اہانت واجب ہے۔''
والله تعالیٰ اعلم رسوله المختار۔

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۷ر مئی ۱۹۸۰ء

استفتاء ۲۵۴

مسئله: ایک بستی کا مقرر کردہ امام گذر چکا ہے دو شخص نماز پڑھانے کے فرائض ابھی تک انجام دے رہے ہیں، جو مقرر کردہ نہیں ہیں۔ ان لوگوں کے بارے میں بستی میں اختلاف رائے ہے یہ لوگ بستی کے پنچ بھی ہیں اور ہر حق وناحق کا فیصلہ کرنا ان لوگوں کا کام ہے۔ زیادہ تر یہ لوگ فیصلہ غلط کر ڈالتے ہیں اور بستی میں نفاق پیدا کرتے ہیں۔ ایسے اشخاص کے متعلق علمائے دین کیا فرماتے ہیں، ایسے لوگوں کے پیچھے نماز ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ دلیل سے فتویٰ صادر فرمائیں۔

المستفتی: محمد ہاشم مہولیا، پوسٹ بھوتہی، ضلع سیتامڑھی

۹۲/۷۸۶

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوهاب ـــــــــ!

امام کو متقی و پرہیز گار اور تقویٰ شعار ہونا چاہیے، غلط فیصلہ کرنا یا ناحق فیصلہ کرنا شرعاً حرام ہے۔ لقوله تعالیٰ "اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ الخ. (النحل:۹۰)''اللہ تعالیٰ کے ارشاد پاک کی وجہ سے بیشک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی کا۔'' (ترجمہ کنزالایمان) ولقوله تعالیٰ: فَاعْدِلُوْا وَلَوْ کَانَ ذَاقُرْبٰی الخ. (الانعام:۱۵۲)''اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد پاک کی وجہ سے انصاف کی کہو اگرچہ تمہارے رشتہ دار کا معاملہ ہو۔'' (کنزالایمان) اور فعل حرام کا ارتکاب فاعل کو فاسق و فاجر بنادیتا ہے۔ لہٰذا فاسق کو نہ امامت کیلئے بڑھانا جائز ہے اور نہ اس کی اقتداء میں نماز ادا کرنی جائز ہے، خصوصاً ایسی حالت میں جب کہ ایسوں کی امامت کی وجہ سے مسلمانوں میں نفاق پیدا ہوتا ہو تو ایسوں کی امامت کے لئے بڑھنا شدید حرام ہے۔ قال فی ردالمحتار: لان فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعاً الخ. ''ردالمحتار میں فرمایا کہ فاسق کو امامت کے لئے مقدم کرنے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شرعاً مسلمانوں پر فاسق کی اہانت واجب ہے۔'' پھر شامی ہی کی جلد اوّل ص ۳۷۶ پر علامہ نے فرمایا: واما الفاسق فقد عللوا کراهة تقدیمه بانه لایهتمّ لامر دینه الخ. ''فاسق کے تقدیم کراہت کی علت فقہاء کرام نے یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ امور دینیہ کا

اہتمام نہیں کرتا۔" واللہ تعالیٰ و رسولہ اعلم!

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۶/ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۰ھ، ۲۲/ اپریل ۱۹۸۰ء

استفتاء ۲۵۵

مسئلہ: محترمی جناب مفتی صاحب دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار پٹنہ ۶
ایک امام کے متعلق جائز شکایات ہیں وہ میں آپ کو لکھ رہا ہوں آپ ان سوالوں کو غور سے پڑھیے اور شرع کی روشنی میں بے لاگ فیصلہ صادر فرمایئے!

(۱) جہری نماز میں امام جو قرأت کرتے ہیں اس کا بیشتر حصہ مقتدیوں کی سمجھ میں نہیں آتا ہے کیوں کہ وہ بہت تیز پڑھتے ہیں اور قرأت کا کچھ حصہ ان کے پیٹ ہی میں رہ جاتا ہے جب ان سے یہ کہا جاتا ہے کہ آپ آہستہ اور صاف پڑھا کریں تو جواب دیتے ہیں کہ خشیتِ الٰہی کی وجہ سے آواز بلندی نہیں نکلتی ہے۔

(۲) مندرجہ بالا وجہ کر ایک صاحب نے جمعہ کی نماز دوبارہ خود پڑھائی۔

(۳) جاڑے کے دنوں میں خرابی صحت کی وجہ کر عموماً صبح کی نماز وہ قضا کرتے ہیں اور اکثر عشاء کی نماز میں بھی وہ نہیں آتے ہیں۔

(۴) تکبیر ختم ہونے کے بعد وہ بغیر اللہ اکبر کہے دونوں کانوں تک ہاتھ اُٹھا لیتے ہیں اور اتنی دیر تک کانوں پر ہاتھ اٹھائے رکھتے ہیں کہ جتنی دیر میں نماز کی نیت کی جا سکتی ہے۔ اور اللہ اکبر کہہ کر تحریمہ باندھ لیتے ہیں اور قرأت شروع کر دیتے ہیں اور مقتدی پوری ثناء بھی نہیں پڑھ پاتے۔

(۵) کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ امام صاحب اپنا کوئی ذاتی کام کروا رہے ہیں تو جب تک کے مزدور کو فرصت نہیں دے لیتے ہیں وہ مسجد کا رخ نہیں کرتے ہیں اور نماز کا مقررہ وقت نکل جاتا ہے۔

(۶) لگ بھگ دو ماہ کا واقعہ ہے کہ امام صاحب مغرب سے کچھ پہلے گھریلو جھگڑے میں الجھے ہوئے تھے، اور مغرب کا وقت قریب تھا، امام صاحب بگڑے ہوئے مسجد کی طرف آئے اور انہوں نے یہ کہا کہ جوانی میں لغزش کس سے نہیں ہوتی ہے۔ ہمارے نواسے کی شادی لوگوں نے زبردستی کرادی ہے۔ میں نے بھی جوانی میں چودہ عورتوں سے تعلق رکھا تھا اگر میں سب سے نکاح کر لیتا تو میری چودہ بیویاں ہوتیں وغیرہ۔

واضح ہو کہ ان کی جوانی کی زندگی کے بارے میں ہم لوگوں کو کوئی علم نہیں ہے ممکن ہے کہ کسی قدر حقیقت ہو بہر حال یہ ہم لوگ جانتے ہیں کہ وہ پھلواری شریف خانقاہ مجیبیہ سے بیعت ہیں اور لگ بھگ چالیس سال سے وہ درس وتدریس اور امامت کا کام کر رہے ہیں، ہمارے بزرگوں نے انہیں بحال کیا ہے اور ان کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں۔ لہٰذا گذارش ہے کہ صورت مسئولہ میں امام موصوف کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں اگر نہیں درست ہے تو کس پوائنٹ پر، براہ کرم جواب جلد بھیج کر ممنون فرمائیں۔

المستفتی: سید وصی احمد، صدر مجلس انتظامیہ، جوانوں مسجد وقف، ڈاکخانہ پیٹھانا، ضلع نالندہ بہار

۹۲/۸۶ھ

الجواب

امام مذکور فی السوال کی اقتداء مندرجہ ذیل پوائنٹس کی وجہ سے جائز نہیں ہے۔

(۱) صحت نماز کے لئے قرأۃ لازمی ہے اور قرأۃ کے لئے تلفظ ضروری ہے اگر قرأت کا بیشتر حصہ قاری (امام) کے پیٹ ہی میں رہ جاتا ہے جو مسموع نہیں ہوتا ہے تو سرے سے نماز ہی نہیں ہوتی ہے اور جب اپنی نماز نہیں ہوگی تو مقتدیوں کی کیا ہوگی؟ فتاویٰ عالمگیری جلد اول میں ہے: **واما حد القرأة فنقول تصحيح الحروف امر لا بدمنه فان صح الحروف بلسانه ولم يسمع نفسه لايجوزبه اخذ عامة المشائخ هكذافي المحيط**۔ "اور حد قرأت تو ہم کہیں گے کہ تصحیح حروف ضروری ہے اگر زبان سے صحیح حروف ادا کرے اور خود نہ سنے تو نماز جائز نہیں اور اسی کو عام مشائخ نے لیا ہے۔ ایسے ہی محیط میں ہے۔"

(۲) جب خرابی صحت کی وجہ سے امام مذکور کو فجر وعشاء کی اکثر نمازیں قضا کرنی پڑتی ہیں تو ظاہر ہے کہ وہ معذور ہیں اور معذور کی اقتداء غیر معذور کے لئے جائز نہیں ہے۔ **ويجوز اقتداء المعذور بالمعذور ان اتحد عذرهما وان اختلف فلايجوز هكذافي التبيين الخ**۔ "معذور کو معذور کی اقتداء کرنی جائز ہے اگر دونوں کے عذر ایک ہوں اگر دونوں کے عذر الگ الگ ہوں تو اقتداء جائز نہیں ایسے ہی تبیین میں ہے۔"

(۳) امام مذکور کے نماز شروع کرنے کا طریقہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ تحریمہ کی ابتداء پہلے ہونی چاہیے (اور رفع یدین) ہاتھوں کا اٹھانا بعد میں تمام کتب فقہیہ میں یہی طریقہ لکھا ہے۔ **اذاارادالدخول في الصلوٰة كبرورفع يديه حذااذنيه الخ**۔ "جب نماز شروع کرنے کا ارادہ کرے تو تکبیر تحریمہ کہے اور کانوں کے مقابل ہاتھوں کو اٹھائے۔" (فتاویٰ ہندیہ)

(۴) اور دنیا کی انجام دہی میں ایسا شغف کہ نماز کے اوقات مقررہ سے غفلت ولاپرواہی ہو جائے عظمت امامت کے خلاف بلکہ سم قاتل ہے ان کا یہ فعل نماز کے عدم اہتمام کی طرف غمازی کرتا ہے بلکہ تہاون وسستی کی جانب مشیر ہے۔ لہٰذا ایسوں کی اقتداء مکروہ تحریمی ہے۔ **فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلٰوتِهِمْ سَاهُوْن**. (الماعون:۴) "تو ان نمازیوں کی خرابی ہے جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں۔" (ترجمہ کنز الایمان) سے خوف کرنا چاہیے۔

(۵) امام مذکور کا یہ دعویٰ بھی صحیح نہیں ہے کہ "جوانی میں لغزش کس سے نہیں ہوتی ہے" انبیاء و مرسلین کے علاوہ بھی خدا کے بے شمار بندے اپنی جوانیوں کو پاکبازیوں میں گزار چکے ہیں اور گذار رہے ہیں، اگر بالفرض امام مذکور کے تعلقات چودہ عورتوں سے تھے تو اس کو وہ یا خدا اور سول ہی جانتے تھے دو، روں کو اپنی برائی پر گواہ بنا کر انہوں اچھا نہیں کیا، اگر وہ امامت نہیں بھی کریں تو ان پر ضروری ہے کہ جن حضرات کے سامنے انہوں نے اقبال جرم کیا ہے انہیں کے سامنے اپنی توبہ کا اعلان واظہار کریں اُمید ہے کہ معافی ہو جائے گی۔ قال اللہ تعالیٰ وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْءً اَيَّظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا. (النساء: ۱۱۰) "اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور جو کوئی برائی یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے بخشش چاہے تو اللہ کو بخشنے والا مہربان پائے گا۔" (ترجمہ کنز الایمان) واللہ تعالیٰ اعلم!

الفقیر عبد الواجد قادری غفرلہ، دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتـــــــــــــــــــــبہ

۱۲/ ربیع الاخری ۱۴۰۰ھ

استفتاء ۲۵۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:
ایک حافظ صاحب کو ابتدائی تعلیم دینے کی غرض سے مدرسہ میں معلم رکھا گیا بعدہ ایک مسجد کی تعمیر ہوئی اس جگہ کوئی عالم وقاری موجود نہیں ہونے کی وجہ سے اسی حافظ صاحب کو امامت کے فرائض بھی مدرسہ کمیٹی کے چند ذمہ داروں نے سپرد کر دیا۔ اسی جگہ تقریر وغیرہ کے سلسلہ میں ایک عالم وقاری کا ورود مسعود ہوا حافظ صاحب نے بہ ارادۂ اخلاق وشریعت ان سے امامت کے لئے نہیں کہا بلکہ قاری عالم بالسنہ کی موجودگی میں خود ہی امامت کی۔ قاری وعالم بالسنہ کو اپنا مقتدی بنایا۔ دریافت طلب سوال یہ ہے کہ کیا یہ عمل حافظ صاحب کا شریعت یا تقویٰ کے مطابق ہے۔ برائے مہربانی یہ بتائیں کہ قاری وعالم بالسنہ کی نماز حافظ صاحب کے پیچھے ہوگی یا نہیں؟ امید کہ تفصیلی جواب سے مستفیض فرمائیں گے۔ والسلام
المستفتی: امین اللہ رضوی پوپلر کلوتھ اسٹور، ایس ٹی، پی۔ پی کانکی بازار، پوسٹ بوگرا ضلع پرولیا

۹۲/۸۶ء

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــ!

مستقل امام ہی امامت کا حقدار ہے:

صحت امامت کیلئے اصلاح عقیدہ کے ساتھ مسائل نماز سے واقفیت اور قرأة تجوز بها الصلوة. (جس سے نماز جائز

ہو) پر قادر ہونا چاہیے۔الاولیٰ بالامامۃ اعلمھم باحکام الصلوۃ ھکذافی المضمرات (جلد اصفحہ ۸۲)''امامت کا سب سے زیادہ حقدار وہ شخص ہے جو احکام صلوٰۃ کا سب سے زیادہ جانکار ہو، مضمرات میں ایسے ہی ہے۔'' محلّہ کے چند ذمہ داروں نے جس حافظ قرآن کو امام منتخب کرلیا اور مقتدیوں نے قولاً یا فعلاً اسے تسلیم کرلیا اس کی موجودگی میں اگر کوئی اس سے زیادہ امامت کی اہلیت رکھنے والا آجائے تو وہی مقررہ امام امامت کے لئے افضل واولیٰ ہے لہٰذا حافظ صاحب کا عمل مذکور شریعت کے خلاف نہیں ہے۔ فی فتاوی الھندیہ عن القنیہ، دخل المسجد من ھو اولیٰ بالامامۃ من امام المحلۃ فامام المحلۃ اولیٰ اھ۔

''فتاویٰ ہندیہ میں قنیہ سے منقول ہے کہ مسجد میں ایسا شخص داخل ہوا جو علم میں امام محلّہ سے بہتر ہے تو پھر بھی امام محلّہ ہی امامت کے لئے اولیٰ ہیں۔''

اگر محلّہ کے دوسرے لوگوں کی نماز حافظ مذکور کے پیچھے ہو جاتی ہے تو عالم بالسنہ کی بھی نماز ہو جائیگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۳۰/شعبان ۱۴۰۱ھ،۳/ جولائی ۱۹۸۱ء

استفتاء ۴۵۷

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

زید جو ایک مسجد کا پیش امام ہے اس نے اپنی زوجہ کی نسبندی کرادی، عوام کو جب اس کی خبر ہوئی تو کچھ حضرات نے زید کی امامت پر اعتراض کیا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے اجتناب کرنا شروع کیا۔ لیکن زید نے کچھ لوگوں کو اپنا آلہ کار بنا کر امامت چھوڑنے سے انکار کردیا۔ جس سے عوام میں بڑی کشیدگی ہے عوام شریعت کا حکم معلوم کرنا چاہتی ہے کہ ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو جو لوگ نماز پڑھ رہے ہیں یا مسئلہ معلوم ہو جانے کے بعد بھی پڑھتے رہیں۔ ان کی نمازوں کا کیا حکم ہے؟ نیز نسبندی کرانا کیسا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرما کر مشکور فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

المستفتی: مولانا سلطان رضا رضاء القادری، خطیب جامع مسجد کشمیری تکیہ، گھنٹہ گھر، کاٹھمنڈو، نیپال

۹۲/۷۸۶

الجواب ـــــــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــــــ!

شریعت مطہرہ نے انقطاع نسل انسانی کو ناجائز قرار دیا ہے لہٰذا شدید عذر شرعی کے بغیر نسبندی حرام ہے۔ درمختار میں ہے: وخصاء الادمی حرام ''آدمی کو خصی کرنا حرام ہے۔'' اگر زید نے بے ضرورت شرعیہ کے اپنی بیوی کی نسبندی کرادی ہے تو یہ فعل

حرام پر رضامندی ہے۔لہٰذا یہ حرام بلکہ اشد حرام ہوا۔ والرضاء بالحرام حرام."رضا بالحرام حرام ہے۔" اصول شرع کا مشہور مسئلہ ہے۔

نیز حکم الٰہی عزوجل:وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ . (مائدہ:۲) "گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو۔"(ترجمہ کنز الایمان) سے زید نے عدول و نافرمانی کی ہے۔اس لئے زید نقصان فسق میں مبتلا ہو کر صالح امامت نہ رہا۔اگر وہ علی الاعلان توبہ استغفار نہ کرے تو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے جو نماز اس کی اقتداء میں پڑھی جاویں گی یا بعد ارتکاب حرام پڑھی گئیں سب واجب الاعادہ ہونگیں۔فتاویٰ شامی باب الامامت ص ۳۷۶ میں ہے:بانه لایهتم لامر دینه وبان فی تقدیمه الامامة تعظیمه وقدوجب علیهم اهانته شرعاًالخ. "اس وجہ سے کہ فاسق امور دینیہ کا اہتمام نہیں کرتا اور اس وجہ سے کہ فاسق کو امامت کے لئے مقدم کرنے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شرعاً مسلمانوں پر فاسق کی اہانت واجب ہے۔" واللہ تعالیٰ اعلم ورسوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم!

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ،دارالافتاءادارۂ شرعیہ بہار،پٹنہ
کتبہ

مورخہ ۱۶/ رجب المرجب ۱۴۰۰ھ، یکم جون ۱۹۸۰ء یکشنبہ

استفتاء ۲۵۸

مسئلہ:کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ:

جو شخص جنت کے وجود کا انکار کرتا ہے۔آیا امامت کی ذمہ داری اس کے سپرد کی جاسکتی ہے یا نہیں؟مدلل جواب دیکر ممنون فرمائیں۔

المستفتی:ڈاکٹر جہانگیر عالم،مقام و پوسٹ:سونتھا ہاٹ،ضلع پورنیہ(بہار)
۷۸۶/۹۲

الجواب!

جنت و دوزخ کے وجود کو تسلیم کرنا ضروریات دین سے ہے فقہ اکبر لامام الاعظم رحمۃ اللہ علیہ میں ہے:الجنة حق والنار حق الخ جو اس کا انکار کرے وہ ضروریات دین کا منکر ہے اور جو ضروریات دین کا منکر ہے وہ ائمہ فقہ وکلام کے نزدیک بالاتفاق کافر،خارج از دائرہ اسلام ہے۔اور شرح عقائد جلد ثانی میں الذی یخالف ماهو من ضروریات الدین فهو کافر الخ. "جو ضروریات دین کی مخالفت کرے وہ کافر ہے۔" لہٰذا اس شخص پر تجدید ایمان اور تجدید نکاح (اگر بیوی رکھتا ہو) ضروری ہے۔جب تک وہ شخص تجدید ایمان و نکاح نہ کرے کسی قسم کی دینی خدمت اس کے سپرد کرنا اشد حرام ہے،توبہ و تجدید ایمان و نکاح کے بعد اگر امامت کی صلاحیت رکھتا ہے اور کوئی دوسرا شخص اس جیسا نہیں ہے۔تو وہ امامت کرسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسوله اعلم صلی

اللّٰہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ صحبہٖ وسلم!

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۱۶؍رجب المرجب ۱۴۰۰ھ، یکم جون ۱۹۸۰ء یکشنبہ

استفتاء ۲۵۹

مسئلہ: بسم اللہ الرحمن الرحیم. نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم!

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ مندرجہ ذیل میں کہ:

سلیم کے گھر اس کے چچیرے چھوٹے بھائی کی بیوی آٹا پیسنے گئی۔ جب وہ اپنا کام کر کے لوٹنے لگی تو سلیم نے اس کا راستہ بُری نیت سے روکا۔ اور زبردستی بُری نیت سے اس کا ہاتھ پکڑ لیا لیکن وہ عورت ہاتھ چھڑا کر اپنے گھر چلی گئی۔ اور اپنے شوہر سے ساری کیفیت بیان کردی، جب سلیم سے پوچھا گیا تو بہت سے لوگوں کے نزدیک وہ اس بات کا اقرار بھی کرتا ہے کہ ہم نے ایسا کام کیا ہے۔ سلیم محلّہ کی مسجد میں پنجوقتی، جمعہ اور عیدین کی امامت بھی کرتا ہے، گاؤں کے لوگوں نے دونوں طرف کا بیان سن کر یہ فیصلہ کیا ہے کہ دونوں کو ساٹھ فقیروں کو کھانا کھلانے اور میلاد کرنے سے کفارہ ادا ہو جائے گا۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟ بطریق شرع بتایا جائے کہ سلیم اور اس کے چچیرے بھائی کی بیوی دونوں پر کیا حکم ہے؟ جس سے خدا ورسول سب راضی ہوں۔ سلیم شادی شدہ ہے۔

المستفتی: محمد اسلام ٹیلر ماسٹر کے، کے کولیری، پوسٹ سیال، ضلع ہزاری باغ

۷۸۶/۹۲

الجواب

سلیم غیر محرم کا بُری نیت سے ہاتھ پکڑنے کی وجہ سے نقصانِ فسق میں مبتلا ہو کر صالح امامت نہ رہا۔ اب اس کی امامت ناجائز ہے۔ اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس کو امام بنانا گناہ ہے ردالمحتار میں ہے: **واما الفاسق فقد عللوا کراھة تقدیمه بانه لایھتم لامر دینه الخ** ۔"فاسق کے تقدیم کے کراہت کی علت فقہاء کرام نے یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ امور دین کا اہتمام نہیں کرتا۔" ہاں اگر سلیم علی الاعلان اپنے جرم سے توبہ کرے تو بعد توبہ بشرط استحقاق امامت اس کی امامت جائز و درست ہے۔ **لقوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم** "اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّاذَنْبَ لَهٗ اَوْ کَمَا قَالَ." "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پاک کی وجہ سے کہ گناہوں سے توبہ کرنے والا بے گناہ کے مثل ہے۔"

گاؤں والوں نے جو فیصلہ کیا ہے وہ شرعی فیصلہ نہیں ہے کیونکہ فسق وفجور کا کفارہ توبہ استغفار ہے نہ کہ فقیروں کو کھانا کھلانا۔
قال الله تعالیٰ عزوجل وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْءً ا اَوْيَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِاللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (النساء:۱۱۰) ”اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا اور جو کوئی برائی یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے بخشش چاہے تو اللہ کو بخشنے والا مہربان پائے گا۔“ (ترجمہ کنزالایمان)
اگر ہاتھ پکڑانے میں عورت کی رضا نہیں تھی جیسا کہ سوالنامہ سے ظاہر ہے تو وہ بے قصور ہے۔ صرف سلیم پر توبہ استغفار و لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم!

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۱۴/ رجب المرجب ۱۴۰۰ھ، ۲۹ مئی ۱۹۸۰ء

استفتاء ۲۶۰

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
اپنے آپ کو جو سنی کہے اور لوگوں میں اپنی سنیت کا اعلان کر کے امامت کے منصب پر فائز ہو جائے اور جب سنیوں سے علیحدگی اور تنہائی میں دیوبندیوں سے ملے تو سنیوں کے مسلک کی مذمت بیان کرے اور دیوبندی مسلک کی کتابیں جیسے 'بہشتی زیور' رکھتا اور بچوں کو پڑھاتا ہے اور سنی عوام کو اس طرح سے فریب دے کہ میں سنی ہوں۔ ایسے امام کو امامت کے عہدے پر رکھا جائے یا برطرف کر دیا جائے؟
المستفتی: حافظ عبدالمجید، مدرسہ گلشن اجمیر رضا نگر، پھسروڈاکخانہ، ڈھوری، ضلع گریڈیہہ

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــ!

(تقیہ باز امام)

ایسے تقیہ باز کو امام بنانا حرام ہے۔ منصب امامت سے برطرف کرنا واجب ہے۔ **لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام** ”لاتصل معھم ولا تصل علیھم الیٰ آخر الحدیث“. ”نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو نہ ان کی جنازے کی نماز پڑھو۔“ وھو تعالیٰ اعلم

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۲۳/ شوال المکرم ۱۴۰۱ھ

استفتاء ۲۶۱

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
جو امام بال سنت کے خلاف اور نصاریٰ کی وضع کا رکھتا ہے اور بائیں جانب مانگ نکالتا ہے اور کھیل تماشہ کا شیدائی اور شوقین ہے، جیسے منشا پوجا ہندوؤں کا جس میں ناچ ہوتا ہے، اور فٹ بال میچ وغیرہ دیکھتا ہے۔ کیا یہ افعال مانع امامت نہیں ہے؟

المستفتي: حافظ عبد المجید، مدرسہ گلشن اجمیر رضا نگر، پھسرو

۹۲/۸۶ ء

الجواب ———— بعون الملک الوهاب ————!

رنگیلا امام:

افعال مذکورہ فی السوال بے شک مانع امامت ہیں۔ اگر وہ امام ان افعال شنیعہ کے ارتکاب سے باز نہ آئے اور توبہ نہ کرے تو اسے ضرور معزول کرنا چاہئے کہ وہ کبائر کا مرتکب ہے۔ ردالمحتار حاشیہ درمختار میں ہے: **لان من اشتغل به وذهب عناؤ الدنيوى وجاء عناؤه الاخروى فهو حرام وكبيرة عندنا وفي امامته اعانة الشيطان على الاسلام والمسلمين كمافي الكافي.** ''اور جو شخص لہو ولعب میں مشغول ہوا تو اس کی دنیاوی خرابی چلی گئی اور اُخروی خرابی آ گئی وہ ہمارے نزدیک حرام و کبیرہ ہے اور اس کی امامت میں اسلام اور مسلمان پر شیطان کی مدد کرنا ہے۔'' **وهو تعالیٰ اعلم**

الفقیر عبد الواحد قادری غفرلہ خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۳/شوال المکرم ۱۴۰۱ھ

استفتاء ۲۶۲

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ
ایک مولوی صاحب جو کاروٹانٹر میں امامت کا کام کر رہے تھے، ان کا ایک لڑکی کے ساتھ ناجائز تعلق ہو گیا۔ چھ مہینے کے بعد جب لوگوں کو معلوم ہوا تو دھر پکڑ شروع ہوئی۔ لوگوں نے مولوی صاحب سے کہا کہ جب آپ کے ایسے تعلقات فلاں لڑکی سے ہیں تو آپ اس سے نکاح کیوں نہیں کر لیتے ہیں۔ لوگوں کے کہنے پر قسم کھا کر وہ شادی کرنے کو تیار ہوئے۔ چنانچہ اس لڑکی کے ساتھ مولوی صاحب کا عقد کر دیا

گیا۔اس میں شرعی احکام کیا ہیں؟تفصیلی جواب سے نوازیں۔

المستفتی: آفتاب عالم،موضع ورداہی، پوسٹ پلواریا،ضلع ہزاری باغ

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــــــــ !

اگر غیر محرم کے ساتھ مولوی صاحب مذکور کا تعلق بروجہ شرعی ثابت ہو تو بغیر توبہ کرائے ہوئے پھر اسے امام بنانا گناہ کبیرہ ہے۔جرم ثابت ہو جانے کے بعد جتنی نمازیں اس کے پیچھے پڑھی گئیں،سب کا لوٹانا واجب ہے۔ **لان فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعاً** الخ. ''اس لئے کہ فاسق کو امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شرعا اس کی اہانت واجب ہے۔''(ردالمحتار)۔ جب مولوی صاحب نے اس لڑکی سے شرعی طور پر عقد کر لیا اور پرانے ناجائز تعلقات سے بھی توبہ کر لی ہے تو اب ان پر کوئی الزام نہیں۔اگر وہ امامت کی اہلیت رکھتے ہیں تو امامت کر سکتے ہیں۔سرکار ابد قرار علیہ صلوات اللہ الغفار ارشاد گرامی فرماتے ہیں: اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَاذَنْبَ لَهٗ . ''گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہی ہے کہ اس نے کوئی گناہ نہیں کیا ہے۔''
واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی وآلہ وصحبہ وحزبہ وبارک وسلم۔

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتــــــــــــــــــــــــــــــــبہ

۲/ ماہ فاخر ربیع الآخر ۱۴۰۳ھ

استفتاء ۲۶۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
زید ایک مشت سے کم داڑھی رکھتا ہے۔ایسی حالت میں اس کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر وہ نماز پڑھائے تو مقتدیوں پر نماز دہرانا واجب ہے یا نہیں؟ اور اس حالت میں زید مردود الشہادۃ اور فاسق ہے یا نہیں؟ برائے کرم مفصل ومدلل جواب ارسال فرمائیں۔

المستفتی:(مولانا) احقر العباد محمد صدر الاسلام عفی عنہ قادری
خانقاہ غوث پاک، مقام رحمت پور(بھگواڈیہہ)، پوسٹ سرسا، ضلع ومکا، ایس پی

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــــــــ !

(ایک مشت سے کم داڑھی رکھنا)

ایک مشت سے کم داڑھی رکھنا ائمۂ اعلام وعلماء اسلام کے نزدیک ناجائز وحرام ہے۔امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر

میں علامہ ابن نجیم نے البحر الرائق میں اور علامہ محقق محمد بن علی دمشقی نے درمختار میں فرمایا: الاخذ من اللحية وهي دون القبضة كمايفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يحبه احد الخ. یعنی جب داڑھی ایک مشت سے کم ہوتو اس میں سے کچھ لینا، جیسے بعض مغربیت زدہ اور ہجڑے کیا کرتے ہیں، یہ کسی کے نزدیک حلال نہیں ہے۔ پس زید بے قید کی امامت مکروہ تحریمی اور اس کی اقتداء میں پڑھی گئی نمازیں واجب الاعادہ ہیں۔ درمختار ہی میں ہے: صلوة اديت مع الكراهة التحريم فوجب اعادتها. جونماز کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی اس کا لوٹانا واجب ہے۔ بیشک زید اس حالت میں فاسق وفاجر اور مردود الشہادۃ ہے۔ حضور اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: لاياخذن احدكم من طول لحيته. یعنی ہرگز کوئی شخص اپنی داڑھی کے طول سے نہ لے۔ احیاء العلوم میں حکم الامت امام غزالی نے فرمایا ردعمر بن الخطاب رضي الله تعالىٰ عنه وابن ابي ليلىٰ قاضي المدينة شهادة من كان ينتف لحية. یعنی امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم اور مدینہ طیبہ کے تابعی قاضی حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے داڑھی چننے والے کی شہادت رد فرمادی۔ والله تعالىٰ اعلم ورسوله صلى الله تعالىٰ عليه وعلى اله وصحبه وحزبه و بارك وسلّم۔

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۹/ رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ، ۲۱/ جون ۱۹۸۳ء، شنبہ

استفتاء ۲۶۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں

(۱) ہمارے گاؤں میں امام صاحب ہیں، جو ہر روز بازار گھومتے ہیں۔ کیا ان کے پیچھے نماز جائز ہے؟

(۲) امام صاحب دوبار پنچایت میں قصوروار ثابت ہوئے۔ کیا اس کے پیچھے نماز جائز ہے؟

(۳) گاؤں کے بیشتر لوگ ان کے پیچھے نماز پڑھنے میں شک وشبہ اور تامل کرتے ہیں۔ کیا اس کے پیچھے نماز جائز ہے؟

(۴) کسی عورت نے امام صاحب پر تہمت لگایا جس کی پنچایت ہوئی، اس میں امام صاحب قصوروار پائے گئے۔ ان سے جرمانہ مانگا گیا۔ کیا اس امام کے پیچھے نماز جائز ہے؟

(۵) امام صاحب جب مزار پر جاتے ہیں تو رات رات بھر قوالی سنتے ہیں۔ کیا ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے؟

المستفتیان: آٹھ دستخط ہندی رسم الخط میں، عبدل انصاری، جعفر امام قادر حسین، اسحاق میاں جمہور میاں، تیلک میاں، حیدر علی........، جامعہ رضویہ، گریڈیہہ، بہار

۹۲/۸۶ء

الجواب ـــــــــــ بعون الملک الوہاب ـــــــــــ!

اگر یہ پانچوں الزامات صحیح ہیں تو امام مذکور پر توبہ واجب ہے۔ بغیر توبہ اس کی اقتداء ناجائز ہے۔ کما فی ردالمحتار ولان فی تقدیمه تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعاً. ''اس لئے کہ فاسق کو امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شرعاً اس کی اہانت واجب ہے۔'' ہاں اگر وہ اپنے فسق و فجور سے توبۂ خالص کر لے اور آئندہ عورتوں سے خلط ملط نیز قوالیوں کے سننے سے قطعاً گریز کرے اور وہ صالح امامت بھی ہو تو اس کی اقتداء جائز ہوگی۔ التائب من الذنب کمن لاذنب له. ''گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہی ہے کہ اس کے لئے کوئی گناہ نہیں ہے۔'' اور اگر وہ اپنی بری عادتوں سے باز نہ آئے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کو منصب امامت سے علیحدہ کر کے کسی صالح امامت کا تقرر کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتـــــــــــبہ

۲۵/ رجب المرجب ۱۴۰۳ھ

استفتاء ۲۶۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ

جس امام کے اندر شرعی نقص ہو اور مقتدی واراکین جانتے ہیں کہ فلاں فلاں نقص ہے پھر بھی امام کو اس سے آگاہ نہیں کرتے ہیں تو ایسے لوگوں کو شریعت کیا کہتی ہے؟ یا جان بوجھ کر خاموش رہنے والوں کا عمل کہاں تک درست ہے؟ بینوا و توجروا۔

المستفتی: حافظ عبدالمجید، مدرس مدرسہ گلشن، اجمیر، بس اسٹینڈ، مقام دھوری برمو، ضلع گریڈیہہ، بہار

۹۲/۸۶ء

الجواب ـــــــــــ بعون الملک الوہاب ـــــــــــ!

باب الامامۃ (امام کے شرعی نقص پر اہل علم کو تنبیہ کرنا ضروری ہے)

جس شخص کے اندر کوئی شرعی نقص ہو تو اسے اس برائی سے آگاہ کرنا دینی خیر خواہی ہے۔ الدین النصیحة. ہر مسلمان کو چاہئے کہ اخلاق و نرمی کے ساتھ ایک دوسرے کی اصلاح کرتا رہے۔ کلکم راع وکلکم مسئول کے مطابق جو لوگ بمنزلہ حاکم و سرپرست یا دوست ہوں، ان پر ضروری ہے کہ اپنے ماتحتوں اور دوستوں کو برائیوں سے منع کریں اور باز نہ آنے پر شرعی

تادیبی کارروائی کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتــــــــــــــــــــــــــــــــــــبہ

۲۲/ذی القعدہ ۱۴۰۱ھ

استفتاء ۲۶۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ہمارے یہاں ایک امام صاحب ہیں جو مسجد میں چار وقتوں کی امامت کرتے ہیں۔ صرف ایک وقت کی امامت اس لئے نہیں کر پاتے ہیں کہ عشاء کی نماز کے بعد روزانہ گھر چلے جاتے ہیں جو زیادہ دور نہیں ہے اور یہ بات مسجد کمیٹی سے طے ہو چکی ہے۔ لیکن اب کچھ لوگ کہتے ہیں کہ چار وقت کی امامت کیسے درست ہوگی؟ لہٰذا حضور سے مودبانہ گذارش ہے کہ مسئلہ تحریر فرمائیں کہ درست ہے یا نہیں؟ تاکہ اس پر عمل کیا جاسکے۔ مزید اینکہ چار وقت کی امامت میں محلہ کے لوگوں کو یہ آسانی ہوتی ہے کہ کھانا صرف ایک وقت ہی کھلانا پڑتا ہے۔ ویسے نماز جمعہ، محفل میلاد شریف، جنازہ اور عقد ونکاح وغیرہ سب امام صاحب ہی کا ذمہ ہے۔ فقط

المستفتی: عبدالواجد عزیزی کیر آف غلام رسول بسکٹ دوکان مقام چندمانی، پوسٹ مدھوپور، ضلع دمکا (ایس پی)، بہار

۹۲/۸۶ ء

الجواب ــــــــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــــــــ!

جب مسجد کمیٹی سے چار وقتوں کی امامت کے سلسلہ میں بات طے ہو چکی ہے تو امام صرف چار وقتوں ہی کا ذمہ دار ہے۔ اس سے پانچویں وقت کی امامت کا مطالبہ نہیں کیا جاسکتا ہے اور پانچوں وقت امامت نہ کرنے کے سبب سے بقیہ چار وقتوں کی امامت میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ اگر وہ دیگر اعتبار سے صالح امامت ہے تو اس کی امامت جائز ودرست ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتــــــــــــــــــــــــــــــــــــبہ

۳/رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ، ۱۵/جون ۱۹۸۳ء

استفتاء ۲۶۷

مسئلہ: مندرجہ ذیل سوالوں کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں عنایت فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

(۱) امام سال میں دووقت کی نماز، رمضان کے روزے نہیں رکھنے والے اور کسی طرح کی پابندی نہیں۔ ایسے انسان کے پیچھے نماز ہوتی ہے کیا؟ داڑھی وغیرہ نہیں۔

(۲) ایک شخص ایسا ہے، نماز کا پابند، چہرے پر سنت رسول، قرآن کا جاننے والا، اس کے سیدھے ہاتھ کے انگوٹھے پر ایک چھوٹی انگلی ہے۔ یعنی سیدھے ہاتھ کو چھ انگلیاں ہیں۔ کیا اس کے پیچھے نماز نہیں ہوئی؟

المستفتی: ایچ اے مولا، ایس ٹی ڈپارٹ، جاتھی، سانگلی، مہاراشٹر

۹۲/۸۶ ء

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــ !

(............لائق امامت............)

(۱) جو امام دووقت کی بھی نماز نہیں پڑھتا ہو، روزے سے لاپرواہ ہو، داڑھی نہیں رکھتا ہو، وہ قطعاً امامت کے لائق نہیں ہے۔ مسلمانوں پر واجب ہے کہ ویسے شخص کو امامت سے معزول کر کے صالح امامت شخص کو امام بنائے۔ **کما فی ردالمحتار وان الفاسق بان فی تقدیمه تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعاً الخ**۔ ''اور فاسق کو منصب امامت پر فائز کرنے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ لوگوں پر شرعاً اس کی اہانت واجب ہے۔'' جتنی نمازیں ایسے شخص کی اقتداء میں پڑھی گئیں یا پڑھی جائیں گی ان سب کا لوٹانا واجب ہوگا۔ **کما فی الدر المختار. وھو تعالیٰ اعلم۔**

(۲) ہاتھ یا پاؤں میں چھ انگلیوں کا ہونا عیب شرعی نہیں ہے۔ اگر چھ انگلیوں والا صالح امامت ہے تو بلاشبہ وہ امامت کرسکتا ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وعلی اله وصحبه وبارک وسلم

کتبہ
عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ

۸/ رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ

استفتاء ۲۶۸

مسئلہ: حضرت قبلہ وکعبہ حضور مفتی صاحب دامت برکاتہم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
کیا حکم شرع ہے اس مسئلہ میں کہ
ایک شخص جس کی عمر پچھتر (۷۵) سال کی ہے، ان کو ایک دانت بھی نہیں ہے۔ وہ حافظ قرآن ہیں۔ کیا

ان کے پیچھے مقتدیوں کی نماز ہوگی؟ کہ نہیں؟ لوگوں کا کہنا ہے کہ ان کا تلفظ بھی صحیح نہیں ہے۔ دانت نہ ہونے کی وجہ سے قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کا جواب دیں۔

۸۶/۹۲ ۷

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــ!

وعلیکم السلام ورحمتہ وبرکاتہ!

صحت تلفظ کے ساتھ قرآن عظیم کی تلاوت کرنا فرض ہے۔ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِیْلاً (سورۂ مزمل:۴) "اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔" فقہاء اسلام نے صحت تلفظ کو امامت کیلئے شرط قرار دیا ہے۔ جب صحت تلفظ ہی نہیں تو نماز کیسے ہوگی؟ ردالمحتار میں شرائط امامت میں ہے: والقرأة والسلامة من الاعذار الخ. "قرأۃ اور عذر سے سلامت ہونا ہے۔" اور صحت اقتداء کے لئے خود امام کی نماز کا صحیح ہونا لازم ہے۔ درمختار میں ہے: وصحة صلاته امامة الخ. "اقتداء کیلئے خود امام کی نماز کا صحیح ہونا ہے۔" امام مذکور اگر صالح امامت ہو اور صحیح تلفظ کے ساتھ قرأت کرتا ہو تو اس کی اقتداء جائز ہے، ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کــــــــــــــــــتــــــــــــــــــبــــــــہ

۶/ جمادی الثانی ۱۴۰۳ھ، ۲۲/ مارچ ۱۹۸۳ء

استفتاء ۲۶۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

جماعت اسلامی کے عالم یا ان کے شاگرد کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی: محمد انوارالحق، چکردھر پور، نزد باری مسجد، پوسٹ چکردھر پور، ضلع سنگھ بھوم

۸۶/۹۲ ۷

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــ!

جماعت اسلامی (مودودی) کے عالم کی اقتداء:

ہرگز نہیں کہ باطل ہے اور جو پڑھی جا چکی اس کا لوٹانا فرض ہے جب کہ وہ توہین رسالت کے مرتکب ہوں یا توہین کنندگان کو عالم ومقتدا جانتے ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم۔

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کــــــــــــــــــتــــــــــــــــــبــــــــہ

۲ ذی القعدہ ۱۴۰۱ھ

استفتاء ۲۷۰

گرامی قدر حضرت مفتی صاحب ادارۂ شرعیہ بہار!

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

ایسا مریض جس کو خونی بواسیر کی شکایت ہو، لائق امامت ہے یا نہیں؟ اگر رفع حاجت کے وقت خون آتا ہو اور بعد فراغت کے کپڑے پر کسی قسم کا خون کا شائبہ موجود نہ ہو تو اس حالت میں نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ اگر دن یا رات کے حصوں میں کسی وقت اچانک خون آجاتا ہو یا حالت نماز میں خون کے قطروں کے نشان پائے جائیں تو ایسی حالت میں امامت کی خدمت انجام دینا مناسب ہوگا یا نہیں؟ اگر امام کو اس بات کا یقین ہو کہ حالت نماز میں نہیں بلکہ رفع حاجت ہی کے وقت میں خون کے قطرے آتے ہیں، بعد میں نہیں، تو ایسی حالت میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟ مصلّیان مسجد اس امام کو احتیاط کے طور پر امامت کی خدمت سے روکتے ہیں، تو کیا مصلیان مسجد کو روکنا جائز ہے؟ تمام باتوں کو پڑھ کر شریعت کی روشنی میں اس کا جواب دیا جائے۔ ہم آپ کے شکر گذار ہوں گے۔ فقط

المستفتی: محمد اظہار احمد ٹیلر کیراف ماڈرن ٹیلر، بڑا بازار، ہزاری باغ -۸۲۵۳۰۱

۷۸۶/۹۲

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــ!

(امام کو بغیر عذر شرعی کے معزول کرنا جائز نہیں)

سوالنامہ کی تمام باتوں سے واضح ہے کہ امام صاحب معذور شرعی نہیں ہیں اور جب تک ان کا معذور شرعی ہونا متحقق نہیں ہو جائے ان کو منصب امامت سے روکنا درست نہیں ہے۔ اگر صرف رفع حاجت کے وقت خون آتا ہو اور اس کے علاوہ دوسرے وقتوں میں خون کے نہ آنے کا امام کو یقین ہے تو وہ بے شبہ لائق امامت ہے۔ اچانک کسی وقت خون آجانے سے وہ معذور نہیں ہے تاآنکہ نماز کا ایک پورا وقت ایسا نہ گذر جائے کہ اس کو فرض ادا کرنے کی مہلت نہ ملے۔ جب عذر کی یہ حالت پائی جائے گی تو پھر وہ غیر معذور کا امام نہیں ہو سکے گا۔ اگر کسی نماز کے بعد کپڑوں پر خون کے قطرات پائے گئے تو اس نماز کا لوٹانا ضروری ہوگا۔

ھکذا فی کتب الفقہ فی فصل المعذور ان اللّٰہ تعالیٰ یا مرو یحب الطھور و الطھور نور الایمان و وجہ السرور.

"ایسا ہی کتب فقہ فصل المعذور میں وارد ہے بیشک اللہ تعالیٰ طہارت کا حکم فرماتا ہے اور طہارت کو پسند فرماتا ہے طہارت نور ایمان اور وجہ سرور ہے۔" **وھو تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ عزوجل علیہ الیٰ یوم النّشور۔**

کتبہ
عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ

۴/ رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ، ۱۶/ جون ۱۹۸۳ء

استفتاء ۱۷۲

مسئلہ: محترم جناب مفتی صاحب ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
گزشتہ جمعہ کو امام مسجد اپنی ذاتی ضروریات کی وجہ سے غیر حاضر تھے۔ مسجد میں موجود ایک عالم صاحب (سند یافتہ) اور ایک عاشق رسول صوفی صفت مولوی عبد الشکور صاحب اور ایک نامکمل حافظ قرآن جو ابھی درجہ حفظ میں زیر تعلیم ہیں، وہ اپنے ایک رشتہ دار کے یہاں مہمانی میں آئے ہوئے تھے۔ انہیں کے رشتہ کے دو آدمیوں نے اشارہ میں حافظ صاحب کو نماز پڑھانے کے لئے کہا۔ حافظ صاحب نے منبر پر جا کر خطبہ پڑھا۔ خطبہ ختم ہونے پر مولوی عبد الشکور صاحب نے انہیں امامت کرنے سے منع کیا اور کہا بابو آپ کے پیچھے نماز جائز نہیں اس لئے ہے کہ آپ بالغ تو ہیں مگر آپ کو ابھی مونچھ داڑھی تک کا ریف نہیں نکلا ہے۔ اس پر حافظ صاحب نے خود مولوی عبد الشکور صاحب ہی کو نماز پڑھانے کے لئے کہا۔ تو آپ نے امامت کے فرائض کو انجام دیا اور کبھی کبھی امام صاحب کی غیر حاضری میں وہی امامت کے فرائض انجام دیا کرتے ہیں۔ بعد نماز جمعہ کے کچھ لوگوں نے ان پر اعتراض کرنا شروع کیا کہ آپ کے پیچھے بھی نماز جائز نہیں ہے کیوں کہ آپ بھی تو مستان جیسے ہیں اور آپ کی بیوی بھی بستی میں مزدوری کیا کرتی ہے۔ اس پر نااتفاقی کی صورت پیدا ہوگئی ہے۔ اس صورت میں حافظ صاحب مذکور کو مولوی عبد الشکور مذکور کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اس کے لئے حکم شرع کیا ہے؟ تحریر فرمائیں۔ فقط

المستفتی: محمد عثمان صاحب، نیا گنج، وایہ مہنار، ضلع ویشالی

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــــ!

وعلیکم السلام ورحمتہ وبرکاتہ!

جو نماز وطہارت کے مسائل سے زیادہ واقف ہو اور فاسق وفاجر نہ ہو وہی امامت کا زیادہ حقدار ہے۔ کما فی عامۃ الکتب الفقہ۔ نامکمل حافظ جس نے خطبہ دیا، اگر کم عمری کے سبب اس کی داڑھی مونچھ نہ نکلی ہو تو صالح امامت کے ہوتے ہوئے اس کی امامت مکروہ تنزیہی ہے۔ کما فی فتاویٰ امجدیہ۔ اگر چہ وہ بالغ ہو۔ مولوی عبد الشکور اگر صالح امامت ہیں تو ان کی امامت پر اعتراض کرنا محض لغو وبے کار ہے۔ بیوی کا مزدوری کرنا عیب شرعی نہیں جس سے شوہر کی امامت میں کوئی فرق آتا ہو۔ وھو تعالیٰ اعلم

عبد الواجد قادری غفرلہ خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۸/ رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ، ۲۰/ جون ۱۹۸۳ء، دوشنبہ مبارکہ

استفتاء ۲۷۲

مسئلہ: علمائے دین کیا فرماتے ہیں مندرجہ ذیل مسائل میں

(۱) کیا وہ شخص امام ہوسکتا ہے جس کی اہلیہ بے پردہ چلتی ہو، شرع کی رو سے امام کی بیوی پر کیا حکم ہے؟

(۲) کیا وہ شخص امامت کے قابل ہے جو ہوٹلوں اور بازاروں میں گھومتا ہو؟ اور کبھی کبھی گالی بھی بک جاتا ہو؟

المستفتی: سید ولی احمد چشتی، چھوٹا شیخ پورہ، دایہ ہسوا، ضلع نوادہ

۹۲/۸۶ھ

الجواب بعون الملک الوہاب!

(۱) بے پردگی حرام ہے، خواہ امام کی بیوی ہو یا مقتدیوں کی۔ سب کے لئے ایک ہی حکم ہے۔ امام اگر سختی کے ساتھ اپنی بیوی کو بے پردگی سے نہیں روکتا ہے تو وہ بھی فاسق ہے۔ اس کی اقتداء مکروہ تحریمی ہے۔ وہ امام نہیں ہوسکتا۔ اور اگر شدت سے منع کرنے پر بھی وہ نہیں مانتی تو امام بری الذمہ ہے۔ اس کی اقتداء درست ہے۔ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ اُخْرٰی الآیۃ۔
(سورۃ الانعام: ۱۶۴) ''اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائیگی'' (ترجمہ کنز الایمان) **وھو اعلم۔**

(۲) بے وجہ ہوٹلوں یا بازاروں میں گھومنا منع ہے۔ اگر کوئی شرعی وجہ سے مثلاً کھانا پینا ہے یا بازار سے کچھ خرید وفروخت کرنا ہے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ محض اس وجہ سے امامت میں کوئی خرابی نہیں آئے گی۔ ہاں گالی بکنا شرعی عیب ہے جو امام میں خصوصاً نہیں ہونا چاہئے۔ اگر وہ گالی بکنے سے باز نہ آئے اور توبہ نہ کرے تو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ **وھو تعالیٰ اعلم**

کتبہ: عبد الواجد قادری غفرلہ خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۲؍رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ

استفتاء ۲۷۳

مسئلہ: مکرمی جناب مفتی صاحب! السلام علیکم!

مندرجہ ذیل مسائل میں علماء دین کا کیا خیال ہے؟

(۱) کیا وہ شخص امامت کے قابل ہے جو ادھر کی بات ادھر کرتا ہو اور اپنے مفاد کے لئے دوسروں کی غلط سلط بات دوسروں سے کرتا ہو؟

(۲) امام میں کیا کیا خوبیاں ہونی چاہئے؟ تحریر فرمائیں۔

المستفتی: سید ولی احمد چشتی، مقام چھوٹا شیخ پورہ، وایہ ہسوا، ضلع نوادہ

۸۶/۹۲ ے

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوهاب ـــــــــ!

مکرمی! وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہٗ

(منافقت)

(۱) یہ نفاق و کذب ہے جس سے مسلمانوں کو احتراز لازم ہے۔ جس شخص کے اندر یہ باتیں ہوں وہ لائق امامت نہیں ہے۔ واما الفاسق لایهتم لامر دینه الخ. ''اور رہا فاسق تو وہ امور دینیہ کا اہتمام نہیں کرتا ہے۔'' (یا خیال نہیں رکھتا ہے۔'' وھو اعلم

(۲) سنی صحیح العقیدہ ہو، عاقل و بالغ مرد ہو، قرأت صحیحہ پر قدرت رکھتا ہو، طہارت و نماز کے مسائل صحیحہ کو جانتا ہو، معذور نہ ہو، منہیات شرعیہ سے بچتا ہو، اوامر پر حتی المقدور عامل ہو وغیرہا۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم ورسوله صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وعلی اله وعلی اصحابه وحزبه و بارک وسلم۔

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۳/ رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ

استفتاء ۲۷۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے اسلام ان مسائل میں کہ

(۱) زید کی داڑھی حد شرع سے کم ہے یعنی ایک مشت سے اوپر ہی اپنی داڑھی کٹوا لیتا ہے۔ اس کی امامت درست ہے یا نہیں؟ دوسری بات یہ ہے کہ نماز پڑھاتے وقت زید اپنے پائجامہ کو نیچے سے موڑ بھی لیتا ہے۔ یہ کیسا ہے؟ ہم سنی لوگوں کو زید کی اقتداء درست ہے یا نہیں؟

(۲) زید نے ایک مسلمان کو نماز پڑھنے کے لئے کہا۔ اس شخص نے جواب میں کہا کہ انشاء اللہ تعالیٰ نماز پڑھوں گا۔ تو زید نے پھر جواباً کہا کہ مجھ کو انشاء اللہ تعالیٰ پر بھروسہ نہیں ہے، ایسا نہ کہیں۔ تھوڑے توقف کے بعد کہا کہ بحمد اللہ کہیں۔ دریافت طلب بات ہے کہ زید کا ایسا کہنا کیسا ہے؟ حکم شرع سے مطلع فرمائیں۔

المستفتی: محمد یحییٰ، لال بازار، ڈاکخانہ راجدھنوار، ضلع گریڈیہہ

۹۲/۸۶ے

الجواب ـــــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــــ!

(۱) اقتداء درست نہیں ہے۔ لانہ لایھتم لامر دینہ. ''اس لئے کہ وہ امور دینیہ کا خیال نہیں رکھتا ہے۔'' بلکہ داڑھی حد شرع سے کم رکھنے کے سبب وہ فاسق معلن بھی ہے۔لہٰذا اس کی اقتداء میں نمازیں مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوں گی۔کما فی الشامی۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

(۲) ''انشاء اللہ تعالیٰ پر بھروسہ نہیں ہے'' کہنا معاذ اللہ کلمہ کفر ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وَمَا تَشَاءُوْنَ اِلَّا اَنْ یَّشَاءَ اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ. ''اور تم کیا چاہو مگر یہ کہ چاہے اللہ جو سارے جہاں کا رب ہے۔''(کنزالایمان) اس لئے زید بے قید پر توبہ، تجدید ایمان اور اگر بیوی رکھتا ہو تو تجدید نکاح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ وبارک وسلم.

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کـــــــــــــــــتبہ

۱۷/رمضان ۱۴۰۳ھ

استفتاء ۲۷۵

مسئلہ: حضور یہ مسئلہ بھی حل فرمادیں کہ
اگر کسی جگہ امام نہیں ہے کچھ دنوں کے واسطے، تو اس جگہ کوئی لڑکا جس کی عمر چودہ سال کی ہو، وہ نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی: امانت علی انصاری

۹۲/۸۶ے

الجواب ـــــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــــ!

نابالغ کی امامت درست نہیں اور امرد کی امامت مکروہ ہے۔وھو تعالیٰ اعلم۔

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کـــــــــــــــــتبہ

۹/رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ، ۲۱/جون ۱۹۸۳ء، شنبہ

استفتاء ۲۷۶

مسئله: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ:

(۱) صوم وصلوٰۃ کا پابند شخص جو اگر چہ جاہل ہے اور قصاب کا پیشہ کرتا ہے امامت کرسکتا ہے یا نہیں؟

(۲) ایسا مکتب جس میں مطبخ یا جاگیر نہیں ہے مدرس کی تنخواہ میں فطرہ یا چرم قربانی کی رقم خرچ کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

(۳) ایسے مولانا جن کا کذب ظاہر ہے مستحق امامت ہیں یا نہیں؟

المستفتی: محمد نور الہدیٰ باچپٹی
۳۰ رستمبر ۸۰ء

۷۸۶/۹۲

الجواب

(۱) صلوٰۃ وصوم کی پابندی ہر مسلمان عاقل بالغ پر فرض ہے اس سے استحقاق امامت نہیں پہنچتا۔ استحقاق امامت کے لئے کم از کم مسائل نماز کی واقفیت ضروری ہے تاکہ فساد نماز اور عدم فساد میں تمیز کرسکے۔ احق بالامامۃ اعلمهم باحكام الصلوٰة هكذافی المضمرات. "امامت کا حقدار سب سے زیادہ وہ ہے جو سب سے زیادہ نماز کا علم رکھتا ہو۔" قصاب کی امامت جائز ہے مگر قوم کو تنفر ہو تو کراہت سے خالی نہیں اور جاہل آدمی کو امامت کرنا جائز نہیں ہے خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ پڑھے لکھے لوگ اس کے پیچھے موجود ہوں۔ سوائے جاہلوں کے سب کی نماز باطل ہوجائے گی۔" واذا ام امیا ذکر فی بعض المواضع لا یجوز عند علمائنا. "جب کوئی انپڑھ امامت کرے تو ہمارے علماء کے نزدیک اس کی امامت جائز نہیں۔" (فتاویٰ عالمگیری ص ۸۳ رج ۱) وهو اعلم

چرم قربانی بدل خدمت میں نہیں:

(۲) فطرہ اور چرم قربانی کی رقم معاوضہ اور اجرت کے طور پر نہیں دی جاسکتی ہے خواہ مکتب کا میاں جی ہو یا دارالعلوم کا علامہ وہ اپنے اوقات کا معاوضہ یا محنت کی اجرت لیتا ہے لہٰذا اس کو فطرہ یا چرم قربانی کی رقم بدل خدمت (مشاہرہ) کے طور پر دینی جائز نہیں ہے ہاں اگر حیلۂ شرعیہ کے ساتھ دیں تو جائز ہے كمافصله فی كتب الفقه. وهو تعالیٰ اعلم

جھوٹے کی امامت کا حکم:

(۳) جس کا کذب ظاہر ہو وہ استحقاق امامت نہیں رکھتا ہے: الكذب يهدی الفجور الخ. "کذب فسق وفجور کی دعوت دیتا ہے۔" (الحدیث) جس کا کذب ظاہر ہو وہ عند الشرع فاسق معلن ہے اور فاسق معلن کو امامت سونپنا جائز نہیں ہے۔ ولان فی تقديمه (ای الفاسق) للامامة تعظيمه وقدوجب عليهم اهانته شرعاً. "فاسق کو امامت کے لیے بڑھانا اس کی تعظیم

ہے جب کہ شرعاً اس کی اہانت واجب ہے۔" (شامی) وھو تعالیٰ اعلم!

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبـــہ

۳/ ذوالحجہ ۱۴۰۰ھ، ۱۳/ اکتوبر ۱۹۸۰ء

استفتاء ۲۷۷

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ:
زید کا پیشہ ڈاکٹری اور مسجد میں امامت کا ہے لیکن بعض اوقات اپنے پیشہ طبابت کے باعث پنجوقتہ جماعت کی نماز پابندی سے ادا نہیں کرتے ہیں ونیز گاؤں کے سرپنچ بھی ہیں۔ اور تحصیلدار کا کام بھی انجام دیا کرتے ہیں۔ زید مذکور نے اپنی جانب سے ایک دینی ادارہ بھی قائم کیا ہے اس ادارۂ دینی کی سرپرستی زید مذکور ہی کے ذمہ داری پر ہے۔ زید مذکور مسجد کا متولی بھی ہے اپنا اثر ورسوخ اقتدار اپنے ہم خیال لوگوں پر قائم رکھا ہے لیکن بستی کے چند افراد زید مذکور کے حرکات وسکنات سے نالاں اور بےزار ہیں چونکہ زید اپنا من مانی کام کرتا ہے مسجد کو اپنا میراث ترکہ سمجھتا ہے اس کا دعویٰ ہے کہ مسجد کی امامت میرے سوا کوئی بستی والا نہیں کرسکتا ہے۔ بغیر میری مرضی کے مسجد کے معاملات میں کوئی دخل اندازی نہیں کرسکتا ہے۔ ان تمام حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے بکر کے موافقین کی جماعت علیحدہ عیدین کی نماز ادا کرنا چاہتی ہے اب جواب طلب یہ ہے کہ بکر کے ہم خیال لوگ الگ بقرعید کی نماز ادا کرنا چاہتے ہیں تو کیا نماز جائز ہوسکتی ہے یا نہیں؟ زید کے ہم خیال معتقدین کا واقعہ ہے کہ ایک روز مسجد مذکور میں اس طرح درود وسلام کی صدا بلند کیا تھا کہ ہندو مسلم، سکھ عیسائی سب ہیں آپس میں بھائی بھائی پھر یا نبی سلام علیک کی آواز بلند کردیا گیا۔ زید اس کے پیرو ہم خیال والوں نے اپنا مدرسہ حبیبیہ رضویہ ہمارا۔ یا نبی سلام علیک یہ صلوٰۃ وسلام پڑھا تھا۔ زید نے بکر کے ہم خیال لوگوں سے صاف لفظوں میں بیان دیا ہے کہ ہمیں صرف مسجد کی امامت کرنی ہے آئندہ بکر کی جماعت کے لوگوں کی جانب سے نہ میلاد شریف پڑھوں گا اور نہ جنازہ کی نماز ادا کروں گا۔ اور نہ نکاح خوانی نذر ونیاز بھی نہیں کروں گا۔ اس لاچاری کی بنا پر بکر کی جماعت والوں نے اپنا ایک الگ دینی ادارہ بنام مدرسہ انجمن اسلامیہ مقام شیخ بیگھ اورنگ آباد بہار قائم کردیا ہے۔ اب مدرسہ مذکور قائم ہوجانے سے زید اور اس کی جماعت کے افراد سخت مخالفت کررہے ہیں تاکہ کسی طرح سے مدرسہ انجمن اسلامیہ کی بنیاد ختم ہوجائے۔ اب ایسی صورت میں بکر کی جماعت

والے افراد زید کی جماعت والوں سے کس طرح برتاؤ جاری رکھیں جواب باصواب سے نوازا جائے۔
المستفتی: عبدالمجید خاں ریلوے ڈرائیور، سونا گڑھ آر، ایس، مقام و پوسٹ سونا گڑھ، ضلع اورنگ آباد

۷۸۶/۹۲

الجواب
امام کو صالح امامت اور پابند جماعت ہونا چاہیے۔اپنے کاروبار کی وجہ سے نماز باجماعت سے غافل رہنا گناہ کبیرہ ہے اگر اسی وجہ سے عوام ان سے نالاں ہیں توان کو امام بنانا مکروہ ہے: صلوٰۃ وسلام سے پہلے جس شعرِ لاشعوری کا تذکرہ ہے وہ شعر شرعاً صحیح نہیں ہے وہ اہل سیاست کا نعرہ ہے۔اسلام کا نعرہ یہ ہے: اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (الفتح:۲۹)'' کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔'' (ترجمہ کنزالایمان) خَالِفُوْا اليهود والمشركين ''یہودیوں اور مشرکوں کی مخالفت کرو۔'' (الحدیث)

مذکورہ بند اول کا صلوٰۃ وسلام میں پڑھا جانا کتاب وسنت کے خلاف ہے۔
محفل میلاد پاک نماز جنازہ، فاتحہ نیاز میں شرکت کر کے مسلمان بھائی کی مدد کرنی چاہیے ان سے برطرفی کا اعلان اخوتِ اسلامی کے خلاف ہے۔من استطاع منكم ان ينفع اخاه فلينفع. ''تم میں جس سے ہو سکے کہ اپنے مسلمان بھائی کو نفع پہونچائے تو چاہیے کہ پہونچائے۔'' (الحدیث) مذکورہ فی السوال افعال و کردار میں امام صاحب کو اپنی اصلاح کرنی چاہیے لیکن صرف ان وجہوں سے مسلمانوں کی جماعت علیحدہ کر کے تفریق بین المسلمین کے مظاہرہ کی ہرگز اجازت نہیں دی جاسکتی ہے مسلمان کو حدیث پاک مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ. ''جو جماعت سے علیحدہ ہوا وہ جہنم رسید ہوا۔'' سے خوف کرنا چاہیے۔خصوصاً نماز جمعہ وعیدین کے باب میں کہ بدرجہ مجبوری فاسق و فاجر کے پیچھے بھی ہو جاتی ہے: الفاسق اذا كان يؤم يوم الجمعة وعجز القوم عن منعه قال بعضهم يقتدى به فى الجمعة ولاتترك الجمعة بامامته الخ. ''فاسق جب جمعہ کی امامت کرے اور اسے منع کرنا مشکل ہو تو بعض فقہاء کرام نے فرمایا کہ فاسق کی امامت کی وجہ سے ترک جمعہ نہ کرے بلکہ اس کی اقتداء کرے۔'' (الفتاویٰ ہندیہ) زید کو سمجھایئے اس کے اور اس کے پیروکاروں کے ساتھ مسلمانوں کا سا سلوک کیجئے اپنی جانب سے ایسی زیادتی نہ ہو کہ شرعی گرفت میں آ جایئے۔ المسلم من سلّم المسلمون من لسانه ويده. ''کامل مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ و مامون رہیں۔'' (الحدیث) واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم!

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۴/ذوالحجہ ۱۴۰۰ھ

استفتاء ۴۷۸

مسئلہ: علماء کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ:
ایک شخص نے اپنے نفس کے اوپر ظلم کیا جب کہ ہندوستان میں نسبندی کی ہوا چلی ہوئی تھی لاعلمی کی بنا پر نسبندی کرالیا۔ کیا وہ شخص نماز پڑھا سکتا ہے یا میلاد وعظ میں لوگوں کو نصیحت کر سکتا ہے یا اس کے بتائے ہوئے مسئلہ پر لوگوں کا اعتماد ہو سکتا ہے؟ اور دین کا کوئی کام مثلاً امامت، قاضی وہ انجام دے سکتا ہے؟ اور جب وہ شخص انتقال کر جائے تو اس کے جنازہ کی نماز پڑھی جا سکتی ہے یا نہیں؟ دوسری بات یہ ہے کہ اس علاقے میں کوئی ایسا جاننے والا نہیں ایسی مجبوری کی صورت میں وہ امامت کر سکتا ہے یا نہیں؟

حافظ عین الحق صاحب، مقام بڑکی پونو، ڈاکخانہ بڑکی پونو، ضلع گریڈیہہ

۷۸۶/۹۲

الجواب

نسبندی کرانا اور خصی ہونا حرام ہے: تجوز خصاء البهائم حتى الهرة واما خصاء الآدمي فحرام (درمختار)
ایسا شخص فاسق و فاجر ہے وہ عظمت دینی کا اہل نہیں ہے۔ اسے قاضی و امام بنانا یا اس سے میلاد شریف اور وعظ کی محفل پڑھوانا جائز نہیں ہے۔ لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعاً۔ (شامی) البتہ اس کی نماز جنازہ ضرور پڑھی جائے گی کہ وہ مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے۔

بعد ارتکاب حرام اگر وہ سچائی کے ساتھ اپنی توبہ کا اعلان کر دے تو پھر اس سے ہر ایک دینی کام لیا جا سکتا ہے اسے امام و قاضی بنا سکتے ہیں بشرطیکہ وہ اور اعتبار سے اس کا اہل بھی ہے۔ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّاذَنْبَ لَهُ. ''گناہوں سے توبہ کرنے والا بے گناہ کے مثل ہے۔'' (الحدیث) واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم۔

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۱۹/محرم الحرام ۱۴۰۱ھ، ۲۸/نومبر ۱۹۸۰ء

استفتاء ۲۷۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:
زید ایک مسجد کا امام اور مدرسہ کا مدرس حافظ قرآن ہے مدرسہ کے ایک بچہ اور مؤذن صاحب سے جھگڑا ہوگیا۔ بیچارہ روتا ہوا حافظ صاحب کے پاس پہنچا۔ حافظ صاحب نے مؤذن صاحب سے دریافت کیا تو مؤذن صاحب نے کہا کہ اس بچہ کو میں نے صرف ڈانٹا ہے مارا نہیں ہے۔ اس پر حافظ صاحب نے دونوں کو مسجد میں لیجا کر زبردستی قرآن پاک ہاتھ میں دیکر دریافت کیا کہ "مؤذن صاحب آپ نے اس لڑکے کو مارا ہے یا نہیں؟" تو مؤذن صاحب نے اس وقت بھی یہی کہا کہ میں نے مارا نہیں بلکہ صرف ڈانٹا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ حافظ صاحب نے زبردستی قرآن ہاتھ میں دیکر قسم کھلوایا ایسے بدمزاج کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ اور ہاتھ میں جوان لوگوں نے قرآن لے لیا تو اس کا کفارہ کیا ہوگا؟ اور یہ کفارہ کس کی طرف سے ادا ہوگا۔؟ براہ کرم کتب دینیہ سے جواب دیں۔
المستفتی: محمد حیدر علی، مقام و پوسٹ لوہردگا، ضلع رانچی

۷۸۶/۹۲

الجواب
حافظ صاحب کا مؤذن صاحب سے حلف لینا از روئے شرع شریف جائز و درست ہے صورت مذکورہ میں مؤذن صاحب کی حیثیت مدعا علیہ کی ہے اور شرعی اعتبار سے مدعا علیہ پر حلف ہی ہے: **لقوله عليه الصلوٰة والسلام البيّنة على المدعى واليمين على من انكر** اھ لہٰذا حافظ کا مذکورہ کردار بالکل شرع کے مطابق ہے جو لوگ حافظ صاحب کے اس کردار پر معترض ہیں اُسے ضابطۂ شرعیہ پر اعتراض کرنے کی وجہ سے توبہ کرنا چاہیے۔ اثبات حق کے لئے حلف لینے سے حافظ صاحب مذکور کی امامت میں شرعی کوئی خرابی نہیں ہوگی۔ اور نہ کسی پر کفارہ لازم ہوگا ہاں اگر مؤذن نے غلط بیان دیا ہوتا اور جھوٹی قسم کھائی ہوتی تو ان پر کفارہ لازم ہوتا۔ **كمافى كتب الفقه** "جیسا کہ فقہ کی کتابوں میں ہے۔" **والله تعالىٰ اعلم!**

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۳/ اکتوبر ۱۹۸۰ء

استفتاء ۲۸۰

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین درج ذیل مسئلہ میں
زید ایک عالم دیں ہے۔ بظاہر نہایت متقی و پرہیز گار ہے۔ وہ اپنے پاکدامنی کی بنیاد پر بہت مشہور ہوگیا۔ لوگوں نے ان کو ایک مسجد کا امام بننے پر راضی کر لیا اور زید نے اپنی رضا بھی ظاہر کردی۔ اراکین مسجد کا دستور تھا کہ اپنے پورے محلّہ کا صدقہ وفطرہ وصول کر کے مولوی صاحب (زید) کو دیا کرتے تھے۔ لیکن مولوی صاحب کو اس چیز کا قطعی کوئی علم نہیں تھا اور نہ عام لوگ اس چیز کو جانتے تھے۔ جب عام لوگوں کو اس بات کا علم ہوا تو ان کے پیچھے نماز پڑھنا بند کردیا اور کہتے ہیں کہ ان کے پیچھے نماز درست نہیں ہے چونکہ یہ صدقہ وفطرہ کھانے والے مولوی ہیں۔ اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ ان کی امامت (زید) صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح نہیں ہے تو کیوں؟ اس کو واضح کریں۔

المستفتی: محمد اسلم درگاہ شریف، رانی گنج، بنگال

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــ!

زید (امام مذکور فی السوال) پر اگر زکوٰۃ فرض نہیں ہے تو زکوٰۃ وفطرات وغیرہ کا لینا اس کے لئے جائز ہے۔ اس کی اقتداء میں کوئی حرج نہیں۔ قال تعالیٰ اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ. ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا زکوٰۃ تو انہیں فقیر لوگوں کے لئے ہے۔'' (کنز الایمان) بلکہ زید اگر حاجت مند ہے اور دست سوال نہیں پھیلاتا ہے تو دوسرے مستحقین کے اعتبار سے اسے دینا زیادہ بہتر ہے۔ قال اللہ تعالیٰ یَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمَاهُمْ وَلَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا. (البقرہ:۲۷۳) ''نادان انہیں تونگر سمجھے بچنے کے سبب تو انہیں ان کی صورت سے پہچان لے گا لوگوں سے سوال نہیں کرتے کہ گڑگڑانا پڑے۔'' (کنز الایمان) ایسی صورت میں جو لوگ اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے گریز کرتے ہیں خطا پر ہیں اور اگر زید صاحب نصاب ہے کہ اس پر زکوٰۃ خود فرض ہے تو اسے زکوٰۃ وفطرات لینا اس کے لئے ان رقموں کو جمع کرنا، اسے دینا، سب ناجائز وحرام ہے۔ کیوں کہ ایسی صورت میں اس کے مستحقین کا حق مارنا ہے اور غیر مصرف میں خرچ کرنا ہے۔ قال تعالیٰ لَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ. ''ارشاد خداوندی ہے کہ ایک دوسرے کا مال باطل طریقہ سے مت کھاؤ'' اس دوسری صورت میں زید لائق امامت نہیں ہے۔ اس کی اقتداء مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی۔ لان امامة الفاسق مکروهة وصلوٰة ادیت مع کراهة التحریم فوجب اعادتها الخ.
''اس لئے کہ فاسق کی امامت مکروہ ہے اور جو نماز کراہت تحریمی کے ساتھ اداء کی گئی اس کا لوٹانا واجب ہے۔'' مؤخر الذکر صورت میں جو لوگ زکوٰۃ وفطرات کی رقم زید صاحب نصاب کے لئے جمع کرتے ہیں وہ گناہ گار ہیں اور ان سب پر توبہ واستغفار واجب ہے۔ قال تعالیٰ

وَلاَ تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَان. ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا، گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو۔'' (کنزالایمان) واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲/ ذوالقعدہ ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۲۸۱

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

(۱) حسب معمول جمعہ کے دن خطبہ سے قبل امام صاحب پند و نصائح کر رہے تھے۔ خطبہ پڑھنے کا جو وقت مقرر ہے، ابھی ہوا نہیں ہے، عنقریب ہونے والا ہے۔ حاضرین میں بکر بھی ہے جو امام صاحب کی تقریر سے بیزاری کا اظہار کر رہا ہے۔ یعنی طرح طرح کا منہ بنا کر ادھر ادھر دیکھتا ہے اور زیر لب کہتا جاتا ہے ''خطبہ شروع کریں''۔ گویا پند و نصائح سے منع کر رہا ہے۔ حالانکہ امام صاحب تقریر کو ختم ہی کرنے والے تھے، چونکہ وہ وقت کے پابند ہیں۔ بکر کی بیزاری بڑھتی گئی تو امام صاحب نے جھڑک کر کہا کہ ''اگر تم کو تقریر سے نفرت ہے تو تم مسجد سے باہر چلے جاؤ''۔ بکر نے جواباً امام صاحب سے کہا کہ ''آپ ہی مسجد سے باہر چلے جائیں''۔ تمام حاضرین جمعہ بکر پر بگڑ گئے۔ بہر حال خطبہ ہوا اور نماز تمام ہوئی۔ بعد نماز تمام حاضرین مسجد ہی میں بیٹھ گئے۔ اس بات پر غور و خوض کرنے کے لئے کہ بکر نے امام صاحب کی بے عزتی کی ہے، کیا کرنا چاہئے؟ اتنے ہی میں زید جو سامعین میں سے تھا، کہنے لگا ''چونکہ امام صاحب نے دوران تقریر میں جھڑک دیا ہے بکر کو اس لئے ایسے امام کے پیچھے نماز نہیں ہوگی۔ اگر کوئی مفتی ہوتا تو یہی فتویٰ دیتا''۔ بکر کی عادت ہے کہ نماز جمعہ میں اول آخر کی سنتیں نہیں پڑھتا ہے۔ صرف فرض پڑھ کر چلا جاتا ہے۔ بکر، زید اور امام صاحب کے متعلق شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ **بینوا و توجروا۔**

(۲) نماز ظہر اور جمعہ کے وقت میں کتنا تفاوت ہونا چاہئے؟ (جمعہ کا وقت اور ظہر کا وقت اور جانتے ہیں)۔ **بینوا و توجروا۔**

المستفتی: محمد معین الدین یوسفی، چاند پور فتح، ڈاکخانہ بریار پور، ضلع ویشالی، بہار

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــ بعون الملک الوھاب ــــــ!

(۱) بر تقدیر صحت سوال بکر بے علم و ہنر ذوق دینی میں صفر ہے۔ لیکن دینی باتوں سے اظہار بیزاری کی جو صورت سوال میں تحریر ہے، وہ نفرت و بیزاری نہیں ہے۔ **الشرع یحکم علی الظواھر واللہ یعلم السرائر.** ''ترجمہ: شریعت ظاہر پر حکم لگاتی

ہے اور باطن کو اللہ جانتا ہے۔" لہٰذا اسے پندونصائح سے مانع سمجھنا ظنو المومنین خیراً "مؤمنوں کے بارے اچھا گمان کرو" کے خلاف ہے۔ بکر نے امام صاحب کو جو کچھ کہا اس کے سبب سے وہ قابل تعزیر نہیں ہے کہ اس کے جملہ سے نہ تو امام صاحب کی بے عزتی لازم آتی ہے اور بظاہر نہ اس کا یہ مقصود۔ اس لئے اس کے خلاف تعزیری کارروائی مردود، بکر اگر نماز جمعہ کے اول وآخر کی سنتیں نہیں پڑھتا ہے تو قابل ملامت ہے۔ اسے اپنی اس عادت پرشناعت سے باز آنا چاہئے۔ زید انتہائی بے قید ہے جس نے اپنے دل سے مسئلہ گڑھا اور مفتیوں کو اپنے تراشیدہ حکم پر فتویٰ دینے پر مجبور بتایا۔ اس پر واجب ہے کہ اپنے قول سے توبہ کرے۔ من افتی بغیر علم کان اثمہ علی من افتاہ "جس نے بغیر علم کے فتویٰ دیا اس کا وبال فتویٰ دینے والے پر ہے۔" (الحدیث)۔ امام صاحب جب صالح امامت ہیں تو انہیں خوش خلق اور شیریں گفتار ہونا چاہئے۔ جب تک کسی کی شناعت باعتبار شرع معلوم نہ ہو جائے اس کو ہرگز نہیں جھڑکنا چاہئے کہ اس سے کسی مسلمان کی دلآزاری ہوسکتی ہے۔ اللھم احفظنامنہ۔ "اے اللہ ہم کو اس سے محفوظ فرما۔" لیکن بوجہ مذکور جھڑک دینے کی وجہ سے امام صاحب امامت کے نااہل قرار نہیں دیئے جاسکتے ہیں۔ ان کی امامت بلاکراہت جائز ہے جب کوئی اور خرابی ان کے اندر نہ ہو۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۲) نماز ظہر اور جمعہ میں کوئی فرق نہیں شرع میں دونوں کا وقت ایک ہے ومنھا وقت الظھر حتی لو خرج وقت الظھر فی خلال الصلوٰۃ تفسد الجمعۃ. "اور جمعہ کے شرائط میں سے ظہر کا وقت ہونا ہے یہاں تک کہ ظہر کا وقت نماز میں خلل واقع ہونے کی وجہ سے اگر نکل گیا تو جمعہ فاسد ہوگیا۔" واللہ تعالیٰ اعلم!

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۳۰/شوال المکرم ۱۴۰۱ھ

استفتاء ۲۸۲

مسئلہ: علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کیا فرماتے ہیں:

(۱) زید جامع مسجد کے امام ہیں ان کی دختر ہندہ جو عرصہ سے بالغہ ہے اور غیر شادی شدہ ہے زید کے بھانجہ بکر سے اس کی شادی کی بات چل رہی تھی۔ بکر کی آمد ورفت زید کے یہاں ہوتی رہی ہندہ سے عشق ومحبت بھی کرتا رہا عرصہ سے دونوں میں زنا کاری ہوتی رہی جس کی خبر زید کو نہیں ہے اس درمیان میں ہندہ حاملہ ہوگئی۔ چھ ماہ کے بعد یہ بات عام ہوگئی کہ فلاں کو فلاں کا حمل ہے زید کی بھابھی اور بکر دونوں ملکر ہندہ کو ہسپتال لے جاکر بذریعہ ڈاکٹر حمل گرایا گیا۔ حمل گرانے سے قبل بکر برابر کہتا رہا کہ حمل گرایا نہ جائے میرا بچہ ہے رہنے دیا جائے تاہم حمل گرادیا گیا حمل گرانے کے کئی دن بعد توبہ کرا کر

حد جاری کر کے ہندہ کا نکاح بکر سے ہو گیا۔ عوام نے زید کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکار کر دیا اور امامت سے برطرف کر دیا۔ زید نے اپنی صفائی دی کہ مجھے قبل سے کچھ معلومات نہیں ہے حمل گرانے کے بعد معلوم ہوا ہے میں حلف اٹھانے اور قسم کھانے کو تیار ہوں۔ عوام نے چند مولویوں پر ذمہ داری ڈالی کہ وہ اس کا فیصلہ کریں کہ ان کے پیچھے نماز جائز ہوگی یا نہیں ان کو امامت پر رکھا جائے یا نہیں مولویوں نے فیصلہ صادر کر لیا کہ گناہ کبیرہ ہے توبہ کرنے سے اللہ معاف کرنے والا ہے ان کے پیچھے نماز جائز ہے امامت پر رکھا جائے زید امامت پر بحال کر لیا گیا عوام میں سے کچھ تو زید کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں اور کچھ نہیں پڑھتے ہیں آیا یہ جائز و درست ہے یا نا جائز ہے؟ زید کے پیچھے نماز ہوئی یا نہیں؟ زید کے لئے کیا حکم ہے؟ فیصلہ کرنے والوں کا فیصلہ از روئے شرع درست ہے یا نہیں پھر ان مولویوں کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟ جواب دیں!

المستفتی: محمد عطاء الرحمان کرشنائی، گوالپاڑہ، آسام

۸۶/۹۲ھ

الجواب ــ!

زید مذکور کی اقتداء جائز و درست ہے جبکہ وہ اور اعتبار سے صالح امامت ہو یہاں تک تو مذکور فی السوال مولویوں کا فیصلہ درست ہے البتہ زید کو معاملہ مذکور کی وجہ سے مرتکب کبیرہ ٹھہرانا ہرگز صحیح نہیں ہے جب کہ جرم قطعاً ثابت نہیں ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی. (کوئی جان کسی جان کا بوجھ نہ اُٹھائے گی) معاملہ مذکور میں بکر، ہندہ، زید کی بھابھی، ڈاکٹر، نرس، وغیرہم شدید گنہگار مستحق عذاب نار ہوئے جنہوں نے حرامکاری کی یا فعل حرام پر معاونت کی یا تخلیق الٰہی میں تصرف کیا: اَلزَّانِیَةُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا الآیۃ. (زانی اور زانیہ ان میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ) وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ فَلَیُغَیِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰہِ الآیۃ ''گناہ اور سرکشی میں باہم مدد نہ دو — اور ضرور انہیں کہوں گا وہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیز بدل دیں گے۔'' زید چونکہ اس سے بے خبر تھا اسلئے اس کی امامت میں کوئی حرج نہیں ہے جن لوگوں نے غلط فیصلہ دیا ان پر توبہ ہے لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: من افتی بغیر علم کان اثمہ علی من افتاہ او کما قال. ''جس نے بغیر علم کے مسئلہ بتایا اس کا وبال مسئلہ بتانے والے پر ہے۔''

واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم!

کتبہ
الفقیر عبد الواجد قادری غفرلہ، دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۱۷/شوال ۱۴۰۱ھ

استفتاء ۲۸۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین مندرجہ ذیل مسائل ہیں:

(۱) جو شخص پنج گانہ جماعت سے اکثر وبیشتر نہیں پڑھتا ہو اور جمعہ وعیدین کی امامت کرتا ہے تو ایسے شخص کی اقتدا درست ہے؟

(۲) جہاں جمعہ وعیدین کی نماز ایسا شخص پڑھاتا ہو جس کی امامت میں کسی شخص کو نماز پڑھنے میں کراہت محسوس ہوتی ہو یا اس شخص کا دل اس شخص کی اقتداء کو گوارا نہیں کرے تو ان صورتوں میں اس شخص کے لئے کیا حکم ہے؟ وہ شخص جمعہ کے دن گھر پر ظہر پڑھ لینے اور عیدین کی نماز دوسری جگہ پڑھنے یا آس پاس کی جماعتوں میں دوسرے۔ عقیدے کے امام ہو تو چھوڑ دینے کو بہتر سمجھتا ہے۔ گاؤں والے اس شخص کے فعل کو ناجائز بتلاتے ہیں۔ تفصیلی جواب عنایت فرمادیں۔

المستفتی: سراج الدین خان

۹۲/۷۸۶

الجواب!

تارک جماعت کی امامت:

(۱) جماعت واجب ہے بے عذر اس کا ترک فسق ہے لہٰذا جو اکثر وبیشتر جماعت ترک کرتا ہو تو عند الشرع وہ فاسق معلن ہے اس کی اقتداء ناجائز اور جو پڑھی گئی اس کا اعادہ واجب۔ **لان فی تقدیمہ للامامۃ و تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعاً الخ (شامی) وفی رد المحتار" کل صلوۃ ادیت مع کراھۃ التحریمۃ تجب اعادتھا الخ.** "اس لئے کہ فاسق کو امامت کے لئے آگے بڑھانے میں اس کی تعظیم ہے جب کہ شرعاً اس کی اہانت واجب ہے۔ اور ہر وہ نماز جو مکروہ تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی ہے اس کا اعادہ واجب ہے۔" ہاں اگر کسی کو جمعہ وعیدین ہی کیلئے امام مقرر کیا گیا ہو یا سلطان وقت ہو یا نائب سلطان ہو اور امامت کے فرائض بھی انجام دیتا ہو اور ان سبھوں میں فسق وفجور پایا جاتا ہو جس سے منع کرنے کی مجال قوم میں نہ ہو تو ان سبھوں کی امامت میں نماز جمعہ وعیدین پڑھ لیں گے **لقولہ علیہ الصلوۃ والتسلیم صلوا خلف کل برّ وفاجر" وقال فی الفتاوی العالمگیریہ، الفاسق اذا کان یؤم الجمعۃ القوم عن منعہ قال بعضھم یقتدیٰ بھم فی الجمعۃ ولا تترک الجمعۃ بامامتہ الخ.** "سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر صالح وفاجر کے پیچھے نماز پڑھو۔ اور عالمگیری میں ہے کہ فاسق جب جمعہ کی امامت کرے اور مقتدی اس کی اقتدا نہ کرے تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ جمعہ میں اس کی اقتداء کرے اس کی امامت کی وجہ سے جمعہ ترک نہ کرے۔" لیکن جمعہ وعیدین کے علاوہ پھر متذکرہ فاسقوں کی اقتداء ہرگز نہیں کی جائیگی۔ **قال فی الھندیہ وفی غیر الجمعۃ یجوز ان یتحول الی مسجد آخر ھم ولا یاثم بہ ھکذا فی الظھیریہ.** "اور صاحب ہندیہ نے ہندیہ میں فرمایا کہ جمعہ کے

علاوہ دوسری مسجد میں جانا جائز ہے جس کی وجہ سے وہ گنہگار نہیں ہوگا۔ ظہیریہ میں ایسے ہی ہے۔" وھو اعلم!

(۴) ایک دو شخص کو اگر کراہیت محسوس ہوتی ہو تو اس سے امام کی امامت میں کراہت سرایت نہیں کریگی۔ بلکہ پوری قوم بھی بیزار ہو تو جمعہ وعیدین کی جماعت کو چھوڑنا قباحت وشناعت سے خالی نہیں کمامر عن الحدیث الشریف والفقه فی جواب الاول آنفاً۔ "جیسا کہ ابھی جواب اول میں حدیث وفقہ کے حوالے سے گزرا۔" ہاں اگر امام بدعقیدہ ہو تو اس کی اقتداء (خواہ جمعہ وعیدین میں خواہ پنجگانہ میں) کو چھوڑنا نہ صرف بہتر ہے بلکہ واجب وضروری ہے کہ نماز تو سرے سے ہوگی ہی نہیں اور امام تسلیم کرنے کا وبال عظیم عذاب الیم الگ رہا اور اگر بدعت کو بدمذہب جانتے ہوئے امام بنا دیا تو یہ اس کی تعظیم ہے العیاذ باللہ کمافی الدر المختار: بتجبیل الکافر کفر "اللہ کی پناہ، جیسا کہ درمختار میں ہے کہ کافر کی تعظیم کفر ہے" امام جمعہ کے علاوہ امام حی (امام محلہ یا گاؤں) میں اگر واقعی ایسی خرابی موجود ہو جو شرعاً معیوب ہے اور لوگ اس خرابی کی وجہ سے اس امام سے نالاں ہیں تو اس کی امامت مکروہ ہے۔ رجل ام قوم وھم له کارھون الخ. (ایسا شخص اگر قوم کی امامت کرے جسے لوگ ناپسند کرے تو اس کی امامت مکروہ ہے) وھو تعالیٰ اعلم!

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۱/شوال المکرم ۱۴۰۱ھ، ۲۲/اگست ۱۹۸۱ء

استفتاء ۲۸۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

ہمارے امام صاحب تندرست دیکھتے ہیں۔ کھانے پینے، ہاضمہ وغیرہ میں اور چلنے پھرنے میں بھی کوئی فرق نہیں ہے۔ عمر تقریباً چالیس (۴۰) سال کی ہوگی۔ اپنے کو معذور بتا کر فجر اور عشاء کی نماز کے لئے مسجد نہیں جاتے ہیں۔ رمضان المبارک میں ایک بھی روزہ نہیں رکھا۔ کمیٹی نے ان کے بارے میں استفتاء کیا کہ معذور اور بلاوجہ روزہ نہ رکھنے والے کی اقتداء میں نمازیں پڑھی جاسکتی ہیں یا نہیں؟ جواب میں اقتداء کرنے کی ممانعت آئی۔ نتیجتاً ۱۵/رمضان المبارک سے امامت سے الگ کر دیا گیا۔ بعد عیدالفطر پھر کمیٹی نے امامت دے دی۔ سید صاحب کا کہنا ہے کہ صرف رمضان المبارک کے لئے کہا تھا کہ دو جگہ عید کی نماز نہ ہو۔ امام سے مطلق اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ اس اختلاف کے سبب محفل میلاد شریف میں کمیٹی اور بستی کے تقریباً سبھی لوگ جمع تھے۔ امامت کے اعتراض کے دوران امام صاحب بغیر کسی کے کہے اپنی مرضی سے توبہ کرتے ہوئے کہا کہ جب روزہ رکھنے کی طاقت ہو جائے گی تو قضا روزہ

رکھ لوں گا۔ اتنا کہہ دینے کے بعد جو لوگ امامت قبول کر رہے ہیں ان کا کہنا ہے کہ توبہ سے بڑے سے بڑے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اقتداء درست ہے۔ جو لوگ امامت قبول نہیں کر رہے ہیں اُن کا کہنا ہے کہ جب امام صاحب نے ایک بھی روزہ نہیں رکھا تو کیسے اپنےکو شریعت کے مطابق معذور سمجھ لیا۔ یہ ان کی لاپرواہی ہے۔ انہیں تقویٰ نہیں ہے۔ توبہ سے روزہ معاف نہیں۔ معذوری سے قضا اور غیر معذوروں سے قضا و کفارہ لازم ہے۔ جس امام میں تقویٰ نہیں، روزہ نہ رکھے اور معذور ہو وہ امامت کے لائق نہیں۔ لہٰذا کمیٹی نے جو فتویٰ حاصل کیا ہے، جس پر پندرہ رمضان سے عمل بھی کیا تھا حق ہے۔ لہٰذا اب بھی اسی فتویٰ پر عمل کیا جائے۔ مگر جو لوگ امام صاحب کی اقتداء قبول کر رہے ہیں وہ لوگ ماننے کو راضی نہیں ہیں۔ حضور کی خدمت میں عرض ہے کہ حکم شرع سے مطلع فرمائیں۔

المستفتی: عبدالواحد خاں، شک چھک پرادھک شالہ، مقام و پوسٹ لکھن پور، ضلع سرگجہ، مدھیہ پردیش

۹۲/۸۶ے

الجواب ــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــ!

بے عذر شرعی روزے اور جماعت کا ترک گناہ کبیرہ اور فسق و فجور ہے۔ جو شخص ایسا کرتا ہو اسے امام بنانا گناہ ہے اور جو نماز ایسوں کی اقتداء میں پڑھی جائے گی سب کا لوٹانا واجب ہوگا۔ **قال العلامة الشامی لان فی تقدیمه تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعاً الخ. وقال کل صلاة ادیت مع کراهة التحریم تجب اعادتها۔** ”علامہ شامی علیہ الرحمہ نے ردالمحتار میں تحریر فرمایا کہ فاسق کو امامت کے لیے آگے بڑھانے میں اس کی تعظیم ہے جب کہ شرعاً اس کی اہانت واجب ہے اور دوسرے مقام پر فرمایا کہ ہر وہ نماز جو کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی اس کا اعادہ واجب ہے۔“ جب امام مذکور فی السوال نے اپنے عذر کا اظہار کرتے ہوئے عوام مسلمین کے سامنے توبہ بھی کر لیا تو اب ان سے بدظن ہونا ہرگز مناسب نہیں ہے۔ **اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ الآیة** (سورۂ حجرات:۱۲) ”بیشک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے“ (کنزالایمان) سے خوف کرنا چاہئے۔ بالفرض اگر انہوں نے بے عذر بھی روزے وغیرہ کو چھوڑ کر مرتکب کبائر ہوئے ہوں تو اب توبہ کر لینے کے بعد ان کی امامت و اقتداء میں کوئی حرج نہیں ہے جب کہ دیگر اعتبار سے وہ صالح امامت ہوں۔ کیوں کہ توبۂ خالص سے گناہ کبیرہ بھی معاف ہو جاتے ہیں۔ **لقوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم التائب من الذنب کمن لاذنب له:** ”گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہے گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔“ روزہ چھوڑنے کی توبہ یہ ہے کہ زبانی استغفار کے ساتھ چھوٹے ہوئے روزوں کی بھی قضا رکھ لیں۔ **لقوله تعالیٰ فَعِدَّةٌ مِنْ اَیَّامٍ اُخَر الآیة.** (سورۂ بقرہ:۱۸۴) ”(جو بیمار یا سفر میں ہو) تو اتنے روزے اور دنوں میں (رکھے)“ (کنزالایمان) **والله تعالیٰ اعلم ورسوله صلی الله تعالیٰ علیه وعلی اله وصحبه و بارک وسلم.**

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۲/ذی القعدہ ۱۴۰۱ھ

استفتاء ۲۸۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء ئے شریعت دانایانِ رموز حقیقت اس باب میں کہ

(۱) زید امامت کرتا ہے اور جب بازار وغیرہ جاتا ہے تو ٹوپی کھول کر مارکیٹنگ کرتا ہے۔ جو امام ایسا کرتا ہو اس کو شریعت کیا کہتی ہے۔ یہ فعل مانع امامت ہے یا نہیں؟

(۲) زید امامت کرتا ہے، نماز پڑھا رہا ہے اور کرتا کے سامنے کا بٹن کھلا رہتا ہے ہر نماز میں جس سے سینے کی ہڈی نظر آتی ہے۔ ایسا نماز کی حالت میں رکھنا کیسا ہے؟ اور ایسا کرنے والے کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ یا ایسا امام امامت کے منصب پر فائز رہ سکتا ہے یا نہیں؟

(۳) جس امام کے اندر شرعی نقص ہو اور اس شرعی نقص کی وجہ سے مقتدی لوگ اس کے مخالف ہو گئے ہوں یعنی اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھ رہے ہوں تو جس امام سے گاؤں میں نفاق پیدا ہو اس امام کو امام کے منصب پر رکھنا درست ہے یا نہیں؟ کیا برطرف کر دیا جائے؟ بینوا و توجروا۔

المستفتی: حافظ عبد المجید، مدرسہ گلشن، اجمیر، گریڈیہ

۸۶/۹۲ء

الجواب ــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــ

(۱) بے ٹوپی اوڑھے ننگا سر بازار جانا خلاف ادب و مکروہ ہے۔ جو امامت کے فرائض انجام دیتا ہو اس کے لئے یہ ہر گز زیب نہیں دیتا ہے کہ وہ عوام کالانعام بن جائے لیکن صرف اتنی سی بات مانع امامت نہیں ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

ہنسلی کی ہڈی حالت نماز میں کھولی رکھنا مکروہ تحریمی ہے:

(۲) کرتے کے بٹن کو کھلا رہنا یوں بھی برا ہے جس کو مہذب سوسائٹی پسند نہیں کرتی۔ حالت نماز میں مکروہ تحریمی ہے اور اگر ہڈیاں نظر نہ آتی ہوں، نیچے دوسرا کرتا یا گنجی ہونے کی وجہ سے، تو بھی مکروہ تنزیہی ہے۔ قال فی الہندیہ ج۱، ص۱۰۵ ویشدہ بالمنطقة مخافة السدل کذافی فتاویٰ قاضی خاں اھ۔ اگر امام مذکور کی ایسی عادت ہو تو اسے منصب امامت سے برطرف کر دیا جائے (عدم اہتمام کی وجہ سے) کہ صورت اولیٰ میں اس کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کا اعادہ واجب ہے اور صورت ثانیہ میں مستحب ہے۔ کما قال فی فتاویٰ العالمگیریہ، ج۱، ص۱۰۸ فان کانت تلک الکراھة کراھة تحریم فتجب الاعادة او تنزیه فتستحب فان الکراھة التحریمة فی رتبة الواجب کذافی فتح القدیر اھ. وھو تعالیٰ اعلم

امام کو عوام کی ناپسندیدگی کی صورت میں امامت مکروہ ہے:

(۳) شرعی نقص کی وجہ سے ایسے امام کو برطرف کر دینا چاہئے جس سے مقتدی بوجہ شرعی متنفر ہوں۔ اس کو امام بنانا مکروہ ہے۔

عالمگیری میں ہے: رجل ام قوماوهم له كارهون ان كانت الكراهة الفساد فيه او لانهم احق بالامامة يكره له ذلك الخ. والله تعالیٰ اعلم ورسوله صلى الله تعالیٰ عليه وعلى اله وصحبه و بارک وسلم۔

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۲/ ذی القعدہ ۱۴۰۱ھ

استفتاء ۲۸۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام ان مسائل میں کہ

(۱) سود کھانے والا جس کا پیشہ ہی سود کا ہو اسکی اقتداء جائز ہے یا نہیں؟

(۲) کوئی مسلمان اپنی بیوی کو طلاق مغلظہ دیکر پھر بغیر حلالہ کے اپنی زوجیت میں رکھ لیا ہو اس کے لئے خدا ورسول کا کیا حکم ہے؟ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(۳) کوئی شخص عالم ہوتے ہوئے نماز نہیں پڑھتا ہو تارک الصلوٰۃ ہو اور کبھی جب مسجد میں آئے تو امامت کے لئے آگے بڑھ جائے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

المستفتی: محمد بدرالدین صابری، مقام سرما، پوسٹ بڑکا گاؤں، ضلع ہزاری باغ

۹۲/ ۲۸۶ھ

الجواب

سودخور کی امامت:

(۱) سود کھانا حرام ہے: وقال الله تعالیٰ: أَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا (الآية) "اللہ نے حلال کیا بیع اور حرام کیا سود۔ (کنزالایمان) جب تک سودخوری سے توبہ استغفار نہ کرے وہ لائق امامت نہیں ہے اقتداء اس کی جائز نہیں اور جو پڑھی گئی اس کا اعادہ واجب ہے وتقديم الفاسق للامامة حرام وهو حاصل من المتون الفقه. "فاسق کو امامت کے لئے آگے بڑھانا حرام ہے یہ فقہ کے متون کا حاصل ہے۔" وهو تعالیٰ اعلم.

مطلقہ ثلاثہ کے ساتھ رہنے والے کی امامت:

(۲) طلاق مغلظہ دے دینے کے بعد مطلقہ کو بے حلالہ رکھ لینا حرام حرام اشد حرام ہے۔ قال في الدر المختار: وَاِنْ طَلَّقَهَا ثَلٰثًا مَعًا اَوْ مُتَفَرِّقًا اَوْ قُعْنَ جَمِيْعًا وَصَارَتْ بِحَيْثُ لَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ الخ وقال صلى الله تعالیٰ عليه وسلم لاحتّٰى تَذُوْقِي عسيلته ويذوق عسيلتك اھ۔ "اور درمختار میں ہے کہ اگر تینوں طلاق

ایک ساتھ یا الگ الگ دی تو پوری طلاق واقع ہوگئی اور وہ عورت اس طرح ہوگئی کہ شوہر اول کیلئے اس وقت تک حلال نہیں ہوسکتی ہے جب تک دوسرے مرد سے نکاح صحیح نہ کرے۔ اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ تمہارے لئے حلال نہیں جب تک تو اس کا مزہ اور وہ تمہارا مزہ نہ چکھ لے۔" جب تک دونوں میں تفریق نہ ہو اور حرامکاری وزنا سے وہ باز نہ آئیں اور توبۂ نصوح نہ کریں اس وقت تک مسلمانوں کا اس سے میل جول قطعاً ناجائز ہے اور اس کی امامت حرام حرام حرام ہے۔ **وھو تعالیٰ اعلم.**

تارک الصلوٰۃ کی امامت:

(۳) عمداً نماز ترک کرنا اکبر الکبائر (بڑے گناہوں میں سب سے بڑا) ہے جو ایسا کرتا ہو اس کو ہرگز امام نہ بنایا جائے عالم ترک صلوٰۃ کی وجہ سے صالح امامت نہیں رہتا ہے: **لقوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، ومن ترکھا فقد ھدم الدین** "اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے عمداً نماز چھوڑ دی اس نے دین کو ڈھا دیا۔" تارک نماز پر توبہ واجب ہے جب تک توبہ نہ کرے اس کی امامت واقتدار جائز نہیں ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم.**

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۱۸/شوال ۱۴۰۱ھ

استفتاء ۲۸۷

مسئلہ: السلام علیکم! کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ
پیش امام کچہری جاکر جھوٹی گواہی دے اور شرابی کا ساتھ ہر معاملہ میں دے۔ اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ مدلل جواب عنایت کریں۔

المستفتی: محمد مشتاق احمد قادری، مہتمم جامع مسجد، سمستی پور

۹۲/۷۸۶

الجواب ——— بعون الملک الوھاب ———!

وعلیکم السلام ورحمہ! مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ کما فی الدر المختار۔ جب تک وہ توبہ استغفار نہ کرے ہرگز اسے امام نہ بنایا جائے۔ اس کو امام بنانا گناہ ہے۔ **لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ.** "جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہے۔" **واللہ تعالیٰ اعلم.**

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۳۰/شعبان المعظم ۱۴۰۲ھ، چہار شنبہ

استفتاء ۲۸۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین، بابت اس مسئلہ کے کہ

ایک حافظ قرآن بحیثیت ایک مستقل پیش امام کے ایک جامع مسجد میں کام کر رہے تھے۔ وہ شب برأت سے چند روز پہلے اس لئے گھر جانے کی فرصت مانگنے لگے کہ میری طبیعت یہاں بہت گھبراتی ہے اور ڈر لگتا ہے۔ چونکہ ان دنوں پھلواری شریف کا واقعہ چل رہا تھا۔ لہٰذا متولی نے بہت تسکین دیا اور روکا کہ شب برأت اور رمضان شریف کے بعد آپ مکان چلے جائیں گے۔ مگر وہ ایک نہیں مانے اور ایک رات وہ خود سے اپنی داڑھی کو صاف کر کے تین چار بجے صبح کو مسجد سے چلے گئے۔ قریب دس دنوں کے بعد واپس آئے ہیں۔ ابھی تک ان کی داڑھی بہت چھوٹی ہے۔ ان باتوں کو سن کر کوئی مقتدی ان کے پیچھے نماز پڑھنے کو تیار نہیں ہے۔ لہٰذا اب وہ اپنی غلطی پر نادم ہوتے ہوئے تمام مقتدیوں کے سامنے معافی مانگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ لوگ معاف کر دیں اور پیش امامی کی خدمت پر حسب دستور رہنے دیں۔ ایسی حالت میں ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ کیا ان کو پھر سے اسی جگہ پر بحال کیا جاسکتا ہے؟ یا نہیں؟ جواب عنایت فرمایا جائے۔

المستفتی: محمد ثناء اللہ عفی عنہ، محلہ باغ مالو خاں، لودی کٹرہ، پٹنہ سیٹی

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــــ!

صورت مسئولہ میں یہ فعل فسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ لیکن امامت کیلئے مقررہ حافظ سے اگر کسی طرح کی فاسقانہ غلطی اضطراری طور پر ہوگئی ہے۔ تو قرآن کا یہ حکم ہے: اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَۃَ الآیۃ . "بیشک حرام کیا تم پر مردار اور خون اور سور کا گوشت پس جو نا چار یعنی حالت اضطرار میں یا بغیر عادت کے اور حد سے بڑھ گیا تو اس پر گناہ نہیں۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے"۔ اس حکم کے مطابق اگر کوئی خوف و اضطرار کی حالت میں آگے بڑھ جائے اور توبہ کرے، اللہ معاف کرنے والا ہے۔ فقہ حنفیہ کی مشہور عبارت ہے: صلوا خلف الامام او بر او فاجر. "نماز پڑھو امام کے پیچھے اگر چہ وہ نیکو کار ہو یا بدکار"۔ لیکن اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ وہ عادی مجرم یا عادی فاسق نہ ہو۔ اگر غلطی سے فسق ہوگیا ہے تو وہ قابل معافی ہے اور اگر عادی فاسق ہے تو اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ اگر حافظ صاحب توبہ کرلیں اور عہد کریں کہ اب ایسا نہیں کروں گا تو ان کی امامت درست ہوگی۔ و اللہ تعالیٰ اعلم

فرید الحق عمادی جاروب کش آستانہ عمادیہ منگل تالاب، پٹنہ سیٹی

حسین الحق الجواب صحیح

۲۵/ شعبان المعظم

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــــ !

حدیث پاک صلوا خلف کل بر و فاجر کی تشریح علامہ عبدالرؤف علیہ الرحمہ تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں: صلوا جواز کل بر او فاجر ای فاسق فان الصلوه خلفه صحیحة لکنّها مکروهة یعنی فاسق کی اقتداء کا امر صرف جواز نماز کا موید ہے۔ اس سے نماز کی کراہت میں فرق نہیں آئے گا۔ چنانچہ علامہ محقق شیخ عبدالحق قدس سرہ اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں اس کی دلیل نسبتاً قوی ہے اور جو نماز کراہت تحریم کے ساتھ ادا کی جائے اس کا لوٹانا واجب ہے۔ در مختار میں ہے: کل صلوٰة ادیت مع کراهة التحریمه تجب اعادتها. ''جو نماز کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی اس کا لوٹانا واجب ہے۔'' پھر فقہیات میں ظن غالب ہی ملحق بہ یقین ہوتا ہے اور احکام فقہ غالب ہی پر جاری ہوتے ہیں۔ چنانچہ اصول فقہ ہے احکام الفقه تجری علی الغالب من دون نظر الی النادر. ''احکام فقہ غالب ہی پر جاری ہوتے ہیں، نادر کی طرف نظر کئے بغیر۔'' فاسق معلن نے جب اعلانیہ توبہ کرلیا تو بے شک اس کا گناہ معاف ہوگیا اور اس کا باطن صاف ہوگیا۔ لقوله علیه الصلوٰة والسلام التائب من الذنب کمن لاذنب له. ''گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے کہ جس کے لئے ابھی کوئی گناہ نہیں۔'' لیکن اس بات کا اعلان اس تائب فاسق معلن کی امامت کے وقت کون کرتا رہے گا کہ بھائی مصلیو! امام صاحب کی حد شرع سے کم داڑھی کو مت دیکھو۔ انہوں نے توبہ کرلیا ہے۔ اور جب اس اعلان کا اہتمام ناممکن یا کم از کم مشکل ہے تو لوگوں کے تنفر کو دور کیسے کیا جاسکتا ہے۔ لہٰذا ایسوں کو امام بنانے میں بے پناہ دشواریاں ہیں۔ ان کی توبہ مقبول واتم تو ہو جائے گی باطن گناہ سے پاک ہو جائے گا لیکن آرائش ظاہر جس سے عوام کا گمان وابستہ ہے، اس کیلئے یہ توبہ سریع الزوال نہ ہوگی بلکہ اس وقت ہوگی جب کہ داڑھی ایک مشت ہو جائے۔ شیخ محقق اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں: وگذاشتن آن بقدر قبضہ واجب است .''ایک مشت کے برابر داڑھی چھوڑنا واجب ہے۔'' تو جب تک اس کی تکمیل واجب نہ ہو جائے اس کی اقتداء تارک واجب کی اقتداء ہوگی جس سے ممانعت شرع میں وارد ہے۔ پس حافظ مذکور اگر اعلانیہ توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول ہے لیکن استحقاق امامت اسے اس وقت حاصل ہوگا جب کہ اس کی داڑھی حد شرع میں آجائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ورسوله صلی الله تعالیٰ علیه وعلی اله وصحبه وبارک وسلّم۔

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتــــــــــــــــــــــبه

۲۸/ شعبان ۱۴۰۲ھ

استفتاء۲۸۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ
ہمارے یہاں کے امام صاحب شادی شدہ تھے۔ کچھ نااتفاقی کی وجہ سے طلاق دے رکھی ہے۔ ان شرائط پر بھی کہ میرے سامان کو واپس کر دو تو تم پر دو طلاق۔ یہ طلاق بیوی نے ہی مانگی تھی۔ الغرض کہ امام صاحب اپنی بیوی سے سات آٹھ سال سے جدا ہیں۔ دوسری شادی اب تک نہیں کیا ہے اور یہ کوئی بوڑھے بھی نہیں ہیں، جوان ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ امام صاحب ایک جوان لڑکی کو رکھے ہوئے ہیں جو کھانا پکانے سے لے کر گھر کا کل کام وہ لڑکی اپنے ہاتھ سے کرتی ہے اور کبھی کبھی خود چولہے کے پاس جاکر لڑکی کے ساتھ کاروبار کرتے ہیں اور لڑکی کے ساتھ ہنسی مذاق وغیرہ بھی کیا کرتے ہیں۔ یہ لڑکی امام صاحب کے نہ رشتہ میں کوئی ہے نہ سماج پڑوس کے اعتبار سے کوئی ہے۔ اس حالت میں امام صاحب کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ ذرا دلیلوں کے ساتھ مدلل جواب قلمبند فرمائیں۔
نوٹ: مسجد کے مکتب یا کوئی بھی مکتب ہو اس میں چھوٹی بڑی بچیاں مرد معلم کے پاس پڑھنے کے لئے آتی ہیں تو کیا معلم کے لئے ہاتھ پیر سران لڑکیوں سے دبوانا اسلام میں جائز ہے یا نہیں؟ وضاحت کریں۔
المستفتی: محمد نورالدین، کیر آف محمد نظام الدین، مقام سالماری، پوسٹ سالماری، ضلع کٹیہار، بہار

۹۲/۸۶ھ

الجواب ـــــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــــ!
طلاق سے متعلق سائل کیا معلوم کرنا چاہتا ہے صاف اور واضح طور پر لکھے۔ مہمل سوال کا جواب نہیں دیا جاتا ہے۔ کسی جوان لڑکی کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، ہنسی مذاق کرنا، خواہ رشتہ دار ہو یا غیر رشتہ دار، حرام حرام اشد حرام ہے کہ یہ سب مقدمات زنا ہیں۔ لہٰذا برتقدیر صحت سوال امام مذکور بدترین فاسق و فاجر گنہ گار و بدکردار ہے۔ اس کی اقتداء ناجائز و حرام اور اس کے پیچھے پڑھی گئی نمازوں کا لوٹانا واجب۔ **قال العلامة الشامي في فتاوه وبان في تقديمه للامامة تعظيم وقد وجب عليهم اهانته شرعا الخ.** ''فاسق کو امامت کے لئے مقدم کرنے میں تعظیم ہے حالانکہ شرعاً اس کی اہانت واجب ہے۔'' اور درمختار میں ہے **كل صلوة اديت مع كراهته التحريم تجب اعادتها الخ.** ''جو نماز کراہت تحریمی کے ساتھ اداء کی گئی اس کا لوٹانا واجب ہے۔'' بڑی بچیاں جو مشتہات ہوں ان سے ہاتھ پاؤں دبوانا حرام ہے۔ **لان احكام الفقه تجرى على الغالب.** ''اس لئے کہ فقہ کے احکام غالب پر جاری ہوتے ہیں۔'' ہاں چھوٹی بچیاں جن کی عمریں چھ سات سال سے تجاوز نہ ہوں، وہ والدین کی اجازت سے ایسے اساتذہ کی خدمت کر سکتی ہیں جو ہوا و ہوس اور نفسانی خواہشات کا پیرو نہ ہو۔ **واللہ تعالیٰ اعلم ورسوله صلى الله تعالىٰ عليه**

وعلی اله وصحبه و بارک وسلم.

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتـــــــــــــــــــبہ

۲۹/شعبان المعظم ۱۴۰۲ھ

استفتـــــاء ۲۹۰

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

موضع ٹرسپور و مصطفیٰ پورتھانہ۔ دلسنگھ سرائے ضلع سمستی پور میں کوئی سند یافتہ عالم یا مولوی نہیں ہیں۔ بلکہ یہاں کہ باشندگان بھی تقریباً سب کے سب تعلیم سے نا آشنا ہیں مسجد کی امامت ایک مقامی شخص کے ذمہ ہے جو صوم وصلوٰۃ کے پابند اور متشرع ہیں۔ اکثر و بیشتر باہر سے عالم وحافظ جو مدرسہ دارالعلوم دیوبند کے تعلیم یافتہ ہوتے ہیں آتے جاتے رہتے ہیں۔ اوران لوگوں یعنی دیوبندی حضرات امام بنا کر نماز جماعت ادا کرتے ہیں۔ کیا ہم لوگوں کی نماز صحیح و درست ہوتی ہے کہ نہیں؟

المستفتی: محمد یوسف موضع ٹرسپور، ڈاکخانہ دلسنگھ سرائے ضلع سمستی پور، بہار

۸۶/۹۲ ۷

الجواب

"دیوبندی حضرات امام بنا کر نماز جماعت ادا کرتے ہیں" سائل کے اس جملہ کا کیا مطلب ہے؟ اگر یہ مطلب ہے کہ دیوبندی لوگ بھی اپنی جماعت اپنے امام کے ساتھ کرتے ہیں تو اس سے سنی مسلمانوں کو کیا مطلب وہ جو چاہیں کریں —— اور اگر یہ مطلب ہے کہ دیوبندی کو نماز جماعت میں سنی حضرات امام بناتے ہیں —— تو واضح ہونا چاہیے کہ فی زمانناا اہل سنت کی اصطلاح میں دیوبندی اسے کہا جاتا ہے جو رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی اہانت کرنے والا ہے یا اہانت کرنے والوں کو اپنا امام و پیشوا یا معظم جانتا ہے یا کم از کم اسے مسلمان گردانتا ہے ایسے لوگ عندالشرع یقیناً بدترین فاسق فی العقیدہ ہیں جن کی تعظیم سے عرش الٰہی کانپ جاتا ہے ایسوں کو امام بنانا گناہ کبیرہ اور اقتداء حرام ہے جس قدر نمازیں ایسوں کے پیچھے پڑھی گئیں سب کا لوٹانا فرض ہے۔ **کما قال العلامة الشامی فی فتاوٰه اه. اما الفاسق فقدعلم کراهة تقدیمه بانه لایتهم لامر دینه وبان فی تقدیمه لامامة تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعاً.** "جیسا کہ علامہ شامی نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا، فاسق کو امامت کے لئے آگے بڑھانے میں کراہت کی علت علماء کرام نے یہ بیان کی ہے کہ وہ دینی معاملات کو صحیح طور پر بجا نہیں لاتا ہے اور اسی سے ظاہر ہو گیا کہ امامت کے لئے اس کو آگے بڑھانے میں اس کی تعظیم ہے جب کہ شرعاً اس کی اہانت واجب ہے۔"

ہاں اگر کوئی دیوبند کا رہنے والا یا دیوبند کا پڑھا ہوا جسے لوگ دیوبندی کہتے ہوں اگر وہ اہانتِ رسول علیہ السلام سے اپنی برأت کا اظہار کرے اور توہین کرنے والوں کو حکم شرع کے مطابق کافر و مرتد جانے مانے اور پھر وہ صالح امامت بھی ہو تو اس کی امامت میں حرج نہیں ہے ایسے لوگ نادر الوجود ہیں، پوری طرح تحقیق ہو جانے کے بعد ہی کسی کو امامت کی اہم ذمہ داری کیلئے بڑھانا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم۔

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۱۸/ جمل ۱۴۰۱ھ، ۲۵/ مارچ ۱۹۸۱ء

استفتاء ۲۹۱

مسئلہ: السلام علیکم! کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ۔
پیش امام کا تعلق غیر عورت سے رہا ہو اور ناجائز تعلق سے ایک بچی بھی پیدا ہوئی ہو۔ اس کے بعد اس کا نکاح ہوا یا نہیں یہ بات ہم لوگوں کو معلوم نہیں ہے۔ کیا ایسے فعل کے مرتکب امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا کیسا ہے؟ مدلل جواب دیں۔

المستفتی: محمد مشتاق احمد قادری، مہتمم جامع مسجد، سمستی پور، بہار
۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــ بعون الملک الوہاب ــــــ !

وعلیکم السلام! مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ درمختار میں ہے: صلوۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا الخ۔
"جو نماز کراہت تحریمی کے ساتھ اداء کی گئی اس کا لوٹانا واجب ہے۔" وھو تعالیٰ اعلم۔

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۳۰/ شعبان المعظم ۱۴۰۲ھ، چہار شنبہ

استفتاء ۲۹۲

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیانِ عظام اس مسئلہ میں کہ:
ایک گاؤں میں مسجد کی امامت ایک عرصہ سے زید کررہے تھے پھر گاؤں میں لوگوں کے مشورہ سے ایک

مدرسہ قائم ہوا جس میں ایک عالم کو رکھا گیا جو درس تدریس کی خدمت انجام دینے لگے زید کی علمی لیاقت عالم سے بہت کم تھی زید ایک اسکول میں ماسٹر تھے زید اور اس کے ہمنوا مدرسہ کے قیام کے خلاف تھے مقتدیوں نے مشورہ کیا کہ عالم کی موجودگی میں زید جس کی علمی صلاحیت معمولی ہے امامت نہ کریں۔ بلکہ عالم صاحب ہی کریں۔ لیکن زید کو اس بات پر اعتراض ہوا کہ امامت ہم کریں گے۔ یہ میری خاندانی چیز ہے حالانکہ یہ بات بھی نہیں تھی۔ متولی مسجد کے آباء واجداد نے ایک امام دوسرے گاؤں سے لاکر مسجد کے پیچھے اپنی زمین دیکر بسایا تھا امام موصوف کے انتقال کے بعد ان کا لڑکا امامت کے قابل نہ رہا زید کے چچا جو پڑھے لکھے تھے وہ امامت کرتے تھے۔ ان کے انتقال کے بعد زید جو ماسٹر تھے گاؤں میں پڑھے لکھے شمار ہوئے۔ انہوں نے امامت کرنی شروع کی اب عالم صاحب کے آنے کے بعد جب لوگوں نے اعتراض کیا تو وہ بضد ہوئے کہ ہم ہی نماز پڑھائیں گے۔ متولی مسجد اور معاون متولی بضد ہوئے کہ ہم کسی قیمت پر عالم کی موجودگی میں امامت کرنے نہیں دیں گے۔ اگر عالم صاحب موجود نہ ہوں تو آپ پڑھائیں جب یہ بات بڑھی تو زید کو ایک دن مسجد میں امامت کرنے نہیں دیا گیا۔ زید نے عالم کے پیچھے نماز نہیں پڑھی اور اپنے دالان میں جاکر نماز پڑھنا شروع کیا۔ کچھ دن یونہی گذر گئے۔ دو جگہ نماز ہوتی رہی پھر گاؤں والوں نے مشورہ کیا کہ یہ کام درست نہیں ہے۔ مسجد کی زمین مسجد کے نام وقف کردی جائے۔ اور سب آدمی ایک ہی جگہ نماز پڑھیں۔ متولی مسجد نے مسجد کے نام زمین کو وقف کردیا لیکن وقف نامہ کے بعد بھی زید اور ان کے کچھ ساتھی برابر دالان میں نماز پڑھتے ہیں اب کچھ مولویوں کی مدد سے دالان کو بھی مسجد قرار دیتے ہیں۔ کیا ایسی جگہ از روئے شریعت نماز درست ہوگی جو کہ صرف اپنی امامت واقتداء کی خاطر ضد میں قائم کی گئی ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیکر مشکور ہوں۔

المستفتی: محمد لئیق الرحمٰن رضوی موضع ہرپور واڈاکخانہ باجپٹی، ضلع سیتامڑھی، بہار

۹۲/۸۶ھ

الجواب ـــــــــــ بعون الملک الوهاب ـــــــــــ

بر تقدیر صحت سوال اگر زید نے اپنی ضد یا تفریق بین المؤمنین کی غرض فاسد کی وجہ سے یا مسجد قدیم کی جماعت میں انتشار و قلت پیدا کرنے کی نیت سے دوسری جگہ کو مسجد قرار دیا تو وہاں مسلمانوں کو نماز کی جماعت قائم کرنی جائز نہیں ہے کہ مذکورہ صورتوں میں وہ جگہ مسجد ضرار یا ملحق بہ ضرار کے حکم میں ہے جس کے مٹادینے کا حکم شرع شریف میں موجود ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ كُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ. ''اور جنھوں نے مسجد بنائی نقصان پہنچانے کو اور کفر کے سبب اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کو'' (کنز الایمان) اسی آیۃ کریمہ کے ذیل میں تفسیر کشاف میں ہے کہ جس مسجد کی بنیاد فخر ومباہات پر ہو یا

اس کو ریا وسمعہ کے لئے بنایا ہو یا اس میں نفسانیت وہٹ دھرمی کو دخل ہو یا رضائے الٰہی اس سے مطلوب نہ ہو یا ناپاک مال سے مسجد بنائی گئی ہو۔ وہ سب نام نہاد مسجدیں ملحق بہ ضرار ہیں قیل کل مسجد بنی مباھاۃ وریاء وسمعۃ اوی الغرض سوی ابتغاء وجہ اللہ او بمال غیر طیب فھو لاحق بمسجد ضرارا الخ. بالفرض اگر اس والان کو مسجد ضرار نہ بھی قرار دیا جائے تو ایک مسجد کی موجودگی میں جب کہ ضرورت داعیہ نہیں ہے کچھ لوگوں کا الگ جماعت بنا کر نماز پڑھنا اور مسجد سے نیاز ہو جانا شرع میں کب جائز ہے؟ خصوصاً ایسی حالت میں جب کہ اس اقدام سے مسجد قدیم کے مصلی کم ہو گئے ہوں یہ اس کی ویرانی کی عملی کوشش ہوئی جس کی مذمت قرآن مجید میں موجود ہے: وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَاللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا" (الآیۃ) ہاں اگر امام بدعقیدہ ہے کہ اس کے پیچھے نماز ہوتی ہی نہیں یا ایسا بدعمل ہے کہ اس کی اقتداء میں نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے تو ایسی صورتوں میں حکم شرع کچھ اور ہے۔ لیکن جہاں سب ایک ہی عقیدہ کے لوگ ہوں اور عالم بھی صالح امامت ہو تو وہاں مذکور فی السوال اقدام ہرگز ہرگز درست نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم۔

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۱۲/جمل ۱۳۹۶ھ

استفتاء ۲۹۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ہذا میں کہ
زید ہمارے یہاں مسجد کا امام ہے اور وہ سائیں برادری کا ہے۔ اس لئے وہ صدقہ، فطرہ، خیرات اور میت کا جو چہلم برسی ہوتا ہے، اس میں جو خیرات کیا جاتا ہے، وہ لیتا اور کھاتا ہے۔ اگر وہ نہیں لے تو بھی کام کر کے بھی اپنی زندگی گذار سکتا ہے۔ تو کیا اس کے پیچھے نماز درست ہے اور اس کی امامت جائز ہے؟ شریعت کے حکم سے آگاہ کیا جائے اور امامت کے احکام کون سی کتاب میں ہیں۔ تفصیل کے لئے آگاہ کیا جائے۔ بینوا توجروا۔

المستفتی: عبدالحفیظ خان، دھرکی، پلاموں، بہار

۹۲/۸۶ء

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــ!

اگر امام صاحب مالک نصاب نہیں ہیں تو ان کے لئے فطرہ وخیرات کا لینا جائز ہے۔ صرف اس وجہ سے اس کی امامت ناجائز نہ ہوگی۔ ہاں اگر وہ مالک نصاب ہیں تو فطرہ وخیرات واجبہ کا لینا ان کے لئے جائز نہیں اور اس صورت میں وہ۔ بے توبہ قابل

امامت بھی نذر ہے۔ اگر صالح امامت امام مذکور کے علاوہ کوئی دوسرا شخص ہے، تو اسی کو امام بنانا بہتر ہے کیوں کہ امام کا صدقہ و خیرات لینا باعث تحقیر و تقلیل جماعت ہے۔ **رجل ام قوما وهم له كارهون ان كانت الكراهة لفساد فيه يكره له ذالك۔** ''کوئی شخص قوم کی امامت کرے درآنحالیکہ لوگ اسے ناپسند کرتے ہوں تو اگر واقعی اس کے اندر کوئی مذموم و چیز موجود ہو جو موجب فساد ہے تو اس شخص کی امامت مکروہ ہوگی۔'' (عالمگیری ج ا، ص ۸۷، باب الامامۃ)۔ **والله تعالیٰ اعلم و رسوله صلی الله علیه وسلّم وعلی اله و صحبه و بارک وسلم۔**

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۵/شوال المکرم ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۲۹۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ داڑھی ہونا ضروری ہے چاہے وہ ۲، ۳ سورہ جانتا ہو، پیش امام وہی ہونا ضروری ہے۔ دوسرے لوگوں کا کہنا ہے کہ ختم القرآن ہونا ضروری ہے نہ ہو تو کم از کم ۴، ۶ پارہ کی قابلیت ہونا ضروری ہے چاہے داڑھی ہو یا نا ہو لیکن تعلیم ہونا ضروری ہے۔ پیش امام وہی ہونا چاہئے جو پیش امام کے قابل ہو۔ سورہ قرآن درست ہو، ۲، ۳ سورہ جاننے والا کبھی بھی نہیں ہوسکتا۔ علمائے دین سے گذارش ہے کہ شریعت کے مسئلہ سے آگاہ کریں۔

المستفتی: مختار احمد خان، جیما باد، پوسٹ کوان بانوا، رائے بریلی (یو۔ پی)

۸۶/۹۲ء

الجواب ـــــــــــ بعون الملک الوهاب ـــــــــــ!

صحت امام کے لئے امام کا غیر فاسق ہونا ضروری ہے۔ داڑھی رکھنا شعائر اسلام سے ہے۔ جو منڈواتے ہیں یا کترواکر حد شرع سے کم کرائے وہ قطعاً امامت کے لائق نہیں گرچہ وہ عالم ہو یا حافظ۔ قال العلامۃ الشامی **ولان فی تقدیمه للامامة تعظيمه وقدوجب عليهم اهانته شرعاً**۔ ''علامہ شامی نے فرمایا کہ فاسق کو امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شرعاً اس کی اہانت واجب ہے۔'' اور یہ بھی ضروری ہے کہ صحت مخارج کے ساتھ حروف کی ادائیگی کرتا ہو اگر صحیح مخارج کے ساتھ قرآن عظیم نہیں پڑھتا ہے تو لائق امامت نہیں ہے۔ ہاں اگر باوجود کوشش کے اگر کوئی شخص حروف کے مخارج پر قادر نہ ہو تو خود اس کی نماز ہو جائے گی لیکن وہ دوسروں کی امامت نہیں کرسکتا ہے۔ قال فی العالمگیر جلد ا، صفحہ ۷۸ **يجوز صلوٰة ولا يؤم غيره الخ۔** ''عالمگیری جلد ا صفحہ ۷۸

میں فرمایا کہ خود اس کی نماز ہو جائے گی دوسرے کی امامت جائز نہیں۔" واللہ تعالیٰ اعلم و رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلی الہ وصحبہ و بارک وسلم۔

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۹/شوال المکرم ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۲۹۵

مسئلہ: مکرمی جناب مفتی صاحب، ادارۂ شرعیہ، پٹنہ، بہار۔ السلام علیکم

خانقاہ مجیبیہ سے منسلک لوگوں کا کیا عقیدہ ہے اور اہل سنت والجماعت مسلک اعلیٰ حضرت سے مطابقت ہے کیا کچھ فرق ہے، مسلک اعلیٰ حضرتؒ کے ماننے والوں کی نماز ان کے پیچھے جائز ہے یا ناجائز ہے۔
ایک صاحب یہاں پر ہیں جو سنی تو کہتے ہیں اور خانقاہ مجیبیہ سے بیعت ہیں۔ لیکن وہابیوں سے دینی تعلق بھی رکھتے ہیں اور ان کے پیچھے نماز بھی پڑھتے ہیں موقع پڑنے پر۔ لہٰذا شریعت مطہرہ کی روشنی میں جواب سے نوازیں۔ والسلام

المستفتی: شیخ دولت علی، بیرتھراپور

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــ بعون الملک الوهاب ــــــ!

وعلیکم السلام ورحمتہ

سنی، غیر سنی دونوں طرح کے لوگ خانقاہ مذکورہ سے منسلک ہیں۔ ان میں سے جن کے عقیدے صاف ستھرے اور اہل سنت والجماعت کے مطابق ہیں ان کی اقتداء جائز ہے اور جو بدمذہب ہیں ان کی اقتداء ناجائز ہے۔ **لعدم اهتمام امر دينه.** "دینی معاملے میں لاپرواہی کی وجہ سے۔" اور جو وہابیوں، بدمذہبوں سے دینی تعلق رکھتے ہیں ان کی اقتداء باطل ہے۔ **لان فی تقديمه تعظيمه وقدوجب عليهم اهانته شرعاً.** "اس لئے کہ امامت کے لئے اس کو آگے بڑھانے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شرعاً اس کی اہانت واجب ہے۔" (شامی)

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۴/شوال المکرم ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۲۹۶

مسئله: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ
جس مسجد کی کمیٹی بموجودگی امام مسجد کے دوسرے عالم کو نماز وتقریر کی پوری ذمہ داری دے، یوں کہہ کر کہ آج کی پوری ذمہ داری آپ کے سر پر ہے اور اس عالم نے بھی قبول کرلیا۔ مگر امام مسجد کی رضا ہر دو سے کسی نے بھی نہیں لی۔ نہ امام نے اپنی رضا ظاہر کی پھر بعد تقریر قبل خطبہ عالم نے بھری مسجد میں امام سے اجازت طلب کیا اور امام نے زخمی دل ہوکر عالم کو اجازت دے دیا جو ظاہر ہے۔ تو کیا اسے اجازت مانا جائے گا، سمجھا جائے گا۔ جواب باصواب سے جلد نوازیں۔
المستفتی: شوکت علی کیر آف نیپال کمرشیل انٹر پرائزز، الکھیا روڈ، بیر گنج، نیپال
۹۲/۸۶ ھ

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــــ!
مستقل امام کے موجود ہوتے ہوئے اس کی منشاء کے خلاف دوسرے عالم دین کو امامت وخطابت کی اجازت دینا کمیٹی کی زیادتی ہے جس سے امام کی واقعی عظمت مجروح ہوتی ہے۔ کمیٹی کو چاہئے کہ امام سے معافی طلب کرے اور آئندہ کیلئے محتاط رہے۔ جب امام مستقل نے خانۂ خدا کے اندر بھری مجلس میں عالم مذکور کو خطابت وامامت کی اجازت دے دی تو نماز بے کراہت جائز ہوگی۔ الحکم الشرع علی الظواهر والله تعالیٰ یعلم السرائر والضمائر۔ ''اور حکم شرع ظواہر پر ہے اور اللہ تعالیٰ رازوں اور دل کی باتوں کو جانتا ہے۔'' وهو اعلم ورسوله صلی الله تعالیٰ علیه وعلی اله وصحبه و بارک وسلم۔
عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبه
۱۲/ شوال المکرم ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۲۹۷

مسئله: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ
امام صاحب مسجد کے اندر دنیا کی باتیں کرتے اور اذان کا کوئی احترام نہ کرتے۔ اذان کے وقت بجائے ترجیع بولتے رہتے ہیں اور وضو بناتے وقت بھی طرح طرح کی باتیں کرتے ہیں کیا ایسا آدمی امامت کا حقدار ہے؟
المستفتی: حافظ عبدالمجید، مدرسہ گلشن اجمیر رضا نگر، پھسرو، ضلع گریڈیہہ

۹۲/۸۶ھ

الجواب ـــــــــــــ بعون الملک الوہاب ـــــــــــــ

مسجد میں یا حالت وضو میں جائز و مباح باتیں بھی ممنوع ہیں کہ نیکیوں کو کھا جاتی ہیں۔ فتح القدیر میں ہے: **الکلام المباح فیہ مکروہ یاکل الحسنات الخ** ”جائز باتیں بھی مسجد میں منع ہے کہ نیکیوں کو کھا جاتی ہیں۔“ اذان کے وقت باتوں میں مشغول رہنا اور اس کا جواب نہ دینا ناجائز بلکہ بر سبیل وجوب حرام ہے۔ عالمگیری جلد ۱، صفحہ ۵۵ میں ہے: **یجب علی السامعین عند الاذان الاجابة.** ”آذان کے وقت سامعین کو جواب دینا واجب ہے۔“ لہٰذا شخص مذکور امامت کا حقدار نہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم

الفقیر عبدالواحد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۳/شوال المکرم ۱۴۰۱ھ

استفتاء ۲۹۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

مولانا فلاں صاحب رضوی جو مجاہد اہلسنّت ہیں، عالم و فاضل ہونے کے ساتھ ساتھ ایک کامیاب مقرر و خطیب بھی ہیں۔ ہمارے مدرسہ ارشد العلوم میں مدرس اور ایک مسجد کے امام و خطیب ہیں۔ چند مرتبہ ان کے سامنے وہابی، دیوبندی کی شکست بھی ہوئی جس سے بستی کے بعض افراد کو دکھ ہوا۔ چند مہینے کے بعد لوگوں نے ان پر الزام لگایا کہ مولانا نے اپنی بیوی کی نس بندی کرادی ہے جس سے لوگوں میں بے چینی پھیل گئی۔ شدہ شدہ یہ بات مولانا کے گاؤں تک پہنچ گئی اور اس کا ثبوت بھی پایا گیا۔ ایسی صورت میں ابھی امامت سے علیحدہ کر دیا گیا ہے جس کا افسوس بستی کے بیشتر افراد کو ہے کیوں کہ لوگ ایک بہترین مقرر کی تقریر سے محروم ہو گئے ہیں۔ ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ کوئی صورت شرعی ایسی نکل آئے کہ مولانا موصوف پھر امامت و خطابت کے منصب پر فائز ہو جائیں اور مولانا کا بھی کہنا ہے کہ ہمارے سنّی دارالافتاء سے جو سزا میرے لئے تجویز ہوگی ہم اس کو بھگتنے کے لئے تیار ہیں۔ لہٰذا گذارش ہے کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں کوئی ایسی صورت نکال دی جائے کہ مولانا پھر امامت کرنے لگیں۔ اُمید کہ بہت جلد جواب سے نوازیں گے۔

المستفتی: قاری بدرالدین صابری، پتہ قاری بدرالدین

مقام سرماں، ڈاکخانہ بڑکا گاؤں، ضلع ہزاری باغ، بہار

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــ بعون الملک الوہاب ــــــ !

ضبط تولید کے لئے نس بندی کرانا حرام ہے۔ کمافی درمختار جاز خصاء البهائم حتی الهرة وامّا الادمی فحرام الخ.
"جانوروں یہاں تک کہ بلی کو خصی کرنا جائز اور کسی آدمی کو خصی کرانا حرام ہے۔" اور کسی امر حرام کا حکم دینا یا اس سلسلہ میں مدد کرنا بھی حرام ہے۔ قال تعالیٰ وَلاَ تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ. "اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا کہ گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو۔" (کنزالایمان)
اگر شہادت شرعیہ سے ثابت ہو جائے کہ مولانا فلاں صاحب نے اپنی بیوی کی نس بندی ضبط تولید کے لئے کرادی ہے یا اس میں ان کی رضامندی شامل ہے تو یقیناً وہ گنہ گار ہیں اور گناہوں سے معافی کے لئے خدا عزوجل کی بارگاہ جلالت میں توبہ ہے۔ تجدید ایمان کی ضرورت نہیں۔ ویسے کلمہ شریف کا بار بار پڑھنا بہرحال محمود ہے۔ پس مولانا فلاں صاحب رضوی اگر توبہ کرلیں تو ان کی امامت وخطابت میں قطعاً کوئی شرعی حرج نہیں ہے۔ قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم التائب من الذنب کمن لاذنب له.
واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۸/ ربیع النور ۱۴۰۳ھ، ۱۴/ جنوری ۱۹۸۳ء

استفتاء ۲۹۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
امام مسجد کسی دائم المرض بیماری میں مبتلا ہے صرف تین ہی وقت کی نماز ادا کرتا ہے عشاء اور فجر کی نماز برابر قضا کرتا ہے۔ اس امام کے پیچھے نماز جمعہ اور وقتی نمازیں پڑھنا درست ہے یا نہیں مفصل جواب سے مطلع کریں۔
المستفتی: محمد مشتاق احمد قادری، جامع مسجد، سمستی پور، بہار

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــ !

بے عذر نماز کو جان بوجھ کر قضا کرنا گناہ کبیرہ ہے ایسا کرنے والا عند الشرع فاسق ہے اور فاسق کی اقتداء جائز نہیں ہے فتاویٰ شامی باب الامامت میں ہے: لایهتم لامر دینه وبان فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعا الخ. "دینی معاملات کو بجا نہیں لاتا ہے اور اسی سے ظاہر ہو گیا کہ فاسق کو امامت کے لئے آگے بڑھانے میں اس کی تعظیم ہے جب کہ شرعاً اس کی اہانت واجب ہے۔" ہاں اگر عذر شرعی کی وجہ سے نماز قضا ہو جاتی ہو اور وہ شخص حاضرین میں اورع واتقیٰ ہو تو اس کی امامت میں کوئی قباحت نہیں کی ہے: صرحوا علمائنا فی کتب الفقه. "ہمارے علماء نے کتب فقہ میں صراحت کی ہے۔" واللہ تعالیٰ

اعلم ورسوله صلى الله عليه وعلىٰ اله وصحبه وسلم.

الفقیر عبدالواحد قادری غفرلہ، دارالافتاءادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۵/ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ، ۳۰/مارچ ۱۹۸۱ھ

استفتاء ۳۰۰

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

• ایک حافظ صاحب رمضان شریف میں تراویح سنار ہے تھے۔قریب گیارہ بجے رات میں ایک مسماۃ خاتون کے یہاں ایک ہی کمرے میں دونوں کو پکڑا گیا۔جن لوگوں کے سامنے یہ بات ظاہر ہوئی تھی انہوں نے چھپانا چاہا۔مگر دو ماہ گذرتے گذرتے سبھوں کو معلوم ہو گیا اس سلسلہ میں انجمن کی کمیٹی فیصلہ کے لئے بیٹھی۔ پوچھ تاچھ کے بعد حافظ صاحب مجرم ٹھہرائے گئے۔گواہوں کا بیان ہے کہ اندر کمرے میں دونوں کو پکڑا گیا۔مگر حافظ صاحب کہتے ہیں کہ میں باہر تھا اور جب گواہوں نے ان کو پکڑا تو وہ پاؤں پر گر گئے اور یہ کہہ رہے تھے کہ ختم تراویح کے بعد میں تم کو ۲۵ روپیہ دوں گا۔تم چپ رہو۔ بہر کیف جب مجرم قرار دیئے گئے تو انہوں نے انجمن کمیٹی کے سامنے اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور سب لوگوں کے سامنے توبہ استغفار بھی کیا اب اس صورت میں ان کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ ایک بات یہ بھی ہے کہ ان کو کم معلوم ہوتا ہے اتنا کم کہ دو گز دوری پر لوگوں کو نہیں دیکھ سکتے ہیں۔ایسی حالت میں وہ امامت کر سکتے ہیں یا نہیں؟ مدلل جواب تحریر کریں۔

المستفتی: محمد سعید ٹیلر پُرانا بازار گڈھ، پوسٹ گڈھ ضلع دھنباد، بہار

۸۶/۹۲ھ

الجواب!

توبہ استغفار کر لینے کے بعد گنہ گار ایسا ہو جاتا ہے گویا کہ اس نے گناہ کیا ہی نہیں عن النبي صلى الله عليه وسلم التائب من الذنب كمن لاذنب له الخ. "نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے گناہوں سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جن نے کوئی گناہ نہیں کیا۔" اور کم دیکھنا امامت کے لئے عذر شرعی نہیں ہے اس کی امامت جائز ہے۔فتاویٰ عالمگیریہ ص ۸۴/۱ میں ویجوز امامة الاعرابی والاعمیٰ الخ. "اعرابی اور اندھے کی امامت جائز ہے" کراہت اس وقت ہو گی جب کہ وہ نظافت و پاکیزگی کا خیال نہیں رکھتا ہو اور اگر اندھا آدمی اہتمام طہارت رکھتا ہے نیز مسائل نماز سے نسبتاً زیادہ واقفیت رکھتا ہے اور کوئی دوسرا انقص

شرعی اس کے اندر نہیں ہے تو وہی احق امامت اور افضل ہے۔ البحر الرائق ص ۳۶۹ میں ہے: فان کان افضلهم فهو اولی علی هذا یحمل تقدیم ابن امّ مکتوم لانه لم یبق من الرجال الصالحین للامامة فی المدینة افضل منه الخ ''پس اگر کوئی اندھا سے افضل ہو تو وہی امامت کا زیادہ حقدار ہے اسی بنیاد پر ابن ام مکتوم کی تقدیم امامت ہے کیونکہ مدینہ میں امامت کے لئے ان سے افضل اچھے صالح مردوں میں سے کوئی باقی نہ تھے۔'' وهو اعلم

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۸/ ذوقعدہ ۱۴۰۰ھ، ۹/ اکتوبر ۱۹۸۰ء

استفتاء ۳۰۱

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) ہمارے یہاں کی جامع مسجد میں امام صاحب وہابی عقائد کے ہیں اس لئے ہم لوگ اپنی نماز الگ پڑھتے ہیں۔ یہ مسجد سہ منزلہ ہے۔ اگر ہم لوگ دوسری یا تیسری منزل پر جماعت قائم کریں تو از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ اور جمعہ وعیدین بھی پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

(۲) ہم سنیوں کی نماز دیوبندیوں، وہابیوں کے پیچھے کیوں نہیں ہوتی ہے؟ از راہِ کرم وضاحت کے ساتھ جواب تحریر فرمائیں۔ فقط

المستفتی: حاجی محمد جسیم الدین انصاری، پرانی جی ٹی روڈ، ڈہری اون سون، ضلع رہتاس

۹۲/۸۶ء

الجواب ـــــــــــ بعون الملک الوهاب ـــــــــــ

(۱) وہابی عقائد والوں کی اقتداء باطل ہے۔ اس کو کسی مسجد کا امام بنانا گناہِ عظیم ہے اور اگر امام بن گیا ہو تو اسے منصب امامت سے ہٹانا واجب ہے۔ علامہ زینی دحلان مکی الدرر السنیہ فی الرد علی الوہابیہ میں فرماتے ہیں هؤلاء الملاحدة المكفر للمسلمین: ''وہ لوگ (وہابیہ، دیابنہ) ملحد اور مسلمانوں کی تکفیر کرنے والے ہیں۔'' اور مسلم شریف کی روایت میں ہے: ان کان کما قال والا رجعت الیه. ''وہابیہ نے جن مسلمانوں کی تکفیر کی اگر واقعی کسی کفر کی بنا پر تکفیر کی ہے تو ٹھیک ہے ورنہ وہ کفر تکفیر کرنے والے پر لوٹ آتا ہے۔'' پس یہ وہابیہ اپنے اقوال خبیثہ کفریہ کے سبب سے بھی کافر ہیں اور مسلمانوں نیز ائمہ اسلام کو کافر کہنے کے سبب سے بھی کافر ہیں۔ جب اس کی اقتداء باطل ہے تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اپنی جماعت ضرور کیا کریں ورنہ ترک جماعت کا گناہ لازم آئے گا۔ جمعہ وعیدین بھی اس کی اقتداء میں باطل ہیں۔ وهو تعالیٰ اعلم

(۲) علماء عرب وعجم نے وہابیوں، دیوبندیوں پر ان کے اقوال خبیثہ کی وجہ سے کفر وارتداد کا فتویٰ دیا ہے اس لئے اس کو امام بنانا گناہ کبیرہ اور اقتداء باطل ہے۔ مثلاً، ا۔ اشرف علی تھانوی نے اپنی کتابچہ "حفظ الایمان" میں نبی اکرم واعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم شریف کو جانوروں، چوپایوں کے علم کے ایسا لکھ دیا۔ ۲۔ خلیل احمد انبیٹھوی نے "براہین قاطعہ" میں شیطان کے علم کو نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے علم سے زیادہ وسیع مان لیا۔ ۳۔ قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند نے اپنی کتاب تحذیر الناس میں خاتمیت نبوت کو خاتم الانبیا علیہم التحیۃ والثناء کے لئے خاص نہیں مانا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی جدید نبی کا پیدا ہونا تجویز کیا۔ اسی طرح وہابیوں کے بھی بے شمار کفریات ہزلیات ہیں جس کی وجہ سے علماء عراق وشام، عرب وعجم نے ان کے قائلین وزعماء پر کفر وارتداد کا فتویٰ دیا اور لکھا کہ جو ان کے عذاب وکفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہیں۔ من شک فی عذابه و کفره فقد کفر. "جو بدمذہبوں کے کفر وعذاب میں شک کرے وہ کافر ہے۔" (بحوالہ حسام الحرمین) اور آج کل کے وہابیہ دیوبندیہ ان خبثاء کو جن کے اقوال نقل کئے گئے، اپنا پیشوا، رہنما وغیرہ وغیرہ مانتے ہیں۔ لہٰذا یہ بھی اسی حکم میں ہیں: المرء مع من احب "انسان کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔" (الحدیث) اعلام بقواطع الاسلام میں ہے: من تلفظ بلفظ کفر یکفر و کذا کل من ضحک علیه او استحسنه او رضی به یکفر الخ. "جو لفظ کفر بولے وہ کافر ہے ایسا ہی جو اس کو اچھا گمان کرے، یا اس پر ہنسے یا اس سے راضی ہو کافر ہے۔" بعض دیوبندی مولوی تو اب تک ان اقوال کفریہ کے معنیٰ کو درست کرنے میں لگے ہوئے ہیں (جب کہ اس کا کفر ہونا آفتاب نیم روز کی طرح روشن ہو چکا ہے)۔ کوئی کہتا ہے کہ یہ ایسا کلام بلاغت نظام ہے کہ اس کے مفہوم کو قائل کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ کوئی کہتا ہے کہ اس کا معنیٰ ومفہوم بالکل درست ہے۔ جس کے سمجھنے کے لئے قائل کی طرح کا ذہن وفکر چاہئے۔ کوئی کہتا ہے بڑے کی بات بڑے ہی جانیں وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ کفریہ کلام میں اس طرح کی تاویلیں قائل کی تحسین وتصویب ہے جو فقہاء اسلام کے نزدیک کفر ہے۔ بحر الرائق میں ہے: من حسن کلام اهل الاهواء وقال معنوی او کلام له معنیٰ صحیح ان کان ذلک کفرا من القائل کفر المحسن اه. "جو اہل ہوا کے کلام کو اچھا گمان کرے یا قائل کے کلمہ کفر کو صحیح معنی کا لباس پہنائے تو تحسین کرنے والے خود کفر کے دلدل میں پھنس جائیں گے۔" پس انہی سب وجوہات شرعیہ کی بنا پر ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عقل سلیم دے کہ بدمذہبوں کے اثرات بد سے بچیں اور اپنے ایمان کی حفاظت کر سکیں۔ اعاذنا اللّٰه تعالیٰ وایاکم من اهل البدعة والهوا وهو الموفق و المعین. "اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں بدمذہبوں اور گمراہوں سے بچائے۔" واللہ تعالیٰ اعلم ورسوله صلی الله تعالی علیه وعلی اله وصحبه وحزبه و بارک وسلم۔

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۲/شعبان المعظم ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۳۰۲

مسئلہ: اس مسئلہ میں شریعت کا کیا حکم ہے کہ
ایک حافظ نے جمعہ کے دن بھری محفل میں خطبہ کے قبل دوران تقریر کہا کہ "آپ حضرات مجھ پر شک کرنے لگے ہیں کہ یہ حافظ دیوبندی وہابی ہے۔ اگر مجھ جیسے عبادت گذار حافظ قرآن سنت پر عمل کرنے والے کو آپ حضرات وہابی کہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو وہابی بنا دے"۔ تو ایسے حافظ کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اسے مدرسہ میں مدرس کی حیثیت سے رکھ کر بچوں کو تعلیم دلوانا درست ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب تحریر فرمائیں۔

المستفتی: خادم صغیر احمد رضوی، سندر گڑھ

۷۸۶/۹۲

الجواب ـــــــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــــــ!

حافظِ قرآن ہونا وہابیت کے منافی نہیں:

حافظ صاحب نے اپنے اوپر لگائے گئے الزام کا صحیح جواب نہیں دیا۔ عبادت گذار یا حافظ قرآن رہنا وہابیت کی منافی نہیں ہے اور ارشادات رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے مطابق ان کی ظاہری نماز وروزہ اور تلاوت قرآن کے مقابلہ میں اہل حق اپنی عبادتوں کو ہیچ سمجھیں گے لیکن اسلام میں ان کا کوئی نصیب نہیں ہوگا۔ (کمارواہ المسلم وغیرہ)۔ حافظ صاحب کو چاہئے کہ مناسب جواب دے کر مسلمانوں کو مطمئن کریں۔ حافظ صاحب کے الفاظ دعائیہ ایمان کو لرزہ دینے والے ہیں۔ لیکن اس کی صحیح تاویل ہوسکتی ہے اس لئے حافظ صاحب ابھی شرعی گرفت سے آزاد ہیں۔ اگر حافظ صاحب کی برأت دیوبندیت، وہابیت سے واضح ہوجائے اور وہ صالح امامت بھی ہوں تو ان کی اقتداء درست ہے اور مدرسہ کا مدرس بنانا بھی جائز ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۶/ جمادی الثانی ۱۴۰۳ھ، ۲۲/ مارچ ۱۹۸۳ء

استفتاء ۳۰۳

علماء دین السلام علیکم

مسئلہ: مندرجہ ذیل سوال کا جواب قرآن وحدیث کے پیش نظر عنایت فرمائیں۔

(۱) مسجد میں امام کیسا ہونا چاہئے؟

المستفتی: ایچ اے مولا، ایس پی ڈپارٹ ٹواہٹ، ضلع سانگلی، مہاراشٹر

۸۶/۹۲ ء

الجواب بعون الملک الوهاب!

وعلیکم السلام ورحمتہ وبرکاتہ!

(۱) سنی صحیح العقیدہ، عاقل بالغ مرد، قرأت صحیحہ پر قدرت، نماز وطہارت کے مسائل صحیحہ کا جاننے والا ہونا چاہئے۔ معذور شرعی نہ ہو، اوامر دینیہ پر حتی المقدور عامل ہو اور منہیات شرعیہ سے اجتناب کرتا ہو..... **الاولیٰ بالامامة اعلمهم باحکام الصلوٰة هکذافی المضمرات.** ''امامت کا سب سے زیادہ حقدار وہ ہے جو احکام نماز کا سب سے زیادہ عالم ہے ایسا ہی مضمرات میں ہے۔'' **وفی الهندیه ویجتنب الفواحش الظاهرة الخ.** ''اور ہندیہ میں ہے کہ امام فواحش ظاہرہ سے اجتناب کرتا ہو۔'' **وهو تعالیٰ اعلم**

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۸/رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ

استفتاء ۳۰۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

۱- اگر کوئی عالم یا پیش امام غیر مسلموں کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑ کر یہ کہتا ہے کہ حضور ہم بھی سناتن دھرم کے ماننے والوں کی طرح ہیں۔ تو ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ اس کی ہدایت پر چلنا چاہئے یا نہیں؟ ایسے امام کو کیا کہا جائے؟

۲- جس جماعت کے عالم یا پیش امام قول مذکور کا مرتکب ہو اور اس جماعت کے لوگ بھی اس کی حامی بھرتے ہوں اور وہی عقیدہ رکھتے ہوں تو ایسی جماعت کے ساتھ ہم مسلمانوں کو رہنا یا ان کی باتوں پر چلنا چاہئے یا نہیں؟

المستفتی: محمد انوار الحق، چکردھر پور

۹۲/۸۶ ھ

الجواب ــــــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــــــ!

کتاب الکفر والایمان (اپنے کو کافر کی طرح بتانا)

(۱) معاذ اللہ تعالیٰ ایسے پیش امام کو منصبِ امامت ۔سے ہٹانا فرض ہے جس نے اسلام و مسلمین کی عظیم توہین کی۔ جب تک وہ کلمہ نہ پڑھے اور توبہ استغفار نہ کرے اس کی باتوں پر چلنا حرام ہے۔ لقولہ تعالیٰ وَلاَ تُطِعِ الْمُکَذِّبِیْنَ الآیۃ. (سورۂ قلم:۸) ''جھٹلانے والوں کی بات نہ سننا'' (کنزالایمان) وھو تعالیٰ اعلم.

(۲) معاذ اللہ تعالیٰ، اگر قول مذکور عقیدہ میں داخل ہو چکا ہو تو جیسا اس نے کہا ویسا ہی ہو گیا۔اب گندہ عقیدہ رکھنے والوں پر تجدید ایمان اور تجدید نکاح (اگر بیوی رکھتے ہوں) دونوں لازم ہے۔فتاویٰ عالمگیری ج ۲، ص ۸۹۴ میں ہے: من اتی بلفظۃ الکفر وھو لم یعلم انھا کفر الا انہ اتی بھا عن اختیار یکفر عند عامۃ العلماء الخ. ''جس نے کلمہ کفر کہا اور معلوم نہیں ہو کہ وہ کلمۂ کفر ہے مگر وہ اپنے اختیار سے کہا تو عامۃ العلماء کے نزدیک اس کی تکفیر کی جائے گی۔'' اگر وہ لوگ اپنے عقیدۂ باطلہ سے توبہ نہ کریں تو ایسوں کے ساتھ اسلامی مقاطعہ (سوشل بائیکاٹ) واجب ہے۔ان کی باتوں پر چلنا حرام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وَلاَ تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ. ''ارشاد ربانی ہے اور یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس نہ بیٹھ'' (کنزالایمان) وھو اللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ!

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتـــــــــــــــــــــــبہ

۲/ذی القعدہ ۱۴۰۱ھ

استفتاء ۳۰۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

خالد رمضان المبارک کے فرض روزہ کو کسی سال نہیں رکھتا ہے اور باضابطہ کھاتا پیتا رہتا ہے جب کہ کوئی مرض وغیرہ بھی نہیں ہے اور نماز پڑھانے کے وقت اپنی امیری و دولتمندی کے نشہ میں فوراً امامت کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے۔ نیز محلّہ کی مسجد و مدرسہ میں پنجوقتہ نماز کی جماعت ہوتی ہے۔اس میں شریک نہ ہو کر اپنے دالان ہی میں نماز پڑھ لیتا ہے۔اولاً تو نماز کے پابند بھی نہیں ہیں۔ایسی صورت میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ کہ خالد کے پیچھے دیگر روزہ رکھنے والے اور دیگر نمازیوں کی نماز جائز ہے یا نہیں؟ دوسروں کے یہاں لاؤڈ اسپیکر بج گیا تو اس کا کھانا کھانا حرام سمجھتا ہے اور خود اس کے گھر میں ٹیلی ویژن، ریڈیو، سنیما، نیز اس کے گھر کی عورتیں سنیما کی دلدادہ ہیں، تو جن کے گھر میں خود سنیما ہو اس کا یہ کہنا کہاں

تک صحیح ہے کہ لاؤڈ اسپیکر بجانے والے کے گھر کا کھانا حرام ہے؟ شرع مطہرہ کے مطابق جواب سے نواز کر ہم لوگوں کو گمراہی کے دلدل سے بچانے کی سعی فرمائیں۔ بینوا و توجروا۔

المستفتی: ڈاکٹر محمد یٰسین انصاری، مقام دارا پٹی، ڈاکخانہ مرون، ضلع مظفر پور
۹۲/۸۶ء

الجواب ـــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــ !

لہو ولعب (ریڈیو اور لاؤڈ اسپیکر وغیرہ کا استعمال)

(۱) حرمت وعدم جواز کے حقائق جب تک دلائلِ شرعیہ سے ثابت نہ ہو جائیں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال جائز ومباح کام میں جائز ومباح ہے۔ **لان الاصل فی الاشیاء اباحۃ.** ہاں اگر اس سے فحش گانے، مزامیر، لہو ولعب اور اقوال محرمہ نشر کئے جاتے ہوں تو یقیناً اس کا استعمال ناجائز وحرام ہے۔ بالکل یہی حال وحکم ریڈیو اور ٹیلی ویژن کا بھی ہے۔ بلکہ ٹیلی ویژن کا حکم شدید والمضاعف ہے۔ جو لوگ علی الاعلان مرتکب حرام ہوں، یقیناً ان سے اسلامی مقاطعہ کرنا چاہئے۔ **لان الذنب شؤم.** ''اس لیے کہ گناہ نحوست ہے۔'' (الحدیث)

(۲) ایسا شخص جو فرائض وواجبات کو بے عذر شرعی چھوڑتا ہو عندالشرع فاسق وفاجر، مستحق تعزیر وتوہین ہے۔ ایسے کو امام بنانا یا بنانا دونوں حرام ہے۔ **لان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعاً الخ.** ''اس لیے کہ امامت کیلئے اسے آگے بڑھانے میں تعظیم ہے جب کہ شرعاً اس کی اہانت واجب ہے۔'' (ردالمحتار) جس قدر نمازیں اس کے پیچھے پڑھی گئیں یا پڑھی جائیں گی، سب کا لوٹانا واجب ہے۔ **صلوٰۃ ادیت مع کراھۃ التحریمۃ تجب اعادتھاالخ.** ''ہر وہ نماز جو کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی ہو اس کا اعادہ واجب ہے۔'' **واللہ تعالیٰ اعلم و رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ و بارک وسلم**

کتبہ
الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
۹/ ذی القعدہ ۱۴۰۱ھ

استفتاء ۳۰۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین مسئلہ ہذا کے بارے میں کہ:
ایک مسجد کے امام نے اپنی نسبندی کرالی جس کی وجہ سے مقتدیوں اور مسلمانوں کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا۔ کچھ مسلمانوں نے امام صاحب کے نسبندی کرائے جانے کی بنیاد پر ان کی اقتداء میں نماز ادا کرنے سے انکار کر دیا ہے اور کچھ لوگوں نے نسبندی کرائے جانے کے باوجود امام صاحب موصوف کی

اقتداء کو قبول کیا جس کی وجہ سے دونوں نظریہ والوں کے درمیان شدید اختلاف ہو گیا۔ از روئے شریعت اسلامی مسئلہ ہذا کی وضاحت فرماتے ہوئے کہ امام مذکور کے پیچھے نماز ادا کرنا درست ہے یا نہیں؟
محمد اسحاق معرفت جناب شاہ محمد نور الدین صاحب پیر جی محلہ خان مرزا، سلطان گنج، پٹنہ ۶
۳۰/مئی ۱۹۷۹ء

۹۲/۸۶ ۷

الجواب ـــــــــــــــــــــــ!

آدمی کا نسبندی کرانا، بالاجماع مطلقاً حرام ہے امام مذکور سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہوا۔ اگر اس کا یہ فعلِ حرام عوام وخواص میں مشہور ہو چکا ہے۔ تو اس پر اعلانیہ توبہ واجب ہے۔ اعلان توبہ سے قبل اور نسبندی کے بعد جسقدر نمازیں اس کی اقتداء میں ادا کی گئیں یا ادا کی جائیں گی ان تمام نمازوں کا لوٹانا واجب ہے کہ فاسق کی اقتداء حرام اور نمازیں واجب الاعادہ ہوتی ہیں۔ درمختار میں ہے: وجاز خصاء البهائم حتى الهره واما خصاء الآدمي فحرام الخ. ''چوپائے کو خصی کرنا جائز ہے یہاں تک کہ بلا کو بھی لیکن آدمی کی خصی حرام ہے۔'' واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتـــــــــــــبہ
۴/رجب المرجب ۱۳۹۹ھ، ۳۱/مئی ۱۹۷۹ء

استـــفتـــاء ۳۰۷

مسئلہ: بعونہ تعالیٰ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) جان بوجھکر جماعت چھوڑنے والوں کی نماز درست ہوگی یا نہیں؟

(۲) زید مسجد میں اس حال میں داخل ہوا کہ مسجد کے اندر نماز ظہر کی جماعت ہو رہی ہے۔ اور زید اس جماعت میں شامل نہ ہو کر تنہا نماز شروع کر دے کیا زید کا اس طریقے سے نماز پڑھنا صحیح ہوگا؟

(۳) اگر مسجد کے اندر ایک امام مقرر ہو اور وہ امام تقریباً پندرہ سال سے امامت کے فرائض کو انجام دے رہا ہو دریں اثناء تبلیغی جماعت کا جلسہ اس مسجد میں ہونے لگا اور امام صاحب اس کی حتی الامکان ہر طرح سے مدد کرنے لگے۔ اب اس میں کچھ مقتدی یہ سوچ کر کہ یہ دیوبندی ہے الگ نماز پڑھنا شروع کر دیا۔ کیا ان کی یہ نماز درست ہوگی اگر نہیں تو پھر اس پندرہ سال کی نماز کا کیا حکم ہوگا؟ خلاصہ تحریر فرمائیں۔ فقط

المستفتی: محمد قمر الدین، سنگپاڑہ، جلپائی گوڑی

۸۶/۹۲ھ

الجواب

(۱) بے عذر جماعتِ نماز کو عمداً چھوڑنا کبیرہ ہے لیکن بے جماعت بھی نماز ہو جائے گی۔ تجب علی الرجال من غیر حرج. اذا فاتتہ الجماعۃ لایجب علیہ الطلب فی مسجد آخر بلاخلاف بین اصحابنا الخ. "تندرست وصحیح سالم مردوں پر جماعت واجب ہے، باتفاق اصحاب حنفیہ جب جماعت فوت ہو جائے تو دوسری مسجد میں جماعت تلاش کرنا واجب نہیں۔" (فتاویٰ عالمگیری: ص۸۱، ج۱) وھو اعلم

(۲) اگر عذر شرعی ہے تو کوئی حرج نہیں اور اگر عذر شرعی نہ ہو اور امام بھی صالح امامت ہو تو ترک واجب کے سبب زید شدید گنہگار ہوگا۔ قال عامۃ مشائخنا انھا واجبۃ. "ہمارے عام مشائخ عظام نے فرمایا کہ جماعت واجب ہے۔" (کتب فقیہ) وھو اعلم

(۳) موجودہ نام نہاد تبلیغی الیاسی جماعت اپنے عقائد ونظریات کی بنا پر دیوبندیوں ہی کے دوش بدوش ہے۔ علمائے اہلسنّت کے نزدیک اس جماعت کا بھی وہی حکم ہے جو دیوبندیوں کا ہے اس کا ساتھ دینا اس کی جماعتی مدد کرنا حرام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: لَاتَقْعُدْ بَعْدَالذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ. (الانعام:۶۸) "اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔" (ترجمہ کنزالایمان) اور جب امام مذکور نے علی الاعلان اس باطل جماعت کی مدد کی تو امام صاحب پر توبہ استغفار اور اس جماعت سے برأت کا اظہار لازم ہے۔ وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءً اَوْیَظْلِمْ نَفْسَہٗ ثُمَّ یَسْتَغْفِرِ اللّٰہَ الخ (النساء:۱۱۰) "اور جو کوئی برائی یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے بخشش چاہے تو اللہ کو بخشنے والا مہربان پائے گا۔" (کنزالایمان)

(۴) جن لوگوں نے امام مذکور کی اقتداء سے گریز کیا ہے انہوں نے صحیح اقدام کیا۔ مقتدیوں پر ضروری ہے کہ جب تک امام اپنے جرم مذکور سے توبہ نہ کرے اس کی اقتداء سے قطعاً بھاگیں اور اگر خدانخواستہ امام توبہ نہ کرنے پر اصرار کرے تو اس کو منصب امامت سے فوراً معزول کردیں۔ ولاتجوز الصلوٰۃ خلف اھل الاھواء الخ. "بدعتی کے پیچھے نماز جائز نہیں۔" (فتح القدیر) وقال فی ردالمحتار "واما تقدیم الفاسق للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعاً الخ. "اور ردالمحتار میں فرمایا فاسق کو امامت کے لئے مقدم کرنے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شرعاً مسلمانوں پر فاسق کی اہانت واجب ہے۔" اظہار حق سے پہلے جو نمازیں اس کی اقتداء میں پڑھی گئیں وہ عندالشرع جائز وادا ہیں۔ لَایُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّاوُسْعَھَا الخ (البقرہ:۲۸۶) "اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر۔" (ترجمہ کنزالایمان) واللہ تعالیٰ اعلم

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۴/محرالحرام ۱۴۰۱ھ

استفتاء ۳۰۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ
زید کہیں دوسری جگہ کا رہنے والا ہے۔ کچھ سال پہلے ہمارے ہی علاقہ کے گاؤں میں بحیثیت امام مسجد میں رہتا تھا۔ اس گاؤں سے ایک سو روپیہ اور ایک پٹی صابن لیکر فرار ہو گیا۔ کئی سال غائب رہا۔ جس شخص کا روپیہ اور صابن تھا، پریشان ہو کر تلاش کرنا چھوڑ دیا۔ اب پھر زید ہماری بستی میں امامت کرنے کی غرض سے آیا ہے۔ کیا ہم لوگ اس کو اپنا امام بنا کر اس کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں؟ احکام شرع سے مطلع فرمائیں۔

المستفتی: حافظ محمد یحیٰ، لال بازار، پوسٹ راج دھنوار، ضلع گریڈیہہ

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــ!
اگر زید روپیہ اور صابن کی پٹی واپس کر دے یا اس شخص سے معاف کرالے جس کا وہ تھا، پھر توبہ واستغفار کر لے اور صالح امامت بھی ہو تو اس کو امام بنانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لاذَنْبَ لَهٗ. ''گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔'' (الحدیث) وھو تعالیٰ اعلم.

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۱۷/ رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ

استفتاء ۳۰۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ
مولانا سید محمد طاہر حسین صاحب مدظلہ گیاوی نے بریلوی علماء ارشد القادری صاحبان سے جھریا میں ۲۲ر، ۲۳ر، ۲۴ر اپریل ۱۹۷۸ء میں چار سوال پر مناظرہ کیا تھا۔ تو مولانا سید محمد طاہر حسین مدظلہ گیاوی کے پیچھے نماز پڑھنا، ان سے بیعت ہونا، ان سے سلام کلام کرنا کیسا ہے؟ کیوں کہ سید محمد طاہر حسین مدظلہ گیاوی دیوبندی عقائد کے ہیں۔ صاف صاف دوٹوک جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: ابوبکر انصاری، دودھول، باندو، پلاموں، بہار

۷۸۶/۹۲

الجواب ـــــــــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــــــــ !

بدمذہبوں کی نسل منقطع ہے۔ کوئی بدمذہب شرافت و کرامت والا نہیں۔ لہٰذا طاہر حسین گیاوی کو سید یا مولانا لکھنا، کہنا سب حرام ہے کیوں کہ اس کی بدمذہبیت اظہر من الشمس ہو چکی ہے۔ اس سے بیعت ہونا، سلام کلام کرنا، اس کے پیچھے نماز پڑھنا سب حرام اشد حرام ہے۔ لقوله عليه الصلوٰة والسلام لاتواكلوهم ولاتشاربوهم (الیٰ قوله) ولاتصل عليهم ومعهم الخ.
"نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس قول کی وجہ سے کہ بدمذہبوں کے ساتھ نہ کھاؤ نہ پیو اور ان کے ساتھ نہ نماز پڑھو اور نہ ان کی نماز جنازہ میں شرکت کرو۔" وقال العلامة الشامي رحمه الله تعالىٰ لفاسق العمل وقد وجب عليهم اهانته شرعاً. "اور علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے فاسق کے بارے میں فرمایا کہ شرعاً اس کی اہانت واجب ہے۔" جب فاسق فی العمل کی اہانت واجب ہے تو فاسق فی العقیدہ کی اہانت اہم ترین فرض ہوگی اور مذکور فی السوال طاہر گیاوی فی السق فی العقیدہ کا مبلّغ و پرچارک ہے۔ وهو تعالىٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبــــــــــــــــہ

۱۷/ رمضان ۱۴۰۳ھ

استفتاء ۳۱۰

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:
زید مدرسہ دیوبند کا سند یافتہ عالم ہے اور اپنے کو مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کے کسی خلیفہ کا مرید بتاتا ہے اور اپنے پیر کی سکونت مظفرنگر جلال آباد یوپی بتاتا ہے اور اپنے پیر کی بہت تعریف توصیف کرتا ہے۔
زید مذکور ایک مسجد کا امام ہے اس کی امامت کا حکم اور اس کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا حکم شرعی کیا ہے،
بینوا و توجروا !

المستفیان: محمد عاشق خاں۔ ذاکر خاں۔ صلاح الدین۔ نثار خاں۔ سراج الدین خاں وغیرہم مسلمانان موضع گوڑہرا ڈاکخانہ بھدورا، ضلع غازی پور، یوپی۔

نوٹ: چونکہ ہم لوگ ملازمت کے سلسلہ میں کلکتہ رہتے ہیں گاؤں کے لوگ اچھی طرح آگاہ نہیں ہیں اس لئے ہم لوگ کلکتہ کے پتہ پر جواب طلب کرتے ہیں۔ فقط السلام علیکم، جواب جلد

المستفتی: محمد عاشق خاں ۱۱/۵ موتی جواہر لین کلکتہ ۱۵

۷۸۶/۹۲

الجواب ـــــــــــــــ !

اشرف علی تھانوی نے اپنی مشہور زمانہ کتابچہ "حفظ الایمان" میں رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے علم شریف کو بچوں پاگلوں

اور چوپایوں سے مشابہ مانا ہے جس کی وجہ سے علماء حرمین شریفین نے حفظ الایمان کے مصنف تھانوی کو کافر و مرتد لکھا ہے اور جو اس گستاخ رسول کے عذاب و کفر میں شک کرے اس پر بھی کفر کا فتویٰ عائد کیا ہے من شک فی عذابہ و کفرہ فقد کفر الخ ''ترجمہ: جس نے اس کے عذاب و کفر میں شک کیا وہ کافر ہو گیا۔'' (حسام الحرمین) وغیرہ اشرف علی تھانوی اگر چہ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کا مرید و خلیفہ تھا مگر کفر و ارتداد کی وجہ سے اس کا سلسلہ بیعت منقطع ہو گیا اب اس کے سلسلہ میں بیعت ہونا بے پیر رہنا ہے اور اگر خدانخواستہ اشرف علی کی عظمت دل میں پیوست ہو گئی یا کم از کم اس کو مسلمان ہی جان لیا تو نقدِ ایمان دل سے رخصت ہو گیا ایسوں کے پیچھے نماز کیا درست ہوگی کہ مقتدیان الٹا عذاب الٰہی میں گرفتار ہو جائیں گے۔ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام المرأمع من احب اھ۔ ''ترجمہ: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی وجہ سے کہ آدمی کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ دنیا میں محبت کرتا ہے۔''

زید مذکور اگر اشرف علی تھانوی کے عقائد خبیثہ کو جان کر اسے اپنا مقتدا یا مسلمان جانتا ہے یا اس کے سلسلۂ بیعت کو بخوشی قبول کر لیا ہے جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے تو ہر گز اس کی اقتداء جائز نہیں اور جس قدر نمازیں اس کے پیچھے پڑھی گئیں ہیں سب کا لوٹانا واجب ہے کما فی الشامی لان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعاً الخ ''ترجمہ: جیسا کہ ''فتاویٰ شامی'' میں ہے فاسق کو امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے اور شرعاً فاسق کی اہانت واجب ہے۔'' اور فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۸۳ میں ہے کہ جب اس کے عقائد خبیثہ حد کفر کو پہنچے ہوئے ہیں تو سرے سے اس کی امامت ہی جائز نہیں ہے: وحاصلہ ان کان ھوی ''لا یکفر بہ صاحبہ تجوز الصلوۃ خلفہ مع الکراھۃ والافلا ھکذا فی التبیین والخلاصۃ۔'' ترجمہ: اور اس کا حاصل کلام یہ ہے کہ اگر وہ گمراہ ہو اور اس کے معاصر علماء نے اس کی تکفیر نہ کی ہو تو اس کی اقتداء میں نماز مع الکراہت جائز ہے اور اگر اس کے معاصر علماء نے اس کی تکفیر کی ہو تو اس کی اقتداء میں نماز جائز نہیں۔ ایسے ہی ''تبیین'' اور ''خلاصہ'' میں ہے۔'' واللہ تعالیٰ و رسولہ اعلم!

الفقیر عبد الواحد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۳/صفر المظفر ۱۴۰۰ھ، ۱۲/جنوری ۱۹۸۰ء

استفتاء ۳۱۱

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

(۱) تبلیغی نصاب اور پالن حقانی کی کتاب شریعت یا جہالت؟ پڑھ پڑھ کر لوگوں کو سنانا شروع کیا۔ لوگوں نے کہا کہ ایسی تبلیغ جائز نہیں ہے تو امام صاحب نے کہا کہ تبلیغ جائز ہے۔ یہ سب کتابیں سنیوں کی ہے۔ لہٰذا دریافت یہ ہے کہ کیا یہ سب کتابیں سنیوں کی ہیں اور اشرف علی، زکریا، پالن حقانی سب سنی ہیں۔ اس کا معقول جواب عنایت کریں۔

(۲) مولوی عباس صاحب قیام نہیں کرنا چاہتے ہیں۔ ہم لوگوں کے اصرار پر وہ قیام کرتے ہیں تو کیا از روئے شریعت قیام وفاتحہ جائز ہے یا نہیں؟ خلاصہ تحریر کیجئے۔

(۳) مولوی عباس کے پیچھے ہم سنی مسلمانوں کی نماز ہوگی یا نہیں؟

(۴) اشرف علی تھانوی پر کن لوگوں نے کفر کا فتویٰ دیا ہے؟ اس کا بھی معقول جواب دیں۔

المستفتی: قاری مسلم صاحب کیرآف ایم انوار حسین، مقام ستی گھاٹ
پوسٹ جھاجھا، ضلع مونگیر، پن کوڈ ۸۱۱۳۰۸، بہار

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــ !

بدمذہبوں کی امامت:

(۱) اشرف علی تھانوی، زکریا سہارن پوری اور پالن حقانی تینوں وہابی ہیں جس کی وہابیت اظہر من الشمس ہے۔ ان کی کتابوں کو پڑھنا وہابیت کو فروغ دینا ہے۔ اشرف علی تھانوی پر علمائے عرب وعجم کفر وارتداد کا فتویٰ دے چکے (حسام الحرمین) تبلیغی جماعت کا بانی الیاس کاندھلوی، اشرف علی کا شاگرد و مرید تھا جس نے تبلیغی جماعت صرف اس واسطے قائم کی کہ مسلمانوں کو کلمہ ونماز کا سبز باغ دکھلا کر ان کے ایمان وعقیدہ کو غارت کیا جائے اور اس تبلیغی مشن کے ذریعہ اشرف علی کے عقائد باطلہ کو پروان چڑھایا جائے۔ زکریا سہارنپوری اسی تبلیغی جماعت کا مدار المہام اور سرغنہ ہے جس نے تبلیغی نصاب ترتیب دی ہے۔ اور پالن حقانی، اسی اشرف علی کا نام لیوا اور تبلیغی جماعت کا پرچارک ہے۔ لہٰذا ان دیوبندی وہابی کے اکابر کی کتابوں کو پڑھنا اور سنانا عوام کو گمراہ کرنا ہے۔ اشرف علی کے متعلق علمائے حرمین نے لکھا کہ ”جو شخص ان (اشرف علی وغیرہ) کے عقائد باطلہ سے واقف ہو کر انہیں کافر جہنمی نہ جانے وہ بھی عند الشرع کافر ہے۔ **من شک فی عذابہ وکفرہ فقد کفر الخ** ”جو اس کے کفر وعذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔“ لہٰذا جس عباس کا سائل نے ذکر کیا ہے اس سے اشرف علی کے بارے میں پوچھا جائے۔ اگر عباس اس کی عظمت ومحبت کا گن گائے اور اسے کافر جاننے میں تامل کرے تو یہ سمجھ لیا جائے کہ یہ بھی وہابیوں سے ہے اور تقیہ کر کے سنی بنا ہوا ہے۔ ایسے آدمی کو ایک لمحہ کے لئے بھی امامت کے منصب پر رکھنا حرام حرام حرام ہے۔ جس قدر اس کے پیچھے پڑھی گئیں یا پڑھی جائیں گی سب کا لوٹانا واجب ہے۔ **لان فی تقدیمہ للامامہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعاً الخ.** ”فاسق کو امامت کے لیے آگے بڑھانے میں اس کی تعظیم ہے جب کہ شرعاً اس کی اہانت واجب ہے۔“ (ردالمحتار) **کل صلوٰۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا.** ”ہر وہ نماز جو کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی ہو اس کا اعادہ واجب ہے۔“ (کتب فقہ) اور اگر عباس صاف صاف طور پر اشرف علی کو کافر جانتا ہے تو سمجھنا چاہئے کہ وہ اس کے عقیدوں سے بیزار ہے اور امامت کی صلاحیت رکھتا ہے تو لائق امامت ہے۔ اشرف علی نے اپنی کتاب ”حفظ الایمان“ کے صفحہ ۷ پر نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے علم شریف کو بچوں، پاگلوں،

چوپایوں وغیرہ کے علم کے ایسا لکھ کر اپنے آپ کو کفر وارتداد کے دلدل میں پھنسا دیا ہے۔ اسلام وسنیت کی تبلیغ جائز بلکہ فرض ہے جس سے لوگوں کے اعمال کی اصلاح اور عقائد کی درستگی ہو۔ وہابیت کی تبلیغ حرام ہے اور عباس مذکور وہابیت ہی کی تبلیغ کر رہا ہے۔ اس میں شریک ہونا حرام ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۲) عظمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قیام کرنا جائز ومستحسن ہے۔ خود صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے سرکار دوعالم کے لئے قیام فرمایا۔ اس سلسلہ میں بے شمار کتابیں ہیں جن کا مطالعہ کیا جائے۔ اس طرح فاتحہ بھی جائز ومستحب ہے کہ اس میں زندے اور مردے مسلمانوں کے لئے منفعت ہے۔ من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفع. ''جو اپنے بھائی کو نفع پہنچانے کا استطاعت رکھے وہ پہنچائے۔'' (حدیث)۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۳) اس کا جواب جواب اول میں گذر چکا کہ حرام ہے۔ وھوا تعالیٰ اعلم

(۴) علمائے کرام کے اسمائے گرامی کو دیکھنے اور شمار کرنے کے لئے حسام الحرمین، الصوارم الہندیہ، فتاویٰ علمائے بدایوں وغیرہ کتب کا مطالعہ کیا جائے۔ وللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم.

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۵/شوال المکرم ۱۴۰۱ھ

استفتاء ۳۱۲

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

جس کو شروع ہی سے اولاد نہ ہوئی ہو کیا وہ امامت کرسکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں کرسکتا ہے تو اس کی کیا دلیل ہے۔ اور اگر کرسکتا ہے تو اس کی کیا دلیل ہے۔ وضاحت کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں۔

نوٹ: یہ مسئلہ یہاں بھی چل رہا ہے کہ جس شخص کا انگوٹھا زمین سے اُٹھ جائے وہ امامت کرسکتا ہے یا نہیں؟ اس کی نماز خود بھی ہوئی یا نہیں؟ اگر نہیں ہوئی تو اس کی کیا دلیل ہے؟

المستفتی: محمد اسلام الدین سیر کا کولیری، پوسٹ ارگڑھ، ضلع ہزاری باغ

۷۸۶/۹۲

الجواب

اولاد کا نہ ہونا شرعی عیب نہیں ہے اگر وہ مسائل نماز اور قرأت قرآن ماتجوز بہا الصلوٰۃ ''جس سے نماز جائز ہونے کی مقدار قرأت درست ہو'' سے واقف ہے تو بلاشبہ اس کی امامت درست ہے جب کہ اور کوئی عذر شرعی نہ ہو بلکہ بعض صورتوں میں وہی احق امامت بھی ہے: لان عدم الولد لایستلزم عدم الامامۃ وقال فی العلمگیریہ الاولیٰ بالامامۃ

اعلمهم باحكام الصلوٰة هكذا في المضمرات الخ۔" ترجمہ: اس لئے کہ لڑکا نہ ہونا عدم جواز امامت کو مستلزم نہیں ہے عالمگیری میں کہا کہ امامت کے لئے بہتر وہ شخص ہے جو مسائل نماز سب سے زیادہ جانتا ہو مضمرات میں ایسے ہی ہے۔" وهو اعلم

نوٹ: سجدہ کرنے کا طریقہ فقہ کی معتبر کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ جب سجدہ کا ارادہ کرتے ہوئے زمین سے قریب ہو تو سب سے پہلے گھٹنوں کو زمین پر رکھے پھر ہتھیلوں کو پھر ناک پھر پیشانی کو دریں حال ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ کی جانب متوجہ رکھے چنانچہ فتاویٰ عالمگیری جلد اول میں ہے: و يوجه اصابعه نحو القبلة و كذا اصابع رجليه الخ۔ انگلیوں کے پورہ کو قبلہ کی کرلو ایسے ہی پاؤں کی انگلیاں بھی۔" چنانچہ حالت سجدہ میں اگر قدموں کو انگلیوں کے ساتھ زمین پر نہیں رکھا تو سجدہ ہی جائز نہیں ہے۔ درمختار اور عالمگیری میں ہے: ولو سجد ولم يضع قدميه على الارض لايجوز ووضع القدم بوضع اصابعه الخ "اور اگر سجدہ کیا اور دونوں پاؤں کو زمین پر نہیں رکھا تو سجدہ جائز نہیں بلکہ پاؤں انگلیوں کے ساتھ رکھے۔" اس مسئلہ کی مزید تفصیل بہار شریعت وغیرہ سے معلوم کیجئے ظاہر یہی ہے کہ جو مسائل نماز سے ناواقف ہو اور سجدہ کے شرائط ادا سے بھی بے خبر ہو وہ لائق امامت نہیں ہے: اذاام امی امیاوقاریافصلوٰة الجميع فاسدة عندابی حنيفة الخ۔ "جب ان پڑھ نے ان پڑھ اور قاری دونوں کی امامت کی تو امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک سب کی نماز باطل ہو جائے گی۔" والله تعالیٰ اعلم!

کتبہ الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۲۳/شوال المکرم ۱۳۹۹ھ، ۱۶/ستمبر ۱۹۷۹ء

استفتاء ۳۱۳

مسئلہ: محترمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہٗ

علمائے دین اس پر کیا فرماتے ہیں؟ جامع مسجد چکردھرپور میں ایک پیش امام جو حافظ وقاری ہیں اور نیک ملنسار بھی ہیں اور برابر اتحاد واتفاق کی باتیں بھی کرتے ہیں۔ مگر وہ جماعت اسلامی کے باضابطہ رکن ہیں اور چکردھرپور کے امیر جماعت بھی ہیں۔

جماعت اسلامی کے سرگرم رکن ہونے کے ناطے ایمرجنسی کے تحت جب ان کی گرفتاری یقینی ہوگئی تو انہوں نے عدالت میں حلف نامہ داخل کیا کہ میرا جماعت اسلامی سے اب کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کے باوجود ان کی گرفتاری عمل میں آئی۔ اور انیس ماہ قید میں رہے۔ لیکن رہائی کے بعد ہی سے پھر یہ جماعت اسلامی کا کام کرنا علی الاعلان شروع کردیا۔ جس کے باعث مسلمانوں میں نااتفاقی بڑھ گئی ہے اور بڑھتی ہی جارہی ہے اور اب دو گروہوں میں بٹ گئے ہیں۔

لہٰذا علمائے دین اس میں کیا فرماتے ہیں کہ کیا ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟ جب کہ ایک گروہ ان کے پیچھے نماز پڑھ رہی ہے۔

۷۸۶/۹۲

الجواب

نام نہاد جماعت اسلامی جس کے قیم مولوی ابو اعلیٰ مودودی ہیں۔ وہ گروہ ضالہ مضلہ وہابیہ نجدیہ کی ایک اہم شاخ ہے جس کو مودودی نے تراش خراش کر نئی شکل دیدی ہے عقائد وہابیہ کے علاوہ کچھ اور بدعی عقیدوں کو اکٹھا کر کے مودودی نے جماعت اسلامی نام کے ایک فرقہ کو جنم دیا۔ ظاہر ہے کہ یہ فرقہ بھی دیگر نئے فرقوں کی طرح نو مولود اور عقائد بدعیہ پر مشتمل ہے۔ امام مسجد اگر اس نام نہاد جماعت اسلامی سے منسلک ہے اور اس کی حمایت میں سرگرداں ہے تو مطلق اس کے پیچھے نماز باطل ہے بلکہ اس کو امام بنانا بھی گناہ کبیرہ ہے جس قدر نمازیں اس کے پیچھے پڑھی گئیں سب کا لوٹانا فرض ہے۔ البحر الرائق جلد اول ص ۳۷۰ پر ہے: **فشمل کل مبتدع هو من اهل قبلتنا وقیده فی المحیط (الی) فالصلوٰة خلفه لاتجوزه** ۔"ہر وہ بدعتی جو اہل قبلہ میں سے ہے شامل ہے اور محیط نے اس کو مقید کیا ہے اس کے پیچھے نماز جائز نہیں۔"

جو لوگ اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں انہیں بھی مطلقاً پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ امام بنانے میں اس کی عظمت کا اظہار ہے حالانکہ اس کی اہانت شرعاً واجب ہے، فتاویٰ شامی باب الامامت ص ۳۷۶ پر ہے۔ **وبان فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعاً** الخ "اور اس کو امامت کے لئے آگے بڑھانے میں اس کی تعظیم ہے۔ حالانکہ شرعاً اس کی اہانت واجب ہے۔"

اگر اس کی اقتداء کرنے والے باز نہیں آئے تو ان کا شمار بھی اسی میں ہوگا۔ **کما جاء فی الحدیث المرء مع من احب او کماقال** ۔" جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ انسان جس سے محبت کرے اسی کے ساتھ ہے۔" **واللہ تعالیٰ اعلم!**

الفقیر عبد الواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کـــبہ

۲۹/ شعبان ۱۳۹۹ھ، ۲۵/ جولائی ۱۹۷۹ء

استفتاء ۳۱۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

کنور اور بکھری دو قوموں کے درمیان اس وجہ سے اختلاف ہو گیا ہے کہ کنور برادری کے ایک پیر صاحب بہت دنوں سے یہاں آتے یہیں انہوں نے اپنی خانقاہ بنا کر جماعت بھی علیحدہ کر دیا۔ ہے البتہ جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں آتے تھے اور بغیر امام کی اجازت کے جمعہ کی نماز پڑھا دیتے تھے دو سال

تک امام صاحب نے کچھ نہیں کہا کیونکہ وہ نئے تھے تیسرے سال امام صاحب نے اعتراض کیا کہ آپ بغیر امام کی اجازت کے نماز پڑھا دیتے ہیں کیا ایسی صورت میں مقتدیوں کی نماز صحیح ہوتی ہے؟ امام کے اس اعتراض کے بعد آپس میں سخت اختلاف ہوگیا امام صاحب کو مصلحتاً امامت سے چھڑا دیا گیا جب کنور والوں دوسرے امام کا انتظام نہیں کیا تو مجبور ہوکر پھر وہی امام رکھے گئے اور مسجد کو انجمن میں دینے کی بات کی گئی لیکن ایسا اس لئے نہیں ہوا بعض لوگ یہ کہنے لگے کہ یہ مسجد ہمارے باپ دادا نے بنوائی ہے۔ لہٰذا مسجد ہماری ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ مسجد کو ہماری مسجد کہنا صحیح ہے یا نہیں اور دوسرے مسلمانوں کی نماز اس میں ہوگی یا نہیں؟ ایسا شخص خدا اور رسول کے نزدیک کیسا ہے؟ قرآن و حدیث اور اقوال ائمہ کی روشنی میں جواب سے نوازیں۔ فقط

المستفتی: سکریٹری محمد مہاز انصاری کمیٹی خدمت خلق، موضع تاری نواڈیہہ، ضلع رانچی

۹۲/۸۶ھ

الجواب

متعین امام ہی مستحق امامت ہے خواہ اس سے زیادہ عظمت وفضیلت والا مقتدیوں میں موجود ہو امام متعین کی اجازت کے بغیر دوسرے کا امام بننا مکروہ ہے، کما صرح فی کتب الفقہ۔

مسجدیں خدا کی ملکیت ہیں۔ اس پر کسی کا ذاتی تصرف جائز نہیں بایں ہمہ اگر کوئی شخص کسی مسجد کو ہماری مسجد کہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، دوسرے مسلمانوں کی نمازیں اس میں بلاشبہہ جائز ودرست ہے واللہ ورسولہ اعلم بالصواب۔

الفقیر عبد الواجد قادری غفرلہ، دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۷/ شعبان ۱۳۹۹ھ، ۲۳/ جولائی ۱۹۷۹ء

استفتاء ۳۱۵

مسئلہ: مکرمی جناب مفتی صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہٗ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین از روئے شرع کہ امام مسجد کمزوری اور بیماری کے سبب پنج وقتہ مسجد میں حاضری دینے سے قاصر ہے صرف دو تین وقت مسجد میں آجاتے ہیں اور اس مجبوری کے تحت قوم کو آگاہ کردیا ہے کہ وہ دوسرا امام انتخاب کریں لیکن قوم انہیں چھوڑنے سے قاصر ہے قوم کا کہنا ہے کہ آپ دو ہی تین وقت آئیں اور جب تک آپ کی زندگی ہے ہم دوسرا امام انتخاب نہیں کریں گے۔ اس لئے ان کی

غیر موجودگی میں مقتدیوں میں سے کوئی بھی امامت کے فرائض انجام دیتا ہے زید کو اس بات کا اعتراض ہے کہ امامت کرنے والا مقتدی پنجوقتہ حاضر مسجد نہیں رہتا ہے اس لئے اس کے پیچھے نماز نہیں ہوگی۔ جب امامت کرنے والا مقتدی پنجوقتہ نماز کا پابند ضرور ہے۔ تو ایسی صورت میں از روئے شرع آپ اس بات کو تفصیل سے واضح کریں کہ وہ مقتدی فجر اور ظہر جماعت میں حاضر نہیں رہا۔ عصر، مغرب اور عشاء کے وقت امامت کے فرائض انجام دیتا ہے تو نماز ہوگی یا نہیں؟ یہی تمام وجوہات کے سبب زید اپنی نماز الگ پڑھتا ہے یہاں تک کہ امام مسجد کے پیچھے نماز پڑھنے سے معترض ہے اور جمعہ کے بجائے ظہر پڑھتا ہے۔ جواب دیکر مطمئن فرمائیں۔

(۲) زید شرابی ہے شراب پی کر قرآن پاک سر پر رکھ کر قسم کھایا کہ شراب نہیں پیوں گا لیکن شراب سے باز نہیں آیا ایسی صورت میں از روئے شرع کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد طاہر اختر کھڑکپور، ضلع مدناپور، ویسٹ بنگال

۹۲/۸۶ھ

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہٗ

(۱) اگر امامت کرنے والا مذکورہ شخص سنی صحیح العقیدہ اور مسائل طہارت ونماز سے واقف ہے تو اس کی اقتداء جائز ہے۔ اگرچہ بعض وقت کی نماز وہ مسجد میں نہیں پڑھتا ہو۔ اگر مذکورہ امام میں کوئی شرعی نقص نہیں ہے تو اس کی مخالفت ناجائز ہے زید بے قید کا اعتراض غلط ہے۔ ہاں اگر اس امام (مقتدی) سے اعلم واعلیٰ کوئی اور شخص مقتدیوں میں ہو تو اسی دوسرے شخص کا امام ہونا اولیٰ ہے پھر بھی مذکورہ امام کی اقتداء کے جواز میں کوئی شبہہ نہیں **بان لایکون افضل القوم فان کان افضلهم فهو اولی** ''ترجمہ: نمازیوں میں سب برابر ہوں تو اگر ان لوگوں میں سے کوئی افضل ہو تو وہی امامت کے زیادہ مستحق ہے۔'' (بحرالرائق)

(۲) زید بے قید نے حالت نشہ میں قرآن پاک کو سر پر رکھ کر قسم کھائی جس کے سبب وہ سخت گنہگار حرام کار مستحق عذاب نار ہوا۔ لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (سورۃ الواقعہ: ۷۸) ''اسے نہ چھوئیں مگر باوضو'' (کنزالایمان) زید پر قسم کے توڑنے کا کفارہ دس مسکینوں کا کھانا کپڑا یا پھر تین روزے پیہم واجب ہے۔ **کما قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید۔**

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۵/ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ، ۲۲/ مئی ۱۹۷۹ء

استفتاء ۳۱۶

مسئلہ: محترم جناب مفتی صاحب ادارۂ شرعیہ پٹنہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین قصبہ داؤدنگر ضلع اورنگ آباد میں ایک مسجد جو بڑی مسجد پرانا شہر کے نام سے موسوم ہے اس مسجد کی ایک کمیٹی ہے جو مسجد کی دیکھ ریکھ اور جملہ انتظامی امور کو انجام دیتی ہے اس سال رمضان شریف کے موقع پر ارکان کمیٹی نے حسب سابق اسی حافظ قرآن کو تراویح پڑھانے کیلئے کہا۔ جو کئی سالوں سے جمعہ کی امامت بھی کرنے آرہے ہیں اور نماز تراویح بھی پڑھاتے آرہے ہیں ادھر چند مہینوں سے کچھ مجبوریوں کی باعث جمعہ کی نماز پیش امام موصوف پڑھا رہے تھے، اس لئے ارکان کمیٹی نے عارضی طور پر جمعہ کی امامت کرنے کیلئے حافظ محمد شفیع صاحب کو کہا اور وہ جمعہ کی نماز پڑھانے لگے اب جب رمضان شریف کا موقع آیا تو انہوں نے کچھ شرپسندوں کو بھڑکایا اور خود تراویح پڑھانے کیلئے کمیٹی کو درہم وبرہم کرنے کی کوشش کی مگر کمیٹی نے غالب اکثریت سے سابق امام کو جو قبل سے مستقل پیش امام تھے تراویح پڑھانے کیلئے منتخب کیا۔ حسب سابق تراویح کی نماز ہوئی اور پندرہ تاریخ کو تراویح ختم ہوگئی صدر کمیٹی نے سابق دستور کے مطابق جیسا کہ ہر سال ہوتا آرہا تھا سورۃ تراویح کا اعلان کردیا ۱۶/ رمضان کو اس مُفسد حافظ قرآن نے اور کچھ شرارت پسندوں کی طرف سے یہ بات سننے میں آئی کہ پھر اس مسجد میں دوسری ختم تراویح ہوگی۔ صدر اور سکریٹری مسجد نے تفریق بین المسلمین کا خطرہ محسوس کیا اور جمعہ میں تمام مقتدیوں کے سامنے اس قاری حافظ قرآن سے پوچھا کہ کیا یہ بات سچ ہے کہ آپ آج اس مسجد کے اندر دوسری ختم تراویح پڑھائیں گے اور آپ نے اس کیلئے کمیٹی سے اجازت لے لی ہے؟ کان کھول کر سن لیجئے اگر آپ کی اس حرکت سے کوئی بات پیدا ہوئی تو اس کے جوابدہ آپ ہوں گے۔

حافظ شفیع صاحب نے کہا کہ میں ممبر رسول پر کھڑا ہو کر خدا کے گھر میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ایسا نہیں ہوگا اور اگر پڑھنے کی خواہش ہوگی تو آپ لوگوں سے اجازت لے کر پڑھوں گا مگر اس فسادی نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ عشاء سے پہلے یہ مُفسد حافظ قرآن اور دیگر کچھ تخریب پسند حضرات مار پیٹ کی تیاری کے ساتھ مسجد پہنچ گئے اور انہیں شرپسندوں میں سے کچھ لوگوں نے تھانہ میں جا کر خبر کردی تھانہ کے داروغہ فوراً تشریف لائے اور ابھی صدر وسکریٹری سے گفتگو کرہی رہے تھے کہ اس جھوٹے حافظ نے نماز عشاء شروع کردی اور اس کے بعد جھٹ تراویح بھی، خوش قسمتی سے داروغہ مسلمان ہیں۔ موصوف نے بہت سوجھ بوجھ سے کام لیا اور معاملہ کو رفع دفع کرادیا۔ اس دن سے دو جماعت ہونے لگی۔ کیونکہ فریقین میں اتنا

شدید اختلاف ہوگیا کہ اکٹھا ایک جماعت کرنا ناممکن تھا اور اگر ایک جماعت ہوتی تو فساد ہونے کا اندیشہ شدید تھا۔ اس بنا پر کچھ لوگ صدر مسجد کے مکان کی چھت پر سورہ تراویح پڑھنے لگے۔ اور دوسری جماعت مسجد میں دوسری ختم تراویح پڑھنے لگی۔

(۱) اب آنجناب سے دریافت طلب بات یہ ہے کہ ایسے مفسد، تخریب پسند۔ دروغ گو اور آپس میں نفاق پیدا کرنے والے حافظ قرآن کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

(۲) اگر کوئی پیش امام درمیان نماز تراویح میں قیام کی حالت میں پورے ہاتھ کو پنجوں کے ساتھ کچھ اشارے کرتا ہو۔ اور ہتھیلی کو برابر حرکت دیتا رہتا ہو تو اس کا یہ فعل کیسا ہے اور ایسی حالت میں اس کی نماز درست ہوگی یا نہیں؟

(۳) وہ پارٹی جو دوسری ختم تراویح پڑھ رہی تھی بعد نماز تراویح غصہ اور جنون کی حالت میں مسجد میں تالا بند کر کے اس کی کنجی اپنے ساتھ لیتی جاتی تھی اور صبح کی نماز کے وقت بلکہ نماز ہو جانے کے بعد ان میں سے کوئی آکر تالا کھولتا۔ کئی روز ایسا ہوا کہ وقت سے دو گھنٹہ بعد تالا کھولا گیا برسات کا زمانہ ہونے کی وجہ سے مسجد کے صحن میں بڑی دشواریوں کے ساتھ نماز پڑھی گئی اور کنجی بار بار مانگنے کے باوجود نہیں دی گئی اور حقیقت یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں پنجوقتہ نمازوں سے اور جماعت سے کوئی مطلب نہیں ہے ایسے لوگوں کے بارے میں علماء دین کیا کہتے ہیں۔ فقط

المستفتی: مولانا مشتاق احمد قاسمی مدرسہ اصلاحیہ داؤد نگر ضلع اورنگ آباد

۷۸۶/۹۲

الجواب!

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

(۱) حافظ قرآن کی جن برائیوں کا تذکرہ سوال میں ہے اگر وہ صحیح ہے تو وہ عندالشرع فاسق وفاجر ہے جس کی اہانت شرعاً واجب ہے۔ اور امامت میں امام کی تعظیم لازمی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ توہین و تعظیم کا اجتماع ناممکن ہے لہٰذا ایسے کو امام بنانا جائز نہیں ہے: **کماقال العلامۃ الشامی فتاویٰ لان فی تقدیم تعظیمہ وقدوجب علیھم اھانتہ شرعاًالخ.** "اس لئے کہ فاسق کو امامت کے لئے آگے بڑھانے میں اس کی تعظیم ہے جب کہ شرعاً اس کی اہانت واجب ہے۔" **وھو تعالیٰ اعلم!**

(۲) اگر ہتھیلیوں کی مسلسل حرکتوں کو دیکھ کر یہ سمجھیں کہ یہ حالت نماز میں نہیں ہے تو نماز فاسد ہوگئی کہ یہ عمل کثیر ہوگیا اور اگر وہ حرکت ایک ہتھیلی سے ہے تو نماز فاسد نہیں ہوگی البتہ اس کا عادی ہونا نماز کی کراہت کو بس ہے: **کما فی العالمگیریہ العمل الکثیر یفسدالصلوٰۃ والقلیل لا کذا فی المحیط السرخی۔** "عمل کثیر نماز کو باطل کر دیتی ہے قلیل نہیں، محیط سرخسی میں ایسے ہی ہے۔" **وھو تعالیٰ اعلم!**

(۳) مسجد کے سامان کی حفاظت کے لئے مسجد میں تالا لگانے کی شرعی اجازت ہے۔لیکن اگر اس سے نمازیوں کو ایذا دینا اور جماعت میں دشواری پیدا کرنا مقصود ہو تو یہ حرام ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ فی کتابه العظیم. وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَاللّٰه الخ . ''جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب عظیم میں فرمایا اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نام خدا لئے جانے سے۔'' وھو تعالیٰ اعلم!

نوٹ : بھارت جہاں لادینی حکومت ہے اور اسلامی آئین کے نفاذ کیلئے ہمارے پاس کوئی مادّی ذرائع موجود نہیں ہیں ظاہر ہے کہ ایسی صورت حال میں آئین اسلامی کا نفاذ رضا کارانہ طور پر ہی ہوسکتا ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب امت مسلمہ میں۔خلوص ودیانت کا جذبہ بدرجۂ اتم کارفرما ہو...... آپ جس قسم کا سوال کیجئے گا اس کے پیش نظر دارالافتاء جواب دے گا اگر سوال میں دیانت داری موجود نہ ہو تو ایسے سوال وجواب کو تضیع اوقات ہی کہا جاسکتا ہے۔نوٹ لکھنے کی ضرورت مجھے اس لئے محسوس ہوئی کہ غالباً مذکورہ ہی مسجد کے متعلق ایک سوالنامہ قبل بھی دارالافتاء میں آچکا ہے۔لیکن اس کے سوال کا انداز کچھ اور تھا۔ ظاہر ہے کہ سوال ہی کے مطابق دارالافتاء سے جواب گیا اور اب آپ نے جو سوالنامہ بھیجا ہے یہ اس سے مختلف ہے جواب بھی اسی کے اعتبار سے ہوگا...... اس قسم کے غیر ذمہ دارانہ بلکہ غیر دیانت دارانہ سوالات سے آپس میں اتفاق واتحاد نہیں ہوسکتا ہے بلکہ اختلافات بڑھتے رہیں گے۔اور شرعی دارالافتاء بیچ میں بدنام ہوگا۔آئندہ اس بات کا پورا خیال رکھئے کہ جب بھی کوئی سوال قائم کیا جائے تو وہ باتفاق فریقین ہو اس میں دیانت داری پوری پوری طرح کارفرما ہو تا کہ خلوص کے ساتھ ایک دوسرے کے قریب آنے میں آپ کو یا ان کو خفت محسوس نہ ہو۔ وَاللّٰه الهادی الی سواء السبیل۔''اور اللہ ہی راہ راست کی ہدایت دینے والا ہے۔''

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۵/محرم الحرام ۱۴۰۰ھ مطابق ۲۶/نومبر ۱۹۷۹ء

استفتاء ۳۱۷

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں دین شرع متین درمیان اس مسئلہ کہ

اگر کسی مسجد کا پیش امام قیام کرے اور فاتحہ کے لئے کوئی کھانے کا سامان سامنے رکھنے کو ضروری نہیں سمجھتا ہو مگر عملاً قیام وفاتحہ کرتا ہو۔آس پاس دو تین میل تک کوئی ایسی مسجد نہ ہو جہاں پر کہ ایسا امام مل سکے جو ان چیزوں کو ضروری سمجھتا ہو گاؤں کے سارے لوگ اس امام کے پیچھے نماز ادا کرتے ہوں، گاؤں کے سنجیدہ طبقہ کی بھی امام کو مکمل حمایت حاصل ہو امام کی مخالفت کرنے میں اختلاف پیدا ہونے کا خدشہ ہو تو ایسی صورت حال میں اس مسجد میں امام کے پیچھے باجماعت نماز ادا کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــ!

اگر وہ امام صحیح العقیدہ، صالح العمل، مسائل نماز وطہارت سے واقف اور ماتجوز بہاالصلوٰۃ قرآت پر قادر ہے تو یقیناً اس کی اقتداء جائز ودرست ہے کما صرح فی کتب الفقه۔ لیکن آج کل اکثر بدمذہب اپنی بدمذہبی کی اشاعت کیلئے تقیہ بازی کرنے لگے ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ خوب جانچ پرکھ کر امامت کی اہم ذمہ داری اس کو سونپیں۔ اے بسا ابلیس آدم روئے ہست آج کل کسی عالم کے صحیح العقیدہ ہونے کی سب سے آسان جانچ یہ ہے کہ اس سے ان لوگوں کی بابت دریافت کیا جائے جن لوگوں نے شان اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم میں گستاخیاں کی ہیں کہ آیا وہ ان بدگویوں کو خارج از اسلام سمجھتے ہیں یا اپنا پیشوا مانتے ہیں اگر پیشوا مانتے ہیں تو یہ بھی انہیں کی طرح بدعقیدہ ہے اس کے علم وتقدس کا احترام نہیں کیا جائے گا بلکہ شرعاً اس کی توہین واجب ہے۔ لہٰذا ایسے شخص کو امام بنانا گناہ ہے اور اسکی اقتداء میں پڑھی ہوئی نماز واجب الاعادہ ہوگی۔ شامی باب الامامت میں ہے: لان فی تقديمه تعظيمه وقدوجب عليهم اهانته شرعاله فقط۔ ''ترجمہ: فاسق کو امامت کے لئے آگے بڑھانے میں اس کی تعظیم ہے جب کہ شرعاً اس کی اہانت واجب ہے۔'' واللہ تعالی ورسولہ اعلم!

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبـــــــــــــــــــــہ

۲۷/ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ، ۱۹/نومبر ۱۹۷۹ء

استفتـــــــــاء ۳۱۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

جو شخص داڑھی کٹاتا ہے بلکہ نہیں کے برابر رکھتا ہے اس کی امامت درست ہے یا نہیں؟ اور قرآن ایسا پڑھتا ہے کہ زبر کی جگہ الف اور پیش کی جگہ واوٗ یا اس کا عکس ط کی جگہ ت۔ ز کی جگہ ذ، صاد کی جگہ سین وغیرہ ایسے شخص کی امامت درست ہے یا نہیں؟ اور امامت کرے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟ شریعت مطہرہ سے جواب دیکر ممنون ومشکور فرمائیں۔

المستفتی: حبیب الحسن صدیقی مدرس مدرسہ شرعیہ پٹنہ

۱۲/اکتوبر ۷۹ء

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــ!

جو شخص داڑھی نہیں کے برابر رکھتا ہے وہ فاسق معلن ہے جس کی اہانت شرعاً واجب ہے اور امام بنانے میں اس کی قرار واقعی

تعظیم ہے اور دونوں کا اجتماع باطل ہے لہٰذا ایسوں کی اقتداء میں نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے فاسق کو امام بنانا ہرگز جائز نہیں فتاویٰ شامی باب الامامت صفحہ ۳۷۶ میں ہے: **لایتهم لامر دینه وبان فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعاً الخ** "اس لئے کہ فاسق دینی معاملات کا اہتمام نہیں کرتا ہے اور اسی سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ فاسق کو امامت کے لئے آگے بڑھانے میں فاسق کی تعظیم ہے اور شرعاً اس کی اہانت واجب ہے۔"

جو شخص حروف کی ادائیگی پر قادر نہ ہو اسے چاہئے کہ دوسروں کی امامت نہ کرے کیونکہ خود اس کی نماز فقہاء کے نزدیک جواز وعدم جواز کے اعتبار سے مختلف فیہ ہے فتاویٰ عالمگیری میں ہے: **فان کان لاینطق لسانه فی بعض الحروف ان لم یجد آیة لیس فیها تلک الحروف یجوز صلوته ولا یؤم غیره الخ** "ترجمہ: اگر بعض حروف کی ادائیگی زبان پر آسان نہ ہو اور ایسی آیت بھی اسے یاد نہ ہو جس میں وہ حروف نہ ہوں تو اس شخص کی نماز ہو جائے گی مگر وہ دوسروں کی امامت نہ کرے۔" پھر اسی میں ہے: **وان کان لایمکن الفصل بین المخرجین الا بمشقة کالظاء مع الضاد والصاد مع السین والطاء مع التاء اختلاف المشائخ الخ** "اگر دو حرفوں کو تمیز کرنا بغیر مشقت کے ممکن نہ ہو تو اس کے پیچھے نماز ہونے اور نہ ہونے میں مشائخ کا اختلاف ہے، جیسے ظاء کو ضاد سے اور صاد کو سین سے اور تاء کو طاء سے ادا کرنے میں تمیز نہیں کر پاتا ہو۔" ایسے شخص کو امامت کرنا جائز نہیں ہے: **کما فی العلمگیریه ولا یجوز امامته الالثغ الذی لایقدر علی التکلم ببعض الحروف الا لمثله الخ** : "ہکلے کی امامت جائز نہیں مگر اسی کی طرح جو بعض حروف ادا کرنے پر قادر نہ ہو اس کی اقتدا کر سکتا ہے۔" ہاں ایسا شخص اپنے مثل کی امامت کر سکتا ہے: **وامامة الامی قوماامیین جائزة کذافی السراجیه.** "ترجمہ: ان پڑھ کی امامت ان پڑھوں کی جماعت کے لئے جائز ہے۔ جیسا کہ سراجیہ میں ہے۔"

فقط واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم بالصواب!

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۲/ ذی قعدہ ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۶/ اکتوبر ۱۹۷۹ء

استفتاء ۳۱۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ میں کہ:

(۱) زید امامت کرتا ہے اور بکر جو ایک مشت سے کم داڑھی رکھتا ہے اسے امامت کی اجازت دیتا ہے۔ اور ہم نے ایک روز کہا کہ ایک مٹھی سے کم داڑھی رکھنے والے کے پیچھے نماز نہیں ہوتی ہے بلکہ جو نماز پڑھی گئی ہے اُسے دُہرایا جائے۔ اس پر زید جو امام ہے کہا کہ نماز کی اجازت بکر کو میں نے دی ہے اس لئے ساری نماز کا بار میرے سر ہے۔ آپ لوگ نماز نہ دُہرائیے لہٰذا شریعت کا کیا حکم ہے؟ آگاہ کریں۔

(۲) اور زید امام کا لڑکا بیوی کو تین طلاق دیکر بغیر حلالہ کئے رکھے ہے زید کا کہنا ہے کہ بیٹے پر میرا اختیار نہیں ہے میری باتوں کو نہیں سنتا ہے۔ اور زید بیٹے سے علیحدگی بھی اختیار نہیں کرتا ہے۔ اس میں شریعت مطہرہ کیا حکم دیتی ہے۔ آگاہ کریں۔

المستفتی: محمد شفیق کیروف تاج الدین خان، الکوساے، پوسٹ کوسنڈر، ضلع دھنباد

۷۸۶/۹۲

الجواب

(۱) زید بے قید مسائل شرعیہ سے ناواقف ہے اس کی اقتداء ناجائز ہے۔ واقعی تمام نمازیوں کی نمازوں کا وبال اس کی گردن پر ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ! جب تک وہ توبہ نہ کرے لائق امامت نہیں ہے فاسق معلن کی اقتداء میں جو نمازیں پڑھی گئیں ان سب کا لوٹانا واجب ہے کیونکہ اس کی اقتداء مکروہ تحریمی ہے۔ فتاویٰ شامی باب الامامت ص ۳۷۶ میں ہے: **واماالفاسق فقد عللوا کراھۃ تقدیمہ بانہ لا یھتم لامر دینہ وبان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعاالخ** ۔''ترجمہ: رہا فاسق تو فقہاء کرام نے اس کی امامت مکروہ قرار دی ہے، امر دینی کا اہتمام نہ کرنے کی وجہ سے اور اس وجہ سے کہ اس کی امامت میں اس کی تعظیم ہے۔ اور شرعاً اس کی اہانت واجب ہے۔''

(۲) امام مذکور کا لڑکا سخت گنہگار حرامکار اور مستحق عذاب نار ہے جو اس کے ساتھ نرمی و محبت کا برتاؤ کرے وہ بھی اسی عذاب الٰہی میں گرفتار ہے۔ جب تک امام مذکور کا لڑکا اپنی مطلقہ ثلاثہ کو اپنے پاس سے جدا نہ کرے اور توبہ نہ کرے اس کے ساتھ کسی قسم کا حسن سلوک جائز نہیں ہے۔ قال اللہ تعالیٰ قُوا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيكُمْ نَارًا. ''بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو جہنم کی آگ سے۔'' وَقَالَ تَعَالىٰ وَلاَ تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۔ ''ترجمہ: گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو۔''

واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم بالصواب!

الفقیر عبد الواجد قادری غفرلہ، دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۱۲ رشوال المکرم ۱۳۹۹ھ، ۵ رستمبر ۱۹۷۹ء

استفتاء ۳۲۰

مسئلہ: محترم جناب مفتی شریعت! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ جو امام کسی انسان کے حکم کی تعمیل میں نماز جنازہ کو روک دیئے اور بعد ازاں شخص مذکور سے اجازت ملنے پر نماز جنازہ پڑھائے ایسے امام کی دیگر نمازوں میں اقتداء کی جائے یا نہیں۔ حکم شرع سے مطلع فرمائیں۔

(۲) جس امام کے دل میں تعظیم رسول اکرم نہ ہو (قیام سلام کا بھی منکر ہو) اور جس کی وجہ سے لوگوں میں اختلاف ہوتو از روئے شرع واضح کیا جائے کہ ایسے امام کی اقتداء کی جائے یا نہیں؟

(۳) فاتحہ خوانی، سلام قیام کو شرک بتا کر عوام میں سراسیمگی پھیلانے والا امام شریعت کی نگاہ میں کیا مقام رکھتا ہے۔

المستفتی: منتظر شرعی فیصلہ، اصغر علی، کرانہ فروش، مقام و پوسٹ موہنڈار، ضلع سنگھ بھوم

۹۲/۸۶ھ

الجواب ـــــــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــــــ!

وعلیکم السلام ورحمتہ وبرکاتہ!

(۱) اگر وہ انسان جنازہ کا ولی ہے تو اس کی عدم اجازت کی وجہ سے نماز جنازہ میں تاخیر جائز ہے ورنہ نہیں۔ جہاں تک ہو سکے مردہ کو جلد سپرد خاک کر دینا چاہئے، کسی غیر ولی کی اجازت پر نماز جنازہ کو موقوف کرنا جائز نہیں ہے۔ **لاطاعة لمخلوق بمعصية الخالق.** ''خالق کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔'' (الحدیث) امام مذکور صالح امامت نہیں ہے کہ حکم شرع کے مقابلہ میں وہ کسی انسان کا محکوم و متبع ہے۔ **وھو تعالیٰ اعلم۔**

(۲) تعظیم رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرض ہے بلکہ تمام فرائض سے اہم واکرم۔ **قال تعالیٰ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ الآية.** ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے رسول کی تعظیم و توقیر کرو اس آیت کے تحت شفاء شریف میں یوں تفسیر کی ہے کہ ان کی تعظیم و توقیر میں خوب مبالغہ کرو۔'' **و قال في تفسيره في الشفاء اى يعظموه اعنى يبالغوه في تعظيمه وتوقيره.** پس جس شخص کے دل میں تعظیم و توقیر نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی نہ ہو وہ ہرگز ہرگز لائق امامت نہیں ہے۔ ایسوں کو امام بنانا حرام ہے۔ **بان في تقديم امامنه تعظيمه وقدوجب عليهم اهانته شرعا الخ.** ''فاسق کو امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شرعاً اس کی اہانت واجب ہے۔'' (شامی) **وھو تعالیٰ اعلم**

(۳) فاتحہ وغیرہا کو شرک بتانا شریعت طاہرہ پر اتہام اور وہابیوں کی جہالت ہے۔ امام مذکور بھی وہابیوں کا پرچارک یا وہابیت زدہ معلوم ہوتا ہے۔ اس کو منصب امامت سے معزول کرنا فرض ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ وبارک وسلّم۔**

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۱۱/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۳۲۱

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

(۱) بکر مسجد میں امامت کرتا ہے اور بکر کا بیٹا زید دوسرے ملک سے سامان لا کر اپنے ملک میں فروخت کرتا ہے اور اپنے والد بکر سے روپیہ لے کر تجارت اس طرح کی کرتا ہے۔ بکر بھی اس میں سے کچھ سامان فروخت کرتا ہے جب کہ یہ سب مال حکومت ہند کے قانون سے چوری کا ہے۔ آیا امامت بکر کی درست ہے یا نہیں؟

(۲) زید کا کہنا ہے کہ دوسرے ملک کے کپڑے علماء کرام کو خرید کر پہننا درست نہیں؟ کیا درست ہے؟

المستفتی: محمد مظہر الحق رضوی، خطیب جامع مسجد، مسلم محلہ، مقام چاس، ضلع دھنباد

۹۲/۷۸۶

الجواب بعون الملک الوہاب!

(۱) حرام کا مقدمہ بھی حرام ہے۔ ایسے ہی حرام کی معاونت بھی حرام ہے۔ جو مال چوری کا ہو اس کو خریدنا بیچنا اس کی خرید و فروخت میں مدد کرنا سب حرام ہے۔ پس امام مذکور کی امامت اعانت علی المعصیت کی وجہ سے نادرست و ناجائز ہے۔ **قال تعالیٰ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (الآیۃ)** ''گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ کرو۔ (ترجمہ کنز الایمان) **قال فی کتب الفقہ لایجوز امامۃ الفاسق لعدم اهتمام امور دینہ.** ''فاسق کو امام بنانا امور دینیہ کے خیال نہ رکھنے کی بنا پر جائز نہیں۔'' **وھو تعالیٰ اعلم۔**

(۲) جس کپڑے کی درآمد و برآمد پر باہم دونوں ملکوں کی رضامندی نہیں ہے اور اسمگل کے ذریعہ وہ آ گیا ہے تو اس کا استعمال نہ عالم کو جائز نہ غیر عالم کو اور نہ اس کی نام نہاد خرید و فروخت جائز، کہ عدم رضا کے ساتھ شرعاً کوئی بیع ہی منعقد نہیں ہوتی اور جب تک عقد شرعی نہ ہو وہ مالک کی ملک سے نہیں نکلتی۔ **قال فی فتح القدیر رکنہ الفعل الدال علی الرضاء بتبادل الملکین من قول او فعل اھ.** ''تبادلہ پر دونوں ملکوں کی رضامندی قولاً یا فعلاً ضروری ہے۔'' **وھو تعالیٰ اعلم**

عبد الواجد قادری غفرلہ خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۳۲۲

مسئلہ: محترم مفتی صاحب! السلام علیکم۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) مسجد کے پیش امام کو کس طرح کا ہونا لازم ہوتا ہے؟

(۲) مسجد کمیٹی کے سکریٹری وصدر اور ممبران کو کیسا ہونا چاہئے؟

المستفتی: حاجی محمد رفیق، اولڈ جی ٹی روڈ، ڈہری اون سون، پوسٹ ڈہری اون سون، ضلع رہتاس

۹۲/۸۶ھ

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــ !

وعلیکم السلام ورحمہ!

(۱) صحیح العقیدہ، طہارت ونماز کے مسائل جاننے والا، تصحیح الحروف اور فواحش سے بچنے والا ہونا چاہئے۔ درمختار میں ہے: **والاحق بالامامة تقدیماً بل نصبا الاعلم باحکام الصلوٰة فقط صحیحةً وفساداً بشرط اجتناب الفواحش الظاهرة ثم الاحسن تلاوة وتجویداالقرأة.** "اور امامت کا سب سے زیادہ حقدار وہ ہے جو احکام صلوٰۃ کا زیادہ جانکار ہو اس شرط کے ساتھ کہ وہ فواحش ظاہرہ سے اجتناب کرتا ہو۔ پھر وہ جو حسن تلاوت اور اچھی قرأت کا متحمل ہو۔" **وھو تعالیٰ اعلم**

(۲) صحت عقیدہ کے ساتھ پرہیز گار، تقویٰ شعار اور فسق وفجور سے بچنے والا ہونا چاہئے اور امانتداری میں دوسروں سے آگے ہو۔ **وھو مستفاد عن الکتب والسنة والفقه.** "یہی قرآن وحدیث اور فقہ سے مستفاد ہے۔" **واللہ تعالیٰ اعلم ورسوله صلی اللہ تعالیٰ علیه وعلی اله وصحبه وبارک وسلم**

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۷/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۳۲۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے ملت اسلامیہ اس مسئلہ میں کہ

ہمارے شہر کے قاضی صاحب قبلہ مدظلہ العالی صاحب علم اور جامعہ نظامیہ حیدرآباد کے فارغ التحصیل ہیں جو صحیح العقیدہ سنی حنفی ہیں۔ جس کو حکومت ریاست کرناٹک نے سرکاری قاضی مقرر کیا ہے۔ موصوف شہر کی قضاءت بھی کرتے ہیں اور تقریباً بائیس (۲۲) سال سے شہر کی ایک مسجد میں بحیثیت امام وخطیب

خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اور شہر میں اموات کی تجہیز و تکفین بھی کرتے آرہے ہیں اور عیدگاہ میں نمازِ عیدین اور خطبات پڑھاتے ہیں۔ اب بعض حضرات کہتے ہیں کہ قاضی صاحب کی امامت و خطابت درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ قاضی صاحب اموات کی تجہیز و تکفین کرتے ہیں اور نکاح خوانی کرتے ہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ (۱) کیا قاضی صاحب کی مسجد میں امامت و خطابت ناجائز و نادرست ہے؟

(۲) عیدگاہ میں قاضی صاحب کی امامت و خطابت جائز ہے یا نہیں؟ براہ کرم مستند حوالوں سے جواب مرحمت فرماکر رہنمائی فرمائیں۔ نوازش ہوگی۔

المستفتی: احقر العباد شاہ محمد سرمد پاشا قادری عفی عنہ، ہوسپیٹ، ضلع بلہاری، کرناٹک

۱۶/فروری ۱۹۸۲ء

۹۲/۸۶ ے

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوہاب ـــــــــ !

قاضی مذکور کی امامت و خطابت جائز و درست ہے، مسجد و عیدگاہ دونوں جگہ اگر وہ صالح امامت و خطابت ہیں۔ مسلمانوں کی تجہیز و تکفین کرنا یا نکاح پڑھانا کوئی شرعی عیب نہیں ہے بلکہ خوبی و اچھائی ہے۔ قال تعالیٰ تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی. "نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔" وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من استطاع منکم ان ینفع اخاہ المسلم فلینفع. وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتـــــــــــــبہ

۱۴/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۳۲۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک مسجد کے امام نے اپنی اہلیہ کا آپریشن کروایا۔ یہ جانتے ہوئے کہ یہ ناجائز و حرام ہے۔ تو کیا اب وہ امامت کے قابل رہے یا نہیں؟ شریعت مطہرہ کا اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

المستفتی: الحاج محمد حیات علی صاحب، ڈوکا بیڑا، کیرآف راغب پان دوکان، پوسٹ گڈی ضلع ہزاری باغ، پن-۸۲۹۱۰۹

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــــــ !

اگر آپریشن ضبط تولید کا تھا جس کو امام مذکور از روئے شرع ناجائز و حرام سمجھ رہا ہے، پھر بھی آپریشن کی اجازت دی یا اس میں تعاون کیا تو یہ بھی حرام ہوا۔ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَان. ''اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ کرو۔'' جب تک وہ توبہ نہ کرے قابل امامت نہیں ہے۔ لانّہ فاسق. وتقدیم الفاسق للامامة تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعاً. ''اس لئے کہ وہ فاسق ہے اور فاسق کو امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ اس کی اہانت واجب ہے۔'' (ردالمحتار) وھو تعالیٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کـــــــــتـــــــــبـــــــــہ

۱۳/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۳۲۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

فی الوقت جو امام مسجد میں امامت کی خدمت انجام دے رہے ہیں وہ کئی ایک زنا میں پکڑائے۔ یہاں تک کہ وہ ایک حاجی صاحب کی بیوی کو نکال کر تیرہ روز تک بستی کے قریب ایک جنگل میں چھپا کر رکھا۔ یہ بھی حاجی ہیں اور مرید جناب سیدنا شاہ احسن الہدیٰ صاحب مونگیری کے ہیں ان کو قانون شریعت سے کسی طرح سزا نہیں دی گئی ہے۔ کیا ان کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟ یا یہ جناب قابل امامت ہیں یا نہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

نوٹ: پیشگی رقم ایک روپیہ قبول فرمائیں۔

المستفتی: محمد مبارک حسین، ورک شاپ، مقام وپوسٹ گدی، ضلع ہزاری باغ، بہار

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــــــ !

امام مذکور جو زنا کاری ومعصیت شعاری میں پکڑا گیا، ہرگز لائق امامت نہیں ہے۔ جب تک وہ توبہ نہ کرے اس کو امام بنانا گناہ اور اس کی اقتداء ناجائز ہے۔ اس کی امامت میں جتنی نمازیں پڑھی جائیں گی سب کا لوٹانا واجب ہوگا۔ لان تقدیم الفاسق للامامة تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعا. ''اس لئے کہ فاسق کو امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ اس کی اہانت شرعاً واجب ہے۔'' (شامی). صلوٰۃ ادیت مع کراهة التحریمة وجب اعادتها. ''ہر وہ نماز جو کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی اس کا

اعادہ واجب ہے۔" وھو تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ وبارک وسلم۔

نوٹ: بغیر کسی وضاحت کے ایک روپیہ ملا۔ مد کی وضاحت ضروری ہے تاکہ اس کو اسی مد میں استعمال کیا جائے۔ بالفرض اگر مسئلہ میں کسی قسم کی رعایت مقصود ہو تو اس کا دینا لینا دونوں حرام ہے۔ لاَ تَاكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ۔ "اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔" (ترجمہ کنز الایمان)

اور اگر خالصاً لوجہ اللہ ہدیہ واعانت مقصود ہو تو جائز ہے۔ وھو اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۷/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۳۲۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

ایک شخص منفرد نماز پڑھ رہا تھا۔ دوسرے نے اس کی نماز کو فرض گمان کرتے ہوئے اس کی اقتداء کرلی۔ منفرد نے قرأت وتکبیرات جہر سے کہنا شروع کیا اور امامت کی نیت بھی کرلی۔ بعد نماز جو تحقیق کیا گیا تو معلوم ہوا کہ واقعی وہ اسی وقت کی نماز فرض پڑھ رہا تھا۔ کیا درمیان نماز میں منفرد امامت کی نیت کرسکتا ہے اور کیا صورت مذکورہ میں دونوں کی نمازیں ہوگئیں۔ بینوا وتوجروا!

المستفتی: محمد فیض رضا، مدرسہ سراج العلوم، مہراج گنج، اورنگ آباد

۹۲/۷۸۶

الجواب ــــــ بعون الملک الوھاب ــــــ!

امامت کا قصد ضروری نہیں اور اگر کرلیا تو درست ہے۔ والامام ینوی ماینوی المنفرد ولایحتاج الی نیۃ الامامۃ الخ. "امام منفرد کی طرح نیت کرے گا اور امامت کی نیت ضروری نہیں۔" (ہندیہ ج۱، ص ۶۵)۔ صورت مسئولہ میں دونوں کی نمازیں ہوگئیں۔ والاقتداء بہ فی صلوتہ یجزیہ الخ. "منفرد کی نماز میں اسی کی اقتداء کی نیت سے شامل ہونا کافی ہے۔" عالمگیری

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۷/ ربیع النور ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۳۲۷

مسئلہ: قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین بحضور حضرت علامہ مفتی عبدالواجد صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ، السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ! کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ

(۱) یہ حق ہے کہ ان چار اماموں میں کسی ایک کی تقلید کرنا دین اسلام میں ضروری ہے۔ آیا رفع یدین کرنا حضرت امام حنبل علیہ الرحمۃ الرضوان کے نزدیک جائز تھا جب ہی تو بڑے پیر صاحب نے کیا؟ اور احادیث کریمہ میں رفع یدین کو منسوخ بتایا گیا ہے۔ پھر بڑے پیر کا کرنا، یہ کیونکر ہوا؟ کیا بعض امامین کے نزدیک یہ منسوخ کردہ حدیث کی کوئی قدر نہیں ہے؟ اگر ہے تو پھر کیوں کیا گیا۔ پھر اس سے پتہ چلتا ہے کہ سرکار بڑے پیر علیہ الرحمۃ نے کیا۔ اب بھی جو لوگ کرتے ہیں، جائز کرتے ہیں؟ کیا درست ہے؟ اس کی کیا وجہ ہے؟ اماموں میں کون کون امام کے نزدیک رفع یدین کرنا جائز ہے؟ پھر ہے تو کیوں کر؟ بینوا وتوجروا۔

(۲) حضرت غوث الاعظم علیہ الرحمۃ والرضوان حنبلی تھے تو آج بھی حنبلی لوگ موجود ہیں۔ کیا جو حنبلی موجود ہیں وہ وہی حنبلی ہیں؟ یعنی احمد بن حنبل کی تقلید کرنے والے؟ اگر ہیں تو پھر ان کے پیچھے حنفی کی اقتداء جائز ہے کہ نہیں؟ مدلل جواب دیں۔ بینوا وتوجروا۔

المستفتی: محمد مظہر الحق رضوی، جاروب کش دربار ولی اللہ علیہ الرحمہ، جامع مسجد، مسلم محلہ چاس، دھنباد

۹۲/۸۶ ۷

الجواب ـــــــــــ بعون الملک الوهاب ـــــــــــ!

وعلیکم السلام ورحمۃ

(۱) احادیث کریمہ کو جانچنے پرکھنے کے لئے ائمہ کرام محدثین عظام علیہم الرحمۃ الی یوم القیام۔ نے کچھ اصول وضوابط اور قواعد مقرر فرمادیئے ہیں۔ احادیث مبارکہ کو انہیں اوزان پر جانچا پرکھا جاتا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ جو حدیث قلت رواۃ کی بنا پر ایک وقت صحیح ہو وہی بعد میں حسن ہو جائے اور پھر کثرت رواۃ نیز عہد نبوی سے دوری کی بنا پر وہی حدیث ضعیف ہو جائے، یا یہ بھی ممکن ہے کہ ایک ہی حدیث ایک وقت میں ایک روایت سے صحیح ہو، دوسری روایت سے حسن ہو اور تیسری روایت سے ضعیف ہو۔ اس کی صدہا مثالیں کتب احادیث میں ملتی ہیں۔ مثلاً ایک ہی حدیث کے متعلق امام ترمذی فرماتے ہیں: ھذا الحدیث حسن صحیح غریب الخ. "یہ حدیث حسن صحیح اور غریب ہے۔" پس جو حدیثیں عہد نبوی کے قرب اور کثرت فلاح وتقویٰ کے سبب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بروایات حسن وصحیح پہنچیں اس میں سے بعض حدیثیں عہد نبوی کی دوری اور کثرت شر وفساد کی وجہ سے بعد کے ائمہ کے نزدیک بروایات غریب وضعیف پہنچیں۔ تو جو احادیث بروایات حسنہ وصحیحہ پہنچیں اس سے مسائل دینیہ کا

استخراج ہوااور یہ قرب وبعد کی وجہ سے مختلف ہوتا رہا۔ جو حدیث اپنی رواۃ کی بنا پر دوسری حدیث کی ناسخ ہے، بہت ممکن ہے کہ وہی حدیث اپنی رواۃ کثیرہ کی وجہ سے قابل نسخ بعد میں نہ رہی اس لئے امام اعظم کا احادیث کی روشنی میں رفع یدین نہ کرنا جس طرح حق ہے اسی طرح امام احمد بن حنبل اور امام شافعی کا احادیث کی روشنی میں رفع یدین کرنا حق ہے۔ یقیناً اپنے اپنے امام کی اتباع میں جو رفع یدین کرتے یا نہیں کرتے ہیں وہ دونوں حق پر ہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۲) حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام زمانہ حضرت احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد تھے۔ آج بھی جو ان کی تقلید کرتے ہیں حنبلی کہلاتے ہیں۔ حنبلیوں کی اقتداء حنفیوں کو اس وقت جائز و درست ہے جب کہ حنبلی امام مواضع خلاف میں مسائل احناف کی رعایت کرے۔ تقلیداً رفع یدین کرنے کے سبب سے یا آمین بالجبر کی وجہ سے ان کی اقتداء ناجائز نہیں ہوگی۔ والاقتداء بشافعی المذهب انما یصح اذا کان الامام یتحامیٰ مواضع الخلاف الخ. (عالمگیری، ج ا، ص:۸۳)

''شافعی مذہب کی اقتداء اس وقت درست ہے جب مواضع اختلاف میں احناف کے مسائل کی رعایت کرے۔'' وھو تعالیٰ اعلم

الفقیر عبد الواجد قادری غفرلہ خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۸/ ذی الحجہ ۱۴۱۰ھ

استفتاء ۳۲۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

امام صاحب کا جبہ چمکتی ہوئی کالے رنگ کا سلک کا ہے اس کپڑے میں چمک ہے اسے پہن کر خطبہ پڑھنا یا امامت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ امید کہ ضرور جواب سے نوازیں گے بہت مہربانی ہوگی۔ فقط

المستفتی: فضل کریم گاندھی روڈ پوسٹ بیرمتراپور، ضلع: سندرگڑھ (اڑیسہ)

۸۶/۹۲ء

الجواب

سلک اور ریشم کے کپڑوں کا فرق:

اگر وہ ریشم کا جبہ نہیں ہے بلکہ سلک کا ہے (جو ایک قسم کے پودوں کی چھال سے بنتا ہے) تو جائز و درست ہے بلکہ ریشم یا زری کے بہت سے گوٹے بھی چار چار انگل سے کم کے لگے ہوں جو دور سے متمیز ہو سکیں تو شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں ہے اس سے خطبہ ونماز اور امامت جائز ہے: کما ورد ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم نهی عن لبس الحریر (الحدیث) فعلم ان الحریر حرام للرجل واما ثیاب القطن وماسواء الحریر سواء. واللہ تعالیٰ اعلم ورسوله صلی اللہ

علیہ وسلم۔

الفقیر عبدالواحد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کـــــــــــــــتبہ

۸/ ذوقعدہ ۱۴۰۰ھ، ۱۹ستمبر ۱۹۸۰ء

استفتاء ۳۲۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے ملت ومفتیان شریعت اس مسئلہ میں کہ:

(۱) زید بستی کی مسجد میں امامت کرتا ہے وہ علمائے دیوبند سے میل جول رکھتا ہے اس کی محبت کا دم بھرتا ہے اس کی مجلسوں میں شرکت کرتا ہے اسے برحق سمجھتا ہے۔ دیوبندیوں کے یہاں شادی بیاہ کرتا ہے ایسے امام کی اقتداء میں نماز درست ہوگی یا نہیں؟

(۲) اگر دیوبندی یا وہابی مرجائے تو اس کے جنازے میں شریک ہونا اور نماز پڑھنا کیسا ہے؟ جو پڑھتا ہے اس کے لئے کیا حکم ہے؟ ایسے کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟

(۳) جو شخص دیوبندی پیر سے مرید ہو اس کے بتائے ہوئے راستہ پر چلے اس سے خلوص ومحبت رکھے اس کے بتائے ہوئے اوراد وظائف پڑھے اور لوگوں سے یہ کہے کہ ہم سنی ہیں اس کے لئے شریعت طاہرہ میں کیا حکم ہے؟ ایسے شخص کی اقتداء کرنا یا اس کے جنازہ کی نماز پڑھنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ جو ایسے لوگوں کے جنازہ سے روکے اس کا کیا حکم ہے؟

(۴) جو شخص ایسے بدعقیدہ کی اقتداء نہ کرے اور یہ کہے کہ جب وہ وہابی دیوبندی کو اچھا جانتا ہے تو اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہئے۔ اس کے لئے شرع کا کیا حکم ہے؟

(۵) جو شخص ایسے عقیدہ رکھنے والے کے پیچھے اس کی بدعقیدگی کی بنا پر نماز عید نہ پڑھے اور اپنے عقیدہ والوں (سنی) کی جماعت الگ کر کے نماز عید ادا کرے اس کی نماز شرعاً جائز ہوئی کہ نہیں؟ افتراق بین المسلمین کا گناہ تو اس پر نہیں ہوگا؟

(۶) ایسا شخص جو بریلوی علماء اور سنی صحیح العقیدہ لوگوں کو برا کہے گالیاں دے زنا کا الزام لگائے اس کیلئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۷) دیوبندی عقیدہ والوں کو جو اچھا سمجھے اس کی اقتداء میں نماز پڑھے اس کو اپنے یہاں وعظ وتقریر کے جلسہ میں دعوت دے دیوبندی سے مرید ہو۔ ایسے شخص سے میل جول رکھنا اس سے سلام کلام کرنا، اس کے

یہاں شادی بیاہ کرنا شرعاً کیسا ہے؟ جو لوگ ایسا کرتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟

(۸) جن لوگوں نے جماعت سے الگ پڑھنے والوں پر دباؤ ڈالا اور کہا کہ مقررہ سابق امام کے پیچھے نماز پڑھو اور علماء کا فتویٰ منگواؤ اگر وہ ناجائز لکھیں گے تو تمہاری نماز کی ضمانت ہم لیتے ہیں اس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟ کیا ادائیگی نماز کی قبولیت وصحت کی ضمانت لی جاسکتی ہے۔

(۹) کچھ لوگ سنی صحیح العقیدہ پر آوازے کستے ہیں اور لوگوں سے کہتے ہیں کہ یہ بریلوی عقیدہ کا ہے، اس کے یہاں نہ کھاؤ نہ ان سے میل جول رکھو ہم لوگ دیوبندی ہیں ان سے تعلقات رکھنا جائز نہیں ایسے لوگوں کے لئے شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

(۱۰) ایسی صورت میں جبکہ اس بستی میں ایک ہی مسجد ہے جس پر ان ہی لوگوں (دیوبندی) کا قبضہ واقتدار ہے اور وہ لوگ مسجد کو اپنی ملکیت سمجھتے ہیں اور امامت کو اپنی میراث سمجھتے ہیں اس مسجد میں ہم لوگوں کا جانا خطرہ سے خالی نہیں ہے بلکہ ہنگامہ آرائی اور فتنہ وفساد کا اندیشہ ہے ایسی صورت میں سنی حضرات کیا کریں؟ اسی مسجد میں نماز پڑھیں یا اپنی عبادت گاہ الگ بنائیں؟

(۱۱) کچھ لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ عالم عالم سب برابر ہیں سب مسلمان ہیں خواہ وہ کسی عقیدے کے ہوں دیوبندی یا وہابی، یا بریلی ہوں ہم کسی کو برا نہیں کہتے ہیں ان کے اعمال ان کے ساتھ ہیں ہم سب کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ ایسے لوگوں کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟ ایسے لوگوں کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے یا نہیں؟ ضروری گزارش یہ ہے کہ ہماری بستی میں اختلاف مسلک وعقائد کے پیش نظر سخت ہنگامہ ہے عوام کو شرعی فیصلہ کا انتظار ہے اس لئے جہاں تک ممکن ہو اول فرصت میں مدلل مفصل جواب عنایت فرما کر ہم لوگوں کی رہنمائی کی جائے تاکہ حق ظاہر ہو اور لوگوں کو ہدایت حاصل ہو بقرعید کا موقع قریب ہے اس لئے جلد سے جلد کاروائی مکمل کردی جائے۔ فقط

المستفتی: محمد فیض الحسن رضوی A/33، ربندراسرانی کلکتہ ۷۳

۹۲/۸۶ ء

الجواب

دیوبندی بریلوی میں امتیازی فرق:

دیوبندی اور بریلوی دو مختلف مذہبی نظریات کا نام ہے ان دونوں کے درمیان فروعی نہیں بلکہ اصولی اختلافات ہیں۔ اول الذکر (دیوبندی) بعض صفات باری تعالیٰ کو ممکن مانتا ہے جبکہ آخر الذکر (بریلوی) تمام صفات الٰہیہ عزوجل کو واجب تسلیم کرتا ہے۔ اول الذکر (دیوبندی) حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کو جسیم وزنی گردانتا ہے جبکہ آخر الذکر جسم سے منزہ اور نور مطلق مانتا ہے اول الذکر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کبریٰ کا منکر ہے جب کہ آخر الذکر آپ کی شفاعت پر یقین رکھتا ہے۔

اول الذکر سید الانبیاء علیہ وعلیہم الصلوۃ والسلام کے علم شریف کو شیطان علیہ اللعن سے بھی کم سمجھتا ہے جبکہ آخر الذکر آپ کے علم شریف کی وسعت ساری خدائی سے زیادہ مانتا ہے۔ اول الذکر نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے علم غیب کو چوپایوں کے ایسا سمجھتا ہے جبکہ آخر الذکر آپ کے علم غیب کو نبوت عظمیٰ کے شایان شان تسلیم کرتا ہے۔ اول الذکر خاتم النبیین علیہ وعلیہم الصلوۃ والسلام کے آخری نبی ہونے کا عقیدہ جاہل عوام کا خیال سمجھتا ہے جبکہ آخر الذکر کے نزدیک یہ مسلمات عقائد سے ہے۔ اس قسم کے بے شمار اصولی اختلافات ہیں۔ جن کی بنیاد پر یہ دونوں دو مختلف ناموں کے ساتھ موسوم ہو گئے ہیں اول الذکر کے مذکورہ قسم کے عقائد بدعیہ کی وجہ سے علمائے عرب وعجم نے ان پر ان کفر وارتداد کا فتویٰ دیا ہے اور ان کے ساتھ وہی سلوک روا رکھا ہے جو مرتدوں کے ساتھ ہے، ابھی کے عرف میں اس کو دیوبندی کہتے ہیں لیکن بہت سے بھولے بھالے مسلمان ان مرتدوں کے عقائد سے واقف نہیں ہیں۔ اور ان کے ظاہری تقویٰ طہارت کے دام تزویر میں پھنس گئے ہیں۔ اور بغیر ان کے عقائد کی تحقیق کئے ہوئے ان کا دم بھرنے لگے ہیں ظاہر ہے کہ ایسے انجانوں کا حکم وہ نہیں ہو گا جو واقفین کا ہے۔ ہاں اگر مرتدوں کے عقائد بدعیہ ان پر پیش کئے جاویں اور وہ ان عقائد پر نفرین وملامت نہ کریں تو یقیناً حتماً وہ انہیں میں سے ہیں اور ان کا بھی حکم وہی ہو گا جو ان کے سربراہوں کا ہے۔ اس مختصر تمہید کے بعد اپنے سوالات کے جوابات مطالعہ کیجئے۔ وباللہ التوفیق و به نستعین۔

محبان وہابیہ کی اقتداء:

(۱) ہرگز جائز نہیں ہے، ان کو امام بنانا گناہ اور جتنی نمازیں پڑھی گئیں ہیں سب کا لوٹانا فرض ہے۔ ولان فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقدوجب علیهم اهانته شرعاً الخ فتاوی شامی. وهو اعلم

دیوبندیوں کی نماز جنازہ:

(۲) حرام ہے: قال الله تعالیٰ لَا تُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ الخ وهو اعلم!

دیوبندیوں سے مرید ہونا:

(۳) اگر ان کے عقائد سے واقف ہو کر مرید ومتبع ہوا تو وہ بھی انہیں میں سے ہے اس کی نماز اور اقتداء دونوں حرام ہے کمامر آنفا۔ وهو اعلم!

دیوبندی سے نفرت کرنے والا:

(۴) وہ متبع شریعت ہے: رزقنا الله تعالیٰ وایاه اتباعها. وهو تعالیٰ اعلم!

دیوبندی کی جماعت کا حکم:

(۵) مرتدوں کی جماعت لہو ولہب ہے اس سے علیحدہ ہو کر جماعت قائم کرنا فرض ہے، وہ مسلمان ہی نہیں پھر افتراق بین المسلمین کا الزام کیونکر عائد ہو گا۔ قال الله تعالیٰ لَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ وهو تعالیٰ اعلم ورسوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم!

اہل حق کو برا کہنا:

(۶) ایسا شخص عند الشرع فاسق وفاجر اور مستحق تعزیر ہے: لقوله صلى الله عليه واله وسلم ، وسبابه فسق الخ وقال الله تعالى فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِيْنَ جِلْدَةً الخ وهو اتعالىٰ اعلم.

اہل باطل سے محبت:

(۷) حدیث پاک میں ارشاد ہے: الرجل على دين خليله فلينظر احدكم من يخائل الخ رواه ابوداؤد والترمذی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ (آدمی اپنے دوست کے مذہب پر ہوتا ہے اب وہ غور کرے کہ کس سے دوستی کرتا ہے) بد مذہبوں سے دوستی، صاحب سلامت، میل جول اور اس سے وعظ وتقریر کرانا حرام ہے تفسیر عزیزی میں مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ بابدعتیان انس ودوستی پیدا کند نور ایمان وحلاوت آن از وے بر گیرند الخ ولقوله صلى الله عليه وسلم ،، المرءُ مع من احب الخ وهو اعلم!

اہل باطل کی اقتداء:

(۸) معاذ اللہ تعالیٰ جب کسی کی بد مذہبیت ظاہر ہو چکی تو اس کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے لئے کسی مسلمان کو مجبور کرنا حرام حرام حرام اشد حرام ہے بلکہ اعلام بقواطع الاسلام میں باتفاق علماء اسے کفر لکھا،،او استحسنه اورضی به يكفر اه زندگی میں کوئی کسی کی نماز کا ضامن نہیں ہو سکتا ہے لَهَامَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ الخ. وهو اعلم

اہل حق سے کنارہ کشی:

(۹) جو لوگ ایسا کہتے ہیں وہ یقیناً دیوبندی ہیں بغیر توبہ خالص کے اب اگر ان کا دعوی سنیت بھی ہو تو وہ عند الشرع قابل قبول نہیں ہے۔

اہل باطل کی مسجد کا حکم:

(۱۰) فتنہ وفساد کی جگہ سے مسلمانوں کو ہٹ ہی کے رہنا چاہئے اَلْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ (قرآن کریم) بد مذہبوں کی مسجد نما عمارت مسجد کے حکم میں نہیں اور نہ اس میں نماز پڑھنا مسجد میں نماز پڑھنے کے برابر ہے اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الآخر الخ (قرآن کریم) بیشک جہاں مسجدیں نہیں ہیں اور مسلمانوں کی آبادی موجود ہے وہاں مسجد بنانا کار ثواب بلکہ شعائر اسلام سے ہے۔ من بنى مسجداًبنى الله له بيتاًفى الجنة (الحدیث)

صلح کلی کا حکم:

(۱۱) یہ لوگ کسی نئے مذہب کے بانی معلوم ہوتے ہیں جو قرآن کریم اور احادیث نبویہ سے بے نیاز ہو کر الگ تھلگ اپنی راہ متعین کرنا چاہتے ہیں۔ قرآن کا ارشاد ہے: هَلْ يَسْتَوِى اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ الخ (کیا دوزخی اور جنتی برابر ہو سکتے ہیں) اور حدیث پاک کا حکم ہے۔ وَاِيَّاكُمْ وَاِيَّاهُمْ لَايُضِلُّوْنَكُمْ وَلَايَفْتِنُوْنَكُمْ (بد مذہبوں سے دور رہو اور ان کو

اپنے سے دور رکھو کہ کہیں وہ تم کو گمراہی اور فتنہ میں مبتلا نہ کر دیں) دوسری حدیث پاک میں ہے: الذنب شوم علیٰ غیر فاعله وان رضی به شارکه ،، گناہ ایک کرتا ہے اور اس کا وبال دوسرے ساتھیوں پر بھی ہوتا ہے اور وجیز کردری میں ارشاد فرمایا: یجب اکفار الخوارج فی الکفار همجیع الامة سواهم (خوارج کو کافر کہنا ضروری ہے اس وجہ سے کہ وہ اپنے ہم مذہب کے سوا سب کو کافر کہتے ہیں) اور علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے وہابیہ کو خوارج میں شمار فرمایا (ردالمحتار) وہابیہ اور دیوبندیہ آپس میں متحد العقائد میں (فتاویٰ رشیدیہ) اس لئے ان بدمذہبوں کو بھی کافر جاننا واجب ہے شفاء شریف میں ہے: اجمع العلماء ان من شک فی کفره وعذابه فقد کفر اھ "ان تمام شواہد کو پس پشت ڈال دینا اور اپنی ڈگر علیحدہ بنانا کسی بددین ہی کا کام ہو سکتا ہے لہٰذا ایسوں کو امام بنانا شدید گناہ"۔ غنیۃ میں ہے: المبتدع فاسق من حیث الاعتقاد هو اشد من الفسق من حیث العمل الخ. واللہ تعالیٰ اعلم ورسوله صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم.

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۶/ ذیقعدہ ۱۴۰۰ھ، ۱۷/ ستمبر ۱۹۸۰ء

استفتاء ۳۳۰

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
زید ایک عالم پاس شدہ شخص ہے مگر ان کے ساتھ ثقل سماعت کا مرض ہے۔ جب کوئی بات ان سے کہا جاتا ہے تو زور سے بولنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ آیا اب وہ امامت کرسکتا ہے یا نہیں اور ان کی اقتدا میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟ مدلل جواب سے ناچیز کو نوازیں۔

المستفتی: محمد بشیر الدین حبیبی، خطیب مسجد، کھالوسی محلہ، مدھوپورہ (دمکا)

۹۲/۷۸۶

الجواب ــــــ بعون الملک الوهاب ــــــ!

ثقل سماعت عدم امامت کا سبب نہیں ہے۔ جب زید عالم دین صالح امامت ہے تو اس کی اقتداء جائز اور امامت درست ہے۔ کذافی کتب الفقه. وهو تعالیٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

یکم ذوالقعدہ ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۱۳۳۱

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع ان مسائل میں کہ

(۱) نسبندی مسلمان کو کرانا کیسا ہے؟ اور جس نے نسبندی کرالیا ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنا یا اسے اپنا امام بنانا کیسا ہے؟ جانور ذبح کرے یا قربانی کرے یا نیاز وفاتحہ کرے تو جائز ہے یا ناجائز؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

(۲) کوئی مولوی یا امام مسجد نے نسبندی کرالیا ہو یا اپنی بیوی کا آپریشن کرادیا ہو اور وہ پھر توبہ کرنا چاہتا ہو تو اس کا کیا راستہ ہے؟ بینوا وتوجروا!

المستفتی: ذاکر حسین، علیم آباد اہیاری، ضلع دربھنگہ، بہار
۹۲/۸۶ ء

الجواب

نسبندی کی شرعی ممانعت:

(۱) نسبندی خلق الٰہی میں تغیر اور نسل انسانی کو منقطع کرنا ہے لہٰذا حرام ہے۔ **قال تعالیٰ: فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ الآية.** ''اور ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیز بدل دیں گے۔'' (کنزالایمان) **وقال فی الدر المختار: وجاز خصاء البهائم حتى الهرة واما خصاء الآدمی فحرام الخ.** ''اور درمختار میں ہے کہ جانوروں کو خصی کرنا جائز ہے یہاں تک کہ بلا کو اور آدمی کا خصی ہونا حرام ہے۔'' اور جو مرتکب حرام ہو وہ جب تک توبہ استغفار نہ کرے اس کی اقتدا جائز نہیں ہے۔ **لانه فاسق وتقديم الفاسق للامامة حرام كما قال العلامة الشامی فی فتاواه،، وتقديمه للامامة تعظيمه وقدوجب عليهم اهانته شرعا الخ.** ''اس لئے کہ وہ فاسق ہے اور فاسق کو امامت کے لئے آگے بڑھانا حرام ہے جیسا کہ علامہ شامی علیہ الرحمہ نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا کہ فاسق کو امامت کے لئے آگے بڑھانے میں اس کی تعظیم ہے جب کہ شرعاً اس کی اہانت واجب ہے۔'' فاتحہ نیاز کرنے اور ذبح کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ **والله تعالیٰ اعلم!**

(۲) **نسبندی کے بعد توبہ:** عام مسلمان کے سامنے اپنے کرتوت پر نادم وشرمندہ ہو اور آئندہ اس قسم کے اقدام نہ کرنے کا عہد کرے یہی توبہ ہے اور اگر ایسا کرلے تو گویا کہ وہ گناہوں سے پاک صاف ہوگیا۔ **لقوله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم. اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَاذَنْبَ لَهٗ** (الحدیث) ''گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہی ہے گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔''

والله تعالیٰ اعلم ورسوله صلى الله تعالیٰ عليه وعلى اله وصحبه وسلم.

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۱۸/شوال ۱۴۰۱ھ

استفتاء ۳۳۲

مسئلہ: علماء دین وشرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ:
عیب دار نابینا کے پیچھے نماز جائز ہے کہ نہیں؟ اس کی ایک آنکھ چیچک کی بیماری کی وجہ سے پھپھولے پڑ کر عیب دار ہوگئی ہے دوسری آنکھ کی روشنی نہیں ہے کسی مولوی نے کہا ہے کہ اس کے پیچھے نماز درست نہیں ہے۔ وہ نابینا تقریباً بیس سال سے لڑکے لڑکیوں کو پڑھاتا لکھاتا ہے تو حضور سے گذارش ہے کہ اس مسئلہ کے متعلق از روئے شریعت جلد سے جلد فیصلہ فرمادیں نوازش ہوگی۔
المستفتی: غلام زین العابدین، مقام منوہر پور، پوسٹ رائے پور، وایہ نارائن پور، ضلع بھاگلپور، بہار
۹۲/۸۶ے

الجواب!

نابینا کی امامت:

اگر اس نابینا سے نماز وطہارت کے مسائل کو زیادہ جاننے والا یا اس کے برابر کوئی شخص جماعت میں موجود ہو اور دیگر خرابیاں صحت امامت کے خلاف اس میں نہ ہو تو ایسی صورت میں اس نابینا کی امامت مکروہ تنزیہی ہے اور اگر وہی نابینا نماز وطہارت کے مسائل کو زیادہ جاننے والا ہے اور طہارت کا خیال بھی رکھتا ہے تو اسی نابینا کو امام بنانا بہتر ہے جس مولوی نے کہا کہ نابینا کے پیچھے نماز درست نہیں ہے اس نے غلط کہا۔ البحر الرائق میں ہے: **قید کراھة امامة الاعمیٰ فی المحیط وغیرہ بان لایکون افضل القوم فان کان افضلھم فھو اولیٰ.** ''محیط وغیرہ میں اندھے کی امامت کو کراہت کے ساتھ مقید کیا گیا ہے جب مقتدیوں میں اُس سے افضل نہ ہو اور اگر مقتدیوں میں سب سے افضل ہو تو وہی اولیٰ ہے۔'' **واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم!**

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۱/شوال المکرم ۱۴۰۱ھ

استفتاء ۳۳۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ:
(۱)　زید دانستہ طور پر عمرو کی رقم کو جو کسی پر دین ہے غصب کرنا چاہتا ہے اور غاصب کی حمایت اور مدد کرتا ہے اور اپنے چند معتقدوں کو عمرو سے لڑنے اور فساد کرنے پر آمادہ کرتا ہے غاصب صاحب اقتدار ہے۔ لہٰذا

زیداس کی خواہشمندی کے تحت ایسا کرتا ہے تاکہ اس مالک کی اس پر مزید عنایت وکرم رہیں ایسے شخص کی اقتداءدرست ہے کہ نہیں اوراس کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کے لئے کیا حکم ہے؟

(۲) کیا اقامت (تکبیر) صرف جماعت کے لئے ہے یا دیگر نمازوں میں بھی اس کی ضرورت پڑتی ہے مثلاً فرض، نفل، سنت، وتر جمعہ اورعید وغیرہ میں مدلل جواب دیں۔فقط

المستفتی :عبدالقدوس، خان منزل، پرسونی ضلع سیتامڑھی، بہار

۹۲/۸۶ع

الجواب

(۱) بسلسلۂ غصب غاصب کی حمایت ومدد کرنا اشدتر حرام ہے: قال تعالیٰ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ. (گناہ اور سرکشی میں باہم مدد نہ دو) لہٰذا زید بے قید حرص وہوا کا صید لائق امامت نہیں ہے۔اس کوامام بنانا ناجائز اوراس کی اقتداءنا درست ایسی نمازوں کولوٹانا واجب ہے جواس کی اقتداء میں پڑھی گئی کل صلوٰۃ ادیت مع کراهیۃ التحریم یجب اعادتہا الخ (ہروہ نماز جوکراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی ہواس کا اعادہ واجب ہے) جولوگ اس کی امامت سے خوش ہیں انھیں بھی توبہ کرنی چاہیے اگرانھیں غاصب کی حمایت کرنا معلوم ہو۔وھو تعالیٰ اعلم!

کیا اقامت صرف جماعت کے لئے ہے:

(۲) اقامت صرف نمازوں کیلئے سنت ہے اورظاہر یہی ہے کہ جماعت کے لئے ہے بقیہ دوسری کسی نماز کے لئے نہیں ہے صرف فرض پڑھنے والے منفرد کواختیار ہے چاہے تواقامت کہہ لے والاقامة مثل الاذان فی کونہ سنة للفرائض فقط کذافی البحر الرائق. ولیس لغیر الصلوات الخمس والجمعة (عالمگیری) ''صرف فرائض کے لئے سنت ہونے میں اقامت آذان کی طرح ہے۔بحرالرائق میں ایسے ہی ہے، پنج وقتی اورنماز جمعہ کے سوااقامت نہیں ہے۔''تو سوائے پنج وقتی وجمعہ کے کسی اورنماز میں اس کی ضرورت نہیں اورنہ شرع شریف سے ثابت ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاءادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۱/شوال المکرّم ۱۴۰۱ھ،۲۲/اگست ۱۹۸۱ء

استفتاء ۳۳۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں

(۱) تکبیر میں حی علی الصلوٰۃ پراٹھنا کیسا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں بتایا جائے۔

(۲) جمعہ کے خطبہ کے بعد امام صاحب کو جائے نماز پر بیٹھ جانا چاہیے یا کھڑارہنا چاہیے؟ کہاں تک یہ

درست ہے؟ براہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں لکھ کر بتائیں۔فقط

المستفتی: محمد صلاح الدین، ڈرائیور، مقام بہرہ تبترہ، آرہ (بھوجپور)

۸/ستمبر ۱۹۸۱ء

۷۸۶/۹۲

الجواب ـــــــــــــــــ بعون الملک، الوہاب ـــــــــــــــــ !

(۱) کتب احادیث وفقہ سے ثابت اور سنت ہے۔لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم **لاَ تَقُومُوْا حَتّٰی تَرَوْنِیْ الخ**۔ ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم کھڑے نہ ہو یہاں کہ مجھے دیکھ لو۔'' **وقال فی ردالمحتار قال فی الذخیرة یقوم الامام والقوم اذاقال الموذن حی علی الفلاح عندعلمائناالثلثة الخ.** ''ردالمحتار میں ذخیرہ کے حوالے سے منقول ہے علماء ثلثہ کے نزدیک امام ومقتدی اس وقت کھڑے ہوں جب مؤذن حی علی الفلاح کہے۔'' **وھو تعالیٰ اعلم.**

(۲) خطیب جو پہلے ہی سے کھڑا ہے، تکبیرا قامت کے وقت اسے بیٹھنا ضروری نہیں۔ ہاں جو مقتدی بیٹھے ہوئے ہیں وہ حی علی الفلاح کے وقت نماز کے واسطے کھڑے ہوں۔ ہٰکذا فی فتاویٰ امجدیہ، باب الجمعہ، ج۱،ص۲۹۹۔ ''فتاویٰ امجدیہ باب الجمعہ میں ایسے ہی ہے۔'' **واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وبارک وسلم۔**

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتـــــــــــــــبہ

۸/ذی القعدہ ۱۴۰۱ھ

استفتـــــــاء ۳۳۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ

زید حرامی اولاد ہے۔یعنی حرامی ہے، جو کبھی کبھی نماز پڑھا دیتا ہے۔تو کیا ازروئے شریعت زید کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟ اور ایسے آدمی کو امام بنانا کیسا ہے۔شرعی جواب عنایت کر کے شکریہ کا موقع دیں۔ نوازش ہوگی۔

المستفتی: محمد جمال الدین، مقام وپوسٹ صاحب گنج، ضلع مظفر پور

۷۸۶/۹۲

الجواب ـــــــــــــــــ بعون الملک الوہاب ـــــــــــــــــ !

حرامی کی امامت:

ولدالزنا (حرامی) کی امامت کو فقہائے کرام نے مکروہ فرمایا اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ اس کو علم سیکھنے کا موقع نہیں ملتا ہے کیوں کہ اس کا کوئی باپ نہیں۔اور اگر وہ شخص باوجود ولدالزنا ہونے کے علم دین حاصل کر چکا تو اب اس کی امامت میں کوئی کراہت

نہیں۔ بلکہ علم وفضل میں اگر اس کے مقابل کوئی دوسرا شخص جماعت کے اندر نہ ہوتو وہی (حرامی) احق امامت اور افضل واولیٰ ہے۔ "ان کان صالحاً، عالماً، ورعاً یجوز امامته بل هو اولیٰ من غیره هکذاحققه صدر الشریعة مولیٰناشاہ امجدعلی علیه الرحمة فی فتاوٰہ عن الشامی" "ترجمہ: اگر صالح و پرہیزگار اور تقویٰ والا ہے تو اس کی امامت جائز ہے بلکہ دوسروں سے وہی بہتر ہے، صدرالشریعہ علیہ الرحمہ نے اپنے فتاویٰ میں فتاویٰ شامی کے حوالہ سے یہ تحقیق فرمائی ہے۔" اور اگر علم وفضل میں اس (ولدالزنا) کے برابر کوئی دوسرا جماعت میں موجود ہو جونسب کے اعتبار سے اشرف ہوتو وہ دوسرا شخص شرافت نسب کے سبب احق بالامامت ہوگا۔ قال فی العالمگیری، جلد۱، صفحہ۸۲۔ فان تسووا(فی العلم والقرأۃ والورع وغیرها) فاشرفهم نسباً کذا فی فتح القدیر . "ترجمہ: اگر چند لوگ علم، قرأت اور پرہیزگاری میں برابر ہوں تو جونسب کے اعتبار سے شریف ہو اسی کی امامت اولیٰ ہے فتح القدیر میں ایسے ہی ہے۔" انتهی والله تعالیٰ اعلم و رسوله وصلّی الله تعالیٰ علیه و علی اٰله وصحبه و بارک وسلم۔

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۲/شوال المکرم ۱۴۰۱ھ ۲۳/اگست ۱۹۸۱ء

استفتاء ۳۳۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین وفضلائے شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

زید امامت کرتا ہے اور رمضان المبارک میں مسجد کے اندر مائک پر فلمی ریکارڈ بجواتا ہے جس میں مغلظات اور گندے گانے ہوتے ہیں۔ کیا ایسا ریکارڈ بجوانا شرعاً جائز ہے اور مسجد کے اندر اس قسم کی حرکت کرنے والے کی امامت درست ہے؟

المستفتی: حافظ عبدالمجید، مدرسہ گلشن اجمیر رضا نگر، پھسروڑا کخانہ، ڈھوری ضلع، گریڈیہہ

۸۶/۹۲

الجواب ـــــــــــ بعون الملک الوهاب ـــــــــــ !

مسجد کے مائیک پر فلمی گانا:

صورت مسئولہ میں شعائر اللہ (جس میں مسجد بھی ہے) کی عظمت کا مذاق اڑایا گیا اور جہاں تک ان فحش گانوں کی آواز پہنچی، سب کو گنہگار بنانے کی کوشش کی گئی۔ مبسوط میں ہے: استماع الملاهی والتغنی کلها حرام لان التغنی واستماع الغنا حرام الخ "موسیقی اور گانا سننا سب کے سب حرام ہیں اس لئے کہ گانا۔ گانا اور گانا سننا حرام ہے۔" اور ہدایہ میں ہے: دلت المسئلة علی ان الملاهی کلها حرام الخ "مسئلہ اس پر دلالت کررہا ہے کہ سب موسیقی حرام ہے۔" اگر امام بے زمام نے ان

فحش گانوں کواوراس کے ساز باز کو مسجد شریف میں بجانا حلال جانا ہو تو اسے تجدید ایمان وتجدید نکاح کا حکم دیا جائے گا کہ اس نے احترام مسجد کو غارت کیا اور ایسے حرام کو حلال جانا جو دلائل قاطعہ سے ثابت ہے۔ قال فی العالمگیری جلد ۲، صفحہ ۱۸۹۔ من اعتقد الحرام حلالاً اوعلی القلب یکفر الخ ''جس نے حرام کو حلال کا عقیدہ رکھا یا اسکا برعکس تو اس کی تکفیر کی جائیگی۔'' اور اگر غفلت وجہالت کے سبب سے ایسا ہوا تو کفر نہیں او بحکم الجھل لایکون کفرا۔ ''یا جہالت کی وجہ سے کافر نہیں ہوگا۔'' دریں صورت تجدید ایمان و نکاح کا حکم نہیں ہوگا۔ البتہ توبہ استغفار اس پر اب بھی واجب ہے کہ وہ اپنی غفلت وکوتاہی کے سبب فاسق وفاجر ضرور ہے۔ اگر وہ اس صورت میں توبہ استغفار نہ کرے تو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ بانہ لایھتم لامر دینہ وبان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعاً ''اس لئے کہ فاسق امور دینیہ کا اہتمام نہیں کرتا ہے اسی سے یہ معلوم ہوا کہ فاسق کو امامت کے لئے آگے بڑھانے میں اس کی تعظیم ہے جب کہ شرعاً اس کی اہانت واجب ہے۔'' (شامی باب الامامت، جلد ۱، صفحہ ۳۷۶)

وقال فیہ ولذالم یجز لصلوٰۃ خلفہ اصلا عن مالک وعن احمد الخ. وھو تعالیٰ اعلم۔

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۳/شوال المکرم ۱۴۰۱ھ

استفتاء ۳۴۷

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید مدرسہ کے ہیڈ مدرس اور امام ہیں۔ انہوں نے کھجور کا تاڑی پی لیا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس گھڑے میں لے کر گھوم کر بیچنے والے سے خرید کر پیا اس بنا پر ان کو امامت سے ہٹا دیا گیا ہے۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ امامت کر سکتے ہیں، بچوں کو پڑھا سکتے ہیں۔ لیکن عوام میں ہنگامہ ہے کہ وہ امامت نہیں کر سکتے ہیں۔ انہوں نے مسئلہ جانتے ہوئے ایسا کیوں کیا؟ بہر حال قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں کہ مسئلہ حل ہو جائے۔ زید اپنی غلطی پر توبہ کرتا ہے۔ جب کہ زید نے اس سے پہلے ایک اور غلطی یہ کی تھی کہ ایک ہندو (غیر قوم) کی وفات کے بعد اس کے گھر جا کر قرآن شریف تلاوت کیا تھا اور اس کے حق میں دعائیں کی تھی۔ جب عوام میں ہنگامہ ہوا تو انہوں نے معافی مانگی اور توبہ کیا۔ مگر کسی ادارہ سے کوئی فتویٰ نہیں منگوایا تھا اور امامت کرتے رہے ہیں۔ ایسے عالم کو امام ومدرس بنایا جائے یا نہیں؟

المستفتی: آزاد عالم خان قادری تیغی کیر آف بھولا پنڈت پان دوکان، شفیق نگر-۴، پوسٹ اکھڑا، ضلع بردوان

۹۲/۸۶ء

الجواب ـــــــــــــ بعون الملک الوهاب ـــــــــــــ !

خالص توبہ گناہوں کو ایسا مٹا دیتی ہے جیسے کوئی گناہ ہی نہیں ہوا۔ زید نے جب توبہ کر لیا ہے تو بشرط صالح امامت اسے دوبارہ اسی منصب پر بحال کیا جا سکتا ہے۔ لقوله علیه الصلوٰة والسلام التائب من الذنب کمن لا ذنب له ."نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس قول کی بناء پر کہ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہی ہے گویا اس نے گناہ ہی نہیں کیا۔" زید نے اگر کھجور کا رس پیا ہے جس میں جوش وسکر نہیں تھا تو اس پر توبہ بھی نہیں۔ لیکن اس سے بچنے میں سلامتی ہے اور اگر اس رس میں جوش یا سکر پیدا ہو چکا تھا تو اس کا تھوڑا حصہ بھی پینا حرام ہے۔ ما اکثره حرام فقلیله حرام ."جس چیز کا کثیر مقدار حرام ہے اس کا قلیل مقدار بھی حرام ہے۔" اس کے بیچنے والے پر توبہ استغفار واجب ہے۔ وهو تعالیٰ اعلم ورسوله صلی الله تعالیٰ علیه وعلی اله وصحبه وبارک وسلم.

نوٹ : ہندو کے گھر جا کر تلاوت کے بعد ایصال ثواب کرنا عند الشرع کفر ہے۔ جس میں صرف توبہ سے کام نہیں چلے گا بلکہ توبہ کے بعد تجدید ایمان اور بیوی والا ہو تو تجدید نکاح بھی ضروری ہے پھر اگر وہ صالح امامت ہو تو منصب امامت پر بحال کیا جا سکتا ہے۔ وهو اعلم

عبد الواجد قادری غفرلہ خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۸/ ربیع الآخر ۱۴۰۳ھ

استفتاء ۳۲۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید قرآن کریم کی آیات مبارکہ صحت کے ساتھ نہیں پڑھتا ہے بلکہ مخارج میں پر، باریک، مد کی تمیز نہیں اور ضاد کو ز اور ج کو ظ پڑھتا ہے۔ کیا ایسے امام کے پیچھے نماز صحیح ہوگی؟

المستفتی: حافظ عبد المجید، مدرسہ گلشن اجمیر رضا نگر، پھسروڈا کخانہ، ڈھوری، ضلع گریڈیہہ

۹۲/۸۶ء

الجواب ـــــــــــــ بعون الملک الوهاب ـــــــــــــ !

جو امام مخارج کی ادائیگی کے ساتھ تلاوت نہ کرے:

مذکور فی السوال امام کی امامت درست نہیں کیوں کہ قرآن کریم کو تجوید (ادائے مخارج) کے ساتھ پڑھنا لازم ہے اور اس کی رعایت نہ کرنا گناہ ہے۔ امام جزری فرماتے ہیں "والاخذ بالتجوید حتم لازم ولم یجود القرآن فهو آثم"

تجوید کے ساتھ قرآن کو پڑھنا لازم وضروری ہے جس نے تجوید قرآن کی رعایت نہ کی وہ گنہگار ہے۔" جو امام ادائے مخارج پر قادر نہ ہو اور ضاد کو ز پڑھتا ہو یا جیم کو ظا پڑھتا ہو اس کی اقتداء مکروہ تحریمی ہے۔ **وکذا من لایقدر علی التلفظ بحرف من الحروف.** "اسی وجہ سے امام مالک اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہما کے نزدیک اس کے پیچھے نماز جائز نہیں۔" (ردالمحتار باب الامامت) اور جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھی گئیں اس کا لوٹانا واجب ہے۔ **قال العلامہ** شامی فی فتاوہ "**کل صلوٰۃ ادیت کراھیۃ التحریمۃ تجب اعادتھا الخ.**" "ہر وہ نماز جو مکروہ تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی ہو اس کا لوٹانا واجب ہے۔" **وھو تعالیٰ اعلم**

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۳/ شوال المکرم ۱۴۰۱ھ

استفتاء ۳۳۹

مسئلہ: جناب مولانا و مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

قرآن وحدیث کی روشنی میں ان سوالات کا جواب دیں، کرم ہوگا۔

(۱) زید نے اپنی بیوی کا آپریشن کرادیا ہے تا کہ زیادہ بچے پیدا نہ ہوں کہ یہ اچھا نہیں۔ زید امام بن سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) خود آپریشن نہ کرا کر بیوی کا آپریشن لوگ کرا سکتے ہیں کہ نہیں؟ یہ سوچ کر کہ زیادہ بچہ پیدا کرنا اچھا نہیں۔

(۳) عمر نماز پنجگانہ نہیں پڑھتا ہے، صرف جمعہ کی نماز پڑھتا ہے۔ وہ امامت کر سکتا ہے کہ نہیں جب کہ اس کے مقابلہ میں دوسرے لوگ لکھے پڑھے اور نماز پنجگانہ کے پابند موجود ہوں؟

(۴) جو آدمی داڑھی نہیں رکھتا ہو، نکلنے پر حجامت بنوا دیتا ہو، وہ نماز کی امامت کر سکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی: حافظ محمد اکرام الدین، مقام رام کنڈہ، بچلاٹولہ، پوسٹ رام کنڈہ، ضلع پلاموں، بہار

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــ بعون الملک الوھاب ــــــ!

وعلیکم السلام ورحمتہ وبرکاتہ!

(۱) زید بے قید پر توبہ واجب ہے۔ توبہ کے بعد اگر وہ صالح امامت ہے تو امامت کر سکتا ہے ورنہ نہیں۔ **وھو اعلم**

(۲) خود آپریشن ضبط تولید کا کرائے یا بیوی کا کرادے دونوں حرام ہے۔ افزائش نسل قدرت کے تحت ہے لوگوں کا کام نہیں اور اس کو اچھا نہ سمجھنا فعل قدرت وقضائے الٰہی میں دخل دینا ہے۔ اور رضائے رسول علیہ السلام کی مخالفت ہے۔ **وھو اعلم**

(۳) عمرو بدترین فاسق وفاجر ہے کہ نماز پنجگانہ کا تارک ہے۔ وہ ہرگز امامت کے لائق نہیں۔ اس پر توبہ واجب ہے۔ **وھو اعلم**

(۴) جس کی داڑھی ایک مشت سے کم ہو اس کو امام بنانا گناہ۔ ایسا شخص امامت نہیں کرسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتـــــــــــــــــــــــــــــــــــبہ

۱۷/ ذوالقعدۃ الحرام ۱۴۰۳ھ

استفتـــــــاء ۳۴۰

مسئلہ: خدمت اقدس میں چند سوالات بھیج رہا ہوں۔ اُمید کہ شرعی جوابات سے ممنون و مشکور فرمانے کی زحمت کریں گے۔

(۱) فقیروں کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ ہاں یا نہ میں جواب دیجئے۔

(۲) جو مولوی صاحب کسی پیر سے مرید نہ ہوں کیا ان کے پیچھے نماز جائز ہے؟

(۳) انصاری برادری کا رتبہ بڑا ہے یا فقیر کا؟ اللہ تعالیٰ کے یہاں کس کی بزرگی زیادہ ہے؟

(۴) مسجد کا امام اگر غریب ہو تو وہ قربانی کا چمڑہ وغیرہ لے سکتا ہے یا نہیں؟

(۵) درزی کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

ایک شاہ صاحب آٹھ سال سے امامت کے فرائض انجام دے رہے ہیں مگر ایک انصاری بھائی جو درزی کا کام کرتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ فقیر کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔ یہاں تک کہ عثمان شاہ کو منبر پر سے اتار دیا گیا۔ حضور سے عرض کروں گا کہ یہ عزت کا سوال ہے۔ ایسا جواب دیں کہ ہم فقیروں کی عزت رہ جائے اور ہم لوگ خدا اور سول کی غلامی کرتے رہیں۔ اور دین کو روشن کرتے رہیں۔

المستفتی: مولوی مقبول احمد شاہ، مقام تیتریا شڈیہہ، پوسٹ پلونجیا (برنی)، ضلع گریڈیہہ، بہار

۷۸۶/۹۲

الجواب ـــــــــــــــ بعون الملک الوهاب ـــــــــــــــ

(۱) فقیر اگر مسلمان اور صالح امامت ہے تو اس کے پیچھے نماز جائز و درست ہے۔ **کما فی سائر الکتب الحدیث والفقه۔** ''جیسا کہ حدیث وفقہ کی تمام کتابوں میں ہے۔'' **وهو تعالیٰ اعلم**

(۲) اگر امامت کی صلاحیت ان کے اندر ہے تو ان کے پیچھے بھی نماز جائز ہے۔ مگر انہیں کسی جامع شرائط پیر سے مرید بھی ہو جانا چاہئے کہ اس میں دوسرے فوائد ہیں۔ **وهو تعالیٰ اعلم**

(۳) نہ انصاریوں کا رتبہ بڑا ہے نہ فقیروں کا۔ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ. (سورۃ الحجرات: ۱۳) ''بیشک اللہ کے یہاں تم میں

زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔'' (ترجمہ کنزالایمان) مرتبہ صرف اسی کا بڑا ہے جو زیادہ متقی و پرہیزگار ہے۔

وھو تعالیٰ اعلم

(۴) ہاں اگر ایسا غریب ہے کہ صاحب نصاب نہیں، تو زکاۃ وفطرہ بھی لے سکتا ہے اور چرم قربانی تو یوں بھی لے سکتا ہے اگر صاحب قربانی اسے دے دیں۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۵) اگر وہ مسلمان اور صالح امامت ہیں تو بیشک ان کے پیچھے بھی نماز جائز ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

نوٹ: انصاری، درزی یا فقیر وغیرہ ہونا کوئی چیز نہیں۔ بلکہ مسلمان اور متقی و پرہیزگار رہنا خدا اور رسول (جل وعلیٰ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی خوشنودی کا سبب ہے۔ اگر کوئی فقیر صالح امامت ہے تو اس کی اقتداء جائز ہے۔ بے وجہ شرعی کسی مسلمان کو ذلیل کرنا حرام ہے۔ من اذی مسلماً فقد اذانی و من اذانی فقداذاللّٰہ. ''جس نے بلا وجہ شرعی کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی۔'' (الحدیث)

کتبہ

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۷/ ذی الحجۃ الحرام ۱۴۰۳ھ

استفتاء ۳۴۱

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ

(۱) مقتدی امام کی تابعداری کرتے ہیں تو پھر امام کس کی تابع رہتا ہے؟

(۲) کوئی کام خلاف سنت مؤکدہ یا خلاف سنت متوارثہ کرنا کیسا ہے؟

(۳) کیا عربی کے ساتھ اردو میں خطبہ جمعہ ممبر پر پڑھ سکتے ہیں۔ یہ بات درمختار اور ردالمحتار سے کہیں ثابت ہے یا نہیں؟ خطبۂ جمعہ سے مراد لوگوں کے لئے نصیحت ہے اگر عربی نہیں سمجھتے ہوں تو کیا اردو میں پڑھ سکتے ہیں؟ مجموعہ خطب حرمین شریفین صفحہ ۲ پر لکھا ہوا ہے کہ لوگ جب زبان عربی نہ جانتے ہوں تو دوسری زبان جو سمجھتے ہوں خطبہ پڑھنا امام اعظم کے پاس درست ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

المستفتی: نثار احمد...... پاٹل گلی میراج ۴۱۰ ۱۶، ضلع سنگلی ایم، ایس

۸۶/۹۲ ء

الجواب

(۱) وعلیکم السلام! امام حکم خدا و رسول کے تابع رہتا ہے۔ وھو اعلم!

(۲) مکروہ تحریمی ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم!

(۳) جمعہ کا خطبہ غیر عربی میں پڑھنا صحیح نہیں ہے عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ صفحہ ۲۴۲ میں ہے: لاشک فی ان الخطبة بغیر العربیة خلاف السنة المتوارثه من النبی صلی الله تعالی علیه وسلم "اس میں کوئی شک نہیں کہ غیر عربی میں خطبہ دینا سنت متوارثہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے۔" اور نہ خطبہ کو کسی دوسری زبان میں خلط ملط کرنا جائز ہے عمدۃ الرعایہ ہی صفحہ ۲۴۴ میں ہے: فی الخطبة لانها صلاة الخ "دوران خطبہ کلام کرنا منع ہے اس لئے کہ خطبہ مثل نماز ہے۔" جب جمعہ کا خطبہ صحت جمعہ کیلئے شرط ہے بلکہ نماز کا ایک حصہ ہے تو اس کو صرف نصیحت قرار دینا دین سے ناواقفیت ہے، دور خلفاء راشدین میں عجم کے بیشمار شہروں میں جمعہ کی نماز ہوتی تھی اور صحابۂ کرام خود ہی نماز جمعہ پڑھاتے تھے باوجود کہ بعض صحابۂ کرام عجم کی مختلف زبانوں پر قدرت رکھتے تھے مگر کبھی خطبہ میں دوسری زبانوں کو استعمال نہیں فرمایا حالانکہ عجم میں اس وقت بھی لوگ عربی نہیں سمجھتے تھے اور افہام وتفہیم کے لئے اس وقت کے مقابلہ میں اس وقت دوسری زبانوں کا استعمال زیادہ ضروری تھا لیکن کسی سے ثابت نہیں کیونکہ شرط نماز کو جس طرح شارع علیہ السلام نے شروع فرمایا ہے تقاضائے شرع یہ ہے کہ اس کو اسی طرح باقی رکھا جائے۔ میزان جلد اول صفحہ ۱۴۳ میں ہے: فان کان کل باب لم یفتحه الشارع فلیس لاحدان یفتحه الخ۔ "جس باب کو شارع علیہ السلام نے نہیں کھولا اس باب کو کھولنا کسی کے لئے جائز نہیں۔"

درمختار اور ردالمحتار دونوں فقہ حنفی کی معتبر کتابیں ہیں لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ تمام دینی مسائل انہیں دو کتابوں میں محدود ہو کے رہ جائیں پھر بھی آپ دونوں کتابوں کا مطالعہ کیجئے انشاء اللہ تعالیٰ مذکورہ فی السوال مسئلہ کا حل اسی سے نکل آئے گا۔ واللہ تعالی ورسوله اعلم۔ مجموعہ خطب حرمین کا مسئلہ صحیح نہیں ہے بلکہ امام اعظم علیہ الرحمۃ پر اتہام ہے۔

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۳/صفر المظفر ۱۴۰۰ھ، ۱۲/جنوری ۱۹۸۰ء

استفتاء ۳۴۲

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں کہ

ہمارے یہاں سندر گڑھ ڈینگی باڑی مسجد کے پیش امام صاحب دن بھر مسجد کے حجرہ میں ٹیپ ریکارڈر سے گانا سنتے رہتے ہیں اور صبح کی نماز اکثر قضا ہوتی رہتی ہے اور آوارہ قسم کے لوگوں سے فحش قسم کی گالیاں وغیرہ بکتے ہیں، جماعت سے تنخواہ اور کھانے کا انتظام ہونے کے باوجود کرائے کی دوکان بھی کھولے ہوئے ہیں جہاں اکثر اچھے اور برے قسم کے لوگ بھی آتے جاتے ہیں اور ابھی وہ کنوارے بھی ہیں اور کرتا تنگ پہنتے ہیں، ڈیزائن دار پھول پتی والے۔ ایسے پیش امام مسجد میں پیش امامی کر سکتے ہیں یا نہیں اور

مقتدی ان کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ قرآن اور حدیث کی روشنی میں جواب تحریر فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

المستفتی: سید جمیل احمد، تحصیل آفس، سندر گڑھ-۷۷۰۰۰۱، اڑیسہ

۹۲/۸۶ء

الجواب ——— بعون الملک الوهاب ———!

بر تقدیر صحت سوال اگر واقعی امام مذکور ٹیپ ریکارڈر سے گانا باجہ سنتا ہے تو وہ لائق امامت نہیں ہے لانه لایهتم لامر دینه. "چونکہ وہ دینی امور کا اہتمام نہیں کرتا۔" بلکہ وہ امر حرام کا مرتکب ہو کر فاسق و فاجر ہے کل لهو حرام. "ہر کھیل حرام ہے۔" اور فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے: لانه فی تقدیمه تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعا. "چونکہ امام بنانا ان کی تعظیم ہے حالانکہ فاسق کی شرعاً اہانت واجب ہے۔" (شامی) ان کی اقتداء درست نہیں۔ جتنی نمازیں پڑھی جائیں گی ان سب کا لوٹانا واجب ہوگا۔ صلوة ادیت علی کراهة التحریمة تجب اعادتها. "نماز جو کراہت تحریمی کیساتھ ادا کی گئی اس کا لوٹانا واجب ہے۔" (فتاویٰ امجدیہ)۔ وھو تعالیٰ اعلم.

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۱۷/شوال ۱۴۰۳ھ، ۲۸/ جولائی ۱۹۸۳ء

استفتاء ۳۴۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ

داڑھی ترشوانے یعنی شریعت کے مطابق نہ رکھنے والا (ایک مشت سے کم رکھنے والا) حافظ قرآن کے پیچھے بے نمازی شریعت کے مطابق داڑھی رکھنے والے کی نماز ہوگی یا نہیں؟ اور جو شریعت کے مطابق داڑھی رکھتا ہو لیکن قرآن پاک صاف وصحیح نہیں پڑھ سکتا ہو اس کی نماز ایسے حافظ قرآن کے پیچھے ہوگی یا نہیں؟

المستفتی: منظور احمد برکاتی، مقام و پوسٹ جری ڈیہہ بازار، وایہ بیرمو، ضلع گریڈیہہ۔۸۲۹۱۱۴، بہار

۹۲/۸۶ء

الجواب ——— بعون الملک الوهاب ———!

حافظ قرآن جو داڑھی ترشوا کر حد شرع سے کم کرانے والا ہو اس کی اقتداء مکروہ تحریمی ہے۔ جس قدر نمازیں اس کی اقتداء میں پڑھی گئیں یا پڑھی جائیں گی سب کا لوٹانا واجب ہے: صلوة ادیت مع کراهة التحریم تجب اعادتها. "جو نماز مکروہ تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی اس کا لوٹانا واجب ہے۔" (درمختار، ردالمحتار) داڑھی پوری طرح رکھنے والے یا قرآن شریف صاف وصحیح نہ

پڑھنے والے دونوں کے لئے فاسق امام کی اقتداء ناجائز ہے۔ نماز ہو جانے کا یہ مطلب ہے کہ وجوب سر سے نہیں ٹلے گا۔
وھو تعالیٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۱۳/شوال المکرم ۱۴۰۳ھ، ۲۴/ جولائی ۱۹۸۳ء

استفتاء ۳۴۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ
نابینا حافظ قرآن کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟ جب کہ ایک سید صاحب عقل وفہم میں کامل اور مسائل ضروریہ سے واقف ہیں اور وہاں کی مسجد کے امام اور مدرسہ کے مدرس ہیں۔ کیا ان کی موجودگی میں حافظ صاحب موصوف نماز پڑھا سکتے ہیں؟ واضح ہو کہ اسی گاؤں کے لوگ ہیں جنہوں نے عیدگاہ پر اعتراض کیا ہے۔ یہ ضد ہیں کہ نابینا حافظ صاحب ہماری مسجد کے امام ہیں۔ لہٰذا عید کی نماز بھی حافظ صاحب نابینا پڑھائیں گے۔ مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔ حافظ صاحب موصوف کی بینائی صرف اس قدر ہے کہ وہ اشارہ کو ہی محسوس کرتے ہیں۔

المستفتی: سید مولوی عبدالغفار، مقام جلہن، میاں ٹولہ
پوسٹ منگلا پور، راجپور، وایہ سنگرام پور، ضلع موتیہاری، بہار

۹۲/۸۶ء

الجواب ـــــــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــــــ
اگر نابینا حافظ نماز وطہارت کے مسائل سے واقف ہو اور خود بھی طہارت کا خیال رکھتا ہو تو امامت اس کی درست ہے۔
بہتر یہ ہے کہ تقویٰ شعار، عالم دین کو امامت کا منصب سپرد کیا جائے۔ وھو تعالیٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۶/شوال المکرم ۱۴۰۳ھ

استفتاء ۳۴۵

مسئلہ! کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) کسی گھر یا مکان میں دیوار کے کسی جاندار کی تصویر نصب ہو یا لٹکایا گیا ہو خواہ وہ تصویر مجسمہ یا عکسی شکل میں ہو اس صورت میں اس جگہ نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

(۲) جاندار کی تصویر گھر میں رکھنا کیسا ہے فقہ حنفی کے اعتبار سے قرآن وسنت کی روشنی میں بالدلیل آگاہ فرمائیں۔

المستفتی: محمد مقبول انصاری زیڈ تھری نمبر ۱۲۰ ڈاکٹر عبدالخبیر روڈ کلکتہ ۴۴، فون: ۵۶۷۵-۴۵

مورخہ ۲۲/ جنوری ۱۹۸۱ء

۷۸۶/۹۲

الجواب

(۱) تصویر خواہ مجسمہ ہو یا عکسی۔ موضع سجود پر ہو یا سامنے دیوار پر یا چھت میں وہاں نماز پڑھنی مکروہ تحریمی ہے بدائع میں ہے: **من کراھته الصلوة وان لم تکن مقطوعة الروس فتکره الصلوة فیه الخ.** ''کراہت صلوٰۃ میں سے یہ ہے کہ اگر تصویر کا سر کٹا ہوا نہ ہو تو نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔'' اور فتح الباری شرح بخاری میں ہے: **سواء کان فی ثوب اوبساط اودینار اودرهم اوفلس اوحائط الخ وقال فی رد المحتار ویکره الدخول الیٰ بیت فیه صور علی سقفه او حیطانه الخ.** ''تصویر خواہ کپڑا میں ہو یا بچھونا میں یا درہم میں یا سکہ میں یا دیوار میں یکساں حکم ہے اور ردالمحتار میں ہے کہ اس گھر میں داخل ہونا مکروہ ہے جس گھر کی چھت یا دیوار پر تصویر ہو۔''

(۲) جاندار کی تصویر گھر میں رکھنا ناجائز وحرام ہے حدیث صحیح میں ارشاد فرمایا گیا: **اشد الناس عذاباً یوم القیمة الذین یصورون هذه الصور (بخاری ومسلم بطرق متعددة والفاظ مختلفه)** ''قیامت کے دن اس شخص کو سخت عذاب دی جائے گی جو تصویر بناتے ہیں اس حدیث کو بخاری ومسلم نے متعدد طرق الفاظ مختلفہ کے ساتھ بیان فرمایا۔'' فتح الباری میں ہے: **قال اصحابنا وغیرهم تصویر صورة الحیوان حرام اشد التحریم وهو من الکبائر الخ.** ''ہمارے اصحاب اور ان کے علاوہ بزرگوں نے فرمایا کہ کسی جاندار کی تصویر بنانا حرام اشد حرام اور گناہ کبیرہ میں سے ہے۔'' **واللہ تعالیٰ اعلم ورسوله صلی اللہ علیه واله وصحبه وسلم!**

کتبہ الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۲۳/ ربیع النور ۱۴۰۱ھ، ۳۰/ جنوری ۱۹۸۱ء

استفتاء ۳۴۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مسائل مندرجہ ذیل میں کہ

(۱) ۳۳ سالہ امامت کے فرائض انجام دینے والے امام کو غیر متشرع دو چار مسلمانوں کے ذریعہ تہمت بدکاری عائد کئے جانے کی سالوں پرانی عادت کی بنا پر جبراً استعفیٰ لینا درست ہے یا نہیں؟ مزید وضاحت کے لئے یہ بات صاف کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ مذکورہ پیش امام مقبول ومحبوب رہے، صرف چند بدکار قسم کے لوگوں کو ان سے کینہ وعداوت رہی ہے اور اس قسم کے الزامات وہ برابر ہی لگاتے چلے آرہے ہیں۔ کمیٹی مذکورہ میں صدر ودیگر ارکانِ کمیٹی میں سب سے اہل اور بہتر ہوتے ہوئے بھی مشتبہ سمجھے جانے لگے ہیں کیوں کہ ان کی تجارت بتوں کی ہے۔ پھر امام موصوف کو مسجد میں زدوکوب کرنے والے کی حمایت میں انہوں نے امام سے جبراً استعفیٰ لے لیا۔ امام پر بہتان تراشی کا جو قدیمی دستور غیر متشرع لوگوں نے عائد کیا وہ مناسب گواہ وشہادت کی عدم موجودگی میں ناقابل تسلیم تھا۔ اس لئے ان کمیٹی والوں سے عوامی سطح پر عالم دین سے ان مسئلوں کا فتویٰ حاصل کرنے کو کہا گیا جسے کمیٹی نے بالاتفاق مسترد کردیا اور کہا کہ ''مولوی کا ساتھ مولوی دے گا۔ فتویٰ طلب کرکے ہم لوگ حماقت نہیں کریں گے''۔ ان ساری باتوں کا بالتفصیل جواب عنایت کریں تاکہ شرعی فضا قائم کرنے کی سمت کوشش کی جائے۔

(۲) کمیٹی کو فوری طور پر برخاست کرنے کی مہم عوامی سطح پر چل پڑی ہے اور لوگوں کو امام کی بے حرمتی سے صدمہ ہوا ہے۔ عوام کثرت سے کمیٹی کے مخالف ہوگئے ہیں۔ لہٰذا کمیٹی ہٰذا کی مخالفت کہاں تک درست ہے؟

المستفتی: نسیم اختر، سبزی باغ، پٹنہ-۴

۹۲/۸۶ ۷

الجواب ــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــ

(۱) اگر امام صحیح العقیدہ، مسائل نماز وطہارت کا جاننے والا ہو تو اسے ایسی تہمت کی بنیاد پر جو حجت شرعیہ سے پایہ تحقیق کو نہ پہنچے، منصب امامت سے ہٹانا جائز نہیں ہے۔ کما صرح الصدر الشریعہ فی فتاواہ۔ کمیٹی والوں کا جو قول سائل نے نقل کیا ہے اگر واقعی ان لوگوں نے فتاویٰ شرعیہ کو حماقت پر محمول کیا ہے تو یہ ارشاد باری کے قطعی خلاف ہے۔ فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (سورۃ النحل:۴۳)۔ بلکہ استخفاف شرع شریف ہے۔ لہٰذا قول مذکور کے تمام قائلوں پر تجدید ایمان اور توبہ ضروری ہے اور اگر وہ بیوی والے ہوں تو سب پر تجدید نکاح بھی ضروری ہے۔ **قال الشامی قلت ویظھر من ھذا ان کان دلیل الاستخفاف یکفر به وان لم یقصد الاستخفاف.** ''علامہ شامی نے فرمایا کہ اگر اس سے استخفاف کی دلیل ظاہر ہوتی ہے تو اس کی تکفیر کی جائے گی

اگرچہ قائل نے استخفاف کا قصد نہ کیا ہو۔'' وھو تعالیٰ اعلم!

(۲) جو باتیں سوالنامہ میں کمیٹی کی جانب منسوب کی گئی ہیں۔ اگر فی الواقع کمیٹی والے اس کے مرتکب ہیں تو ایسی کمیٹی کو مسجد کے انتظام و انصرام میں رہنے کا کوئی حق نہیں بلکہ جواز نہیں۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ مسجد کے انتظامیہ میں ایسے افراد کو لائیں جو نمازی، دیندار، ذی علم اور مخلص ہوں۔ قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمِنٌ. ''مشورہ دینے والے کو امانت دار ہونا چاہیے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ وبارک وسلم۔

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲/صفر المظفر ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۳۴۷

مسئله: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں کہ
ہمارے شہر کی جامع مسجد میں طویل عرصہ سے منبر محراب کے بائیں جانب نصب تھا جس کی وجہ سے عیدین، برسات، تیز دھوپ میں مصلّیوں کے ہجوم اور جگہ کی تنگی کی وجہ سے اندرون مسجد جب ایک صف کا اضافہ کیا جاتا تھا تو منبر کی وجہ سے صف اول میں پانچ چھ آدمیوں کی جگہ خالی رہ جاتی تھی اور قطع صف کا نقصان پیدا ہو جاتا تھا۔ نیز منبر کے سامنے دیوار حائل ہونے کی وجہ سے اذان ثانی بھی اندرون مسجد میں امام کے قریب دی جاتی تھی۔ متولیان مسجد نے مذکورہ نقصانات کے پیش نظر منبر کو محراب کے اندر ہی نصب کروا دیا ہے جس سے اندرون مسجد مکمل تین صفوں کی جگہ نکل آئی ہے اور اذان ثانی بھی خارج مسجد ہونے لگی ہے۔ زید کا کہنا ہے کہ ایک سنت پر تو عمل کیا جا رہا ہے اور منبر کو محراب کے اندر ڈال کر دوسری سنت کی مخالفت کی جا رہی ہے۔ جائے افسوس ہے۔ لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا واقعی محراب کے اندر منبر کو نصب کرنا خلاف سنت ہے اور اس میں شرعی گرفت اور قباحت و کراہت ہے۔ (۲) مندرجہ بالا وجوہات کے تحت اگر ایسا کیا جائے تو شرعی حکم کیا ہے؟ مطلع فرما کر مشکور فرمائیں۔ بینوا و توجروا۔

المستفتی: مصلّیان شاہی جامع مسجد، دربار مارگ، کاٹھمنڈو، نیپال
۱۳/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۳ھ

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــــ!
اگر مسجدیت کی تکمیل کے قبل سے وہاں منبر نصب ہے جب تو اس میں اصلاً حرج نہیں اور نہ اسے وہاں سے ہٹانے کی چنداں ضرورت لیکن یہ مستبعد ہے کہ اتمام مسجدیت کے قبل وہاں منبر ہو اور تکمیل مسجدیت کے بعد ایسی جگہ منبر بنانا کہ اس سے قطع صف ہو، مکروہ تحریمی ہے اور اگر بنانے والوں نے ایسی جگہ نہیں بنائی بلکہ بعد والوں نے اس جگہ صف قائم کرنا شروع کر دیا تو یہ قیام اگر بربنائے ضرورت شرعیہ تھا تو عفو ہے ورنہ حرام۔ **عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم من قطع صفا قطعه الله.** ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جس نے قطع صف کیا اللہ اس کو منقطع کر دے گا اس حدیث کو نسائی اور حاکم نے روایت کیا ہے۔'' (رواہ النسائی والحاکم)۔ متولیان مسجد صاحب فہم و فراست علم و دیانت معلوم ہوتے ہیں کہ نقصان شرعی کے پیش نظر انہوں نے لائق تحسین اقدام کیا۔ **فجزاهم الله تعالیٰ**

خیر االجزاء فی الدارین. "اللہ ان لوگوں کو دنیا اور آخرت میں اچھا بدلہ دے۔" زید بے قید مصالح شرعیہ سے ناواقف ہے۔ منبر کا محراب سے دائیں یا بائیں ہونا سنت نہیں ہے بلکہ جہاں سے مساویانہ طور پر حاضرین مسجد تک خطبہ کی آواز پہنچائی جا سکے وہیں منبر کا نصب انسب ہے ور چونکہ قوم کا خطیب کی طرف اور خطیب کا قوم کی جانب متوجہ ہونا بھی استحبابی سنت ہے اس لئے عموماً منبر دیوار قبلہ کے وسط میں نصب ہوتا ہے۔ البحر الرائق جلد۲، صفحہ ۱۶۰ میں ہے: یستحب استقباله ان كان امام الامام وان كان سن يمين الامام اوعن يساره قريباًمن الامام ينحرف الى الامام مستعدا للسماع الخ. "قوم کا امام کی جانب متوجہ ہونا مستحب ہے اگر امام سے قریب ہوتو اور اگر امام کے داہنے یا بائیں جانب امام سے قریب ہوتو سننے کے لیے مستعد ہوتے ہوئے امام کی جانب پھیر جائے۔" فتاویٰ عالمگیریہ جلد۱، صفحہ ۱۴۴ میں ہے: واماسنتها "الخطبة" استقبال القوم بوجهه الخ. "خطبہ کے وقت مقتدیوں کا قبلہ رو ہونا سنت ہے۔" پس عین محراب کے اندر بھی منبر رکھنے میں اصلاً کوئی حرج وقباحت نہیں ہے بلکہ ضرورت داعیہ کی وجہ سے ایسا کرنا ہی احیاء سنت واتباع سنت کا موجب ہے اور مقدمہ کا حکم اس کے اصل کے مطابق دائر ہوتا ہے۔ لہٰذا مقدمہ سنت سنت ہے۔ جو اس کے عدم ہونے کا دعویٰ کرے، دلیل پیش کرنا اسی پر ہے۔ البينة على المدعىٰ الخ. "مدعی پر دلائل وشواہد پیش کرنا ہے۔" اعلیٰ حضرت عظیم البرکۃ مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بالکل اسی طرح کا ایک سوال ہوا تھا جس کو مع جواب کے نقل کر رہا ہوں کہ سائل کے لئے نافع اور معترض کے شبہات کا دافع ہو۔ مسئلہ ۴۵۵ جن مسجدوں میں منبر ایسے بنے ہیں کہ ان کے سامنے دیوار ہے، اگر موذن باہر اذان دے تو خطیب کا سامنا نہیں رہے گا، وہاں کیا کرنا چاہئے؟ فتاویٰ رضویہ جلد۲، صفحہ ۴۸۸۔ الجواب ۴۵۵ "لکڑی کا منبر بنائیں کہ یہی سنت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اسے گوشۂ محراب میں رکھ کر محاذات ہوجائے گی الخ"۔ (فتاویٰ رضویہ جلد۲، صفحہ ۴۹۳)۔ اسی جواب بالصواب سے واضح ہو گیا کہ گوشۂ محراب کے اندر منبر رکھنے میں نہ کوئی شرعی گرفت ہے اور نہ قباحت وکراہت بلکہ مطلوب شرع ہے۔ والله تعالىٰ اعلم و رسوله صلى الله عليه و علىٰ اله وصحبه و بارك وسلم۔

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۷/ جمادی الثانی ۱۴۰۳ھ

استفتاء ۳۴۸

(۳) بنیا چٹی میں ایک مسجد ہے جس کے دائیں بازو میں مسجد ہی کی زمین میں بچوں کی تعلیم گاہ ہے۔ مسجد اور تعلیم گاہ کے درمیان ایک راستہ ہے جو جمعہ کے دن بھی چالو رہتا ہے۔ لوگ نماز جمعہ اس تعلیم گاہ میں بھی ادا کرتے ہیں۔ مسجد کی صف سے تعلیم گاہ کی صف کو تعلق نہیں۔ درمیان میں جو راستہ ہے، خالی رہتا ہے۔ ایسی حالت میں تعلیم گاہ والوں کی نماز درست ہوتی ہے یا نہیں؟ بینوا وتوجروا۔

المستفتی: محمد حبیب، انجمن اردو اسکول، مسجد محلہ، بنیا چٹی، درگا پور-۱۳، ویسٹ بنگال

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــــ

بے وجہ شرعی قطع صف مکروہ ہے۔ صورت مسئولہ میں نماز درست ہے جب کہ شرعی حد (ایک بیل گاڑی گذرنے کے مطابق) سے زیادہ فاصلہ نہ ہو۔ نمازیوں کو چاہئے کہ مسجد کی صف سے تعلیم گاہ کی صف کو ملادیں۔ قال فی المعراج وذکر شیخ الاسلام انمایکرہ ھذااذلم یکن من عذر اَمااذاکان فلایکرہ کمافی الحجۃ الخ. ''کیونکہ یہ اسی صورت میں مکروہ ہے جب عذر نہ ہو اور اگر عذر ہو تو مکروہ نہیں جیسا کہ حجۃ البلاغہ میں ہے۔'' وھو تعالیٰ اعلم.

عبد الواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتـــــــــــبہ

۱۸/ ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۳۴۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں مفتیانِ دین اس مسئلہ میں کہ:
وہابی، دیوبندی اور وہابی غیر مقلد سُنّی مقتدیوں کے ساتھ صف میں اگر شریک ہو جائیں تو اس صف میں شریک وہابی کو نکال دیا جائے۔ اگر نہ نکالے جائیں تو شرعاً کیا حکم ہے؟
اور جہاں وہابی مقتدیوں کا غلبہ ہو جب کہ امام سُنّی ہو تو ایسی صورت میں سُنّی اُن کے ساتھ نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔ براہ کرم مندرجہ بالا استفتاء کا جواب مدلل قرآن وحدیث وفقہ حنفی کی روشنی میں عنایت فرمائیں۔ بینوا و توجروا!
(نوٹ) عرض ہے کہ ہمارے علاقے میں اس مسئلہ کے پیش نظر شدید اختلاف ہے علاقے کے باشندے حق جاننے کیلئے بیقرار ہیں اسلئے اس پر خصوصی توجہ فرما کر جلد جواب تحریر فرمائیں۔ کرم ہوگا۔

۷۸۶/۹۲

الجواب

وہابیہ، دیابنہ کے عقائد خبیثہ واقوال کفریہ پر علمائے حرمین طیبین نے کفر وارتداد کا فتویٰ صادر فرمایا ہے: من شاء تفصیلاً فلیرجع الی "حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین والی صمصام اھل السنۃ وغیرھما۔" "جو تفصیل چاہے وہ حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین اور صمصام اہل السنۃ وغیرہ کا مطالعہ کرے۔" لہٰذا سنیوں کو چاہیے کہ بدمذہب وہابی دیوبندی کو اپنی صفوں سے نکال دیں ورنہ وہ صفیں منقطع کہی جائیں گی جن میں یہ خبثاء کھڑے ہوں گے یا ٹھک بیٹھک کریں گے۔ سنیوں کی نماز صالح امامت صحیح العقیدہ امام کی اقتداء میں تو ہو جائے گی مگر صفوف مقطوعہ کی وجہ سے مکروہ ہوگی۔ وھو تعالیٰ اعلم!

الجواب صحیح وصواب والمجیب نجیح ومثاب
عبدالحافظ رضوی القادری غفرلہ
۷/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۵ھ

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۷/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۵ھ

استفتاء ۳۵۰

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے ملت اسلامیہ ذیل کے مسئلوں کے بارے میں۔
بالتفصیل مع حوالہ کتب جواب عنایت فرمائیں۔
(۱) نماز تہجد میں جماعت شرط ہے یا نہیں۔ نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی جماعت سے یہ نماز ادا.

فرمائی ہے یا نہیں؟

(۲) کسی دنیوی اُمور کے پیش نظر تہجد کی نماز جماعت سے پڑھنا اور کہنا کہ حضور نے پڑھا ہے، قائل پر شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۳) جن افراد پر علمائے اسلام کفر کا فتویٰ دے چکے ہیں ان کے پیچھے اور ان کے اتباع کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھنا یا تعلق رکھنا کیسا ہے؟

(۴) فمن شک فی کفرہٖ وعذابہٖ فقد کفر. ''جو بدمذہبوں کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ کافر ہے۔'' والی حدیث کی واضح تشریح کیجئے۔

(۵) کسی دینی امور میں سیاست، پالیسی، مکاری اور تقیہ اختیار کرنے والے پر شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا وتوجروا.

المستفتی: محمد مسلم قاسمی، مقام و پوسٹ بڑا می، وایہ سرسنڈ، ضلع سیتا مڑھی، بہار

۹۲/۸۶ء

الجواب ـــــــ بعون الملک الوهاب ـــــــ!

(۱) نہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۲) تہجد کی جماعت علی سبیل التداعی مکروہ ہے۔ درمختار میں ہے: ولا یصلی الوتر ولا التطوع بجماعة خارج رمضان ای یکرہ ذالک لو علی سبیل التداعی الخ. ''وتر اور نفل (تراویح) رمضان کے علاوہ جماعت کے ساتھ پڑھنا جب کہ تداعی کے طور پر ہو مکروہ ہے۔'' اور الاشباہ والنظائر میں ہے: یکرہ الاقتداء فی صلوٰة رغائب وبرأة وقدر الخ. ''نماز رغائب اور برائت وقدر میں اقتدا مکروہ ہے۔'' پھر فتویٰ ہندیہ ص۸۲ میں ہے: التطوع بالجماعة اذا کان علی سبیل التداعی یکرہ الخ. ''نماز نفل جماعت کے ساتھ تداعی کے طور پر پڑھنا مکروہ ہے۔'' لہٰذا قائل کا قول غلط اور بے سند ہے۔ اسے اپنے قول سے باز آجانا چاہئے۔ وھو تعالیٰ اعلم.

(۳) ان کی اقتداء میں نماز باطل ہے۔ فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے: ان کان ھویٰ لایکفر بہ صاحبہ تجوز الصلوٰة خلفه مع الکراھة والا فلا الخ. ''اور اگر وہ ایسا گمراہ ہے کہ اس کے اصحاب نے اس کی تکفیر نہیں کی تو اس کے پیچھے کراہت کے ساتھ نماز ہوگی ورنہ نہیں۔'' اور ان سے تعلق رکھنا حرام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ. ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔'' وھو تعالیٰ اعلم.

(۴) عبارت عربیہ مذکورہ کو اب تک بندہ نے کسی حدیث کی کتاب میں نہیں دیکھا ہے۔ البتہ فتاویٰ بزازیہ، خانیہ اور شفا شریف میں قدرے اختلاف عبارت کے ساتھ عبارت مذکورہ ملتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جس موحش خدا و رسول جل وعلیٰ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکفیر لازم ہو چکی ہے۔ اس کے عذاب وکفر میں شک کرنے والا بھی کافر ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۵) مکاری وتقیہ حرام ہے اور سیاست وپالیسی اگر دین کے تحت ہے تو جائز ورنہ عدوان۔ واللہ تعالیٰ اعلم و رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۲۱/شعبان المعظم ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۳۵۱

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام، مفتیان عظام، مسائل مندرجہ ذیل میں کہ

(۱) کیا قبرستان میں پانچوں وقت کی فرض نماز جماعت سے ادا کرنا صحیح ہے؟

(۲) کیا قبرستان میں تراویح کی جماعت قائم کرنا درست ہے؟

(۳) جو شخص قبرستان میں پنجگانہ نماز اور تراویح کی جماعت کے لئے لوگوں کو ترغیب دے اور خود امامت کرے، کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہوگا؟ برائے مہربانی جلد سے جلد اس کا جواب مرحمت فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

المستفتی: ڈاکٹر ایس ایم عثمان، سکریٹری جامع مسجد پکی تالاب، نوادہ، بہار

۹۲/۸۶ ۷

الجواب ــــــ بعون الملک الوهاب ــــــ!

(۱) قبرستان میں کوئی نماز کوئی جماعت جائز نہیں لان النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم قد نهی عن الصلوۃ فی معاطن الجمال ثم مقبرۃ. ''اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کے بیٹھنے کی جگہ اور مقبرہ میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا'' البتہ قبرستان کی وہ جگہ جو قبروں سے خالی ہو اور اگر قبریں ہوں تو اتنی دوری پر ہوں کہ بحالت خشوع نمازی کی نظر قبروں پر نہ پڑے، یا دائیں بائیں یا پیچھے ہوں تو ان صورتوں میں نماز میں کوئی کراہت نہیں، خواہ فرض نمازیں ہو یا نوافل جماعت ہو یا فرادیٰ۔ کمافی العالمگیریہ، ج:۱،ص۱۰۶، ان کان بینه وبین القبر مقدارمالو کان فی الصلوۃ ویمر انسان لایکره فههُنا ایضا لایکره الخ. ''اگر نمازی اور قبر کے درمیان اتنا فاصلہ ہو جتنا نماز میں ہوتا ہے اور اس فاصلے میں انسان کا گزرنا ہو سکے تو نماز مکروہ نہیں ہوتی ہے تو یہاں بھی نماز مکروہ نہیں ہوگی۔'' و فیها عن الحاوی ان کانت القبور ما وراء المصلی لا یکره الخ ''اسی میں حاوی سے منقول ہے کہ اگر قبور نمازی کے پیچھے ہو تو مکروہ نہیں۔'' اور اگر نمازی کی جگہ کو احاطہ وغیرہ دے کر گھیر لیا ہو تب تو مطلقاً حرج نہیں ہے۔ وصرح بالجواز مع حائل الحائط ونحوہ فی الخلاصة. ''نمازی اور قبر کے درمیان دیوار حائل ہو تو نماز جائز ہے خلاصہ میں اسی کے مثل ہے۔'' وھو اعلم

(۲) اس کا تفصیلی جواب 'جواب-۱' میں گذر چکا ہے۔ وھو اعلم

(۳) اس کا جواب بھی جواب اول سے ظاہر ہے کہ کراہت وعدم جواز کی صورت میں اگر ترغیب نماز (خاص قبرستان) کے لئے دیتا ہے تو اعانت علے المعصیۃ کی وجہ سے اس کی امامت مکروہ ہے۔ اور اگر جواز کی صورت میں ترغیب نماز دیتا ہے اور وہ صالح امامت بھی ہے تو بے کراہت اس کی اقتداء جائز ہے۔ بلکہ شرعی جواز کی صورت میں جو شخص انکار واعتراض کرے اور اپنی جانب سے عدم جواز کا حکم لگائے وہ گنہگار وخطا کار ہے۔ من افتی بغیر علم کان اثمہٗ علیٰ من افتاہ. ''جس نے بغیر علم کے فتویٰ دیا اس کا وبال فتویٰ دینے والے پر ہے۔'' لہٰذا معترض کو توبہ کرنا چاہئے۔ واللہ تعالی اعلم ورسولہ صلی اللہ علیہ وعلی الہٖ وصحبہٖ و بارک وسلم۔

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۴/شوال المکرم ۱۴۰۱ھ

استفتاء ۳۵۲

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ:

(۱) عورتوں کو دوسروں (غیر محرم) کی آنگن میں جا کر باجماعت نماز جمعہ ادا کرنا کیسا ہے؟

(۲) عورتوں کا مسجد میں یا پڑوس کی آنگن میں جا کر عیدین کی نماز باجماعت ادا کرنا کیسا ہے؟

(۳) عورتوں کو دوسروں کی آنگن میں جا کر نماز تراویح باجماعت ادا کرنا کیسا ہے؟

(۴) جن سنی عالم کی اجازت سے عورتیں باجماعت نماز جمعہ وعیدین وتراویح پڑھ رہی ہیں ان کیلئے شرع مطہرہ میں کیا حکم ہے؟

(۵) اور جو عالم اس کے جواز کے قائل ہوں اور کہیں کہ عورتیں باہر جاتیں ہیں سبزیاں فروخت کرنے کے لئے بایں وجہ ہم نے کہا کہ تم لوگ نماز جمعہ بھی تو پڑھو اس بہانے سے عورتیں باہر جانے سے رُک جاتی ہیں تو اس میں کیا مضائقہ ہے ان کے لئے بھی شرع مین کیا حکم ہے؟

جوابات بحوالہ کتب معتبرہ معہ صفحہ تحریر فرمائیں بندہ بیحد ممنون ہوگا۔

المستفتی: محمد زبیر عالم ہیڈ مولوی مدرسہ قادریہ غریب نواز

دندی یاہی، پوسٹ کرمولی، وایہ کھوبلی، ضلع مدھوبنی، بہار

آمدہ بتاریخ ۵/ جون ۷۹ء

۹۲/۸۶ھ

الجواب ـــ!

۱- کتب معتمدہ میں ائمہ دین نے عورتوں کو جماعت و جمعہ اور عیدین وغیرہم سے جس علت کی بنیاد پر مطلقاً منع فرمایا ہے اگر وہی علت یہاں بھی موجود ہے تو معلول کی ممانعت بہر حال مبرہن و مدلل ہے۔ دُرمختار میں حکم مع علت کے موجود ہے: **ویکرہ حضورھن الجماعة والجمعة وعید ووعظ مطلقاولوعجوزاولولیلاعلی المذاھب المفتی به لفسادالزمان** ۔''ترجمہ: عورتوں کا جماعت اور جمعہ اور عیدین اور وعظ میں حاضر ہونا مطلقاً مکروہ ہے اگر چہ بوڑھی ہو اور رات ہی کیونہ ہو۔ مفتی بہ قول پر فساد زمانہ کی وجہ سے۔'' غیر محرموں کے یہاں جانا وجہ فتنہ وفساد ہے جو یقیناً مصالح شرع کے خلاف ہے۔ شامی جلد اول نے تو یہاں تک تصریح کی کہ گھر میں نماز ادا کر رہی ہے تو جہر کے ساتھ قرأت کرنا اس کا مکروہ ہے **وعلی ھذا لوقیل جھرت بالقرأة فی الصلوٰة کان متجھاالخ** صحیحین میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ارشاد گرامی موجود ہے کہ اگر رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم ملاحظہ فرماتے ان باتوں کو جو عورتوں نے اب پیدا کی ہیں تو ضرور انہیں حضور مسجد سے روک دیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئیں **لوادرک رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم مااحدث النساء لمنعھن المسجد کمامنعت نساء بنی اسرائیل** ۔''ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو ملاحظہ فرماتے تو عورتوں کو ضرور حضور مسجد سے روک دیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئیں۔'' یہ اُس پاک اور خیر القرون کے وقت کی بات ہے جب ہزاروں ہزار عفت مآب خواتین اسلام اور عصمت صفات صحابیات عظامہ کا دور تھا جن کی پردہ نشینی سے اسلامی ماحول لالہ زار وگلزار بنا ہوا تھا بایں ہمہ عورتوں کو خوف فتنہ کی وجہ سے یا عورتوں سے خوف فتنہ کی وجہ سے ان کو مطلقاً مسجدوں سے منع فرمادیا گیا بلکہ حضرت عبداللہ ابن سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عورتوں کو کنکروں پتھروں سے مار مار کر مسجد سے بھگاتے تھے چنانچہ عینی جلد سوم میں ہے: **وکان ابن عمر رضی الله عنهما یقوم یحصب النساء یوم الجمعة یخرجھن من المسجد الخ** ''حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما تو عورتوں کو کنکر و پتھر مارتے تھے اور ان لوگوں کو مسجد سے نکال دیتے تھے۔'' جب اس زمانۂ خیر میں متہم بالشان فیوض و برکات کے مقامات پر جانے سے پاک دامن عورتیں منع کر دی گئیں یعنی حضور مساجد وشرکت جماعت سے تو کیا اس زمانۂ فتنہ وفساد میں غیر محرموں کے یہاں جانے کی اجازت عقلاً ونقلاً متصور ہوسکتی ہے؟ اور وہ بھی جمعہ وعیدین وغیرہم کی جماعت کے لیے جب کہ عورتوں کو گھر کی تنہائی میں نمازیں ادا کرنا جماعت کی نمازوں سے کہیں افضل و اولیٰ ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا ارشاد گرامی اس عینی جلد سوم میں منقول ہے کہ **وقال ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنهما المرأة عورة واقرب ماتکون الی الله فی قصر بیتھافاذاخرجت استشرفھاالشیطان** الخ ''ترجمہ: عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا عورتیں پردے کی چیزیں ہیں اور اللہ عزوجل سے وہ اس وقت قریب ہوتی ہے جس وقت اپنے گھر کے کونے میں ہوتی ہیں تو جب وہ اپنے گھروں سے نکلتی ہیں تو شیطان اس پر جھانکتا ہے۔'' عورت سراپا ستر کی چیز ہے۔ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے قریب اپنے گھر کے تہ (کونے) میں ہوتی ہیں اور جب باہر نکلتی ہیں تو شیطان اس پر نگاہ ڈالتا ہے۔

دوسرے یہ کہ جمعہ وعیدین کے لیے جن شرائط کا ہونا ناگزیر ہے وہ صرف عورتوں کی جماعت میں مفقود ہے۔ پھر عورتیں کسی طرح امامت کی مستحق بھی نہیں اور اگر امامت کر بھی لیں تو وہ مکروہ تحریمی ہے جس کا اعادہ قاعدۃً واجب ہے باقی رہی تراویح تو اس کی جماعت کا حال بھی وہی ہے بلکہ اگر عورتیں حافظ بھی ہوں تو ان کو قرآن عظیم کی تلاوت بالجہر کرنا عندالاکثر مکروہ ہے جیسا کہ شامی سے گذرا مندرجہ بالا جوابات کی سندیں آپ خود بہار شریعت میں جماعت وعیدین کے جواب میں دیکھ لیجئے۔ تمہید بالا کی بنیاد پر مختصر جوابات یہ ہیں۔

۱-۲-۳ جمعہ، عیدین اور تراویح کی نمازیں باجماعت ادا کرنے کے لئے عورتوں کو اپنے گھر سے نکل کر دوسری جگہوں میں جانا مکروہ تحریمی بلکہ حرام ہے فتاویٰ غنیۃ صفحہ ۵۹۵ میں ہے: وان یکون فی زماننا للتحریم الخ "ہمارے زمانے میں عورتوں کا نکلنا حرام ہے۔" اور جامع الرموز نیز ردالمحتار میں یہاں تک ہے: ھو حرام و کبیرۃ عندنا وفی اباحتہ اعانۃ الشیطان علی الاسلام والمسلمین۔ "ترجمہ: عورتوں کا خروج حرام ہے اور گناہ کبیرہ ہمارے نزدیک اس کے مباح رکھنے میں شیطانوں کی مدد کرتا ہے۔ اسلام اور مسلمانوں پر۔"

۴-۵: اگرچہ وہ سنی عالم اپنی تاویل میں مخلص معلوم ہوتے ہیں اور اپنی اجازت کو بعض مصلحتوں پر محمول جانتے ہیں اور شاید یہ بات ان کے گوشۂ ذہن سے نکل گئی ہے کہ مفاسد کو شرع مطہر میں مصالح پر مقدم رکھا گیا ہے چونکہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے فتاویٰ مبارکہ میں تحریر فرمایا کہ شریعت جلب مصلحت پر سلب مفسدہ کو مقدم رکھتی ہے۔ درء المفاسد اھم من جلب المصالح "مفاسد کو دور کرنا زیادہ اہم ہے مصلحت کو حاصل کرنے سے۔" جلد چہارم ص ۱۷۰، انہیں چاہیے کہ اپنی اجازت سے رجوع فرما کر عورتوں کو مقامات فتنہ وفساد اور قیام جمعہ وعیدین سے روکیں۔ ھو الھادی الی الصراط المستقیم، اللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم بالصواب!

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۱۰/ رجب المرجب ۱۳۹۹ھ، ۶/ جون ۱۹۷۹ء

استفتاء ۳۵۳

مسئلہ: جناب مفتی صاحب ادارۂ شرعیہ بہار پٹنہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے کٹک ضلع جگت سنگھ پور کے علاقہ میں بارہ مسلمانوں کی بستیوں کی ایک انجمن ہے جو مسلمانوں کی فلاح و بہبودی کیلئے کوشش کرتا ہے

اور آپس کے پیچیدہ اور نا قابل حل مسائل پر انصاف کرتا ہے۔ اور اسی بارہ بستی میں ہماری رڑھنگ بستی بھی شامل ہے جو ایک چھوٹی سی بستی ہے جس کے دو محلہ ہیں ایک تاتر اساہی دوسرا بڑواں محلہ اور ہماری بستی میں ایک مسجد بھی ہے جس میں بمشکل تمام ایک صف نمازی ہوتے ہیں لیکن زید حج کر کے آنے کے بعد بڑواں محلہ والوں کو اپنا ہم خیال بنا کر ایک الگ بستی ''حاجی محلہ'' قائم کر لیا جس کی وجہ سے ہماری بستی کے دو ٹکڑے ہو گئے اور مسجد سے نمازیوں کی تعداد گھٹ گئی اور مسجد کے اخراجات بھی پورے نہیں ہو رہے ہیں۔ جب یہ بات انجمن میں پہنچی تو انجمن نے حاجی محلہ کو ایک الگ بستی تسلیم کر لیا اور ہمیں بھی اس کو ایک الگ بستی تسلیم کرنے پر زور دیا لیکن ہم لوگوں نے انکار کر دیا تو انجمن کے صدر (حاجی صاحب جو حاجی محلہ کے بانی ہیں) اور دیگر کارکنوں نے ہمیں انجمن سے الگ کر دیا اور تمام دیگر بستیوں پر یہ پابندی لگا دیا کہ وہ ہماری بستی سے کسی قسم کا تعلق نہیں رکھیں یہاں تک کہ ہماری بستی میں جنازہ کی نماز میں بھی شرکت سے روک دیا اور دیگر بستی والے اس سے رک بھی گئے۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ ۱۔ زید کا ایک چھوٹی سی بستی کے دو ٹکڑے کر کے نمازیوں کی تعداد کو گھٹا دینا۔ ۲۔ دیگر بستیوں کو ہماری بستی کے نماز جنازہ میں شرکت سے روک دینا ۳۔ انجمن کے فیصلہ پر دیگر بستیوں کا ہماری بستی کی نماز جنازہ میں شرکت سے رک جانا کیا از روئے شرع جائز ہے۔ جب ہم جنازہ کی نماز میں شرکت کیلئے دعوت دیتے ہیں تو ہمارے پڑوسی بستی والے انجمن کے حکم پر انکار کر دیتے ہیں اور شریک نہیں ہوتے ہیں۔

المستفتی: شیخ اللہ بخش، مقام اڈھنگ، تاتر اساہی، وایہ: انکھیا ضلع کٹک اڑیسہ

۹۲/۸۶ ء

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۱) نیا محلہ آباد کرنے میں تو کوئی شرعی قباحت نہیں ہے البتہ مسجد سے نمازیوں کا کم کرنا ضرر۔ اور نقصان جماعت ہے بلکہ مسلمانوں میں اختلاف وانتشار کا باعث ہے جس سے مسلمانوں کو بہر حال گریز کرنا چاہئے۔ **اَلْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ** (سورۃ البقرۃ: ۲۱۷) ''فتنہ قتل سے بھی سخت تر ہے۔''

(۲) اگر کسی شرعی مصلحت کی وجہ سے انجمن نے بائیکاٹ کیا ہے تو یہ صحیح ہے کیونکہ شرعی مصلحتیں مقدم ہی رہیں گی اور اگر خدا نخواستہ نفسانیت ہے تو انجمن والے اپنے فیصلہ کو بدلکر توبہ کریں کہ مسلمانوں کو اس سے اذیت پہنچی **المسلم من سلم المسلمون۔** (الحدیث) '' مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان سلامت رہے۔''

(۳) مسلمانوں کو نماز جنازہ سے روکنا یا خود رک جانا بغیر عذر شرعی کے شدید شرعی غلطی ہے اس فیصلہ سے انجمن والے رجوع کریں کہ فاسق وفاجر کی بھی نماز جنازہ پڑھنی فرض علی الکفایہ ہے **الصلوٰۃ واجبۃ علی کل مسلم الخ۔** ''نماز جنازہ ہر

مسلمان پر واجب ہے۔" واللہ تعالیٰ و رسولہ اعلم۔

الفقیر عبد الواجد قادری غفرلہ، دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۷/ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ

استفتاء ۳۵۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین مسئلہ مندرجہ ذیل میں کہ:
ایک چھوٹی مسجد ایک مختصر مسلم آبادی میں واقع ہے اس گاؤں میں ایک مدرسہ بھی ہے مدرسہ کے مدرس ہی مسجد میں امام رہا کرتے ہیں۔ موضع مذکور میں ایک مقامی مولوی صاحب ہیں۔ جو کچھ عرصہ قبل مدرسہ مذکور میں کام کر چکے ہیں۔ لیکن مدرسہ کی رقم میں گڑ بڑ کرنے کی وجہ سے انہیں معزول کر دیا گیا۔ اور بیرونی مدرس بلائے گئے جس کی وجہ سے مولوی صاحب مذکور نے مدرسہ کے خلاف گروپ بندی شروع کر دی۔ اور اپنے خاندان کے چند اشخاص کے سہارے چند معلموں کو نکالتے رہے۔ ہنوز ایک عالم دین بریلی شریف کے فارغ ہیں مدرسہ میں صدر مدرس کے عہدہ پر فائز ہیں۔ ان کے خلاف بھی سازش شروع کر دی۔ اور وہی چند اشخاص اس کے معاون ہیں۔ جن کو ان کی اقتداء میں نماز پڑھنے سے روک دیا۔
ان سے تنہائی اور مجلس میں بارہا پوچھا جا چکا کہ امام متعین میں مانع امامت کا باعث کیا ہے لیکن آج تک کوئی شرعی خامی نہیں بتلا سکے۔ اور خواہ مخواہ ان کے درپئے آزار ہیں حتیٰ کہ مسجد میں ایک جماعت کے بجائے اپنے مخصوص لوگوں کے ساتھ اسی مصلی پر دوسری تکبیر کے ساتھ جماعت ثانیہ کرنے لگے۔ نئی جماعت واقامت کا صرف مقصد ان کا یہ ہے کہ کچھ لوگ مدرسہ اور مولانا کے خلاف رہ کر ان کے موافق رہیں اور جماعت اولیٰ کی نیز اقامت اولیٰ کی کوئی اہمیت باقی نہ رہے۔
دریافت طلب امر یہ ہے کہ اقامت و جماعت فی نفسہ خالصۃ لوجہ اللہ حسن و محمود ضرور ہے لیکن وہ اقامت و جماعت جس کی بنیاد ذاتی وقار اور جماعت اولیٰ کی اہمیت ختم کرنے اور اختلاف بین المسلمین پر ہو۔ اس کا کیا حکم ہے؟ جب کہ بے وضو کی اقامت مکروہ ضرور ہے مگر اعادہ نامشروع ہے۔ بہار شریعت میں دوبارہ اقامت کی اجازت معتبر ہے بازار اسٹیشن کی مساجد کے ساتھ کہ ایسی مسجدوں میں جماعت کا کوئی ٹھیک نہیں رہتا ہے چہ جائیکہ اقامت کا کیا ٹھیک یہی وجہ ہے کہ اقامت ہی نہیں بلکہ ہر جماعت کو اذان بھی کہنا بہتر فرمایا۔ برخلاف صورت مسئولہ کے یہاں پابندی کے ساتھ یہ چیزیں ہوتی ہیں۔

فقط والسلام! بینوا وتوجروا!!
المستفتی: صفی احمد قادری ناظم مدرسہ احیاء العلوم تھتھیاں، ڈاکخانہ بلور، ضلع: مظفر پور، بہار
۱۴/نومبر ۷۹ء

۷۸۶/۹۲

الجواب!

جماعت اولیٰ کی اہمیت کو ختم کرنے اور اختلاف بین المسلمین کے پیش نظر جماعت ثانیہ کا اہتمام ناجائز وحرام ہے۔ بہ صورت مسئولہ میں جو جماعت ثانیہ کو تقویت پہنچاتے ہیں وہ سب کے سب گنہگار مستحق عذاب نار اور مردود الشہادۃ ہیں، کنز جلد اول مصری صفحہ ۲۶۵ میں ہے: من تارک الجماعة يستوجب اساءة ولا تقبل شهادة اذا تركها استخفافا بذالک اور اگر بنظر حقارت جماعت اولیٰ کو ترک کیا جائے تو یہ کفر ہے۔ البحر الرائق جلد اول میں ہے:'' اذا تركها استخفافاً ای تهاوناو تكاسلاوليس المرادحقيقة الاستخفاف الذی هو الاحتقار فانه كفر الخ
محلّہ کی مسجد میں جماعت ثانیہ کی اباحت وکراہت میں عندالفقہاء اختلاف ہے لیکن جماعت ثانیہ اگر تداعی کے طور پر ہو جیسا کہ صورت مسئولہ میں تو بہر حال وہ مکروہ تحریمی ہے خواہ اذان واقامت کے ساتھ ہو یا بغیر اذان واقامت کے ہو۔ البحر الرائق میں ہے: كراهة التكرار مطلق ای ولو بدون اذان واقامة اھ۔ والله تعالیٰ اعلم بالصواب!

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتـــــــــــبہ
۴/محرم الحرام ۱۴۰۰ھ مطابق ۲۵/نومبر ۱۹۷۹ء

استفتاء ۳۵۵

مسئلہ: بڑی مسجد کے صدر نے مسجد کی جائے نماز اپنے گھر میں لیجا کر چند آدمیوں کے ساتھ فرض نماز اور سورۃ تراویح پڑھنے کا انتظام کیا جب کہ مسجد میں ختم تراویح اور نماز باجماعت ہو رہی ہے۔ آج صدر مسجد جائے نماز لے جا رہے ہیں کل دوسرے لوگ بھی لیجا سکتے ہیں اس بات کا قوی اندیشہ ہے۔ جو حافظ تراویح اور نماز پڑھا رہے تھے ان کے پیچھے صدر مجلس نے نماز عید پڑھی ہے مسجد کی جائے نماز اپنے گھر میں لے جانا کیسا ہے شرعی حکم سے نوازیں ممنون ومشکور ہوگا۔
المستفتی: محمد معین الدین نزد بڑی مسجد پرانا شہر، داؤ دنگر، ضلع اورنگ آباد

۸۶/۹۴ء

الجواب

صورت مذکورہ میں جب تک کوئی شرعی عذر نہ ہو۔فرائض کا مسجد ہی میں باجماعت ادا کرنا واجب ہے اور ترکِ جماعت باعث گناہِ عظیم ہے۔ باقی تراویح تو اُسے گھر میں بھی پڑھنے کی اجازت ہے۔

عالمگیری میں ہے: لو ادی التراویح بغیر جماعة النساء وحدانا فی بیوتھن یکون تراویح کذافی معراج الدرایه. ولو ترک اھل المسجد کلھم الجماعة فقداساؤا واثموا (کذا فی محیط السرخی) وان تخلف واحد من الناس وصلھافی بیته فقد ترک الفضیلة لایکون مسیئا ولا تارکا للسنة. فاذا صلی فی البیت بجماعة فقدجاز فضیلة ادائھا بالجماعة وترک الفضیلة الاخریٰ۔

ترجمہ: اگر تراویح بغیر جماعت کے ادا کیا یا عورتوں نے اپنے گھر میں تنہا پڑھی تو تراویح ہو جائیگی جیسا کہ معراج الدرایہ میں ہے: اور اگر مسجد کے تمام لوگوں نے جماعت ترک کر دیا تو لوگوں نے برا کیا اور سب لوگ گنہگار ہوئے محیط سرخسی میں ایسے ہی ہے اور اگر کسی ایک شخص نے لوگوں سے اختلاف کرتے ہوئے اپنے گھر میں پڑھا تو نہ ہی وہ برا کہلائے گا نہ ہی تارک سنت اور اگر گھر میں جماعت کے ساتھ پڑھا تو یہ جائز ہے اور فضیلتِ جماعت ادا ہو گئی لیکن دوسری فضیلت چھوڑ دیا۔

ردالمحتار میں ہے: ان کل ماشرع بجماعة فالمسجد افضل فیه۔ "ترجمہ: ہر وہ نماز جو جماعت کے ساتھ مشروع ہے وہ مسجد میں پڑھنا افضل ہے۔"

صدر مسجد کا جانماز اپنے گھر لے جانا شرعاً جائز نہیں ہے۔ ردالمحتار میں ہے: المسجد لایجوز نقل ماله الی مسجد آخر۔ "ایک مسجد کے مال کو دوسری مسجد میں منتقل کرنا جائز نہیں ہے۔" وھو تعالیٰ اعلم وعلمه جل مجده اتم۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
۱۷/ ذیقعدہ ۱۳۹۹ھ

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۱۰/ اکتوبر ۱۹۷۹ء مطابق ۱۷/ ذیقعدہ ۱۳۹۹ھ

استفتاء ۳۵۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
عورت کی جماعت درست ہے یا نہیں؟ اگر مرد امامت کرے تو اس کے پیچھے کوئی مرد اور اس کے پہلو میں اس کی اہلیہ یا کوئی دوسری عورت مثلاً بھتیجی وغیرہ کھڑی ہو سکتی ہے کہ نہیں؟ اگر اس طرح نماز پڑھی تو

نماز ہوئی کہ نہیں؟ اگر کئی ماہ سے اس طرح نماز لاعلمی کی بنا پر پڑھی تو پھر کیا کرے۔ برائے مہربانی تمام سوالات کا جواب بحوالہ کتب فقہ احناف عنایت فرمائیں۔ بینوا و توجروا۔

المستفتی: محمد راشد خان، معرفت محمد یعقوب خاں مرحوم
ریٹائرڈ ریلوے اسٹیشن ماسٹر، محلہ مرزا پور، لائن پار، ضلع نواد، بہار

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــ!

عورتوں کی جماعت وامامت مکروہ تحریمی (بہار شریعت جلد ۳، صفحہ ۱۰۲، بحوالہ درمختار) اور مردوں کی جماعت میں شرکت کے لئے عورتوں کا حاضر ہونا ناجائز ہے خواہ دن کی نماز ہو یا رات کی اور عورت خواہ جوان ہو یا بوڑھیا۔ ہکذا فی الدر المختار والہندیہ۔ عورتوں کا تنہا نماز پڑھنا افضل ہے۔ عالمگیری میں ہے: **وصلوتهن فرادیٰ افضل هكذا فی الخلاصة.** ''عورتوں کو تنہا نماز پڑھنا افضل ہے۔ ایسا ہی خلاصہ میں ہے۔''

اگر اہلیہ یا بھتیجی مشتہاۃ (قابل جماع) ہے تو یہ جس مرد کے پہلو میں نماز کے لئے کھڑی ہوگی اس مرد کی نماز فاسد ہوجائے گی۔ لہٰذا پہلو میں کھڑی نہیں ہوسکتی ہے۔ قال فی الہندیہ ایضاج ۱، ص ۸۸ منہا **ان تكون المحاذية مشتهاة تصلح للجماع ولاعبرة للسن وهو الاصح كذا فی التبیین اھ.** ''ان میں سے مقابل میں کھڑی ہونے والی اگر مشتہاہ اور جماع کی صلاحیت رکھتی ہے تو اس میں عمر کا اعتبار نہیں کیا جائے گا یہی صحیح ہے ایسا ہی تبیین میں ہے۔''

مشتہاۃ عورت کے پہلو میں خواہ وہ بیوی ہی کیوں نہ ہو، جس قدر نمازیں پڑھی گئیں وہ سب فاسد ہیں۔ **كما مر عن الهندیه** آنفاً وفی بہار شریعت جلد ۳، صفحہ ۱۱۵ عن الدر المختار۔ لہٰذا ان تمام نمازوں کا پھر سے پڑھنا فرض ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ وبارک وسلم۔**

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۱۴/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۳۵۷

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین

اگر دو آدمی ساتھ نماز پڑھتے ہوں اس کے بعد تیسرا شخص آئے اور اسی میں شامل ہوجائے، پھر چوتھا آکر اس میں مل جائے تو نماز میں کوئی خرابی ہوگی یا نہیں؟ بالدلیل جواب دے کر مشکور فرمائیں۔

المستفتی: محمد سلیم، شاہ الفندق الینبوع ینبوع، سعودیہ عربیہ

۹۲/۸۶ ء

الجواب ـــــــــــ بعون الملک الوهاب ـــــــــــ!

جب ایک امام اور ایک مقتدی ہے تو مقتدی کو امام کے ساتھ داہنے جانب کھڑا ہونا چاہئے۔ جب دوسرا شخص شامل ہوا تو امام کو آگے بڑھ جانا چاہئے یا مقتدی ہی پیچھے ہٹ جائے اور اگر ایسا نہیں ہوا، بلکہ یہ دوسرا شخص بھی امام کے ساتھ ہی کھڑا ہو گیا تو نماز مکروہ تنزیہی ہوئی اور اس کے بعد تیسرا شخص بھی اگر ساتھ مل کر کھڑا ہو گیا تو یہ مکروہ تحریمی ہوا۔ در مختار میں ہے **ویقف الواحد محاذ بالیمین امامه علی المذهب فلو وقف عن یساره کره اتفاقاً والزائد یقف خلفه فلو توسط اثنین کره تنزیهاً و تحریماً لو اکثر الخ.** "اگر مقتدی ایک ہے تو امام کے ساتھ داہنے جانب مذہب صحیح میں کھڑا ہوتا ہے۔ اس کے بائیں جانب کھڑا ہونا بالاتفاق مکروہ ہے اور اگر ایک سے زیادہ (دو) ہوں تو امام کے پیچھے کھڑے ہوں کہ ان دونوں کے درمیان امام کو کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی ہے اور دو سے زائد ہو تو مکروہ تحریمی ہے۔" اور طحاوی میں ہے: **کره تحریما لو اکثر ترک الواجب الخ.** "اور اگر زیادہ (امام کے ساتھ کھڑا ہونا) ہو تو ترک واجب کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہے۔" **وهو تعالیٰ اعلم ورسوله صلی الله تعالیٰ علیه وعلی اله وصحبه وبارک وسلم۔**

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کـتـــــــــــبـه

۲۰/ ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۳۵۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام مندرجہ ذیل مسائل میں:

(۱) مسجد میں فرض نماز جماعت سے ہو چکی، اس کے بعد کچھ لوگ مسجد میں نماز کی غرض سے حاضر ہوئے اب وہ لوگ الگ الگ مصلّی پر ثانی جماعت کر کے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ جواب سے مطلع فرمائیں۔

(۲) مسجد میں امام کا بغیر عمامہ کے نماز پڑھانا بہتر ہے یا عمامہ باندھ کر ان دونوں صورتوں میں افضل کون ہے؟ مطلع کریں۔

(۳) شیرنی یا شب برأت کا حلوہ یا دیگر بزرگان دین کے فاتحہ کی شیرینی سامنے رکھ کر فاتحہ دینے میں کیا جرم ہے اگر جرم ہے تو کس طرح کا؟ اگر ثواب ہے تو مطلع فرمائیں۔ فقط

المستفتی: علی حسن انصاری کیر آف محمد پیر بخش، ساکن مان پور پرانی مدرسہ، پوسٹ بنیاد جانج، ضلع گیا

۹۲/۸۶ھ

الجواب

نماز کی جماعت ثانیہ:

(۱) پڑھ سکتے ہیں کہ جائز ومباح ہے: **کما فی الدر. اذا صلی فی مسجدالمحلة جماعة بغیر اذان حیث یباح اجماعاً اھ** ''جیسا کہ درمختار میں ہے کہ جب محلّہ کی مسجد میں بغیر اذان کے جماعت قائم کر کے نماز پڑھی تو اس طرح اجماعاً جائز ہے''
لیکن اس کی عادت سخت بری اور ثواب جماعت سے محرومی ہے۔ **وھو تعالیٰ اعلم!**

عمامہ باندھ کر امامت کرنا:

(۲) ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے لیکن عمامہ کے ساتھ افضل واولیٰ ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عمامہ باندھ کر نماز پڑھاتے تھے۔ **کما فی فتاویٰ امجدیه. وھو تعالیٰ اعلم**

شیرینی سامنے رکھ کر فاتحہ دینا:

(۳) فاتحہ دینے میں کوئی جرم شرعی نہیں ہے اور نہ کھانے کا سامنے رکھنا جرم ہے فاتحہ کا مقصد ارواح مسلمین کو ثواب پہنچانا ہے جو مسلم بھائیوں کی معاونت کی وجہ سے کار ثواب ہے۔ **من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفع.** ''جو اپنے بھائی کو نفع پہنچانا چاہے وہ پہنچائے۔'' (الحدیث) اور اگر فاتحہ کی نسبت ارواح بزرگان دین سے ہو جائے تو وہ نسبت کے سبب سے تبرک ہے جس کا کھانا حصول برکت کا ذریعہ اور ثواب ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وعلیٰ اله وصحبه وبارک وسلم**

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۴/ رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ، ۷/ جولائی ۱۹۸۱ء

استفتاء ۳۵۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:
ایک مسلمان کہلانے والا شخص جمعہ کے روز نماز کے وقت مسجد میں آتا ہے وہ اپنے محلّہ ہی کا آدمی ہے مگر جمعہ کی نماز ہم لوگوں کے ساتھ نہیں پڑھتا ہے، جب نماز جمعہ کی جماعت ہوتی ہے تو وہ بیچ صف میں بیٹھا رہتا ہے۔ مسئلہ بھی دکھلانے پر علیحدہ نہیں ہوتا ہے اس لئے صاف صاف کوئی حدیث بیان کر کے جواب مرحمت فرمائیں نوازش ہوگی۔

المستفتی: ارسال احمد مصباحی، موضع کیندوا، پوسٹ چونگ لو، ضلع گریڈیہہ

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــــ !

جماعت کی نماز میں صفوں کو درست کرنے اور کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہونے کا حکم ہے۔ دو مقتدیوں کے درمیان علیحدگی نہیں ہونی چاہیے۔ البحر الرائق ص۳۷۵ میں ہے: ینبغی للقوم اذا قاموا الی الصلوٰۃ ان یتراصوا ویسدوا الخلل ویسووا بین مناکبھم فی الصفوف الخ. "مقتدیوں کے لئے ضروری ہے کہ جب نماز کے لئے کھڑے ہوں تو ایک دوسرے سے خوب مل کر کھڑے ہوں بیچ میں جگہ خالی نہ رہے اور صفوں میں مونڈھوں کو سیدھا رکھیں۔" جو شخص صفوں میں علیحدگی کا سبب بنتا ہے۔ وہ شیطان کا معاون و مددگار ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے دُور کرے گا جو مسلمانوں کی صف میں ایک کو دوسرے سے دُور کرتا ہے۔ اس مضمون کی حدیث ابو داؤد شریف، امام احمد، اور بزاز وغیرہم باسنادِ حسن حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے: قَالَ اَقِیْمُوا الصُّفُوْفَ فانما یصوّف الملئکۃ وَحَاذُوْا بَیْنَ الْمَنَاکِبِ وَسُدُّوا الْخَلَلَ وَلِیْنُوْا فِیْ اَیْدِیْ اِخْوَانِکُمْ لَاتَذَرُوْا فَرَجَاتٍ لِلشَّیْطَانِ مَنْ وَّصَلَ صَفًّا وَصَلَهُ اللّٰهُ وَمَنْ قَطَعَ صَفًّا قَطَعَهُ اللّٰهُ الخ. "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا صفیں درست کرو کہ تمہیں تو ملائکہ کی سی صف بندی چاہیے اور اپنے شانے سب ایک سیدھ میں رکھو اور صف کے رخنے بند کرو اور مسلمانوں کے ہاتھوں میں نرم ہو جاؤ اور صف میں شیطان کے لئے کھڑکیاں نہ چھوڑو اور جو صف کو وصل کرے اللہ اسے وصل کرے اور جو صف قطع کرے اللہ اسے قطع کرے۔" واللّٰہ تعالیٰ ورسولہ اعلم!

الفقیر عبد الواجد قادری غفرلہ، دار الافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۹/جمل ۱۴۰۰ھ، ۱۶/اپریل ۱۹۸۰ء

استفتاء ۳۶۰

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) ایک مسجد میں مسجد کے امام نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لیا۔ پھر اس کے بعد چند علماء کرام مسجد میں پہنچے اور دوسری جماعت اس مسجد میں ادا کی۔ کیا یہ جماعت ثانیہ علمائے احناف کے نزدیک جائز ہے؟ اگر جائز ہو تو قرآن و حدیث کی روشنی میں اور علمائے احناف کے اقوال کو نقل کرتے ہوئے بتایا جائے۔

(۲) محرم الحرام میں تعزیہ و علم بنانا، مرغا اور کھچڑا امام باڑہ پر چڑھانا درست ہے یا نہیں؟ نیز عشرہ محرم میں ایک مسلمان کو کیا کیا اعمال کرنا چاہئے؟ کیا ڈھول تاشہ بجانا اور ناچنا کودنا جائز ہے؟ حوالہ کے ساتھ بتایا جائے۔

المستفتی: عبد الستار، رمضان علی، مایا اگربتی کمپنی، گاندھی نگر، دھنباد، بہار

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــ!

جماعت ثانیہ:

(۱) جماعت ثانیہ مذکورہ فی السوال جائز ومباح ہے۔ اگر جماعت مذکورہ بغیر اذان کے ہوئی تو علمائے احناف کے نزدیک یہ اجماعاً مباح ہے۔ کما قال فی العالمگیریہ اما اذا صلوا بغیر اذان یباح اجماعاً وکذافی مسجد قارعۃ الطریق کذافی شرح المجمع المصنف اھ۔ ''جیسا کہ ''فتاویٰ عالمگیری'' میں کہا کہ جب بغیر اذان کے تکرار جماعت ہو تو بالا جماع مباح ہے۔ اور ایسے ہی عام راستے کی مسجد میں، جیسا کہ ''مجمع المصنف'' کی شرح میں ہے۔''

تعزیہ داری:

(۲) مرغا اور کھچڑا امام باڑہ پر چڑھانا جہالت وسفاہت ہے۔ عرفی نیاز اور ایصال ثواب کارِثواب اور جائز ہے۔ اس میں بھی امام باڑہ پر لے جاکر فاتحہ کی قید جہالت ہے۔ شبیہ مزار پرانوار سیدنا امام حسین علے جدہ وعلیہ السلام بنام تعزیہ بنانے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں۔ ہاں اگر اس کے ساتھ شیعوں رافضیوں کے جیسا رسم ورواج کو برتنا اور غیر شرعی قیود کی پابندی کرنا ناجائز وحرام ہے۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ منکرات شرعیہ سے اجتناب کریں۔

عشرۂ محرم الحرام کا احترام کیا جائے۔ افعال حسنہ میں زیادتی کی جائے۔ نویں، دسویں تاریخوں کو روزہ رکھا جائے اور دسویں کو بال بچوں کے کھانے میں حتی الوسع وسعت کی جائے وغیرہ۔ ھکذافی رسالۃ تعزیہ داری، للامام اھل السنّۃ مجدد الملۃ فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان. ''ایسے ہی امام اہلسنّت مجدد ملت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کے رسالہ ''تعزیہ داری'' میں ہے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ وبارک وسلم۔

کتبہ ــــــــــــــــــ الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۲۳/صفر المظفر ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۳۶۱

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ:

(۱) جماعت ثانیہ کب اور کس مسجد میں جائز ہے؟ ثانیہ کے جواز کے لئے کیا شرائط ہے اور طریقہ کیا ہے؟

(۲) شہر کی جامع مسجد جہاں باضابطہ امام وموذن مقرر ہے اور پنجگانہ پابندی اوقات کے ساتھ ادا کی جاتی ہیں اور جمعہ کی نماز میں کثیر اجتماع ہوتا ہے اگر جمعہ کی نماز ہو جانے کے بعد اس مسجد میں چند افراد نماز پڑھنا چاہتے ہوں تو کیا وہ جمعہ کی نماز باجماعت اذان وخطبہ کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ جمعہ کی نماز

ہو جانے کے بعد جن لوگوں نے پھر دوبارہ اس مسجد میں جمعہ کی نماز اذان وخطبہ کے ساتھ ادا کی ان کا یہ فعل کہاں تک درست ہے اور ایسے لوگوں کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ عامۃ المسلمین انہیں دوبارہ نماز با جماعت ادا کرنے سے روک سکتے ہیں یا نہیں؟ مسائل: بالا کے جوابات مع دلائل و حوالہ کتب فقہ حنفی تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

(۳) بعد نماز جمعہ صلوٰۃ وسلام پڑھنا کیسا ہے؟ قرون اولیٰ میں اس کا ثبوت ہے یا نہیں یہ کب سے رائج ہوا مع دلیل تحریر فرمائیں۔فقط

المستفتی: محمد معصوم، چشمہ دوکان، جامع مسجد روڈ، ڈالٹین گنج

۸۶/۹۲ء

الجواب

جماعت ثانیہ کی صورتیں:

(۱) محلہ، شارع عام، اور بازار کی مسجدوں میں نماز پنجگانہ کی جماعت ثانیہ جائز ہے فرق صرف کراہت وغیر کراہت میں ہے یعنی محلّہ کی جن مسجدوں میں امام ومؤذن مقرر ہوں وہاں جماعت ثانیہ مکروہ ہے اور اگر امام ومؤذن نہ ہو تو یہاں جائز بلا مکروہ ہے۔ اور شارع عام نیز بازاروں کی مسجدوں میں بہر دوصورت جماعت ثانیہ جائز ہے بلکہ لوگ اگر گروہ در گروہ آکر نماز پڑھتے ہوں تو اذان واقامت جدیدہ کے ساتھ جماعت ثانیہ افضل ہے: کما قال العلام الشامی فی رد المحتار) ویکرہ تکرار الجماعہ فی مسجدمحلة باذان واقامة اذاصلی بهمافیه اولاغیراهله ولکن بمخافة الاذان وفی خزائن الاسرار شرح تنویر الابصار،لو کان مسجد طریق جازاجماعاً کمافی مسجدلیس له امام ولا مؤذن ویصلی الناس فیه فوجاً فوجاً فان الافضل ان یصلی کل فریق باذان واقامة علی حدة کما فی امالی قاضی خان فی الدر. ''ترجمہ: علامہ شامی نے ردالمحتار میں فرمایا کہ محلّہ کی مسجد میں آذان واقامت کے ساتھ تکرار جماعت مکروہ ہے۔ مگر اس صورت میں کہ غیر محلّہ والوں نے وہاں آذان واقامت کے ساتھ اولا جماعت کروائی ہو یا اہل محلّہ نے آہستہ آذان دے کر جماعت کروائی ہو۔ اور خزائن الاسرار شرح تنویر الابصار میں ہے کہ اگر مسجد شارع ہے تو بالاتفاق تکرار جماعت جائز جیسا کہ اس مسجد کا حکم ہے جس کا امام ومؤذن مقرر نہ ہو اور لوگ اس میں گروہ در گروہ نماز ادا کرتے ہوں تو وہاں افضل یہ ہے کہ ہر فریق اپنی اپنی آذان واقامت کے ساتھ الگ الگ نماز پڑھے جیسا کہ امالی قاضی خاں میں ہے۔'' وھو تعالیٰ اعلم

جمعہ کی جماعت ثانیہ:

(۲) جمعہ کی نماز باجماعت ایک مسجد میں بروجہ مسنون ادا ہو جانے کے بعد پھر اسی مسجد میں جمعہ کی دوسری جماعت ناجائز ہے کیونکہ نماز جمعہ کے لئے عوام کے منتخب امام کا ہونا شرط ہے اور دوسری جماعت میں یہ شرط مفقود ہے تو دوسری جماعت سرے سے ہوگی ہی نہیں۔ اذافات الشرط فات الشروط. ''جب شرط فوت ہوگئی تو مشروط بھی فوت ہوگیا۔'' عامۃ المسلمین کو یہ حق

پہونچتا ہے کہ چند افراد کو جماعت ثانیہ جمعہ سے روکیں۔ اذاراى منكم منكر أفليغيره بيده الخ (الحديث) ''تم میں سے کوئی ناپسندیدہ چیز کو دیکھے تو چاہیے کہ ہاتھ سے بدل دے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

نماز جمعہ کے بعد درود وسلام:

(۳) صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا حکم قرآن عظیم میں مطلقاً وارد ہے بعد نماز جمعہ اس پر نکیر وارد نہیں نہ قرونِ اولیٰ میں اور نہ بعد ہا تو بعد نماز جمعہ صلوٰۃ وسلام پڑھنا عین مطابق شرع ہے۔ كثروا الصلوة على يوم الجمعة (الحديث) ''جمعہ کے دن کثرت سے درود وسلام پڑھو۔'' والله تعالى اعلم

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۹/ رجب المرجب ۱۴۰۱ھ، ۳/ جون ۱۹۸۱ء

استفتاء ۳۶۲

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین وملت حسب ذیل مسئلہ پر

(۱) کچھ دنوں سے ڈہری اون سون کی جامع مسجد میں مسجد کی دوسری منزل پر اقامت کے ساتھ اور پابندی کے ساتھ پانچوں وقت نماز ادا کر رہے ہیں اور دو ہفتے سے نماز جمعہ بھی باضابطہ پڑھ رہے ہیں۔ جب کہ جامع مسجد کمیٹی کے تحت پیش امام وغیرہ مستقل ہیں اور مسجد کے نیچے باضابطہ اور مستقل پانچوں وقت کی نماز کافی جماعت کے ساتھ روزانہ ہوا کرتی ہے۔

جواب بھیجنے کا پتہ: محمد زبیر انصاری صاحب، نیو انصار موٹر سروس، پرانی جی ٹی روڈ، ڈہری اون سون، ضلع رہتاس

المستفتی: عبدالرؤف وارثی، صدر جامع مسجد کمیٹی ڈہری اون سون، ضلع رہتاس

۹۲/ ۸۶ء

الجواب ـــــ بعون الملک الوہاب ـــــ!

ایسی مسجد جہاں صالح امامت امام مقرر ہے اور باضابطہ جماعتیں ہوتی ہیں بے عذر شرعی جماعت کو ترک کرنا اور علیحدہ دوسری جماعت قائم کرنا مکروہ اور بر سبیل عناد ناجائز ہے۔ فی العالمگیریہ فی فصل الجماعة اذا كان له امام معلوم وجماعة معلومة فی محله فصلى اهله فيه بالجماعة لايباح تكرار فيه باذان ثان اهـ. ''عالمگیری، فصل جماعت میں ہے کہ جب کسی محلہ میں امام مقرر ہو اور جماعت قائم ہو تو اسی جماعت میں شامل ہو کر نماز پڑھیں، ایک ہی جگہ اذان ثانی کے ساتھ تکرار جماعت جائز نہیں۔'' اور اگر امام کے اندر کوئی ایسا نقص شرعی ہے کہ نماز مکروہ ہوتی ہے تو دوسری جماعت جائز بلکہ واجب۔ درمختار میں ہے:

صلوٰۃ ادیت مع کراھۃ التحریم فوجب اعادتھا. ''جو نماز کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی اس کا لوٹانا واجب ہے۔'' اور اگر امام خدانخواستہ بدمذہب بدعقیدہ ہے تو اس کو امام بنانا گناہ کبیرہ اور اس کی اقتداء باطل۔ جتنی نمازیں پڑھی گئیں سب کا لوٹانا فرض ہے۔ اس کو منصب امامت سے فوراً علیحدہ کرنا ضروری اور اگر علیحدہ نہ ہو تو دوسری جماعت کرنا واجب۔ قال فی الہندیہ ولا تجوز خلف الرافضی والجھمی والقلامی والمشتبہ ومن یقول بخلق القرآن الخ. ''رافضی، جہمی، قلامی، مشتبہ اور جو قرآن کے مخلوق ہونے کا قائل ہے کے پیچھے نماز جائز نہیں۔'' واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ وبارک وسلم.

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۴/شعبان المعظم ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۳۶۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ:

(۱) ایک مسجد کے اندر ایک ہی وقت کی نماز میں قصداً دو جماعت ہوسکتی ہے یا نہیں؟

(۲) مسجد کے اندر ایک وقت کی وقتی جماعت ہوگئی۔ کچھ لوگ بعد میں آئے اور پھر جماعت بنا کر اس میں سے ایک امام بنا کر وہیں امام کی جگہ میں کھڑے ہو کر نماز پڑھانا شروع کر دیا۔ اب اس امام ومقتدی کی نماز ہوئی کہ نہیں؟ مندرجہ بالا سبھی سوالوں کا جواب بحوالہ قرآن وحدیث کے پیش کریں۔

المستفتی: محمد قمر الدین۔ جلئے گاؤں مسجد، پوسٹ جئے گاؤں، وایہ دلسنگیا پاڑہ، ضلع جلپائی گوری، بنگال

۹۲/۸۶ء

الجواب

(۱) ہوسکتی ہے۔ مگر اس کی عادت اچھی نہیں ہے۔ بالجماعۃ لایباح تکرارھا فیہ باذان ثانی واما اذا صلوا بغیر اذان یباح اجماعا. ''اذان ثانی کے ساتھ تکرار جماعت مباح نہیں اور بلا اذان ثانی تکرار جماعت مباح ہے۔'' (فتاویٰ ہندیہ ص۸۲، ج۱)

(۲) نماز ہوجائے گی۔ لیکن امام اگر صالح امامت ہو۔ تو ایسا کرنا قلت جماعتِ اولیٰ کا سبب ہے جس سے بچنا ہر مسلمان پر ضروری ہے۔ کما مر واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم۔

عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۴/محرم الحرام ۱۴۰۱ھ

استفتاء ۳۶۴

مسئلہ: محترمی جناب مفتی صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ضروری بات یہ ہے کہ زید دعویٰ کرتا ہے کہ جو مسلمان قصداً جماعت ترک کرتا ہے وہ منافق ہے۔ وہ اپنے دعویٰ پر دلیل پیش کرتا ہے وہ مفید الواعظین مصنفہ مولوی حافظ محمد عزیز الرحمٰن صاحب عرشی متخلص واعظ قدیم گول تالاب کلکتہ کی یہ عبارت ہے: **من ترک الجماعة متعمدا فھو امنافق** ۔ص ۲۸، جس نے ترک کی جماعت قصداً پس وہ منافق ہے۔

نوٹ: مذکورہ بالا کتاب میں نے دیکھی وہ ۱۳۲۶ھ میں مطبع رزاقی کانپور میں طبع ہوئی کتاب میں جماعت کے باب میں اس طرح مذکور ہے ''فرمایا نبی ﷺ نے ''من ترک الجماعة الخ'' کتاب میں یہ حوالہ نہیں ہے کہ یہ حدیث کہاں سے ماخوذ ہے اور نہ راوی کا نام ونشان ہے جواب طلب امر یہ ہیں (۱) متعلقہ حدیث کتب احادیث کی کونسی کتاب سے منقول ہے؟ (۲) اس کے راوی کون ہیں؟ (۳) یہ حدیث ہے یا اثر ہے؟ (۴) صریحی ہے یا حکمی؟ (۵) سند کے لحاظ سے کون سی قسم ہے؟ (۶) رواۃ کے لحاظ سے کون سی قسم میں ہے؟ (۷) درجہ کے لحاظ سے صحیح ہے حسن ہے یا ضعیف وغیرہ؟

(۱) جماعت سے نماز پنجگانہ کی جماعت یا مسلمانوں کی جماعت مراد ہے؟ (۲) قصداً سے کیا مراد ہے اور نماز کی جماعت ترک کرنے کے ممکن شرعی عذر کیا کیا ہیں؟

از راہِ کرم جواب مطلوبہ روانہ فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

المستفتی: خادم سیف اللہ خاں اسٹیٹ ڈسپنسری، مدھوبن، مغربی چمپارن

۹۲/۸۶ھ

الجواب ـــــــــــــــــــ!

مفید الواعظین کیسی کتاب ہے:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حدیث مذکور فی السوال بالفاظ مذکورہ فقیر کی نظر سے نہیں گذری ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جو فقیر کی نظر سے نہیں گذری وہ حدیث ہی نہیں (حاشا وکلا) اس حدیث کی نشاندہی کتب احادیث میں مدعی زید پر ضروری ہے: **من ادعیٰ فعلیه البیان** ۔ جب اس کی نشاندہی صحیح طور پر ہوجائے گی اسی وقت سوال نمبر ا سے سوال نمبر ۷ تک کے جوابات دیئے جاسکیں گے۔ مفید الواعظین کتب احادیث وفقہ میں سے کسی قابل اعتماد کتاب کا نام نہیں ہے اس کا کوئی دعویٰ اسی وقت قابل قبول ہوگا جب کہ

کتب معتمدہ سے متفق ومستند ہو۔

ترک جماعت کے اعذار:

نماز باجماعت ترک کرنے کے یہ اعذار شرعیہ ہیں۔(۱) مرض (جس کے سبب مسجد تک جانے میں مشقت ہو)۔(۲) اپاہج (مختلف ہاتھ پاؤں کی شدید تکالیف)(۳) یا صرف پاؤں کٹا ہوا ہونا (۴) مفلوج (۵) ضعیفی (کہ مسجد تک جانے سے عاجز ہے) (۶) اندھا (اگر چہ اس کا معاون موجود ہو)، (۷) سخت بارش، (۸) راہ میں شدید کیچڑ، (۹) شدید سردی، (۱۰) سخت تاریکی (۱۱) آندھی، (۱۲) مال کے تلف ہونے کا صحیح اندیشہ (۱۳) اتلاف طعام کا خوف (۱۴) تنگدستی کی وجہ سے قرض خواہ کا خوف (۱۵) کسی ظالم کا خوف (۱۶) پاخانہ، (۱۷) پیشاب، (۱۸) ریاح کے حوائج شدیدہ، (۱۹) حضور طعام جب کہ نفس کو خواہش ہو، (۲۰) قافلہ یا (۲۱) ٹرین کے چھوٹ جانے کا اندیشہ، (۲۲) تیمارداریٔ مریض جب کہ اس کو تکلیف ہو یا گھبرائے وغیرہم۔

وتسقط الجماعة بالاعذار حتی لایجب علی المریض والمقعد والزمن ومقطوع الیدو الرجل من خلاف ومقطوع الرجل والمفلوج الذی لایستطیع المشی والشیخ الکبیر العاجز والاعمی عندابی حنیفه. والصحیح انها تسقط بالمطر والطین والبرد الشدید والظلمة الشدیدة کذافی التبیین. وتسقط بالریح فی اللیلة المظلمة واما بالنهار لیست الریح عذرا وکذااذا کان یدافع الاخبثین او احدهما او کان اذا خرج یخاف ان یحبسه غریمة فی الدّین اویرید سفرا واقیمت الصلوٰة فیخشیٰ ان یفوته القافلة او کان قیما مریض اویخاف ضیاع ماله وکذا او احضر العشاء واقیمت صلوته ونفسه تشوق الیه وکذا اذا حضر الطعام فی غیر وقت العشاء ونفسه تشوق الیه کذا فی السراج الوهاج. (عالمگیری ص۸۲)

کتـــــــــــبه الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۲۴/ ذوقعدہ ۱۴۰۰ھ، ۵/ اکتوبر ۱۹۸۰ء

استفتاء ۳۶۵

مسئله: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

فرض نماز ادا کر لینے کے بعد اگر جماعت فرض ہو رہی ہو تو کیا فرض ادا کر لینے والا اس جماعت میں شریک ہو سکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی: طاہر حسین مجیبی، بازید پور، منگرتھو، ضلع دربھنگہ

۹۲/۸۶ھ

الجواب ـــ!

ایک دن میں دوبارہ فرض نماز:

مالمجیب یاعلم من السائل "ہر وہ فرض نماز جس کے بعد سنن ونوافل ہوں مثلاً نمازظہر ونمازِ عشاء ان فرض نمازوں کے بعد اگر جماعتِ فرض میسر ہوجائے تو بہ نیتِ نفل ان جماعات میں شریک ہوسکتے ہیں۔لیکن دوفرض نمازوں کی ادائیگی کے بعد اگرانہی نمازوں یاکسی دوسری نماز کی جماعت دیکھے تواس میں شریک نہ ہو یعنی فرض نمازِ فجر کے بعد ادائے نفل کا وقت نہیں ہے یونہی نمازمغرب کے بعد تین رکعت کی نفل نماز شروع نہیں ہے۔

اَنَّ عَبْدُاللّٰہِ ابنِ عُمَرَ کَانَ یَقُوْلُ مَنْ صَلَّ الْمَغْرِبُ اَوِالصُّبَحَ ثُمَّ اَدْرَکَ ھُمَا مَعَ الْاِمَامِ فَلَا یَعُدْلَھُمَا۔ (رواہ مالک) "حضرت سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ارشاد فرماتے تھے کہ جس نے مغرب یا فجر کی نماز ادا کرلی ہواور پھرانہی نمازوں کی جماعت پائے تو اپنی نمازوں کو دوبارہ نہ پڑھے۔"

نوٹ: بعض احادیث کریمہ سے اشارہ یاحکم ملتا ہے کہ ایک دن میں دوبارہ نماز فرض پڑھی جاسکتی ہے۔حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت نے تمام حدیثوں کی شرح کردی کہ کن نمازوں کو دوبارہ پڑھی جاسکتی ہے اور کن نمازوں ان کو نہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ وآلہ وصحبہ وسلّم۔

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء دارالعلوم المشرقیہ حمیدیہ،قلعہ گھاٹ،دربھنگہ

کتبہ

۲۳/ جمادی الاولیٰ ۱۹۷۳ء

استفتاء ۳۶۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ:

(۱) نماز فجر کی جماعت کھڑی ہے اور امام قعدۂ اخیرہ میں ہے ہم اگر سنت پڑھتے ہیں تو جماعت چھوٹ جاتی ہے ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیے۔

(۲) اگرسنت چھوڑ کر جماعت میں شامل ہوگئے تو سنت بعد میں ادا کی نیت سے پڑھی جائے یا قضا کی نیت سے؟

(۳) کیا فجر کی نماز سورج نکلنے کے بعد بھی ادا کی نیت سے پڑھی جائے گی؟ یا قضاء ہوگئی وضاحت کریں؟

(۴) امام کی قرأۃ میں اگر غلطی ہوگئی کوئی لفظ یا حرف چھوٹ گیا یا زیادہ ہوگیا تو مقتدی لقمہ دے سکتا ہے یا نہیں؟

(۵) اگر لقمہ دیا اور امام نے صحیح کرلیا تو بھی سجدۂ سہو کرنا ہوگا یا نہیں؟

(۶) اگر سجدۂ سہو نہیں کیا تو نماز دُہرانی ہوگی یا نہیں؟
(۷) ہم نے بینک سے روپیہ لیکر کاروبار کیا۔ تو اس میں سود دینا ہوگا۔ ایسا کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟
(۸) ہم نے حفاظت کے لئے بینک میں روپیہ رکھا تو اس کا سود ملے گا تو کیا روپیہ رکھا جائے یا نہیں؟
(۹) کسی سے زمین بندھک لیا تو اس کی کیا صورت ہوگی اگر بغیر زمین لئے ہوئے روپیہ دیدیا جائے تو ایسی صورت میں اس کی کیا صورت ہوگی۔ اس کی کوئی گارنٹی نہیں ہے کہ روپیہ واپس ملے گا یا نہیں؟ اور کوئی دوسری صورت اس کے پیسہ حاصل کرنے کی نہیں ہے۔ ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیے۔

المستفتی: کلیم الدین سرائے انجن چوک، پوسٹ سرائے انجن، ضلع سمستی پور

۹۲/۷۸۶

الجواب

(۱) جماعت میں شریک ہونا چاہیے۔ وھو اعلم
(۲) نہ ادا کی نیت سے نہ قضا کی نیت سے۔ وھو اعلم
(۳) کنارۂ شمس چمکنے کے بعد فجر کی نماز کا وقت ادا جاتا رہتا ہے۔ اب قضا کی نیت سے نماز پڑھی جائے گی۔ وھو اعلم
(۴) امام اگر غلط پڑھتا ہو تو مقتدیوں پر ضروری ہے کہ امام کو بتائیں۔ وھو اعلم
(۵) نہیں۔ وھو اعلم
(۶) نماز دُہرانے کی ضرورت نہیں۔ وھو اعلم
(۷) کیا جاسکتا ہے مگر اچھا نہیں۔ وھو اعلم
(۸) بینک کا منافع لینا مباح ہے اس کا نام سود رکھنا کلیۃً صحیح نہیں۔ وھو اعلم
(۹) زمین گروی لینا دینا دونوں درست ہے۔ مگر اس سے منافع حاصل کرنا جائز نہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ
عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۸/ ربیع النور ۱۴۰۵ھ

استفتاء ۳۶۷

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) زید نماز پڑھاتا ہے اور سورہ فاتحہ کے بعد قرآن مجید کی چند آیات پڑھتا ہے۔ مگر کبھی یَـاَیُّهَـا الَّـذِیْنَ آمَـنُوْا، پارہ۲، رکوع ۲ پڑھتا ہے۔ جب وَبَشِّرِ الصّٰـابِرِیْنَ کی آیت آتی ہے تو وہ اس آیت پر وقف کر دیتا ہے۔ اور کبھی کبھی اسی آیت پر رکوع بھی کر دیتا ہے حالانکہ اس آیت پر (ہ) کے نشان بنے ہوئے ہیں یہاں نہ ٹھہرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ اعتراض کرنے پر کہتا ہے کہ اس جگہ ٹھہر بھی سکتے ہیں کیونکہ معنی میں کوئی خرابی لازم نہیں آتی ہے۔ لہٰذا حضور سے گزارش ہے کہ مطلع فرمائیں کہ امام غلطی پر ہیں یا مقتدی کا اعتراض غلط ہے؟

(۲) زید اپنی بیوی ہندہ کو طلاق نہیں دینا چاہتا ہے کیونکہ محبت زوجیت باقی ہے اور ہندہ کے گھر والے زید سے کسی وجہ سے ناراض ہیں اور اسے کمرہ میں بند کر کے جان مارنے کو تیار ہیں اور زید سے بالتاکید کہتے ہیں کہ طلاق دیدو ورنہ ہم مارڈالیں گے تو اگر زید نے جان بچانے کے لئے طلاق دیا اور تحریر بھی دیا تو کیا اس حالت میں طلاق واقع ہو جائیگی؟ یا نہیں؟

(۳) خطبۂ علمی میں علمی صاحب نے جو اردو میں نظم لکھی ہے وہ خطبہ کے دوران میں پڑھ سکتے ہیں یا نہیں اگر نہیں پڑھ سکتے ہیں تو پھر خطبہ میں عبارت کے درمیان کیوں لکھا حالانکہ وہ کافی جید عالم تھے؟

المستفتی: محمد محی الدین، بیریا، بلیا

۹۲/۸۶ء

الجواب

(۱) ''لا'' اشارہ عدم وقف ہے کہ یہاں ملانا بہتر ہے ضروری نہیں وقف کی وجہ سے امام پر اعتراض صحیح نہیں۔ وَبَشِّرِ الصّٰابِرِیْنَ پر وقف و رکوع جائز ہے نماز درست ہوگئی۔ وھو اعلم

(۲) بے وجہ شرعی طلاق کا مطالبہ حرام ہے جو لوگ زن وشو کے تعلقات کو بگاڑیں گے یا طلاق کے ذریعہ دونوں کو علیحدہ کریں گے۔ وہ سب مستحقین عذاب نار ہوں گے۔ قال علیہ الصلوٰۃ والسلام. لایدخل الجنۃ قاطع. ''رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رشتۂ محبت منقطع کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا'' جبر و اکراہ کی بعض صورتوں میں طلاق واقع ہو جاتی ہے اور بعض میں نہیں جیسی صورت پیش آئیگی اسی کے مطابق شرعی جواب دیا جائے گا قبل از وقت اس کی تفصیل خلاف مصلحت شرعیہ ہے۔ وھو اعلم

(۳) جمعہ و اعیاد وغیرہا کا خطبہ عربی زبان ہی میں سنت متوارثہ ہے اس میں غیر عربی کا اختلاط خلاف سنت و مکروہ ہے۔ خطبہ علمی کی

پہلی طباعتوں کو دیکھئے تو اس میں مذکورہ مسئلہ لکھا ہوا ہے حضرت علمی صاحب علیہ الرحمہ نے جو مطلب خیز ترجمہ نظم فرمایا ہے اس کو خطبہ سے قبل و یا فرائض و سنت کے بعد سنا دیا جائے تو بہتر ہے خطبہ کے درمیان میں پڑھنے کی اجازت نہیں۔ وہو اعلم!

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتـــبہ

۲۲/ ذی الحجہ ۱۴۰۴ھ

استـــــفتـــــاء ۳۶۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:
فرض نماز میں اگر امام قرأت کرتا ہو اور ایک بڑی آیت پڑھ چکا ہو پھر رک گیا اتنے میں کسی مقتدی نے لقمہ دیا آیا یہ لقمہ فرض نماز میں درست ہے؟ اور لقمہ لینا درست ہے تو پھر سجدہ سہو کرنا پڑے گا یا نہیں؟ لوگوں کا کہنا ہے کہ فرض نماز میں لقمہ بالکل کسی طرح جائز نہیں ہے کیا یہ درست ہے۔ حقیقت شرعیہ سے مطلع کریں۔
المستفتی: عبدالباری خاں، پنکرہ، ڈومریا، گیا

۹۲/۸۶ء

الجواب ـــ!

لقمہ دینے میں عجلت نہیں کرنی چاہیے۔ لقمہ لینا درست ہے اس سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا، صورت مسئولہ میں نماز ہو گئی۔ لوگوں کا کہنا غلط ہے کہ فرض نمازوں میں لقمہ دینا جائز نہیں ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم!

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتـــبہ

۲۴/ ذی الحجہ ۱۴۰۴ھ

استـــــفتـــــاء ۳۶۹

مسئلہ: محترم و مکرم جناب مفتی صاحب قبلہ! ہدیۂ سلام سنت!
قرآن میں کتنی فصل چاہیے؟ نماز کے اندر اگر سورۂ فاتحہ کے بعد پہلی رکعت میں اِذَا جَاءَ پڑھے اور دوسری میں قُلْ ھُوَ اللّٰہُ تو جائز ہے یا نہیں؟ فصل کتنی چاہیے؟
المستفتی: مولوی محمد زاہد حسین برکاتی، جے نگر، ضلع مدھوبنی

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملک الوہاب ــــــــــــــــ!

وعلیکم السلام ورحمہ!

نماز کے اندر درمیان میں چھوٹی سورۃ چھوڑ دینا مکروہ ہے۔ مثلاً پہلی رکعت میں اَرَاَیْتَ الَّذِیْ اور دوسری رکعت میں قُل یٰاَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ پڑھنا۔ آپ نے تلاوت کی جو صورت تحریر کی ہے اس طرح سے سورتوں کو پڑھنا جائز ہے۔ نماز بلا کراہت ہوجائے گی۔ وھو تعالیٰ اعلم

نوٹ: قرآن میں فصل سے آپ کی کیا مراد ہے؟

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۱۶/ رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ

استفتاء ۳۷۰

ضاد کا مخرج

مسئلہ: قبلہ جناب مفتی صاحب دام ظلہ العالی، ادارۂ شرعیہ سلطان گنج، پٹنہ ۶

میں آپ سے کچھ ضروری باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ چونکہ یہاں ہم لوگوں کے بیچ نہ جاننے کی بنا پر مسئلہ مسائل کے چند پیچیدہ سوالات اُبھر آئے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے پر شک کی نگاہ سے دیکھنے لگے ہیں۔ لہٰذا آپ سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ جہاں تک ممکن ہو جلد از جلد واپسی ڈاک سے مندرجہ ذیل پیچیدہ سوالوں کا جواب حل کر کے یہاں تک بھیجنے کی زحمت گوارہ کریں گے۔

(۱) قرآن شریف کے اندر کہیں بھی لفظ ''ض'' آتا ہو تو (زاد) کا مخرج نکالنا کہاں تک صحیح ہوگا؟

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــــــــــ!

جمہور قُرّاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حرف ''ضاد'' کا مخرج حافہ لسان اور اس کی متصل کی ڈاڑھیں اور اہل زبان کے نزدیک اس (ض) کی آواز دال مفخم کی آواز سے مشابہ ہے چنانچہ سعودی حکومت کا صدر مقام ریاض ہے کوئی اہل زبان اس کو "Riyaz" نہیں لکھتا ہے اور نہ Z زیڈ کی آواز اس کی ادائیگی میں نکلتی ہے بلکہ تمام اہل زبان ریاض کے (ض) کو ڈی D سے لکھتا ہے املا اس طرح ہوتا ہے "Riyadh" اس سے واضح ہوا کہ اہل عرب کے نزدیک (ض) کی آواز دال مفخم کے مشابہ ہے اور (ضاد) کے

مشابہ یا (ظاء) کے مشابہ اس کی آواز نکالنا فن قرأت اور اہل زبان کے خلاف ہے چنانچہ محیط برہانی میں ہے: سئل الامام القاضی عمن یقرء الظاء المعجمة مکان الضاد او علی العکس فقال لا تجوز امامته ولو تعمد یکفر الخ۔
''ترجمہ: حضرت امام قاضی سے اس شخص کے متعلق سوال کیا گیا جو ''ظا'' کی جگہ ''ضاد'' پڑھتا ہے یا بالعکس یعنی ''ضاد'' کی جگہ ظا تو آپ نے جواب دیا ایسے شخص کی امامت درست نہیں اور اگر عمداً پڑھے تو کافر ہو جائے گا۔'' وھو تعالیٰ اعلم!

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کـتـبـه
۲۰/صفر المظفر ۱۴۰۰ھ

استفتاء ۳۷۱

مسئلہ: مکرمی جناب مفتی صاحب قبلہ ادارۂ شرعیہ بہار پٹنہ
ہمارے یہاں ایک حافظ صاحب بغرض تراویح بلائے گئے۔ جنہوں نے تراویح میں قرآن مجید کی ایک سو چودہ سورتوں میں درمیان تراویح کے شروع میں بسم اللہ شریف پڑھا۔ مثلاً تراویح کی دو رکعت شروع ہوئی پہلی رکعت میں سورۂ بقر پڑھی۔ تو دوسری رکعت میں بسم اللہ شریف پڑھکر سورۂ آل عمران پڑھی۔ یا پہلی رکعت میں سورۂ آل عمران کا آخری حصہ پڑھا اور درمیان میں بسم اللہ پڑھ کر سورۂ نساء شروع کر دی۔ جواب طلب امر یہ ہے کہ درمیان میں بسم اللہ پڑھنا کیسا ہے۔

المستفتی: علی حسن صدیقی بیرمتراپور، سندرگڑھ، اڑیسہ
۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــ!

نماز کے اندر سورتوں کے شروع میں بسم اللہ شریف بآواز بلند پڑھنا خلاف سنت (مکروہ) ہے۔ البحر الرائق ص ۳۳۰/ مصری میں ہے: لایجھرون بسم الله الرحمن الرحیم. نیز سورۂ فاتحہ اور دیگر سورۃ کے درمیان بھی بسم اللہ شریف جہر سے پڑھنا خلاف سنت ہے چنانچہ البحر الرائق ہی میں ہے: فلاتسن التسمیة بین الفاتحة والسورة مطلقاً الخ. ''سورۂ فاتحہ اور سورت کے درمیان بسم الله الرحمن الرحیم پڑھنا خلاف سنت ہے۔'' خصوصاً صورت متذکرہ میں تمام سورتوں کو بسم اللہ شریف جہر سے شروع کرنا مکروہ ہوا۔

فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل ص ۷۲ میں ہے: ولایسمی بین الفاتحة والسورة ھکذا فی الوقایة والنقایة وھو الصحیح ھکذا فی البدائع والجوھرة النیرة. ''سورۂ فاتحہ اور سورت کے درمیان بسم اللہ نہ پڑھے ایسے ہی وقایہ اور نقایہ میں ہے

اور یہی صحیح ہے بدائع اور جوہرہ نیرہ میں ایسے ہی ہے۔" واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وصحبہ وسلم۔

کتبہ الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

مورخہ ۵/شعبان ۱۴۰۰ھ

استفتاء ۳۷۲

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مسائل مندرجہ ذیل میں

(۱) جمعہ کی نماز میں تقریباً ہر جمعہ کو انتیسویں (۲۹) پارہ کی آخری تین آیتیں ہی پڑھتے ہیں امام صاحب۔ کیا یہ صحیح ہے؟

(۲) امام صاحب کو کتاب وسنت کا کوئی مسئلہ بتایا جاتا ہے تو وہ نہیں مانتے ہیں۔ اس میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۳) ایک عورت کو دو بچہ پیدا ہوئے۔ کیا دونوں کے لئے ایک ہی اذان کفایت کر جائے گی یا الگ الگ دو اذان دینی ہوگی؟ تفصیل سے جواب دیں۔

(۴) ایک حافظ صاحب مناجات میں یہ شعر اکثر پڑھتے ہیں "خلق کے راندے ہوئے دنیا کے ٹھکرائے ہوئے۔ آئے ہیں اب تیرے در پر ہاتھ پھیلائے ہوئے"۔ تو کیا "راندے" صحیح لفظ ہے یا "روندے"؟ ہر ایک کا جواب مطلوب ہے۔

المستفتی: محمد انور حسین خان، مقام اولیا، ڈاکخانہ اولیا، ضلع غازی پور

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــ بعون الملک الوہاب ــــــــ!

نماز میں بعض سورتوں یا آیتوں کا مخصوص کر لینا مکروہ ہے:

(۱) جمعہ کی نماز میں طوال مفصل کا پڑھنا مسنون ہے۔ تین آیتوں کے پڑھ لینے سے بھی نماز ہو جاتی ہے۔ مقتدیوں کی حالت دیکھتے ہوئے امام کو اس کی رعایت کرنی چاہئے۔ لیکن کسی سورۃ یا آیتوں کو نماز کے لئے خاص کر لینا فقہاء اسلام کے نزدیک مکروہ ہے۔ ہدایہ اولین میں ہے: ویکرہ ان یوقت بشئی من القران بشیء من الصلوٰۃ لما فیہ من ھجر الباقی وایھام التفصیل. وھو تعالیٰ اعلم

کتاب السیر (مسائل شرعیہ سے اعراض گناہ کبیرہ ہے)

(۲) کتاب وسنت کے مسائل سے اعراض کرنا سخت وشدید گناہ اور صریح ظلم ہے۔ قال تعالیٰ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُکِّرَ

بِآيَاتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ الخ. اگر اس قسم کی جرأت کسی امام سے واقع ہوئی تو اسے توبہ کرنا واجب ہے۔ اگر وہ توبہ سے انکار کرے تو اسے منصب امامت سے معزول کر دینا چاہئے۔ وھو تعالیٰ اعلم

باب الاذان (نومولود کے کان میں اذان کہنا)

(۳) الگ الگ ہر ایک نومولود کے کانوں میں اذان و اقامت کہنی ہوگی۔ اس اذان و اقامت کو نماز جنازہ کے تعدد پر قیاس نہیں کیا جائے گا کہ یہاں اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم مقصود ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتاب العلم (بعض الفاظ کی تصحیح)

(۴) ''راندے'' اور ''روندے'' دونوں الفاظ صحیح ہیں۔ شعر مذکور میں معناً دونوں درست ہو سکتے ہیں، بلکہ شعر کے دیگر الفاظ کی مناسبت سے ''راندے'' اصح و ابلغ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۹/ ذی القعدہ ۱۴۰۱ھ

استفتاء ۳۷۳

مسئلہ: مفتی ادارۂ شرعیہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ...... بعد سلام مسنون عرض یہ ہے کہ نماز میں پہلی رکعت کے اندر اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ''اے محبوب بیشک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔'' (ترجمہ کنزالایمان) اور دوسری رکعت میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ''تم فرماؤ وہ اللہ ہے وہ ایک ہے۔'' (ترجمہ کنزالایمان) اگر پڑھا جائے تو نماز ہوگی یا نہیں؟ کچھ لوگوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ پہلی رکعت میں زیادہ آیتیں پڑھنی چاہیے اور دوسری رکعت میں پہلے کی بنسبت کم آیتوں والی سورۃ پڑھنی چاہیے یعنی اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ میں تین آیتیں ہیں اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ میں چار آیتیں ہیں نماز ہوئی یا نہیں؟
اب بتانا یہ ہے کہ پہلی رکعت میں چھوٹی سورۃ اور دوسری رکعت میں بڑی سورۃ پڑھی جا سکتی ہے یا نہیں؟ اعتراض کرنے پر امام صاحب نے یہ فرمایا کہ قرآن پاک میں ہے کہ ''جو یاد ہو پڑھو'' تو اس کا کیا مطلب ہے کیا جہاں سے جی چاہے پڑھ دے کیا اس کے لئے قید نہیں ہے؟
دوسری بات یہ ہے کہ قربانی کے بارے میں یہاں پر یہ اعلان ہوا کہ جو مالک ہے اُسی کے نام سے ہوگا۔ اگر کسی کو اپنے مرحوم باپ کی جانب سے کرنا ہے تو پہلے وہ اپنے نام سے کرے اس کے بعد اپنے مرحوم

کے نام سے کرے۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ ان کو اتنی طاقت نہیں ہے کہ پہلے اپنے نام سے چار سو روپئے کا خصی بکری کرے اور دوسرا چار سو روپئے کا لیکر اپنے باپ یا ماں یا بیوی یا اوروں کے نام سے کرے۔ تو ہر سال اگر مالک اپنے ہی نام سے کرے تو اس کے خاندان والے کے نام سے نہیں ہوسکتا ہے۔ برائے مہربانی اس کا جواب پوری تفسیر کے ساتھ دیں نوازش ہوگی۔

المستفتی: محمد کاظم، کتاب دوکان، مصطفیٰ باغ، سیوان

۸۶/۹۲ ے

الجواب!

(۱) وعلیکم السلام ورحمۃ! نماز بلا کراہت جائز و درست ہوگئی **وفی بعض شروح الجامع الصغیر لاخلاف ان اطالة الرکعة الثانیه علی الاولیٰ الخ** ۔ ''اور جامع صغیر کی بعض شروحات میں ہے کہ دوسری رکعت کو پہلی رکعت سے طویل کرنے کے متعلق کوئی اختلاف نہیں ہے۔'' کیونکہ مذکورہ دونوں سورتوں میں تقریباً پانچ ہی حروف کا فرق ہے۔ اور قرأت کے طوال وقصر میں کراہت کا حکم اس وقت ہوگا جب کہ پہلی رکعت کی قرأت دوسری رکعت کے قرأت کے مقابلہ میں تین آیتوں یا اس سے زائد کی مقدار میں طول ہوجائے۔ **مکروهة ان کانت بثلث آیات او اکثروان کانت باقل من ذلک لایکره کذافی الخلاصة** ''ترجمہ: پہلی رکعت کی قرأت دوسری رکعت کی قرأت کے مقابلے میں تین آیت یا اس سے زائد ہو تو مکروہ ہے اور اگر اس کم ہو تو مکروہ نہیں ہے۔'' امام صاحب کے فرمانے کا غالباً یہ مقصد ہے کہ نماز کی قرأت کے لئے کوئی قید و بند نہیں ہے کہ فلاں فلاں ہی سورتیں پڑھی جائیں بلکہ نمازی کو جہاں سے قرآن یاد ہو وہیں سے پڑھے لیکن قرآن پڑھنے میں جمع کی ترتیب کا خیال رکھے۔ عالمگیری میں ہے: **ویکره ان یوقت شیئا من القران لشئی من الصلوٰة الخ** ۔ ''نماز کے لئے قرآن کے کسی حصے کو مخصوص کر لینا مکروہ ہے۔''

(۲) صاحب نصاب پر ہر سال قربانی واجب ہے جب تک قربانی کی شرطیں پائی جاتی رہیں گی اس وقت تک ہر سال اپنی جانب سے قربانی دینی ہوگی اگر کسی صاحب نصاب نے اپنی جانب سے قربانی نہیں کی اور کسی دوسرے کے نام سے کردی تو ترک واجب کا گناہ صاحب نصاب کو ہوگا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے کسی صاحب نصاب کو ایسی توفیق دی ہے کہ وہ اپنی طرف سے بھی قربانی کرے اور اپنے عزیز و اقارب آباؤ اجداد کی طرف سے بھی کرے تو نورٌ علیٰ نور ہے اور اگر اتنی توفیق نہیں ہے تو صرف اپنی طرف سے قربانی دے۔ **هکذا فی الردالمحتار والعلمگیری وصرحه صدرالشریعة علیه الرحمه فی بهارشریعت باب الاضحیة** ۔ ''اور ایسے ہی ''ردالمحتار'' اور ''عالمگیری'' میں ہے اور اس کی صراحت ''بہار شریعت'' قربانی کے باب میں صدرالشریعہ نے کی ہے۔'' **واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم!**

کتبہ: الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۲۳/محرم الحرام ۱۴۰۰ھ، ۱۳/ دسمبر ۱۹۷۹ء

استفتاء ۳۷۴

مسئلہ : ظہر کی نماز سنت میں پہلی رکعت میں الم تر کیف الخ ''اے محبوب کیا تم نے نہیں دیکھا تمہارے رب نے ان ہاتھی والوں کا کیا حال کیا۔'' (کنز الایمان) دوسری میں لایلف قریش الخ ''اس لئے کہ قریش کو میل دلایا۔ (کنز الایمان) تیسری میں اَرَأَیتَ الَّذِیْ الخ ''اے محبوب! کیا آپ نے اسے دیکھا جو دین اسلام کو جھٹلاتا ہے'' ۔ (کنز الایمان) اور چوتھی میں اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ الخ ''اے محبوب! بیشک میں نے آپ کو عطا فرمایا'' ۔ (کنز الایمان) پڑھا جائے ۔ تو کوئی حرج ہوا یا خلاف حکم یا خلاف سنت ہوا۔ خلاصہ درج کیا جائے ۔ وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ ۔ فقط والسلام!

المستفتی: فیروز محمد مقام رام ساگر، ڈاکخانہ: گرودانہ، ضلع پلاموں، بہار

۷۸۶/۹۲

الجواب ـــ!

ظہر کی سنت میں سورتوں کی جو ترتیب آپ نے لکھی ہے وہ بالکل درست ہے نہ اس میں کوئی حرج ہے اور نہ خلاف سنت ہے فقط ۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم بالصواب!

الفقیر عبد الواجد قادری غفرلہ، دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۶/ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ ۔ ۲۳/ مئی ۱۹۷۹ء

استفتاء ۳۷۵

مسئلہ : محترمی السلام علیکم! مندرجہ ذیل مسائل کے فقہی احکام سے مطلع فرما کر ہم لوگوں کو شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

(۱) فرض نماز میں اگر قرأت میں امام سے غلطی ہو جائے یا امام بھول جائے تو ایسی حالت میں فرض نماز میں مقتدی کا لقمہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) امام نے سورۂ رحمٰن کی آیت خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ کَالْفَخَّار کو خَلَقَ الاِنْسَانُ مِنْ صَلْصَالٍ کَالْفَخَّار ''اس نے آدمی کو بنایا بجتی مٹی سے۔'' یعنی انسان کے نون پر پیش پڑھ دیا۔ مقتدی میں سے عمرو نے سلام کے بعد فوراً ٹوک دیا کہ انسان کے اوپر زبر ہے پیش نہیں ہے پیش ہونے سے معنی

بدل جاتا ہے کیونکہ پیش پڑھ دینے سے جو مفعول ہے وہ فاعل ہوگیا۔ معنی فاسد ہونے سے نماز فاسد ہوتی ہے۔ دوسرے مقتدی زید نے کہا کہ اس کا فاعل الرحمٰن ہی رہے گا پیش پڑھنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے اس صورت میں کیا حکم ہے؟

نوٹ: امام صاحب نے خَلَقَ الْاِنْسَانَ ہی سے پڑھنا شروع کیا تھا۔

(۳) اگر کوئی دوسری جگہ انتقال کر جائے یا ٹرین یا کسی طرح کی سواری میں جاتے ہوئے حادثہ کا شکار ہو جائے اگر اس کی نماز جنازہ کسی طرح نہیں ہوسکی تو کیا اس کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے؟

(۴) اگر دوسری جگہ کسی کا انتقال ہوگیا ہو وہاں اس کی نماز جنازہ ہو چکی ہو لیکن اس کے گھر والے جو وہاں نماز جنازہ میں شریک نہیں تھے کیا گھر پر نماز غائبانہ پڑھ سکتے ہیں؟ فقط

المستفتی: محمد عظمت اللہ شکچھا مادھیم ودھالیہ سونیہارا، پوسٹ راوے، وایہ: رمنا ضلع پلاموں

۹۲/۸۶ے

الجواب ـــ!

امام کو لقمہ دینا:

(۱) وعلیکم السلام! جائز ہے کما فی بہار شریعت بحوالہ عالمگیری۔ وھو تعالی اعلم!

قرأۃ میں غلطی:

(۲) اعراب میں ایسی غلطیاں جس سے معنی متغیر ہوتے ہوں تا اینکہ فساد عقیدہ کو مستلزم ہو جائے تو ایسی صورت میں احوط یہ ہے کہ نماز کا اعادہ کرے۔ صورت مسئولہ میں فساد معنی کے ساتھ فساد عقیدہ بھی ہے کہ اگر قصداً پڑھا جائے تو کفر ہے فتاوی عالمگیری میں ہے: وان غیر المعنی تغیراً فاحشاً (الی قولہ) ممالو تعمدبہ یکفر اذاقرأ خطأ فسدت صلوته فی قول المتقدمین الخ ''اور اگر معنی تغیر فاحش جان بوجھ کر ہوا ہو تو پڑھنے والا کافر ہو جائے گا اور اگر بھول کر پڑھا ہو تو متقدمین کے قول میں اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔'' واللہ تعالی اعلم بالصواب!

(۳) اس کیلئے دعاء مغفرت کرے۔ نماز جنازہ غائبانہ پڑھنے کی اجازت ہمارے مذہب میں نہیں ہے: کما قال فی العالمگیریہ ومن لشرط حضور المیت ووضعہ وکونہ امام المصلی فلا یصح علی غائب اللھم ۔ ''نماز جنازہ کی شرائط میں سے میت کا امام کے آگے ہونا ہے۔ کسی غائب پر نماز جائز نہیں۔'' وھو اعلم

(۴) غائبانہ جنازہ صحیح نہیں ہے کمامر واللہ ورسولہ اعلم بالصواب!

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبــــــــــــــــــہ

۴/محرم الحرام ۱۴۰۰ھ مطابق ۲۵/نومبر ۱۹۷۹ء

استفتاء ۳۷۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ موضع کھنڈیل میں قریب قریب سبھی لوگ سنی عقیدہ کے ماننے والے ہیں آج ہی نہیں بلکہ یہاں کے مسجد میں ہمیشہ سنی عقیدہ کے امام رکھے گئے۔

(۱) نماز میں ضآلین پڑھنا درست ہے یا ظالین پڑھنا درست ہے۔ زید کا کہنا ہے کہ صرف قاری، عالم اور حافظ کو ہی ضالین پڑھنے کا حق ہے باقی کسی کو نہیں۔ کیا زید کا قول درست ہے اگر درست ہے تو کس طرح؟

(۲) زید کا کہنا ہے کہ ضالین پڑھنے سے نماز نہیں ہوتی ہے ضالین کا کوئی معنی نہیں ہوتا ہے کیا زید کا قول درست ہے؟

(۳) زید کا مزید اصرار ہے کہ ظالین ہی پڑھنا بہتر ہے اگر چہ امام ضآلین پڑھتا ہے تو اس کے اقتداء میں شامل نہیں ہوسکتا ہوں۔ کیا زید کا قول درست ہے۔

(۴) لفظ ضآلین اور ظآلین کا ترجمہ معتبر کتابوں کے حوالہ سے بالوضاحت جواب مرحمت فرمائیں۔

المستفتی: عبدالصمد خان کھنڈیل، پوسٹ: بشن پورہ، وایہ: چرکی، ضلع گیا

۱۶/شوال ۱۳۹۹ھ

۷۸۶/۹۲

الجواب

۱- نماز ہو یا غیر نماز ضآلین ہی پڑھنا درست ہے۔ وھو اعلم

۲- زید کا دعویٰ بلا دلیل بلکہ خلاف شرع ہے اور قول نادرست ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم!

۳- زید بے قید کا اصرار بیجا اور قول نادرست ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم!

۴- ضآل ہدایت کی ضد ہے جس کا معنی ہے گمراہ اور ظآل ظل سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے سایہ عربی کی مشہور لغت المنجد میں ہے: ''الضال'' البطل و ضد الهدی ''گمراہ اور باطل یہ دونوں ہدایت کی ضد ہیں۔'' پھر اسی میں ہے: ''الظلال'' کل موضع یکون فیه الشمس ثم تزول عنه فهو ظل۔ ''الظلال ہر وہ جگہ جس میں سورج کی شعائیں پڑتی ہو پھر اس سے زائل ہوتا ہو تو وہ سایہ ہے۔'' پس ظالین کا معنی ہوا ''سایہ داروں'' اور ضآلین کا معنیٰ ہوا گمراہوں باطل پرستوں ـــــ ولا الضآلین ''اور نہ بہکے ہوؤں کا'' (ترجمہ اعلیٰ حضرت) ولا الضالین ''اور نہ ان لوگوں کا جو راستہ سے گم ہو گئے'' (ترجمہ تھانوی)

نوٹ: اس مسئلہ کیلئے اجمل الارشاد فی تحقیق حکم الضاد للمولانا اجمل اور الجام الصاد للامام احمد رضا کو بغور مطالعہ فرمائیں۔

وضاحت:- ضآد ظاء نہیں ہے اور نہ دونوں کے مخرج و آواز میں اتحاد ہے۔ لہٰذا ضآد کو ظاء پڑھنا غلط اور مفسد نماز ہے

فتاویٰ قاضی خاں میں ہے: وان قرء غیر المغضوب بالظاء وبالذال تفسد صلوته ولا الضآلین بالظاء والخ۔ ''اور اگر غیر المغضوب کو ظاء یا ذال سے پڑھا تو نماز فاسد ہو جائیگی اور ولا الضالین کو ظاء سے پڑھا تو بھی نماز فاسد ہو جائیگی۔'' جمہور قرّاء اور فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حرف ضاد کا مخرج ''حافہ لسان اور اس کی متصل کی ڈاڑھیں ہیں اور اہل زبان کے نزدیک اس کی آواز دال مفخم کے مشابہ ہے۔ لہٰذا زید کا دعویٰ سراسر غلط اور بے بنیاد ہے کہ ظآلین پڑھنا بہتر ہے بہتر و جواز تو درکنار بعض فقہاء کرام نے تو یہاں تک فرمایا کہ ظالین پڑھنے سے نماز تو باطل ہو ہی جائے گی اگر عمداً (جان بوجھ کر) پڑھا تو پڑھنے والا کافر ہو جائے گا، چنانچہ محیط برھانی میں ہے: سئل الامام القاضی عمن یقرء الظاء المعجمة مکان الضاد او علی العکس فقال لاتجوز امامته ولو تعمد یکفر الخ۔ ''قاضی امام سے اس شخص کے بارے پوچھا گیا جو ضاد کی جگہ ظاءِ معجمہ پڑھتا ہے یا اس کے برعکس تو فرمایا کہ اس کی امامت جائز نہیں اور اگر جان کر پڑھا تو کافر ہو جائے گا۔'' مختصر یہ ہے کہ ضاد کو ضاد ہی پڑھنا چاہیے اگر ض کی جگہ ظ پڑھا تو نماز باطل ہوگی۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم!

الفقیر عبدالواحد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۳/شوال المکرم ۱۳۹۹ھ، ۱۶/ستمبر ۱۹۷۹ء

استفتاء ۳۷۷

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

امام نے نماز جمعہ کی پہلی رکعت میں سورۂ یونس کی آخری دو آیت لقد جاء کم سے قرات کی اور العظیم کے بجائے .... پڑھتے ہوئے سورۂ نور کی آخری آیت تک تلاوت کر گیا اور دوسری رکعت میں سورۂ الکوثر کی تلاوت کی اس صورت میں سجدۂ سہو کرنے سے نماز ہو جائے گی یا پھر اعادۂ نماز کی ضرورت ہوگی؟ سنی حنفی المسلک کے مطابق مفصل جواب مرحمت فرما کر سائل کو ممنون فرمائیں۔

المستفتی: ارشد القادری، امام وخطیب جامع مسجد نوادہ ومدرس مدرسہ فیض الباری نوادہ وناظم نشریات ضلعی کمیٹی ادارۂ شرعیہ بہار، نوادہ، بہار

۹۲/۸۶ ۷

الجواب ـــــــ بعون الملک الوهاب ـــــــ!

اگر تغیر لفظی بدل کے طور پر سہواً واقع ہوا ہے تو نہ نماز فاسد ہوئی اور نہ ہی اس میں سجدۂ سہو کی ضرورت ہے۔ اس لئے کہ معنی میں فساد نہیں ہے۔ فی العالمگیریہ جلد ۱، صفحہ ۷۹۔ وان لم تغیر المعنی فان کانت فی القرآن نحوان یقرء. ان اللہ کان

بعباده خبیر اً بصیرا. لاتفسد بالاجماع. ''اور اگر قرآن کی تلاوت کرنے میں معنی تبدیل نہیں ہوتا ہے جیسے کہ وہ پڑھتا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی خبر رکھتا اور دیکھتا ہے تو بالاجماع نماز فاسد نہ ہوگی۔'' اگر امام مذکور نے الکریم پر وقف تام کیا ہو اس کے بعد سورۂ نور کی آیتیں پڑھی ہوں جب بھی نماز فاسد نہیں ہوئی اور نہ ہی سجدۂ سہو کی ضرورت ہے۔ صورت مسئولہ میں نماز ہوگئی۔ فی الہندیہ ایضاًو ذکر آیة مکان آیة ان وقف وقفاتاماثم ابتدأ بآیة اخری اوبعض آیة لاتفسدالخ. ''اور ہندیہ میں ہے کہ ایک سورۃ کی آیت کو پڑھا پھر وقف تام کیا اس کے بعد دوسری سورۃ کی آیت شروع کیا تو بھی نماز فاسد نہ ہوگی۔'' وھو تعالیٰ اعلم ورسوله صلی اللہ تعالیٰ علیه وعلی اله وصحبه وبارک وسلم.

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۳۷۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) زید نے جمعہ کی نماز میں پہلے اٹھائیسواں (۲۸) سیپارہ سے پھر ستائیس (۲۷) سیپارہ سے چند آیتیں قرأۃ کیں۔ یعنی مقدم کو موخر اور موخر کو مقدم کیا، جو خلاف ترتیب سہواً پڑھے۔ اب اس صورت میں سجدۂ سہو کے بغیر نماز ادا کئے نماز ہوئی یا نہیں؟

(۲) امام نے مغرب کی نماز میں قعدہ آخیرہ میں تشہد پڑھنے کے بعد کھڑے ہونے کے لئے تکبیر کہا اور ابھی تھوڑا کھڑا ہوا تھا کہ پیچھے لقمہ دینے پر بیٹھ گیا اور بغیر سجدہ سہو کئے نماز پوری کی۔ نماز پوری ہوئی یا نہیں؟ مدلل جواب سے نوازیں۔

المستفتی: محمد حلیم الدین اشرفی، امام جامع مسجد، شاہ کنڈ، ضلع بھاگلپور

۷۸۶/۹۲

الجواب ـــــــ بعون الملک الوهاب ـــــــ!

(۱) عمداً مکروہ ہے، سہواً کچھ نہیں۔ دونوں صورتوں میں نماز ہو جائے گی۔ فی العالمگیری جلد ا، صفحہ ۷۷ واذاقرافی رکعة سورةوفی الرکعة الاخری اوفی تلک الرکعة سورة فوق تلک السورة یکرہ الخ. ''جب پہلی رکعت میں ایک سورہ پڑھا اور دوسری رکعت میں یا اسی رکعت میں اس سے پہلے کی سورت تلاوت کی تو یہ مکروہ ہے۔'' وھو تعالیٰ اعلم۔

(۲) اگر وہ تھوڑا ہی اٹھنے پایا تھا یعنی قیام سے قریب نہیں ہوا تھا کہ مقتدی کے لقمہ دینے سے بیٹھ گیا تو ایسی صورت میں سجدۂ سہو نہیں

ہے،نماز ہو جائے گی۔ فی الھندیہ ایضاً و لایجب السجود الابترک واجب او تاخیرہ الخ. "سجدۂ سہو کسی واجب کے چھوٹ جانے یا تین تسبیح کی مقدار تاخیر ہونے سے واجب ہوتا ہے۔" وھو تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم.

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

یکم ذوالقعدہ ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۳۷۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل مندرجہ ذیل میں الگ الگ جواب دیکر مہربانی فرمائیں۔

(۱) جو شخص جان بوجھ کر صرف کمبل اوڑھ کر امامت کرے تو کیا درست ہے؟ کیا مقتدی اور امام دونوں کی نماز ہو جائے گی؟

(۲) جس بستی کے مسلمان صوم وصلوٰۃ کے پابند نہیں ہوں تو ایسی بستی میں شادی بیاہ اور پانی پینا درست ہے یا حرام؟

(۳) سورۃ غاشیہ کے بعد سورۃ کوثر بلند آواز سے قرأت کرے تو کیا نماز ہوگی یا نہیں؟ کیوں کہ ایک بڑی آیت اور دوسری تین آیت کی ایک سورۃ ہے۔ جواب دیں۔

المستفتی: محمد نواب حسین، بنڈول مسجد، پوسٹ بنڈول، براہ لائی، ضلع پٹنہ

۷۸۶/۹۲

الجواب بعون الملک الوھاب!

(۱) درست نہیں، مکروہ تحریمی ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۲) فتویٰ جواز پر اور تقویٰ احتراز میں ہے۔ فقہاء اسلام نے ایسوں سے معاشرت کو مکروہ لکھا ہے۔ کمافی الردالمحتار. وھو تعالیٰ اعلم

(۳) کراہت کی کوئی وجہ نہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم

نوٹ: جوابی لفاف یا مساوی ٹکٹ کے ساتھ سوال نامہ ارسال کیا کیجئے تاکہ مدلل جواب دیا جا سکے۔ پوسٹ کارڈ اس کا اہل نہیں۔

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۱۸/ ذوالقعدۃ الحرام ۱۴۰۳ھ

استفتاء ۳۸۰

مسئلہ: السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ!

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک حافظ تراویح کی نماز پڑھاتے ہیں اور جہاں وقف کرتے ہیں وہاں سے آگے پڑھنے میں نون کی آواز بالکل صاف نکلتی ہے۔ جیسے سانس ٹوٹی تو قَالُوْا کی جگہ نَقَالُوا، اُولٰئِکَ کی جگہ نَاُولٰئِکَ، اَلَا اِنَّ کی جگہ نَ اَلَا اِنَّ. اس طرح پڑھتے ہیں تو اس کی کوئی خرابی ہے یا نہیں؟ اور اگر خرابی ہے تو کوئی دوسرا حافظ نہیں ہے کہ اس کے پیچھے ختم تراویح پڑھی جائے۔ ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟ ایک حافظ صاحب سے اس پر بات چیت ہوئی جو اشرفیہ کے پڑھے ہوئے ہیں تو کہنے لگے کہ ان کی عادت ہوگئی ہے۔ اگر نون نہیں لائیں گے تو بھول جائیں گے، پڑھ نہیں پائیں گے۔ یہ اس قدر مشہور ہے کہ جس کی وجہ سے کچھ مقتدی پڑھنا نہیں چاہتے ہیں لیکن مجبوراً پڑھتے ہیں۔ دریافت طلب یہ ہے کہ نماز میں کوئی خرابی آتی ہے کہ نہیں؟ ازروئے شرع بحوالہ کتب جواب عنایت فرمائیں۔ فقط

المستفتی: محمد اسلام، قصبہ رتسر، ضلع بلیا، یوپی

۷۸۶/۹۲

الجواب ـــــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــــ!

وعلیکم السلام ورحمتہ

اگر قرآن کے اوقاف کے بعد ہر جگہ حرف نون کا اضافہ عمداً ہے تو حرام بلکہ اس پر خوف کفر ہے۔ نماز ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں۔ دریں صورت نماز باطل ہوگی۔ اور اگر عمداً نہیں بلکہ عادتاً یا احیاناً ہے تو یہ دیکھا جائے گا کہ متعلقہ آیت یا جملہ کریمہ کا معنی فاسد ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر معنی فاسد نہیں ہوتا ہے تو نماز درست ہے اور اگر معنی فاسد ہوتا ہے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ **ان زاد حرفاً فان کان لایغیر المعنیٰ لا تفسد صلوته عندعامة المشائخ الخ.** (عالمگیری جلد ۱، صفحہ ۷۸) **وان غیر المعنیٰ... تفسد ھکذا فی الخلاصة اھـ** ''اگر کوئی حرف اضافہ کر دیا تو اگر معنی نہ بدلتا ہو تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر معنی بدل جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ عام مشائخ کے نزدیک، ایسا ہی خلاصہ میں ہے۔'' جب وقف کے بعد کسی بھی آیت و جملہ پڑھنے کے لئے حافظ مذکور نون نکالنے پر مجبور ہے تو اس کو تراویح یا غیر تراویح نمازوں کا امام نہ بنایا جائے۔ اگر صحت خواں حافظ نہ مل سکے تو سورۃ تراویح پڑھی جائے۔ **وھو تعالیٰ اعلم**

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۵/ ذی الحجہ ۱۴۰۳ھ

استفتاء ۳۸۱

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:
زید ایک سنّی عالم دین کہلاتا ہے ایک دن عشاء کی نماز میں پہلی رکعت میں **قل یآ یھا الکفرون** اور دوسری رکعت میں تَبَّتْ یَدَا پڑھا۔ بعد نماز بکر نے کہا کہ جان بوجھ کر زید کو ایسی غلطی نہیں کرنی چاہیے۔
زید نے کہا کہ میں انسان ہوں غلطی ہوگئی اور غلطی تو بڑے بڑے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ سے ہوئی ہے
بکر نے کہا کہ کیا آپ کتاب دکھلا سکتے ہیں زید نے کتاب دکھلا دی تو بکر نے کہا کہ انبیاء علیہم السلام معصوم عن الخطاء ہوتے ہیں ان کی جانب یا سید الانبیاء کی جانب غلطی ٹھہرانے والا کافر ہے۔
اب حضور سے گزارش ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں حکم صادر فرمائیں زید شادی شدہ اور ایک پیر سے مرید بھی ہے جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھی گئی وہ درست ہوئیں اور جو پڑھی جائیں گی وہ درست ہوں گی یا نہیں؟

المستفتی: محمد لقمان احمد، مقام پوانی ڈیہہ، پوسٹ: کوئریڈیہہ، ضلع گریڈیہہ، بہار
۸۶/۹۲ ک

الجواب

نماز میں پڑھی گئیں سورتوں کے متعلق بکر کا اعتراض زید پر غلط ہو، بیجا اعتراض کرکے زید کو اذیت دی جس کی معافی طلب کرے، زید کا جملہ بے قید ایمان کو لرزہ دینے والا ہے اگر زید انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو انسان نہیں مان رہا ہے تو وہ مسلمان ہی نہیں ہے توبہ، تجدید ایمان، تجدید نکاح وبیعت سب اس پر فرض ہے۔ کہ آیات ربانیہ کا منکر ہے۔ **لَقَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ** (التوبہ:۱۲۸) ''بیشک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے الخ۔ (ترجمہ کنز الایمان) غلطی کی نسبت بھی انبیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ذوات مقدسہ کے ساتھ کرنا ایمانی تقاضے کے خلاف ہے کہ وہ بفضلہٖ تعالیٰ معصوم عن الخطاء ہیں عمداً ان سے خطاء کا صدور نہیں ہوتا۔ زید کی بولی عمد پر دال نہیں اس لئے کفر تو نہیں لیکن احتیاطاً توبہ کا حکم دیا جائے گا کمافی العالمگیریہ کتاب السیر ص۸۸۵ ج۲، **وان قال لم یکن معاصی الانبیاء عمدا فلیس بکفر** اھ۔ ''اگر کسی نے کہا کہ انبیاء کرام علیہم السلام نے عمداً ارتکاب معاصی نہیں کیا تو یہ کلمہ کفر نہیں ہے۔'' زید اگر صالح امامت ہے تو جو نمازیں اس کی اقتداء میں پڑھی گئیں درست ہوئیں اور اب بعد توبہ جو اقتداء ہوگی درست ہوگی۔ **وھو اعلم!**

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

یکم/ ربیع النور ۱۴۰۵ھ

استفتاء ۳۸۲

مسئله: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

(۱) التحیات شریف جس کے بغیر نماز نہیں ہوسکتی اس میں جو السلام علیک یا یھاالنبی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس جملے کو ادا فرماتے تھے یا نہیں اور پھر درود شریف پڑھنے کا جو حکم ہے تو یہ حکم صرف امت محمد یہ ہی کے لئے ہے یا حضور بھی پڑھتے تھے اگر حضور پڑھتے تھے تو یہ تو اپنے آپ پر پڑھنا ہوا اور نہیں تو حضور کیا پڑھتے تھے قلم بند فرمائیں۔

(۲) اگر کوئی نمازی چار رکعت والی سنت مؤکدہ کے پہلی رکعت میں قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاس کی تلاوت کرے تو بعد والی رکعتوں میں کس طرح ادا کرے گا۔ حکم فرمائیں۔ بینوا توجروا!

المستفتی: رضاء القادری، مدرسہ عین العلوم، کھٹونہ، سرلاہی، نیپال

۲۲/ ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ

خاص پته: رضاء القادری کیراف شری بیدھناتھ، میستھن بھنڈار، مقام و پوسٹ کنہواں بازار، وایہ بھتہی ضلع سیتامڑھی، بہار

۹۲/۷۸۶

الجواب!

(۱) پورے تشہد کو یعنی تشہد کے ہر ایک جملہ کو قعدۂ اولیٰ وآخر میں پڑھنا واجب ہے لیکن حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر واجب نہیں تھا، کنز جلد اول ص ۳۴۷ میں ہے: انه لایجب علی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ان یصلی علی نفسه الخ ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب نہیں تھا کہ وہ اپنے آپ پر درود بھیجیں۔'' پھر نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم اس جملہ کو حکایۃً پڑھتے تھے اور درود شریف ابراہیمی بھی پڑھا کرتے تھے چنانچہ البحر الرائق جلد اول ص ۳۴۹ میں ہے: قال القاضی عیاض رحمه الله تعالیٰ اظهر الاقوال ان نبینامحمدصلی الله تعالیٰ علیه وسلم سأل ذلک لنفسه ولاهل بیته تتم النعمة کمااتمهاعلی ابراهیم واله الخ ''قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تمام اقوال کا ظاہر تو یہ ہے کہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ نے اپنے اور اپنے اہل بیت کے لئے اتمام نعمت کی دعاء فرمائی کہ اسے اللہ نعمت کو پوری فرما جس طرح تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد پر پوری فرمائی۔'' وھو اعلم

(۲) سنن ونوافل میں مطلقا جائز ہے بلکہ فرض میں بھی سہواً ایسا ہو گیا تو ہر دو رکعت میں سورۂ ناس ہی کی تکرار کرے عند الفقہا یہ مکروہ نہیں ہے۔ کمافی العلمگیریه فهومکروه فی حالة الاختیار وامافی حالة العذر او النّسیان فلا بأس

ھکذافی المحیط. "عالمگیری میں کہا کہ حالت اختیار میں مکروہ ہے اور حالت عذر اور نسیان میں کوئی حرج نہیں۔ محیط میں ایسے ہی ہے۔" واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم بالصواب!

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۷/محرم الحرام ۱۴۰۰ھ مطابق ۲۸/نومبر ۱۹۷۹ء

استفتاء ۳۸۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:
قعدہ کے اندر جب تشہد پڑھا جاتا ہے تو اس میں انگشت شہادت اٹھانے، گرانے کا کیا قاعدہ ہے؟ ائمہ احناف کے حکم کے مطابق اس کا طریقہ تحریر کیا جائے۔ ایک واعظ نے اس پر اعتراض کیا ہے جس سے ذہنی پریشانی ہوگئی ہے لہٰذا تشفی وسلجھاؤ درکار ہے امید کہ مدلل جواب سے نوازیں گے۔
المستفتی: فیض الرحمٰن سینئر کلرک، گورنمنٹ انڈسٹریل ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ کپوارہ، کشمیر

۹۲/۸۶ ے

الجواب!

تشہد میں انگشت شہادت کس طرح اٹھائے:

تشہد میں انگشت شہادت سے اشارہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ خنصر وبنصر (چھنگلیا اور اس کے قریب کی انگلی) کو ہتھیلی سے ملا کر، بیچ والی انگلی اور انگوٹھے سے دائرہ بنائے، پھر حرف نفی (لا) پر انگشت شہادت کو بغیر دائیں بائیں حرکت دیئے ہوئے سیدھا بلند کرے اور اثبات (الا اللہ) کہتے ہوئے اپنی حالت طبعی پر لے آئے۔ یہی طریقہ مختار ومفتی بہ اور کتب فقہیہ سے مستنبط ہے چنانچہ بحرالرائق مصری (جلد ا صفحہ ۳۴۲) میں ہے: وصفتھا ان یحلق من یدہ الیمنی عند الشھادۃ الابھام والوسطی ویقبض البنصر والخنصر ویضع راس ابھامہ علی حرف المفصل الاوسط ویرفع الاصبع عندالنفی ویضعھا عند الاثبات الخ. "اور جب کلمۂ لا کے قریب پہنچے تو داہنے ہاتھ کی بیچ کی انگلی اور انگوٹھی کا حلقہ بنائے اور چھنگلیاں اور اس کے پاس والی کو ہتھیلی سے ملادے اور لفظ لا پر کلمہ کی انگلی اٹھائے اور الا پر گرادے۔" آپ نے سوال نامہ سے الگ جو اپنا عمل تحریر کیا ہے وہ اسی عبارت میں مذکورہ طریقہ کے مطابق ہے جو اوپر تحریر ہوئی اور یہی طریقہ عامہ کتب فقہ احناف میں لکھا گیا ہے چنانچہ فتح القدیر سے کنز و بحر نے نقل کیا۔
فان اشار یعقد الخنصر والبنصر ویحلق الوسطی بالابھام ویقیم السبابۃ اھ. ھکذافی البدائع والنھایۃ

والمعراج الدارایه وشروح المنیة والقهستانی والنهر والظهیریه وشرح النقایه وغیرها۔ ''خنصر اور بنصر کو باندھتے ہوئے اشارہ کرے اور ابہام کو وسطی سے حلقہ بناتے ہوئے سبابہ کو کھڑا کرے۔ بدائع والنہایة اور معراج الدرایہ، شرح منیہ، قہستانی، نہر، ظہیریہ اور شرح نقایہ وغیرہ میں ایسے ہی ہے۔'' دونوں ہاتھوں کی انگشت شہادت کو اٹھانے سے فقہاء کرام نے منع فرمایا ہے بلکہ مکروہ لکھا ہے۔ البحر الرائق مصری ہی میں ہے۔ ویکره ان یشیر بکلمة مسبحتیه اھ۔ ''اور دونوں کا کلمہ مسبحہ میں انگلی سے اشارہ کرنا مکروہ ہے۔''

اگر واعظ مذکور نے مطلقاً انگشت شهادة عند التشهد. ''تشہد کے وقت'' اٹھانے سے انکار کیا تو یہ مختار ومفتی بہ اقوال فقہاء سے عدول اور زدعویٰ اہل فضول ہے اور اگر رفع سبابہ کی کیفیت پر اعتراض کیا ہے تو یہ بھی متون وشروح سے اختلاف ہے جو اس واعظ کی لاف وگزاف ہے اس کی باتوں پر دھیان دینا تصریحات فقہاء کے خلاف ہے قال فی فتاوی العالمگیریہ ج ا فی صفحہ ۷۴: واذاانتهیٰ الیٰ قوله اشهدان لااله الاالله یشیر بالمسبحة والمختار انه یشیر کذا فی الخلاصة وعلیه الفتویٰ کذافی المضمرات. ''جب کلمہ تشہد پر پہنچے۔ تو مختار مذہب یہ ہے کہ شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے، خلاصہ میں ایسے ہی ہے۔ اور فتویٰ اسی پر ہے اور مضمرات میں بھی ایسے ہی ہے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم ورسوله صلی الله علیه وعلیٰ اله وصحبه وسلم!

کتبہ الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

یکم رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ، ۴/ جولائی ۱۹۸۱ء

استفتاء ۳۸۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ

(۵) حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا مسلک حنبلی تھا یا نہیں؟ آپ نے کتنی کتابیں تصنیف فرمائی اور وہ کتابیں کہاں ہیں۔ زید کا قول ہے کہ حضور غوث پاک رفع یدین کرتے تھے اور اسی پر آپ کا فتویٰ بھی ہوا کرتا تھا۔ لہٰذا آپ کا حنبلی ہونا کیا وجہ رکھتا ہے؟ پھر یہ کہ بعد میں آپ حنفی ہوئے یا نہیں؟ اُمید قوی ہے کہ حضور ان پانچوں سوالات کا جواب پوری شرح بسیط کے ساتھ عنایت فرمائیں گے۔

المستفتی: محمد مظہر الحق رضوی، خادم وجاروب کش جامع مسجد، مسلم محلہ، چاس، بی ایس سٹی، ضلع دھنباد، بہار

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــــ!

(۵) حنفی، حنبلی، شافعی، مالکی سب ایک ہی جماعت ہے، ایک ہی درخت کے چار پھل ہیں یا ایک ہی سمندر کی چار لہریں ہیں جو مختلف مقامات پر جاری ہیں۔ لیکن سب کا پانی ایک ہی جگہ سے آتا ہے۔ احناف وحنابلہ، شوافع اور مالکیہ میں اصول وعقیدہ کے اندر کوئی اختلاف نہیں ہے۔ یہ سب کے سب **بایھم اقتدیتم اھتدیتم** ''ترجمہ: ان میں سے کسی کی اقتدا کرو ہدایت پاؤ گے۔'' کے مظہر اتم ہیں۔ اگر بعض فروعی مسائل میں اختلافات ہیں تو اس سبب سے بھی وہ از روئے فرمان نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب کے سب مصیب وماجور ہیں۔ جہاں جس کا مذہب شائع ہو گیا اور اس کے حصول تحصیل کی آسانیاں بہم ہو گئیں، بس وہاں والوں نے اس مسلک کو قبول کر لیا اور اس میں از روئے شرع کوئی ممانعت نہیں ہے۔ حضور پر نور سیدنا غوث الاعظم الشیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ مسلکاً حنبلی تھے اور اسی لئے تقلیداً رفع یدین فرماتے تھے اور اسی پر فتویٰ بھی دیتے تھے۔ لیکن کوئی غیر مقلد حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے اس عمل کو اپنے لئے قابل حجت نہیں بنا سکتا ہے کہ وہ مقلد ہو کر رفع یدین فرماتے تھے اور یہ شتر بے مہار ہو کر رفع یدین کرتا ہے۔ رفع یدین کرنے والوں کی نماز کے جواز میں کوئی شبہ نہیں لیکن غیر مقلد کی اٹھک بیٹھک تو سرے سے نماز ہی نہیں ہے کہ نماز اہل ایمان کی ہوتی ہے بے ایمانوں کی نہیں۔ ہندوستان میں بھی ساحلی علاقوں میں شافعی اور کچھ حنبلی حضرات موجود ہیں۔ عقیدۂ اہل سنت وجماعت کے پابند ہیں، ان کی نمازوں کے جواز میں کیا شبہ؟ اگرچہ وہ رفع یدین کرتے اور آمین بالجہر بھی کہتے ہیں۔ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بعد میں حنفی ہونا ثابت نہیں ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وبارک وسلم۔**

کتبہ
الفقیر عبد الواجد قادری غفرلہ خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
۲۴/ ذی القعدہ سنہ ۱۴۰۱ھ

استفتاء ۳۸۵

(۴) **مسئلہ:** زید رفع یدین کرتا ہے اور بکر نہیں کرتا ہے۔ زید کا قول ہے کہ دمِ اخیر تک حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے تاکید فرماتے رہے کہ رفع یدین کرو۔ بکر کو زید نے اپنے فلسفیانہ طرز گفتگو سے لاجواب کردیا۔ اگر اس کی وجہ آستین میں بتوں کو چھپانا ہے تو سرکار نے حضرت عائشہ سے کیوں حکم فرمایا؟ یا پھر اس کی کیا وجہ ہے، کیا کسی حدیث سے رفع یدین نہ کرنا بھی ثابت ہے؟ اب رفع یدین کرنے والوں کی نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ بڑے پیر صاحب علیہ الرحمہ رفع یدین کیوں کرتے تھے؟ اس مسئلہ کو زیادہ سے زیادہ نکھار کر تحریر کریں۔ رفع یدین کا مسئلہ بڑا ہی زور پکڑے ہوا ہے۔ فقط

المستفتی: محمد مظہر الحق رضوی، امام جامع مسجد، مسلم محلہ، چاس، بوکارو

۹۲/۷۸۶

الجواب ـــــــــــــــ بعون الملک الوهاب ـــــــــــــــ!

(۴) زید غالباً کمند وہابیت کا صید ہے۔ رفع یدین کو تادمِ آخر سنت بتانا اس کا سخت مکروکید ہے۔ بے شمار احادیث کریمہ اور قیاس مجتہدین سے ثابت ہے کہ رفع یدین عندالرکوع و بعدالرکوع خلاف سنت اور مکروہ ہے۔ ترمذی شریف، ابوداؤد شریف اورنسائی شریف وغیرہا نے حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ **قال قال لنا ابن مسعود الا اصلّی بکم صلوة رسول الله صلی الله علیه وسلم فصلی ولم یرفع یدیه الامرة واحدة مع تکبیر الافتتاح.** ”راوی فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ہم سے فرمایا کہ کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ پڑھادوں تو انہوں نے نماز پڑھائی لیکن رفع یدین نہ کیا مگر تکبیر افتتاح کے ساتھ ایک بار۔“ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ افقہ الصحابہ خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بالاہتمام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نماز پڑھا کر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سامنے نمونہ پیش فرمایا اور اس میں رفع یدین نہیں کیا۔ اگر بالفرض رفع یدین سنت ہوتا تو صحابہ عظام رضی اللہ عنہم بے اعتراض اسے کیونکر قبول فرمالیتے۔ اسی وجہ سے حدیث مذکور کو نقل کرنے کے بعد علامہ ترمذی نے حسب عادت ریمارک لگایا اور فرمایا **حدیث ابن مسعود حدیث حسن وبه یقول غیر واحد من اهل العلم من اصحاب النّبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم والتابعین.** ”حدیث ابن مسعود حدیث حسن ہے اور یہی قول ایک جماعت کے علاوہ تمام صحابۂ کرام، تابعین کرام اور اہل علم کا ہے۔“ یعنی ابن مسعود کی حدیث حدیث حسن ہے اور اس پر بہت سے اہل علم صحابہ کرام وتابعین عظام کا عمل ہے۔ ابوداؤد شریف نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی باب میں مزید روایت کیا۔ **قال رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم**

رفع یدیہ حین افتتح الصلوٰۃ ثم لم یرفعھما حتی انصرف اھ. ''انھوں نے فرمایا کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ افتتاح صلوٰۃ میں انہوں نے اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند فرمایا پھر بلند نہیں فرمایا یہاں تک کہ نماز مکمل کر لی۔'' اس حدیث سے واضح کیا کہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھاتے، پھر اختتام نماز تک رفع یدین نہیں فرماتے تھے۔ عینی شرح بخاری نے حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا انہ رای رجلا یرفع یدیہ فی الصلوٰۃ عندالرکوع وعند رفع راسہ من الرکوع فقال لہ لاتفعل فانہ شئی فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم ترک اھ.
''انھوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز میں رکوع اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند کرتے ہیں انہوں نے اس شخص سے فرمایا کہ ایسا نہ کرو کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء اسلام میں ایسا کیا تھا پھر بعد میں آپ نے ترک فرمادیا۔'' اس حدیث سے واضح ہوا کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ رکوع میں جاتے اور اٹھتے وقت رفع یدین کرنا منسوخ ہے۔ جن صحابہ کرام سے رفع یدین کی روایت ہے وہ پہلا فعل ہے جو بعد میں منسوخ ہوگیا (اس سلسلہ میں بتوں کے رکھنے کی روایت مجھے معلوم نہیں معاذ اللہ)۔ اگر منسوخ نہیں ہوتا تو حضرت عبداللہ بن زبیر کو رفع یدین سے روکنے کا کوئی حق نہیں تھا۔ الحمدللہ کہ چند روایات بالا ہی سے ثابت ہوگیا کہ رفع یدین نہ کرنا ہی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سنت صحابہ ہے۔ فقہ کی بے شمار کتابوں سے ائمہ وفقہا اور عامۃ المسلمین کا عمل وحکم بھی ظاہر ہے۔ قال فی العالمگیری ج۱ص۷۱ سنتھا رفع الیدین للتحریمۃ الخ وفیہ ایضا ولا یرفعھما فی تکبیرۃ سواھا کذا فی الاختیار شرح المختار. ''ترجمہ: تکبیر تحریمہ میں دونوں ہاتھوں کو بلند کرنا سنت ہے اور اسی میں یہ بھی ہے کہ تکبیر تحریمہ کے سوا دونوں ہاتھوں کو بلند نہ کرے مختار کی شرح اختیار میں ایسے ہی ہے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم و رسولہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وبارک وسلم۔

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۳/ ذی القعدہ ۱۴۰۱ھ

استفتاء ۳۸۶

مسئلہ: مکرمی جناب مفتی صاحب قبلہ! ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ۔ سلام مسنون!
امام صاحب نے جمعہ کی نماز کی دوسری رکعت میں سورۂ جمعہ کی آیت "مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰةَ" سے "يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْا" تک پڑھا لیکن آگے بھول جانے کے سبب دوسری سورۃ پڑھ کر نماز پوری کی تو نماز ہوئی کہ نہیں؟ بعد میں سجدہ سہو کا شک ہوا کہ کرنا تھا۔ اب جواب طلب امر یہ ہے کہ سجدۂ سہو کی ضرورت تھی کہ نہیں؟ اگر ضرورت تھی تو وقت گذر جانے پر کیا شکل اختیار کیا جائے جس سے نماز مکمل ہو۔ جواب باصواب سے آگاہ فرمائیں عین کرم ہوگا۔ حضرت مولانا رکن الدین صاحب اپنے رسالہ "رکن دین" سجدۂ سہو کے بیان میں عالمگیری کے حوالہ سے جو نقل کیا ہے اس کا کیا مطلب ہے؟ سوال۔ سلام کے بعد شک ہو تو کیا کرے؟ جواب۔ کچھ بھی نہ کرے اس وقت جواز نماز کا ہی حکم دیا جائے گا۔ (عالمگیری) والسلام!
المستفتی: علی حسن صدیقی قادری، امام مسجد بیر بڑاپور، ضلع سندر گڑھ، اڑیسہ

۷۸۶/۹۲

الجواب!

جب سورۃ فاتحہ کے بعد تقریباً دس جملوں پر مشتمل ایک آیۂ کریمہ امام پڑھ چکا تھا وہی جواز نماز کے لئے بس تھا، انتقال سورۃ کی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن جب امام نے دوسری سورۃ کریمہ پڑھ ہی لی تو نماز بہر حال ہوگئی سجدہ سہو کی حاجت نہیں۔ اگر سجدہ سہو واجب بھی ہو تو نماز جمعہ کی وجہ سے کہ اس میں مقتدیوں کی کثرت ہوتی ہے۔ مشائخ فقہ نے سجود سہو نہ کرنے کی اجازت دی ہے۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری جلد اول میں ہے: **ان مشائخنا قالوا لا يسجد للسهو في العيدين والجمعة الخ** "ہمارے مشائخ عظام نے فرمایا کہ عیدین اور جمعہ میں سجدۂ سہو نہیں کیا جائے گا۔" مسئلہ مذکورہ فی السوال کا مطلب یہ ہے کہ تشہد کے بعد قبل سلام یا بعد سلام نمازی کو اپنے قعدہ سے متعلق شک ہوگیا تو وہ شک قابل التفات نہیں ہے بلکہ جواز نماز ہی کا حکم دیا جائے گا فتاویٰ عالمگیری "مسائل الشک فی مقدار المودیٰ" میں ہے: **واذا شك بعد السلام او قبل السلام لكن بعد ما فرغ من التشهد يحكم بالجواز ولا يعتبر هذا الشك الخ۔ والله تعالیٰ اعلم!**

نوٹ: سائل نے ان الذین ھادو الکھا ہے حالانکہ قرآن پاک میں: یاایھا الذین ھادوا ہے۔

صح الجواب وھو اعلم بالصواب

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
۲۳/ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ

الفقیر عبد الواجد قادری غفرلہ، دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۲۲/ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ

استفتاء ۳۸۷

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
ہمارے یہاں سندرگڑھ صدر مسجد میں ابھی حال ہی میں ایک پیش امام صاحب آئے ہیں۔ انہوں نے جمعہ کی نماز پڑھائی۔ دوسری رکعت میں سلام پھیرنے کی بجائے انہوں نے سجدۂ سہو کیا۔ بعد میں سلام پھیر کر جیسے وہ دعا کے لئے ہاتھ اٹھانے والے تھے ویسے ہی ایک عالم صاحب نے پیش امام صاحب سے پوچھا کہ پیش امام صاحب جب آپ نے پہلی رکعت صحیح پڑھائی اور دوسری رکعت بھی صحیح پڑھائی، کسی نے آپ کو کوئی لقمہ نہیں دیا تو آپ نے سجدہ سہو کیوں کیا؟ تو پیش امام صاحب نے جماعت کے سامنے جواب دیا کہ "شک کی بناپر"۔ تو اس عالم صاحب نے کہا کہ نماز پھر سے دہرائی جائے۔ یہ نماز فاسد ہوئی۔ نماز پھر سے دہرائی گئی۔ اس لئے آپ سے استدعاء ہے کہ شرعی مسئلہ کیا ہے۔ عالم صاحب نے جو کہا وہ ٹھیک ہے کہ نہیں؟ شرعی مسئلہ سے ہمیں آگاہ کریں۔

المستفتی: محمد کریم الدین عزیزی، صدر مسجد سندرگڑھ، مقام و پوسٹ سندرگڑھ (اڑیسہ) -۷۷۰۰۰۱

۷۸۶/۹۲

الجواب ـــــــــــ بعون الملک الوہاب ـــــــــــ
صرف لقمہ کی بنیاد پر سجدۂ سہو نہیں ہوتا بلکہ نماز کے کسی واجب کو سہواً چھوٹ جانے، یا واجب کی تقدیم وتاخیر کے سبب سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں جب امام صاحب نے کسی شک کی وجہ سے سجدۂ سہو کرلیا تو نماز ہوگئی، دہرانے کی ضرورت نہیں تھی۔ عالم صاحب مذکور نے زیادتی کی کہ نماز کو فاسد قرار دے کر دوبارہ پڑھوائی۔ **وھو تعالیٰ اعلم**

کتبہ
عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ
۱۶/ رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ

استفتاء ۳۸۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
زید کا کہنا ہے کہ سجدہ کے وجود کے لئے چند شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ اگر یہ شرطیں نہ پائی جائیں تو اس کو سجدہ ہی نہیں کہا جائے گا۔ تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کہنا، زمین پر ناک اور پیشانی کا رکھنا،

زمین کا ہموار ہونا، قبلہ رخ ہونا وغیرہ۔
بکر کا کہنا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی انسان کے پاؤں پر یا بزرگانِ دین کے مزارات پر سر رکھ دے تو اس کو سجدہ کہا جائے گا۔ سجدہ کے لئے کوئی شرط نہیں ہے۔ لیکن کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ سجدہ نہیں ہوا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ بالا سوال میں کن کا قول درست ہے؟ اگر سجدہ کے کچھ اقسام ہوں تو اسے بھی تحریر فرمائیں اور بدلیل کتب معتبرہ جواب مرحمت فرمائیں تاکہ بآسانی عوام کی سمجھ میں آجائے اور بعد میں اس پر کسی کو انگشت نمائی کا موقع نہ ملے۔ فقط

المستفتی : مولانا محمد شمیم احمد، مدرسہ تبلیغ الاسلام، مقام و پوسٹ گڑ ہوا، ضلع پلاموں، بہار

۹۲/۸۶ ھ

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــ !

زید کا کہنا کلیۃً صحیح نہیں ہے۔ سجدہ کی حقیقت صرف یہ ہے کہ زمین پر پیشانی جم جائے۔ اس کے علاوہ جتنی باتیں سجدہ میں پائی جاتی ہیں ان میں سے بعض فرائض و وجوب میں داخل ہیں اور بعض سنن و مستحبات میں۔ قال فی العالمگیری ج ۱، ص ۶۸ **وکمال السنة فی السجود وضع الجبهة والانف جمیعا ولو وضع احدهما فقط ان کانا من عذر لایکره الخ.** ''ترجمہ: سجدہ میں کمال سنت یہ ہے کہ پیشانی اور ناک کو ایک ساتھ زمین پر رکھنا اور اگر عذر کی وجہ سے ان میں سے کسی ایک کو زمین پر رکھا تو مکروہ نہیں ہے۔'' معلوم ہوا کہ پیشانی کے ساتھ ناک کا بھی زمین پر رکھنا جو سجدہ کے لئے شرط نہیں۔ اسی طرح تین بار **سبحان ربی الاعلیٰ** کا کہنا بھی شرط نہیں بلکہ قبلہ رو ہونا بھی اتفاقاً شرط نہیں، وغیرہ۔ بکر کا بھی دعویٰ غلط ہے کیوں کہ کسی کے پاؤں یا زمین پر صرف سر رکھ دینے کا نام بھی سجدہ نہیں ہے بلکہ سر کے ساتھ رخساروں کو بھی زمین یا پاؤں پر ٹیک دینے کا نام سجدہ نہیں ہے، حالانکہ سر سے زیادہ یہ مستند ہے۔ قال اللہ تعالیٰ عزوجل **يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّداً. فمعناه يقعون علىٰ وجوههم سجدا او المراد بالاذقان الوجوه کذا قال ابن عباس رضی الله عنهما.** (البحر ج ۱، ص ۳۱۰) ''ٹھوڑی کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اپنی پیشانی کو سجدے میں رکھتے ہیں، یا اذقان سے مراد چہرہ ہے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔'' بکر کا یہ بھی کہنا غلط ہے کہ سجدہ کے لئے کوئی شرط نہیں ہے۔ جہاں زمین پر پیشانی اور بحالت غیر عذر ناک کا جمنا سجدہ کی حقیقت ہے وہیں اس کے فرائض و واجبات بھی ہیں جس کے وجود کے بغیر وہ سجدۂ شرعی نہیں کہلائے گا۔ مثلاً پیشانی ٹیکنے کے ساتھ ہی قدم کو بھی انگلیوں کے ساتھ زمین پر رکھنا ضروری ہے۔ خواہ ایک ہی انگلی کا پیٹ زمین پر کیوں نہ ہو۔ فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے: **ووضع القدم بوضع الاصابع وان وضع اصابعا واحدة الخ.** ''قدم کے ساتھ ساتھ انگلی کو بھی زمین پر رکھنا اگرچہ ایک ہی انگلی کیوں نہ رکھا ہو۔'' سجدہ کی دو قسمیں ہیں، سجدۂ عبادت اور سجدۂ تحیت۔ سجدۂ تحیت اگلی شریعتوں میں مشروع تھا اور ہماری شریعت میں منسوخ ہے۔ تعظیماً بزرگوں کی قدم بوسی جائز و درست ہے۔ قدم بوسی کو سجدہ سے تعبیر کرنا جہالت ہے۔ **کما جاء فی الحدیث الشریف فقبل یده ورجله** (ﷺ)

''رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں و پاؤں کا بوسہ دیا گیا ہے۔'' **واللہ اعلم ورسولہ!**

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتـــــــــــــــــــــــــــبہ

۳۰/ذی القعدہ ۱۴۰۱ھ

استفتاء ۳۸۹

مسئلہ: مکرمی و معظمی عالی جناب مفتی صاحب! السلام علیکم

شریعت کا کیا حکم ہے مندرجہ ذیل مسائل میں، مہربانی فرما کر قرآن و حدیث کی روشنی میں مدلل جواب عنایت فرمانے کی زحمت گوارہ کریں۔ مشکور ہوں گا۔

(۱) چار رکعت والی فرض نماز میں امام صاحب دو رکعت کے بعد نہیں بیٹھے بلکہ کھڑے ہو گئے اور کسی مقتدی کے لقمہ دینے پر پھر وہ قیام سے حالت قعود میں آگئے اور بقیہ نماز پوری کرنے کے بعد انہوں نے سجدۂ سہو کر لیا تو کیا ایسی صورت میں نماز ہوگئی؟ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ قیام فرض ہے اور قعدۂ درمیانی واجب۔ لہٰذا قیام توڑ کر قعدۂ اولیٰ کی طرف مراجعت سے نماز باطل ہو جائے گی اور نماز پھر سے لوٹانی ہوگی۔

(۲) جس مسجد میں باقاعدہ امام و مؤذن مقرر ہیں اس مسجد میں جماعت ہو جانے پر دوسری جماعت ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اگر دوسری جماعت ہو سکتی ہے تو جماعت کی کیا اہمیت باقی رہ جاتی ہے؟ اس لئے دوسری جماعت نہ ہو بلکہ الگ الگ نماز پڑھی جائے۔ شرعاً کیا حکم ہے؟

(۳) بوقت اذان و وضو سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا درست ہے یا غلط؟ یا کرنا کیا ہے اگر کسی نے سلام کر دیا؟

(۴) کلمہ لاالٰہ الا اللہ محمد میرا رسول اللہ کسی بھی حالت میں یا کسی بھی وقت پڑھنا صحیح ہے یا غلط؟

(۵) جب امام صاحب قرأۃ شروع کر دیں تو آنے والے مقتدیوں کو صرف ارادہ کر کے اللہ اکبر پڑھ کر تحریمہ باندھ لینا چاہئے یا نیت کے الفاظ کو بھی پڑھنا چاہئے اور نیت کے بعد ثنا بھی پڑھیں یا نہیں۔ تفصیلاً جواب عنایت کریں۔

(۶) ایک ماہ کے ارادہ سے سفر کرنے چلا مگر درمیان میں چار پانچ دنوں کے لئے ٹھہر گیا تو نماز قصر پڑھی جائے گی یا پوری؟ فقط والسلام۔ طالب دعاء

المستفتی: محمد شمس الہدیٰ کیراف رام رتن پرشاد، بیدھان روڈ، پوسٹ سلی گوڑی، ضلع دارجلنگ

۷۸۶/۹۲

الجواب ـــــــــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــــــــ!

وعلیکم السلام ورحمۃ!

(۱) نماز جائز و درست ہوگئی۔ لوٹانے کی حاجت نہیں۔ بعض لوگوں کا اعتراض باطل و مردود ہے۔ صورت مسئولہ میں فرض کو توڑنا نہیں بلکہ واجب کو چھوڑنا ہے۔ قال فی العالمگیریہ ج ۱ ص ۱۲۵۔ ومنھا القعدۃ الاولیٰ حتی لوترکھا علیہ السھو. کذافی التبیین. ''واجبات نماز میں سے قعدۂ اولیٰ بھی ہے اگر کسی نے چھوڑ دیا تو سجدۂ سہو واجب ہے جیسا کہ ''تبیین'' میں ہے''۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۲) احیاناً جائز و درست ہے لیکن اس کی عادت نہایت ہی بری ہے۔ فی الھندیہ اما اذا صلوا (ای بالجماعۃ الثانیۃ) بغیر اذان ان یباح اجماعاو کذافی مسجد قارعۃ الطریق ۱۵۔ ''جب بغیر اذان کے جماعت ثانیہ کی تو بالاجماع مباح ہے اور ایسے ہی عام راستے کی مسجد میں۔'' وھو تعالیٰ اعلم.

(۳) بوقت اذکار و عبادت سلام کرنا ممنوع ہے اور اگر کسی نے کردیا تو اس کا جواب واجب نہیں۔ ہکذافی بہار شریعت۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۴) اس کی ممانعت شرع میں وارد نہیں۔ لہٰذا پڑھ سکتے ہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۵) نیت ارادۂ قلبی کا نام ہے۔ جب امام قرأۃ جہر سے کررہا ہو تو بعد میں شامل ہونے والے نمازیوں کو ثناء پڑھنا منع ہے اور اگر قرأۃ سریہ ہو تو پڑھ لینا چاہئے۔ مسبوق جب چھوٹی ہوئی رکعت کو ادا کرنے کے لئے کھڑا ہو تو قرأۃ سے پہلے ثناء پڑھے۔ ھکذافی کتب العامہ. وھو تعالیٰ اعلم

(۶) درمیان سفر چار رکعت والی نمازیں قصر پڑھی جائیں گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ وبارک وسلم۔

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتـــبہ

۲۴/ ربیع النور ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۳۹۰

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے متعلق کہ
یہاں مسجد میں رمضان شریف کے مہینے میں شب قدر کے دن نماز تراویح کے بعد وتر نماز جماعت سے نہیں پڑھتے ہیں۔ بلکہ نماز تہجد کے بعد وتر نماز جماعت سے پڑھتے ہیں۔ مفتیانِ کرام کے فتویٰ کو نہیں مانا اور رمضان کے ہر شب قدر میں ایسا ہی کیا کرتے رہے۔ حالانکہ پیش امام حافظ صاحب باصلاحیت ہونے کے باوجود بھی ازروئے خلاف مسئلہ کیا۔ ان لوگوں کی نماز ہوئی یا نہیں؟ یہ لوگ گنہگار ہوئے یا نہیں؟ ایسے پیش امام کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟ بحوالہ حدیث وفقہ تحریر کرکے مطمئن کریں۔ فقط

المستفتی: محمد علی کھنگول، جے رام بازار، ضلع پٹنہ
۱۶/ اگست ۸۱ء

۸۶/۹۲ھ

الجواب ــــــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــــــ!

وتر باجماعت بعدِ تہجد:
بے شک نماز ہوگئی۔ وہ لوگ مستحق اجر وثواب ہوئے اور ایسے امام کے پیچھے جب کہ اور کوئی موانع نہ ہو، نماز جائز و درست ہے۔ ایسی باتوں پر اعتراض کرنا جہالت ہے۔ جہالت سے اعراض وتوبہ لازم ہے۔ حدیث وفقہ کا حوالہ طلب کرنے کا حق سائل کو نہیں ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۹/ ذی القعدہ ۱۴۰۱ھ

استفتاء ۳۹۱

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں:

(۱) زید کا کہنا ہے کہ وتر نماز کے بعد اور صبح کی نماز کے پہلے کوئی بھی نفل نماز پڑھنا خلاف شریعت ہے۔

(۲) نماز تراویح بیس رکعت ہے یا آٹھ رکعت؟

مندرجہ بالا سوالوں کے جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں دیکر شکریہ کا موقع دیں۔

المستفتی: شمیم احمد، ہدیٰ منزل، مراد پور، پٹنہ

۷۸۶/۹۲

الجواب

(۱) زید کا کہنا کلیۃً صحیح نہیں وتر کے بعد دو رکعت نفل پڑھنا معمول مسلمین کتب فقہ واحادیث سے ثابت ہے۔ کمافی الغنیہ بلکہ وتر پڑھکر سورہے اور پھر بیدار ہو تو جتنی نفل چاہے پڑھے۔ اس کی کوئی ممانعت نہیں اگر شب کے آخر حصہ میں بھی وتر ادا کرے اور صبح صادق نہ ہوئی ہو تو اس کے بعد نفل پڑھ سکتا ہے کماھو ظاھر عن الکتب الفقیھہ. ''جیسا کہ فقہی کتابوں کے مطالعہ سے ظاہر وباہر ہے۔'' صبح صادق ہو جانے کے بعد فرض فجر تک سوائے دو رکعت سنت کے کوئی اور نماز نہیں اور فرض کے بعد بھی جب تک کہ آفتاب طلوع ہوکر سوا نیزہ پر (تقریباً بیس منٹ بعد طلوع) کے بلندی پر نہ آجائے کوئی نفل نہیں۔ ان وقتوں میں نفل پڑھنا ممنوع وناجائز ہے: کمافی البھار مفصلاً. ''جیسا کہ بہار شریعت میں مفصل ہے۔''

وھو تعالیٰ اعلم!

(۲) جمہور کا مذہب یہ ہے تراویح بیس رکعت ہے۔ جو احادیث صحیحہ سے ہے: کمافی البیھقی عن سائب ابن یزید رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ وفی المؤطا ابن رومان وفی سائر الکتب الفقیھہ للائمۃ الاحناف. ''جیسا کہ بیہقی میں سائب بن یزید رضی اللہ عنہ اور مؤطا میں حضرت ابن رومان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور تمام فقہی کتابوں میں ائمہ احناف رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔'' واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم!

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۴/صفر المظفر ۱۴۰۵ھ

الجواب صحیح وصواب والمجیب نجیح ومثاب
عبدالحافظ رضوی القادری غفرلہ
۴/صفر المظفر ۱۴۰۵ھ

☆☆☆

استفتاء ۳۹۲

(۲) **مسئلہ**: جمعہ کا خطبہ اُردو میں پڑھنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

(۳) اگر جمعہ کا خطبہ کچھ عربی اور کچھ اُردو میں پڑھا جائے تو شرعاً درست ہوگا یا نہیں؟

(۴) جمعہ کا خطبہ عربی زبان میں پڑھ کر کچھ اُردو زبان میں اور پھر عربی زبان پر ختم کی جائے تو شرعاً درست ہوگا یا نہیں؟

المستفتی: عزیز احمد خاں واجدی، پچ گچھیا، آسنسول، بردوان

۹۲/۸۶ء

الجواب

۲،۳،۴۔ مذکورہ تین سوالات ایک ہی قبیل سے ہیں۔ پہلے یہ سمجھئے کہ خطبۂ جمعہ جواز نماز کے لئے شرط ہے کہ بغیر اس کے جمعہ کی نماز ہوگی ہی نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری صفحہ ۱۴۴ میں ہے: **ومنها الخطبة قبلها الخ**۔ "اور شرائط جمعہ میں سے یہ بھی ہے کہ نماز سے قبل خطبہ ہو۔" بلکہ جمعہ کا خطبہ نماز کا ایک حصہ ہے کہ اُس وقت دیگر نمازوں کی ابتداء جائز نہیں ہے عمدۃ الرعایہ صفحہ ۲۴۴ میں ہے: **فی الخطبة لانها صلاة** "حالت خطبہ میں کلام منع ہے اس لئے کہ خطبہ بھی مثل نماز ہے۔" اور عالمگیری میں ہے: **و اذا خرج الامام فلا صلوة و لا کلام** الخ "تو جب امام خطبہ کے لئے نکلے تو صلوٰۃ وسلام جائز نہیں۔" جب خطبہ نماز جمعہ کی صحت کے لئے شرط ہے بلکہ نماز کا ایک جز ہے تو اس کو جس طرح شارع شریعت (علیہ السلام) نے شروع فرمایا تقاضائے شرع یہ ہے کہ اس کو علیٰ حالہا باقی رکھا جائے اور اس میں کسی قسم کا تغیر اپنی جانب سے نہیں کیا جائے۔ میزان الشریعۃ جلد اول صفحہ ۱۴۳ میں ہے: **فان کل باب لم یفتحه الشارع فلیس لاحد ان یفتحه الخ**۔ "جس باب کو شارع علیہ السلام نے نہیں کھولا تو کسی کے لئے جائز نہیں کہ اس باب کو کھولے۔" چنانچہ یہی وجہ ہے کہ دورِ خیر القرون میں بے شمار عجمی علاقے فتح ہوئے جہاں مختلف زبانیں بولی جاتی تھیں اور صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے باوجود دوسری زبانوں پر قدرت رکھنے کے عجمی علاقوں میں بھی خطبہ ہمیشہ عربی ہی زبان میں دیا دوسری زبانوں میں خطبہ دینا کسی صحابی سے ثابت نہیں ہے۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں تینوں صورتوں میں سے کوئی صورت جائز ودرست ہونے کی نہیں ہے۔ ہر ایک صورت سنتِ متوارثہ کے خلاف اور مکروہ تحریمی ہے۔ عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ کے صفحہ ۱۴۳ میں ہے: **لاشک فی ان الخطبة بغیر العربیة خلاف السنّة المتوارثة من النبی و الصحابة فیکون مکروها تحریما**۔ "اس میں کوئی شک نہیں کہ غیر عربی میں خطبہ دینا سنت متوارثہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف ہے۔ تو غیر عربی میں خطبہ دینا مکروہ تحریمی ہے۔" وهو تعالیٰ اعلم!

کتبہ

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۲۰/صفر المظفر ۱۴۰۰ھ/۹/جنوری ۱۹۸۰ء

استفتاء ۳۹۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں:

(۱) ہمارے یہاں خطبہ جمعہ میں ایک کتاب ''خطبات تعمیر ملت'' نام کا خطبہ پڑھا جاتا ہے جس کے مرتب سید عبدالغنی تنویر تشتی فاضل ہیں کیا یہ کتاب کسی سنی عالم کی لکھی ہوئی ہے۔ یا کسی دیوبندی، تبلیغی، غیر مقلد کی ہے؟

(۲) اس کتاب میں آیۂ کریمہ: وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ . کا ترجمہ یہ ہے (اللہ سے ڈرو اور نماز قائم کرو اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ) اور مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اس آیت کا صاف مطلب یہ ہے کہ نماز نہ پڑھنے والوں کو مشرک کہا گیا ہے کیا واقعی نماز نہ پڑھنے والا مشرک ہے؟

(۳) اس کتاب میں حدیث۔ من ترک الصلوۃ متعمدا فقد کفر. ترجمہ یوں ہے (جس نے جان بوجھ کر نماز ترک کردی وہ کافر ہو گیا) کیا نماز ترک کرنے والا واقعی کافر ہے؟

(۴) اس کتاب میں یہ تحریر ہے کہ (بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ ترک نماز کرنے والوں کو کافر قرار دیا کرتے تھے یہاں تک کہ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ فقیہہ اور محتاط ہستی کا بھی یہی فتوی ہے یہی صحیح ہے) یہ عبارت کہاں تک صحیح ہے؟

(۵) اس کتاب میں یہ بھی تحریر ہے کہ ہم میں سے اکثر خدا کو چھوڑ کر اس کے بندوں سے مانگتے پھرتے ہیں پیروں مشائخوں کی قبروں کے پاس جا کر اپنی بدحالی کی شکایت کرتے ہیں اس طرح اپنے پروردگار کو اور بھی زیادہ ناراض کرتے ہیں، کیا یہ عبارت صحیح ہے کیا واقعی پیروں مشائخوں کے پاس جانا اللہ کو ناراض کرنا ہے؟ ۶؎ بے نمازی کو کافر و مشرک کہنا کیا جائز ہے اور اگر نہیں تو ایسا لکھنے والے پر شریعت کا کیا حکم ہے اور اس کتاب کو خطبہ میں پڑھنے والے پر کیا حکم ہے؟

المستفتی: انجمن اہل سنت والجماعت کنجگار پیٹ کرناٹک

۱۹۸۱ء

۹۲/۸۶ ؎

الجواب

(۱) ''خطبات تعمیر ملت'' نام کی کوئی کتاب اب تک دیکھنے میں نہیں آئی ہے اور جب تک دیکھا نہیں جائے گا فیصلہ مشکل ہے!

وھو تعالی اعلم

(۲-۳) ترجمہ صحیح ہے لیکن مطلب دونوں کا غلط ہے نماز نہ پڑھنے والا حکماً فاسق وفاجر مستحق تعزیر حبس وضرب ہے لیکن

وہ کافر ومشرک ہرگز نہیں ہے حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ وہ حد کفر کے قریب پہنچ گیا یا کفران نعمت کیا جیسا کہ محدثین وفقہاء نے تشریح کی ہے اور اگر وہ مطلب لیا جائے جو خطبات تعمیر ملت میں ہے تو وہ دیگر حدیثوں کے معارض ہوگی۔ لاتکفرہ بذنب و لا تخرجہ من الاسلام بعمل (رواہ ابوداؤد) ''تین چیزیں اصل ایمان میں داخل ہیں (لا الہ الا اللہ کہنے والوں سے زبان کو روکنا) اسے کسی گناہ کے سبب کافر نہ کہنا اور کسی عمل پر اسلام سے خارج نہ جاننا۔'' وھو تعالیٰ اعلم

(۴) یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے درمیان تارک صلوۃ کے کفر وعدم کفر پر اختلاف تھا۔ لیکن اکثر ائمہ وفقہاء نے اس جماعت صحابہ کے قول کو ترجیح دیا ہے جس نے تارک صلوۃ پر کفر کا فتویٰ نہیں دیا ہے اور حدیث مذکور رواہ ابوداؤد کی موافقت کی ہے۔ وھو ا تعالیٰ اعلم

(۵) خدا کے محبوبوں سے محبت اور دشمنوں سے عداوت استکمال ایمان کی علامت ہے۔ من احب للہ و ابغض للہ فقد استکمل الایمان (الحدیث) ''جس نے اللہ کیلئے محبت اور اللہ کیلئے عداوت رکھی اس نے ایمان مکمل کرلیا۔'' ان کو توسل جاننا، ان سے حل مشکلات کی استدعا کرنا نہ ناجائز وحرام ہے اور نہ ہی خدا کو ناراض کرنا ہے بلکہ خوشنودیٔ الٰہی کا سبب ہے: لقولہ تعالیٰ وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ الآیۃ اذاضل رواحلکم فقولوا یاعباداللہ اعینونی (الحدیث) ''اور اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔ جب تمہاری سواری راستہ بھٹک جائے تو کہو اے اللہ کے بندے میری دستگیری کیجئے۔'' وھو تعالیٰ اعلم!

بے نمازی کو کافر ومشرک کہنا جائز نہیں:

(٦) بے نمازی کو کافر ومشرک کہنا خلاف شرع ہے ایسا شخص مفتری ہے۔ اس کتاب کے بعض اقتباسات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی اسماعیلی وہابی کی تصنیف ہے۔ لہٰذا اس سے احتراز ہی لازم ہے پڑھنے والا بھی وہابیوں کے گروہ سے معلوم ہوتا ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم

کتبہ الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۲۸/شعبان ۱۴۰۱ھ

استفتاء ۳۹۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین وحامیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) جمعہ کا خطبہ جمعہ کی نماز کا جز ہے کہ نہیں؟

(۲) کیا بغیر خطبہ جمعہ کی نماز ہوسکتی ہے؟

(۳) کیا نماز کا کوئی جز غیر عربی زبان میں ادا کیا جاسکتا ہے؟

(۴) اردو میں جمعہ کا خطبہ دینا، خواہ وہ قرآن کی تفسیر ہی کیوں نہ بیان کریں، کہاں تک جائز ہے؟

(۵) کیا اردو میں خطبہ دینا اس صدی کی بدعت نہیں ہے؟

(۶) کیا اردو میں خطبہ سے نماز میں کسی طرح کا نقص واقع ہوتا ہے؟

(۷) اگر مقتدی کا امام کے بارے میں یہ گمان ہو کہ امام گمراہ ہے اور بدعقیدہ ہے تو کیا ایسے مقتدی کی نماز ایسے امام کے پیچھے ہو سکتی ہے؟

المستفتی: غلام غلامان خواجگاں سیف الرحمان، انڈر سکریٹری کم ڈپٹی ال از حکومت بہار، پٹنہ سکریٹریٹ، پٹنہ

۷۸۶/۹۲

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــ!

(۱) نماز کا جز نہیں البتہ نماز کی ادائیگی وصحت کے لئے شرط ہے۔ حتی لو صلوا بلاخطبة او خطب قبل الوقت لم یجز کذافی الکافی او ھندیه. ''اگر لوگوں نے بغیر خطبہ کے نماز پڑھی یا وقت سے پہلے خطبہ دیا تو جائز نہیں ہے کافی یا ہندیہ میں ایسے ہی ہے۔'' وھو اعلم

(۲) نہیں۔ وھو اعلم

(۳) نہیں۔ وھو اعلم

(۴) خلاف سنت متوارثہ ہے۔ وھو اعلم۔

(۵) ہاں، بدعت ہے لیکن بدعت محرمہ نہیں۔ وھو اعلم

(۶) نماز ہو جاتی ہے البتہ خطبہ سنت متوارثہ کے خلاف ہوتا ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۷) صرف گمان سے کوئی گمراہ اور بدعقیدہ نہیں ہوتا ہے۔ اگر واقعی امام گمراہ وبدعقیدہ ہے تو اس کی اقتدا باطل ہے۔ اگر وہ صحیح العقیدہ ہے تو اقتدا اس کی جائز و درست ہے۔ کسی مسلمان پر بدگمانی حرام ہے جس کا گناہ اس مقتدی کے سر ہے جس نے بدگمانی کی۔ بدگمانی مبطل یا مفسد نماز نہیں۔ نماز پھر بھی ہو جائے گی۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۸/ رجب المرجب ۱۴۰۴ھ

استفتاء ۳۹۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ
خطیب کا خطبہ کے درمیان کوئی دینی بات غیر عربی زبان میں بتانا یا کچھ خطبہ پڑھ کر اس کا اردو ترجمہ کرنا جائز و درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: سیّد مشتاق عالم مرادآباد، سہسرام، ضلع رہتاس گڑھ

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــــ!

پورے خطبہ کا عربی زبان میں ہونا سنت متوارثہ ہے۔ پورا عربی خطبہ دینی باتوں اور نصائح پر مشتمل ہوتا ہے۔ اگر اس کو سمجھنا ہی ہے تو قبل خطبہ یا بعد نماز سمجھا دیا جائے۔ درمیان خطبہ عربی کے سوا کسی دوسری زبان کا استعمال سنت متوارثہ کے خلاف ہے۔ خطیب صاحب کو اس سے بچنا چاہئے۔ ھکذافی فتاویٰ رضویه وا مجدیه وغیرھا. ''ایسے ہی فتاویٰ رضویہ اور امجدیہ نیز ان کے علاوہ کتابوں میں ہے۔'' وھو تعالیٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتـــــــــــــــبہ

۵/ ربیع النور ۱۴۰۴ھ

استفتاء ۳۹۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
جمعہ کے دن دو خطبوں کے درمیان بیٹھنے میں کیا مصلحت ہے؟ اگر دوران خطبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک آجائے تو انگوٹھا چوم سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اذان خطبہ کا جواب دے سکتے ہیں یا نہیں؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اذانِ خطبہ کا نہ جواب دے سکتے ہیں نہ انگوٹھا چوم سکتے ہیں اور نہ دعاء کر سکتے ہیں؟ یہ کہاں تک صحیح ہے؟

المستفتی: شاہ عالم نوری، امام جامع مسجد، جموئی، ضلع گریڈیہہ-۸۱۵۳۰۱

۷۸۶/۹۲

الجواب ـــــــــــ بعون الملک الوہاب ـــــــــــ!

سب سے بڑی مصلحت سنت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہے اور سنت نبویہ بر بنائے جلسہ استراحت ہے۔ خطبہ یا اس کی اذان میں اسم مبارک سن کر نہ زبان سے درود پڑھنا چاہئے اور نہ ہی انگوٹھا چومنا چاہئے اور نہ ہی اذان خطبہ کا جواب دینا چاہئے۔ اذاخرج الامام فلاصلوٰۃ ولاقیام. ''جب امام خطبہ دے اس وقت نہ نماز ہے نہ قیام۔'' (متون) بہتر یہ ہے کہ جب اذان خطبہ یا خطبہ میں اسم مبارک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سنے تو دل میں درود پاک پڑھ لے۔ درمختار میں ہے: والصواب انه یصلی علی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم عندسماع اسمه فی نفسه الخ. ''خطبہ کے وقت جب نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم سنے تو اپنے دل میں درود پڑھے۔'' وھو تعالیٰ اعلم!

نوٹ: بقیہ سوالات دوبارہ بھیجئے۔

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کـتـبـه

۱۴/محرم الحرام ۱۴۰۴ھ، ۲۲/اکتوبر ۱۹۸۳ء

استفتاء ۳۹۷

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ
خطبہ میں اردو اشعار کا پڑھنا منبر پر چڑھ کر جائز ہے یا نہیں؟ بینوا بالدلیل

المستفتی: محمد اسیر الدین، مقام مٹھیارا، ڈاکخانہ گرسرا، ضلع دیوگھر، ایس پی، بہار

۷۸۶/۹۲

الجواب ـــــــــــ بعون الملک الوہاب ـــــــــــ!

منبر پر چڑھ کر اردو اشعار پڑھنا جائز تو ہے مگر خطبہ میں غیر عربی کی ملاوٹ سنت متوارثہ کے خلاف ہے۔ لہٰذا خطبہ کے درمیان اردو اشعار کا پڑھنا بھی خلاف سنت اور ممنوع ہے۔ ھکذافی فتاویٰ رضویه والامجدیه وغیرهما. ''جیسا کہ فتاویٰ رضویہ وامجدیہ وغیرہ میں ہے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کـتـبـه

۴/محرم الحرام ۱۴۰۴ھ، ۱۱/اکتوبر ۱۹۸۳ء

استفتاء ۳۹۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ
جمعہ کے خطبہ میں درمیانِ خطبہ اردو کے اشعار پڑھنا کیسا ہے؟ کیا اس سے نماز جمعہ میں کوئی خرابی تو لازم نہیں آتی ہے؟ خلاصہ بیان کریں۔

المستفتی: محمد شفیع انصاری، مقام نیزائن، تھانہ پانکی منالو، پوسٹ کاڈوری، ضلع پلاموں، بہار

۹۲/۸۶ء

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوہاب ـــــــــ !

عربی خطبہ میں اُردو اشعار:
خلاف سنت متوارثہ ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے لیکن اس کی وجہ سے نماز جمعہ میں کوئی خرابی نہیں۔

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتـــــــــــــــــــــبہ

۲۵/شوال المکرم ۱۴۰۱ھ

استفتاء ۳۹۹

مسئلہ: بحضور جناب مفتی صاحب ادارۂ شرعیہ سلطان گنج پٹنہ ۶
جناب عالی! گزارش خدمت اینکہ مندرجہ ذیل سوالات خدمت اقدس میں ارسال ہے براہ کرم خاطر خواہ جواب دینے کی زحمت کریں گے۔

(۱) جمعہ کے خطبہ میں اردو اشعار کا پڑھنا کیسا ہے؟
(۲) محرم کے موقع پر فن سپہ گری کے لئے لائسنس حاصل کرنا کیسا ہے؟
(۳) محرم کے مہینہ کو محرم الحرام کیوں کہا گیا اور محرم الحرام کہنا کیسا ہے؟
(۴) قبر کو پختہ اینٹ کا بنوانا کیسا ہے؟

المستفتی: محمد صفی اللہ مقام و پوسٹ پھاوریا، وایہ کنڈا، چین پور، ضلع مشرقی چمپارن

۸۶/۹۲ء

الجواب ـــ!

خطبہ میں اردو اشعار پڑھنا:

(۱) خلاف سنتِ متواترہ ہے لہٰذا مکروہ ہے اور تحقیق یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے کمافی فتاویٰ الرضویہ۔ وھو اعلم

فن سپہ گری:

(۲) اسکی ممانعت شرع میں وارد نہیں اور جب فن سپہ گری جہاد کا مقدمہ ہے تو ظاہر ہے کہ لائسنس حاصل کرنا جائز ہے۔ وہو اعلم

ماہِ محرم کو محرم الحرام کیوں کہا جاتا ہے:

(۳) اہل عرب زمانۂ جاہلیت میں بھی محرم کو قابل عزت واحترام جانتے تھے۔ اس لئے اس کو محرم الحرام کہتے تھے۔ اور اسلام میں بھی یہ مبارک مہینہ قابل احترام مانا جاتا ہے۔ اس لئے محرم الحرام کہتے ہیں جس کا استعمال شرعاً جائز ہے؟ وھو اعلم

قبر کو پختہ بنانا:

(۴) عام قبروں کو پختہ بنانا مناسب نہیں لیکن علماء واولیاء کی قبروں کو پختہ بنانا جائز ہے کیونکہ یہ سب وارث انبیاء ہیں جن کی یادگار کو باقی رہنا جائز ہے۔ جیسے نبی اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر شریف پر سرخ سنگ ریزے بچھائے گئے اور کسی صحابی نے منع نہیں فرمایا البتہ آج کل کے وہابی منع کرتے ہیں۔ قبر انور پر سنگ سرخ بچھانے کی حدیث کو ابوداؤد شریف نے روایت کیا ہے جس کو مشکوٰۃ شریف نے بھی نقل کیا فمن شاء فلیرجع الیھا. (جو چاہے وہاں رجوع کرلے) واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم۔

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۱۶/جمل ۱۴۰۱ھ، ۲۳/ مارچ ۱۹۸۱ء

استفتاء[400]

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:
اُردو شعر جو علمی خطبہ وغیرہ میں ہے: یہ اشعار جمعہ کے دن خطبہ کے درمیان پڑھنا جائز ہے یا ناجائز۔ مکمل مع حوالہ کے جواب مرحمت فرمائیں۔

المستفتی: مولانا عبدالقدوس اشرفی مدرسہ ضیاء العلوم کانکی بازار، پوسٹ: بوگڑا ضلع پرولیا

۷۸۶/۹۲

الجواب ـــــــــــــ بعون الملک والوھاب ـــــــــــــ!

خطبۂ جمعہ وعیدین کا عربی زبان میں ہونا سنت متوارثہ ہے۔ خطبہ کے درمیان دوسری زبانوں کے نثر ونظم کا اختلاط مکروہ ہے (فتاویٰ امجدیہ ص۳۰۰) اور عمدۃ الرعایہ حل شرح وقایہ ص۲۴۲ میں ہے: **فانہ لاشک فی ان الخطبۃ بغیر العربیۃ خلاف السنۃ المتوارثۃ من النبی والصحابۃ فیکون مکروھاتحریما وکذاقرأۃ الا شعار الفارسیۃ والھندیۃ فیھاالخ.** ''غیر عربی میں خطبہ دینا اس سنت متوارثہ کے خلاف ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام سے ثابت ہے اس لئے غیر عربی میں خطبہ دینا مکروہ تحریمی ہوگا۔ ایسے ہی دورانِ خطبہ فارسی اور ہندی میں اشعار پڑھنا بھی مکروہ تحریمی ہے۔'' **واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔**

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۱۶/شوال المکرم ۱۴۰۰ھ

استفتاء ۱۴۰۱

مسئلہ: محترم مکرم مفتی صاحب قبلہ زیدت معالیکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ مزاج گرامی!

استفتاء: عربی میں منظوم خطبہ جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام پر درود وسلام ہو جمعہ یا عیدین میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: عبدالقیوم از جھٹکی برہی، ڈاکخانہ: برہی، ضلع ہزاری باغ

۷۸۶/۹۲

الجواب ـــــــــــــ!

برادر دینی! **وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ الحمدللہ تعالیٰ علی فضلہ واحسانہ!**

جمعہ یا عیدین کا مکمل منظوم عربی خطبہ خلاف سنت متوارثہ ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے ہاں اگر نثر خطبہ میں خال خال دو ایک شعر عربی ہی کے پند ونصائح پر مشتمل پڑھ دیئے جائیں تو حرج نہیں ہے خطبۂ جمعہ وعیدین کا نثر عربی میں ہونا ہی صدر اول سے جاری ہے: **وجری بہ التوارث کماحققہ فی کتب الفقہ.** ''جس پر توارث جاری ہے جیسا کہ کتب فقہ میں تحقیق کی گئی ہے۔'' **وھوتعالیٰ اعلم**

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۵/شعبان المعظم ۱۴۰۰ھ

استفتاء ۴۰۲

مسئلہ! کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں علمائے کرام ومفتیان شرع متین کہ:
زمانہ قدیم سے جمعہ کے روز خطیب علمی خطبہ سے لوگوں کو خطاب کیا کرتے تھے لیکن عرصہ چھ ماہ سے ایک جدید خطبہ بنام خطبات رحمانی ایجاد ہوا جس میں خلفائے راشدین کے نام مبارکہ کا نہ اول ذکر ہے نہ ثانی۔ صرف ضمناً اتنا ذکر ہے: وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ. (سورۂ توبہ:۱۰۰) ''سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔'' کیا اتنے ذکر سے مستحب ادا ہو جاتا ہے جبکہ حضرت ابن عمر خود راوی ہیں جس کو بخاری شریف میں روایت کیا ہے: عن ابن عمر کنا نقول ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم حی افضل امتہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعدہ ابوبکر ثم عمر ثم عثمان. ''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ہی میں کہہ رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی امتیوں میں سب سے افضل حضرت ابوبکر پھر عمر فاروق پھر عثمان غنی پھر مولیٰ علی رضی اللہ عنہم ہیں۔'' واضح ہو کہ اتنی کھلی ہوئی اور واضح حدیث کے پیش نظر خطبات رحمانی سے تسکین نہیں ہوتی چونکہ سیدنا ابوبکر صدیق وسیدنا عمر فاروق وسیدنا عثمان غنی وسیدنا علی مرتضیٰ سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا سید الشہداء حضرت حمزہ حضرت عباس حضرت حسن حسین رضی اللہ عنہم کا نام نامی اسم گرامی انفرادی طور پر اس ناچیز کی نظروں سے جتنی بھی خطبے کی کتابیں گزری ہیں سب میں تحریر پایا الا خطبات رحمانی کے۔ لہٰذا ازراہ کرم حدیث وقرآن کی روشنی میں مدلل ومکمل جواب سے مطمئن فرمائیں کہ ہم اہل سنت خطبات رحمانی کو جمعہ میں پڑھیں یا خطبہ علمی کو نوازش وکرم ہوگا۔

المستفتی: محمد فاروق قادری ۹ ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ

۹۲/۷۸۶

الجواب

صورت مسئولہ میں جہاں تک خطبہ کے جواز اور فرض ادا ہونے کا سوال ہے وہ تو خطبہ اول ہی سے حاصل ہو گیا۔ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کے اسمائے مبارکہ کا ذکر نہ تو فرض ہے نہ واجب مگر بلا ضرورت سنت متوارثہ قدیمہ دائمہ کو چھوڑنا اور مسلمانوں کی تنفیر کا باعث ہونا اور لوگوں کو اعتراض وتنقید کا موقع دینا اور ارشاد نبی کریم علیہ التحیتہ والتسلیم بشروا ولا تنفروا. ''خوشخبری سناؤ اور نفرت نہ پھیلاؤ'' کی مخالفت کرنا دیندار عاقل وعالم کا کام نہیں۔ لہٰذا خلفائے راشدین کے مناقب وفضائل جو خطبہ میں محمود ومعمول وماثور ہیں انہیں ضرور بجالانا چاہئے اس لئے کہ سلف صالحین وپیشوایان دین وائمہ مجتہدین نے اسی طریقہ کو

مستحسن ومحبوب ومرغوب سمجھا اس لئے جدید خطبہ علمی کا پڑھنا مناسب وبہتر ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کـتـبـہ

۱۸/ ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ ۔ ۸۱/۲/۲۴

استفتاء ۴۰۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

(۱) خطبہ جمعہ بڑا ہونا چاہئے یا دونوں رکعتوں کی قرأت؟

(۲) سنت نماز میں اگر بھول ہو جائے تو سجدۂ سہو ہے کہ نہیں؟

(۳) کسی امام کا یہ کہنا کہ "ہم نماز پڑھانے کے ذمہ دار ہیں، کسی کی نماز ہو یا نہ ہو ہم اس کے ٹھیکہ دار نہیں ہیں" کہاں تک صحیح ہے؟

المستفتی: انور حسین خاں، اوسیا، غازی پور

۸۶/۹۲ھ

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــ!

(۱) خطبہ جمعہ کا دونوں رکعتوں کی قرأۃ (مع الفاتحہ) سے بڑا ہونا مکروہ ہے۔ کماھو فی کتب الفقه. وھو تعالیٰ اعلم

باب السہو (سجدۂ سہو میں فرائض ونوافل کی تفریق نہیں)

(۲) سجدۂ سہو میں سنت ونفل اور فرض وواجب کی تفریق نہیں ہے۔ جب بھی کوئی واجب نماز سہواً چھوٹ جائے یا اپنی جگہ سے بدل جائے تو سجدۂ سہو واجب ہے اور اگر عمداً کسی واجب نماز کو چھوڑ دیا تو سجدۂ سہو سے تکمیل نماز نہیں ہوگی۔ پوری نماز لوٹانا واجب ہوگا۔ فی الدار مختار وتعادوجوبافی العمد والسھوان لم یسجدله الخ وفیه ایضا. یجب له سجدتان بترک واجب سھوا الخ. "واجب کو جان کر چھوڑ دے یا بھول کر اور سجدۂ سہو نہ کرے تو نماز کا اعادہ کرے اور اسی میں یہ بھی ہے کہ سہوا ترک واجب سے ہیں۔" وھو تعالیٰ اعلم

کتاب الصلوٰۃ (ترک نماز کا وبال کس پر ہے؟)

(۳) یہ صحیح ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی غفلت ولاپروائی سے اپنی نماز ضائع کر دے تو اس کا گناہ امام یا ضائع کنندہ کے سرپرستوں کو نہیں ہوگا۔ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی الآیة. (سورۂ انعام:۱۶۴) "اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔"

لیکن نماز کے مسائل صحیحہ سے مقتدی کو واقف کرنا کرانا یہ امام کی دینی ذمہ داری ہے جس سے وہ عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کلکم راع و کلکم مسئول الخ. ''تم سب اپنے متعلق کے سردار و حاکم ہو اور ہر حاکم سے روز قیامت اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔'' امام صاحب کو ایسا نہیں بولنا چاہئے۔ وھو تعالیٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ پٹنہ، بہار

کتبہ

۹/ ذی القعدہ سنہ ۱۴۰۱ھ

استفتاء ۴۰۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) مسجد کے مقررہ پیش امام صاحب صبح کی نماز باجماعت پڑھا رہے تھے۔ انہوں نے پہلی رکعت میں الحمدللہ کے بعد سورۂ نباء (عمّ یتساء لون) پڑھی اور آخر کی تین آیتیں چھوڑ دیں۔ دوسری رکعت میں بعد الحمدللہ کے عم یتساء لون کی چھوڑی ہوئی آیتیں شروع کیں۔ اسی درمیان مسجد میں ایک شخص داخل ہوا اور سنت پڑھنے لگا۔ پیش امام صاحب نے آہٹ پا کر دوسری سورۃ یعنی والنّٰزعٰت غرقاً کی دوسری رکوع پڑھی۔ پھر پورا رکوع ختم تک پڑھا۔ اس خیال سے کہ آنے والے شخص جو سنت پڑھ رہے ہیں، وہ بھی جماعت میں شامل ہو جائیں۔ دریافت طلب امر ہے کہ ایسی صورت میں نماز ہوئی یا نہیں؟

(۲) پیش امام صاحب برابر ایک ہی خطبہ جمعہ کا خطبہ زبانی پڑھتے ہیں اور درمیان خطبہ میں ایک رکوع کلام پاک کا شامل کر کے پڑھتے ہیں چند سورتوں کے رکوعات کو جو انہوں نے یاد کر رکھی ہیں۔ یہ حافظ نہیں ہیں، کیا یہ شرعاً جائز ہے؟

(۳) کسی وجہ سے مسجد میں جماعت ہونے سے قبل زید نماز ادا و نماز قضا تکبیر کہہ کر پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

المستفتیان: محمد معین الدین خاں ڈمرانواں، پوسٹ بانکے بازار، گیا
معین الدین خاں، مقام و پوسٹ ملیہاری، وایہ امام گنج، ضلع گیا

۸۶/۹۲ ک

الجواب ــــــ بعون الملک الوہاب ــــــ!

مکرمی! وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ!

(۱) نماز ہوگئی۔ مگر دوسری سورۃ کے پہلے رکوع کو نہیں چھوڑنا چاہئے تھا۔ کما ھو مصرح فی کتب الفقہ۔ وھو اعلم

(۲) ہاں اس میں ازروئے شرع عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں ہے۔وھو تعالیٰ اعلم

(۳) قضا تو پڑھ سکتا ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ قضا نماز تنہائی میں پڑھے تاکہ گناہ کا اظہار نہ ہو اور لوگ اس گناہ کے گواہ نہ بنیں اور پڑھنے سے مراد اگر اسی وقت کی نماز ہے تو یہ جائز نہیں ہے کہ بلا وجہ شرعی جماعت چھوڑنا گناہ ہے۔وھو تعالیٰ اعلم

عبد الواجد قادری غفرلہ خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۹/شوال المکرم ۱۴۰۳ھ

استفتاء[۴۰۵]

مسئلہ: حضرت مفتی صاحب ادارۂ شرعیہ پٹنہ

(۱) ہم لوگ کولیری میں نوکری کرتے ہیں یہاں پر مستقل باشندے نہیں ہیں دینی تعلیم کے حصول کے لئے ایک مدرسہ چل رہا ہے۔ جن میں نماز پنجگانہ نماز جمعہ اذان و جماعت کے ساتھ تقریباً بیس آدمی ادا کرتے ہیں۔ جامع مسجد دور ہے لگ بھگ ایک کیلومیٹر امام وقت کے غلط اقدام سے بھی تنگ آ چکے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اسی مدرسہ میں نماز جمعہ قائم کریں۔ لہٰذا صحیح طریقہ سے باخبر کریں۔

(۲) دادا کی زندگی میں یتیم پوتا کا۔ دادا کی جائداد میں کوئی حق نہیں ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا تشریح کریں۔

المستفتی: ابوالقاسم آزاد قادری، بھرتھری، دھنباد

۹۲/۸۶ھ

الجواب

(۱) اگر وہ جگہ شہر یا شہر کے حکم میں ہے تو جمعہ کا قیام درست ہے۔ ورنہ نہیں! **لاصلوٰۃ الجمعۃ والعیدین الافی مصر جامع.** ''جمعہ اور عیدین کی نماز بڑے شہر ہی میں ہوتی ہے۔'' (فی کتب فقیہہ) اگر جمعہ کا قیام جائز نہ ہو تو وہاں کے مسلمانوں پر ظہر فرض ہے۔ **وھو تعالیٰ اعلم!**

(۲) کسی بھی درخت کی پتیوں میں شاخوں کے ذریعہ ہی غذائیت پہونچتی ہے۔ اگر بیچ سے شاخ ٹوٹ جائے تو پھر اس درخت سے پتیوں کو غذائیت پہنچنے کا کوئی سوال ہی نہیں ہے۔ ہاں اگر وہی شاخ کاٹ کر قلم لگا دیا جائے اور وہ اپنے طور پر زمین سے غذائیت حاصل کرنے کی صلاحیت اپنے اندر پیدا کرے تو پھر پتیوں کو شاخ کی غذائیت ملنے لگے گی۔ اگر یہ بات آپ کی سمجھ میں آ سکتی ہے۔ تو یہ بھی سمجھ میں آ سکتا ہے کہ دادا کی جائداد سے پوتے کیوں محجوب ہوتے ہیں اور باپ کی جائداد کیوں پاتے ہیں۔ **وھو تعالیٰ اعلم!**

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۵ھ

الجواب صحیح وصواب والمجیب نجیح ومثاب
عبدالحافظ رضوی القادری غفرلہ
۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۵ھ

استفتاء ۴۰۶

مسئلہ: علماء دین کیا فرماتے ہیں جو شرعاً درست ہو
میرے گاؤں میں لگ بھگ ۶۰ گھر کی آبادی ہے۔ قریب ہی تار چک نام کا گاؤں ہے جس میں ۲۵ گھر کی آبادی ہے۔ میرے گاؤں میں جمعہ بیسوں سال سے ہوا کرتا ہے۔ نیز پنجوقتہ باجماعت بھی۔ میرے گاؤں سے ایک بڑی بستی سملہ ہے۔ وہاں جمعہ قائم ہے۔ دوسرے قاسمہ ایک میل سے زیادہ دور ہے۔ وہاں بھی جمعہ قائم ہے۔ برسات میں ان دونوں جگہوں پر جمعہ کی غرض سے جانے آنے میں تردد ہے۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ شاہ گنج سلیم پور میں جمعہ درست نہیں۔ للہذا پوری تفصیلات سے جواب باصواب عنایت کریں۔ فقط

المستفتی: انجمن سکریٹری، محمد یوسف، شاہ گنج، سلیم پور، سملہ، رفیع گنج، اورنگ آباد، بہار

۸۶/۹۲ ے

الجواب ــــــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــــــ !

گاؤں میں جمعہ کا قیام جائز نہیں ہے۔ کما فی متون الکتب والشروح لاتجوز فی القریٰ الخ۔ "جیسا کہ کتابوں اور شرحوں کے متن میں ہے کہ دیہات میں جمعہ کا قیام جائز نہیں۔" جہاں مدتوں سے جمعہ کی نماز یا عیدین ہو رہی ہیں اسے منع نہیں کرتے۔ اَرَاَیْتَ الَّذِیْ یَنْهٰی عَبْدًا اِذَا صَلّٰی. "بھلا دیکھو تو جو منع کرتا ہے بندہ کو جب وہ نماز پڑھے۔" (کنز الایمان) سے خوف کرتے ہیں۔ البتہ پڑھے لکھے اور جانکار لوگوں کو شریک نہیں ہونا چاہئے۔ خصوصاً عالموں کو کہ ان کے اعمال کو جہال سند بنالیں گے۔
وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ
عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
۲۰/شعبان المعظم ۱۴۰۴ھ

استفتاء ۴۰۷

مسئلہ: کیا فرماتے علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:
ڈالٹین گنج پل اس پار ایک آبادی شاہ پور نام سے واقع ہے جہاں بجلی پختہ سڑکیں اور چند دکانیں ہیں یہاں کی مجموعی آبادی پانچ سو گھر کی ہے جس میں ایک سو گھر مسلم ہیں اور ندی پر پل نہ ہونے کی وجہ سے مسلم آبادی بڑھ رہی ہے شاہ پور ایک قدیم آبادی ہے زمانہ قدیم میں بھی یہ صدر مقام تھا اور یہاں راجہ

رہتا تھا یہاں ایک مسجد آبادی کے شمالی جانب ہے۔ جو کوئل ندی کے کنارے ہے۔ ادھر چند مہینوں سے ایک مسجد بیچ آبادی میں لب سڑک چند مسلمانوں نے ضرورت محسوس کرتے ہوئے بنوائی ہے اس میں بھی ماہ شعبان سے نماز پنجوقتہ اور جمعہ ہو رہی ہے اور نماز عید بھی۔ اس سلسلے میں شدید اختلاف یہاں مسلمانوں میں چل رہا ہے۔ ایک فریق کا کہنا ہے کہ اولاً یہ آبادی دیہات ہے دوسرے جب پہلے سے یہاں ایک مسجد میں نماز جمعہ ہو رہی تھی تو اس مسجد میں جو نئی ہے نماز جمعہ پڑھنا ناجائز و حرام ہے۔ نئی مسجد میں نماز جمعہ پڑھنا بند کیا جائے۔ نماز پڑھنے والوں کو طرح طرح سے ڈراتے ہوئے دھمکاتے ہیں دوسرا فریق کہتا ہے کہ یہ آبادی دیہات نہیں شہر ہے اس لئے یہاں جمعہ بند نہیں کیا جائے گا۔ لہٰذا آنجناب سے گزارش ہے کہ اہلسنّت کی کتابوں کے حوالہ سے اس مسئلہ میں لوگوں کی رہنمائی کی جائے تاکہ آپسی نفاق دور ہو اور مسئلہ کی حقیقت واضح ہو جائے۔

المستفتی :خورشید القادری

۹۲/۷۸۶

الجواب

مذکورہ فی السوال آبادی شہر و قصبہ ہے یا گاؤں؟ سائل نے اس کی وضاحت نہیں کی اگر وہ عرف عام میں گاؤں کہلاتا ہے اور شہر اور قصبہ کی تعریف اس پر صادق نہیں آتی ہے۔ تو وہاں جمعہ و عیدین کا قیام گناہ و ناجائز ہے۔ یہی مذہب حضرت سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا بھی ہے۔ چنانچہ آپ کا ارشاد ہے: **لاجمعة ولا تشريق ولا فطر ولا اضحىٰ الا فى مصر جامع او مدينة عظيمة.** ''تکبیر تشریق اور عیدین بڑے شہر ہی میں ہو سکتے ہیں'' ہاں جہاں قدیم زمانہ سے نماز جمعہ ہو رہی ہے وہاں کی عوام کو روکا نہ جائے البتہ خود شریک نہیں ہوں گے۔ اور اگر مذکورہ فی السوال آبادی (شاہ پور) پر شہر کی تعریف صادق آتی ہے یعنی اس میں متعدد محلے کوچے اور دوامی بازار ہیں اور وہاں ایسا کوئی حاکم یا عالم دین ہے جو مظلوموں کا مرجع ہے۔ اور مظلوموں کا انصاف ظالم سے لینے کی اس میں قوت ہے نیز وہ ایسی آبادی ہے کہ اپنے ذیلی آبادیوں کا مرجع و مرکز ہے جیسے آج کل ضلع سب ڈویژن وغیرہ کا صدر مقام تو اس میں جمعہ و اعیاد کا قیام اعلم علمائے بلد کے حکم سے جائز و درست ہے۔ درمختار میں ہے: **عند ابى حنيفة رحمة الله عليه انه بلدة كبيرة فيها سكك واسواق ولها رساتيق وفيها والٍ يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمة.** ''امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک شہر وہ ہے جس میں سڑکیں بازار اور سرائے ہوں وہاں کوئی ایسا والی ہو جو اپنی جاہ و حشمت سے ظالم سے مظلوم کا بدلہ لینے پر قادر ہو'' اور جس شہری آبادی میں ایک جگہ جمعہ کا قیام جائز ہے وہاں متعدد جگہوں پر بھی جمعہ کا قیام جائز و درست ہے۔ چنانچہ درمختار میں ہے: **وتؤدى فى مصر واحد بمواضع كثيرة مطلقا على المذهب وعليه الفتوىٰ. وهو تعالىٰ اعلم وعلمه جل مجدهٗ اتم واكمل۔** ''مذہب امام اعظم اور مفتی بہ قول کے بموجب شہر واحد میں متعدد جگہوں پر جمعہ کی ادائیگی درست ہے۔''

نوٹ: علمائے کرام اور صائب الرائے حضرات کی ایک مجلس طلب کیجئے جس میں اس جواب کی روشنی میں غور کیجئے کہ شاہ پور پر شہر کی تعریف صادق آتی ہے کہ نہیں اگر صادق آتی ہے تو بحکم مذکور جمعہ و اعیاد کا پڑھنا جائز و درست ہے اور جو جمعہ قائم کیا گیا ہے وہ صحیح ہے اور اگر شہر کی تعریف صادق نہیں آتی ہے تو نیا جمعہ قائم کر کے گناہ مول نہ لیا جائے۔ جو جمعہ قدیم زمانہ سے قائم ہے اس کی شرکت سے عوام کو بھی منع نہیں کیا جائے۔

الجواب صحیح وصواب والمجیب نجیح ومثاب
عبدالحافظ رضوی القادری غفرلہ
۳/ صفر المظفر ۱۴۰۵ھ

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار پٹنہ
کتـــــــــــــــــــــــبہ
۳/صفر المظفر ۱۴۰۵ھ

استـــفتـــاء ۴۰۸

مسئلہ: محترم المقام حضرت مفتی صاحب مدظلہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عرض یہ ہے کہ ہمارا گاؤں قصبہ، شہر سے ایک ڈیڑھ کیلومیٹر دور ہے گاؤں کی آبادی چالیس پچاس گھروں پر مشتمل ہے۔ جہاں دس یا پانچ پنجگانہ نمازی ہیں جو مسجد میں نماز ادا کرتے ہیں چونکہ قصبہ وشہر دوری پر ہے اس لئے کچھ ہی لوگ جمعہ ادا کرنے اس گاؤں سے وہاں جاتے ہیں۔ لہٰذا میں شریعت کی رو سے جاننا چاہتا ہوں کہ کیا ہم لوگ اپنے گاؤں میں جمعہ قائم کر سکتے ہیں جب کہ عید وبقرعید کی نماز ادا نہیں کرتے ہیں مجھے امید ہے کہ جلد حکم شریعت سے آگاہ کریں گے۔

(۲) وہ عالم وحافظ جو اغلام بازی میں چند مخصوص لوگوں کے ہاتھوں پکڑا گیا نیز عزت کے نام پر جس کے اس عیب کبیرہ پر پردہ ڈال کر امام بنایا جاتا رہا ہو عام لوگوں کو اس کی خبر نہ ہو ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے۔

المستفتی: جمیل خان وڈاکٹر کفیل قادری

۸۶/۹۲ ء

الجوابـــــــــــــــــــــــــــ!

(۱) وعلیکم السلام ورحمۃ! گاؤں میں جمعہ کا قیام جائز نہیں اور نہ گاؤں والوں پر جمعہ کی ادائیگی واجب ہے وہاں کے لوگوں پر فرض ہے کہ ظہر پڑھیں اور بے وجہ شرعی ظہر کی جماعت ترک نہ کریں جو لوگ شہر میں جمعہ کی نماز پڑھنے جاتے ہیں اچھا کرتے ہیں ان کے سر سے ظہر ساقط ہو جاتی ہے۔ **وھو سبحانہ و تعالیٰ اعلم!**

(۲) اغلام باز عالم وحافظ فاسق وفاجر مستحق تعزیر شرعی ہے وہ منصب امامت کے لائق نہیں اس کو فوراً منصب امامت سے علیحدہ

کرنا واجب ہے۔اس کی اقتدا کرنا ناجائز اور نمازیں واجب الاعادہ ہوئیں ہاں اگر وہ توبہ نصوح کر لے اور صالح امامت ہو تو منصب امامت پر فائز کیا جاسکتا ہے۔وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم!

الجواب صحیح وصواب والمجیب نجیح ومثاب
عبدالحافظ رضوی القادری غفرلہ
۲۵/محرم الحرام ۱۴۰۵ھ

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۲۵/محرم الحرام ۱۴۰۵ھ

استفتاء[۴۰۹]

مسئلہ: گرامی بہ قدر جناب مفتی صاحب قبلہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین ذیل کے مسئلہ میں

(۱) عرض یہ ہے کہ ایک گاؤں ہے جس کا نام شاہ گنج سلیم پور ہے جس کی آبادی ساٹھ گھروں کی ہے اور اس کے قرب وجوار میں اور اس بستی سے لگے ہوئے ایک اور گاؤں ہے جس کی آبادی پچیس گھروں کی ہے اور اس کے علاوہ ایک گاؤں اور ہے جس کا نام سملہ ہے اور وہاں جمعہ قائم ہے اور یہ شاہ گنج سلیم پور سے قریب ایک فرلانگ پر ہے اور دوسرا گاؤں قاسمہ ہے جہاں تھانہ اور بازار ہے۔وہاں بھی جمعہ قائم ہے اور زمانے سے لوگ نماز جمعہ پڑھتے آرہے ہیں۔بقیہ اور مندرجہ بالا گاؤں میں دیہاتی دوکان ہے۔زیر غور مسئلہ یہ ہے کہ شاہ گنج کے لوگ نماز جمعہ قائم کئے ہوئے ہیں۔اب لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں کو نماز جمعہ پڑھنا صحیح ہے یا نہیں؟ شرعی مسائل سے مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

(۲) نماز جمعہ کی جماعت کے لئے کون سے شرائط لازمی وضروری ہیں؟

(نوٹ) شاہ گنج سلیم پور جانے کیلئے پکی سڑک نہیں ہے جس سے برسات کے موسم میں آمدورفت کیلئے پریشانی ہے۔

۸۶/۹۲ م

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــ!

محترم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

(۱) دیہات اور گاؤں میں جمعہ واعیاد کا قیام جائز نہیں ہے۔خواہ ہزاروں مسلم گھروں پر مشتمل وہ آبادی ہو۔صحت جمعہ کے شرائط سے ایک مصر کا ہونا ہے۔**لاتجوز الجمعة في القرى.** "دیہات میں جمعہ جائز نہیں" (درمختار) جہاں تھانے اور دوامی بازار ہوں، متعدد کوچے اور گلیاں ہوں اور کوئی بااختیار حاکم بھی رہتا ہو وہ آبادی عموماً مصر کے حکم میں ہے۔وہاں جمعہ کا قیام درست ہے۔وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم

شاہ گنج کے لوگوں پر ظہر فرض ہے۔ اسے ترک کرنا حرام ہے۔ وھو اعلم

(۲) جماعت کے لئے امام کے علاوہ کم ازکم (دو مصلیوں) کا ہونا لازمی وضروری ہے۔ وھو اعلم

نوٹ — مصر کی تعریف جس آبادی پر صادق آتی ہے وہاں جمعہ وعیدین درست ہیں، خواہ سڑکیں پختہ ہوں یا خام۔ اس سے مصر کی تعریف کو کیا کام۔ وھو سبحانہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح
عبدالحافظ رضوی القادری، خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار پٹنہ
۲۱/ جمادی الاخری ۱۴۰۴ھ

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۲۱/ جمادی الاخری ۱۴۰۴ھ

استفتاء ۴۱۰

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں

بہار شریعت جلد چہارم صفحہ ۸۳ پر سطر تیسری میں ایک مسئلہ مرقوم ہے:

(۱) گاؤں میں جمعہ کے دن بھی ظہر کی نماز اذان اور اقامت کے ساتھ باجماعت پڑھیں۔ (عالمگیری)

آیا ۵ یا ۱۰ گھر یا کم وبیش جس گاؤں میں ہوں اور مسجد بھی ہو جس میں قدیم زمانے سے جمعہ کی نماز ہوتی آرہی ہو، اب اگر وہاں بعد جمعہ ظہر کے لئے اذان واقامت ونماز قائم کریں تو جمعہ کے لئے لوگ ست پڑ جائیں گے اور پھر ظہر کی بھی نماز کی ان کے سامنے اہمیت نہ ہوگی، تو آیا ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟ آیا جمعہ کے ساتھ ہی ظہر بغیر جماعت پڑھ لی جائے یا کہ مذکورۂ بالا مسئلہ پر عمل کیا جائے؟ بینواوتوجروا۔

المستفتی: قیصر مصباحی اشرفی، مقام وپوسٹ گوپال پور، سستی پور، بہار

۸۶/۹۲ ک

الجواب ـــــ بعون الملک الوهاب ـــــ

بہار شریعت کا مسئلہ مرقومہ جلد ۴، صفحہ ۸۳ بالکل صحیح ہے۔ جہاں قدیم زمانہ سے جمعہ کی نماز ہورہی ہو۔ وہاں عوام کو جمعہ سے روکا نہ جائے۔ البتہ اہل علم وفضل خود شریک نہ ہوں کہ عوام اسے جواز جمعہ کی سند بنالیں گے۔ فرائض کی جماعت واجب ہے۔ بے وجہ شرعی میسر ہونے کے باوجود اسے چھوڑنا گناہ ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح
عبدالحافظ رضوی القادری، خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار پٹنہ
۲/ ربیع الثانی ۱۴۰۴ھ

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۳۰/ ربیع الثانی ۱۴۰۴ھ

استـــفتـــاء[411]

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس سوال میں کہ
ایک گاؤں جہاں پہلے سے جمعہ کی نماز ہوتی ہے، کچھ وجوہات کی بنا پر مسلمانوں میں جھڑپ ہوگئی اور دوسری بستی والے جو یہیں آکر نماز پڑھا کرتے تھے روکا گیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ دوسری بستی جہاں کے لوگوں کو روکا گیا ہے ان لوگوں نے زمین وقف کر کے اس پر ایک جھونپڑی بنا کر نماز پنجگانہ ادا کر رہے ہیں۔ اس قائم کردہ مسجد مذکور میں جماعت بھی اچھی خاصی ہوتی ہے۔ کیا اس میں جمعہ کی نماز قائم کی جاسکتی ہے؟ از روئے شرع جواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔ فقط

المستفتي: آس محمد، مقام گدوپور، ڈاکخانہ کمل پورہ، ضلع مظفر پور، بہار

۸۶/۹۲ھ

الجواب ـــــــ بعون الملک الوهاب ـــــــ!

جمعہ وعیدین کی صحت وجواز کے لئے شہر یا قصبہ کا ہونا ضرور ہے۔ **کما جاء في الحديث الشريف لاجمعة ولاتشريق ولاصلوة فطر ولا اضحیٰ الا في مصر جامع او مدينة عظيمة.** ''حدیث شریف میں آیا کہ جمعہ، عیدین اور تکبیر تشریق واجب نہیں ہے مگر مصر جامع یا بڑے شہر والوں پر۔'' دیہات میں نہ تو جمعہ ہے نہ وہاں اس کی ادائیگی جائز۔ **لاشتغال بمالا يصح كمافي الدر المختار۔** ''لوگوں کے ایسے کام میں مشغول ہونے کی وجہ سے جس کے قائم کرنے کی شرعی اجازت نہیں۔ جیسا کہ درمختار میں ہے۔'' ہاں جہاں زمانہ قدیم سے جمعہ واعیاد قائم ہیں وہاں عوام، مسلمانوں کو اس سے روکا نہیں جائے گا۔ لیکن نئے سرے سے کسی گاؤں میں نماز جمعہ قائم کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی ہے۔ **لانها لاتجوز في القرى كمافي القدوري.** ''کیونکہ جمعہ دیہات میں جائز نہیں۔ جیسا کہ قدوری میں ہے۔'' گاؤں مذکور کے مسلمانوں پر فرض ہے کہ جمعہ کے دن بھی ظہر کی نماز جماعت سے ادا کرتے رہیں اور جمعہ وغیرہ قائم کرنے کا خیال چھوڑ دیں۔ **واللہ سبحانه وتعالیٰ اعلم و رسوله صلی اللہ تعالیٰ علیه وعلیٰ اله وصحبه وحزبه وامة وبارک وسلم!**

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۳/صفر المظفر ۱۴۰۴ھ، ۹/نومبر ۱۹۸۳ء

استفتاء ۴۱۲

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ
موضع تابر میں ایک ۵۰ سالہ پرانی مسجد ہے اور تب سے اب تک اس مسجد میں نماز پنجوقتہ کے علاوہ جمعہ و عیدین کی نمازیں ہوتی آرہی ہیں۔ چونکہ اس مسجد کے متولی اور اس خاندان کے افراد پرانے زمیندار ہیں اور نہایت ہی فتنہ پرور و فسادی قسم کے لوگ ہیں۔ اکثر یہ لوگ دنیاوی معاملہ کو لے کر گاؤں کے لوگوں سے جھگڑا جھنجھٹ مسجد میں کیا کرتے ہیں اور ہمیشہ کہا کرتے ہیں کہ یہ میرے باپ دادا کی مسجد ہے۔ تم لوگ کچھ نہیں بول سکتے ہو۔ اس طرح کی طعنہ زنی سے مسجد میں جھگڑے ہوتے ہوتے خون خرابہ کا سماں بندھا رہا کرتا ہے۔ ان سب باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے مقام مکتا، ہلومان، مانا سسوتی اور تابر کے ۷۵ فیصد مقتدیوں کے مشورہ سے تیس (۳۰) سال قبل ایک مسجد مقام مکتا میں قائم کی گئی اور تب سے اس مکتا مسجد میں بھی پنجوقتی کے علاوہ نماز جمعہ و عیدین ادا کرتے چلے آرہے ہیں جو دوسو (۲۰۰) سے زائد مقتدیوں کی تعداد پر مشتمل ہے۔ جب کہ تابر کی مسجد ایک مختصر جماعت جو ۲۰، ۲۵/ افراد پر مشتمل ہے، نماز جمعہ و عیدین ادا کررہے ہیں۔ چونکہ ابھی بھی تابر مسجد میں متولی کے خاندان مقتدیوں سے جھگڑا کرتے رہتے ہیں جو ان لوگوں کو خاندانی ورثہ میں ملی ہوئی ہے جس وجہ سے ۲۰، ۲۵ میں سے بھی کچھ مقتدی بھاگ گئے ہیں۔
لہٰذا دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ ان دونوں مسجدوں میں سے نماز جمعہ کہاں پڑھنا بہتر ہوگا اور نماز جمعہ مکتا بستی کی مسجد میں قائم رکھی جائے یا نہیں؟

المستفتی: حفیظ اللہ مکتاوی، مقام مکتا، پوسٹ بسترہ، ضلع پلاموں
جواب اس پتہ پر ارسال کریں — مولانا نظام الدین صاحب، مقام سنپوروا، پوسٹ پول پول، ضلع پلاموں

۹۲/۸۶ ۷

الجواب ــــــــ بعون الملک الوہاب ــــــــ!
نماز جمعہ و عیدین شہر و قصبات ہی میں جائز ہیں۔ لان المصر شرط الصحة. ''اس لئے کہ جمعہ و عیدین کے لئے مصر شرط ہے۔'' درمختار میں ہے: صلوٰة العید فی القریٰ تکرہ تحریماً الخ. ''دیہات میں نماز عید مکروہ تحریمی ہے۔'' نماز جمعہ کے لئے مسجد جامع اور نماز عیدین کے لئے عیدگاہ بہتر ہے۔ پھر جہاں قدیم زمانہ سے جمعہ قائم ہے وہ اس سے بہتر ہے جہاں حال میں قائم ہوا ہے۔ الاقدم فالاقدم. ''جو پہلے ہے وہ بعد کے بہ نسبت پہلے رہے گا۔'' مگر جمعہ و عیدین چونکہ شعائر اسلام سے ہے اور مسلمانوں کے اجتماع عظیم سے ایک خاص کیفیت پیدا ہوتی ہے جو تفریق و انتشار میں نہیں۔ لہٰذا مجمع کثیر سے شوکت اسلامی کا

اظہار ہوگا۔تو مجمع کثیر کے ساتھ جمعہ وعیدین کا ادا کرنا افضل ہے کہ از دیاد شوکت کا سبب ہے۔ بشرطیکہ امام صالح امامت ہو۔جب ایک مسجد کا متولی یا اس کے منتظمین تنفر وفتنہ کا سبب ہوں تو اس سے دور رہنا ہی بہتر ہے۔ اَلْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ. (سورہ البقرہ:۱۹۱) ''ان کا فساد تو قتل سے بھی بدتر ہے۔'' (ترجمہ کنز الایمان) جو لوگ تفریق بین المسلمین کا سبب بنے وہ سخت کبیرہ کے مرتکب ہیں۔ان کو توبہ کرنا چاہئے۔اہل اسلام میں اتفاق واتحاد کی کوشش کرنا ضروری ہے۔ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا. (سورہ ال عمران:۱۰۳) ''اور اللہ کی رسی مضبوط تھام لو سب مل کر اور آپس میں پھوٹ نہ جانا۔'' (ترجمہ کنز الایمان) واللہ تعالیٰ اعلم

عبد الواجد قادری غفرلہ خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۸/ ذی الحجہ ۱۴۰۳ھ

استفتاء ۴۱۳

مسئلہ : بسم اللہ الرحمن الرحیم ! علمائے کرام ومفتیان عظام مندرجہ ذیل مسائل میں کیا فرماتے ہیں:

(۱) جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام نامی آتا ہے تو درود شریف پڑھنا چاہیے اگر نہ پڑھے تو وہ بخیل ہے۔نماز وخطبہ جمعہ وغیرہ میں نام مبارک آئے تو کیسے کیا کریں؟

(۲) بغیر ذبح کے مچھلی حلال کیسے ہے؟ حالانکہ سبھی جانور ذبح کرنے کے بعد حلال ہوتے ہیں۔پھر سمندر کے سبھی جانور صرف مچھلی کے علاوہ حرام ہیں۔صرف مچھلی ہی حلال کیوں ہوئی؟

(۳) ہم جو اذان دیتے ہیں وہی اذان حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دی ہے یا نہیں؟ یا آپ کی اذان اور ہماری اذان میں فرق ہے؟ اذان میں یہ کلمات آتے ہیں ''میں گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔غیب پر ایمان لانا دراصل یہ ایمان ہے لیکن گواہی بے دیکھے کیسے دیا جاسکتا ہے بے دیکھے گواہی دینے کو شریعت مطہرہ منع کرتی ہے جیسے چاند کی۔

(۴) انسان کو قبر میں منکر نکیر جب پوچھیں گے کہ تیرا رسول کون؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس کو دیکھایا جائے گا اور جب پوچھیں گے کہ تیرا رب کون ہے؟ تو کس کو دیکھایا جائے گا۔

المستفتی: نثار احمد، کھمپلی، کرناٹک

۷۸۶/۹۲

الجواب

نماز خطبہ میں تقبیل ابہامین:

(۱) نماز وخطبۂ جمعہ وعیدین میں چونکہ ممانعت شرعیہ موجود ہے اس لئے اُن کی مشغولیت میں درود پاک نہیں پڑھا جائے گا۔ نماز میں قرأۃ قرآن ہوتی ہے اور حکم شرع یہ ہے کہ قرأۃ قرآن کے وقت مکمل خاموش رہو اور اسے سنو، اگر قرأۃ سننے والا درود شریف میں مشغول ہو جائے تو قرأۃ سننے میں خلل واقع ہوگا اور خاموش رہنے کے خلاف ورزی ہوگی۔ اس لئے ممنوع ہے وَاِذَا قُرِئَ الْقُرآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ. (اعراف:۲۰۴)''اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو کہ تم پر رحم ہو۔'' اور خطبہ جمعہ وعیدین کے وقت بھی سامعین کو صلوٰۃ وسلام کی ممانعت ہے اس لئے درود شریف کا پڑھنا ممنوع ہے۔ (قال فی العالمگیریہ ص۱۴۸ج۱) واذا خرج الامام فلا صلوٰۃ ولا کلام الخ.''جب امام اپنے حجرہ سے نکلے تو اس وقت نہ نماز پڑھے نہ بات کرے۔'' وھو تعالیٰ اعلم!

(۲) کیونکہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے بے ذبح کی ہوئی مچھلی کو کھانا حلال فرمایا ہے: احلت لنا میتتان السمک والجراد و دمان الکبد والطحال. ''دو مردار ہمارے لئے حلال کئے گئے ہیں مچھلی اور ٹڈی اور دو خون دل اور تلی۔'' علامہ شامی نے فرمایا: وھو مشھور مؤید بالاجماع "وفی فتاواہ ایضا "وان حل السمک وثبت بمطلق قولہ تعالیٰ وَتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا الآية . ''اور وہ مشہور اور اجماع سے تائید کیا ہوا ہے اور اپنے فتاویٰ میں فرمایا کہ مچھلی حلال ہے اور یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے مطلق قول سے ثابت ہے کہ اس سے تازہ گوشت کھاؤ۔'' وھو اعلم

(۳) ایک مرتبہ بحالت سفر نبئ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اذان دینا ثابت ہے لیکن فقہا نے لکھا ہے کہ اس کے تشہد میں آپ نے فرمایا اشھدانی رسول اللہ. ''میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک میں اللہ کا رسول ہوں۔'' چنانچہ امام اھل السنۃ مجدد الملۃ امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے فتاویٰ ص۳۶۷ ج۲ میں فرمایا: انه صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم اذن مرة فی سفر فقال فی تشھدہ اشھدانی رسول اللہ وقد اشار ابن حجر الی صحته الخ. ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں ایک مرتبہ اذان دی اور تشہد میں فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور ابن حجر نے اس کی صحت کی طرف اشارہ فرمایا۔'' یقیناً غیب پر ایمان لانا حاصل ایمان ہے لیکن جب غیوب کے مخبر صادق نبئ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے شہادت دینے کا حکم فرما دیا۔ تو حکم کی اتباع میں شہادت دینے ہی کا نام ایمان ہے۔ قال الاسلام ان تشھد اَن لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وان محمد رسول اللہ. ''اسلام یہ ہے کہ اس بات کی گواہی دے کہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔'' پھر عند الشرع شہادت علی الشہادۃ بھی جائز ہے اس لئے مذکورہ فی السوال شہادت میں شرعی وعقلی کوئی قباحت نہیں ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم!

(۴) منکر نکیر کے سوال سمجھنے یا نقل کرنے میں سائل سے غلطی ہوئی ہے۔ منکر نکیر کا یہ سوال نہیں ہوگا کہ تیرا رسول کون ہے؟ کیونکہ

اگر یہی سوال ہوتا تو پھر دکھلانے کی حاجت ہی نہیں تھی۔ اصل میں فرشتوں کا سوال مردوں سے اس طرح ہوگا کہ تو اس مخصوص صاحب کے بارے میں کیا کہتا تھا۔ یہ سوال ہی بتلا رہا تھا کہ سوال کسی جانب اشارہ کرکے پوچھا جارہا ہے اور جس جانب فرشتوں کا سوال ہوگا اسی جانب شکل پاک مصطفیٰ ﷺ جلوہ گر ہوگی۔ مرقاۃ میں زیر حدیث بالا ہے: **فیقولان ما کنت تقول فی شان هذا الرجل** ۔ ''دونوں فرشتے کہیں گے تم اس آدمی کی شان میں کیا کہتے تھے۔'' اور ربّ تعالیٰ سے متعلق سوال میں چونکہ اشارہ نہیں ہوگا اس لئے مشارٌ الیہ کو دیکھنا ضروری نہیں ہے؟ **واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وصحبہ وسلم۔**

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتـــــــــــــــــــــــــــــــــبہ

۲۹/شعبان ۱۴۰۱ھ ۲/جولائی ۱۹۸۱ء

استـــفتـــاء ۴۱۴

مسئلہ: قاضی ادارۂ شرعیہ سلطان گنج پٹنہ-۶۔ مکرمی! سلام مسنون

جناب عالی! گذارش ہے کہ دوبارہ اس طرف دھیان دلانا چاہتا ہوں، قبول فرمائیں۔ موضع سلیم پور کی مسجد میں قریب ساڑھے چار سال سے جمعہ وعیدین کی نماز پڑھی جاتی ہے۔ گاؤں کے سبھی لوگ نماز پڑھتے ہیں صرف محمد کامل، مولانا قمر الزماں اور محمد کلیم الدین نہیں پڑھتے ہیں۔ تو مولانا عبدالعظیم قاضی امارت شرعیہ بیگوسرائے بحکم ملاحظہ امارت شرعیہ آکر معائنہ کیا اور جواز کا فتویٰ صادر کیا۔ یکا یک ماہ رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ میں مذکورہ بالا اشخاص نے عوام کو بہکانا شروع کیا کہ جمعہ کی نماز سلیم پور میں جائز نہیں ہے اس لئے جمعہ کی نماز توڑ دو۔ دوبارہ قاضی امارت شرعیہ بیگوسرائے کو آگاہ کیا گیا۔ قاضی صاحب نے طرفین کو کہا کہ عنقریب پھلواری شریف ومونگیر سے فیصلہ ہو جائے گا، ویسے ابھی جمعہ پڑھتے رہیئے۔ رمضان کی تراویح کے لئے قاری کلیم اللہ بیگوسرائے کو وعدہ کے تحت لایا گیا۔ اچانک ۶/رمضان کو عشاء کی نماز میں مذکورہ بالا اشخاص اور قاری کلیم اللہ نیز چند غنڈوں نے مسجد میں ہنگامہ شروع کردیا کہ ہم لوگ قاضی کی بات کو نہیں مانیں گے کیوں کہ کوئی قاضی جمعہ کی نماز کو توڑ نہیں سکتا ہے۔ جب کہ ساڑھے چار سال سے قائم ہے۔ بالآخر ۳/جولائی کو غنڈوں نے ایسے لوگوں کو اکٹھا کیا جو نماز سے کوسوں دور رہتے ہیں اور فیصلہ کرلیا کہ سلیم پور کی مسجد میں جمعہ پڑھنے نہیں دیں گے ورنہ پستول، بھالا اور لاٹھی کا استعمال ہوگا۔ یہ سب منافقوں کے اشارہ پر ہوا۔ حضور والا! آپ سے التجا ہے کہ جلد سے جلد

فتویٰ صادر کریں تاکہ سلیم پور کی مسجد صحیح معنوں میں مسجد رہے۔ ہم لوگ اس متبرک ماہ میں سلیم پور کی مسجد میں نماز جمعہ کے بدلے ظہر کی نماز باجماعت ادا کرتے ہیں، کرتے چلے آ رہے ہیں۔ لہٰذا آپ نے فیصلہ کی جانب توجہ نہ کی اور فتویٰ نہیں دیا تو ہم لوگ اس مسجد کو چھوڑ کر دوسری مسجد سلیم پور میں قائم کر کے نماز پنجگانہ و جمعہ اور عیدین کی نماز ادا کریں گے کیوں کہ منافقوں کا دخل مسجد میں ہو گیا ہے۔ قاضی امارت شرعیہ بیگوسرائے کئی بار جمعہ کی نماز پڑھانے کا وعدہ عرصہ چار سال سے کیا مگر بزدل ثابت ہوئے۔ حالانکہ جمعہ کی نماز مولانا عبدالرب نشتر برونی، مولانا محمد اسحاق صاحب بیگوسرائے، مولانا محمد معروف کٹھری، مولانا امان اللہ بیگوسرائے، مولانا فیاض رضوی، مولانا علی اعظم صاحب، مولانا رفیع احمد صاحب سارنی، مولانا محمد مجتبیٰ احمد سلیم پوری نے پڑھائی ہے۔ اس کے علاوہ سلیم پور کے سبھی علماء، جن کی تعداد سات ہے، وہ بھی ہمیشہ جمعہ کی نماز پڑھتے اور پڑھاتے رہے۔

المستفیان: مولانا عبدالغنی صاحب صدر، مولوی محمد ادریس صاحب سکریٹری، مولانا مولوی محمد طاہر صاحب امام مسجد، مولانا وصی احمد صاحب، مولانا علی اعظم مشیر کار، ماسٹر منظر الاسلام و عبدالرحیم خزانچی و ممبران کمیٹی، موضع سلیم پور، پوسٹ نور پور، ضلع بیگوسرائے۔

۹۲/۸۶ ۷

الجواب ــــــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــــــ!

جہاں وجوب جمعہ کے شرائط پائے جاتے ہیں وہاں جمعہ کا قیام ضروری ہے۔ لوگوں کی مخالفت کے ڈر سے اسے ترک نہیں کیا جا سکتا ہے۔ لاطاعة لمخلوق بمعصية الخالق. ”اللہ تبارک وتعالیٰ کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی طاعت جائز نہیں۔“ وقال عزوجل يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اِذَانُوْدِیَ للصلوة مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ولآية. (سورۂ جمعہ:۹) ”اے ایمان والو! جب نماز کی اذان ہو جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو۔“ اور جس آبادی میں شرائط جمعہ موجود نہیں وہاں جمعہ قائم کرنا ناجائز و گناہ ہے۔ مثلاً شرائط وجوب میں سے ایک شرط اس آبادی کا مصر ہونا ہے۔ لہٰذا اگر وہ مصر نہیں ہے بلکہ قریہ (گاؤں) ہے تو وہاں جمعہ و عیدین قائم کرنا ناجائز اور اس میں شریک ہونا گناہ ہے اور جمعہ کے سبب سے نماز ظہر کو چھوڑنا حرام ہے۔ درمختار میں ہے: صلوٰة العيد فی القرىٰ تكره تحريماای لا نه اشتغال بمالايصح لان المصر شرط الصحة الخ. ”عید کی نماز دیہاتوں میں مکروہ تحریمی ہے اس لئے کہ ایسے کام میں مشغول ہونا ہے جو صحیح نہیں ہے کیونکہ صحت عید کے لیے شہر کا ہونا شرط ہے۔“ حکم بالا کے تحت سلیم پور کو دیکھئے کہ وجوب جمعہ کے شرائط اس میں پائے جاتے ہیں یا نہیں؟ اگر پائے جاتے ہیں تو جمعہ کے قیام کو علےٰ حالہ باقی رکھئے اور اگر نہیں تو نام نہاد جمعہ کی وجہ سے تارک فرض (نماز ظہر) یا تارک وجوب (جماعت ظہر) یا تفریق بین المسلمین کا سبب مت بنئے۔ جہاں تک ممکن ہو فتنہ و فساد کو روکئے اور الفتنة اشد من القتل. ”فتنہ قتل سے بھی سخت ہے۔“ سے خوف کیجئے۔ میری یادداشت میں اس سے قبل سلیم پور کا کوئی اور استفتاء نہیں آیا ہے۔ والله اعلم بالصواب ورسوله صلى الله تعالىٰ

علیه وعلی اله وصحبه و بارک وسلم۔

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۰/ذی القعدہ ۱۴۰۱ھ

استفتاء ۴۱۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

کیا ایسی بستی میں نماز جمعہ وعیدین پڑھنی چاہیے؟ جہاں روزانہ ضروریات کی زیادہ چیزیں ملتی ہیں لیکن یہاں کوئی ایسا حاکم نہیں ہے جو مظلوم کا انصاف ظالم سے لے سکتا ہو حالانکہ گرام پنچائت کچہری وغیرہ ہے اور اس بستی میں نماز جمعہ وعیدین قبل سے ہوتا آرہا ہے زید کا کہنا ہے کہ یہاں جمعہ وعیدین جائز نہیں ہے شرعی جواب تفصیل میں دیں۔ فقط

المستفتی: عبدالقدوس خان پرسونی

۹۲/۸۶ ء

الجواب

صحت جمعہ کے لئے حاکم کی قید شرعی نہیں ہے:

عرف عام میں آبادی چار طرح کی ہوتی ہے شہر، قصبہ، گاؤں، خانہ بدوشوں کے ڈیرے، شہر وقصبہ میں جمعہ وعیدین جائز ہیں۔ خانہ بدوشوں کے ڈیرے میں جائز نہیں اور گاؤں میں بھی اصل مذہب میں ناجائز ہیں۔ لیکن امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت کی بنا پر ہر اس آبادی میں جمعہ وعیدین جائز ہیں جہاں کے عاقل وبالغ مسلمان جن پر جمعہ فرض ہے اگر سب کے سب وہاں کی مسجد میں جمع ہوں تو اس مسجد میں گنجائش نہیں ہو سکے تو وہ آبادی امام ابو یوسف کے نزدیک جمعہ کی صحت کیلئے شہر ہے مصر کی تعریف میں فقہاء اکرام کے جتنے اقوال ملتے ہیں وہ سب مصر کی شرعی حد نہیں ہیں بلکہ حالات زمانہ کے اعتبار سے جو بات شہر کو گاؤں سے ممتاز کرتی ہو اس کو فقہاء کرام نے شہر کی تعریف میں گنا دیا ہے یہی وجہ ہے کہ مصر کی تعریف میں جو بہت اختلافات ہیں چنانچہ امیر وحاکم کی جو قید ہے وہ بھی اتفاقی ہے ضروری اور لابدی نہیں۔ بہت سارے شہر ایسے ہیں جہاں امیر وحاکم نہیں وہاں کیلئے حکم شرع یہ ہے کہ اعلم العلماءِ بلد امیر وقاضی کا قائم مقام ہے اور اسے انعقادِ جمعہ کا اختیار ہے۔ اور جہاں ایسا عالم دین بھی نہ ہو تو عام مسلمانوں کو یہ حق دیا گیا ہے کہ امامت جمعہ کیلئے کسی امام کو متعین کرلیں درمختار میں ہے: ونصب العامة الخطيب غير معتبر مع وجود من ذكروا امامع عدمهم فيجوز للضرورة الخ. ''عوام کا خطیب مقرر کرنا اس وقت معتبر نہیں ہے جب کہ

مذکورہ افراد موجود ہوں اگر مذکورہ افراد نہ ہوتو عوام کا خطیب مقرر کرنا ضرورت کے تحت جائز ہے۔" اس سے معلوم ہوگیا کہ حاکم کی قید شرعی ضروری نہیں ہے اور پھر جن اماموں نے مصر کی تعریف میں امیر و قاضی کا ہونا بیان کیا ہے ان کے نزدیک یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ وہ مظلوم کو انصاف دلا دیں بلکہ ان کا صاحب اختیار ہونا بیان کیا گیا ہے اس سے کوئی بحث نہیں کہ وہ اختیار کو عملی جامہ پہنا تا ہے یا نہیں یعنی اسے صرف حکم نافذ کرنے کا اختیار ہو تنفیذ بالفعل اس کے ذمہ نہیں یرجع الناس الیہ فی ماوقع من الحوادث ھٰذاھو الاصح. "جو حادثہ واقع ہو لوگ اس میں اس کی طرف رجوع کریں گے اور یہی صحیح ہے" (تحفۃ الفقہاء) پس سائل نے جس مقام کے بارے میں سوال کیا ہے وہاں صحت جمعہ کا حکم ہونا چاہئے اختلافات فقہاء کے پیش نظر جو لوگ وہاں بجائے جمعہ کے ظہر پڑھیں تو وہ بھی قابل ملامت نہیں کہ مذہب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر وہ کاربند ہیں ہاں اگر مقام مسئول میں وجوب جمعہ کا حکم دیا جائے تو پھر وہاں ظہر پڑھنا اور جماعت جمعہ کو چھوڑنا (بے عذر) جائز نہ ہوگا۔ جہاں قبل سے (زمانہ دراز سے) جمعہ وعیدین کی نمازیں ہو رہی ہیں تو اس بنیاد پر وہ جگہ شہر نہیں ہو جائے گی البتہ وہاں جمعہ وغیرہ روکا نہیں جائے گا۔ اَرَاَیْتَ الَّذِیْ یَنْھٰی عَبْدًا اِذَا صَلّٰی الآیۃ. "بھلا دیکھو جو روکتا ہے بندے کو جب وہ نماز پڑھے۔" وھو اعلم!

کتبہ
الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
۲۱/شوال المکرم ۱۴۰۱ھ ۲۲،/اگست ۱۹۸۱ء

استفتاء ۴۱۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ مندرجہ ذیل میں کہ
حضرت علامہ اختر رضا خاں صاحب ازہری قبلہ ودیگر علمائے اہل سنت کی موجودگی میں ایک چھوٹے سے دیہات میں کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس دیہات کی مسجد میں جمعہ کے روز بعد جمعہ ظہر کی نماز با جماعت ادا کی جاتی ہے۔ ازہری میاں صاحب نے فرمایا کہ "یہ دیہات ہے آپ لوگ پڑھتے ہو پڑھو میں دیہات میں جمعہ نہیں پڑھتا"۔ معمول کے مطابق نماز ہوئی مگر چند حضرات نے بانی محفل کو خط بھیجا کہ تم نے جلسہ کرایا اور ایک ایسا عالم بلایا کہ اس نے جمعہ کو دیہات میں ناجائز کہہ دیا۔ آئندہ سال ایسا عالم بلانا کہ عید بقرعید بھی منع کردے اور اس کے بعد والے سال ایسا عالم بلاؤ جو نماز پنجگانہ ہی ناجائز کردے۔ اللہ تم کو ہدایت دے۔ اس شخص سے پوچھنے پر اس نے علمائے اہل سنت کی شان میں گستاخانہ الفاظ کہے۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ کیا واقعی نماز جمعہ معمولی دیہات میں جائز نہیں؟ اور اگر یقیناً جائز نہیں تو صحیح مسئلہ بتانے اور اس پر عمل کرنے والے کو بھلا برا کہنا اور آئندہ کے لئے ایسا بیہودہ مشورہ دے کر دین

مبین کا مذاق اڑانا ازروئے شرع کیسا ہے؟ اور سمجھانے پر بھی جو شخص صحیح مسئلہ نہ مانے اور اپنی ہٹ دھرمی پر اڑا رہے اس کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟ بالتفصیل جواب مرحمت فرما کر کرم فرمائیں۔

المستفتی: مولانا محمد نعمت حسین حبیبی، خطیب امام ہوسٹل مسجد، ایچ ایم محسن (اسکورے) کلکتہ-۷۰۰۰۱۶

۹۲/۸۶ء

الجواب بعون الملیک الوہاب!

نماز جمعہ کے قیام وصحت کے لئے مصر یا فنائے مصر ہونا شرط ہے۔ گاؤں میں جمعہ جائز نہیں خصوصاً چھوٹے دیہات میں۔ درمختار میں ہے: صلوٰۃ العید فی القری تکرہ تحریما ای لانہ اشتغال بما لایصح لان المصر شرط الصحۃ. ''دیہات میں نماز عید مکروہ تحریمی ہے اس لئے کہ یہ غیر صحیح کام میں مشغول ہونا ہے کہ صحیح ہونے کے لئے مصر ہونا شرط ہے۔'' اور ردالمحتار میں ہے: قولہ صلوٰۃ العید ومثلہ الجمعۃ الخ. البتہ ان دیہاتوں میں جہاں قدیم زمانہ سے جمعہ ہوتا آرہا ہے وہاں عوام کو روکا نہیں جاتا۔ تخویفاً لقول اللہ تعالیٰ عزوجل اَرَأَیْتَ الَّذِیْ یَنْھٰی عَبْدًا اِذَا صَلّٰی. ''بھلا دیکھو تو جو منع کرتا ہے بندہ کو جب وہ نماز پڑھے۔'' (کنزالایمان) پس علامہ ازہری میاں مدظلہ العالی کا قول وفعل مذکور شرع شریف کے حکم ومصلحت کے عین مطابق ہے۔ اس شرعی فعل پر بعض ناعاقبت اندیشوں کا اعتراض جرم شرعی ہے۔ اگر یہ بربنائے ناواقفیت نہیں بلکہ واقعی ضد وعناد کے سبب کسی عالم دین کی توہین اور احکام شرع کی تضحیک ہے تو یہ کفر ہے۔ قال فی نصاب الاحتساب من ابغض عالماً بغیر سبب ظاھر خیف علیہ الکفر الخ. ''نصاب احتساب میں کہا کہ جس نے بغیر ظاہری سبب کے کسی عالم کی توہین کی تو اس پر کفر کا اندیشہ ہے۔'' (دنی الہندیہ جلد۲، صفحہ۸۹۰) ویخاف علیہ الکفر اذا شتم عالماً او فقیھاً من غیر سبب الخ. ''اور ہندیہ میں ہے کہ جب کسی عالم یا فقیہ کو بغیر کسی سبب کے کسی نے گالی دی تو اس پر کفر کا خوف ہے۔'' معترضین کو چاہئے کہ توبہ وتجدید ایمان کریں اور اگر بیویاں رکھتے ہوں تو تجدید نکاح بھی کریں اور اگر وہ اس حکم شرع سے گریز کرے تو وہاں کے مسلمانوں کو چاہئے کہ اُس بدزبان سے شرعی مقاطعہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ وحزبہ وبارک وسلم۔

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ پٹنہ، بہار

کتبہ

۲۳/شعبان المعظم ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۴۱۷

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

(۱) خطبہ یا اذان میں اگر آقائے نامدار کا نام آجائے تو بوسہ لینا کیسا ہے؟

(۲) مسجد میں آذان دینا اور اردو خطبہ پڑھنا کیسا ہے؟

(۳) نسبندی کرائے ہوئے شخص کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟
(۴) نماز قرأت دو ہی آیتوں کے بعد بھول گیا تو سجدہ سہو کرنا ہے کہ نہیں؟ اور ایسی صورت میں مقتدی لقمہ دے سکتا ہے یا نہیں؟
(۵) اللہ میاں کہنا کیسا ہے؟
(۶) حرام چمڑوں کا کاروبار کرنا مسلمانوں کو کیسا ہے؟
(۷) سورہ فاتحہ میں ظالین یا دالین کیا پڑھنا چاہئے ظ کے ساتھ پڑھنے والوں کے پیچھے نماز ہوگی کہ نہیں؟ صحیح جوابات سے نوازیں۔

المستفتی: مولوی حسیب شاہ، مقام گوریاون، پوسٹ: اٹون، وایہ: فتح پور ضلع گیا

۷۸۶/۹۲

الجواب!

خطبہ یا اذان میں نام اقدس سنکر انگوٹھا چومنا:

(۱) جہاں ممانعت شرعیہ موجود نہ ہو وہاں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے نام نامی اسم گرامی کو سنکر انگوٹھوں کو چومنا اور آنکھوں سے لگانا مستحب ہے۔ لیکن اذان خطبہ کے درمیان حرکات کی ممانعت ہے اس لئے خطیب کے علاوہ کسی دوسرے کو چومنے کی اجازت نہیں ہے۔ کماحققه امام اهل السنة مجددالملة فی فتا وٰہ۔ ”جیسا کہ امام اہلسنت نے اپنے فتاویٰ میں تحقیق فرمائی۔“ وھو تعالیٰ اعلم!

مسجد میں اذان کہنا:

(۲) مسجد میں اذان کہنا ممنوع و مکروہ ہے: کما فی العالمگیریه وغیرها "لایوذن فی المسجد"'' جیسا کہ عالمگیری وغیرہ میں ہے کہ مسجد میں آذان نہ دی جائے۔'' اردو میں خطبہ پڑھنا سنت متوارثہ کے خلاف ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم!

نسبندی شدہ امام کی امامت:

(۳) اگر وہ صالح امامت ہے اور نسبندی کے بعد توبہ کر چکا ہے تو مقتدیوں کی نماز ہو جائے گی اور اگر توبہ نہیں کیا تو فاسق ہے ایسی صورت میں اس کی امامت مکروہ تحریمی ہوگی کما فی الدرالمختار ورد المحتار وجاز خصاء البهائم حتی الهرة وخصاء الآدمی فحرام الخ. وھو تعالیٰ اعلم

سورۂ فاتحہ کے بعد صرف دو آیتوں کی تلاوت:

(۴) جب امام نے سورہ فاتحہ کے بعد دو آیتیں پڑھ لیں تو بقدر وجوب ادا ہو گیا جبکہ وہ دو آیتیں تین چھوٹی سے چھوٹی آیتوں کے برابر ہو ایسی صورت میں اگر رکوع کر لیا تو جائز ہے نماز ہو جائیگی۔ اور اگر کسی مقتدی نے اس کے بعد لقمہ دیا تو لقمہ دینا اور لینا دونوں جائز ہے بہر دو صورت سجدہ سہو کی مطلقا ضرورت نہیں ہے۔ رکع اذاقرء قدرالفرض کماجزم به

الزیلعی وغیرہ وفی روایة قدر المستحب کما رجحه الکمال فی شرح المنیة ورجح قدر الواجب بشدة تاکدہ. ''جب فرض کے مقدار پڑھ کر رکوع کیا جیسا کہ زیلعی وغیرہ نے جزم کیا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ مستحب کے مقدار جیسا کہ کمال نے راجح قرار دیا ہے۔ اور شرح منیہ میں شدت تاکید کی وجہ سے راجح قرار دیا۔'' وھو تعالیٰ اعلم!

اللہ میاں کہنا سخت ناجائز ہے:

(۵) شان عظمت عز ذکرہ وجل جلالہ کے خلاف بلکہ بے ادبی ہے لہٰذا سخت ناجائز ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم!

حرام چمڑوں کی تجارت:

(۶) مردار چمڑہ کی اگر دباغت بذریعہ نمک یا دھوپ وغیرہ کر لی گئی ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ ویطھر جلد المیتة بعد الدباغة فی البحر وغیرہ. ''مردار کے چمڑا کو دباغت سے پاک کیا جاتا ہے، بحر الرائق میں ایسے ہی ہے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم

(۷) قرآن صحیح پڑھنا فرض ہے وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيْلًا الآیة (قرآن کو ترتیل سے پڑھو) ضالین کو بالظاء یا بالدال پڑھنا غلط ہے اگر جان بوجھ کر ظاء کی آواز ومخارج کے ساتھ پڑھا تو تحریف قرآن ہوا۔ اور تحریف قرآن کفر ہے جو ظالین پڑھتا ہے ہرگز اس کی امامت جائز نہیں کہ وہ محرف قرآن ہے۔ ضالین وغیرہ میں ضاد کا حافۂ لسان بائیں یا دائیں ڈاڑھ کے ساتھ ہے کسی اچھے قاری سے مخارج کی تصحیح کر لی جائے شرح مقدمہ جزریہ میں ہے: اذا لم یراع ذلک فکانه قرأ القرآن بغیر لغة العرب والقران لیس کذلک فھو قاری ولیس بقاری بل ھادم وعدم قرأته اولیٰ من قرأته وھو بھا، اَلَّذِیْ ضَلَّ سَعْیُهُمُ الآیة. (سورۂ کہف:۱۰۴) ''جب تجوید قرآن کی رعایت نہ کی تو گویا اس نے قرآن بغیر لغت عرب کے پڑھا اور قرآن ایسا نہیں ہے اور تلاوت کرنے والا قاری نہیں بلکہ ہادم ہے اس کی قرأت سے بہتر یہ ہے کہ بے قرأت پڑھے۔'' ان کے جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی میں گم ہوگئی۔'' واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۸/ رجب المرجب ۱۴۰۱ھ، ۲/ جون ۱۹۸۱ء

استفتاء ۴۱۸

مسئلہ: بخدمت شریف جناب مفتیان شرع متین صاحبان! ہدیہ سلام مسنون قبول افتد ۔ عزو شرف (۱) جمعہ کے قبل تحیۃ المسجد اور قبل الجمعہ سنت کی نمازیں پڑھی جاتی ہیں۔ قبل از خطبہ نماز قریب قریب ہو مسجد میں امام صاحب یا باجازت امام، مقرر حضرات تقریر فرمایا کرتے ہیں۔ جبکہ اہل سنت والجماعت کا اردو سے خطبہ جمعہ کا نظم ونثر میں عربی کا ترجمہ درست نہیں تو پھر قبل خطبہ تقریر درست

کیوں اور کہاں سے؟ مصلیوں کا اعتراض ہے کہ ادھر سنت پڑھتا ہوں اور ادھر تقریر ہوتی رہتی ہے تو نماز میں بھول ہو جایا کرتی ہے۔ دو میں سے ایک کام ہوسکتا ہے یا تو نماز یا تقریر کا سننا۔ تشفی بخش جواب دیکر مشکور فرمائیں۔

المستفتی: محمد اسحاق، مقام و پوسٹ چاری، وایہ: گولا، ضلع، ہزاری باغ

۹۲/۸۶ ۷

الجواب ــــــــــــــــــــ!

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! دوسری نمازوں کے اعتبار سے جمعہ کی نماز کے لئے مسلمانوں کا نسبتاً غیر معمولی اجتماع ہوتا ہے۔ اگر اس میں مسائل دینیہ کے سیکھنے سکھانے کا اہتمام نہیں ہوتا تو یقیناً تعجب کی بات تھی۔ حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالی عنہ کو جب نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے یمن میں حاکم ومعلم بنا کر بھیجا۔ تو دیگر اصولی و بنیادی باتوں کے علاوہ آپ نے یہ بھی تاکید فرمائی تھی کہ لوگوں کی اصلاح بذریعہ تقریر کرنا جو افراط وتفریط سے پاک صرف جمعہ کے دن ہو اور تقریر اتنی جامع ہو کہ حصول دین کا جذبہ بڑھتا ہی جائے (تلخیص از مشکوۃ مترجم) جن لوگوں کو تقریر جمعہ پر اعتراض ہے انہیں اذان جمعہ سنکر فوراً مسجد میں آنا چاہئے کہ یہی حکم الٰہی اور عندالشرع محبوب بھی ہے۔ وَاِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ (الآیۃ). (الجمعہ:۹) ''اے ایمان والو! جب نماز کی اذان ہو جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو۔'' (کنز الایمان)

جب دو چار جمعہ معترضین اس کی پابندی کریں گے تو انہیں خود بخود معلوم ہو جائے گا کہ تقریر نافع ہے یا حارج؟ پھر سنتوں کا مسجد ہی میں پڑھنا کیا ضروری ہے؟ اگر تحیۃ المسجد مسجد ہی میں پڑھنی ہے تو اس طرح پڑھے جیسے فجر کی جماعت کے وقت سنت پڑھی جاتی ہے۔ اگر نماز میں قرأت جہری مخل نہیں ہوسکتی ہے تو تقریر کیسے ہوگی؟

خطبہ میں غیر عربی زبان کا ملانا اس لئے مکروہ ہے کہ وہ سنت متوارثہ کے خلاف ہے کما صرح بہ علمائنا ''جیسا کہ اس کی صراحت ہمارے علماء نے کی ہے۔'' تقریر وہی جائز ہے جو اذان خطبہ سے قبل کی جائے۔ اذان خطبہ کے بعد وعظ تقریر سلام کلام سب ناجائز ہے۔ لہٰذا اگر کسی جگہ اذان خطبہ کے بعد بھی تا اختتام جماعت تقریریں ہوتی ہوں تو قطعاً اسے بند کر دینا چاہئے کہ یہ بھی سنت متوارثہ کے خلاف ہے۔ ہدایہ میں ہے: اذا خرج الامام فلا صلوٰۃ ولا کلام. ''جب امام اپنے حجرہ سے نکلے اس کے بعد نہ نماز پڑھے نہ بات کرے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم.

کتبہ

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۴/ رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ/ ۷/ جولائی ۱۹۸۱ء

استفتاء [۴۱۹]

مسئلہ! کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین:

(۱) نیپال دارالاسلام ہے یادارُالحرب۔کیاقراردیاجائے؟

(۲) دارالحرب میں جمعہ صحیح ہے یاغلط؟مدلل جواب درکار ہے۔

المستفتی: محمد محبوب معھد اللغۃ العربیۃ نیپال

۸۶/۹۲ء

الجواب

(۱) موجودہ خطہ نیپال کی دوحیثیتیں ہیں: ایک وہ علاقہ جو ہندوستانی سرحد سے متصل ہے جسے وہاں کے عرف میں ترائی یامغلان بولتے ہیں، مغلان کاعلاقہ وہ علاقہ ہے جومغلیہ دور حکومت میں بادشاہ اکبراورحضرت اورنگ زیب عالمگیر کے زیرحکومت یازیراثر رہ چکا ہے۔ جب اورنگ زیب عالمگیر علیہ الرحمہ کے دورحکومت میں ہندوستان کے اندراحکام اسلامی کانفاذ ہواتونیپال کا ترائی علاقہ اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا اس حیثیت سے جوحکم شرع خطہ ہندوستان کا ہوگا وہی ترائی نیپال کا بھی ہوگا۔اور درمختار ردالمحتار نے اس کی وضاحت کردی ہے کہ دارالاسلام اس وقت تک دارالحرب نہیں ہوگا جب تک کہ کفر کے احکام پوری طرح وہاں جاری نہ ہوجائیں اوراسلامی احکام کلیۃ روک نہ دیئے جائیں اوراگراسلام وکفر دونوں کے احکام جاری ہوں تووہ دارالحرب نہیں ہوگا' بحمدہ تعالیٰ اس تعریف کی بنیاد پر ہندوستان اور نیپال کاترائی علاقہ (مغلان) دارالاسلام ہے۔

نیپال کادوسراعلاقہ وہ ہے جوہندوستان کے زیراثر کبھی نہیں رہااورنہ مسلمانون کے قبضہ میں کبھی آیااورنہ وہاں کبھی اسلامی احکام جاری ہوئے لہٰذانیپال کایہ دوسراعلاقہ دارُالحرب ہے۔ہاں نیپال کے کفار بےامتیاز خطہ وعلاقہ سب کے سب حربی ہیں۔ اوروہاں کے مسلمان باشندے مستامن ہیں جیسا کہ نیپال کے ملّا دورحکومت کی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ وہاں کے غیر مسلم والی حکومت نے مسلمانوں کوامان دیکر ملک میں رہنے سہنے کی اجازت دی۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۲) ظاہرالروایۃ میں انعقاد جمعہ واعیاد کے لئے اسلامی شہرمخصوص ہے۔حضرت سیدناامام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان گرامی' بنی لھم جامعاونصب لھم من یصلی بھم الجمعۃ. "بادشاہ اسلام نےلوگوں کے لئے جامع مسجد بنوائی اورلوگوں کونماز جمعہ پڑھانے کے لئے امام مقررکیا۔" میں بنی اور نصب کی ضمیریں یقیناً سلطان اسلام کی طرف راجع ہے۔اوراس دعویٰ کے استحکام پروہ حدیث پاک ناطق ہےجس سے علمائے احناف بالاتفاق استدلال کرتے ہیں'لم امام عادل او جائر ."جس شہر میں عادل حکمراں اورامام نہ ہووہاں جمعہ جائزنہیں۔" عادل کا اطلاق غیرمسلم حکمراں پرجائزہی نہیں ہےاورنہ امام کا۔تویقیناً اس سے ثابت

ہوا کہ غیر اسلامی شہر محل وجوب جمعہ وعیدین نہیں ہے۔ وھو اتعالیٰ اعلم

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۶/ ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ، ۴/ مارچ ۱۹۸۱ھ

استفتاء ۴۲۰

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مسائل مندرجہ ذیل میں کہ

(۱) ہم مسلمانان شیخ بیگھہ مسجد میں پنجوقتہ کے علاوہ نماز جمعہ وعیدین ادا کرتے ہیں اور یہ سلسلہ بہت پہلے سے چلا آرہا ہے۔ مگر قریب ایک سال سے گاؤں کے کچھ لوگ قریب تیرہ چودہ گھر والوں نے ایک پارٹی بنا کر علیحدہ ایک مکتب بنام مدرسہ انجمن اسلامیہ قائم کر کے اس میں نماز جمعہ وعیدین پڑھنا شروع کیا ہے اور اس مدرسہ میں غیر مسلم کے بچے بھی پڑھتے ہیں۔ شیخ بیگھہ تقریباً سو گھر یا سوا سو گھر کی بستی ہے۔ یعنی دیہات ہے اور مذکورہ بالا لوگ پارٹی کی بنیاد پر بڑی جماعت سے علیحدہ ہو کر نماز جمعہ اور عیدین ادا کرتے ہیں۔ ایسا کرنا درست ہے؟

(۲) زید چند ساتھیوں کے ساتھ کسی ضرورت کے تحت شہر سے باہر پہونچا۔ وہ حصہ شہر کا ہی ہے مگر قریب میں مسجد نہیں ہے اور وہ دن جمعہ کا ہے۔ کیا ایسی حالت میں زید اسی جگہ میدان میں نماز جمعہ ادا کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر قریب میں مسجد ہے بھی تو غیر مقلدوں کی۔ اب ایسی صورت میں کیا کرے؟

(۳) مسجد ضرار کے متعلق بالوضاحت جواب مرحمت فرمائیں اور مسجد ضرار کیا ہے، لکھیں۔ ہر ایک کا جواب بالوضاحت ہو۔

المستفتی: ڈاکٹر علی امام قادری، شیخ بیگھہ، سون نگر، ضلع اورنگ آباد، بہار
۹۲/۸۶ے

الجواب ـــــــــــ بعون الملک الوهاب ـــــــــــ!

(۱) دیہات میں جمعہ وعیدین کا قیام جائز نہیں۔ قال فی القنیہ صلوۃ العید فی القریٰ تکرہ تحریما ای لانه اشتغال بمالایصح لان المصر شرط الصحة الخ. وفی الشامی قوله صلوٰۃ العید ومثله الجمعة الخ. "نماز عید دیہات میں مکروہ ہے کیونکہ ایسی چیز میں مشغول ہونا ہے جو صحیح نہیں اس لئے کہ نماز عید کی صحت کے لئے مصر شرط ہے اور "فتاویٰ شامی" میں ہے کہ مصنف کے قول "صلوٰۃ العید میں" کی طرح جمعہ بھی مکروہ ہے۔" وھو تعالیٰ اعلم۔

(۲) اگر وہ جگہ شہر یا فنائے شہر ہے تو وہاں جمعہ جائز ہے۔ جواز جماعت کے لئے مسجد شرط نہیں ہے۔ میدان میں بھی جماعت

ہوسکتی ہے۔جیسے عرفات میں قدیماً ہوتی ہوئی آرہی ہے۔غیر مقلد وہابیہ کی مسجد نما عمارت مسجد کے حکم میں نہیں ہے۔ ہکذا فی فتاویٰ امجدیہ، للصدر الشریعۃ۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۳) جو مسجد نما عمارت کسی مسجد کے مقتدیوں کو کم کرنے یا دوسری طرح کا ضرر پہنچانے کے لئے یا مسلمانوں کے درمیان تفریق پیدا کرنے کے لئے یا اللہ تعالیٰ ورسول اکرم (جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی مرضی ومنشاء کے خلاف بنائی گئی ہو وہ مسجد ضرار کہلاتی ہے۔اس کا حکم یہ ہے کہ اسے منہدم کردیا جائے۔قال اللہ تعالیٰ عزوجل وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِداً ضِرَاراً وَّکُفْراً وَّتَفْرِیْقاً ۢ بَیْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاِرْصَاداً لِمَنْ حَارَبَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ۔ (سورۃ التوبہ:۱۰۷) ''اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا اور وہ جنہوں نے مسجد بنائی نقصان پہنچانے کو اور کفر کے سبب اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کو اور اس کے انتظار میں جو پہلے سے اللہ اور اس کے رسول کا مخالف ہے۔'' (ترجمہ کنزالایمان) واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ وبارک وسلم۔

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲/صفر المظفر ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۴۲۱

مسئلہ: مسئلہ ذیل کے بارے میں علمائے دین ومفتیان شرع متین کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ محلہ سلیم پور، موضع نور پور میں واقع ہے۔محلہ سلیم پور کے مسلمانوں کی آبادی ۱۲۵ گھروں پر مشتمل ہے۔ سلیم پور نہ بالکل شہر ہے اور نہ بالکل دیہات بلکہ دونوں کے مابین ہے۔ضروریات زندگی کے سارے سامان مل جاتے ہیں۔سلیم پور کے پورب اور پچھم کی جانب مسلمانوں کا عام قبرستان ہے اور سلیم پور کے دکھن میں متصل کھاد کا کارخانہ ہے۔شنکر ہائی اسکول، مڈل اسکول اور محلہ چکبیلی بھی سلیم پور سے متصل ہے۔نور پور کی جامع مسجد سلیم پور کی مسجد سے تقریباً ۵۰۰ گز سے بھی زیادہ دوری پر ہے۔اس لئے سلیم پور گاؤں کے بوڑھے اور ضعیف لوگوں کو نور پور مسجد تک جانے میں زیادہ دشواری اٹھانی پڑتی ہے۔خاصکر برسات اور گرمی کے موسم میں اور بھی زیادہ دقت ہوتی ہے۔لہٰذا آپ سے استدعا ہے کہ سلیم پور کی مسجد میں نماز جمعہ اور عیدین جائز ہے یا نہیں؟ جلد شرعی مسئلہ سے روشناس کرائیں۔

المستفتی: محمد طاہر، امام مسجد سلیم پور، محمد ادریس، سکریٹری، سلیم پور
باشندگان سلیم پور، ڈاکخانہ نور پور، بھایہ گرہرہ، ضلع بیگوسرائے، بہار
۳۰/اکتوبر ۱۹۸۱ء

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــــــ!

سلیم پور مذکور میں جمعہ وعیدین سے متعلق ایک جواب دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار سے ۲۰/ذیقعدہ ۱۴۰۱ھ کو بھیجا جاچکا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر سلیم پور پر مصر کی تعریف صادق آتی ہو تو وہاں جمعہ وعیدین کا قیام ضروری ہے اور اگر نہیں تو ناجائز وگناہ ہے۔ ۱۲۵/ گھروں پر کسی آبادی کا مشتمل ہونا یا وہاں اسکول وکالج کا ہونا یا ضروریات زندگی کا سامان دستیاب ہونا وغیرہ اس آبادی کے مصر ہونے پر دال نہیں۔ فقہائے کرام کے نزدیک اگرچہ مصر کی تعریف مختلف طریقوں سے کی گئی ہے لیکن سب کا خلاصہ یہ ہے کہ ''جہاں کوئی حاکم رہتا ہو اور وہ مظلوم کا انصاف ظالم سے لینے پر قادر ہو (اگرچہ نہ لیتا ہو) وہاں دوامی بازار ہوں اور اس آبادی میں متعدد کوچے ہوں نیز اس سے متعلق دیہات گنے جاتے ہوں، مثلاً آج کل کا ضلع، پرگنہ، تحصیل، تھانہ وغیرہ'' تو وہ آبادی شرع کے نزدیک مصر جامع کہلائے گی اور ہندوستان میں ایسی آبادیوں کے اندر جمعہ واعیاد کا قیام جائز ہے اور جس آبادی میں مذکورہ باتیں نہیں پائی جاتی ہوں وہ شہر نہیں ہے بلکہ دیہات ہے جہاں جمعہ وعیدین کا قیام جائز نہیں۔ **لا جمعة ولا اضحیٰ ولا تشریق الا فی مصر جامع.** ''جمعہ، بقرعید اور تکبیر تشریق بڑے شہر میں ہیں۔'' (عامۂ کتب فقہ)۔ تعریف بالا کے اعتبار سے اگر سلیم پور شہر ہے تو وہاں جمعہ وعیدین واجب ہیں اور اگر نہیں تو ناجائز وگناہ۔ درمختار میں ہے: **صلوٰۃ العید فی القریٰ تکرہ تحریما ای لانه اشتغال بمالایصح لان المصر شرط الصحة الخ. وقال العلامة الشامی، قوله صلوٰۃ العید ومثله الجمعه الخ۔** ''دیہات میں عید کی نماز مکروہ تحریمی ہے کیونکہ غیر صحیح کام میں مشغول ہوتا ہے اسلئے کہ اس کے صحیح ہونے کے لئے مصر ہونا شرط ہے اور'' علامہ شامی'' نے فرمایا کہ مصنف کے قول ''صلوٰۃ العید'' ہی کی طرح جمعہ بھی مکروہ ہے۔'' **واللہ تعالیٰ اعلم ورسوله صلی اللہ تعالیٰ علیه وعلی اله وصحبه وبارک وسلم۔**

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲/ صفر المظفر ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۴۲۲

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

جمشید پور میں تلیا تک گاؤں میں ایک ڈیڑھ سو سالہ پرانی نہایت خوبصورت مسجد ہے۔ لیکن گاؤں کی آبادی، جو سات آٹھ سو مسلمانوں پر مشتمل ہے، ان کیلئے مذکورہ مسجد تنگ ہوگئی ہے اور اس میں وسعت کی مطلق گنجائش نہیں ہے۔ لہٰذا گاؤں کے مسلمانوں نے مشورہ کیا کہ مسجد مذکور شہید کر کے بیچ گاؤں میں ایک بڑی مسجد تعمیر کی جائے۔ چنانچہ اسی مقصد کے خاطر بیچو بیچ گاؤں میں ایک قطعہ اراضی وسیع وعریض

خرید لی گئی اور ایک عالم دین کو بلوا کر اس کی بنیاد کا اہتمام کیا گیا۔ جب عالم دین آئے تو انہوں نے فیصلہ دیا کہ پرانی مسجد ہرگز شہید نہیں کی جاسکتی ہے۔ اس کی بھی مرمت کی جائے اور یہاں دوسری جامع مسجد بنوائی جائے۔ چھوٹی مسجد میں پنجوقتہ نمازیں ہوں اور بڑی مسجد میں جمعہ قائم کیا جائے۔ جب تک بڑی مسجد تعمیر نہیں ہوئی تھی سب لوگ ایک ہی جگہ کسی صورت سے تمام نمازیں ادا کر رہے تھے۔ چند سالوں کے بعد آپس میں نااتفاقی شروع ہوئی۔ تقریباً ساٹھ فیصد مسلمانوں نے بڑی مسجد کی جگہ پر جھونپڑی ڈال دیا اور مع جمعہ کے تمام نمازیں یہاں ادا کرنے لگے اور چالیس فیصد مسلمان تمام نمازیں چھوٹی مسجد میں پڑھنے لگے۔ نااتفاقی بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ دوسری بڑی جامع مسجد بھی تیار ہوگئی ہے اور دونوں جگہ جمعہ کی نمازیں ہو رہی ہیں۔

حالات زمانہ کو دیکھتے ہوئے اتفاق کی جو ضرورت ہے، اس کے پیش نظر مسلمانوں نے مشورہ کیا ہے کہ اس معاملہ میں علمائے کرام کی جانب رجوع کیا جائے اور جو حکم شرعی ہو اس پر عمل کیا جائے۔ لہٰذا اُمید ہے کہ شرعی جواب سے مطلع فرمائیں گے تا کہ اتفاق و اتحاد قائم ہو سکے۔ بینوا و توجروا۔ یہ بتائیے کہ نماز جمعہ کہاں پر قائم رکھنا مناسب و بہتر ہے۔

المستفتی: محی الدین مسعودی، ۱۰۶ ایم ۲، پی ایس بی، کدما، جمشید پور

۹/صفر ۱۴۰۲ھ

۹۲/۸۶ھ

الجواب ـــــــ بعون الملک الوہاب ـــــــ !

فقہ حنفی کی تمام کتابوں میں تصریح ہے کہ صحت جمعہ کے لئے مصر یا فنائے مصر شرط ہے۔ یعنی گاؤں میں جمعہ کا قیام جائز نہیں ہے۔ البتہ جہاں مدتوں سے قائم ہے تو وہاں کے لوگوں کو جمعہ سے منع نہیں کریں گے۔ اور نئے جمعہ کے قیام سے بہر حال گریز کریں گے۔ **لاجمعة ولاتشريق ولافطر ولااضحى الا فى مصر جامع او مدينة عظيمة الخ.** ”جمعہ، تکبیرات تشریق، عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ مصر یا بڑے شہر میں ہو سکتے ہیں۔“ (عامہ کتب) بڑی آبادیوں (قصبات) میں بھی مختلف مسجدوں میں جمعہ قائم کرنا جمعہ کے اہتمام شان میں کمی کرنا ہے کیوں کہ جمعہ جامع جماعات ہے اور اس سے شوکت اسلامی کا اظہار ہوتا ہے۔ اور مختلف جگہوں میں جمعہ ہونے سے یہ بات باقی نہیں رہتی ہے۔ لہٰذا جہاں قدیم زمانہ سے جمعہ وعیدین قائم ہیں اسے روکا نہیں جائے اور نئی مسجد میں قائم نہیں کیا جائے۔ **اى لانه اشتغال بمالايصح الخ.** ”اس لئے کہ غیر صحیح کام میں مشغول ہونا ہے۔“ (درمختار) ہاں اگر مذکور فی السوال آبادی قصبہ یا شہر ہے تو دوسری نئی مسجد میں بھی کسی عالم دین کے حکم سے جمعہ وعیدین کا قیام جائز ہے۔ فی الدرالمختار ایضا **وتودى فى مصر واحد بمواضع كثيرة مطلقا على المذهب وعليه الفتوىٰ الخ.** ”درمختار“ میں یہ بھی ہے کہ مذہب امام اعظم رضی اللہ عنہ اور مفتی بہ قول پر ایک شہر میں متعدد جگہوں پر نماز جمعہ ادا کی جاسکتی ہے۔“ جمعہ چونکہ شعائر اسلام سے

ہے اور مسلمانوں کے اجتماع کثیر سے شوکت اسلامی ظاہر ہوتی ہے لہٰذا ایسی جگہ میں جمعہ کا ہونا زیادہ مناسب و بہتر ہے جہاں مسلمانوں کا مجمع کثیر ہو سکے۔ اور سوال سے یہ ظاہر ہے کہ چھوٹی مسجد میں تمام نمازی مسلمانوں کی گنجائش ممکن نہیں ہے تو ایسی صورت میں مسلمانوں کو چاہئے کہ بڑی مسجد کو اختیار کریں جہاں مسلمانوں کا کثیر مجمع ہو سکے۔ بہر حال اس کے لئے مسلمانوں کا آپس میں نفاق و انشقاق سخت و شدید حرام ہے۔ اتحاد و اتفاق کو مقدم رکھنا واجب ہے۔ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا الآية. ''اور اللہ کی رسی مضبوط تھام لو سب مل کر اور آپس میں پھٹ نہ جانا۔'' (ترجمہ کنزالایمان) و ھو تعالیٰ اعلم و رسولہ.

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۷/ ربیع النور ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۴۲۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ:

آمناری گاؤں جس کی آبادی ساٹھ پینسٹھ گھروں پر مشتمل ہے میں وہیں کا رہنے والا ہوں۔ ایک ڈیڑھ سال پہلے ہم لوگوں نے نماز ادا کرنے کے لئے ایک مکان کا استعمال شروع کیا اور اسی میں نماز جمعہ بھی ہونے لگی۔ یہ گاؤں ہزاری باغ سے تین کیلو میٹر کی دوری پر ہے پڑوس کی دو ایک بستی کے لوگ بھی آکر نماز جمعہ ادا کرتے رہتے ہیں۔ لیکن ادھر ایک دو ماہ سے گاؤں کے اندر کچھ آپسی تفرقہ ہو گیا ہے نجی جھگڑے کو لوگوں نے مسجد پر ڈال کر مذہبی معاملہ بنا دیا ہے یہاں تک کہ اس چھوٹی سی بستی میں ایک اور مسجد قائم کر دی گئی ہے اور وہاں بھی نماز جمعہ پڑھی جانے لگی ہے۔ بہت سمجھانے بوجھانے پر لوگ اس بات پر تیار ہوئے کہ ادارۂ شرعیہ کے فیصلہ کو اپنا رہنما بنائیں گے اب آپ سے گزارش ہے کہ اس معاملہ میں ہماری رہنمائی کریں کہ آیا پہلی مسجد ہی قائم رکھی جائے یا دوسری مسجد بھی قائم رکھی جائے جب کہ ایک ہی مسجد میں لوگ پورے نہیں ہوتے ہیں اور اس معاملہ میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ فقط

المستفتی: شرف الدین انصاری، پٹلی کوٹیلری، پوسٹ کوسنڈا، ضلع دھنباد

۹۲/۸۶ ۷

الجواب

ادائے جمعہ و عیدین کے شرائط سے ایک شرط مصر یا فنائے مصر کا ہونا ہے جو مصر نہیں بلکہ گاؤں ہے وہاں جمعہ کا قیام جائز نہیں ہے: عن علی رضی الله عنه لاجمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع او مدینة عظیمة ولا تجب علی اهل غیر المصر کذا فی الطحطاوی. ''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مصر جامع یا بڑے شہر میں جمعہ اور تکبیر تشریق ہے اور دیہات

والوں پر جمعہ اور تکبیر تشریق واجب نہیں ایسے ہی طحاوی میں ہے۔" بلکہ بعض کتب فقہ میں تو یہاں تک صراحت ہے کہ لاتجوز فی القریٰ ۔"دیہات میں جمعہ جائز نہیں۔" البتہ جمعہ وعیدین جہاں قدیم زمانہ سے رائج ہے اور لوگ پڑھتے چلے آرہے ہیں وہاں عوام کو منع نہیں کیا جائے لایمنعون العوام درمختار۔ فاضل بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان نے تو یہاں تک تحریر فرمایا ہے کہ ارأیت الذی ینھی عبدا اذا صلی "بھلا دیکھو تو جو منع کرتا ہے بندے کو جب وہ نماز پڑھے" (ترجمہ کنزالایمان) سے خوف کرنا چاہیے۔

دوسری مسجد کا بلاضرورت بنانا جائز نہیں تھا لیکن جب بنالی گئی ہے تو اب اس کی مسجدیت کا احترام واجب ہو گیا ہے اور اس کو آباد رکھنا بھی ضروری ہے ہاں اس میں نماز جمعہ قائم نہ کی جائے۔ ھذا حکم الشرع والکتاب۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم بالصواب!

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۱/محرم الحرام ۱۴۰۰ھ

استفتاء ۴۲۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین کہ:

زید کے گاؤں میں مسلمانوں کی آبادی تقریباً ساٹھ ستر گھر کی ہے مدرسہ غوثیہ کے نام سے ایک دینی ادارہ چل رہا ہے اس گاؤں میں عید بقرعید کی جماعت بھی ہوتی ہے فی الحال پنجوقتہ نماز میں قریب ۳۰-۴۰ افراد کی جماعت ہوتی ہے اس گاؤں کے لوگوں نے جمعہ کی نماز بھی قائم کرلی ہے۔ اس گاؤں سے دو میل کی دوری پر ایک جمعہ بازار لگتا ہے جس میں اطراف سے آئے ہوئے لوگ جمعہ پڑھتے ہیں جب کہ اس مسجد کے پیش امام دیوبندی عقائد کے ہیں۔

پھر اس گاؤں کے ایک میل کی دوری پر جمعہ کی نماز ہوتی ہے اس مسجد میں مقررہ کوئی امام نہیں ہے جو بھی آتے ہیں نماز پڑھا دیتے ہیں۔ اس مسجد میں بھی زیادہ تر دیوبندی مولوی ہی نماز جمعہ پڑھایا کرتے ہیں۔ اور مسجد میں دیوبندیوں کی حمایت میں تقریر کرتے ہیں۔

ایسی حالت میں چند لوگوں کا سوال ہے کہ دو میل اور ایک میل کی دوری پر جب کہ جمعہ کی نماز ہوتی ہے ایک نیا جمعہ کی نماز قائم کرنا جائز نہیں ہے۔ دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ ان دونوں مسجدوں میں دیوبندی پیش امام ہونے کے باعث زید کے گاؤں میں جمعہ کی نماز قائم کی گئی ہے۔ یا ان دونوں مسجدوں میں دیوبندی پیش امام نہ بھی ہوں تو اس گاؤں کی مسلم اکثریت کے لحاظ سے جمعہ کی نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟

قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب تحریر فرمائیں۔

المستفتی: حافظ عبدالودود، مدرس مدرسہ غوثیہ موضع دوبہل، پوسٹ ملہازی، امام گنج، ضلع گیا

۲۵/۱۱/ ۱۹۸۰ء

۹۲/۸۶ ھ

الجواب

صحت جمعہ اوراس کی ادائیگی کے لئے شہر کا ہونا شرط ہے بے وجود شرط نماز جمعہ جائز نہ ہوگی۔فتاویٰ عالمگیریہ ص ۱۴۳، ج ۱ میں ہے: **ولادائها شرائط فی غیر المصلی منها المصر کذا فی الکافی.** ''نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے چند شرائط ہیں انہیں میں سے مصر یعنی شہر کا ہونا ہے۔'' مذکور فی السوال آبادی اگر شہر نہیں ہے تو وہاں جمعہ کا قیام ناجائز ہے اور اگر قائم کیا گیا تو جمعہ کے سبب سے جن لوگوں کی نماز فرض (ظہر) ترک ہوگی سب کا وبال جمعہ قائم کرنے والوں کی گردن پر ہے درمختار میں ہے: **یکرہ تحریما لانه اشتعال بمالایصح لان المصر شرطالصحة الخ.** ''دیہات میں جمعہ کی نماز مکروہ تحریمی ہے کیونکہ یہ غیر صحیح فعل میں مشغول ہونا ہے۔'' جہاں جمعہ فرض نہیں ہے وہاں کے مسلمانوں پر واجب ہے ظہر ہی کی نماز باجماعت ادا کریں خواہ مخواہ میل دو میل پر جانے کے چکر میں نہ رہیں۔

فتاویٰ ہندیہ ص ۴۳، ج ۱ میں ہے: **یمن لایجب علیهم الجمعة من اهل القریٰ والبوادی لهم ان یصلوا الظهر بجماعة یوم الجمعة باذان واقامة الخ.** ''جہاں کے باشندوں پر نماز جمعہ فرض نہیں وہاں کے باشندوں پر ضروری ہے کہ روز جمعہ اذان واقامت کے ساتھ نماز ظہر ادا کریں۔'' اگر مذکورہ دونوں مقامات پر دیوبندی امام نہ بھی ہوں جب بھی کسی گاؤں میں جمعہ کا قیام ازروئے شرع جائز نہیں ہے **کمابینه وحققه امام اهل السنة** فی فتاویٰ جلد الثالث. **واللہ تعالیٰ اعلم ورسوله صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم۔**

کتبہ

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۲۴/محرالحرام ۱۴۰۱ھ، ۳/دسمبر ۱۹۸۰ء

استفتاء ۴۲۵

مسئلہ: علمائے دین شرع متین کیا فرماتے ہیں مسئلہ ذیل میں کہ:

میرا گاؤں ضلع ویشالی کے تھانہ گرول میں واقع ہے اس کا نام بھرہاں ہے وہاں ایک قدیم مسجد تھی جو ۱۹۳۴ء کے زلزلہ میں منہدم ہوگئی۔وہاں کے باشندوں نے اسی جگہ نئی مسجد کی تعمیر کی۔ جہاں زمانۂ قدیم سے آس پاس کے گاؤں کے بہت سارے لوگ عید بقرعید اور جمعہ کی نماز ادا کرتے چلے آرہے ہیں۔

پنجگانہ نماز بھی اس میں ہوتی ہے۔ زید نام کا ایک شخص ہے جو اس مسجد میں کچھ دنوں تک امامت بھی کر چکا ہے اب ان کو امامت سے الگ کر دیا گیا ہے اب زید اور اس کے ساتھی بکر کا کہنا ہے کہ دیہاتوں کی مسجد میں عید و بقرعید نیز جمعہ کی نماز ناجائز ہے اور بقرعید کے موقع پر قربانی نماز سے پہلے جائز ہے اور بعد نماز قربانی نہیں محض گوشت کھانا ہے۔ چونکہ بھرہاں گاؤں جہاں مسجد ہے۔ شہر سے سولہ میل دور ہے اس مسجد میں فی الحال تین گاؤں کے لوگ نماز ادا کرتے ہیں۔ جس کی تعداد تقریباً...... گھروں پر مشتمل ہے زید و بکر کی باتوں سے اس علاقہ میں کافی تناؤ پیدا ہو گیا ہے۔ فقط

المستفتی: عبد المجید B-۲۱ سرکس روڈ، Circus Road کلکتہ 700017

۹۲/۸۶ ء

الجواب ــــــــــــــــــــــ!

گاؤں میں قیام جمعہ: امام اعظم سیدنا ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب مہذب میں نماز جمعہ اور اس کی ادائیگی کے لئے شہر شرط ہے۔ گاؤں میں جمعہ کی نماز جائز نہیں لاتجوز صلوٰۃ الجمعۃ فی القریٰ الخ. ''دیہات میں جمعہ کی نماز جائز نہیں۔'' (کثیر کتب فقہ) اور جہاں جہاں جمعہ کی نماز جائز نہیں وہاں نماز عیدین بھی جائز نہیں ہے۔ درمختار میں ہے: تجب صلوتهما فی الاصح علی من تجب علیہ الجمعۃ بشرائطها المتقدمہ الخ وفی القنیۃ" صلوٰۃ العید فی القریٰ تکرہ تحریما ای لانہ اشتغال بمالایصح لان المصر شرط الصحۃ الخ. ''صحیح قول کے مطابق اس شخص پر عیدین کی نماز واجب ہے جس پر شرائط متقدمہ کے ساتھ جمعہ واجب ہے۔ اور قنیہ میں ہے دیہات میں عید کی نماز مکروہ تحریمی ہے اس لئے کہ اس چیز سے مشغول ہونا ہے جو صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ مصر صحت عید کی شرط ہے۔'' ہاں جہاں زمانہ قدیم سے جمعہ و عیدین قائم ہے وہاں عوام الناس کو اس سے منع نہیں کریں گے اور اَرَأَیْتَ الَّذِیْ یَنْھٰی عَبْدًا اِذَا صَلّٰی. (سورۂ علق:۹) ''بھلا دیکھو تو جو منع کرتا ہے بندہ کو جب وہ نماز پڑھے۔'' سے خوف کھائیں گے کہ بالآخر وہ نام الٰہی عز و جل تو لیتے ہیں۔ زید کا کہنا بھی صحیح ہے کہ گاؤں میں نماز عید الاضحیٰ سے قبل (طلوع فجر کے بعد) قربانی جائز ہے البتہ زید کا دوسرا یہ دعویٰ کہ بعد نماز قربانی نہیں محض گوشت کھانا ہے'' سراسر بے بنیاد اور شرع مطہر پر افتراء اور بہتان ہے کیونکہ قربانی کا آخری وقت شہری اور دیہاتی دونوں کے لئے ذی الحجہ کی بارہویں کے غروب آفتاب تک ہے۔ فی الکنز ولایذبح مصری قبل الصلوٰۃ وذبح غیرہٗ الخ.'' کنز میں ہے شہری نماز سے قبل ذبح نہ کرے بلکہ نماز کے بعد کرے۔'' وفی شرحہ البحر الرائق ص ۲۰۰ ج ۸۔ ووقتها ثلثۃ ایام اولها افضلها الخ. ''قربانی کا وقت تین دن ہے اور اول وقت افضل ہے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علی آلہ وصحبہ وسلم۔

الفقیر عبد الواجد قادری غفرلہ، دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتــــــــــــبہ

۴/صفر المظفر ۱۴۰۱ھ

استفتاء ۴۲۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:
نیپال میں زمانہ قدیم سے جمعہ پڑھی جاتی ہے اسے جاری رکھا جائے یا بند کر دیا جائے (مسئلہ کی روسے) جاری رکھنے کی صورت میں اہل علم وخاص کی شرکت جمعہ کی نماز میں درست ہوگا یا نہیں؟ مندرجہ ذیل عبارت کی روشنی میں نیپال یا دیگر اسلامی سلطنت میں جمعہ کی نماز درست ہوگا یا نہیں؟ بہار شریعت جلد۴ صفحہ ۹۵ میں ہے کہ اور جہاں اسلامی سلطنت نہ ہو وہاں جو سب سے بڑا فقیہہ سنی صحیح العقیدہ ہو وہ احکام شرعیہ جاری کرنے میں سلطان اسلام کے قائم مقام ہے۔ لہٰذا وہی جمعہ قائم کرے بغیر اس کی اجازت کے نہیں ہوسکتا ہے!

المستفتی: مولانا رئیس المعہد محبوب احمد محبوب الازہری
عربک بھاشا انسٹی ٹیوٹ۔ گھنٹہ گھر بلوک ۲۱/۱۱ کاٹھمنڈو نیپال
۷۸۶/۹۲

الجواب!

جہاں اسلامی سلطنت نہ ہو اور وہاں کا والی کافر ہو تو اس والی کو وہاں جمعہ وعیدین قائم کرنے کی ہرگز اجازت نہیں ہے اگر کرے گا تو عند الشرع باطل ہوگا۔ ہاں اگر وہاں کوئی سنی صحیح العقیدہ تبحر اور مرجع علماء عالم دین ہو تو اسے جمعہ واعیاد قائم کرنے کی شرعی اجازت ہے (جس کی صراحت بہار شریعت میں موجود ہے) خواہ خود قائم کرے یا اجازت دے۔ یا بالفرض اگر ایسا کوئی عالم دین نہ ہو تو وہاں کے عام مسلمانوں کو یہ حق ہے کہ باتفاق واتحاد جمعہ وعیدین قائم کریں۔ بلکہ مفتی وقاضی بھی مقرر کر سکتے ہیں، جو مسلمانوں کے لئے احکام قضا نافذ کرے گا۔ فتاویٰ شامی جلد ۱ صفحہ ۵۴۰۔۱۴۱ میں ہے: **وکل مصر فیه وال من جهتهم یجوز له اقامة الجمعة والاعیاد والحد فلو لوٰة کفار یجوز للمسلمین اقامة الجمعة ویصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین الخ.** ''ہر وہ شہر جس کا والی مسلمان ہو وہاں جمعہ اور عیدین اور حد قائم کرنا جائز ہے۔ اور اگر کفار والی ہو تو مسلمانوں کو جمعہ قائم کرنا جائز ہے اور قاضی مسلمانوں کے اتفاق رائے سے متعین ہوگا۔'' کفار کی ولایت میں جہاں مسلمان بلا خوف وخطر قدیم زمانہ سے جمعہ وعیدین پڑھتے آرہے ہیں بلکہ علماء ومشائخ بھی ادا کرتے آئے تو وہاں تعامل مسلمین اسی پر ہے اور شرع میں تعامل مسلمین کو نظر انداز نہیں کیا گیا ہے بلکہ اس کا اعتبار کیا ہے اس لئے نیپال میں جمعہ وعیدین کے باطل ہونے کا فتویٰ دینا مناسب نہیں ہے: **هذا ماعندی والعلم بالحق عند ربی. والله تعالیٰ اعلم ورسوله صلی الله علیه وسلم.**

کتبہ
الفقیر عبد الواجد قادری غفرلہ، دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
۲۶/ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ، ۴/مارچ ۱۹۸۱ء

استفتاء ۴۲۷

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:
میرے گاؤں میں چھ سات سوگھر مسلمان آباد ہیں تین مسجدیں ہیں۔ دومسجدوں میں نماز جمعہ قبل سے ہوتی آرہی ہے اب تیسری مسجد میں بھی کچھ لوگوں نے جمعہ قائم کرلیا ہے جس سے عام مسلمانوں میں بیزاری اور جماعت میں خلل پیدا ہوگیا ہے کیا اس چھوٹی سی آبادی میں تین جگہ جمعہ ہونا جائز ہے از روئے شرع جواب باصواب سے سرفراز فرمائیں۔

المستفتی: عبدالحیٔ عفی عنہ، موضع پھنسول، ضلع مظفر پور، بہار
۸۶/۹۲ھ

الجواب!

نماز جمعہ کی صحت اور اس کی ادائیگی کے لئے مصر شرط ہے فتاویٰ عالمگیریہ ص ۱۶۲، ج ۱ میں ہے: **ولادائها شرائط فی غیر المصلی منها المصر کذافی الکافی** اگر مذکورہ آبادی پر مصر کی تعریف صادق نہیں آتی ہے۔ تو وہاں ایک جگہ بھی جمعہ جائز نہیں ہے درمختار میں ہے: **یکرہ تحریما لانه اشتغال بما لایصح لان المصر شرط لصحة الخ.** ''دیہات میں جمعہ مکروہ تحریمی ہے کیونکہ ایسے فعل میں مشغول ہونا ہے جو صحیح نہیں ہے اس لئے کہ صحت جمعہ کے لئے شہر شرط ہے۔'' لیکن جہاں زمانہ قدیم سے جمعہ قائم ہے اور عوام کالانعام جمعہ کے نام پر بارگاہ احدیت میں سجدہ ریز ہوتے ہیں وہاں جمعہ کی شرکت سے عوام الناس کو منع کرتے ہوئے ڈریں گے اور اَرَاَیْتَ الَّذِیْ یَنْھٰی عَبْدًا اِذَا صَلّٰی (سورۂ علق: ۹) ''بھلا دیکھو تو جو منع کرتا ہے بندہ کو جب وہ نماز پڑھے۔'' سے خوف کھائیں گے۔ ــــ البتہ نئے جمعہ کے قیام کی ہرگز ہرگز اجازت نہیں دی جائے گی کہ تفریق بین المسلمین اور بیزاری کے علاوہ ایک غیر مشروع کام میں مشغولیت ہے جس سے ترک نماز ظہر تک لازم آتا ہے جس کی ادائیگی فرض ہے۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے: **من لایجب علیهم الجمعة من اهل القری والبوادی لهم ان یصلوا الظهر بجماعة یوم الجمعة باذان واقامة الخ.** ''جن گاؤں والوں اور بادیہ نشین پر جمعہ واجب نہیں تو وہ جمعہ کے دن ظہر کی نماز باجماعت آذان واقامت کے ساتھ پڑھے۔'' اگر مذکورہ صورت میں مسجدوں میں خدانخواستہ امام صالح امامت نہیں ہے یا دیگر اعذار شرعی ہیں تو بجائے قیام جمعہ کے ظہر کی نماز علیحدہ پڑھ سکتے ہیں۔ **لان تقدیم الفاسق للامامة تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعاالخ. (شامی)** ''اس لئے کہ فاسق کو امامت کے لئے آگے بڑھانے میں اس کی تعظیم ہے جب کہ شرعاً اس کی اہانت واجب ہے۔'' **واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ وآلہ وصحبہ وسلم۔**

کتبہ
الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
یکم/صفر المظفر ۱۴۰۱ھ، ۱۰/دسمبر ۱۹۸۰ء

استفتاء ۴۲۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ہذا میں کہ:
مقام گورارو جس کی مسلم آبادی تقریباً ایک سو گھر کی ہے نیز ایک چھوٹا سا بازار بھی ہے جس میں ضروریات کے تمام سامان بآسانی مل جاتے ہیں۔ نیز قریب میں ریلوے اسٹیشن بھی ہے جہاں ایکسپریس گاڑیاں وغیرہ رُکتی ہیں۔ اس آبادی میں ایک چھوٹا سا مدرسہ بھی قائم ہے جس میں تقریباً سو بچے زیر تعلیم ہیں اور یہ مدرسہ دوسال سے دینی خدمات انجام دے رہا ہے۔ ایسی صورت میں اس مدرسہ میں جمعہ کی نماز قائم کرنا جائز وبہتر ہے یا نہیں؟ جب کہ بغل ہی میں ایک میل کی دوری پر ایک طویل مدت سے ایک مسجد میں جمعہ کی نماز قائم ودائم ہے۔ اور علاقہ کے قریب قریب تمام مسلمان اسی مسجد میں آتے ہیں۔ یہ بات الگ رہی کہ اس مسجد میں کوئی باشرع اور بااصول امام نہ رہنے کی وجہ سے اور ہمیشہ امام کے ردوبدل ہونے کی وجہ سے بہت سے لوگ نماز پڑھنے نہیں جاتے ہیں۔ اور رمضان کے علاوہ مقتدیوں کی تعداد تقریباً چالیس پچاس کے رہتی ہے۔
لہٰذا صورت مذکورہ پر غور وخوض فرما کر بالتفصیل قرآن وحدیث کے حوالہ کے ساتھ شریعت مطہرہ کے حکم سے مطلع فرمائیں عین کرم ہوگا۔ فقط والسلام!

المستفتی: حافظ شاہ محمد شہزادہ، خادم مدرسہ مفتاح العلوم
محلہ باڑہ، گورارو، ڈاکخانہ: گورارو میل، ضلع گیا، بہار
۹۲/۷۸۶

الجواب

نماز جمعہ کی صحت واداکے لئے مصر شرط ہے کمافی العلمگیری ولادائہاشرائط فی غیر المصلی منہاالمصر ھکذا فی الکافی ''جیسا کہ ''عالمگیری'' میں ہے جمعہ کی ادائیگی کے لئے غیر مصلی میں چند شرطیں ہیں انہیں میں سے ایک مصر بھی ہے۔'' سوالنامہ میں مذکورہ آبادی کی جو تعریف کی گئی ہے اس سے اس کا مصر ہونا ثابت نہیں ہوتا ہے از انجا کہ مصر کی تعریف میں فقہاء کے درمیان سخت اختلافات ہیں مگر سب سے زیادہ اصح اور ارجح وہ تعریف ہے جو غنیۃ شرح منیہ نے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایتاً نقل کیا ہے اور اسی پر راسخین علمائے احناف کو اعتماد ہے: فی التحفۃ عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ھو بلدۃ کبیرۃ فیہاسکک واسواق ولہارساتیق وفیہ وال یقدرعلی انصاف المظلوم من الظالم بحشمتہ وعلمہ اوعلم غیرہ ویرجع الناس الیہ فیما یقع من الحوادث وھذاھو الاصح۔ (تحفۃ الفقہاء میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

روایت ہے کہ مصر وہ بڑی آبادی ہے جس میں متعدد محلے اور ''دوامی'' بازار ہوں اور اس کے متعلق دیہات ہوں (یعنی وہ ضلع یا کمشنری یا پرگنہ ہو) اور اس میں ایسا حاکم ہو کہ اپنے رعب ودبدبہ اور اپنے یا دوسرے کے علم کے ذریعہ سے مظلوم کا انصاف ظالم سے لینے پر قادر ہو اور لوگ اس کے یہاں مقدمات میں رجوع کرتے ہوں اور یہی تعریف مصر کی سب سے زیادہ صحیح ہے)۔ لہٰذا گ.رارو کے مدرسہ میں جمعہ کا قیام جائز نہیں ہے جو لوگ قائم کریں گے گنہگار ہوں گے۔ درمختار میں ہے: ویکرہ تحریما لانہ اشتغال بما لایصح لان المصر شرط الصحۃ اھ۔ ''دیہات میں جمعہ وعیدین کی نماز مکروہ تحریمی ہے اس لئے کہ ایسی چیز میں مشغول ہونا ہے جو صحیح نہیں کیونکہ جمعہ وعیدین کی صحت کے لئے مصر شرط ہے۔''

البتہ جہاں زمانہ دراز سے جمعہ قائم ہے وہاں کی عوام کو جمعہ وعیدین سے روکا نہیں جائے اور اَرَأَیْتَ الَّذِیْ یَنْھٰی عَبْدًا اِذَا صَلّٰی ''بھلا دیکھو تو جو منع کرتا ہے بندے کو جب وہ نماز پڑھے (ترجمہ کنزالایمان) سے خوف کیا جائے کہ بالآخر وہ نام الٰہی لیتے ہیں۔ واللہ الھادی الی سواء السبیل۔ وھو اعلم بالصواب!

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتـــــــــــــــــــــــــــبہ

۷/صفر المظفر ۱۴۰۰ھ، ۲۷/دسمبر ۱۹۷۹ء

استفتـــــــاء ۴۲۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:
کلہاڑی بازار کے گاؤں میں قریب اسی ۸۰/گھر مسلمان ہیں اور سب ایک پارٹی کے تھے اب دو پارٹی میں منقسم ہو گئے ہیں۔ جمعہ کی نماز اور پنجوقتی نماز کی جماعت ایک ہی جگہ ہوتی تھی۔ لیکن اب مورخہ ۱۷/۳/۱۹۸۱ء سے دوسری پارٹی والے دوسری جگہ جمعہ کی نماز اور پنجوقتی پڑھ رہے ہیں حالانکہ جہاں دوسری پارٹی والے نماز پڑھ رہے ہیں وہ کسی دوسرے کا گھر ہے اور وہ مسجد سے قریب تیس ۳۰ قدم کی دوری پر ہے۔ یہ بتائیں کہ کس کی نماز ہو رہی ہے؟ اور کس کی نہیں؟ زید کس عقیدہ کا ہے معلوم نہیں۔ البتہ وہ سنی علماء کے پیچھے نماز پڑھتا ہے بتایا جائے کہ اس کی نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ لوگ کہتے ہیں کہ وہ وہابی ہے حالانکہ سنیوں کے ہر قدم پر وہ چلتا ہے جیسے فاتحہ، میلاد، قیام، سب کرتا ہے تو کیا اسے مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے دیا جائے یا نہیں خلاصہ تحریر کریں۔
المستفتی: حافظ محمد اسیم الدین فصیحی قادری، کلہاڑی بازار، ضلع رانچی بہار

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــ!

اقامت جمعہ کے لئے شہر شرط ہے گاؤں میں جمعہ جائز نہیں ہے: لا تجوز فی القریٰ. ''دیہات میں جمعہ جائز نہیں'' کتب فقہ احناف میں مصرح ہے۔ البتہ علمائے محتاطین نے، اَرَاَیْتَ الَّذِیْ یَنْھٰی عَبْدًا اِذَا صَلّٰی. (سورۂ علق: ۱۰) ''بھلا دیکھو تو جو منع کرتا ہے بندہ کو جب وہ نماز پڑھے'' سے خوف کرتے ہوئے ایسے گاؤں کی عوام و جہال کو نماز جمعہ کی ادائیگی سے نہیں روکا ہے جہاں زمانۂ قدیم سے جمعہ کی نماز ہوتی آرہی ہے، لیکن نئے سرے سے دیہاتوں میں اقامت جمعہ کی ہرگز سلفاً وخلفاً اجازت نہیں ہے۔ لہٰذا دوسری نماز جمعہ کا قیام قطعاً یقیناً ناجائز ہے مسلمانوں پر فرض ہے کہ نماز ظہر کی ادائیگی کریں۔ ومن لایجب علیھم الجمعة من اھل القری والبوادی لھم ان یصلوا الظھر بجماعة یوم الجمعة باذان واقامة الخ (ہندیہ ص ۱۴۲) ''دیہاتی اور بادیہ نشیں میں سے جس پر جمعہ واجب نہیں وہ جمعہ کے دن آذان واقامت وجماعت کے ساتھ جمعہ ادا کریں۔'' اور جہاں نماز جمعہ کے شرائط موجود ہیں وہاں چند جگہ بھی جمعہ کی جماعت جائز ودرست ہے جیسے عامۂ بلاد ہند میں قال فی العالمگیریہ، وتودیٰ الجمعة فی مصر واحد فی مواضع کثیرة وھو قول ابو حنیفة ومحمد رحمھما اللّٰہ وھو الاصح. ''ایک شہر میں کئی جگہوں پر جمعہ ادا کیا جاسکتا ہے یہی قول امام ابوحنیفہ وامام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کا ہے۔'' وھو تعالیٰ اعلم

توہین خدا اور رسول جل وعلی وصلی اللہ علیہ وسلم کرنے والے یا شاتم رسول کو اپنا مقتداء وپیشوا جاننے ماننے والوں کو عرفاً وہابی کہا جاتا ہے اگر زید مومنین خدا اور رسول کا صید نہیں ہے بلکہ سنیوں کے ساتھ اس کا معاشرہ ہے اور سنیوں کے مراسم دینی میں وہ شریک رہتا ہے تو وہ وہابی نہیں ہے مسلمانوں پر ضروری ہے کہ اس کی تالیف قلب کریں۔ اور اگر بالفرض وہ اپنے آپ کو موہن رسول ﷺ کا ہمنوا ہونا قولاً یا عملاً ظاہر کردے تو اس سے قطع تعلق کرنا مسلمانوں پر فرض ہے۔ لَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ. ''یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔'' (کنزالایمان) نیز اگر زید کا تقلید ائمہ اربعہ سے بے قید ہونا ظاہر ہوجائے، یا اس کی بدمذہبیت آشکارہ ہوجائے تو اس کو مسلمان اپنی عبادت گاہوں میں بھی نہ آنے دیں بہ نص قرآن ان کو مسجدوں سے روکنا فرض ہے، اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ (الآیة) (سورۂ توبہ: ۲۸) ''مشرک نرے ناپاک ہیں تو اس برس کے بعد وہ مسجد حرام کے پاس نہ آنے پائیں۔'' وَاللّٰہُ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ والہ وصحبہ وسلّم!

کتبہ
الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۲۵/ شعبان ۱۴۰۱ھ

استفتاء ۴۳۰

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل مندرجہ ذیل میں کہ

(۱) ہمارے گرام بہیار میں چالیس سال پہلے سے مسجد بنی ہوئی ہے اور ہم لوگ پورے گاؤں کے لوگ مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں۔ آپسی اختلاف کے بعد پارٹی ہوگئی، اب دوسری مسجد قائم کر کے نماز پڑھنا چاہتے ہیں۔ ازروئے شرع کیا حکم ہے؟

(۲) ہماری مسجد کے پیش امام صاحب چالیس سال سے امامت کرتے تھے لیکن ۱۹۸۲ء میں استعفیٰ دے دیا۔ پھر زبردستی نماز جمعہ پڑھانے لگے، مقتدی نماز پڑھنے سے انکار کرتے ہیں۔ وہ لاٹھی کے زور سے نماز پڑھاتے ہیں۔ ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(۳) بشارت نامی ایک شخص نے بیوی کو طلاق نہیں دیا۔ مولوی رمضان علی صاحب نے جو مسجد کے امام ہیں، لڑکی کی دوسری شادی کرادی۔ حقیقت میں شادی وطلاق ہوئی یا نہیں؟ مطلع کریں۔

(۴) گاؤں کا مکھیا، جس کا نام عبدالشکور ہے، وہ پیش امام کا بھائی ہے۔ مسجد کے نام پر چندہ لے کر کھا گیا۔ جب گاؤں والوں نے پرسش کیا تو اپنی پارٹی بنا کر بیس (۲۰) آدمی کے نام کورٹ سے نوٹس نکال دیا۔ کیا شریعت میں ہے کہ مسجد کے نام پر چندہ لے کر کھا جائے، پوچھنے پر دفعہ ایک سو سات (۱۰۷) لاگو کرا دے؟

المستفتی: حاجی محمد گل جان، ساکن بہیار، ضلع پلاموں

۷۸۶/۹۲

الجواب ـــــــ بعون الملک الوہاب ـــــــ!

(۱) گاؤں میں جمعہ کی نماز قائم کرنا درست نہیں۔ کما ھو فی کتب الفقہ۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۲) جس امام کی امامت سے لوگ (مقتدی) بربنائے شرعی ناراض ہوں، اس کو امامت کرنے کی شرعی اجازت نہیں ہے۔ امام مذکور کو لازم ہے کہ لاٹھی استعمال کرنے کی بجائے مسائل شرعیہ استعمال کریں۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۳) جب بشارت نے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی تو اس غیر مطلقہ کا نکاح دوسرے سے کرا دینا حرام و زنا ہوا۔ جس مولوی نے دانستہ اس کی شادی کرادی وہ زنا کا دلال ہوا۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۴) مسجد کے نام سے چندہ وصول کر کے کھا جانا حرام ہے۔ پھر مسلمانوں کو مبتلائے مصیبت کرنا حرام در حرام ہے۔ شرع میں ہرگز ایسی اجازت نہیں ہے کہ مسجد کا چندہ لے کر کوئی کھا جائے۔ وھو تعالیٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۱۶/ رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ

استفتاء ۴۳۱

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ
زید جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے گیا امام کی قرأت سے معلوم ہوا کہ یہ غیر عقیدہ جماعت کا امام ہے۔
یا پھر زید کو شک ہوا کہ اس امام کے پیچھے میری نماز پوری نہیں ہوئی۔ اس حالت میں زید کو نماز دُہرانی ہوگی
تو کیا وہی دو رکعت جمعہ کی نماز کی نیت کرے گا؟ یا پھر ظہر کے چار رکعتوں کی نیت کرے گا؟ یقین ہے کہ
ان سوالات کے جواب سے ضرور نواز اجاؤں گا۔ فقط

المستفتی: محمد نوشاد احمد شاد
N.A Khan, C.S.F. Group Head Quarter, Nagashwar
Colony, Boring Road, Patna

۷۸۶/۹۲

الجواب

شک کی وجہ سے نماز باطل نہیں ہوتی ہے: الیقین لایزول بالشک. "شک سے یقین زائل نہیں ہوتا" اگر زید کو تحقیق ہوگیا ہے یا امام کے حالات وقرأت وغیرہ سے یقین ہوگیا ہے کہ امام کسی بدمذہب جماعت سے تعلق رکھتا ہے یا اس کا مقتدی ہے تو زید کی نماز سرے سے ہوئی ہی نہیں۔ ایسی صورت میں اگر دوسری جگہ جمعہ کی نماز مل سکتی ہو تو وہاں جا کر ادا کرے اور اگر دوسری جگہوں میں نماز جمعہ نہیں مل سکے تو جمعہ کے بعد چار رکعتیں ظہر کی نیت سے ادا کرے۔ ھکذا فی فتاویٰ عالمگیری، ینبغی ان یصلوا بعدالجمعة اربع رکعات وینوا بھاالظھر الخ ۔ ترجمہ: "عالمگیری" میں ہے کہ جمعہ کے بعد ظہر کی نیت سے چار رکعت نماز پڑھنا مستحب ہے۔" واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم!

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۰/صفر المظفر ۱۴۰۰ھ/۹/جنوری ۱۹۸۰ء

استفتاء ۴۳۲

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جمعہ کی نماز یہاں جائز ہے یا نہیں؟

(۱) ہمارا گاؤں جس کا نام سرس پور ہے عرف عالم پور اس گاؤں کی آبادی تیس گھر ہے آدمی لگ بھگ سو

ہوں گے اس کے قریب میں تین محلے اور ہیں سیسے گڑھ، سیسے اور سمری۔ محلہ سیسے میں دس گھر ہیں آدمی لگ بھگ تیس ہوں گے۔ محلہ گڑھ سیسے میں پندرہ گھر ہے آدمی لگ بھگ چالیس ہیں اور موضع سمری میں سترہ گھر ہے آدمی لگ بھگ پچاس ہیں۔ گویا کہ کل آبادی مل کر دو سو سے زائد ہیں۔ محلہ قریب اتنا ہے کہ جب اذان یہاں ہوتی ہے تو لوگ آسانی سے سن لیتے ہیں اس علاقہ میں ڈاکٹر نہیں پوسٹ آفس ہے تھانہ کا بھی انتظام ہے دوکان وغیرہ بھی ہے مثلاً غلہ کی دوکانیں سبزی، مچھلی گوشت وغیرہ سب کے سب یہاں ملجاتے ہیں کسی چیز کی محتاجی نہیں ہے۔

(۲) مسجد کی زمین بتاریخ ۳/ اپریل کو رجسٹری ہوئی اراضی سوا کٹھا ہے خسرہ ۳۰۷ کھاتہ ۹۲ توضیح ۴۰۰ ہے مقر ظہیر ولد عبدالغنی ساکن مذکورہ بالا۔ مقر الیہ مسجد خانہ ہذا موضع مذکور بذریعہ انتظام صدر مندرجہ ذیل ہے (۱) محمد نور احمد (۲) محمد حنیف (۳) محمد بسمل (۴) محمد اسلام وغیرہ وغیرہ۔ قسم دستاویز۔ وقف فی سبیل اللہ زرثمن مبلغ پانچ سو روپے اراضی مذکور سے انتظام کار حضرات یا مسلمانان موضع مذکور کوئی دوسرا مصرف نہیں لے سکتے ہیں اگر دوسرا مصرف لیا جائیگا تو اس کا غذ کو رد سمجھا جائے گا اس زمین کے کچھ حصہ میں پھوس کا مکان ہے جس میں بچوں کو تعلیم دی جاتی ہے اور پنجوقتی نماز اور جمعہ کی نماز ہوتی ہے اور مسجد بھی بنا ہوا ہے اور عیدین کی نماز گاؤں کے قریب ایک میدان میں ہوتی ہے جب یہ سب انتظام یہاں نہیں تھے تو ملک علی پور گاؤں جو تیس گھر کے ہے یہاں کے لوگ وہیں جا کر نماز پڑھتے تھے۔ اب ان لوگوں کیلئے وہاں بھی جانا دشوار ہے۔ اس لئے کہ برسات کے موقع پر دو میل سے زائد کی دوری ہو جاتی ہے اور ایسے بھی ایک میل سے زائد ہے اور زمانہ کے لحاظ سے گاؤں کو خالی کر کے جانا بھی مناسب نہیں ہے اور کچھ لوگوں کا کہنا ہے یہاں جمعہ کی نماز درست نہیں ہے۔ اس لئے ہم لوگ عرض کرتے ہیں کہ جب لگ بھگ دو سو سے زائد آبادی ہے اور فنائے شہر بھی حاصل ہے تو ایسی صورت میں جمعہ سے کیوں محروم رہوں امید کہ ہر ہر پیچیدہ باتوں پر غور فرما کر مسئلہ کی روشنی میں بدستور جمعہ قائم کرنے کی اجازت دی جائے تاکہ ہم لوگ جمعہ سے محروم نہ رہیں۔

المستفتی: محمد نور احمد وغیرہ جمیع انتظام کار مسجد موضع عالم پور ڈاکخانہ گڑھ سیسے ضلع سمستی پور

۹۲/۷۸۶

الجواب

جمعہ ایسے شہر میں جائز ہے جس میں متعدد کوچے، دوامی بازار ہو اور اس میں کوئی ایسا حاکم رہتا ہو جو اپنے اثر و رسوخ کے ذریعہ ظلم کا انصاف ظالم سے لے سکے اور اس شہر کے ذیل میں متعدد آبادی ہو یعنی وہ ضلع ہو یا پرگنہ خواہ ایسے شہر میں دس بیس ہی گھر مسلمان کیوں نہ ہو اور ایسی آبادی میں جمعہ جائز نہیں ہے جو مذکورہ تعریف کا حامل نہ ہو خواہ اس آبادی میں ہزار دو ہزار گھر

مسلمان آباد ہوں۔ مذکورہ جامع تعریف کی روشنی میں معلوم ہوا کہ آپ کے یہاں جمعہ کا قیام جائز نہیں ہے وہاں ظہر فرض ہے اور اس کا ترک کرنا گناہ کبیرہ ہے: عن علی رضی اللہ تعالٰی عنه لاجمعة ولاتشریق الافی مصر جامع اومدینة عظیمة ولاتجب علی اهل غیرالمصر کذا فی الطحطاوی. ''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جمعہ اور تکبیر تشریق مصر جامع یا بڑے شہر ہی میں ہے اور غیر شہر والوں پر جمعہ واجب نہیں ہے ایسے ہی طحطاوی میں ہے۔'' بعض کتب فقہ میں تو یہاں تک مصرح ہے لاتجوز فی القری. ''دیہات میں جمعہ جائز نہیں۔'' واللہ تعالٰی ورسولہ اعلم!

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۹/ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ، ۲۱/نومبر ۱۹۷۹ء

استفتاء ۴۳۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) کسی دیہات میں عرصہ دراز سے نماز جمعہ وعیدین قائم ہے اور پنجوقتہ تو ہے ہی۔ تو وہاں لوگوں کو نماز جمعہ وعیدین ادا کرنا صحیح ہوگا یا نہیں؟ اور کچھ لوگوں نے آپسی معاملات میں اختلاف کر کے اس مسجد کو چھوڑ دیا ہے اور دوسری جگہ جمعہ وعیدین قائم کر لیا ہے۔ وہ مسجد نہیں ہے بلکہ برآمدہ کے طور پر ہے۔ نہ وہاں پنجوقتہ اذان ہے اور نہ کچھ صرف جمعہ وعیدین وہاں لوگ ادا کرتے ہیں تو وہاں نماز ہوگی یا نہیں؟ اگر نماز جمعہ وعیدین ہوگی تو کونسا راستہ اختیار کرنا ہوگا۔ واضح طور پر جواب دیں۔

(۲) ہندوستان دارالحرب ہے یا دارالاسلام؟

(۳) مسجد میں بچوں کو تعلیم دینا کیسا ہے؟

(۴) ایک مسجد غیر مکمل ہے دھوپ کی شدت کی وجہ سے یا سخت بارش کی بنا پر گھر یا برآمدہ میں جمعہ کی نماز ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ صاف صاف تحریر فرمائیں۔

المستفتی: محمد رئیس احمد، بھاگلپوری، نیاڈیہہ، کوسنڈا، کولیری، پوسٹ کولنڈا ضلع دھنباد، بہار

۹۲/۷۸۶

الجواب!

(۱) دیہات میں نماز جمعہ وعیدین جائز نہیں۔ خواہ مسجد میں ہو یا برآمدہ میں۔ درمختار میں ہے: یکرہ تحریما لانه اشتغال بمالایصح لان المصر شرط الصحته الخ۔ ''دیہات میں نماز جمعہ وعیدین مکروہ تحریمی ہے۔ عدم صحت کے کام میں مشغول

ہونے کی وجہ سے۔ کیونکہ جمعہ وعیدین کی صحت کے لئے مصر ہونا شرط ہے۔" البتہ عوام جہال کو نماز جمعہ وغیرہ سے نہیں روکا جائے کہ آخر نام الٰہی لیتے ہیں۔ ھکذا حققہ امام اھل السنّۃ فی فتاواہ وفی فتاویٰ افریقہ. وھو تعالیٰ اعلم!

(۲) الحمدللہ کہ ہندوستان دارالاسلام ہے۔ (فتاویٰ رضویہ) وھو تعالیٰ اعلم!

(۳) ناسمجھ بچے بچیوں کو مسجد میں درس دینا مسجد کی واقعی تطہیر وآداب کے خلاف ہے اگر مسجد شریف کی تنظیف وتطہیر کا خیال رکھا جائے اور اس کے آداب میں فرق نہیں آئے تو بلاشبہ جائز ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم!

(۴) جواب نمبر ا مطالعہ فرمائیے!۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۱۲/شوال المکرم ۱۳۹۹ھ/ ۵/ستمبر ۱۹۷۹ء

استفتاء ۴۳۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ
ایک ایسی جگہ ہے جہاں بازار لگتا ہے اور ضروریات زندگی کا سامان بھی ملتا ہے، وہاں دو مسجدیں ہیں۔ ایک جامع مسجد اور ایک چھوٹی مسجد۔ جامع مسجد میں دیوبندی عالم کے امامت کرنے کی وجہ کرسنی جماعت والے چھوٹی مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھنا چاہتے ہیں۔ سنیوں کی تعداد قریب سو (۱۰۰) ہے۔ ایسی صورت حال میں سنیوں کو چھوٹی مسجد میں جامع مسجد سے الگ ہو کر جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ برائے کرم جواب جلد بھیج کر شکریہ کا موقع دیں۔

المستفتی: مولانا محمد قمرالزماں فردوسی، مہتمم مدرسہ رحمانیہ، گھوڑا گھاٹ، ڈاکخانہ ہردون، ضلع گیا، بہار

۹۲/۸۶ء

الجواب ـــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــ!

کسی جگہ پر محض بازار لگنا یا ضروریات زندگی کا سامان دستیاب ہونا اس جگہ کے مصر جامع ہونے کی علامت نہیں ہے اور نماز جمعہ وعیدین کے لئے مصر کا ہونا شرط ہے۔ فقہاء اسلام کے نزدیک مصر کی تعریفیں قدرے متفاوت ہیں لیکن سب کا مفاد و خلاصہ یہ ہے کہ "جہاں دوامی بازار، متعدد کوچے اور گلیاں ہوں، اس سے متعلق دیہات گنے جاتے ہوں۔ اور اس میں کوئی ایسا حاکم رہتا ہو جو مظلوم کا انصاف ظالم سے لینے پر قادر ہو (اگر چہ نہ لیتا ہو) جسے آج کل عموماً ضلع، سب ڈویژن، پرگنہ، تھانہ، تحصیل وغیرہا کہتے ہیں، وہ عندالشرع مصر ہے"۔ لقولہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وکرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم لا جمعۃ ولا اضحیٰ

ولا تشریق الافی مصر جامع. ''حضرت سیدنا مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے ارشاد پاک کی وجہ سے کہ جمعہ، عیدالفطر، عیدالاضحیٰ اور تکبیرات تشریق بڑے شہر میں ہوسکتے ہیں۔'' وقایہ شرح وقایہ وغیرہا درمختار میں ہے: صلوۃ العید فی القری تکرہ تحریماً الخ. ''دیہات میں نماز عید مکروہ تحریمی ہے۔'' اور فتاویٰ شامی میں ہے: قوله صلوٰۃ العید و مثله الجمعه الخ. ''مصنف کا قول''عید کی نماز'' اسی طرح نماز جمعہ بھی دیہات میں مکروہ تحریمی ہے۔'' پس جس آبادی کے متعلق سوال کیا گیا ہے غالباً وہ مصر نہیں ہے اور جب مصر نہیں ہے تو وہاں جمعہ کا قیام جائز نہیں ہے۔ دیوبندی اپنے عقائد باطلہ خبیثہ بدعیہ کی وجہ سے فاسق العقیدہ ہیں۔ ان کی اقتداء کسی نماز میں قطعاً یقیناً حرام حرام حرام اشد حرام ہے۔ قال فی ردالمحتار لان فی تقدیمه تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعاً الخ. ''ردالمحتار میں کہا کہ فاسق کو امامت کے لئے مقدم کرنے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شرعاً مسلمانوں پر فاسق کی اہانت واجب ہے۔''

واللہ تعالیٰ اعلم ورسوله صلی اللہ تعالیٰ علیه وعلی اله وصحبه و بارک وسلم.

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتـــــــــــــــــــــــــــــــــــبه

۷/صفر المظفر ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۴۳۵

(۱) **مسئلہ**: جمعہ میں عصاء پکڑ کر خطبہ پڑھنا کیسا ہے؟ مستحب، سنت، واجب، فرض جو بھی ہو قرآن وحدیث کی روشنی میں حوالہ عنایت فرمائیں۔

(۲) ہندوستان میں ہندو (کافر) سے سود لینا کیسا ہے؟ بحوالہ جواب دیں۔

المستفتی: منصور عالم فیضی، مہارانی پیٹ، وشاکھا پٹنم (آندھرا پردیش)

۹۲/۷۸۶

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــــــــــ!

(۱) فرض، واجب کچھ نہیں ہے۔ اگر خطیب کو اس کی ضرورت ہو تو جائز ہے۔

(۲) جائز ومباح ہے۔ لاربو بین المسلم والحربی. فی دارالحرب. ''دارالحرب میں مسلم اور حربی کے درمیان سود نہیں۔''

وهو تعالیٰ اعلم۔

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتـــــــــــــــــــــــــــــــــــبه

۲/ذوالقعدہ ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۴۳۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:
ایسی آبادی مسلمانوں کی جہاں ضروریات زندگی کی اکثر و بیشتر چیزیں روزانہ دستیاب ہیں دوامی بازار ہیں کوچے اور محلے ہیں چوک اور گلیاں ہیں گرام پنچایت اور کچہری ہے لیکن حاکم مظلوم کو انصاف نہیں دلاتا ہے۔ جمعہ کی نماز بھی زمانۂ دراز سے متعدد جگہوں میں ہوتی چلی آرہی ہے وہاں امام کی بعض خرابیوں کے پیش نظر الگ ایک متوازی جماعت جمعہ کی قائم کرنی جائز ہے یا نہیں جس میں پانچ سات آدمی شریک ہوں۔ اطمینان بخش جواب سے نوازیں۔

المستفتی: عبدالقدوس پرسونی سیتامڑھی

۷۸۶/۹۲

الجواب

جمعہ جامع جماعات ہے اور شوکت اسلام کا سبب ہے لہٰذا ایسی متوازی جماعت کا قائم کرنا جسے سائل نے لکھا اہتمام شان کے قطعاً خلاف ہے شرع شریف اس کی ہرگز اجازت نہیں دے گا۔ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَلَا تَفَرَّقُوْا. ''سب مل کر اللہ کی رسی مظبوطی سے تھام لو اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو۔'' ہاں اگر امام بدمذہب و بدعقیدہ ہو تو اس کی جگہ پر صالح امامت امام کا تقرر تمام مسلمانوں پر فرض ہے اور اگر ایسا نہ ہو سکے تو اس کی جماعت جماعت ہی نہیں ہے مسلمان اپنی اذان و جماعت جامع مسجد میں کریں لاتصلوا معهم ولا تصلوا عليهم. ''نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو نہ ان کی جنازے کی نماز پڑھو۔'' بدمذہبوں کے ہی بارے میں ہے اور اگر امام بدمذہب نہیں ہے تو اس کی اصلاح کی جائے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم ورسوله صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم.

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۱/شوال المکرم ۱۴۰۱ھ، ۲۲/اگست ۱۹۸۱ء

استفتاء ۴۳۷

مسئلہ: حضور مفتیان اسلام اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ
تین بستیاں متصل ہیں۔ اس میں قاضی چک بڑی بستی ہے جس کی آبادی تین سو گھر کی ہے جس کی مسجد میں عرصہ دراز سے جمعہ کی نماز ہوتی ہے۔ اتر جانب سونبرسا ہے جس کی آبادی ساٹھ گھر کی ہے۔ وہاں

بھی ایک مسجد ہے۔ قاضی چک میں ایک مدرسہ ایک اسکول اوراس سے متصل قبرستان کی بونڈری ہے۔
اس کے مشرق میں شاہ محمد پور نامی بستی ہے۔ یہاں بھی ایک مسجد اور مدرسہ ہے۔ شاہ محمد پور کی آبادی ساٹھ گھر کی ہے۔ یہاں کی مسجد میں عرصہ دراز سے عیدین کی نمازیں پڑھی جاتی ہیں۔ اس کے پورب جانب چرکیہ ایک بستی ہے جس کی آبادی ۴۰ گھر کی ہے۔ شاہ محمد پور کی مسجد میں پنجگانہ نمازیں ہوتی ہیں۔ نمازیوں کی تعداد ۷، ۸ ہوتی ہے۔ یہاں کی مسجد میں آج چار ہفتہ سے جمعہ کی نماز ہورہی ہے جس میں تیس پینتیس آدمیوں کی تعداد ہوتی ہے۔ اس مسجد میں جمعہ کی نماز ہوگی یا نہیں؟ جو نماز پڑھی گئی کیا اعادہ کی ضرورت پڑے گی؟ فقط

المستفتی: محمد سراج الدین کیراف بیڑی شاپ، چاندسی ہاسپٹل، مقام وپوسٹ رفیع گنج، ضلع اورنگ آباد

۹۲/۸۶ء

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــ!

شرائط جمعہ کے ساتھ اگر تین آدمیوں کی بھی جماعت ہوتو نماز جمعہ ادا ہو جائے گی۔ لیکن جمعہ وعیدین کی نمازوں کی ادائیگی کے لئے مصر یا فنائے مصر یا قصبات کا ہونا شرط ہے۔ یعنی گاؤں، بستی، ٹولہ وغیرہ میں جمعہ وعیدین کی نمازیں ادا نہیں کی جاسکتیں۔

درمختار میں ہے: صلوۃ العید فی القری تکرہ تحریماً ای لانہ اشتغال بمالا یصح لان المصر شرط الصحۃ الخ.

ردالمحتار میں ہے: ومثلہ الجمعۃ. ''دیہات میں نماز عید مکروہ تحریمی ہے اس لئے کہ ایسی چیز میں مشغول ہونا ہے جو صحیح نہیں، صحت نماز عید کے لئے مصر شرط ہے اوراسی کی مثل جمعہ ہے۔''

ہاں جہاں قدیم زمانہ سے جمعہ واعیاد کی نمازیں ہورہی ہیں وہاں منع نہ کیا جائے اور نئے طور پر دیہاتوں میں جمعہ وعیدین کی نمازیں قائم نہ کی جائیں کہ ناجائز ہے۔ کما فی الفتاویٰ الامجدیہ. واللہ تعالیٰ اعلم.

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتـــــــــــبہ

۱۲/ ذوالقعدۃ الحرام ۱۴۰۳ھ

استفتاء ۴۳۸

مسئلہ: مکرمی جناب مفتی صاحب السلام علیکم مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات مطلوب ہیں براہ کرم اہلسنّت وجماعت کے مسلک کے مطابق جوابات سے مستفیض فرمائیں مسجد کی اگلی دو تین صفوں میں بالکل جگہ نہیں تھی اور جگہ پیچھے تھی آزاد اور حاجی صاحب آئے آزاد نے کہا کہ حاجی صاحب آرہے ہیں ٹھیک سے جگہ لیکر بیٹھ جائیے۔ یہ کہتے ہوئے صفوں کو چیرتے ہوئے اگلی صفوں تک پہنچ گئے حاجی صاحب کو اگلی

صف میں جگہ مل گئی مولانا فیاض صاحب امام صاحب کی جگہ سے ٹھیک پیچھے بیٹھے ہوئے تھے آزاد کے کہنے پر اٹھ کر امام کی جگہ مصلی پر بیٹھ گئے اور آزاد مولانا کے چھوڑے ہوئے مقام پر بیٹھے۔ آزاد غیر عالم (جاہل) ہیں امام مسجد نے مولانا عبدالحی صاحب کو نماز جمعہ پڑھانے کی اجازت دی۔ اور انہوں نے خطبہ پڑھایا مگر مولینا فیاض صاحب بغیر اجازت امام قبل از وقت جماعت مصلی پر اڑے رہے اور زبردستی نماز پڑھائی۔ آزاد اور حاجی صاحب اور دونوں مولانا دوسرے گاؤں کے ہیں۔

(۱) مولینا فیاض صاحب نے جاہل کی پیروی کی اور جان بوجھ کر ایسی غلطی کی از روئے شرع کیا کہا جائے۔ اور کیا سزا دی جائے؟

(۲) مولینا فیاض صاحب کا بغیر اجازت امام مقررہ قبل از وقت جماعت مصلی پر بیٹھے رہنا کیسا ہوا نماز ہوگئی یا قضا پڑھنا ضروری ہے۔

(۳) ایک نے خطبہ پڑھایا اور دوسرے نے نماز پڑھائی یہ مکروہ تنزیہی ہے یا مکروہ تحریمی؟

(۴) کیا علاقے کے دولتمند لوگوں اور حاجیوں اور مانند لوگوں کو یہ رخصت ہے کہ مذکورۂ بالا طریقہ سے اگلی صف میں جگہ لیں۔ چاروں سوالوں کے جوابات علیحدہ علیحدہ ارشاد فرمائیں۔

المستفتی : محمد صلاح الدین خاں

۷۸۶/۹۲

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ

(۱) جب اگلی صفوں میں جگہ بالکل ہی باقی نہ رہے تو آنے والوں کو پیچھے صف بنانی چاہیے۔ اور اگر بیٹھنے کی گنجائش ہے۔ تو پہلے پہلی صفوں کو بھرنا چاہیے۔ ردالمحتار میں ہے: ان وجدفی الصف فرجة سدها الخ ''اگر صف میں جگہ خالی ہو تو اس کو پر کردو۔'' کسی معمر اور قابل عظمت لوگوں کے لئے آگے جگہ دینا دل کی پرہیزگاری اور سعادت مندی ہے کہ اس کے اکرام کا حکم ہے احادیث مبارکہ میں وارد ہے کسی مسلمان صحیح العقیدہ کا حاجی ہونا وجہ عزت وافتخار ہے اگر اس کا احترام کرتے ہوئے پہلی صف میں جگہ بنائی گئی تو اس میں شرعی قباحت نہیں ہے۔ لہٰذا مولانا فیاض صاحب پر کوئی جرم شرعی عائد نہیں ہوگا۔ وھو اعلم!

(۲) جب امام معین نے مولانا عبدالحیٰ صاحب کو نماز پڑھانے کی اجازت دی تو انہیں کو نماز پڑھانی چاہیے تھی مولانا فیاض کا بغیر اجازت امام اقامت کے پہلے ہی سے امامت کے مصلی پر بیٹھ جانا اور نماز پڑھانا ممنوع ومکروہ ہوا۔ حدیث پاک میں ارشاد ہے: لایؤمن الرجل فی سلطانه. لیکن جب امام معین خود وہاں موجود تھا بلکہ اس نے بھی مولانا فیاض صاحب کی اقتداء کرلی تو گویا فعلی اذن دے دی اور دریں صورت امام ومقتدی سب کی نماز ہوگئی دہرانے کی ضرورت

نہیں ہے۔کمافی فتاویٰ امجدیہ۔وھو تعالیٰ اعلم

(۳) جائز و درست ہے اور اگر بہ اجازت ہو تو نہ تنزیہی نہ تحریمی۔وھو تعالیٰ اعلم!

(۴) جواب گزر چکا۔وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم!

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۹/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۵ھ

الجواب صحیح وصواب والمجیب نجیح ومثاب۔
عبدالحافظ رضوی القادری غفرلہ

۹/ ماجمادی الاولیٰ ۱۴۰۵ھ

استفتاء ۴۳۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ آج سے تقریباً تین چار سال قبل ایک چھوٹی مسجد تھی۔ اس مسجد میں برابر پنجگانہ نمازیں ہوتی رہیں۔ مگر صرف جمعہ، عید، بقرعید میں دیہات سے بھی لوگ نماز پڑھنے چلے آتے ہیں۔ اس وجہ سے جمعہ، عید، بقرعید کی جماعتیں کثیر ہو جاتی ہیں۔ بایں وجہ مسجد کی صحن کی دیوار کے پیچھے مسجد کی زمین خالی ہے اور پھر اس خالی زمین کے آخر میں مسجد کے حفاظت کے لئے احاطہ دیا گیا ہے۔ لہٰذا خالی جگہ میں صرف جمعہ، عید، بقرعید کی نماز کثیر جماعت کی وجہ سے پڑھ لیا کرتے ہیں۔ چونکہ مسجد چھوٹی تھی۔ اور باہر کے لوگ جمعہ، عید، بقرعید کی نمازوں میں شامل ہو جایا کرتے ہیں۔ لیکن اب موجودہ صورت حال یہ ہے کہ پرانی مسجد توڑ کر لمبی چوڑی مسجد بنائی گئی ہے۔ چونکہ مسجد کی زمین کافی تھی، بہرکیف صورت مسئولہ یہ ہے کہ مسجد کے صحن کی دیوار کے پیچھے مسجد کی خالی زمین ہے جس میں قبل صرف نماز عید، بقرعید، جمعہ پڑھی جاتی رہی۔ مسجد کی حفاظت کے لئے بونڈری مسجد کے خالی زمین کے آخر میں دے دیا گیا ہے۔ اب اس بونڈری کے بیچ اور مسجد کے صحن کی دیوار کے بیچ جو زمین خالی بچ گئی ہے اس میں مسجد کا کمرہ بنا کر کرایہ میں لگایا جا سکتا ہے یا نہیں؟ چونکہ مسجد کے فائدے کے لئے کمرہ بنا کر کرایہ میں لگانے کا تمام لوگوں کا مشورہ ہے اس لئے جناب عالی سے التجا ہے کہ اس مسئلہ میں ازروئے شریعت کیا حکم ہے۔

توسیع		توسیع	برائے دکان
قدیم مسجد	صحن		
تو	سیع		

نوٹ: شب برأت میں وتر کی نماز جماعت سے پڑھی جا سکتی ہے یا نہیں؟ پڑھنا کیسا ہے؟

المستفتی: حکیم محمد جمشید عالم، پنکی یونانی دواخانہ، پنکی، ضلع پلاموں

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــ

مسجد کی صحن کی دیوار اور مذکور فی السوال بونڈری کے درمیان مسجد کی جو افتادہ زمین ہے اس پر عید وبقرعید کی جماعت پھیل جانے کی وجہ سے وہ مسجد کے حکم میں نہیں آئی۔ اس پر مسجد کے مفاد کے لئے کمرہ بنا کر کرایہ میں دینا درست ہے۔ جب کہ منشائے واقف کے خلاف نہ ہو اور یہ کمرے ان کرایہ داروں کو دیئے جائیں جو مسجد کی حرمت کو برقرار رکھ سکیں۔ وھو تعالیٰ اعلم

نـــوٹ: وتر کی جماعت کی اجازت صرف ماہ مبارک رمضان شریف میں ہے۔اس کے علاوہ کسی ماہ وشب میں نہیں۔ وھو اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتـــــــــــــــــــــــــبہ

۱۸/شوال ۱۴۰۳ھ، ۲۹/ جولائی ۱۹۸۳ء

استـــفتـــاء ۴۴۰

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مندرجہ ذیل مسائل میں کہ

(۱) نماز عیدین چھ تکبیر سے یا بارہ تکبیر سے شروع ہے؟

(۲) نماز عیدین چھ تکبیر یا بارہ تکبیر کے بارے میں احناف واہل حدیث کے درمیان کیا اختلاف ہے؟

(۳) ایک ہی امام نماز عیدین میں ایک عید کی نماز چھ تکبیر سے اور دوسری عید کی نماز بارہ تکبیر سے احناف واہل حدیث کا خیال کر کے پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ اگر پڑھائے تو ایسے امام کے پیچھے احناف کی نماز بارہ تکبیر کی صورت میں اور اہل حدیث کی نماز چھ تکبیر کی صورت میں جائز ہے یا نہیں؟

(۴) جو شخص اپنے مسلک کو چھوڑ کر دوسرے مسلک والے کا خیال کر کے نماز پڑھائے تو ایسا شخص مستحق امامت ہے یا نہیں؟ مندرجہ بالا سوالات کے جوابات قرآن وحدیث کی روشنی میں بالتفصیل عنایت فرما کر مشکور فرمائیں۔

المستفتی: عین الحق، عبدالقیوم، مقام سیکرونا (پچھم ٹولہ)، ڈاکخانہ جھوا، وایہ سالماری، ضلع کٹیہار، بہار

۹۲/۸۶ھ

الجواب ـــــــــــــــــ بعون الملک الوہاب ـــــــــــــــــ!

(۱) ائمہ احناف کے نزدیک چھ تکبیرات زوائد کے ساتھ مختار ومشروع ہے۔کما فی مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر جلد ۱، صفحہ ۱۷۴ (ثـم یـکبر ثلثا) من تکبیرات الزوائد وھو المختار (ثم یکبر ثلثه) اخریٰ الخ. ''پھر تین تکبیرات زائدہ کہے پھر دوسری رکعت میں بھی تین تکبیرات کہے یہی مختار ہے۔'' وھو اعلم

(۲) غیر مقلدین کا کوئی مذہب ومسلک نہیں۔وہ شتر بے مہار ہیں۔ مسائل شرعیہ سے انہیں کیا تعلق؟ وہ تو قرآن عظیم اور احادیث کریمہ کی صریح تکذیب کرنے والے ہیں، انہیں اہل حدیث کہنا بھی جائز نہیں۔عیدین کی تکبیرات زوائد کے اعداد (چھ یا بارہ) کے اندر احناف وشوافع کا اختلاف کتب فقہ میں منصوص ہے، ائمہ احناف، حضرت سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ

تعالیٰ عنہما کی روایت کو ترجیح دیتے ہوئے چھ تکبیرات زوائد کو اختیار فرماتے ہیں، یہ وجہ ترجیح حدیث مبارکہ کا بہ طرقِ متعددہ روایت کیا جانا ہے۔ چنانچہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کو حضرت حذیفہ اور حضرت ابو موسیٰ اشعری وغیرہما صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی روایت فرمایا ہے۔ شرح وقایہ کے حاشیہ عمدۃ الرعایہ جلد ا، صفحہ ۲۴۶ میں ہے: وھذه الكيفية ماثورة عن عبدالله بن مسعود وحذيفه وابو موسیٰ الاشعری اخرجه عبدالرزاق وابن ابی شيبة فی مصنفيهاالخ. "اور یہی کیفیت حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت حذیفہ اور حضرت موسیٰ بن اشعری رضی اللہ عنہم کی حدیث سے مروی ہے اور اس کی تخریج عبدالرزاق اور ابن شیبہ نے اپنے مصنف میں کی ہے۔" اور علامۃ الفہامہ حضرت عبداللہ بن شیخ محمد نے مجمع الانہر میں چھ تکبیرات زوائد کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا: وقولنامذهب ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه. "ہمارا قول ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مطابق ہے۔" پھر بحرالرائق جلد ا، صفحہ ۱۷۳ میں ہے: (وهی ثلاث فی كل ركعة) ای الزوائد ثلاث تكبيرات فی كل ركعة وهوقول ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه وبه اخذائمتناابو حنيفة وصاحباه الخ. "اور یہ ہر رکعت میں تین بار ہے یعنی ہر رکعت میں تین تکبیرات زائدہ ہے اور یہی قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ہے اور اسی سے ہمارے ائمہ امام اعظم ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب سے استنباط کیا ہے۔" فتاویٰ عالمگیریہ نے بھی اسی کو اختیار کیا۔ وهذارواية ابن مسعود وبه اخذاصحابنا كذافی محيط السرخسی "یہ روایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے اور اسی سے ہمارے اصحاب نے دلیل پکڑی ہے محیط سرخسی میں ایسے ہی ہے۔" (جلد ا، صفحہ ۱۴۸، نولکشوری) اور ائمہ شوافع حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت پر عمل پیرا ہیں جیسا کہ مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر ہی میں وضاحتاً بیان فرمایا گیا ہے: وعندالشافعی يكبرسبعاً فی الاول غيرتكبيرة الاحرام وخمساًفی الثانية قبل القراءة ويذكرالله بينهن وهومذهب ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما الخ. "اور شوافع کے نزدیک پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ سات تکبیرات ہیں۔ اور دوسری رکعت میں قرأت سے پہلے پانچ تکبیرات اور قرأت وتکبیر کے درمیان اللہ کا ذکر کرے گا۔ اور یہ مذہب ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے۔" وهو تعالیٰ اعلم

(۳) امامِ نماز، ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے جس امام کا مقلد ہو اس امام کی تقلید اس پر واجب ہے۔ بے ضرورت داعیہ شرعیہ اتباع امام سے عدول محض لاحاصل وفضول ہے۔ بلکہ ایک مذہب کے مشائخ کے اندر بھی اگر کسی مسئلہ میں اختلاف ہو تو امام مذہب کی پیروی سے انحراف نہیں چاہئے۔ درمختار میں ہے: ياخذالقاضی كالمفتی بقول ابی حنيفة علی الاطلاق ثم بقول ابی يوسف ثم بقول محمدالخ رحمهم الله تعالیٰ. "قاضی مفتی کی طرح مطلقاً امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے قول کو اختیار کرے گا پھر امام ابو یوسف پھر امام محمد رحمۃ اللہ علیہم کے قول کو اختیار کرے گا۔" جب قاضی شرع اور مفتی کے لئے یہ حکم ہے تو امامِ نماز کو انحراف عن المسائل کی اجازت بے وجہ شرعی کیونکر دی جاسکتی ہے۔ پس امام مذکور اگر غیر مقلدوں کی رعایت کرتے ہوئے وہ بھی نماز میں بجائے چھ واجب تکبیروں کے بارہ تکبیر کہتا ہے تو وہ سرے سے لائق امامت ہی نہیں کہ اس نے نماز میں ایسوں کا خیال کیا جیسوں کے نزدیک نماز میں خیالِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لانا بھی باعث فسادِ نماز ہے (العیاذ باللہ تعالیٰ) المرء مع من احب. ہاں اگر شافعی مسلک کے امام نے نماز عید پڑھائی جس میں انہوں نے حنفیوں کے واجبات وفرائض نماز کی کامل رعایت

کی تو اس کی اقتداء احناف کو جائز ہے۔ والاقتداء بشافعی المذھب انما یصح اذا کان الامام یراعی الاحناف مواضع الخلاف الخ. ''احناف کو شافعی امام کی اقتداء اس وقت درست ہے جب اختلافی مسائل میں شافعی احناف کی رعایت کرتا ہو'' (ہندیہ جلد ا، صفحہ ۸۴) وھو اعلم

(۴) بے ضرورت شرعیہ اپنے مذہب کے روگردانی کرنے والا تارک وجوب ہے۔ لہٰذا ایسوں کی اقتداء سے گریز کرنا چاہیے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۲/ ذوالقعدہ ۱۴۰۳ھ یوم الجمعہ

استفتاء ۴۴۱

مسئلہ: السلام علیکم ورحمۃ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

ایک بستی ہے جس کی آبادی پانچ سو کے قریب ہے وہاں ایک مسجد ہے اور ایک عیدگاہ پہلے سے ہے جس میں بیس سال سے نماز ادا ہو رہی ہے۔ ایک دوسری جگہ عمر کی زمین میں ایک اور عیدگاہ بنا دی گئی جب کہ عمر بذات خود وہاں موجود نہ تھا اور نہ اس کی رائے لی گئی عمر کے والد بکر نے عیدگاہ بنانے کی اجازت دیدی یہ زمین پہلے بکر ہی کی خرید کردہ تھی عیدگاہ بننے کے چند سال پہلے بکر نے اپنے لڑکے عمر کو بذریعہ رجسٹری لکھ دی تھی سوال یہ ہے کہ چھوٹی بستی میں دو جگہ عیدگاہ بنایا جا سکتا ہے۔ کیا یہ جائز ہے؟

المستفتی: محمد حبیب الرحمٰن خان

۸۶/۹۲

الجواب

مذکورہ بستی میں عیدگاہ کا قیام جائز نہیں۔ عمر کو اختیار ہے کہ عیدگاہ کی عمارت منہدم کر کے زمین کو اپنے مصرف میں لائے۔ اور زمین کا جو نقصان ہوا ہو اس کا تاوان عمارت بنوانے والوں سے وصول کرے جن لوگوں نے مالک زمین کی اجازت کے بغیر اس پر عمارت تعمیر کی وہ سب مالک زمین سے معافی طلب کریں۔ اور عنداللہ توبہ و استغفار کریں۔ وھو تعالیٰ اعلم!

کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۵ھ

الجواب صحیح وصواب والمجیب نجیح ومثاب
عبدالحافظ رضوی القادری غفرلہ

۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۵ھ

استفتاء ۴۴۲

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:
ہم باشندگان اسنا کچواسولی نوگاڈیہہ لبی ٹانڑ چھالا باتھر نواڈیہہ سب مل کر ایک جگہ اسنا بستی میں عید کی نماز پڑھا کرتے تھے لیکن کچھ دنوں کے بعد نواڈیہہ میں نماز ادا کرنے لگے چونکہ بیچ میں ندی پڑتی ہے۔ اس لئے تینوں بستی والوں نے ایک عیدگاہ نوگاڈیہہ میں جو موضع اسنا ہی میں پڑتا ہے۔ بنالیا جس میں تین عید کی نمازیں پڑھ چکے ہیں۔ اب پھر سے دوبارہ جماعت ٹوٹنے کا احساس ہوا۔ ایک جگہ جماعت کرنے میں ایک عیدگاہ شہید ہوتی ہے واضح کردیں کہ جہاں پہلے سے پڑھتے تھے اُسے شہید کردیں یا جہاں اب قائم ہوا ہے اسے شہید کردیں یا پھر دونوں کو برقرار رکھا جائے جماعت دونوں جگہ یکساں ہوتی ہے مفصل و مدلل جواب عنایت فرما کر مشکور وممنون فرمائیں۔
المستفتی: باشندگانِ اسنا نوگاڈیہہ کچواسولی

۷۸۶/۹۲

الجواب

دیہاتوں میں نماز عیدین کا قیام یا عیدگاہ بنوانا درست نہیں کہ عیدین کی نماز ہی واجب نہیں تو عیدگاہ ہی عبث ہے حضرت سیدنا مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا ارشاد ہے: لا جمعة ولا تشریق ولا فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او مدینة عظیمة. ''جمعہ، تکبیر تشریق اور عیدین شہر ہی میں واجب ہیں۔'' ہاں جہاں قدیم زمانہ سے جمعہ یا عیدین ہو رہی ہے وہاں عامۃ الناس کو منع بھی نہ کیا جائے گا۔ لہٰذا جن دیہاتوں میں جدید عیدگاہ بنائی گئی ہے یا عیدین کی نماز قائم کرلی گئی ہے اس کو ختم کردیا جائے۔ یہی مطلوب شرع ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم!

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتـــــــــبہ
۹/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۵ھ

الجواب صحیح وصواب والمجیب نجیح ومثاب
عبدالحافظ رضوی القادری غفرلہ
۹/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۵ھ

استفتاء ۴۴۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

(۱) زید نے امسال ماہ شعبان کی ۲۹/ تاریخ کو چاند دیکھنے کی کوشش کی مگر چاند نظر نہیں آیا اور نہ کوئی شرعی ثبوت ہی سے گواہی گزری۔ لہٰذا شعبان کی ۳۰/ تاریخ پوری کر کے روزہ رکھا اور ایک ماہ تک کہیں سے چاند دیکھنے کا ثبوت نہیں ملا۔ پھر باری آئی عید کی، تو اسی طرح ۲۹/ رمضان کو چاند نظر نہیں آیا نہ کوئی شرعی ثبوت ملا۔ اب ایک ہی جگہ تین بستی مل کر عید مناتے ہیں۔ مگر ایک بستی میں تین علمائے دین ہیں۔ ان لوگوں سے چاند کے متعلق عید کے پڑھنے کے لئے مشورہ پیش کیے۔ ان علمائے کرام نے بتایا کہ چاند دیکھنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے تو تیس روزہ پورا کر کے نماز پڑھیں۔ اس پر زید کے بستی والے بولے کہ نہیں آج ہی نماز پڑھی جائے کیوں کہ آج پوری دنیا والے نماز پڑھ رہے ہیں۔ زید نے بہت سمجھایا بجھایا پر بستی والے نہیں مانے اور جس بستی میں علمائے کرام ہیں وہ نہیں پڑھے۔ بعض اشخاص پڑھ لئے۔ زید نے دوسرے دن ۳۰ پوری کر کے علمائے کرام کے بستی والوں نے نماز پڑھی۔ اس پر زید کے بستی والوں نے زید کو یہ الزام لگایا کہ آپ اپنی بستی کا جماعت کیوں چھوڑ دیئے۔ اس لئے آپ میں غلطی ہے۔ زید اس بستی کا صدر ہے۔ زید کو مجبور کیا جارہا ہے کہ آپ جماعت سے الگ رہیں اور صدارت سے بھی خارج کیے جائیں گے۔ زید نے مہلت لی کہ اگر مجھ میں شرعی غلطی ہوگی تو مان لیں گے۔ ہم علمائے دین سے فتویٰ لیں گے کہ واقعی زید نے قصور کیا ہے یا نہیں۔ لہٰذا شریعت کی رو سے جواب عنایت ہو۔

(۲) اسی بنا پر اس بستی کے ایک شخص نے کہا کہ یہ جو علمائے کرام ہیں اور نماز نہیں پڑھے ہیں، ہم ایسے دو علماء کو نوکر رکھیں گے۔ مگر کہنے والا علم کا کورا ہے۔ اس کے لئے کیا حکم ہے جب کہ ہمیشہ ایسی ہی گستاخی دین میں کرتا ہے۔ فقط

(۳) مسلمان او جھائی کرنے اور کرانے والا کیسا ہے اور اس کے بارے میں کیا حکم ہے۔

(۴) ایک مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو دنیاوی الجھن میں آکر یا گھریلو جھگڑا پر وہابی، دیوبندی کہے وہ کیسا ہے؟

(۵) کوئی مسلمان یہ کہے کہ آج کل آدمی خدا سے بھی زیادہ چالاک ہے۔ ایسے الفاظ کہنے سے وہ اسلام میں داخل ہے یا نہیں؟ پھر لوگوں کے اصرار پر توبہ اس طرح کیا کہ اگر لوگوں کے دیکھنے میں غلطی ہے تو توبہ کیا۔ کیا اسے پھر دوبارہ نکاح اپنے منکوحہ سے کرنا پڑے گا؟ جواب سے نوازیں۔

المستفتی: محمد منصف حسین قادری، نگراوتاری، پلاموں، بہار

۹۲/۸۶ھ

الجواب ـــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــ!

(۱) زید حق پر ہے۔ جن لوگوں نے بے ثبوت شرعی عید کی نماز پڑھ لیا، حرام کیا۔ ان سبھوں پر توبہ لازم ہے اور زید کو جماعت سے اور صدارت سے بایں وجہ علیحدہ کرنا ظلم ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۲) بربنائے مسئلہ دینیہ علماء کی توہین کفر ہے۔ اس شخص پر توبہ اور تجدید ایمان ہے۔ بیوی رکھتا ہو تو تجدید نکاح ضروری ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصّواب!

(۳) حرام مستحق عذاب نار ہے اور اگر اس کو حق جانتا ہو تو اس پر تجدید ایمان و نکاح ہے اور توبہ فرض ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۴) سخت وشدید گنہ گار، عذاب جہنم کا سزاوار ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصّواب

(۵) ہاں، دوبارہ توبہ واستغفار اور تجدید ایمان و نکاح کرنا ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۱/شعبان المعظم ۱۴۰۴ھ

استفتاء ۴۴۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل کے متعلق کہ

زید وعمرو وغیرہ کے شخصی تضاد کی بناء پر آج سے تقریباً پانچ سال قبل عیدگاہ قدیم میں نماز نہیں پڑھی گئی عید الضحیٰ کی اور دوسری جگہ عیدگاہ بنوانے کا منصوبہ بنایا گیا۔ مگر ادارۂ شرعیہ سے فتویٰ آنے کے بعد عیدگاہ بنوانے سے رک گئے اور قدیم عیدگاہ میں نماز پڑھنے نہ گئے۔ اور گاؤں کی مسجد میں عیدین کی نماز پڑھنے لگے۔ اور جب ادارۂ شرعیہ کا فتویٰ آ گیا کہ عیدگاہ کے ہوتے ہوئے دوسری جگہ نماز نہ پڑھی جائے۔ اور عیدگاہ میں نماز پڑھنے سے روکنا منع ہے۔ تو بستی کا تنازع ختم ہوگیا۔ اور سب کے سب عیدین کی نماز عیدگاہ میں پڑھے۔ عمرو کی بستی میں ایک معلم صاحب تھے جو نماز عیدین پڑھا دیتے تھے ان کا تبادلہ ہوگیا تو عید کی نماز سے قبل زید عمرو کے پاس گیا کہ امسال نماز عید میرے گاؤں کے فلاں آدمی پڑھائیں گے۔ اس پر عمرو کے گاؤں کے لوگوں نے کہا کہ حسب دستور سابق یہاں امام نماز پڑھائیں گے۔ اور عیدگاہ کے متولی عمرو کے گاؤں ہی کے ہیں اور مسجد کا سارا انتظام اپنے مال سے کرتے اور مسجد کی نگرانی وہی کرتے ہیں اور چندہ وغیرہ مسجد کے لئے نہ کر کے اپنا پیسہ مسجد میں برابر خرچ کرتے ہیں اُن کے خاص رشتہ دار اشرفیہ مبارک پور سے فارغ ہیں امسال اُن کے زیر اقتداء مسجد میں نماز عید پڑھی گئی۔ پوری بستی کے لوگ

بریلوی عقائد کے ہیں مگر برادری کی چٹائی چند گروپ میں منقسم ہے۔ اگر ایک گروپ اجمیر گیا اور شیرینی تبرکات وغیرہ دے تو وہ واپس کردے۔ اور فاتحہ وغیرہ کی چیزیں آ ... گروپ دوسرے گروپ کے یہاں کا نہیں لیتے ہیں ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟

۹۲/۸۶

الجواب

(۱) متولی اگر دیندار اور صائب الرائے ہو اور دیانتدار ہو تو امام کے عزل ونصب کا اختیار اسی کو ہے جس کو اس نے مقرر کیا ہے تمام باشندوں کو اسی پر اتفاق کرتے ہوئے اسی امام کی اقتدا کرنی چاہیے۔ اور تفریق اور انتشار سے بچنا لازم ہے۔ زید نے اگر بے وجہ شرعی دوسری جماعت قائم کی ہو تو وہ شرعاً قابل مواخذہ ہے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے جماعت سے علیحدگی اختیار کی وہ جہنم رسید ہوگیا۔ من شذ شذ فی النار ''جو جماعت سے الگ ہوا وہ جہنم رسید ہوا۔'' وھو تعالیٰ اعلم

(۲) مقامات مقدسہ کی تحقیر وتوہین باعث نکبت وہلاکت ہے۔ زید کو توبہ کرنا چاہیے۔

(۳) مسلمانوں کے درمیان اختلاف وانتشار اور تفریق وتشقیق کی ذہنیت شرعاً سخت وشدید معیوب بلکہ حرام ہے: قال اللہ تعالیٰ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور اللہ کی رسی مضبوط تھام لو سب مل کر اور آپس میں پھٹ نہ جانا۔'' (ترجمہ کنز الایمان) زید کو ایسے رویہ سے باز آنا لازم ہے۔

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۲۹/ ماہ محرم الحرام ۱۴۰۵ھ

الجواب صحیح وصواب والمجیب نجیح ومثاب
عبدالحافظ رضوی القادری غفرلہ
۲۹/ محرم الحرام ۱۴۰۵ھ

استفتاء ۴۴۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) امام صاحب نے ۲۹/ دسمبر رمضان المبارک کو مسجد میں اعلان کیا کہ اگر آج آسمان پر ابر ہوگا اور چاند کا شرعی ثبوت نہیں ملے گا تو ۳۰/ روزہ پورا کر کے نماز عید پڑھی جائے گی کیونکہ شریعت میں ریڈیو وغیرہ کی خبر کو ناجائز بتایا گیا ہے۔ یہ سن کر بکر ایک دم بھڑک اٹھا اور امام صاحب کو کہا کہ تمہارا یہ مسئلہ درست نہیں تم جاہل ہو تم اگر اپنے مسلک کے پکے ہو تو کل نماز نہ پڑھنا۔ حالانکہ امام صاحب نے حدیث رسول بیان کیا۔ بکر نے کہا کہ اُس وقت ریڈیو کہاں تھا کہ ریڈیو سے خبر سنا جاتا۔ کتابوں کے حوالہ سے اس کا مدلل

جواب تحریر فرمائیں کہ کیا درست ہے۔

(۲) جامع مسجد کے امام کے ساتھ بکر نے بُرا سلوک کیا اور اب ان کے ہٹانے کی ضد میں ہے ایسے لوگوں کے بارے میں کیا خیال ہے جب کہ بکر نے کہا میں یہ مسئلہ نہیں مانتا تب امام صاحب نے کہا کہ جو حدیث رسول علیہ السلام کو نہ مانے وہ منافق ہے اب کیا تھا کہ بکر شور وغل مچانے لگا کہ مجھ کو منافق کہہ دیا یہ جاہل امام ہے۔ حوالہ کے ساتھ جواب دیں۔

(۳) امام صاحب نے جمعہ میں اعلان کیا کہ صدقۂ فطر دو کیلو پینتالیس گرام وزن گیہوں دینا چاہیے اس پر لوگوں نے شور مچانا شروع کر دیا کہ آج یہ پہلی بار نئی بات سن رہے ہیں۔ حالانکہ مولوی اشرف علی تھانوی نے بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ دو سیر یا اس سے زیادہ۔ تو برائے کرم حوالہ کے ساتھ لکھیں صحیح کیا ہے؟

(۴) ہماری مسجد میں جمعہ کے روز بعد نماز جمعہ جلدی جلدی دو آدمی کھڑے ہوتے ہیں ایک کہتے ہیں بعد نماز آپ لوگ ٹھہر جائیں دین کی باتیں ہوں گی اور مشورہ ہوگا اور دوسرا آدمی کہتا ہے کہ نماز کے بعد آپ حضرات سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں صلوٰۃ وسلام پڑھ کر جائیے گا۔ آٹھ دس آدمی بیٹھ کر تبلیغی نصاب پڑھتے اور سنتے ہیں اور بیسوں آدمی کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں۔ برائے کرم ان لوگوں کے بارے میں کیا خیال ہے کہ بعض تبلیغی نصاب پڑھتے ہیں اور بعض صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں۔

خاکپائے حضور مفتی اعظم ہند

جناب محمد باقر علی صاحب، جناب ابوالحسن صاحب، سید بدر عالم وجہتی رضوی، محمد خان صاحب
دیگر مسلمانان مقام وپوسٹ کٹہرہ ضلع گریڈیہہ، بہار

۹۲/۸۶ے

الجواب

(۱) امام صاحب نے صحیح فرمایا۔ وھو اعلم (تفصیل کے لئے فتاویٰ رضویہ جلد چہارم کا مطالعہ کیجئے)

(۲) بے وجہ شرعی امام کو معزول کرنے کے لئے ضد کرنا۔ اسے بُرا کہنا، مسئلہ شرعیہ ماننے سے انکار کرنا اور امام کو جاہل وغیرہ کہنا سخت کبیرہ۔ فسق وفجور ہے۔ جس سے توبہ کرنا بکر پر لازم ہے امام سے معافی طلب کرنا بھی ضروری ہے۔ وھو اعلم

(۳) امام صاحب نے صحیح وزن بتایا ہے (تفصیل کے لئے فتاویٰ رضویہ جلد چہارم کا مطالعہ کیجئے) وھو تعالیٰ اعلم

(۴) تبلیغی نصاب پڑھنے والوں سے بعد نماز اس کے پڑھنے اور اعلان کرنے کا ثبوت طلب کیجئے۔ درود وسلام پڑھنے کا حکم تو حکم ربانی ہے: صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا. (الاحزاب:۵۶) ''ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔'' (ترجمہ کنز الایمان) اور حکم الٰہی کی بجا آوری کے لئے اعلان وترغیب نہ صرف مشروع وجائز بلکہ بسا اوقات واجب ہے۔ کما للصلوٰۃ

والجهاد. ''جیسا کہ نماز وجہاد کے لئے اعلان واجب ہے۔'' وھو تعالیٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۱۰/ ربیع النور ۱۴۰۵ھ

استفتاء ۴۴۶

مسئلہ: کیا حکم شرع ہے کہ
ہم لوگوں کے یہاں گیارہویں شریف کے متعلق اختلاف ہوگیا ہے۔ دونوں دن تہوار یعنی اتوار و سوموار کو منایا گیا۔ اتوار کے روز جن لوگوں نے منایا ان لوگوں کا کہنا ہے پٹنہ ریڈیو اسٹیشن سے اعلان ہوا کہ بروز اتوار ۱۵/ جنوری کو تہوار منایا جائے۔ اس لئے آپ جواب دیں کہ کس روز کے بارے میں اعلان ہوا ہے۔ کچھ لوگوں نے سوموار کو تہوار منایا۔ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ ہم لوگوں نے چاند ۲۹/ کو دیکھا لیکن چاند نظر نہیں آیا۔

المستفتی: احمد علی، مقام دھنا واں، پوسٹ اوتھواں، رفیع رنگ، ضلع اورنگ آباد

۹۲/۸۶ے

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــ!
شرعی اصول وضوابط کے ساتھ جو اعلان ہو وہ قابل تسلیم ہے۔ ریڈیو کا اعلان اصول شرع کے مطابق نہیں اس لئے نا قابل اعتبار ہے۔ جن لوگوں نے چاند دیکھ کر تہوار منایا وہ صحیح ہے۔ ریڈیو کا حکم قابل عمل نہیں۔ وھو اعلم۔ (پوسٹ کارڈ)

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۸/ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۴ھ

استفتاء ۴۴۷

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین درج ذیل مسائل میں کہ
عید الضحیٰ کی شب میں بارش ہونے لگی تو امام جمعہ و عیدین کی جانب سے اعلان ہوا کہ کل موسم ٹھیک رہا تو نماز عید الضحیٰ عیدگاہ میں ادا کی جائے گی ورنہ جامع مسجد میں صبح بارش بند ہوگئی لیکن بادل چھایا رہا۔ نماز

سے بہت پہلے تھوڑی سی بوندیں پڑیں۔ نیز رات میں بارش ہونے کی وجہ سے راستے وغیرہ میں کیچڑ روکتی تھی۔ معمولی ہوا بھی چلی لیکن ایسی نہیں کہ تکلیف ہو۔ آندھی کی طرح زوردار نہیں تھی اور بوندیں بھی ایسی نہیں کہ بغیر چھتری کے نہ جاسکیں مسجد تک۔ اور کیچڑ اس قدر کہ جوتا پہن کر نہ جاسکیں۔ بستی سے لیکر تین چار کیلومیٹر دوری تک کے لوگ آئے۔ کوئی چھتری لے کر اور کوئی بغیر چھتری کے۔ مسجد شتوی سے لے کر مسجد صیفی تک دونوں حصوں میں جائے نمازیں بچھیں اور سبھی لوگوں نے مقررہ امام کی اقتدا میں نماز عیدالضحیٰ ادا کی۔ ایک محلہ کے کچھ لوگوں نے جن کا گھر مسجد کے سامنے اور دائیں بائیں ہے، اپنے محلہ کی مسجد میں نماز عیدالضحیٰ پڑھنے کی تیاری کی چنانچہ نماز پڑھا نے کے لئے ایک شخص کو زید کے گھر بھیجا گیا۔ اس لئے کہ زید کی اقتداء میں لوگ نماز پڑھتے ہیں۔ لیکن زید جامع مسجد میں جا چکا تھا۔ محلہ کے ایک مولوی صاحب جو اشرفیہ مبارکپور رہتے تھے عرصہ سے علیل رہتے ہیں۔ کافی کمزور ہونے کی وجہ سے کسی بات پر کامل غور وفکر کرنا ان کے لئے مشکل ہوگیا ہے۔ مولوی صاحب موصوف بھی زید ہی کو امامت کیلئے آگے بڑھانے میں بات یہ طے ہوئی کہ مولوی صاحب نماز پڑھا دیں گے اور بکر خطبہ پڑھے گا۔ چنانچہ مولوی صاحب موصوف نے نماز پڑھائی اور بکر نے خطبہ پڑھا۔ مندرجہ ذیل امور کی شریعت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں ــــ

(۱) معمولی بارش اور معمولی بارش کی وجہ سے راستہ وغیرہ میں کیچڑ اور معمولی ہوا جامع مسجد تک جانے کے لئے عذر شرعی ہے یا نہیں؟ نیز نماز کے مقررہ وقت سے پہلے معمولی بوندیں پڑنی اور نماز کے مقررہ وقت پر بارش کا بند ہوجانا جامع مسجد جانے کے لئے عذر شرعی ہے یا نہیں؟

(۲) موسم خراب ہو اور بادل چھایا ہوا ہو۔ صحیح اندیشہ ہو کہ بارش ہوگی اور بارش نہ ہو۔ یہ صورت عیدگاہ تک جانے کے لئے عذر شرعی ہے یا نہیں؟

(۳) عیدالضحیٰ کے بعد زید اور بکر میں گفتگو ہوئی۔ زید نے کہا آپ لوگوں کی نماز نہیں ہوئی۔ بکر نے کہا کہ شہر میں متعدد جگہ نماز ہوتی ہے تو ہم لوگوں کی نماز کیوں نہیں ہوگی۔ زید نے کہا کہ شہروں میں ہر محلہ کی مسجد میں جمعہ وعیدین کے لئے امام مقرر ہوتا ہے اور جس مسجد میں آپ لوگوں نے نماز عیدالضحیٰ پڑھی اس مسجد میں کوئی امام مقرر نہیں۔ جو جب آتا ہے اذان کہہ کر نماز پنجگانہ پڑھ لیتا ہے۔ اب دریافت طلب یہ ہے کہ بکر وغیرہ کی نماز عیدالضحیٰ ہوئی یا نہیں؟

(۴) بکر کا کہنا ہے کہ موسلا دھار بارش ہونا بھی عذر شرعی نہیں بلکہ موسم خراب ہو، بادل چھایا ہوا ہو، یہ بھی عذر

شرعی ہے۔ کیا واقعی عندالشرع موسم کی خرابی اور بادل کا چھانا عذر شرعی ہے، یا نہیں؟
نوٹ: سوال کا جواب الگ نمبروار مفصل و مدلل تحریر فرمائیں تاکہ صحیح مسئلہ کی جانکاری ہم لوگوں کو ہو سکے۔
المستفتی: محمد اسلام انصاری، ڈچ ہاؤس، قصبہ رتسڑ، بلیا (یو۔پی)
۳۰/دسمبر ۱۹۸۳ء

۹۲/۷۸۶

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــ!

(۱) بارش وکیچڑ کا ہونا عذر شرعی میں داخل ہے۔ فی العالمگیریہ **والصحیح انھا تسقط بالمطر والطین الخ.** (اور "فتاویٰ عالمگیری" میں ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ بارش اور کیچڑ سے جماعت ساقط ہو جاتی ہے) البتہ معمولی بوندوں کا پڑنا یا ہوا کا تیزی کے ساتھ چلنا عذر شرعی نہیں ہے۔ وفیہا ایضاً جلد۱، صفحہ۸۲ **واما بالنھار لیست الریح عذراً الخ.** "اور اسی میں یہ بھی ہے کہ دن میں ہوا کا چلنا عذر نہیں ہے۔" **وھو تعالیٰ اعلم.**

(۲) یہ عذر شرعی نہیں۔ ہاں اگر قبل بارش ہو چکی ہو اور عیدگاہ کی زمین ایسی نم ہو گئی ہو کہ اس پر بے تکلف سجدہ نہ ہو سکے یا نمازیوں کے کپڑے محفوظ عن التلویث نہ رہ سکیں تو بے کراہت مسجد جامع میں نماز عیدین درست ہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

(۳) نماز جمعہ یا عیدین ایسی نہیں کہ جو صالح امامت چاہے پڑھا دے۔ اس کے لئے سلطان یا اس کے ماذون یا ماذون کا ماذون (الی الانتہا) ہونا شرط ہے۔ **حتی لایجوز اقامتھا بغیر امر السلطان اوامر نائبہ کذا فی محیط السرخسی اھ.** (یہاں تک کہ جمعہ عیدین سلطان یا اس کے ماذون کی اجازت کے بغیر قائم کرنا جائز نہیں ہے جیسا کہ "محیط سرخسی" میں ہے۔) جہاں سلطان یا اس کا ماموروغیرہ نہ ہو وہاں کے عام مسلمانوں کو بھی اس کا اختیار ہے کہ وہ جس صحیح العقیدہ صالح امامت شخص کو چاہیں جمعہ وعیدین کے لئے منتخب کر لیں۔ **واجتمع الناس علیٰ رجل فصلّی بھم جاز کذافی السراجیہ اھ.** "اور لوگوں نے کسی شخص پر اتفاق کیا تو اس نے نماز پڑھائی یہ جائز ہے جیسا کہ سراجیہ میں ہے۔" اور جہاں کوئی امام منتخب ہی نہ ہو وہاں عام شخص صالح امامت کو اقامت جمعہ وعیدین کی اجازت نہیں ہے۔ لہٰذا زید صحیح کہتا ہے۔ **وھو تعالیٰ اعلم.**

(۴) اس کا جواب جواب ۱ میں گزر چکا۔ **وھو تعالیٰ اعلم**

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۳/ربیع الثانی ۱۴۰۴ھ

الجواب صحیح
عبدالحافظ رضوی القادری، خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار پٹنہ
۱۰/ربیع الثانی ۱۴۰۴ھ

استفتاء ۴۴۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
عیدین کی چھ تکبیریں واجب ہیں۔ مثلاً اس میں ایک تکبیر چھوٹ گئی تو نماز عید ہوگئی یا نہیں؟
المستفتی: شیخ نعیم الدین، ٹرسٹ کمیٹی درگاہ شاہ، مقام وپوسٹ موہنیا، ضلع رہتاس

۷۸۶/۹۲

الجواب بعون الملک الوہاب!

اگر بڑی جماعت تھی تو نماز ہوگئی۔ کما فی فتاویٰ عالمگیریہ جلد ا، صفحہ ۱۲۶ **ان مشائخنا قالوا لایسجد للسهو فی العیدین والجمعة لئلا یقع الناس فی فتنة کذا فی المحضرات ناقلاً عن المحیط اھ۔** ''ہمارے مشائخ عظام نے فرمایا جمعہ اور عیدین میں سجدہ سہو نہیں کیا جائے گا تاکہ لوگ فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ جیسا کہ ''محضرات'' میں محیط کے حوالے سے ہے۔'' **واللہ تعالیٰ اعلم**

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۰/ ماہِ سرور ربیع النور ۱۴۰۴ھ

استفتاء ۴۴۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
بقرعید کے دن موسم خراب تھا، تیز ہوا چل رہی تھی اور بارش بھی خوب ہو رہی تھی۔ موسم کی خرابی کی وجہ سے ۲۰ یا ۲۵ آدمیوں نے اپنے محلّہ کی مسجد میں بقرعید کی نماز پڑھ لی اور گاؤں کے باقی لوگوں نے جامع مسجد میں نماز بقرعید ادا کی... اس پر زید کہتا ہے کہ جن لوگوں نے الگ بقرعید کی نماز ادا کی، ان کی نماز نہیں ہوئی۔ زید اپنے دعویٰ کی دلیل میں فتاویٰ رضویہ حصہ سوئم ص ۷۹۹ کے جواب کی آخری عبارت پیش کرتا ہے ''دوسرا شخص اگرچہ کیسا ہی عالم وصالح ہو ان نمازوں کی امامت نہیں کرسکتا ہے۔ اگر کرے گا نماز نہ ہوگی''۔ اور بکر کہتا ہے کہ موسم کی خرابی کی وجہ سے بدرجہ مجبوری محلّہ کی مسجد میں جن ۲۰ یا ۲۵ آدمیوں نے نماز پڑھی ان کی نماز ضرور ہوگئی اور بکر اپنی دلیل فتاویٰ رضویہ حصہ سوئم ص ۸۱۰ کی عبارت پیش کرتا ہے کہ ''نماز عید ایک شہر میں متعدد جگہ اگرچہ بالاتفاق جائز ہے''۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ جن لوگوں نے

محلہ کی مسجد میں نماز پڑھی کیا واقعی فتاویٰ رضویہ عبارت ص۷۹۹ کی رو سے ان کی نماز نہیں ہوئی۔ اگر نہیں ہوئی تو فتاویٰ رضویہ کی عبارت ص۸۱۰ کا کیا مطلب ہے؟ براہ کرم ان دونوں عبارتوں کا مطلب بھی سلیس زبان میں تحریر فرمائیں۔

المستفتی: محمد سلیمان قادری، نیشنل میڈیکل ہال، رتسوا، بلیا (یو۔ پی)

نوٹ: زید نے فتاویٰ رضویہ کا جو مطلب سمجھا ہے کیا وہ صحیح ہے؟

۹۲/۷۸۶

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــ!

اگر واقعی موسم کی خرابی اور بارش شدید کی وجہ سے بقرعید کی دوسری جماعت محلہ کی مسجد میں کرنی پڑی تو عذر شرعی ہونے کے سبب سے نماز جائز و درست ہوگئی۔ **بعذر المطر لانہ معتبر عند الشرع.** "اس لئے کہ عذر بارش عند الشرع معتبر ہے۔" ایک شہر میں عیدین یا جمعہ کی متعدد جماعتیں بالاتفاق جائز ہیں کمافی **در المختار وغیرہ تؤدیٰ بمصر واحد بمواضع کثیرۃ اتفاقاً.** "جیسا کہ ردالمحتار وغیرہ میں ہے کہ ایک ہی شہر میں متعدد جگہیں (نماز جمعہ و عیدین) ادا کرنا بالاتفاق جائز ہے۔" بشرطیکہ عام مسلمانوں کی رائے سے جمعہ یا عیدین یا دونوں کے لئے قبل ہی سے امام متعین ہو، ایسا نہیں ہوسکتا کہ وقت پر کسی صالح امامت شخص کو امامت کے لئے بڑھا دیا جائے اور وہ نماز عید یا جمعہ پڑھا دے۔ ردالمحتار میں ہے: **حاصلہ انہ لاتصح اقامتھا الالمن اذن لہ السلطان بواسطۃ اوبدونھا امابدون ذلک فلا الخ.** "اور حاصل کلام یہ ہے کہ جمعہ کا قیام سلطان کی اجازت کے بغیر صحیح نہیں خواہ بالواسطہ ہو یا بلاواسطہ۔" ہاں اگر ماذون و مقرر امام خود کسی کو امامت کی اجازت دے دے یا ضرورت شرعیہ کی وجہ سے عام مسلمان کسی صالح امامت کو جمعہ و اعیاد کے لئے بروقت مقرر کرلیں تو اس کی امامت بھی درست ہوگی۔ **فان الاذن یعم الاذن دلالۃ.** "بیشک ضرورۃً عام مسلمانوں کی اجازت اذن سلطان پر دلالت کرتی ہے۔" لیکن ضرورتاً کسی امر کا تجویز کیا جانا حد ضرورت سے تجاوز نہیں کرسکتا۔ مثلاً کسی عذر شرعی کی وجہ سے کسی کو امام مقرر کرلیا گیا تو عذر شرعی کے ختم ہوتے ہی اس کی تقرری بھی ختم ہوجائے گی۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ مستقل مقرر امام کا تقابل کرے۔ **ماکان بضرورۃ فقدر بقدرھا.** "جس کی ضرورت جب تک ہو تب ہی تک رکھا جائے گا بعد تکمیل ضرورت نہیں۔" ہندوستان میں آج کل تیسری ہی قسم کا امام عموماً میسر ہے۔ سلطان اسلام تو ہے ہی نہیں جو اقامت جمعہ و اعیاد کے لئے اولیت رکھتا ہے۔ نہ اس کا ماذون نہ ماذون الماذون اور نہ پھر اس ماذون الماذون کا ماذون (الی الاسفل) **وان کان فھو نادر ولایحکم علی النادر.** "اور اگر وہ نادر الوقوع ہو تو نادر پر حکم نہیں لگایا جائے گا۔" جو سلطان اسلام کا اقامت جمعہ و اعیاد میں نائب ہوتا ہے۔ تو اب اس کی تیسری اور آخری قسم ہی باقی رہ گئی کہ مجمع مسلمین کے اتفاق سے عیدین و جمعہ کے لئے ضرورتاً امام مقرر کیا جائے جس کی اجازت صریحہ بھی اقوال علماء میں موجود ہے۔ کمافی الدرالمختار والمعتمد ات الاسفار **نصب العامۃ الخطیب غیر معتبر مع وجود من ذکر امامع علمھم فیجوز للضرورۃ الخ.** "امام متعین کی موجودگی میں عوام کا دوسرے کو امام بنانا معتبر نہیں اس کی عدم موجودگی میں ضرورۃً جائز ہے۔" پس زید کی پیش کردہ عبارت کا یہی مطلب ہے کہ سلطان اسلام یا اس کا ماذون

یاعام مسلمانوں کا منتخب امام کی موجودگی میں اس کی اجازت واذن کے بغیر دوسرا عالم وفاضل صالح امامت محض امامت نہیں کر سکتا ہے...الخ۔ بخلاف نماز پنجگانہ کے کہ امامت کے لئے امام معین کے باوجود کسی دوسرے فاضل صالح امامت کو بڑھا دینا صرف خلاف اولیٰ ہے۔ مگر اس کی اقتداء ونماز کے جواز میں کوئی شک نہیں۔ کمافی العالمگیری جلد ا، صفحہ ۸۲ عن القنیہ۔ بکر کی پیش کردہ عبارت بھی صاف وواضح ہے اور اسی پر عام بلاد مسلمین میں اہل اسلام کا عمل ہے کہ ہر شہر میں اعیاد وجمعہ کی متعدد جماعتیں ہوتی ہیں جو عند الشرع جائز ہے۔ فتاویٰ ہندیہ جلد ا، صفحہ ۱۴۳ میں ہے: ونودی الجمعة فی مصر واحد فی مواضع کثیرة وھو قول ابی حنیفة ومحمد رحمھما اللہ تعالیٰ وھو الاصح اہ العیدین کالجمعة فی اقامتھا وامامتھا۔ "ایک ہی شہر میں متعدد جگہیں نماز جمعہ ادا کرنا جائز ہے امام اعظم اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور یہی صحیح ہے اور عیدین اقامت وامامت میں مثل جمعہ ہے۔" مگر اس کے لئے شرط وہی ہے کہ جمعہ وعیدین کی نمازوں کے واسطے امام مسلمانوں کا معین ومقرر ہو۔ وھو تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ وبارک وسلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۳/صفر المظفر ۱۴۰۴ھ، ۹/نومبر ۱۹۸۳ء

استفتاء ۴۵۰

مسئلہ: بخدمت شریف محترم المقام مولانا مفتی صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اہلسنت وجماعت اس مسئلہ میں کہ

(۱) عیدگاہ میں بعد نماز عید الاضحیٰ کے تکبیر وتشریق امام ومقتدی کا آواز سے بولنا جائز ہے یا نہیں؟ ایک امام جو اپنے آپ کو عالم، فاضل، مولانا، مولوی بتاتے ہیں وہ تکبیر تشریق بولنے والوں کو منع کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ایام تشریق میں صرف فرض نمازوں کے بعد تکبیر تشریق بولنا ہے۔ واجب نماز کے بعد نہیں بولنا ہے۔ مولوی مذکور کا قول صحیح ہے یا نہیں؟

(۲) بعد دفن میت قبر پر اذان بولنا جائز اور باعث ثواب ہے یا نہیں چند حضرات ناجائز اور بدعت کہتے ہیں۔ صحیح قول کیا ہے جس پر اہلسنت کو عمل کرنا جائز ہے؟

(۳) نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے جمعہ یا فجر کی نمازوں میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر جو لوگ نماز پڑھتے ہیں ان کی نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ لاؤڈ اسپیکر

کی آواز امام کی ہی آواز ہے۔لہٰذا نماز صحیح ہو جائے گی۔لہٰذا لاؤڈ اسپیکر پر امام ومقتدی کی نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ اگر صحیح نہیں ہوئی تو دوبارہ لوٹانا واجب ہے یا نہیں؟

استدعاء ہے کہ براہ کرم صحیح جوابات سے ہماری رہنمائی فرمائیں۔

المستفتی: محمد رضوان اللہ شریف، موذن مسجد اعظم، ہوراپیٹ، ڈاکخانہ چترادرگ، ضلع چترادرگ، کرناٹک

۹۲/۸۶ھ

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــ !

محترمی! وعلیکم السلام ورحمتہ وبرکاتہ!

تکبیر تشریق ایام تشریق میں ہر فرض نماز (جو جماعت مستحبہ کے ساتھ مقیمین نے ادا کی ہو) کے بعد فوراً کہنا واجب ہے۔نماز عید الاضحیٰ فرض نہیں ہے۔لہٰذا اس کے بعد تکبیر تشریق کہنا وجوباً ضروری نہیں۔ہدایہ میں ہے: **عقیب الصلوات المفروضات المقیمین فی الامصار فی الجماعات المستحبة عند ابی حنیفة رحمه اللّٰه تعالیٰ علیه الخ.** ''امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک جو شہر میں مقیم ہے اس کے لئے ہر نماز مفروضہ جماعت مستحبہ کے بعد تکبیر تشریق ہے۔'' اور فتاویٰ عالمگیریہ جلد ا، صفحہ ۱۵۰ میں ہے: **و لا یکبر عقیب الوتر و عقیب صلوۃ العید اھ.** ''وتر کے بعد اور عیدین کے بعد تکبیر تشریق نہیں ہے۔''

لیکن عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد تکبیر تشریق بولنے پر توارث مسلمین جاری ہے جس کی اتباع مسلمانوں پر واجب ہے۔ملتقی الابحر جلد ا، صفحہ ۱۷۶ مصری میں ہے: **و لا بأس به عقیب صلوۃ العید لان المسلمین توارثوہ فوجب اتباعهم و علیه البلخیون کذافی المجتبیٰ اھ.** ''نماز عید کے بعد تکبیر تشریق میں کوئی حرج نہیں ہے اس لئے کہ مسلمانوں نے اس میں ہمیشگی کی ہے تو ان لوگوں کی اتباع واجب ہے۔اور علماء بلخ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔'' اور اسی کی شرح مجمع الانہر باب العیدین میں ہے: **فلا یکبر بعد الواجبة والمسنونة والمندوبة وقال بعضهم یکبر بعدها والبلخیون یکبرون بعد العید لانه کالجمعة الخ.** ''تو واجب، مسنون، مستحب کے بعد تکبیر تشریق نہ کہے اور بعضوں نے کہا ان کے بعد تکبیر تشریق کہے۔اور امام بلخی فرماتے ہیں عید کے بعد کہے اسلئے کہ وہ جمعہ کی طرح ہے۔'' پھر البحر الرائق شرح کنز الدقائق مصری جلد ۲، صفحہ ۱۷۹ میں ہے: **وفی مبسوط ابی اللیث ولو کبر علی اثر صلوۃ العید لا بأس به۔لان المسلمین توارثوا ھٰکذا فوجب ان یتبع توارث المسلمین اھ.** ''اور مبسوط ابی لیث میں ہے اور اگر تکبیر تشریق عید کی فضیلت کے لئے ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اس لئے کہ مسلمانوں کی ہمیشگی اس طرح پر ہے۔تو ضروری ہے کہ ان لوگوں کی اتباع کریں۔'' صورت مسئولہ میں عالم مذکور کو چاہئے کہ عید کی نماز کے بعد تکبیر تشریق بولنے والوں کو اس سے منع نہیں کریں کہ اس کے جواز میں کوئی شک نہیں بلکہ توارثِ مسلمین کی اتباع واجب ہے۔جیسا کہ عباراتِ مذکورہ سے ثابت ہوا۔ وھو اعلم

(۲) بعد دفن میت قبر پر اذان کہنا بہتر، باعث اجر وثواب ہے۔دلائل کی ضرورت ہو تو امام اہل سنت مجدد دین وملت کا رسالہ مبارکہ ایذان الاجر مطالعہ کریں۔وھو اعلم

(۳) لاؤڈ اسپیکر کا استعمال نمازوں میں محض عبث و نادرست ہے۔ جو مقتدی اس کی صدا پر رکوع و سجود کرتے ہیں ان کی نمازیں نہیں ہوتی ہیں۔ لاؤڈ اسپیکر کی آواز بعینہ امام کی آواز نہیں بلکہ امام کی آواز کی بازگشت ہے جس کو صدا کہتے ہیں۔ حالت نماز میں لاؤڈ اسپیکر لگے رہنے کی صورت میں امام اور جو مقتدی امام کی آواز پر انتقال ارکان کریں گے ان سب کی نمازیں ہوجائیں گی۔ مگر جو مقتدی لاؤڈ اسپیکر کی صدا پر انتقال ارکان کریں گے ان کی نمازیں باطل ہوں گی لانھا محاکاۃ ولیس بقرأۃ. ''اس لئے کہ وہ صدا ہے، قرأت نہیں۔'' جس کا لوٹانا فرض نمازوں میں فرض اور واجب نمازوں میں واجب ہوگا۔ گویا کہ اس نے پڑھی ہی نہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتــیہ

۲۶/محرم الحرام ۱۴۰۴ھ

استـــفتـــاء ۴۵۱

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

امام صاحب نے عیدالفطر کی نماز میں بعد نماز دعا نہیں کی۔ جب کہ پچاسوں سال سے یہاں عید کی جماعت ہوتی ہے اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ عیدین کی نماز میں بعد نماز دعاء نہ ہوئی ہو۔ دعاء کے بعد خطبہ ہوتا ہے۔ لیکن یہ مولوی صاحب نئے رکھے گئے ہیں۔ کچھ عقائد میں بھی فرق معلوم ہوتا ہے۔ جب لوگوں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ تو بولے ہم کتاب دکھائیں گے۔ اس پر بستی والے چپ ہوگئے۔ مگر بقرعید کے قبل تک نہ کتاب دکھلا سکے نہ بستی والوں کو مطمئن کر سکے۔ بقرعید کی نماز میں بعد نماز دعاء کے لئے ہاتھ اٹھایا پھر جماعت نے بھی دعاء کی۔ بعد دعاء کے خطبہ پڑھا۔ پھر خطبہ کے بعد بھی مصافحہ و معانقہ سے قبل سب لوگوں کو روک دیا اور دعاء کیا۔ سبھوں نے کہا کہ یہ تو زیادہ اختلاف کا سبب ہوا کہ آپ نے عید کی نماز میں دعاء ہی نہیں کیا اور کہا تھا کہ دعاء نہیں کرنی چاہئے، ہم کتاب دکھائیں گے۔ آج پھر نئی لڑائی آپ نے شروع کردی۔ جماعت میں اختلاف پڑ گیا۔ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ ایک بات پر قائم رہئے۔ تو مولوی صاحب نے کہا کہ دونوں درست ہے۔ بعد نماز عیدین بھی دعاء کرنی چاہئے اور بعد خطبات بھی تب جماعت میں زیادہ انتشار رہا۔ فتویٰ کے آنے تک سب رک گئے ہیں۔ اب حضور سے عرض ہے کہ عیدین کی نماز میں دعاء کب کرنی چاہئے؟ بعد نماز یا بعد خطبہ؟ یا نماز و خطبہ

دونوں کے بعد؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرما کر اہل بستی اور انجمن کو مطمئن کریں۔

المستفتی : خادم بدرالدین صابری، مقام سرماں، ڈاکخانہ بڑکا گاؤں، ضلع ہزاری باغ

۸۶/۹۲ھ

الجواب ــــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــــ !

بعد نماز عید دعاء کرنا رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت ہے: قال کانت الصلوۃ فی العیدین قبل الخطبة ثم یقف الامام علیٰ راحلة بعد الصلوۃ فیدعو ویصلی بغیر اذان واقامة. کتاب الآثار الامام محمد.

''ابراہیم نے بیان کیا کہ عیدین کی نماز خطبہ سے پہلے ادا ہوتی پھر نماز کے بعد امام سواری پر کھڑے ہو کر دعا کرتا تھا، نماز، اذان واقامت کے بغیر ہوتی تھی۔'' بلکہ دعاء عید کی اہمیت کے پیش نظر ایسی عورتوں کو بھی عیدگاہ میں آنے کی اجازت ہوتی تھی جس پر نماز واجب نہیں تھی۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں ہے: فیشھدن جماعة المسلمین ودعوتھم. ''عورتیں مسلمانوں کی جماعت اور ان کی دعا میں حاضر ہوں۔'' اکابر اہلسنت میں سے بعضوں کا عمل نماز کے بعد ہی دعاء کرنے کا رہا ہے اور بعضوں کا بعد خطبہ اور بعضوں نے دونوں کو جمع کیا ہے۔ جہاں تک جواز کا سوال ہے تو عندالشرع دونوں جائز ہیں۔ کسی کی ممانعت وارد نہیں، اس بات کیلئے آپس میں اختلاف وانتشار ہرگز روا نہیں ہے۔ اگر وہاں پچاسوں سال سے بعد نماز عیدین دعاء کرنے کا طریقہ رائج ہے جس کی تائید سنت کریمہ سے بھی ہو رہی ہے تو اس سے عدول محض فضول ہے۔ خصوصاً صورت مسئولہ میں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نوٹ: امام کو خوب اچھی طرح جانچ پرکھ لیا جائے۔ خدانخواستہ کہیں وہ بدعقیدہ تو نہیں ہے کہ اس کی اقتداء میں ساری نماز ہی غارت ہو جائے گی۔ جب تک یقین کامل نہ ہو جائے کہ وہ سنی صحیح العقیدہ صالح امامت ہے، اس وقت تک منصب امامت اس کے سپرد نہیں کیا جائے۔ وھو اعلم

کتبہ
عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۲۸/ ذی الحجہ ۱۴۰۳ھ

استفتاء ۴۵۲

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

امام مسجد صاحب نے گذشتہ عید کی نماز روزہ رکھے ہوئے پڑھایا۔ کیا نماز عید روزہ رکھ کر پڑھنا یا پڑھانا جائز ہے؟ جواب جلد عنایت کریں ورنہ فتنہ وفساد کا اندیشہ ہے۔

المستفتی : جناب نورالحسن صاحب کیر آف سونے لال رائے، مقام بانرہاٹ بازار پوسٹ بانرہاٹ، ضلع جلپائی گوری-۷۳۵۲۰۲، ویسٹ بنگال

۹۲/۸۶ھ

الجواب ـــــــــــ بعون الملک الوہاب ـــــــــــ !

عید کے دن روزہ رکھنا حرام اور مرتکب حرام کی اقتداء ناجائز ہے۔ثبوت ہلال عید کے بعد تیس (۳۰) رمضان کو بے روزے رہنا حرام، عیدالفطر منانا حرام اور حرامکاروں کی معاونت کرنا بھی حرام لہٰذا بہر دوصورت امام مذکور کی اقتداء ناجائز ہے۔اگر وہ توبہ کرلے اور صالح امامت ہوتو منصب امامت پر بحال رکھا جائے ورنہ نہیں۔وھو تعالیٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۸/ذی الحجہ ۱۴۰۳ھ،۶/اکتوبر ۱۹۸۳ء

استفتاء ۴۵۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے ملت اسلامیہ ذیل کے مسائل میں کتابوں کا حوالہ دیتے ہوئے وضاحت کے ساتھ جواب عنایت کریں۔

(۱) زانی حاسد، فسادی، دین کے اندر رخنہ اندازی کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھنا اور اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا کیسا ہے؟

(۲) تراویح کی نماز میں الحمد اور کسی سورہ کو کیا تجوید کے لحاظ سے فصل کرنا جائز ہے؟

(۳) ثنا، درود شریف پڑھنا اور آمین کہنا کسی وجہ سے چھوڑ دی جائے نماز میں تو کیا نماز ہو جائیگی؟

(۴) سورۂ تراویح میں ترتیب کے ساتھ متفرق پارہ میں سے بیس (۲۰) رکعت پورا کرنے کے لئے کیا پڑھ سکتا ہے۔

(۵) جو آدمی خود عمل نہیں کرتا ہو اور گالی دیتا ہو اس کو وعظ و نصیحت کرنا، اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(۶) جو غیر محرم عورتوں کے ہاتھ پکڑ کر جھاڑ پھونک کرتا ہو یا جس کی بیوی ہمہ وقت گھر سے باہر نکلتی ہو اور شوہر دیکھ کر خاموش رہتا ہو تو اس پر شرعی حکم کیا ہے؟ بیان کریں۔بینوا و توجروا۔

المستفتی: محمد غلام جیلانی، مقام و پوسٹ چندن پٹی، ضلع مظفر پور (بہار)

۹۲/۸۶ھ

الجواب ـــــــــــ بعون الملک الوہاب ـــــــــــ !

(۱) متعدد کبائر کی وجہ سے کوئی افسق ہو یا ایک کبیرہ کی وجہ سے اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔صغیری میں ہے: یکرہ تقدیم الفاسق کراھة تحریم، وعند مالک لایجوز وھو روایة عن احمد الخ. ''فاسق کو

امام بنانا مکروہ تحریمی ہے اور امام مالک رضی اللہ عنہ کے نزدیک فاسق کی اقتداء ناجائز ہے اور امام احمد رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی ہی ایک روایت ہے۔" اور حاشیہ علائی میں ہے: **فی تقدیمه تعظیمه وقدوجب علیه اهانته شرعاًالخ** ۔"فاسق کو امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے اور شرعاً فاسق کی اہانت واجب ہے۔ اور اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا بھی حرام ہے۔قال تعالیٰ **فَلاَ تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ**۔ "تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔" (ترجمہ کنزالایمان) **وھو تعالیٰ اعلم**

(۲) سورۂ فاتحہ کا اختتام چونکہ حمد وثنا کے الفاظ پر نہیں اس لئے اسے دوسری سورتوں کے ساتھ فصل کرنا ہی اولیٰ ہے۔شامی جلد اول ص ۵۱۴ میں ہے: **وعن ابی یوسف انه قال ربّما تحرکت وربماوصلت وذکرفی التاتارخانیة تفصیلاً حسناً وهوانه اذاکان آخرالسورة ثناء مثل کبر تکبیراً فالوصل اولیٰ والاّفالفصل مثل اِنَّ شَانِئَکَ هُوَالْاَبتر.** "اور حضرت امام ابویوسف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کبھی سورہ فاتحہ کو دیگر سورتوں سے فصل کرے اور کبھی وصل کرے اور علامہ قاضی خاں نے تاتارخانیہ میں اچھی تفصیل فرمائی ہے اور وہ یہ ہے کہ جب سورہ کا آخری حصہ مشتمل بر ثناء ہے مثلاً "کبر تکبیرا" تو وصل اولیٰ ہے ورنہ فصل اولیٰ ہے مثلاً "ان شانئک ھو الابتر"۔" **وھو اعلم**

(۳) جی ہاں نماز ہوجائے گی۔ **لان الثناء والصلوٰة علی النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم، والتامین من سنتها، ولاتفسدالصلوٰة بترک السنة.** "اس لئے کہ ثناء اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا اور آمین کہنا نماز کی سنتوں میں سے ہے اور کسی سنت کے چھوڑنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔" **وھو اعلم**

(۴) جو چاہے پڑھے، نماز ہوجائے گی، مگر افضل واولیٰ یہ ہے کہ سورۂ فیل سے اخیر سورۂ قرآن تک مکرر پڑھ لے یا ہر دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص کا اہتمام کرے۔فتاویٰ ہندیہ ص ۱۱۷، ۱۱۶ میں ہے۔**والناس فی بعض البلادوترکوالختم لتوانیهم فی الامورالدینیة ثم بعضهم اختاروا "قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ" فی کل رکعة وبعضهم اختاروااقرأة سورة الفیل الیٰ آخرالقرآن وهذا احسن القولین لانه لایشبه علیه عددالرکعات ولایشغل قلبه بحفظها کذا فی التجنیس اھ.** "بعض شہروں کے لوگوں نے دینی معاملات سے دوری کی وجہ سے تراویح میں ختم قرآن کو ترک کردیا اور بعض نے ہر رکعت میں قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ کو اختیار کیا اور بعض نے سورۂ فیل سے اخیر تک کو اور یہ احسن قول ہے کیونکہ اس صورت میں عدد رکعات میں اشتباہ نہیں ہوتا اور نہ ہی ان کے یاد کرنے میں مصروف ہوتا ہے۔" اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تمام رکعتوں میں صرف سورۂ اخلاص ہی پڑھے۔جیسا کہ عبارت ہندیہ سے مفہوم ہوا۔**وھو تعالیٰ اعلم**

(۵) خود عمل نہ کرنا اور دوسروں کو اس کی ترغیب دینا شان علماء کے خلاف اور نص قرآن کے معارض ہے۔ **لِمَا تَقُوْلُوْنَ مَا لاَ تَفْعَلُوْنَ.** (سورۃ الصف:۲) "وہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو۔" (ترجمہ کنزالایمان) کسی مسلمان کو گالی بول کر اپنی زبان خراب کرنا وجہ فسق ہے۔**وسبابه فسق.** "اور کسی مسلمان کو بلا وجہ شرعی گالی دینا فسق ہے۔" ارشاد نبوی ہے بغیر توبہ ایسے شخص کی اقتدا فی الصلوٰۃ مکروہ ہے جیسا کہ جواب (۱) میں گذرا۔**وھو تعالیٰ اعلم**

(۶) سوال میں مذکور دونوں باتیں وجہ فسق وفجور ہے۔ اس پر توبہ کرنا آئندہ سے غیر محرموں کا ہاتھ پکڑنے سے باز آنا بیوی کو پردہ میں رکھنا واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ وبارک وسلم۔

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

ستمبر ۱۹۸۳ء

استفتاء ۴۵۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ہماری مسجد دومنزلہ ہے اور امام صاحب کی آواز پست ہے جو بالائی منزل پر پہنچ نہیں پاتی ہے۔ اس لئے ہر نماز میں مکبر ہوا کرتا ہے۔ ہماری مسجد میں لاؤڈ اسپیکر موجود ہے جس کا استعمال صرف اذان کے لئے ہوتا ہے۔ کچھ مسلمان بھائیوں کا اصرار ہے کہ لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھائی جائے جب کہ اسلامی ممالک میں کھلے طور پر اس کا استعمال ہوتا ہے۔ براہِ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں کہ لاؤڈ اسپیکر کا استعمال نماز کے لئے ازروئے شرع کیسا ہے؟

المستفتی: عبدالرشید شیخ شاہ محمد، جام محلہ نزد اعظم فلورمل، بھوساول، ضلع جلگاؤں

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــ بعون الملک الوہاب ــــــــ!

نماز درمیانی آواز سے پڑھانی چاہئے۔ بالائی حصہ تک آواز پہنچانے کے لئے حد اعتدال سے بڑھ کر تلاوت کرنا منع ہے۔ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا۔ (سورۃ الاسراء:۱۱۰) ''اور اپنی نماز نہ بہت آواز سے پڑھو نہ بالکل آہستہ اور ان دونوں کے بیچ میں راستہ چاہو۔'' (ترجمہ کنزالایمان) کثرتِ جماعت کی وجہ سے اگر ہر نماز میں مکبر یا مکبرین کا اہتمام ہے تو یہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی عین سنت کریمہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مطابق ہے۔ اس سنت کو ایک بدعت کے ذریعہ ختم کردینا نہ ازروئے شرع جائز اور نہ ہی اہلسنّت وجماعت کے مزاج کے مطابق ہے۔ اذان وخطبہ کے لئے لاؤڈ اسپیکر کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے۔ البتہ لاؤڈ اسپیکر سے امام کی نکلی ہوئی صدا پر مقتدیوں کو رکوع وسجود کرنا مفسد نماز ہے۔ کیوں کہ یہ تلقین عن الخارج کی اتباع ہوئی۔ اور تلقین عن الخارج کی اتباع سے نماز فاسد ہوجاتی ہے۔ لاؤڈ اسپیکر میں مقتدی بننے کی صلاحیت ہی مفقود ہے تو وہ دوسرے مقتدیوں کا مقتدیٰ کیونکر بن سکتا ہے۔ ردالمحتار، شامی، مصری جلد۱، صفحہ۴۴۳ میں ہے:

المبلغ اذاقصدالتبلیغ فقط خالیاًعن قصدالاحرام فلا صلوۃ لہ ولالمن یصلی بتبلیغہ فی ھذہ الحالۃ لانہ اقتدی

لمن لم یدخل فی الصلوۃ الخ. ''مبلغ جب محض تبلیغ کا قصد کرے تکبیر تحریمہ کا نہیں تو اس کی اور اس کی تبلیغ سے نماز پڑھنے والوں کی نماز نہیں ہوگی اس لئے کہ یہ خارج عن الصلوٰۃ شخص کی اقتداء ہوئی۔'' کما ھو مصرح فی کتب الفقه. ''جیسا کہ فقہ کی کتابوں میں اس کی صراحت کی گئی ہے۔'' اسلامی یا غیر اسلامی ملکوں کے رسم و رواج مسلمانوں کے لئے وجہ اتباع نہیں ہیں۔ اگر مسائل شرعیہ سے وہ رسم و رواج متصادم ہوں تو اسے ٹھکرا دینا چاہئے لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق. ''اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں۔'' عرب شریف میں آج کل عام طریقہ سے تصویر کشی کا رواج ہے یہاں تک کہ وہاں کے ریالوں پر غاصب بادشاہوں کی تصویریں ہیں، ٹی.وی کا بھی رواج عام ہے جس میں فحش اور عریاں فلمیں دکھلائی جاتی ہیں۔ لیکن یہ سب چیزیں ہمارے لئے وجہ اتباع نہیں بن سکتیں۔ یا مسجد حرام شریف اور مسجد نبوی شریف میں اندرون مسجد نماز جنازہ ہوتی ہے وہ ہم حنفیوں کے لئے دوسری مسجدوں کے لئے وجہ جواز نہیں بن سکتی ہے اسی طرح درجنوں مثالیں ہیں۔ اسی میں سے ایک لاؤڈ اسپیکر بھی ہے۔

جن چیزوں کو جن مقامات پر استعمال کی اجازت شرع سے موجود ہے یا اس کی مخالفت شرع شریف میں وارد نہیں ہے ہم مباحا، استحبابا اسے استعمال کرتے ہیں اور جو چیز کسی سنت سے متصادم ہے یا شرع میں اس کی ممانعت کی نظیریں موجود ہیں ہم اس سے احتراز کرتے ہیں۔

شرع نے تلقین عن الخارج کی اتباع کو ناجائز قرار دیا ہے عین حالت نماز میں اگر اتباع کی جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی پس اسی لئے مقتدیوں کو اس کی اتباع نہیں کرنا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ وبارک وسلم. ''اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ جاننے والے ہیں اور درود وسلام نازل ہو آپ اور آپ کی آل واصحاب پر۔''

عبدالواحد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۳/ ذوالقعدہ ۱۴۰۳ھ، ۲/ ستمبر

استفتاء ۴۵۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک جماعت نے ٹیلی فون کی خبر پر ۲۹ کو نماز عید ادا کی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ ٹیلی فون کی خبر شہادت نہیں اور اس کا اعتبار شرع مطہر میں نہیں۔ لہٰذا ایک مقتدی جو نماز عید ادا کر چکا تھا، خبر پر نماز نہ ہونے کی وجہ سے دوسرے دن ایک دوسری جماعت کی امامت میں نماز عید ادا کی۔ (چونکہ امامت کے حقدار مقتدی موصوف ہی تھے) اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس مقتدی کا جماعت دیگر کے لئے امامت کرنا صحیح ہوا یا نہیں؟ جو چاند کی صحیح تاریخ کے حساب سے جماعت دیگر نے نماز پڑھی ان کی نماز ادا ہوئی یا نہیں؟

جب کہ چاند کی شہادت قطعی طور پر کہیں سے نہیں مل پائی تھی۔ ٹیلی فون کے سہارے پہلے دن نماز پڑھنے والوں کی نماز ادا ہوئی یا نہیں؟ ٹیلی فون کی خبر بھی کافی دور تقریباً تین سو کلومیٹر سے آئی تھی۔ مسلک اہلسنّت مذہب حنفیہ کی رو سے جواب مرحمت فرمائیں۔ جس پر اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی احمد رضا صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فتویٰ ہو۔

المستفتی: جسیم الدین، گولیا ٹانڑ، ضلع پلاموں

۸۶/۹۲ھ

الجواب ـــــــــــــــ بعون الملک الوهاب ـــــــــــــــ!

جب تک عید کی رویت ہلال شرعی طور پر متحقق نہ ہو جائے عید منانا، روزہ توڑ دینا ناجائز و حرام ہے۔ لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام صوموا الرویته وافطروا المرؤیة. "چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر روزہ چھوڑ دو۔" جن لوگوں نے صرف ٹیلی فون کی خبر کا اعتبار کرتے ہوئے ۲۹/ کی رویت تسلیم کر لی اور نماز عید بھی پڑھ لی ان کی نماز نہیں ہوئی اور جن لوگوں نے رمضان شریف کی تیس (۳۰) تاریخ مکمل کر کے نماز عید ادا کی انہی کی نماز ہوئی۔ فان غم علیکم فاکملوا عدة ثلثین. "پھر اگر تم پر مطلع ابر آلود ہو تو تیس دن کی تعداد پوری کرو۔" (الحدیث)

جب اس مقتدی کی پہلی نماز ہوئی ہی نہیں تو وہ دوسرے دن کی نماز عید کی امامت کر سکتا ہے اگر وہ صالح امامت ہو۔ وھو تعالیٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبه

۱۳/ ذوالقعدۃ الحرام ۱۴۰۳ھ

استفتاء ۴۵۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

امسال عید الفطر کی نماز میں چھ زائد تکبیروں کی جگہ امام صاحب نے سات زائد تکبیر کہہ دیں۔ پہلی رکعت میں چار اور دوسری میں تین۔ لہٰذا دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ ایک زائد تکبیر کہہ دینے سے نماز ہوئی یا نہیں استدعا ہے کہ از روئے شریعت مسلک امام اعظم کی روشنی میں صحیح اور واضح جواب دے کر شاد کام فرمائیں۔

المستفتی: ایم قمر الزماں انصاری، کولفلڈ فیبریکیشن اینڈ انجینئرنگ ورکس آئینہ اسلام پور، پوسٹ دھنسار، ضلع دھنباد

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــ!

باب العیدین (تکبیرات زوائد میں کمی، بیشی)

عیدین کی تکبیرات زوائد میں کمی بیشی کرنے کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری ج ا، ص ۱۲۶ میں ہے اذا ترکھا اونقص منھا اوزادعلیھا او اتی بھا فی غیر موضعھا فانه یجب علیه السجود کذافی البحر الرائق اھ. "جب اسے چھوڑ دیا یا کم کردیا یا زیادہ کردیا یا غیر محل مین ادا کیا تو سجدۂ سہو واجب ہے، بحر الرائق میں ایسے ہی ہے۔" لیکن صورت مسئولہ میں بے سجدۂ سہو کے بھی نماز ہوگئی، کہ عیدین کی نماز میں کثرت جماعت اور خوف فتنہ للناس کی وجہ سے سجدۂ سہو کو مشائخ فقہاء نے معاف رکھا ہے۔ ان مشائخنا قالوا لایسجد للسهو فی العیدین. الخ. "ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ عیدین میں سجدۂ سہو نہ کرے۔" واللہ سبحانه و تعالیٰ اعلم و رسوله صلی اللہ تعالیٰ علیه و علیٰ اله وصحبه وسلم!

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۳/ ذی القعدہ ۱۴۰۱ھ

استفتاء ۴۵۷

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں مفتیانِ دین متین کہ عیدین کی نماز مسجد میں درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: (حضرت مولانا مفتی) عبدالحفیظ قادری، بی بی پاکر، دربھنگہ

۲۹/۸/ ۱۹۸۱ء

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــ!

درست و جائز ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں کہ مکہ مکرمہ و مدینہ طیبہ زادھما اللہ تعالیٰ شرفا وتکریماً میں اسی پر عمل ہے بلکہ ایک حدیث پاک سے مسجد شریف میں نماز عید کا پڑھنا نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم سے ثابت ہے۔ کذا روی ابوداؤد وابن ماجہ، اختلاف فقہا افضل وغیر افضل یا سنت وغیر سنت میں ہے۔ مولانا عبدالحیٔ صاحب لکھنوی، شیخ محقق حضرت مولانا عبدالحق صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی بعض تصانیف کے حوالہ سے صحرا میں نماز عیدین کو افضل بتاتے ہیں۔ چنانچہ مجموعہ فتاویٰ جلد سوم کے ص ۶۵ پر ہے "ازیں صاف معلوم شد کہ برآمدن برائے نماز عید بصحرا افضل است از گذاردن آں در مسجد"۔ "اس سے صاف معلوم ہوا کہ نماز عید مسجد میں ادا کرنے سے افضل صحرا میں ادا کرنا ہے۔" لیکن فتاویٰ عالمگیریہ ج ا، ص ۱۲۷ میں اسے سنت بتایا الخروج الی الجبّانة فی صلوٰۃ العید سنة الخ. "نماز عید کے لیے صحرا کی طرف نکلنا سنت ہے۔" فلہٰذا البحر الرائق، ج ۲، ص ۱۷۱ میں مسجد کے

اندر عید کی جماعت کو ترکِ سنت قرار دیا وان کانت صلوٰۃ العید واجبۃ حتی لو صلی العید فی الجامع ولم یتوجہ الی المصلی فقد ترک السنۃ الخ. ''اور عید کی نماز جس پر واجب ہے اس نے جامع مسجد میں عید کی نماز ادا کیا اور عیدگاہ میں نہیں ادا کیا تو اس نے سنت کو چھوڑ دیا'' اور یہ ترک سنت عدم جواز و کراہت تحریمی کو مستلزم نہیں ہے کہ صحرا کی جانب نماز عید کے لئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریف لے جانا عادتاً تھا۔ چنانچہ مجموعہ فتاویٰ میں علامہ ابن حجر مکی کے قول سے استفادہ کرتے ہوئے لکھا ''از عادتِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آن بود کہ بہ طرف مصلی تشریف می بردند و آں مکانے ست بیرون مدینہ منورہ جانب غربی مسجد شریف و میان وے و مسجد شریف ہزار ذراع است ہکذا قال ابن حجر الخ۔'' ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت یہ تھی عید کی نماز ادا کرنے عیدگاہ تشریف لے جاتے تھے اور یہ مکان مدینہ منورہ کے باہر مسجد شریف کے غربی حصہ میں واقع تھا مسجد اور عیدگاہ کے درمیان ہزار ہاتھ کا فاصلہ تھا ابن حجر نے ایسا ہی کہا'' پس زیادہ سے زیادہ یہ کہ مسجد میں عیدین کی جماعت خلاف اولیٰ ہے۔ ھذاماظھرلی الآن وھو الموفق والمستعان. واللہ سبحانہ وتعالیٰ وعلم و رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ و بارک وسلم۔

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۳۰/شوال المکرم ۱۴۰۱ھ

استفتاء ۴۵۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

عیدین کی نماز میں ہمارے یہاں ''صلوٰۃ'' پکارنے کا رواج چلا آرہا ہے جس کے الفاظ اس طور پر ہیں ''الصلوٰۃ عیدالفطر الصلوٰۃ عیدالاضحی الخ''۔ کیا اس طور سے پکارنا جائز ہے یا نہیں؟ مدلل جواب دین نوازش ہوگی۔

المستفتی: محمد عطاء الرحمٰن، گوموہ، دھنباد

۹۲/۸۶ ء

الجواب!

غیر فرائض نمازوں کیلئے خواہ وہ باجماعت ہی کیوں نہ ادا کی جاتی ہوں اذان واقامت سنت نہیں ہے (شرح وقایہ عالمگیری) لیکن عیدین کے لئے علمانے ''الصلوٰۃ جامعۃ'' کہنے کی اجازت دی ہے: کما نص علیہ صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فی تصنیفہ (بہار شریعت حصہ سوم) بحوالہ درمختار۔

جب الصلوٰۃ جامعۃ کہنے کی اجازت شرعی طور پر حاصل ہے تو الصلوٰۃ عیدالفطر وغیرہ کہنے میں ممانعت کی کوئی وجہ

معلوم نہیں ہوتی ہے۔فقط۔وھو تعالیٰ اعلم!

کتبہ
الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۱۷ر شوال المکرم ۱۴۰۰ھ

استفتاء ۴۵۹

مسئلہ : چہ می گویند علمائے حنیفہ درین مسائل کہ شہر کاٹھمنڈو ایک خالص ہندو ملک ہے یہاں نہ کبھی مسلمانوں کی حکومت رہی نہ ہی یہ ملک پہاڑی جز مسلمانی حکومت کے زیر اثر رہا۔ بدبختی کہیے یا خوش نصیبی یہاں عرصہ دراز سے کچھ مسلمانوں کی آبادی ہے۔عز اسمہٗ کے فضل سے ابھی تک امن وچین سے ہیں۔وہ بھی کیا زمانہ تھا کہ اس سرزمین نے مومن، متقی وعالم دین، صوفی مزاج لوگوں کو جنم دیا لیکن افسوس کہ فی زمانناکوئی پیشوا نہ کوئی عالم دین موجود۔جو بھی امامت کے لئے باہر سے عالم دین آئے لفظی جھگڑوں میں ایک دوسرے کے مخالف پایا گیا۔اُسی زمانۂ قدیم سے اس کفرستان میں لوگ نماز جمعہ وعیدین بےخوف وخطر پڑھتے چلے آرہے ہیں جو بھی مسلمان تھے متحد ہوکر غیر قوم کے سامنے ثبوت دیتے تھے اور بزرگوں نے اُسے قائم رکھنے کے لئے بعض اوقات حقیقت کے خلاف کو اپنایا۔صد افسوس کہ دور حاضر کے علماء جو مخلصاً امامت کی غرض سے یہاں تشریف لائے ظاہری معنی پر باعث اختلاف بنے ہوئے ہیں۔ان پر عوام کو مسئلہ بتانا واجب چاہے عوام کو صلاحیت ہو یا نہ ہو۔نہ معلوم یہ فرمان نبوی تکلموا الناس علی قدر عقولھم ''لوگوں سے ان کی معیار کے مطابق گفتگو کرو'' کس لئے ہے۔کچھ عالم کا قول ہے اس شہر میں نماز جمعہ وعیدین ناجائز ہے اور بعض کو یہ کہتے سنا کہ جائز مگر نماز دونوں فریق پڑھا رہے ہیں ہم بےعلموں کے سامنے یہ ٹیڑھی کھیر مسئلہ آن پڑا ہے صحیح مانا جائے تو کسے؟ عام کتب فقہ میں نماز جمعہ وعیدین کے لئے جو شرائط درج ہیں اس سے بیشک یہاں جمعہ کا ہونا درست نہیں معلوم ہوتا ہے لیکن درمختار کا قول لایمنعون العوام الخ ''عوام کو اوقات مکروہہ میں نماز، تلاوت قرآن اور دیگر عبادتوں سے منع نہیں'' اور فاضل بریلوی کا فتویٰ کہ عوام کی ہوجائے گی مگر اپنے لوگ شامل نہ ہو۔تشفی حاصل کرنے میں روک لگادی ہے یہ دستور عام ہے کہ امامت کے لئے عالم ومتقی کو چنا جاتا ہے اب یہ قباحت درپیش ہے کہ یہ عالم عوام میں سے ہوں گے یا فاضل بریلوی کے مطابق اپنوں میں سے ہوں گے؟ اگر امام کی نماز نہ ہوگی تو عوام مقتدی کی کیسے مقبول؟ پھر عالم دین اپنی ظہر جو فرض میں سے ہے ترک ہونے

پر کیسے بدل کریں گے؟ یہ واضح ہو کہ اس دور میں اہل سنن یہاں نرے جاہل ہیں مگر اپنے کو علامۂ وقت ماننے میں چکتے نہیں۔ عالم کا دینی مسائل سے واقفیت دلانا بے سود ہے۔ عالموں کو شرع کی باتین بتانے پر برا بھلا کہتے ہیں نفس امارہ کی خاطر بزرگوں کو بدنام کرتے ہیں اور شرع مطہر کے اوپر طعن کر بیٹھتے ہیں دو حرف فارسی کیا پڑھ لی ہے سمجھتے ہیں کہ اس دہر میں ان کا ثانی کوئی نہیں۔ حدیث **کل المسلم علی المسلم حرام عرضه وماله ودمه** ''مسلمان کا سب کچھ دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ اس کا مال، اس کی آبرو اس کا خون۔'' پر نظر رکھتے ہوئے نوعیت برتنی پڑتی ہے ورنہ فساد و خون ریزی کا معاملہ پیش آیا اور پھر آنے کا اندیشہ ہے۔ شہر کے حمام میں سب برہنہ ہیں اگر کوئی شرع پر عمل کرنا چاہے تو مغرور حمامی ہنستے ہیں اور ضد کی تلوار چمکاتے ہیں **وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ** ۔''اور بیشک جس نے صبر کیا اور بخش دیا تو یہ ضرور ہمت کے کام ہیں ایسا ہی ''مضمرات'' میں ہے۔'' اب بالتفصیل یہ فتویٰ عنایت فرمائیں کہ

۱ ہماری گذشتہ نمازیں ادا ہوئیں یا مردود؟ ۲ امامت یہاں کے عوام بے شرع کریں یا باہر کے عالم دین۔ ۳ جمعہ و عیدین کی نماز مسلک حنیفہ سے یہاں جائز یا ناجائز؟ ۴ فرض کو ترک کر کے مصلحت کے تحت عوام کو عبادت الٰہی سے (جو فرض اس شہر کے لئے نہیں) روکا جائے یا نہیں؟ **بینوا وتوجروا!**

المستفتی: سید مخدوم شاہ، چھترپاٹی، کٹھمنڈو، نیپال

۲۶/ رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ

۹۲/۸۶ے

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ!

(۱) برتقدیر صحت و جواز، جمعہ و عیدین کی نمازیں ادا ہو گئیں۔ **وھو تعالیٰ اعلم!**

(۲) امامت کے لئے شرع میں تفصیل موجود ہے عالم دین ہی احق امامت ہے خواہ وہ شہر کے ہوں یا باہر کے۔ عوام بے شرع امامت کی اہلیت نہیں رکھتے ہیں اور نہ ان کی اقتداء جائز ہے فتاویٰ عالمگیری فصل امامت میں ہے: **الاولیٰ بالامامة اعلمھم باحکام الصلوٰۃ ھکذافی المضمرات** ۔ ''لوگوں میں جو مسائل نماز زیادہ جانتا ہو وہی امامت کا زیادہ حقدار ہے ایسا ہی ''مضمرات'' میں ہے۔'' اور بے شرع لوگوں کی امامت کے متعلق ردالمحتار میں: **لان فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقد وجب علیھم اھانته شرعاًالخ** ۔''اس لئے کہ فاسق کو امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے اور شرعاً فاسق کی اہانت واجب ہے۔'' **وھو تعالیٰ اعلم!**

(۳) جمعہ و عیدین کی صحت و جواز کے لئے ائمہ احناف رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مذہب میں مصر شرط ہے اور ظاہر الروایۃ میں حدود مصر یقیناً اسلامی شہروں سے خاص ہے۔ حضرت امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ کے فرمان گرامی **بنی لھم جامعاونصب لھم من یصلی بھم الجمعة** سلطان ان مسلمانوں کے لئے جامع مسجد بنائے اور ان کے لئے امام مقرر کرے جو ان کو

جمعہ پڑھائے) میں بَنٰی اور نَصَبَ کی ضمیریں یقیناً سلطان اسلام کی طرف راجع ہیں۔ غیر مسلم حکمراں کی طرف نہیں۔ اور مذکورہ دعویٰ کے استحکام پر وہ حدیث پاک ناطق ہے جس سے ہمارے علماء بالاتفاق استدلال کرتے ہیں "لـه امام عـادل او جائر" عادل کا اطلاق غیر مسلم حکمراں پر جائز ہی نہیں ہے اور نہ امام کا تو یقینی اس سے ثابت ہوا کہ غیر اسلامی شہر محل جمعہ وعیدین نہیں **ومن ادعى خلافه فعليه البيان۔** "جو اس کے خلاف دعویٰ کرے تو اس کے اوپر دلیل پیش کرنا ضروری ہے۔" امام اہلسنّت علیہ الرحمہ والرضوان نے فتاویٰ رضویہ کی تیسری جلد میں اسلامی اور غیر اسلامی شہروں کو چوبیس قسموں پر منقسم فرما کر ہر ایک کی تعریف الگ الگ کی ہے اور جمعہ وعیدین کی صحت وعدم صحت کا بھی حکم لگایا ہے **من شاء فليرجع اليها۔** "جو تفصیل چاہے تو اسے چاہیے کہ "فتاویٰ رضویہ" کی طرف رجوع کرے۔" چونکہ کٹھمنڈو اور پہاڑوں کے مابین آباد علاقوں پر کبھی بھی بادشاہ اسلام کا قبضہ نہیں ہوا اور نہ شعائر اسلامی کا اجراء۔ تو وہ علاقہ بہر حال غیر اسلامی ہے۔ اور غیر اسلامی شہروں میں جمعہ وعیدین باطل ہیں۔ درمختار میں ہے: **يكره تحريماً لانه اشتغال بمالايصح لان المصرشرط الصحيحة الخ۔** "ترجمہ: غیر شہر میں جمعہ وعیدین کی نماز مکروہ تحریمی ہے اس لئے کہ ایسی چیز میں مشغول ہونا ہے جو صحیح نہیں کیونکہ جمعہ وعیدین کی صحت کے لئے مصر شرط ہے۔"

بایں ہمہ فقیر غفرلہ القدیر کے زیر غور تعامل مسلمین ہے (اسی وجہ سے جواب میں تاخیر ہوئی) بالآخر فتاویٰ شامی جلد اوّل میں ایک عبارت ملی جس سے کافروں کی ولایت میں بھی باتفاق مسلمین جمعہ وعیدین کی اقامت کی اجازت ملتی ہے اس کو دیکھنے کے بعد فقیر کا رجحان ہے کہ کٹھمنڈو اور نیپال کے دیگر علاقوں کے شہروں میں (جہاں مسلمان کا قبضہ نہیں بھی ہوا ہو) جمعہ وعیدین کے درست ہونے کا حکم دیا جائے۔ کیونکہ وہاں کے مسلمان بلاخوف وخطر قدیم زمانہ سے جمعہ وعیدین پڑھتے چلے آرہے ہیں بلکہ علماء ومشائخ بھی ادا کرتے آئے اور ادا کررہے ہیں تو وہاں تعامل مسلمین اسی پر ہے اور شرع میں تعامل مسلمین کا بہت اعتبار ہے اس لئے وہاں جمعہ وعیدین کے باطل ہونے کا فتویٰ دینا مناسب نہیں ہے فتاویٰ شامی کی عبارت یہ ہے: **وكل مصرفيه وال من جهتهم يجوزله اقامة الجمع والاعيادوالحدوتقليدالقضاة لاستيلاء المسلم عليهم فلو الولاة كفار ايجوزللمسلمين اقامة الجمعة ويصير القاضى قاضيابتراضى المسلمين اھ۔** "اور ہر وہ شہر جس کا کفار کی طرف سے کوئی مسلمان والی ہو وہاں جمعہ وعیدین وحد کی اقامت قضاء اسلامی کی پابندی جائز ہے کہ کیونکہ وہاں مسلمان غالب ہیں۔ لیکن وہ علاقے جہاں کفار والی ہوں وہاں مسلمانوں کے لئے جمعہ اور عیدین کا قیام جائز ہے اھ ملخصاً (ص۵۴۰-۵۴۱، ج۱)۔ **هذا ماعندى والعلم بالحق عندربى۔ وهو تعالىٰ اعلم!**

(۴) عوام کو عبادات الٰہیہ سے ہرگز نہیں روکا جائے اگر چہ اس میں بعض خامیاں ہوں البتہ اس کی اصلاح کی جائے۔ **قال الله تعالىٰ اَرَأَيْتَ الَّذِىْ يَنْهٰى عَبْدًا اِذَا صَلّٰى۔** "بھلا دیکھو تو جو منع کرتا ہے بندہ کو جب وہ نماز پڑھے (ترجمہ کنزالایمان) **والله تعالىٰ ورسوله اعلم بالصواب!**

الجواب صواب والمجیب مثاب وھو تعالیٰ اعلم بالصواب!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ
۴/صفر المظفر ۱۴۰۰ھ، ۲۴/دسمبر ۱۹۷۹ء

عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۴/صفر المظفر ۱۴۰۰ھ، ۲۴/دسمبر ۱۹۷۹ء

استفتاء ۴۶۰

مسئلہ: مندرجہ ذیل سوالات کو پندرہ روزہ ''رفاقت'' میں شائع فرما کر مشکور کریں۔

(۱) میت کو کفنانے کے بعد یا پہلے کفن پر خوشبو (عطر) لگانا کیسا ہے؟

(۲) عیدالاضحیٰ کے موقع پر اجتماعی طور پر لوگوں نے کہا کہ نماز ۲۸ ستمبر بروز منگل کو ہوگی، لیکن میں نے کہا کہ نماز ۲۹ ستمبر بدھ کو ہونی چاہئے۔ اکثریت نے نماز اور قربانی ۲۸ ستمبر کو کر لی۔ لیکن قریب ڈیڑھ سو آدمیوں نے نماز و قربانی ۲۹ ستمبر کو ادا کی۔ میری نماز و قربانی ہوئی یا نہیں؟ تشفی بخش جواب مطلوب ہے۔

(۳) کسی مسلمان نے منت مانی کہ کام پورا ہو جانے پر زندہ مرغ فاتحہ دلائیں گے۔ کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: محمد فیض رضا (بی کام)، میر غیاث چک، نزد ملت کالج، دربھنگہ

۹۲/۸۶ھ

الجواب بعون الملک الوھاب!

(گیارہ بارہ ذوالحجہ کو بھی عذر شرعی کی وجہ سے نمازِ عیدالاضحیٰ پڑھی جا سکتی ہے)

(۱) جائز و درست ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۲) عذر شرعی کی بنا پر ذوالحجہ کی گیارہ بارہ تاریخوں میں بھی نمازِ عیدالاضحیٰ ادا کی جا سکتی ہے اور قربانی تو بے عذر بھی بارہ تاریخ کے غروب آفتاب تک کی جا سکتی ہے۔ اگر دس کو نماز پڑھنے میں آپ کے ساتھ معقول عذر شرعی تھا، مثلاً ۲۹/ذوالقعدہ کی رویت ہلال متحقق نہیں ہو سکی ہے تو نماز و قربانی جو آپ نے ادا کی، اس میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہوئی، ادا ہو گئی۔

وھو تعالیٰ اعلم

(۳) منت صحیح ہے۔ پورا زندہ مرغ راہ خدا میں خیرات کر دینا چاہئے۔ وھو تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۲۴/رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ

استفتاء ۴۶۱

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام کہ

ہر گاؤں اور بستی میں نماز جمعہ ونماز عیدین باضابطہ مدتوں سے ادا ہو رہی ہیں اور تمامی مسلمان جس میں علماء کرام وحفاظ بھی ادا کرتے ہیں اور امامت کرتے ہیں۔ لیکن آج چند سال سے مقام مذکور یعنی بنت پور پوسٹ دیگھری ضلع کٹیہار میں ایک مولوی صاحب جمعہ کی نماز باضابطہ ادا کرکے فوراً مسجد ہی میں نماز ظہر باجماعت ادا کرتے ہیں، جس میں کچھ مقتدی شامل ہو جاتے ہیں اور کچھ شامل نہیں ہوتے ہیں اور مخالفت کرتے ہیں۔ لہٰذا گاؤں میں زبردست اختلاف ہو گیا ہے اور بہت بڑی بربادی بھی ہو رہی ہے اور مذکورہ حضرات اپنی اس حرکت سے کہ بعد نماز جمعہ ظہر کی نماز کی جماعت سے باز نہیں آتے ہیں۔ ایسی صورت میں شرعی حکم کیا ہے؟ اور کیا عمل کیا جائے کہ صلح اور امن وچین ہو، جب کہ کہیں ایسی بات نہیں ہے جو کہ مولوی مذکور کا عمل ہے؟ فقط والسلام مع الکرام!

المستفتی: محمد یعقوب علی، مقام وپوسٹ مدھورا، ضلع کٹیہار – ۸۵۴۱۰۵

۹۲/۸۶ ؁

الجواب ـــــــــــــــــ بعون الملک الوهاب ـــــــــــــــــ !

صورت مسئولہ میں حکم شرعی یہ ہے کہ جو لوگ ظہر کی جماعت میں شریک نہیں ہوتے ہیں اور مخالفت کرتے ہیں وہ سب اپنی مخالفت سے توبہ کریں اور ظہر کی نماز جماعت سے ادا کریں کیوں کہ بنت پور والوں پر ظہر ہی کی نماز فرض ہے۔ نام نہاد جمعہ کی وجہ سے نمازِ ظہر ساقط نہیں ہوگی اور بے وجہ شرعی جماعت کا ترک کرنا بھی گناہ کبیرہ ہے۔ درمختار میں ہے: **صلوة العيد فى القرىٰ تكره تحريماً الخ.** ''عید کی نماز گاؤں میں مکروہ تحریمی ہے۔'' اور ردالمحتار میں ہے: **قوله صلوة العيد ومثله الجمعة.** ''اور عید کی نماز کے مثل نماز جمعہ بھی ہے۔'' جس مولوی صاحب نے یہ راہ نکالی ہے وہ قابل طعن تنقید نہیں بلکہ قابل تقلید ہیں۔ **وهو الهادى الى سواء السبيل.** ''وہی سیدھی راہ کی طرف ہدایت فرماتا ہے۔''

عبد الواجد قادری غفرلہ خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۶/ ربیع الآخر ۱۴۰۳ھ

استفتاء ۴۶۲

مسئلہ: عید مبارک کی نماز مائک کی گڑبڑی سے ایک ہی امام سے دوبارہ پڑھائی گئی۔ اس گاؤں کے ایک شخص نے زبردستی پڑھوائی۔ اس کے اوپر کیا فتویٰ لگے گا؟

المستفتی: مولوی عبدالغفار، منگل پور، راجہ پور، موتیہاری

۹۲/۸۶ھ

الجواب ـــــــ بعون الملک الوہاب ـــــــ!

مائک کی گڑبڑی سے کیا مراد ہے۔ اگر امام کی نماز ہوگئی ہو اور مقتدیوں نے رکوع و سجود میں مائک کی اتباع کر کے اپنی نمازوں کو فاسد کر دیا ہو یا مکبرین کے نہ ہونے کی وجہ سے وہ اپنی نمازوں ہی کو پوری نہ کر سکے ہوں تو اس امام کو دوبارہ نماز پڑھانے کی اجازت نہیں کہ عید کی نماز ہو جانے کے بعد اب اس کی نماز نفل ہوگی اور متنفل کی اقتدا واجب ادا کرنے والے نہیں کر سکتے ہیں بلکہ متنفلین کے لئے بھی بطور تداعی مکروہ ہے۔ اگر یہی صورت حال ہے تو لوگوں کی نماز عید نہیں ہوگی۔ اس کا جوابدہ پڑھوانے والا ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۶/شوال المکرم ۱۴۰۳ھ

استفتاء ۴۶۳

مسئلہ: قبلہ! سلام و رحمت! کیا فرماتے ہیں علمائے دین و فقہائے شرع متین ان مسائل میں

(۱) ایک قبرستان کی زمین جو زید کی ملکیت ہے، قبرستان کی ہی زمین کی ایک جانب عیدگاہ ہے جو مشرق کی جانب واقع ہے۔ زید کی اجازت سے پورے گاؤں والوں نے بنائی ہے۔ یہ عیدگاہ تقریباً پندرہ سولہ سال سے مستعمل ہے۔ عیدگاہ کی چہار دیواری بیس (۲۰) انچ چوڑی اونچائی نامکمل ہے۔ چھ فٹ کی اونچائی کے لئے اینٹ تیار ہے۔ فی الوقت چہار دیواری کی اونچائی ڈھائی فٹ ہے۔ یہ ایسی عیدگاہ ہے جس میں ۸-۱۰ گاؤں کے لوگ عید کی نماز میں شامل ہوتے ہیں۔ ایک گاؤں کے لوگوں کا کہنا ہے کہ اس عیدگاہ میں نماز نہیں ہوگی۔ ہم لوگوں نے فتویٰ کی تحقیق کر لی ہے۔ مزید برآں وہ تشدد پر بھی آمادہ

ہیں۔کیا اس عیدگاہ میں نماز ہوگی؟ سائل کو تفصیلی جواب سے مطمئن فرمائیں تا کہ ہنگامہ ختم ہو۔ بینوا وتوجروا۔

المستفتی: سید مولوی عبدالغفار، منگل پور، موتیہاری

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــــــ بعون الملک الوہاب ــــــــــــ!

وعلیکم السلام ورحمہ!

عیدگاہ مذکور فی السوال میں نماز عیدین کے عدم جواز کی کوئی صورت سمجھ میں نہیں آتی ہے (بجز اس کے کہ دیہات میں عیدین جائز نہیں)۔ جب عیدگاہ میں امام کے سامنے کوئی قبر نہیں، بلکہ ڈھائی فٹ اونچی دیوار حائل ہے تو نماز بلا کراہت درست ہے۔ جس آبادی میں جمعہ درست ہے وہاں عیدین کی نمازیں بھی درست ہیں۔ وھو اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۶/شوال المکرم ۱۴۰۳ھ

استفتاء ۴۶۴

(۱) **مسئلہ:** بعض جگہوں میں دیکھا گیا ہے کہ مکبر اقامت کے کلمات ختم نہیں کرپاتا ہے اللہ اکبر اللہ اکبر ہی کہتا رہتا ہے اور امام نماز شروع کر دیتا ہے۔ حالانکہ لا الہ الا اللہ کہنا ابھی باقی ہی رہتا ہے۔ کیا از روئے شرع یہ صورت جائز ہے؟

(۲) عرب میں کسی دو عادل مسلمانوں نے چاند دیکھا اور اسی شب میں بذریعہ ہوائی جہاز ہندوستان آ کر گواہی دیا کہ آج ہم نے عید یا بقر عید کا چاند دیکھا ہے۔ تو کیا اس کی گواہی کو معتبر مانتے ہوئے قبول کر کے اسی حساب سے ہندوستان میں عید یا بقر عید کا حکم نافذ کر دیا جائے گا؟ جب کہ ہندوستانی رویت ہلال کے اعتبار سے ابھی ۲۸/ یا ۲۹/ تاریخ ہے۔

المستفتی: محمد فیضان رضا (بی کام)، ملت کالج، دربھنگہ

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــــــ بعون الملک الوہاب ــــــــــــ!

(۱) ہاں جائز و درست ہے۔ کمافی شرح الوقایہ ویشرع الصلوۃ عند قدقامت الصلوۃ "جیسا کہ شرح وقایہ میں ہے اور قد قامت الصلوۃ پر نماز شروع کردے۔" وھو تعالیٰ اعلم

(۲) اختلاف مطالع کی وجہ سے عرب کی رویت ہلال، ہندوستان کے لئے ناقابل اعتبار ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

(یہ جواب اگر چہ ہمارے ظاہر مذہب بلکہ مفتی بہ کے خلاف ہے مگر سوائے اس کے کوئی چارۂ کار بھی نہیں کہ اب اس قسم کی گواہیوں کا گذرنا نہ صرف ممکن بلکہ واقع ہے۔ اُصول میں ہمارے یہاں گنجائش موجود ہے کہ بہ وقت ضرورت شدیدہ کسی دوسرے امام کے قول کی طرف رجوع کرلیا جائے ورنہ لازم آئے گا کہ ۲۹ ریا ۳۰ ر رمضان کو شہادت مذکورہ کی بنیاد پر عید کا حکم جاری کر کے مسلمانوں کو روزہ خور بنایا جائے جو صریحاً حرام ہے)۔

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۵/ رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ

استفتاء ۴۶۵

مسئلہ: مکرمی مفتی ادارۂ شرعیہ بہار! السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔
عرض ہے کہ میں ریاست یوپی کے ضلع غازی پور کا رہنے والا ہوں اور آسنسول میں ریلوے ملازمت کی وجہ سے مقیم ہوں۔ میں اپنی ڈیوٹی کے مطابق ٹرین کے ساتھ کبھی آسنسول سے برونی اور کبھی پٹنہ جاتا ہوں اور ٹرین ہی کے ساتھ چوبیس (۲۴) گھنٹے کے اندر اندر آسنسول واپس ہو جاتا ہوں۔
اس تمہید کے بعد آپ سے گذارش ہے کہ مذہب احناف کے مطابق میری اس الجھن کا ازالہ فرمادیں کہ میں آسنسول سے برونی یا پٹنہ یا غازی پور کے دوران سفر میں نیز آسنسول، پٹنہ، برونی اور غازی پور میں چند گھنٹوں کے قیام کے دوران میں نماز قصر والی ادا کروں گا یا حضر والی؟ یونہی رمضان المبارک کے روزوں کے سلسلہ میں کیا مجھے اس کی اجازت حاصل ہوگی کہ میں روزہ نہ رکھوں؟ اور ناغہ شدہ روزوں کا فدیہ ادا کر دوں؟ واضح رہے کہ آسنسول سے غازی پور کا فاصلہ ۵۲۲ کیلومیٹر ہے اور آسنسول سے برونی ۲۸۵ کیلومیٹر اور پٹنہ ۳۳۵ کیلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ بینوا و توجروا۔

المستفتی: جنید احمد، طفیل احمد جنیدی معرفت مدرسہ رضائے غوث، او کے روڈ، آسنسول-۲

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــــ!

وعلیکم السلام ورحمۃ! تینوں مقامات مسافت سفر سے بہت زیادہ دوری پر واقع ہیں۔ لہٰذا جب بھی آپ ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف بنیت سفر چلیں گے تو راہ میں قصر کرنا واجب ہوگا۔ پھر وطن اصل کے سوا جہاں بھی آپ پہنچیں اگر وہاں دو چار گھنٹے ہی رکنے کا ارادہ ہے تو وہاں جو رباعی نمازوں کا وقت آئے گا اس میں بھی قصر واجب ہے۔ **اقل مسافة تتغیر فیها الاحکام مسیرة ثلثة ایام کذافی التبین اھ۔** ''جس سفر سے احکام تبدیل ہوتے ہیں وہ کم سے کم تین دن کی مسافت ہے جیسا کہ ''تبیین'' میں ہے۔'' **وفی الهندیة ایضا یعتبر فیه ایضا ثلثة ایام وان کان فی السهل یقطع فی اقل منها الخ.** ''اور ہندیہ میں یہ بھی ہے کہ مقدار مسافت اگرچہ تین دن سے پہلے منقطع ہو جائے۔'' (جلد ۱، صفحہ ۱۳۷) مثلاً آپ کا وطن اصل غازی پور ہے، وہاں سے آپ آسنسول چلے تو راستہ میں قصر کریں گے۔ آسنسول میں اگر پندرہ دنوں سے کم ٹھہرنے کا عزم ہے تو آسنسول میں بھی قصر کریں گے۔ پھر آسنسول سے برونی یا پٹنہ آنا جانا ہوا تو اس آنے جانے میں بھی قصر کریں گے۔ برونی یا پٹنہ میں محض چند گھنٹے رکنے کا ارادہ ہے تو پٹنہ اور برونی کے قیام میں بھی قصر کریں گے۔ پھر آسنسول پہنچے اور پندرہ دنوں کے اندر ہی اندر پھر مثلاً برونی یا پٹنہ آنا جانا ہے تو آسنسول میں بھی قصر کریں گے کہ آسنسول ابھی وطن اقامت ہی نہیں ہوا۔ ہاں اگر وہاں کبھی پندرہ دنوں مسلسل

ٹھہرنے کاارادہ ہوتو وہ وطن اقامت ہوجائے گااور وہاں مثل وطن اصلی تمام احکام جاری ہوں گے۔اس کے بعد پھر جوسفر کریں گے تو وہاں (آسنسول) کی اقامت زائل ہوجائے گی۔ردالمحتار میں ہے:والحاصل ان انشاء السفریبطل وطن الاقامة الخ. ''حاصل کلام یہ ہے کہ آغاز سفر سے وطن اقامت باطل ہوجائے گی۔'' پھر آسنسول آپ کے لئے وطن اقامت اس وقت ہوگا جب آپ وہاں پندرہ یااس سے زیادہ دنوں ٹھہرنے کاارادہ کریں گے۔لیکن وطن اصل مثلاً غازی پور جب بھی آپ جائیں تو صرف راستے میں قصر کریں گے۔گھر پہنچتے ہی قصر ختم ہوجائے گا۔اگرچہ دو چار منٹ ہی وہاں ٹھہرنے کاارادہ ہو۔قال فی العالمگیریہ جلد۱،صفحہ ۱۴۰ ولایبطل الوطن الاصلی بانشاء السفر الخ. ''اور وطن اصلی محض آغاز سفر سے باطل نہیں ہوگی۔'' سفر شرعی کی وجہ سے روزے کو بھی موخر کرنے کی اجازت ہے۔احکام اَلّتی تتغیر بالسفرھی قصر الصلوٰة و اباحة الفطرو اعتداد مدة المسح الخ. ''سفر سے جواحکام متغیر ہوتے ہیں یہ ہیں نماز میں قصر (ماہ رمضان میں) افطار کامباح ہونااور مقیم کی بہ نسبت مدت مسح میں اضافہ ہوجانا۔'' (فتاویٰ ہندیہ جلد۱،صفحہ۱۳۶) سفر میں ناغہ شدہ روزوں کادوسرے دنوں میں رکھنافرض ہے۔روزہ رکھنے کی طاقت ہے تواس کافدیہ نہیں دیا جائے گا۔ اَوْعَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ. (سورۃ البقرہ:۱۸۴) ''یاسفر میں ہوتواتنے روزے اور دنوں تک۔'' (ترجمہ کنزالایمان) واللہ تعالیٰ اعلم و رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ و صحبہ وبارک وسلم. ''اللہ اور اس کے رسول زیادہ جاننے والے ہیں درود و سلام اور برکتیں نازل ہوں آپ،آپ کی آل واولاد اور اصحاب پر۔''

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاءادارۂ شرعیہ بہار،پٹنہ

کتبہ

۲۹/ ذوالقعدۃ الحرام ۱۴۰۳ھ ۸/ ستمبر ۱۹۸۳ء

استفتاء ۴۶۶

مسئلہ: کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

میں ہمیشہ کے اعتبار سے ریلوے گارڈ ہوں نوکری کے سلسلے میں اکثر باہر رہناپڑتا ہے اکثر کئی وقت کی نمازیں قضاہوجاتی ہیں چونکہ گاڑی کاگارڈ ہوں۔اس لئے چلتی گاڑی میں نماز پڑھنامشکل ہوجاتا ہے۔ شریعت کی رو سے مجھے اس طرح کی نوکری کرنی چاہیے کہ نہیں؟

المستفتی: محمد فصیح خاں،ریلوے گارڈ،محلّہ کنڈ،کجدھر،سائیکل روڈ،پوسٹ ڈالٹین گنج،پلاموں بہار

۷۸۶/۹۲

الجواب

اسٹیشن پراتر کرنماز پڑھیے جونمازیں چلتی ٹرینوں میں پڑھی جائے گی ان سبھوں کالوٹاواجب ہوگا۔دنیاوی منفعت کے لئے

دینی نقصان کی اجازت شرع نہیں دے سکتا ہے۔ جس نوکری میں نمازوں کے ضائع ہونے کا یقین ہو۔ وہ نوکری حرام ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۲/ ذی الحجہ ۱۴۰۴ھ

استفتاء ۴۶۷

مسئلہ: حضرت مفتی صاحب قبلہ تسلیمات!

پیشہ کے اعتبار سے میں ایک ریلوے گارڈ ہوں۔ مجھے نوکری کے سلسلے میں برابر باہر رہنا پڑتا ہے۔ ٹرین لے کر میں کبھی کبھی دوسو کلومیٹر کا فاصلہ بھی طے کرتا ہوں اور کبھی ساٹھ باسٹھ کلومیٹر کا بھی۔ برائے مہربانی آپ مجھے یہ بتانے کی تکلیف گوارہ کریں کہ آیا مجھے نماز میں قصر کرنا چاہئے کہ مجھے پوری نماز پڑھنی چاہئے۔ فقط

المستفتی: محمد مقیم خان گارڈ، محلہ کنڈ، گجدھار سولرڈ ڈالٹین گنج، پلاموں

۹۲/۸۶ے

الجواب بعون الملک الوھاب!

جب آپ پچانوے کلومیٹر کی مسافت سے زائد مسافت پر نکلیں تو اپنی آبادی سے نکلنے کے بعد ہی آپ پر قصر واجب ہوجاتا ہے تا اینکہ آپ پھر اپنی آبادی میں لوٹ آئیں۔ وھو تعالیٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۱/ شعبان المعظم ۱۴۰۴ھ

استفتاء۴۶۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین سوال ذیل کے بارے میں

(۱) ظہر و مغرب و عشاء کے بعد ایک سلام سے ۸ رکعت ادا کی جائے تو سنت مؤکدہ و نفل کی ادائیگی ہو جائیگی۔ قانون شریعت ج۱ ص۹۹ و فتاویٰ امجدیہ ج۱ ص۲۳۴۔ دریافت یہ کرنا ہے کہ (الف) قعدہ اولیٰ میں صرف تشہد ہی پڑھا جائے یا درود شریف اور دعاء ماثورہ پڑھ کر تیسری رکعت کے لئے اٹھے؟ (ب) تیسری رکعت میں صرف الحمد و سورہ ہی پڑھا جائے یا ثنا و تعوذ بھی پڑھا جائے۔

(۲) چار رکعت والی سنت مستحبہ مثلاً عصر و عشا سے قبل اور نوافل میں قعدہ اولیٰ میں صرف تشہد ہی پڑھے یا درود شریف اور دعائے ماثورہ بھی پڑھے اور تیسری رکعت میں صرف الحمد و سورہ ہی پڑھے یا ثناء و تعوذ سے شروع کرے؟

(۳) جہر والی نماز پورے جماعت کی مکروہ ہوگئی تو دریافت یہ کرنا ہے کہ (الف) اسے پھر جماعت سے ادا کرے یا منفرد اور تکبیر کہے یا بغیر تکبیر کے؟ (ب) قرأت میں جہر کرے یا نہیں؟

(۴) عصر و فجر کی نماز اگر مکروہ ہو جائے تو اسی وقت ادا کرے یا سورج طلوع و غروب ہو جانے کے بعد؟

المستفتی: عبدالمصطفیٰ محمد اعجاز احمد، بیگم پور

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــــــ بعون الملک الوہاب ــــــــــــ!

(۱ــ الف) تشہد کے بعد درود شریف اور دعائے ماثورہ بھی پڑھی جائے۔ وھو اعلم

(ب) ثنا، تعوذ اور تسمیہ بھی پڑھے جائیں۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۲) سنت مستحبہ اور نوافل جب دو رکعتوں سے زائد بیک سلام پڑھے جائیں تو ہر قعدہ میں تشہد، درود شریف اور دعائے ماثورہ پڑھ کر اگلی رکعت کے لئے کھڑا ہوا جائے اور ان رکعتوں کو ثنا، تعوذ اور تسمیہ سے شروع کیا جائے۔ ہکذا فی البہار وغیرہ۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۳) اگر نماز مکروہ تحریمی ہوگئی تو اس کا اعادہ واجب ہے۔ صلوٰۃ ادیت مع الکراھۃ التحریمۃ تجب اعادتھا الخ "نماز جو کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی اس کا لوٹانا واجب ہے۔" جب پوری جماعت کی نماز ناقص ہوگئی تو اس کا اعادہ جماعت ہی کے ساتھ ہوگا۔ البتہ تکبیر نہیں کہی جائے گی اور نہ کوئی جدید مقتدی اس جماعت میں شریک ہوگا۔ کما فی الہدایہ ولا

یجوز اقتداء الذی لم یکن مع الامام ابتداالخ. لانہ لیس بمفترض لان الفرض سقط من ذمتہ بل ھو یتم ویکمل الفرض الخ. ''جوشروع سے امام کی اقتداء میں نماز نہ پڑھی ہو تو اس کے لئے اس امام کی اقتداء جائز نہیں اس لئے کہ وہ امام مفترض نہیں کہ اس کے ذمہ سے فرض ساقط ہو گیا۔ بلکہ وہ فرض کی تکمیل کر رہا ہے۔'' وھو تعالیٰ اعلم

(۴) اگر کراہت تحریمی ہے تو اس وقت ادا کرے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۱/شعبان المعظم ۱۴۰۴ھ

استفتاء ۴۶۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

(۱) اشراق کی نماز کتنی رکعتیں ہیں اور اس میں کون کون سی سورت پڑھی جاتی ہے۔ اس کا وقت کیا ہے؟

(۲) نماز اوابین کی کتنی رکعتیں ہیں اور اس میں کون سورت یا آیت پڑھنی چاہئے؟

المستفتی: ابوالکلام کلوتھ مرچنٹ، نزد بس اسٹینڈ، لوہردگا، پوسٹ و ضلع لوہردگا

۹۲/۷۸۶

الجواب ــــــ بعون الملک الوھاب ــــــ!

(۱) نماز اشراق کی صرف دو رکعتیں ہیں اس میں کسی مخصوص سورۃ و آیت کا پڑھنا ضروری نہیں۔ یہ نماز بعد طلوع شمس جب دھوپ خوب پھیل جائے (یعنی سورج نکلنے کے بیس منٹ کے بعد) تو پڑھی جاتی ہے۔ احادیث مبارکہ میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۲) اوابین کی چھ رکعتیں پڑھنا مستحب ہے۔ اس میں بھی کسی مخصوص سورۃ یا آیت کا پڑھنا نہیں ہے۔ جو یاد ہے پڑھے۔ کما فی الدرالمختار و ردالمحتار. واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۱/ذوالقعدۃ الحرام ۱۴۰۳ھ

استفتاء ۴۷

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

بہت زمانہ سے ہزاری باغ جامع مسجد میں ۱۴ ارشعبان کی شب میں تہجد کی نماز جماعت کیساتھ مائک کے ذریعہ ہوتی چلی آرہی ہے۔ کافی اہتمام کے ساتھ پورے شوہر کے لوگ کثیر تعداد میں جمع ہوکر تہجد کی نماز جماعت سے ادا کرتے ہیں۔ بند کردینے سے خدشہ ہے کہ کہیں ہنگامہ کھڑا نہ ہوجائے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسی صورت میں کیا کیا جائے۔ تہجد کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ کوئی شرعی حل نکال دیں تاکہ خلفشار نہ ہو۔

المستفتی: محمد یونس الفیضی، جامع مسجد ہزاری باغ

۸۶/۹۲ ے

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوهاب ـــــــــ!

حکم شرع کی اتباع خدا رسول جل وعلیٰ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضاء وخوشنودی کا سبب ہے بلکہ عین رضا ہے "رَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا (سورۂ مائدہ:۳) "اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔" (کنزالایمان) خلاف شرع کسی رسم کورواج دینا دینی خیرخواہی نہیں ہے خواہ بظاہر وہ (رسم) کتنے ہی حسین اور نفع بخش معلوم ہو۔ وَاِنْ تُحِبُّوا شَيْءً وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ. (سورۂ بقرہ:۲۱۶) "قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں پسند آئے اور وہ تمہارے حق میں بری ہو۔" ولقوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من سن سنة سيئة الخ. "جس نے اسلام میں برا طریقہ ایجاد کیا اس کا سارا وبال موجد پر ہے۔" کسی نفل نماز کی جماعت کا اہتمام (سوائے تراویح کے) نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم یا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں ہے۔

"اور فقہائے اسلام نے نفل کی جماعت کو جو بطور تداعی ہو مکروہ لکھا ہے تو خواہ مخواہ اس کا اہتمام کرنا وہ بھی مائک کے ساتھ ضرور عندالشرع مکروہ ہے درمختار میں ہے: ولا يصلى الوتر ولا التطوع بجماعة خارج رمضان اى يكره ذالك لو على سبيل التداعى بان يقتدى اربعة بواحدة كما فى الدرر الخ۔ "رمضان کے علاوہ وتر اور نفل کو جماعت کے ساتھ نہ پڑھے کہ تداعی کے ساتھ نوافل مکروہ ہے اور تداعی کہتے ہیں مقتدی کم از کم چار ہوں جیسا کہ درر میں ہے۔" اور خاص تہجد کی نماز کو بھی جماعت کے ساتھ بقید شب برأت "الاشباہ والنظائر" میں مکروہ لکھا ہے عن البزازية يكره الاقتداء فى صلوٰة رغائب فى براة وقدر الخ ۔ "بزازیہ میں ہے کہ شب برأت اور شب قدر میں نفلی نماز میں اقتدا کرنا مکروہ ہے۔" آپ مذکورہ حکم شرع لوگوں کو سنا دیجئے اگر مان جائیں فبها ورنہ آپ خود اس سے گریز فرمایئے۔ والله الهادى وقال العلامة الشامى فى فتاوىٰ، وَالنَّفْلُ بِالْجَمَاعَةِ غَيْرُ مُسْتَحَبٍّ لِاَنَّهُ لَمْ يَفْعَلْهُ الصَّحَابَةُ فِيْ غَيْرِ رَمَضَانَ الخ. "اللہ ہی ہدایت دینے والا ہے اور علامہ شامی علیہ الرحمہ نے اپنے فتاویٰ میں تحریر فرمایا ہے کہ نفل جماعت کے ساتھ غیر مستحب ہے اس لئے کہ صحابہ نے رمضان کے علاوہ ایسا نہیں کیا ہے۔" والله تعالىٰ اعلم

ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم۔

کتبہ
الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۱۱/شعبان المعظم ۱۴۰۰ھ، ۲۵/جون ۱۹۸۰ء

استفتاء ۴۷۱

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے اسلام اس مسئلہ میں کہ:

میں نے عصر کی سنت پڑھنے کی نیت باندھ لی۔ دوسری رکعت میں ہمارا وضو ناقض ہوگیا دوبارہ وضو کیا لیکن سنت کو نہ پڑھا بلکہ فرض ادا کر کے چلے آئے۔ کیا مجھے سنت پڑھنا ضروری تھا یا نہیں۔ فقط

المستفتی: محمد اشفاق احمد، مقام وپوسٹ: جمیر گڑھ، ضلع بھیلواڑہ، راجستھان، انڈیا 311025

۹۲/۸۶ ے

الجواب!

سنتِ غیر مؤکدہ پڑھنا ضروری نہیں تھا لیکن جب اس کی ادائیگی کی نیت سے شروع کردی گئی تو اب اس کا اہتمام ضروری ہے۔ اور آپ کا وضو اس کی تکمیل سے پہلے ناقض ہوگیا تو اب اس کی قضا آپ پر واجب ہے اس کی دو صورتیں ہیں۔

اگر قعدۂ اولیٰ کے بعد وضو ناقض ہوا تو صرف دو رکعت کی قضا واجب ہوگی اور اگر قعدہ اولیٰ سے پہلے وضو ناقض ہوگیا اور نیت چار کی کی تھی۔ تو چاروں رکعت کی قضا کرنی ہے۔ ھکذا فی الدر المختار وبہار شریعت جلد۴، وھو تعالیٰ اعلم!

کتبہ
الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۲/رمضان ۱۴۰۰ھ

استفتاء ۴۷۲

مسئلہ: جناب مفتی صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ ہمارے علاقے میں دستور ہے کہ شادی کے روز دولہا سسرال کی مسجد میں غسل کرنے کے بعد شادی کا لباس پہن کر نمازِ نفل بطور شکرانہ ادا کر کے محفل میں جاتا ہے۔ لیکن زید کی بیٹی کی شادی کے موقع پر دولہا آیا تو آپس کی نااتفاقی کی بنا پر اہل محلہ نے دولہا اور براتیوں کو مسجد میں غسل کرنے اور نمازِ نفل ادا کرنے سے سختی کے ساتھ روکا۔ از روئے

شرع ایسا کرنے والوں پر کیا حکم نافذ ہوتا ہے؟

المستفتی: شیخ اللہ بخش مقام اڈھنگ تاتر اساہی، پوسٹ انکھیا، ضلع کٹک، اڑیسہ

۹۲/۸۶ھ

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔مزاج گرامی!

مسجد میں غسل کرنے سے کیا مراد ہے؟ اس میں غسل کرنے کی اجازت وممانعت کے وجوہ کیا ہیں؟ جب تک سائل اس کی وضاحت نہیں کرتا جواب سے معذوری ہے۔ البتہ شکرانہ کی نفل نماز ادا کرنے سے بلاوجہ شرعی روکنا شرعاً جائز نہیں ہے روکنے والا گنہگار ہوگا۔ قال اللہ تعالیٰ اَرَاَیْتَ الَّذِیْ یَنْھٰی عَبْدًا اِذَا صَلّٰی. (العلق:۱۰) ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا بھلا دیکھو تو جو منع کرتا ہے بندہ کو جب وہ نماز پڑھے۔'' (ترجمہ کنزالایمان) واللہ تعالیٰ اعلم رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم۔

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۵/ ذوالحجہ ۱۴۰۰ھ، ۴/نومبر ۱۹۸۰ء

استفتاء ۴۷۳

مسئلہ: میں چار رکعتوں والی سنت اور نفل کی ادائیگی میں عام دستور کے مطابق قاعدۂ اولیٰ میں تشہد پڑھ کر تیسری کے لئے کھڑا ہو جاتا ہوں اور تیسری کی ابتداء بسم اللہ اور سورۃ الحمد سے کرتا ہوں جب کہ پچھلے دنوں نماز کی ایک کتاب کا مطالعہ کرتے ہوئے یہ عبارت نظر سے گذری:

''اگر نماز نفل یا غیر سنت موکدہ چار رکعت والی پڑھنا ہے تو دوسری رکعت میں قعدہ میں التحیات کے بعد درود شریف پڑھ کر کھڑے ہو جانا چاہئے اور تیسری رکعت میں ثناء یعنی سبحانک اللھم سے شروع کرنا چاہئے۔ اکثر لوگ اس سے غافل ہیں۔ اس کا خیال رکھئے''۔

اس سے میں اور میرے احباب پریشان ہیں۔ لہٰذا آپ سے گزارش ہے کہ اپنے موقر رسالہ ''رفاقت'' کے باب الاستفتاء میں اس کی صحت اور عدم صحت کی وضاحت فرمائیں۔ مذکورہ بالا عبارت کی صحت کی بنا پر ہماری پچھلی نمازیں ہم پر واجب الاعادہ تو نہیں ہیں؟ امید ہے کہ صحت مسئلہ کی صورت میں جواب کو حوالجات سے مزین فرمائیں گے۔

المستفتی: غلام حسین اشرفی، مقام وڈاکخانہ مرولیا، ضلع پرولیا (مغربی بنگال)

۹/ مارچ ۱۹۸۲ء

۷۸٦/۹۲

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوہاب ـــــــــ !

عبارت مذکورہ صحیح ودرست ہے۔صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے بہار شریعت جلد۴، صفحہ ۱۵ میں درمختار کے حوالہ سے اسی طرح تحریر فرمایا ہے۔لیکن اس کے ترک سے نماز کا اعادہ نہیں کیوں کہ سنت غیر موکدہ اور نوافل میں تشہد کے بعد درود شریف ودعاء ماثورہ اور تیسری رکعت کے ابتدا میں ثناء وتعوذ کا پڑھنا شرعاً مطلوب ومحبوب ہے واجب نہیں۔اور مطلوب کے ترک سے اعادہ واجب نہیں ہوتا ہے بلکہ حسن اتمام میں کمی آتی ہے۔قعدۂ اولیٰ میں درود ودعاء اور تیسری رکعت میں ثناء وتعوذ کے نہ پڑھنے کا حکم صرف فرض وواجب اور سنت موکدہ میں ہے۔درمختار میں ہے: **وکذا ترک الزیادة فیه الخ.** اور ردالمحتار میں ہے: **ای فی الفرض والسنّة المؤکدة لانها فی النفل مطلوبة الخ.** ’’اور ایسا ہی اس میں یعنی فرض اور سنت مؤکدہ میں زیادتی درود ودعاء کو چھوڑ دینا ہے کیونکہ وہ نفل میں مطلوب ہے۔‘‘ **وهو تعالیٰ اعلم و رسوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم۔**

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتـــــــــــــــبہ

۲۰/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۴۷۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

زید نماز نفل جماعت سے پڑھنا جائز کہتا ہے اور عمر کہتا ہے کہ فقہاء نے نماز نفل کی جماعت کو مکروہ فرمایا ہے اس لئے نفل جماعت سے پڑھنا نہیں چاہئے۔لہٰذا مفصل جواب بحوالہ کتب تحریر فرمایا جائے تاکہ یہ اختلاف بین المسلمین ختم ہو۔والسلام

المستفتی: محمد مقصود عالم پکی گوریا پٹنہ سیٹی

۷۸٦/۹۲

الجواب ـــــــــــــــــــ !

نفل نماز کی جماعت بایں معنیٰ جائز وغیر مکروہ ہے کہ تین سے زائد مقتدی نہ ہوں اور اگر تین سے زائد مقتدی ہوں تو اصطلاح فقہا میں ’’تداعی‘‘ ہونے کے اعتبار سے مطلقاً مکروہ ہے جس کا ترک واجب ہے۔تداعی کی جماعت پر اصرار کرنے والا گنہگار ہے۔عالمگیری کتاب الصلوٰۃ جلد اصفحہ ۸۲ میں ہے: **التطوع بالجماعة اذا کان علی سبیل التداعی یکره اھ وقال العلامة الشامی فی ردالمحتار: والنفل بالجماعة غیر مستحب لانه لم یصله الصحابة فی غیر رمضان اھ،** (نفل نماز کی جماعت تداعی کے طور پر مکروہ ہے اور علامہ شامی علیہ الرحمہ نے ردالمحتار میں فرمایا کہ نفل نماز جماعت کے ساتھ غیر مستحب ہے اس لئے کہ

صحابۂ کرام نے رمضان کے علاوہ دنوں میں نہیں پڑھا ہے) اور در مختار میں ہے: ولا یصلی الوتر ولا تطوع بجماعة خارج رمضان ای یکره ذالک لو علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعة بواحدة کذافی الدرر. "رمضان کے علاوہ وتر اور نوافل جماعت کے ساتھ نہ پڑھے وہ مکروہ ہے اگر تداعی کے طور پر ہو یا یں طور کہ کوئی ایک چوتھا آدمی اقتدا کر لے" واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم!

الفقیر عبد الواجد قادری غفرلہ، دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۷/شعبان ۱۴۰۱ھ، ۳۰/جون ۱۹۸۱ء

استفتاء ۴۷۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

عصر اور عشاء کے فرائض سے پہلے چار رکعتیں (بیک سلام) غیر مؤکدہ پڑھنے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ جامع مسجد پٹنہ جنکشن کے موجودہ قائم مقام امام نے بتلایا ہے کہ سنت غیر مؤکدہ دو دو کر کے پڑھنا اولیٰ ہے۔ اگر چار رکعت ایک ساتھ ہی پڑھنا ہو تو درمیان میں التحیات کے بعد دونوں درود اور دعاء پڑھ کے کھڑے ہونا چاہئے۔ ورنہ ثواب میں کمی ہو جائے گی۔ میں نے امام صاحب سے دریافت کیا کہ یہ مسئلہ فقہ کی کس کتاب میں ہے۔ جواباً انہوں نے کہا کہ در مختار اور دیگر کتابوں میں بھی ہے۔ لہٰذا آپ سے گزارش ہے کہ صحیح مسئلہ سے آگاہ کریں۔

المستفتی: اشرف کریم، جیس مین ہاؤس، رمنہ روڈ، پٹنہ-۴
۱۳/نومبر ۱۹۸۱ء

۹۲/۷۸۶

الجواب بعون الملک الوھاب!

امام مذکور نے مسئلہ صحیح بتایا۔ مگر نوافل وسنت غیر مؤکدہ کی تیسری رکعت میں فاتحہ سے پہلے ثناء، تعوذ اور تسمیہ بھی پڑھنا چاہئے۔ ھکذا قال صدر الشریعة بدر الطریقة فی بھار شریعة ج ۴، ص ۱۵ عن الدر المختار۔ "صدر الشریعہ بدر الطریقہ (مفتی امجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ) نے بہار شریعت جلد چار صفحہ پندرہ میں در مختار کے حوالے سے ایسے ہی کہا ہے" واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وصحبہ وبارک وسلم!

الفقیر عبد الواجد قادری غفرلہ خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲/صفر المظفر ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۴۷۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:
یہاں پر مسجد میں سورج گرہن کے وقت باجماعت نماز پڑھی گئی، جس میں امام صاحب نے ہر ایک رکعت میں قرأۃ کے بعد رکوع اور رکوع کے بعد قومہ میں پھر قرأۃ اور اس کے بعد پھر دوبارہ رکوع کیا پھر دوبارہ قومہ کے بعد دو سجدے کئے یعنی ہر ایک رکعت میں دو رکوع دو سجدے کئے۔ سورج گرہن کی دو رکعت نماز چار رکوع اور چار سجدوں کے ساتھ پڑھائی، زید کے دریافت کرنے پر امام صاحب نے جواز میں بخاری و مسلم میں احادیث دکھایا مگر زید کا کہنا ہے کہ امام صاحب کا طریقہ نماز صحیح نہیں ہے۔ اور کہتا ہے کہ یہ نماز دوسری نوافل کی طرح دو رکعت صرف دو رکوع اور چار سجدوں سے ہونی چاہیے۔ ان دونوں میں کس کا قول صحیح و درست ہے۔ امام نے جس طریق سے نماز پڑھائی کیا وہ نماز ہوگئی؟ **بینوا و توجروا!**

المستفتی: مدار شاہ، مقام کمپلی، ضلع بلّہاری، ریاست کرناٹک

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــــــ!

زید کا کہنا صحیح و درست ہے کہ سورج گرہن کی نماز بھی دیگر نمازوں کی طرح ہر ایک رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدوں کے ساتھ ادا کی جائے گی، چنانچہ فتاویٰ عالمگیریہ جلد اول ص ۱۵۰ میں ہے: **قال علمائنا یصلی رکعتین کل رکعة برکوع وسجدتین کسائر الصلوات یقرأ منھا ما احب کذا فی المحیط.** ''ہمارے علماء نے فرمایا کہ تمام نمازوں کی طرح ایک رکوع اور دو سجدے سے نماز پڑھائے اور جو اسے پسند ہو قرأت کرے جیسا کہ محیط میں ہے۔'' اور چونکہ امام مذکور نے ترتیب نماز کو جان بوجھ کر ترک کیا اس لئے مذکورہ نماز ادا نہیں ہوگی۔ **کما ھو ظاھر فی کتب الفقه.** ''جیسا کہ فقہی کتابوں میں ظاہر ہے۔'' **واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم!**

کتبہ
الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۲۹/مئی ۱۸۹۰ء

☆☆☆

استفتاء ۴۷۷

مسئلہ: کرم فرما مولانا صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!
عرض خدمت یہ ہے کہ ہم لوگ ایک جگہ نماز تراویح پڑھ رہے ہیں۔ وہ جگہ قبرستان تھا اور ہے بھی مگر جس جگہ پر نماز تراویح ہو رہی ہے اس میں قبرستان سے الگ ایک مزار شریف ظاہر حال میں بنا ہوا تھا۔ اور دوسرا مزار آج سے ایک سال قبل بنا وہ جگہ بونڈری کی ہوئی ہے جس میں امام باڑہ بھی ہے امام باڑہ جانے کا جو راستہ تھا اسی جگہ میں نماز تراویح ہو رہی ہے وہاں پر نماز تراویح جائز ہے یا نہیں؟ صحیح مسئلہ سے آگاہ کریں اور جو حافظ نماز تراویح پڑھا رہے ہیں۔ کیا امام کے لائق نہیں رہے؟ جس جگہ تراویح ہو رہی ہے اس کا نقشہ بھی ارسال خدمت ہے۔

پچھم: مزار شریف دکھن: .... اتر: مزار شریف پورب:	امام باڑہ یہ راستہ تھا اسی جگہ نماز تراویح ہو رہی ہے	.... بعض کا کہنا ہے......

المستفتی: خلیل احمد نوادہ

۹۲/۷۸۶

الجواب

امام باڑہ سے متصل نماز تراویح بالجماعت:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! قبرستان میں کوئی نماز جائز نہیں ہے: لِاَنَّ النَّبِی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ نَھٰی عَنْہُ. ''اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا'' لیکن جو جگہ نقشہ میں بتائی گئی ہے اس جگہ قبروں کا کوئی نشان وتذکرہ نہیں ہے بلکہ اسے راستہ ظاہر کیا گیا ہے بلکہ بونڈری کے ساتھ اس قطعۂ زمین کو علیحدہ کر دیا گیا ہے تو ایسی صورت میں نماز تراویح کی جماعت قبرستان میں نہیں بلکہ خاص راستہ پر ہو رہی ہے جو امام باڑہ کو جاتی ہے رہا قبرستان یا قبروں کا امام ومقتدی کے دائیں بائیں یا پیچھے پڑنا تو اس سے نماز میں کوئی حرج نہیں ہے جماعت جائز ودرست ہوئی۔ قال الھندیہ عن الحاوی، وان کانت القبور ماوراء المصلی لایکرہ. ''ہندیہ میں حاوی سے منقول ہے کہ اگر قبور نمازی کے پیچھے ہو تو نماز مکروہ نہیں ہوگی'' (ج ا صفحہ ۱۰۶)

واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم!

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبـــــــــــــــــــــــــــــہ
۱۷/شوال ۱۴۰۱ھ

استفتـــــــاء ۴۷۸

(۳) **مسئلہ**: تراویح کی نماز بیس رکعتیں ہیں۔ یہ کب سے رائج ہے جب کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف آٹھ رکعتیں پڑھی ہیں۔ آٹھ کو بیس بنانے کی کیا وجہ ہوئی۔ زید کا قول ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے خلاف ہے۔ بینوا وتوجروا۔

المستفتی: مظہر الحق رضوی

۹۲/۷۸۶

الجوابـــــــــــــــــــ بعون الملک الوہابـــــــــــــــــــ

(۳) زید بے قید کا قول بدتر از بول ہے کہ صحابہ کرام، تابعین عظام، ائمہ اعلام، رضی اللہ عنہم السلام کے عمل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے خلاف بتانے کی جرأت کرتا ہے جب کہ بیس رکعت تراویح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے جس پر صحابہ وسلف رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عمل رہا۔ اور عامۃ المسلمین نے اسی کو اختیار کیا۔ علامہ طبرانی نے کبیر میں علامہ بیہقی نے اپنی صحیح میں اور امام بغوی نے حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ سوی الوتر وزاد البیہقی فی غیر جماعۃ اھ. ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں وتر کے علاوہ بیس رکعات پڑھتے تھے اور بیہقی نے فی غیر جماعت کا اضافہ کیا ہے (یعنی بغیر جماعت کے پڑھتے تھے)'' اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ خود حضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ والہ وسلم وتر کے علاوہ بیس رکعتیں تراویح کی پڑھا کرتے تھے۔ حضرت سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ نے ابن رومان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کان الناس یقومون فی زمن عمر بن الخطاب فی رمضان بثلث وعشرین رکعۃ اھ. ''لوگ حضرت عمر بن خطاب کے زمانے میں رمضان میں تیئیس رکعات پڑھتے تھے۔'' اس روایت سے معلوم ہوا کہ بیس رکعت تراویح پر صحابہ کرام کا اجماع تھا۔ ورنہ نکیر ضرور وارد ہوتا۔ ترمذی شریف (باب قیام شہر رمضان) میں ہے: واکثر اہل العلم علی ماروی عن علی وعمر وغیرہما من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم عشرین رکعۃ وھو قول سفیان الثوری وابن المبارک والشافعی وقال الشافعی ھکذا ادرکت ببلد مکۃ یصلون عشرین رکعۃ اھ. ''ترجمہ: اکثر اہل علم اس پر ہیں جو حضرت علی وعمر رضی اللہ عنہما اور ان دونوں کے علاوہ دیگر صحابہ کرام سے بیس رکعات مروی ہے یہی قول سفیان ثوری ابن مبارک اور شافعی رضی اللہ عنہم کا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ایسے ہی میں نے شہر مکہ میں پایا کہ لوگ بیس

رکعت پڑھتے تھے۔" علامہ ترمذی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس بات کی نشاندہی فرمائی کہ جمہور فقہا اور اہل علم حضرات کا بیس رکعت تراویح پر عمل رہا۔ وللہ الحمد! آج ہم سنیوں کا بھی عمل اسی پر ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم و رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی الہ وصحبہ و بارک وسلّم۔

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۳/ ذی القعدہ ۱۴۰۱ھ

استفتاء ۴۷۹

مسئلہ: ہمارے چند بزرگوں نے ۱۶ ررمضان المبارک سے مسجد میں ختم تراویح کا اہتمام کیا، مسجد کے صدر وسکریٹری نے مسجد میں اعلان کیا کہ ہم ختم تراویح نہیں پڑھنے دیں گے کیونکہ ختم تراویح کیلئے ہم لوگوں سے اجازت نہیں لی گئی ہے۔ اس لئے ہم لوگ سورۃ تراویح پڑھیں گے۔ صورت ہنگامہ آرائی کی ہوگئی جب کہ اس مسجد میں پنجگانہ نماز کے لئے نہ کوئی پیش امام ہے اور نہ کوئی مؤذن۔ صرف نماز جمعہ کے لئے ایک حافظ قرآن ہیں جن کی اقتداء میں ختم تراویح کا انتظام کیا گیا تھا اور ختم تراویح پڑھی گئی، آج تراویح کے لئے صدر مسجد اگر اجازت لینے کو کہتے ہیں کہ تو صورت حال یہ ہے کہ کل نماز پڑھنے اور اذان دینے کے لئے بھی اجازت لینے کو کہہ سکتے ہیں۔ اس میں رکاوٹ ڈالنے پر شریعت کا کیا حکم عائد ہوتا ہے براہ کرم مطلع کریں۔

۹۲/۸۶ ۷

الجواب

نماز تراویح:

صدر سکریٹری کا ختم تراویح سے روکنا اور اسے اجازت پر موقوف رکھنا شرعاً ناجائز و گناہ ہے۔ اس لئے کہ **لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق** ۔"خالق کی معصیت میں کسی مخلوق کی طاعت نہیں۔" جس کام کے کرنے میں خدا عزوجل کی نافرمانی ہو تو اس میں کسی کا حکم ماننا اور اس کی پیروی کرنا گناہ ہے۔ تراویح اور اس میں ایک بار پورا قرآن پڑھنا و سننا سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے۔ ہندیہ میں ہے: **قرأۃ الختم فی التراویح سنۃ** "تراویح میں ایک بار پورا قرآن مجید ختم کرنا سنت ہے۔" درمختار میں ہے: **التراویح سنۃ مؤکدۃ لمواظبۃ الخلفاء الراشدین** ۔حدیث پاک میں ہے: **علیکم بسنتی وسنّۃ خلفاء الراشدین المھدیین عضوا علیھا بالنواجذ**. "تمہارے لئے میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت نمونۂ عمل ہے تم اس کو مضبوطی سے تھام لو۔" (ترمذی وابن ماجہ)۔

لہٰذا صدر و سکریٹری کو اپنی خود غرضی و نفس پرستی و ضابطۂ شرعیہ کی خلاف ورزی سے اعلانیہ تائب ہونا ضروری ہے۔ کوئی شرعی قباحت یا بدعقیدگی ہو تو اُسے امام بنانا جائز نہیں ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم!

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۱۷/ ذیقعدہ ۱۳۹۹ھ

استفتاء ۴۸۰

(۱) **مسئلہ:** شہر کی بڑی جامع مسجد میں ہر سال کی طرح امسال بھی ۲۷ رمضان کی شب میں ختم قرآن مجید نماز تراویح میں ہوئی۔ جب بیس رکعت نماز تراویح پڑھ لی گئی تو دعا نہیں مانگی گئی اور بعد سلام کے ہی چند ذمہ دار حضرات امام صاحب کی خاطر رقم وصول کرنے لگے۔ مقتدیوں میں سے ایک مقتدی نے رقم وصول کرنے اور نماز وتر نہ پڑھنے کی وجہ سے دریافت کیا تو وصول کرنے والے نے کہا کہ امام صاحب پانی دم کر رہے ہیں اس لئے ہم نے سوچا کہ ہم اتنی دیر میں وصولی کرلیں۔ ۲۰-۱۵ منٹ کے بعد امام صاحب نے نماز وتر پڑھائی، مگر کچھ لوگ نماز وتر کے قبل ہی غیر شرعی اصول کو دیکھ کر چلے گئے۔ کیا ایسے امام کے پیچھے نماز وتر جائز ہوگی۔ نماز تراویح کے بعد کیا دعاء مانگنا جائز نہیں اگر ہے تو ایسے امام کو کیا کرنا چاہئے؟

(۲) اگر مدرسہ یا مسجد کی خدمت پر جو وظیفہ ماہانہ ملتا ہو اس سے دور حاضر کی گرانی کا مسئلہ حل نہ ہوتا ہو کیا ایسے حافظ، قاری، مولوی، پیر طریقت کو دوسرے جائز کام کر کے اپنے اہل و عیال کی کفالت جائز نہیں؟ بعض مولوی حضرات فرماتے ہیں اس سے تبلیغ کے مشن میں کمی آجاتی ہے جب کہ ہمارے اسلاف نے دوسرے جائز کام کر کے اہل و عیال کی کفالت کی اور تبلیغ بھی کی۔ مگر اس طرف کے علماء ایسا نہیں مانتے۔ آپ جواب عنایت فرمائیں۔ فقط

خاکپائے کوئے رضا، محمد سعید قادری، پشوپتی ٹیلر، مین روڈ، برات نگر، نیپال، وایا جوگبنی، پورنیہ، بہار

۹۲/۷۸۶

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــ!

(۱) نماز تراویح کے بعد دعاء مانگنی جائز بلکہ بطریق سنت ثابت ہے۔ لیکن حافظ مذکور اگر صالح امامت ہے تو صرف عدم دعا یا فصل وتر عن التراویح کی وجہ سے اس کی امامت میں کوئی نقص نہیں آئے گا۔ **کما ھو ظاھر و باھر عن اصول الامامۃ والاقتداء.** ''جیسا کہ امامت واقتداء کے اصول سے ظاہر و باہر ہے۔'' مقتدیوں کو ایسی باتوں سے بیزار ہونا مناسب نہیں تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) بطریق کسب رزق حلال حاصل کرنا ضروری ہے۔ لانہ فرض بعد الفریضة. "اس لئے کہ کسب رزق حلال فریضہ شرعیہ کے بعد ایک فرض ہے۔" اس سے جو لوگ روکتے ہیں یا علماء وحفاظ کے لئے اسے برا جانتے ہیں، صریح غلطی پر ہیں۔ اللھم ھدٰنا وھداھم الی کسب الحلال. "اے اللہ عزوجل ہمیں اور انہیں کسب حلال کی رہنمائی فرما" وھو اعلم.

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۵/شوال المکرم ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۴۸۱

مسئلہ : کیا شریعت اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ مسجد کا امام رمضان میں صاحب اقتدار کی خوشنودی کے لئے یا ڈر سے تراویح کی نماز اپنی مسجد کی بجائے ایک چھوٹی مسجد میں پڑھائے، جو صرف رمضان کی تراویح میں مسجد معلوم ہوتی ہے اور دیگر وقتوں میں دو ایک آدمی ہی اس مسجد میں نماز پڑھتے ہوں۔ جہاں جمعہ کی بھی نماز نہیں ہوتی ہے امام حافظ قرآن ہے لہٰذا اس مسجد میں ختم تراویح ہو جاتی ہے اور امام صاحب کی مسجد میں سورۃ تراویح ہو جاتی ہے ایسا کرنا کہاں تک درست ہے؟

المستفتی : محمد عبدالقدوس قادری، خان منزل، پرسونی، ضلع سیتامڑھی

۷۸۶/۹۲

الجواب!

اگر تقرری کے وقت یہ بات طے پا چکی تھی کہ تراویح بھی پڑھانی ہوگی تو اس کے لئے ایفائے وعدہ ضروری ہے اور امام بہرحال اس کا پابند ہے اگر ایسی کوئی شرط نہیں تھی تو فرائض وواجبات کی جماعت کا پابند رہے گا نوافل وسنن جہاں چاہے پڑھ سکتا ہے اور اس کے سبب سے وہ لائق زجر وعزل نہیں ہوگا فتاویٰ خیریہ میں ہے: قد صرح العلماء لیس للقاضی عزل صاحب وظیفة بغیر جنحة الخ. "علماء نے صراحت کی ہے کہ بغیر کسی وجہ کے قاضی مقرر امام کو معزول نہیں کر سکتا۔" شرائط تقرری میں تراویح کا اگر کوئی ذکر نہیں ہے لیکن وہاں کا عرف ہو کہ جو امام ہوتا ہے وہی تراویح بھی پڑھاتا ہے تو ایسی صورت میں امام تراویح کا پابند رہے گا المعروف کالمشروط. "معروف مشروط کی طرح ہوتا" وھو تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم.

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۱/شوال المکرم ۱۴۰۱ھ، ۲۲/اگست ۱۹۸۱ء

استفتاء ۴۸۲

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:
تراویح کی نماز چھ رکعت پڑھ لی گئی پھر امام نے دو رکعت کی نیت کر کے پڑھانا شروع کیا امام سے غلطی ہوئی کہ دو رکعت پر سلام نہ پھیر کر اُٹھ کر کھڑے ہو گئے اور ایک رکعت نماز اسی نیت پر پڑھا دی میزان رکعت تین ہوئے سلام پھیر دینے کے بعد مقتدیوں نے اعتراض کیا کہ نماز تین رکعت ہوئی نماز پڑھانے والے کے پیچھے ہی سابق امام جامع مسجد موجود تھے اور ان کے متصل ہی ناظم مدرسہ مولانا حسین احمد رضوی تھی۔ جب مقتدیوں کا اعتراض ہوا کہ نماز تین رکعت ہوئی تو مدرسہ کے ناظم مولانا حسین احمد رضوی اور سابق پیش امام جامع مسجد جناب حافظ عبد المجید صاحب نے کہا کہ ایک رکعت چھوڑ دی تو دو رکعت نماز میزان کر کے آٹھ ہوئی، نماز شروع کریں امام نے اس طرح نماز جوڑ کر بیس رکعت پورا کر دیا میرے حساب سے نماز اٹھارہ رکعت ہوئی ہم نے الگ ہو کر دو رکعت نماز پوری کر لی۔ اور میں نے حافظ عبد المجید صاحب سے پوچھا کہ یہ نماز آپ لوگوں نے کس طرح سے پورا کر دیا۔ موصوف نے جواب دیا کہ نماز بیس رکعت ہو گئی یہ نماز کوئی فرض نہیں ہے۔ سنت ہے۔

المستفتی: مشتاق احمد قادری، جامع مسجد، سمستی پور

۹۲/۸۶ھ

الجواب!

تراویح کی نماز بیس رکعتیں دس سلاموں کے ساتھ سنت ہے۔ امام تراویح نے اگر آٹھویں رکعت پر قعدہ کیا اور تشہد پڑھا پھر بھول کر نویں رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا اور نویں ہی رکعت میں سلام پھیر دیا تو یہ آٹھ رکعتیں ہوئیں۔ ایک رکعت بیکار ہو گئی اس کا شمار نہیں ہوگا۔ نیز نویں رکعت میں سجدۂ سہو کی بھی ضرورت نہیں کہ واجب ترک نہیں ہوا بلکہ سنت سہواً ترک ہوئی لہٰذا عالم وحافظ نے جو مسئلہ بتایا وہ شرع کے موافق ہے اس پر اعتراض واقعی جہالت ہے۔ ہدایہ میں: **یستحب ان یجتمع الناس فی شهر رمضان بعد العشاء فیصلی بهم امامهم خمس ترویحات کل ترویحة بتسلیمین ذکر لفظ الاستحباب والاصح انها سنة** اھ۔ ”مستحب یہ ہے کہ ماہ رمضان میں بعد عشاء لوگ جمع ہوں اور امام انہیں پانچ ترویح (بیس رکعت) پڑھائے اور ہر تراویح دو سلام کا ہو اور مصنف علیہ الرحمہ نے لفظ مستحب کا ذکر کیا اصح قول یہ ہے کہ تراویح بیس رکعت سنت ہے۔“ درمختار میں ہے: **یجب له سجدتان بترک واجب سهواً۔** ”سہواً ترک واجب سے دو سجدے واجب ہوتے ہیں۔“ **واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم!**

عبد الواجد قادری غفرلہ خادم دار الافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبــــــــــــہ
۷/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۵ھ

الجواب صحیح وصواب والمجیب نجیح ومثاب
عبد الحافظ رضوی القادری غفرلہ
۷/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۵ھ

استفتاء ۴۸۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں:
گرمی کی وجہ سے رمضان المبارک میں تراویح کی نماز مسجد کی چھت پر ادا کرنا کیسا ہے۔ جواب تحریر کریں۔
المستفتی: مشتاق احمد قادری، جامع مسجد، سمستی پور
۹۲/۸۶ھ

الجواب

فقہائے کرام کے اقوال سے واضح ہوتا ہے کہ مسجد کی چھت پر جماعت مکروہ ہے۔ اگر گرمی کی شدت تکلیف دہ ہوتو وجہ شرعی موجود لہٰذا کراہت تحریمی کالعدم ہوکر جماعت بکراہت تنزیہی جواز میں حرج نہیں اور اگر تکلیف دہ نہ ہوتو بے وجہ شرعی کراہت تحریمی کا کیوں مرتکب ہوا جائے۔ قال صدر الشریعة بدر الطریقه فی فتاواه یلزمه کراهة الصلوٰة ایضا فوقه فلیتامل اه. ''صدر الشریعہ بدر الطریقہ نے اپنے فتوؤں میں فرمایا کہ اس سے نماز کی کراہیت بھی لازم آئے گی تو غور وفکر کرو۔''
وھو تعالیٰ اعلم!

الجواب صحیح وصواب والمجیب نجیح ومثاب
عبدالحافظ رضوی القادری غفرلہ
۷/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۵ھ

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۷/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۵ھ

استفتاء ۴۸۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:
تراویح جسے قیام اللیل کہتے ہیں سرکار دوعالم صلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی تمام حیات طیبہ آٹھ ہی رکعت پڑھی ہے جبکہ ہم بیس رکعتیں پڑھتے ہیں۔ احادیث بخاری ومسلم ترمذی کے حوالہ سے حوالے دیتے ہوئے جواب دیں۔ نوازش ہوگی!
المستفتی: محمد منظر، مقام کیری بگہہ، ڈاکخانہ عابدہ چک، ضلع نالندہ (بہار)
۹۲/۸۶ھ

الجواب

تراویح اور اس کی رکعتیں:

تراویح تمام حیات طیبہ میں پڑھنا ثابت نہیں ہے اور نہ جماعت سے پڑھنا ثابت ہے۔ البتہ خلفائے راشدین رضی المولیٰ

تعالیٰ عنہم نے اس پر مداومت فرمائی ہے خصوصاً سیدنا امیر المومنین فاروق اعظم عمر رضی المولیٰ عنہ نے اس کی جماعت کا اہتمام فرمایا ہے اور اس کی تحسین فرمائی ہے۔ اور سرکار دو عالم صلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔ لہٰذا پورے رمضان شریف میں تراویح کا پڑھنا بالا جماع سنت مؤکدہ ہے اور جماعت سنت کفایہ ہے، عندالاحناف جمہور کا مذہب یہ ہے کہ تراویح کی بیس رکعتیں ہیں دس سلام کے ساتھ اور یہ بے شمار احادیث کریمہ سے ثابت اور عقل وفہم سے زیادہ قریب ہے (دلائل و براہین کا پوسٹ کارڈ میں نقل کرنا مستبعد ومتعذر ہے اس لئے مجبوری ہے) وھو تعالیٰ اعلم.

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

یکم رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ۔ ۴/ جولائی ۱۹۸۱ء

استفتاء ۴۸۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
لاؤڈ اسپیکر کی صدا پر نماز پڑھنا جائز ہے یا ناجائز؟ اگر امام نماز پڑھاتا ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نادرست؟ بحوالہ کتب۔

المستفتی: محمد شمیم احمد، گلزار باغ، پٹنہ-۸۰۰۰۰۷

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــ بعون الملک الوهاب ــــــ !

اول تو لاؤڈ اسپیکر کا استعمال ہی نماز میں خلاف سنت بلکہ مکروہ مطلق ہے کہ وہ ہادم سنت ہے۔ یعنی اس کی وجہ سے تنصیب مکبرین کی سنت فوت ہوتی ہے پھر اگر مکبرین کا باضابطہ انتظام بھی کر لیا جائے جب بھی اس کی کریہہ آواز طمانیت وسکون کو غارت کرتی ہے جو روح قرأت یا روح نماز ہے۔ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلٰوتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا۔
(سورۂ بنی اسرائیل: ۱۱۰)۔ ''اور اپنی نماز نہ بہت آواز سے پڑھو نہ بالکل آہستہ اور ان دونوں کے بیچ میں راستہ چاہو۔'' (کنز الایمان)

دوسرے اس کی صدا پر نماز پڑھنا یعنی رکوع وسجود وغیرہ کرنا یہ نہ صرف مکروہ بلکہ مفسد نماز ہے کہ اس کی صدا کی اتباع، تلقین عن الخارج کی اتباع ہے۔ فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے: ان تبطل صلوة الکل لان التلقین من خارج کذافی بحر الرائق.
''اس لئے کہ تلقین خارج سے ہر نماز باطل ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ بحر الرائق میں ہے۔'' لہٰذا لاؤڈ اسپیکر کی صدا پر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ **وهو تعالیٰ اعلم**

عبد الواجد قادری غفرلہ خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۳/شوال المکرم ۱۴۰۳ھ

استفتاء ۴۸۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
مائک کے ذریعہ نماز پڑھانا کیسا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــ بعون الملک الوهاب ــــــ !

قرآن وحدیث کے خلاف ہے کہ اس کے ذریعہ امام کی آواز ضرورت سے زیادہ تیز ہوتی ہے۔ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلٰوتِكَ

وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلاً. "اپنی نماز نہ بہت آواز سے پڑھو نہ بالکل آہستہ اور ان دونوں کے بیچ میں راستہ چاہو" دوسرے یہ کہ مائیک کی وجہ سے بڑی جماعت کے لئے مکبرین کے نصب کی ضرورت قطعاً باقی نہیں رہ جاتی ہے۔ لہٰذا یہ ہادم سنت ہے اور علیکم بسنتی و سنة خلفاء الراشدین کے خلاف ہے۔

مائیک کی صدا پر رکوع و سجود کرنا فسادِ نماز کا سبب ہے کیوں کہ یہ اتباع تلقین عن الخارج ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــہ

۱۲/ ذوالقعدہ ۱۴۰۳ھ

استفتاء ۴۸۷

مسئلہ: جناب مفتی صاحب قبلہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مندرجہ ذیل سوالات کا جواب عنایت فرمائیں، کرم ہوگا۔

(۱) مسجد میں لاؤڈ اسپیکر سے عید، بقرعید اور پنج وقتہ نماز ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اپنے گھروں میں ٹی وی (ٹیلی ویژن) لگانا جائز ہے یا نہیں جب کہ ٹیلی ویژن میں ناچ، گانا، فلم اور فحش چیزیں دکھائی جاتی ہے؟

(۳) مسلمانوں کے گھر کی عورتوں کو اِدھر اُدھر بے پردہ گھومنا، رشتہ داروں کے یہاں جانا، گلی کوچوں میں ٹہلنا ازروئے شرع کیسا ہے؟

(۴) مسلمانوں کی عورتوں کا سرکاری آفس میں نوکری کرنا کیسا ہے؟

(۵) میرے ایک رشتہ دار کا انتقال ہوگیا۔ وہ حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ سے مرید تھے۔ قبر میں شجرہ ڈالنا بھول گئے۔ اب قبر میں شجرہ رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ فقط والسلام

المستفتی: مرزا افسر علی بیگ حبیبی، جوبرا، کٹک-۳

۹۲/ ۸۶ے

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــ!

محترم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۱) لاؤڈ اسپیکر سے تکبیرات انتقالات کی صدا سن کر مقتدیوں کا رکوع و سجود کرنا مبطل نماز ہے۔ وھو اعلم

(۲) جن امور کا دیکھنا یا سننا ٹی وی کے علاوہ حرام ہے وہ ٹی وی میں بھی حرام ہے اور جن چیزوں کو اس کے خارج میں دیکھنا، سننا

حلال ہے وہ اس میں بھی حلال ہے۔ جو حرام چیزوں کے دیکھنے اور حرام باتوں کے سننے کا مرتکب ہو اور ان میں شغف رکھتا ہو مسلمانوں کو ان سے قطع تعلق کرنا واجب ہے۔ ویکرہ معاشرہ لمن لایصلی ولو کانت زوجۃ. ”بے نمازی سے ملنا جلنا مکروہ ہے اگر چہ وہ بیوی ہی کیوں نہ ہو۔“ (شامی) وقال تعالیٰ عزوجل وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ. ”اور جو کہیں تجھے شیطان بھلادے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔“ وھو تعالیٰ اعلم

(۳) عورتوں کا بے پردہ گھروں سے باہر ہونا اللہ ورسول اور ملائکہ کی لعنتوں کا سبب ہے۔ باوجود قدرت کے اگر اس کے شوہر وغیرہ انہیں بے پردگی سے نہیں روکتے ہوں تو وہ دیوث ہیں۔ اسلامی تعلقات ومعاملات ان سے مکروہ ہے۔ وھو اعلم

(۴) اگر بے پردگی کے ساتھ ہو تو حرام ہے۔ وھو اعلم

(۵) شجرہ رکھنے کے لئے اب قبر کا کھودنا جائز نہیں۔ شجرہ کو یونہی رہنے دیا جائے۔ ان کے وارثوں کو چاہئے کہ شجرہ کی لکھی ہوئی ہدایات پر پوری طرح عمل کریں تا کہ اس کا ثواب صاحب شجرہ کو بھی پہنچتا رہے۔ وھو سبحانہ تعالیٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۱۱/ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۴ھ

استفتاء ۴۸۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) کسی دھات والی چین کی گھڑی پہن کر نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

(۲) عیدین یا جمعہ یا پنجوقتی نماز میں مائک پر نماز پڑھانا جائز ہے یا نہیں کثیر جماعت ومکبر ہونے کی صورت میں مائک پر نماز پڑھائی جاسکتی ہے؟

(۳) کسی شخص کے پاس سامان بزنس ایک لاکھ کا موجود ہو اور ایک لاکھ نقد روپے بھی اس کے پاس موجود ہوں تو زکوۃ صرف ایک لاکھ روپے کا دینا ہوگا یا سامان کا بھی دینا ہوگا؟

(۴) جمعہ کی نماز میں ثانی اذان اندرون مسجد یا بیرون مسجد دینا ہے؟

المستفتی: محمد اسمٰعیل اشرفی رضوی

۷۸۶/۹۲

الجواب!

(۱) مکروہ ہے۔ وھو اعلم

(۲) مائک سے نکلی ہوئی صدا تلقین عن الخارج کے حکم میں ہے لہٰذا اس کی اقتدا سے نماز باطل ہوگی اور اگر صرف مکبرین کی آواز پر مقتدی رکوع وسجود کریں تو مائک کا استعمال عبث ہوگا۔ جو مکروہ ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۳) اموال تجارت پر بھی زکوٰۃ واجب ہے حولان حول کے بعد نقد روپے اور سامان تجارت دونوں پر زکوٰۃ فرض ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

(۴) ہر اذان خارج مسجد ہی مسنون ومعمول ہے اندرون مسجد مکروہ ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح وصواب والمجیب نجیح ومثاب
عبدالحافظ رضوی القادری غفرلہ
۲۹/محرم الحرام ۱۴۰۵ھ

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۲۹/محرم الحرام ۱۴۰۵ھ

استفتاء ۴۸۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) لاؤڈ اسپیکر (آلہ مکبر الصوت) سے نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ جواز وعدم جواز پر کوئی دلیل شرعی ہے؟ ہر دو صورت میں معہ دلیل جواب مرحمت فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

(۲) یہ جو مسلمان مٹی یا روئی وغیرہ کا دلدل بنا کر نکالتے ہیں، بت پرستی ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد مقصود عالم، عالم گنج، پٹنہ

۷۸۶/۹۲

الجواب ـــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــ!

(۱) لاؤڈ اسپیکر (آلہ مکبر الصوت) کی صدا پر رکوع وسجود کرنے والوں کی نمازیں باطل ہوتی ہیں جس کے بطلان پر دلیل شرعی موجود ہے۔ فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے: **ان تبطل صلوۃ الکل لان التلقین من خارج کذا فی بحر الرائق اھـ** ”جو باہر سے تلقین کرنے والے کی اقتدا کرتے ہیں ان سبھوں کی نماز باطل ہے۔“ **وھو تعالیٰ اعلم**

(۲) بت پرستی نہیں لیکن ذی روح کا مجسمہ بنانا خواہ مٹی کا ہو یا روئی وغیرہ کا اشد حرام وکبیرہ ہے۔ **ان اشد العذاب یوم القیمۃ مصورون.** ”بیشک نہایت سخت عذاب روز قیامت تصویر بنانے والے پر ہے۔“ **وھو تعالیٰ اعلم**

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۱۸/صفر المظفر ۱۴۰۴ھ

استفتاء ۴۹۰

मसला2008 : किया फ़रमाते हैं उलमायेदीन इस मसले के बारे में:

(1) लौडीसपीकर की इक़तदा जायज है या नही? चूंकि तरावीह की नमाज़ लौडिस पीकर पर पढ़ाई जा सकती हे या नहीं?

(2) चैन वाली घड़ी पहन कर नमाज़ पढ़ना और पढ़ाना कैसा है!

(3) एक शैर है जो हम लोगो के नज़दीक मशकूक है

वो शैर यह है – वतहा वाली तोर नगरीया आऊँ कैसे।

काटूँ कैसे या उमरीयाँ आउँ कैसे।।

जवाब जल्द दें फक़त: एहसान अली जरमूने वाया बगोदर गीरीड़ीह

۷۸۶/۹۲

الجواب

لاؤڈاسپیکر کی اقتداء:

अलजवाब!

(2) 2008–لاؤڈاسپیکر کی اقتداء

इक़तेदा जाईज नही है لانہ تلقین من الخارج और उस पर तरावीह पढ़ाने से बचना ही अच्छा है क्यों के हो सकता है कोई मुक़तदी रुकू सुजूद में बजाये मुकब्बिर के लाउड स्पीकर ही की इक़तेदा करलें। تبطل صلوة الكل (البحر)

(2) 2009–چینداار گھڑی کے ساتھ نماز

मकरूह है और तहकीक यीह है कि मकरूह तहरीमी है (बहारे शरीयत)

(3) 2010–ایک شعر کی تصحیح:

मज़कूरह शेर में कोई मानवी खराबी नहीं है अलबत्ता शेर के पहले मिसरा में "वाले" के बजाये वाली लिख दिया है। वल्लहो आलम!

अब्दुल वाजिद "क़ादरी"
मूफ्ती इदाराह शरइयह बिहार पटना
ज़ीक़ादह 1400 हिजरी
20–9–80

استفتاء ۴۹۱

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:
ہمارے یہاں سندرگڑھ جامع مسجد کے صدر صاحب جمعہ کے دن مسجد میں لاؤڈ اسپیکر لگوا کر نماز جمعہ پڑھواتے ہیں اور عید کی نماز بھی لاؤڈ اسپیکر لگا کر پڑھوائی گئی۔ اس مسئلہ کا جواب از روئے قرآن مجید و حدیث شریف یا فقہ حنفی و دیگر اماموں (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کے مدلل طور پر ثابت کر کے مسلمین کو مستفید کیا جائے کہ لاؤڈ اسپیکر لگوا کر نماز پڑھوانا جائز ہے کہ نہیں؟

المستفتی: بی کے رحمٰن ایجنٹ مارکیٹ مقام و پوسٹ سندرگڑھ، اڑیسہ 770001

۹۲/۸۶ ۷

الجواب

لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کی تفصیل:

تقریروں وعظوں اور خطبوں نیز تلاوت قرآن عظیم سننے کے لئے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال جائز ومباح ہے کہ اس سے کسی حکم شرعی یا سنت کی مخالفت لازم نہیں آتی ہے اور اصول شرع ہے کہ ان الاصل فی الاشیاء اباحة اھ لیکن لاؤڈ اسپیکر پر با جماعت نماز پڑھنے میں متعدد خرابیاں بلکہ فسادِ نماز تک کی نوبت آجاتی ہے اس لئے اس کا استعمال جماعت کی نماز میں طریقہ سلف سے عدول ہے جو اہل فضول کا کام ہے۔ پہلی خرابی یہ ہے کہ اس سے ایسی کریہہ آواز نکلتی ہے جو روح نماز (طمانیت وسکون) کے خلاف ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: وَلَاتَجْهَرْ بِصَلٰوتِكَ وَلَاتُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلاً ''اور اپنی نماز نہ بہت آواز سے پڑھو نہ بالکل آہستہ اور ان دونوں کے بیچ میں راستہ چاہو۔'' دوسری خرابی یہ ہے کہ لاؤڈ اسپیکر لگانے کے بعد لوگ مکبرین کے تنصیب کی ضرورت محسوس نہیں کرتے ہیں اور آہستہ آہستہ تنصیب مکبرین کی سنت فوت ہو جاتی ہے اور سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ اگر کسی مقتدی نے لاؤڈ اسپیکر کی صدا پر رکوع وسجود کر لیا تو اس کی نماز ہی باطل ہوگئی۔ یجب ان تبطل صلوٰۃ الکل لان التلقین من خارج کذافی بحر الرائق۔ لہٰذا لاؤڈ اسپیکر کا استعمال نماز با جماعت میں نہیں کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

کتبہ: الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۲۴/ ذوقعدہ ۱۴۰۰ھ، ۵/ اکتوبر ۱۹۸۰ء

استفتاء ۴۹۲

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:
لاؤڈ اسپیکر کا استعمال نماز میں جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو اس کے دلائل کیا ہیں بعض لوگ اس کے جواز کے قائل ہیں اہلسنّت والجماعت کے مطابق جواب دیں مفصل مدلل جواب کا طالب۔
المستفتی: محمد شہاب الدین سندر گڑھ اڑیسہ

۹۱/۸۶ء

الجواب

لاؤڈ اسپیکر "آلہ مکبر الصوت" چودہویں صدی کی ایجاد ہے جس کا استعمال جائز کاموں میں دیگر اشیاء نو ایجاد کی طرح مباح ہے کیونکہ شرع شریف میں اس کی حرمت وارد نہیں ہے اور جس کی حرمت شرع میں وارد نہ ہو وہ اصولاً مباح ہوتا ہے: **ان الاصل فی الاشیاء اباحۃ.** "اشیاء کی اصل یہ ہے کہ وہ مباح ہے" البتہ امور شرعیہ میں اس کا استعمال اسی وقت تک جائز و مباح رہے گا جب تک وہ کسی شرعی حکم کے معارض و مخالف نہ ہو۔ یا شرع میں اس کے امثال موجود ہی نہ ہوں جب بھی مباح رہے گا اگر شرع مطہر میں اس کے امثال موجود ہیں تو جو حال و حکم مثال کا ہوگا وہی اشیاء نو ایجاد کا بھی ہوگا۔ مثلاً سائیکل گھوڑوں کی بجائے اور پانی جہاز کشتی کی بجائے۔ تقریر بالا سے معلوم ہوا ہے کہ وعظ و تقریر، خطبات نکاح بلکہ خطبات جمعہ وعیدین وغیرہا میں (آلہ مکبر الصوت) کا استعمال جائز و مباح ہے کہ وہ اس حال میں کسی فرض واجب سنت یہاں تک سنن زوائد کا بھی معارض و مخالف نہیں ہے بلکہ حاضرین و سامعین تک ایصال صوت کا آسان ذریعہ ہے اور وعظ و تقریر کے مقاصد کا حصول باحسن طریق اس کے ذریعہ حاصل ہے ہاں نماز جو بارگاہ خالق حقیقی میں بندۂ عاجز کی مناجات ہے اور خشوع و خضوع، عاجزی و انکساری کے ساتھ ایک بندہ ناتواں کا معبود حقیقی کی رضا جوئی مقصود ہے۔ اس میں یکسوئی طمانیت کا مظاہرہ بلا شبہ اس عظیم عبادت کی روح ہے اگر فی الحقیقت آلہ مکبر الصوت کی وجہ سے اس کے خشوع و خضوع عاجزی و انکساری، اور یکسوئی و طمانیت میں فرق نہیں آتا ہو تو حالت نماز میں بھی اس کا استعمال مباح ہے اگر چہ عبث ہوگا۔ اور اگر حالت نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال مذکورہ روحانیت نماز کے مخالف و مزاحم ہو تو لغو و مکروہ ہے جس سے احتراز ہی ضروری ہے: وَلَا تَجْهَرْ بِصَلٰوتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا۔ "اپنی نماز نہ بہت آواز سے پڑھو نہ بالکل آہستہ اور ان دونوں کے بیچ میں راستہ چاہو" اور اگر کوئی شخص حالت نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال اسلئے کرتا ہو کہ وہی مبلغ و مکبر کا بھی کام انجام دے اور مقتدی اس کی آواز پر رکوع و سجود کریں تو یہ سراسر ناجائز اور معارض بلکہ ہادم سنت ہونے کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہے۔ کیونکہ ایسی صورت میں یہ آلۂ مکبر الصوت ایک سنت متوارثہ سے بے نیاز کرنے والا ہوا یعنی مکبرین کی حاجت باقی نہ رہی حالانکہ بڑی جماعتوں کیلئے مکبرین کا تعین و تنصیب سنت صحابہ سے ثابت ہے اور سلفاً و خلفاً اس پر عمل

ہوتا آرہا ہے پھر اگر کوئی یہ التزام کرے کہ لاؤڈ اسپیکر کے ساتھ مکبرین کی تنصیب بھی ہم کریں گے تو دریں صورت لاؤڈ اسپیکر کا استعمال خود ہی لغو وعبث ثابت ہو گیا انتشار واجہار کر یہہ۔ فی الصلوٰۃ اور اسراف فی المال الگ رہا۔ جس میں نص وارد ہے۔ ولا تسرفو پھر فرمایا: اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ۔ اور وَلَا تَجْهَرْ بِصَلٰوتِکَ الخ۔ "بیشک فضول خرچ کرنے والا شیطان کا بھائی ہے۔" اور اپنی نماز میں ضرورت سے زیادہ آواز بلند مت کرو۔

دوسرے یہ کہ لاؤڈ اسپیکر خود شریک نماز نہیں ہے کیونکہ نہ وہ مکلّف ہے اور نہ اس میں اقتداء کی مطلقاً صلاحیت ہے تو گویا کہ مقتدی ایسے کی اقتداء کر رہا ہے جو خارج نماز ہے ایسی صورت میں آلہ مکبر الصوت کی آواز پر رکوع وسجود کرنے والے مقتدیوں کی نماز ہی سرے سے باطل ہو جائے گی فتاوی عالمگیری میں ہے: یجب ان تبطل صلوٰۃ الکل لان التلقین من خارج کذا فی بحر الرائق: "تلقین خارج سے یقینی طور پر سبھوں کی نماز باطل ہے" بایں صورت نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال مکروہ تحریمی بلکہ حرام ہوا کہ اس کی وجہ سے بیشمار مسلمانوں کی نمازیں باطل ہوئیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ!

تیسرے یہ کہ آلہ مکبر الصوت کی آواز۔ بیٹری، مائک، چند باریک پتیوں، وائر وغیرہم کی مرہون منت ہے تو لاؤڈ اسپیکر کی آواز بعینہ تالی وقاری کی آواز نہیں ہوئی بلکہ ٹکرائی ہوئی بالواسطہ (لغیرہ) اس کی آواز ہوئی اسی لئے علمائے محققین نے اس آواز کا نام صدا رکھا ہے کیونکہ صدا اس آواز کو کہتے ہیں جو کسی شے سے ٹکرا کر آتی ہو۔ اور صدا کی مثال وحکم شرع شریف میں موجود ہے اور کتب فقیہہ کے ابواب سجود تلاوت اس کے دلائل وبراہین سے مالا مال ہیں۔ مثلاً کسی شخص نے آیۃ سجدہ کی تلاوت کی اور دس سامعین نے اس کو تالی کی زبان سے سنا تو از روئے شرع مع تالی کے دسوں پر تلاوت کا سجدہ واجب ہو گیا۔ اب پھر وہی تلاوت کردہ آیۃ سجدہ کی آواز فضا میں پھیلی اور کسی پہاڑ کی بلندی یا کنویں کی گہرائی سے ٹکرا کر دوبارہ لوٹی تو اس لوٹی ہوئی آواز کو پھر تالی اور ۱۰ اردسوں سامعین نے سنا۔ ایسی صورت میں اس صدا کے سننے پر سبھوں کے اوپر تلاوت کا سجدہ دوبارہ واجب ہوگا یا نہیں؟ کتب فقیہہ میں صاف اور واضح اس کا جواب مصرح ہے کہ صدائے مذکورہ پر سجدہ تلاوت واجب نہیں ہے فتاوی عالمگیری جلد اول میں ہے: وان سمعھامن الصدی لا تجب علیہ کذافی الخلاصۃ "صدائے محض سے سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوتی ہے۔" جب شرع شریف میں صدا کی کوئی اہمیت نہیں تو خواہی نخواہی آلہ صدا کا استعمال حالت نماز میں کیا ضروری؟ تعجب تو یہ ہے کہ مداخلت فی الدین کے جذبے نے نام نہاد مسلمانوں کو یہاں تک مغلوب کر دیا ہے کہ اب اسی آلۂ مکبر کی صدا کو مقتداء بنانے کے لئے اصرار پیہم کر رہے ہیں: اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ "بیشک ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور اسی کی جانب لوٹنے والے ہیں۔" اور اجازت نہیں ملنے پر علمائے حقانی پر لعن طعن کر رہے ہیں یہ مذہب مہذب کے نام پر عظیم المیہ نہیں ہے تو اور کیا ہے؟

لاؤڈ اسپیکر کو تو جانے دیجئے (نہ وہ مسلمان ہے نہ انسان ہے اور نہ ہی ذی روح) اگر کوئی ذی ہوش، متقی وپرہیزگار مسلمان باوضو ہو کر امام کے قریب اس نیت سے بیٹھ جائے کہ امام کی قرأت وتکبیرات کو یا صرف تکبیرات انتقالات کو مقتدیوں تک بلند آوازی کے ساتھ پہنچائے گا ایسی صورت میں حکم شرع یہ ہے کہ جتنے مقتدی اس شخص کی بلند آوازی پر رکوع وسجود کریں گے ان

میں سے کسی کی نماز نہیں ہوگی کیونکہ انہوں نے ایسے کی اقتداء کی جو داخل نماز نہیں ہے چنانچہ علامۃ الفہامہ حضرت عابدین شامی علیہ الرحمہ نے ردالمحتار جلد اول میں فرمایا: المبلغ اذاقصدالتبلیغ فقط خالیا عن قصدالامام فلا صلوٰۃ له و لالمن یصلی بتبلیغه فی هذه الحالة لانه اقتدی بمن لم یدخل فی الصلوٰۃ الخ ''مبلغ جب تبلیغ کا ارادہ کرے اور وہ داخل نماز نہیں ہے تو اس کی نماز نہیں ہوئی اور نہ اس شخص کی جو نماز پڑھے اس کی آواز پر یہ تو اس شخص کی اقتداء ہوئی جو خارج نماز ہے۔'' اس سے بصراحت یہ معلوم ہوا کہ انتقالات ایسے مکبر و مبلغ کی آواز پر کی جائے گی جو خود اسی نماز میں شریک ہو فتاویٰ شامی جلد اول صفحہ ۴۴۳ پر ہے: فان قصدبتکبیر الاحرام مع التبلیغ للمصلین فذالک هو المقصود (منہ شرعا) ''اور اگر تکبیر احرام میں نمازیوں کے لئے تبلیغ کی نیت کی تو یہ اس کا مقصود ہے۔'' لہٰذا جو لوگ نماز جماعت میں لاؤڈ اسپیکر استعمال کرتے ہیں جس سے مقتدیوں کی نماز یں خراب ہوتی ہیں ان کو مذکورہ بالا قبائح ودلائل سے خوف کرنا چاہئے نیز اس سے ڈرنا چاہئے کہ جتنے لوگ اس کی دیکھا دیکھی اس کو رواج دیں گے سب کا گناہ قبل کے مروج پر ہوگا اور کسی کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ من سن سنّة سیة فله وزرها ووزرمن عمل علیهااو کماقال (الحدیث) ''جس نے کسی بُرے طریقہ کو ایجاد کیا تو اس پر اس کا گناہ (بوجھ) اور اس پر عمل کرنے والوں کا بھی (بوجھ) گناہ ہوگا۔'' واللہ تعالی ورسوله اعلم!

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۶/شعبان ۱۳۹۹ھ، ۲/جولائی ۱۹۷۹ء

استفتاء ۴۹۳

مسئلہ: مکرمی جناب مفتی صاحب قبلہ ادارۂ شرعیہ پٹنہ، بہار السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

(۱) لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھنا کیسا ہے؟ کیا اہل سنت وجماعت کے کسی مفتی نے اس کے جواز میں فتویٰ دیا ہے تو نام تحریر فرمائیں۔ آپ نے گذشتہ فتوی میں تحریر فرمایا ہے کہ اگر فی الحقیقت یکسوئی وطمانیت میں فرق نہیں آتا ہے تو نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال مباح ہے اگر چہ عبث ہوگا۔ جس کی وجہ سے نمازیوں اختلاف ہوگیا کچھ کا کہنا ہے کہ بالکل ناجائز نہیں بلکہ مباح کی صورت نکل رہی ہے تو استعمال کر سکتے ہیں ساتھ میں مکبر کی تعین وتنصیب کردی جائے۔ امسال عید کی نماز میں مکبر کی کمی کی وجہ سے پیچھے نمازیوں کو آواز نہیں سنائی دی جس سے ارکان کی ادائیگی میں تاخیر اور الٹ پلٹ کر دیا۔ ان نمازیوں کی اقتداء صحیح ہوکر نماز ہوگئی یا نہیں؟

(۲) زید نے کہا کہ جس میت میں چالیس متقی آدمی ہوں ان میں ایک ولی ہوتا ہے کیا اس مضمون کی کوئی حدیث شریف ہے اور حدیث کی کس کتاب میں ہے؟ پوری حدیث شریف نقل فرمائیں۔ نوازش ہوگی۔

(۳) امام کے پہلے زید نے نیت باندھ لی اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟

(۴) چار رکعت والی نماز فرض میں آخیر کی دو رکعت کے اندر زید نے الحمد پڑھنے کے بعد سورۃ بھی پڑھ لی۔ کیا سجدہ سہو سے نماز ہوجائے گی یا دوبارہ اعادہ کرنا ہوگا۔ امید کہ شریعت مطہرہ کی روشنی میں جواب باصواب سے آگاہ فرمائیں گے۔ بینوا و توجروا۔

المستفتی: علی امام صدیقی، امام جامع مسجد، مقام پوسٹ: بیر متراپور، ضلع سندر گڑھ، اڑیسہ۔ ۷۷۰۰۳۳

۹۲/۸۶ ۷

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

(۱) جس فتویٰ کا آپ نے حوالہ دیا ہے اُسے بار بار پڑھئے انشاء اللہ المولیٰ تعالیٰ وہ آپ کے لئے نافع اور معترضین کے اوہام کا دافع ہوگا، فتویٰ گذشتہ میں زیادہ سے زیادہ آلہ مکبر الصوت کا استعمال حالت نماز میں مباح فرض کیا گیا ہے لیکن اس سے نکلی ہوئی آواز کی اقتداء کو اباحت بھی میسر نہیں۔ اور آپ نے خود تحریر فرمایا ہے کہ مکبر کی کمی کی وجہ سے ارکان نماز کی ادائیگی میں تاخیر و تقدیم ہوئی تو اس میں آلہ مکبر الصوت کا کیا قصور؟ جب بڑی جماعتوں کے لئے مکبرین کی تعیین وتنصیب سنت سلف سے ثابت ہے تو اس کا اہتمام نہ کرنا اور آلہ مذکورہ پر اعتماد کرنا بذات خود عظیم غلطی ہے جن نمازیوں کی نماز میں خرابی آئی اس کے جوابدہ وہ لوگ ہیں جو مکبرین کی تنصیب میں سستی کو راہ دیتے ہیں۔

جن نمازیوں نے آلہ مکبر الصوت کی آواز پر رکوع وسجود کیا۔ ظاہر ہے کہ ان کی نمازیں نہیں ہوئیں۔ خواہ مکبر ہو یا نہ ہو۔

لانہ اقتدی بمن لم یدخل فی الصلوٰۃ الخ ''اس لئے کہ جو نماز میں داخل نہیں تھا اس کی اقتداء کی'' (ردالمحتار جلد اول)۔

وھو تعالیٰ اعلم!

(۲) وہ حدیث فقیر کو مستحضر نہیں اور نہ ادارہ میں فی الوقت حدیث شریف کی کوئی ایسی کتاب ہے جس کو دیکھ کر حدیث نقل کروں۔ **وھو تعالیٰ اعلم**

(۳) نیت باندھ لی سے اگر یہ مراد ہے کہ زید نے امام سے قبل تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھ لیا تو امام کی نماز میں شرکت نہیں ہوئی بلکہ زید کی الگ نماز ہوئی۔ اور اگر زید نے امام کی اقتداء کی نیت بھی کی پھر بھی تکبیر تحریمہ امام سے پہلے کرلیا تو نماز ہی نہ ہوئی کمافی عالمگیری **وبینہ سیدنا صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فی بہار شریعت** جلد ۳، ص ۶۰۔

وھو تعالیٰ اعلم!

(۴) نہ سجدۂ سہو کی ضرورت ہے نہ ہی اعادہ کی۔ نماز ہوگئی بحر الرائق جلد ۱، ص ۱۳۳ میں ہے: **فلو ضم السورۃ الی الفاتحۃ**

فی الاخریین لایکون مکروھا ''نماز کی آخری دو رکعت میں اگر سورۂ فاتحہ کے ساتھ کوئی سورہ ملادی تو کوئی کراہت نہیں۔''
کمانقله فی غایة البیان عن فخر الاسلام الخ۔ والله تعالیٰ اعلم بالصواب!

الفقیر عبد الواجد قادری غفرلہ، دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۹/شوال المکرم ۱۳۹۹ھ، ۲/ستمبر ۱۹۷۹ء

استفتاء ۴۹۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ:
خضر پور کی جامع مسجد واقع مولینا محمد علی روڈ کلکتہ ۲۳ میں آج تقریباً پندرہ سال سے مائک پر جمعہ، عیدین، تراویح کی نماز ہوتی چلی آرہی تھی۔ آج قریب دو ماہ سے موجودہ امام صاحب ایک جمعہ کو عوام کے سامنے مائک پر نماز پڑھنے پڑھانے کے عدم جواز پر دلیلیں اور ثبوت مذہب اسلام کی معتبر کتابوں سے پیش کر کے بند کر دیئے ہیں۔
آج تک جمعہ کی نماز میں کوئی بات نہیں ہوئی ہے مگر عید الفطر وعید الاضحیٰ اور تراویح میں جبکہ کثیر جماعت ہوتی ہے اس موقع پر مائک سے نماز نہ ہونے پر فتنہ کا شدید خطرہ محسوس کیا جارہا ہے۔ چونکہ کچھ خبریں ابھی سے ان حضرات کی جانب سے گردش کر رہی ہیں جو مسئلہ ومسائل کو صحیح طور پر نہیں جانتے ہیں۔ بلکہ ان کی نظر میں دوسری مسجدوں کی نظیر اور زمانہ کی موجودہ ترقی وغیرہ ہے اور اس مزاج کے لوگ ۸۰% اسّی فیصد تراویح وعیدین کی نماز میں موجود ہوتے ہیں۔ اس صورت میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے۔
بینوا وتوجروا بجاہِ سیّد المرسلین!

المستفتی: عبد الغفور منتظم کیراف خانقاہ پیران پیر B۔۱۷، ایم ایم علی روڈ کلکتہ ۲۳

۹۲/۷۸۶

الجواب!

جب لاؤڈ سپیکر کی شناعت کو امام صاحب مذکور ظاہر فرما چکے اور اس کا استعمال بھی مسجد سے ختم ہوگیا۔ تو پھر فتنہ کا احساس اس کے اقتداء کے جواز کی دلیل نہیں بن سکتا ہے کیونکہ لوگوں کی خوشنودی کے بدلہ خدا کی ناراضگی مول لینا مزاج شریعت کے قطعاً منافی ہے: لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق۔ ہاں اگر فتنہ وفساد کا یقین یا ظن غالب ہو تو الفتنة اشد من القتل. (فتنہ قتل سے سخت ہے) کے پیش نظر مسلمانوں کے خون کا احترام کرتے ہوئے اور ملی حرمت اجتماعیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے۔ الضرورات تبیح المحظورات. (ضرورتیں ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں) کی رخصت پر (خشیت وندامت کے ساتھ) عمل کر لیں گے۔ لیکن فتنہ وفساد

کا بادل ٹلتے ہی یہ رخصت اباحت بھی رخصت ہوجائے گی۔ ھذا ما ظھر لی الآن وھو اعلم (یہ میرے نزدیک ظاہر ہوا اور اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے) ایسی صورت میں جن مقتدیوں کی نمازیں صدائے مکبر الصوت کی اقتداء کے سبب سے فاسد ہوں گی اس کا جوابدہ اور ذمہ دار وہی فتنہ انگیز جماعت ہوگی جو لاؤڈ اسپیکر لگانے پر مصر ہے۔ فلہ وزرھا ووزر من عمل علیھا (الحدیث) (اس کا وبال اور جو اس پر عمل کرے اس کا وبال اسی پر ہوگا) کیونکہ صدا کی اقتداء کرنے والوں کی نماز عند الشرع فاسد ہوجاتی ہے۔ کما قال العلامۃ الشامی فی فتاوٰہ. فلاصلوة له لمن یصلی بتبلیغه فی ھذه الحالة لانه اقتدیٰ بمن لم یدخل فی الصلوة الخ (اس شخص کی نماز نہیں ہوگی جو اس کی تبلیغ صوت سے نماز پڑھتا ہو جو خارج صلوٰۃ ہے اس لئے کہ اس نے اس شخص کی اقتداء کی ہے جو نماز میں داخل نہیں ہے) واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ۔

کتبہ

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

یکم رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ، ۴/ جولائی ۱۹۸۱ء

استفتاء ۴۹۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس بارے میں کہ

ایک مسجد جو دو منزلہ ہے، مصلیوں کی تعداد جمعہ وعیدین میں کافی ہوجاتی ہے۔ یہاں تک کہ سہ منزلہ پر مصلیوں کی صفیں پھیل جاتی ہیں جو ابھی تک نامکمل ہے۔ مکبر کی آواز باہری صحن سے اوپر تک نہیں پہنچ سکتی ہے۔ ایسی صورت میں کیا لاؤڈ اسپیکر سے نماز کی اقتدا کر سکتے ہیں؟ علمائے اہل سنت کا اس پر کیا فتویٰ ہے۔ کیا علمائے اہل سنت اس مسئلہ میں مختلف فیہ ہیں؟ جمہور اہلسنت کا مسلک واضح طور پر مکمل ومدلل مرحمت فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

المستفتی: محمد کلیم اللہ خاں، جوائنٹ سکریٹری، انجمن اسلامیہ، بدھ ہاٹ، بڑی مسجد، براٹ نگر، نیپال

۹۲/۷۸۶

الجواب ـــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــ !

مکبرین کا صرف باہری صحن ہی میں ہونا سنت نہیں ہے۔ حسب ضرورت ہر درجہ میں ہونا چاہئے۔ یہ عذر نہایت ہی پوچ ہے کہ نیچے درجہ کے مکبر کی آواز اوپر درجہ تک نہیں پہنچ پاتی ہے۔ اگر دو ایک مکبر کی آواز نہیں پہنچ پاتی ہے تو حسب ضرورت سو پچاس مکبرین بھی نصب کئے جاسکتے ہیں۔ اس سے اتباع سنت کا ثواب المضاعف ہی ہوتا جائے گا اور لاؤڈ اسپیکر کی قباحتوں سے نجات ملے گی۔ صورت مسئولہ میں لاؤڈ اسپیکر سے نماز میں تکبیرات انتقالات کی اقتدا مفسد نماز ہے، جو اس کی اقتدا کرے گا اس کی نماز باطل ہوجائے گی۔ عالمگیری میں ہے: یجب ان تبطل صلوٰۃ الکل لان التلقین من خارج کذافی بحر الرائق. "سب

کی نماز باطل ہوجائے گی اس لیے کہ یہ خارج سے تلقین ہے۔ بحرالرائق میں ایسے ہی ہے۔" بعض علماء کا یہ کہنا ہے کہ جہاں مکبرین کا کافی نظم ہو کہ لاؤڈ اسپیکر کے اقتدا کی مطلقاً حاجت نہ ہوتو وہاں صرف سماع قرأت کے لئے اس کا استعمال مباح ہے۔ مگر اس صورت میں کچھ قباحتیں بھی ہیں۔ لہٰذا مناسب اس سے بچنا ہے۔ ہاں اگر ہر ہر مصلی اس کا التزام کرلے کہ امام یا مکبرین ہی کی تکبیرات پہ رکوع وسجود وغیرہ کریں گے تو اس کا استعمال نماز میں عبث ہوا ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم و رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی الہ و صحبہ وسلم۔**

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۳/ ذی القعدہ ۱۴۰۱ھ

استفتاء ۴۹۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

جب کسی مسجد کے اندر نماز تراویح میں کثیر جماعت ہو کہ امام کی تلاوت قرآن پاک سب سن نہ سکیں تو ایسی صورت میں مکبرین کے ساتھ ساتھ نماز تراویح میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ نماز تراویح بھی سنت مؤکدہ ہے اور نماز تراویح میں ایک ختم قرآن پاک بھی سنت مؤکدہ ہے۔ ازروئے شرع متین نماز میں مکبرین کے ساتھ ساتھ لاؤڈ اسپیکر کا استعمال جائز ہے یا نہیں بہت جلد جواب مرحمت فرمائیں یہاں نماز جمعہ میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال نہیں ہوتا ہے۔ دریافت طلب امر صرف نماز تراویح کے متعلق ہے **بینوا وتوجروا من ربکم الاعلیٰ۔**

المستفتی: محمد سلیمان گدی سکریٹری چھوٹی مسجد محلہ اوپر کلی جھریا ضلع دھنباد

۲۸/ جون ۱۹۸۱ء

۷۸۶/۹۲

الجواب!

نماز میں مقتدیوں کیلئے امام کی قرأت کا سننا نہ فرض ہے نہ واجب اور نہ ہی سنت۔ امام کو اپنی طاقت سے زیادہ زور لگا کر قرأت کرنے کی ممانعت کتب فقہ میں مصرح ہے۔ قرأت جہری کی صوتی حد مفتیٰ بہ اور اصح قول کے مطابق بس اسی قدر ہے کہ امام کے علاوہ کوئی دوسرا بھی اسے سن سکے خواہ دو ایک ہی مقتدی نے سنا ہو تو قرأت جہری کی ادائیگی ہوجائے گی۔ **وبہ اخذ عامۃ المشائخ کذاقال الزاھدی.** "اسی کو ہمارے عام مشائخ نے اختیار کیا ہے جیسا کہ زاہدی نے کہا۔" شریعت مطہرہ مسلمانوں

کے لئے آسانیاں فراہم کررہی ہے اور مسلمان خود دشواری مول لینا چاہتا ہے: یُرِیْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (البقرہ:۱۸۵) ''اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا ہے۔'' (کنزالایمان) ہاں جہاں جہر شدید کی حاجت ہے مثلاً بڑی جماعت کے اندر تکبیرات انتقالات میں۔ وہاں حسب ضرورت ضرور آواز پہنچائی جائیگی خواہ امام ہی کی آواز کفایت کر جائے یا اس کیلئے مکبرین کو نصب کرنا پڑے۔ فانه يجهر به لتكبيرات الانتقال عند كل خفض ورفع الخ (هنديه) ''تکبیرات انتقال کے لئے ہر جھکتے اور اٹھتے وقت مکبر کے ذریعہ آواز بلند کی جاسکتی ہے۔'' لہٰذا لاؤڈ اسپیکر کا استعمال نماز جماعت میں جبکہ مکبرین کا بھی معقول نظم ہو لغو وعبث ہے۔ اور اگر یہ کہا جاوے کہ تکبیرات رکوع وسجود پہنچانے کے لئے لاؤڈ اسپیکر لگایا گیا تا کہ دور دراز کے مقتدی سنکر با آسانی رکوع وسجود کرسکیں تو یہ خارج کی صدا پر رکوع وسجود ہوئے جو سراسر ناجائز بلکہ مفسد نماز ہے کما قال العلامة الشامی فی فتاوٰہ: فلا صلاة له ولا لمن يصلي بتبغله في هذه الحالة لا نه اقتدیٰ بمن لم يدخل في الصلوة الخ زید کا کہنا از روئے شرع صحیح ودرست ہے البتہ سائل کا یہ شبہ کہ شاید تراویح ونماز جمعہ کی جماعت میں فرق ہے۔ صحیح نہیں ہے کیوں کہ جمعہ وعیدین میں جہر کا جو حکم ہے وہی حکم تراویح اور وتر وغیرہ کا ہے۔ ويجهر بالجمعة والعيدين كذافي الهدايه وكذا يجهر في التراويح والوتران كان اماماً اھ. (فتاوی عالمگیری جلد اصفحہ ۷۰) ''جمعہ اور عیدین میں جہر کیا جائے گا۔ ہدایہ میں ایسے ہی ہے اور ایسے ہی تراویح اور رمضان المبارک کے وتر میں امام ہو تو جہر کیا جائے گا۔'' واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۲۶/شعبان ۱۴۰۱ھ، ۲۹/جون ۱۹۸۱ء

استفتاء ۴۹۷

نحمده ونصلي على حبيبه الكريم!

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید کہتا ہے کہ لاؤڈ اسپیکر پر نماز جائز ہے۔ اگر کسی شخص نے لاؤڈ اسپیکر پر نماز فرض، عیدین، تراویح، شبینہ پڑھ لیا تو بلا کراہت نماز ہو جائے گی۔ بکر کہتا ہے کہ لاؤڈ اسپیکر پر بالکل نماز نہیں ہوگی چاہے نماز فرض ہو یا عیدین، تراویح، شبینہ ہو۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت کے ساتھ جلد جواب مرحمت فرمایا جائے تا کہ ہم لوگ اس پر عمل پیرا ہو جائیں۔

المستفتی: محمد شوکت انصاری قادری ٹھیکیدار، صدر لودنا مسجد پٹی، مقام وپوسٹ لودنا کولیری، ضلع دھنباد

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــــــــــ!

لاؤڈ اسپیکر کی صدا، صدائے بازگشت ہے جس کی اتباع واجب نہیں اور تلقین عن الخارج ہونے کی وجہ سے اس کی صدا پر رکوع وسجود جائز نہیں۔ لہٰذا جو لوگ اس کی صدا پر رکوع وسجود کریں گے اس کی نمازیں باطل ہوں گی اور جو لوگ امام یا مکبرین کی آوازوں پر رکوع وسجود کریں گے ان کی نمازیں صحیح ہوں گی۔ ایسی صورت میں اگر مکبرین کے تنصیب کی سنت فوت نہ بھی ہو تو بھی اس کی کیا ضمانت ہے کہ مقتدیوں میں کوئی بھی لاؤڈ اسپیکر کی صدا پر رکوع وسجود نہیں کرے گا؟ اور اگر کر لیا تو اس کی نماز کا جوابدہ کون ہوگا؟ لہٰذا احتیاط کا شدید تقاضا ہے کہ بہر حال جماعت کی نمازوں میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال نہیں کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ وبارک وسلم۔

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۱۶/ رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ

استفتاء ۴۹۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

ہمارے یہاں مسجد ایک ہی ہے اور آبادی کثیر ہے اس لئے جماعت بھی کثیر ہوتی ہے۔ خصوصاً نماز تراویح میں مسجد بھر جاتی ہے اور امام تراویح اپنی آواز مقتدیوں تک پہونچانے سے قاصر رہتا ہے۔ تراویح میں نمازیوں کو چونکہ قرآن پاک سننے کی خواہش رہتی ہے اور آواز نہ پہنچنے سے بے چینی پائی جاتی ہے۔ ایسی صورت میں اگر مائک استعمال کیا جائے تاکہ آواز پھیلے اور رکوع وسجدہ کیلئے مکبر مقرر کر دیا جائے تو شریعت اسلامیہ کا کیا حکم ہے؟ مدلل جواب مرحمت فرمائیں فرما کر شکر گزار بنائیں۔

المستفتی: معین الدین احمد مقام وپوسٹ راجگانگپور ضلع سندر گڑھ اڑیسہ

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــــــــــ!

نماز جماعت میں لاؤڈ سپیکر کی شناعتیں:

نماز خدائے عظیم کی اہم ترین عبادت ہے جس کی روح خشوع وخصوع، عاجزی وانکساری اور یکسوئی وطمانیت قلب ہے،، **لاصلوٰۃ الابحضور القلب او کماقال صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم۔** مالک حقیقی نے اپنی اس خاص عبادت کے لئے نہ تو جہر کریہہ کو پسند فرمایا ہے اور نہ ہی ایسی اخفا کو کہ سانس کی بھی آمدوشد معلوم نہ ہو بلکہ درمیانی راہ اختیار

کرنے کا حکم دیا ہے،، وَلَا تَجۡهَرۡ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتۡ بِهَا وَابۡتَغِ بَيۡنَ ذٰلِكَ سَبِيۡلًا.
لاؤڈ سپیکر اشیائے نو ایجاد میں سے ہے، جس کے استعمال کی اباحت اصولی ہے ان الاصل فی الاشیاء اباحۃ،، جب تک حکم شرعی کے معارض ومخالف نہ ہو اس کا استعمال جائز ومباح رہے گا۔ صورت مسئولہ میں اگر اس کے استعمال کی غرض وغایت صرف اور صرف ایصال صوت ہے تو ممانعت کی کوئی وجہ شرعی نہیں ہے۔ لیکن اس کی کیا ضمانت ہے کہ مقتدی جس ہورن کی نکلی ہوئی آواز کو دل جمعی وطمانیت کیلئے سن رہے ہیں وہ رکوع وسجود کے وقت اس سے بے نیاز ہو جائیں گے؟ اور اگر کسی نے ہورن کی آواز پر رکوع وسجود کرلیا تو اس کی نماز کا جوابدہ کون ہوگا؟ کیونکہ اس کی نماز عندالشرع باطل ہوگئی یجب ان تبطل صلوۃ الکل لان التلقین من خارج کذا فی بحر الرائق،، اور اگر اتنے مکبرین کا انتظام کرلیا جائے کہ ان سب کی آواز ہورن کی آواز پر غالب آجائے اور لوگ اسی آواز پر رکوع وسجود کریں گے تو بھی یہ کیا ضروری ہے کہ یہ التزام آپ کے بعد دوسرے لوگ یا دوسری مسجد والے بھی برقرار رکھ سکیں گے۔ ایسی صورت میں جو افراتفری اور فساد نماز کا ہنگامہ ہوگا کیا آپ اس کے جوابدہ ہوں گے؟ اگر آپ اس کے جوابدہ نہیں ہوں تو بھی وہ تمام وبال آپ ہی کی گردن پر ہوں گے۔ لقولہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم من سن سنۃ سیئۃ فلہ وزرھا ووزر من عمل بھا الخ. لہٰذا طریقہ سلف سے عدول اہل فضول کا کام ہے۔ قرأۃ کا نہ سننا فساد نماز کو مستلزم نہیں بلکہ کسی طرح کی کراہت بھی نہیں۔
واللہ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وصحبہ وسلم!

کتبہ
عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ

۳۰/شوال ۱۴۰۰ھ، ۱۱/ستمبر ۱۹۸۰ء

استفتاء ۴۹۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
مائک سے وقتی نماز اور نماز تراویح پڑھنا جائز ہے کہ نہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ناجائز ہے، کیوں کہ تراویح میں قرأت کے درمیان آیت سجدہ بھی پڑھی جاتی ہے۔ مسجد کے نمازی لوگ تو سجدۂ تلاوت کر لیتے ہیں، لیکن باہر کے سننے والے لوگ سجدہ نہیں کر پاتے ہیں۔ اس لئے گناہ پڑھنے والے پر ہوتا ہے۔ لہٰذا نہیں پڑھنا چاہئے، اس مسئلہ کا جواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔

۹۲/۷۸۶

الجواب ـــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــ!
سجدۂ تلاوت کی وجہ سے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال نماز میں ناجائز نہیں ہے، بلکہ تلقین عن الخارج کی وجہ سے ہے۔ یعنی تلقین

عن الخارج پر رکوع سجود مفسد نماز ہے اور لاؤڈ اسپیکر کے ہورن سے نکلی ہوئی آواز براہ راست تالی وقاری کی آواز نہیں ہے بلکہ صدائے بازگشت ہے، پس اس کی اتباع واقتداء تلقین عن الخارج کی اقتداء ہے جو مفسد نماز ہے، پس ایسی عبادت جس میں اقتداء واجب نہ ہو اس میں اگر لاؤڈ اسپیکر کا استعمال ہو تو جائز ومباح ہے۔ مثلاً تلاوت، خطبات، تقاریر، منفرد کی نماز وغیرہا۔ یجب ان تبطل صلوٰۃ الکل لان التلقین من خارج الخ. "تلقین عن الخارج کی وجہ سے سب کی نماز باطل ہے۔" کذافی بحر الرائق والعالمگیریه. واللہ تعالیٰ اعلم ورسوله صلی اللہ تعالیٰ علیه وعلی اله وصحبه وبارک وسلم۔

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۶/شوال المکرم ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۵۰۰

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل مسائل کے متعلق!

آپ کے خیالات کا متلاشی ہوں! لاؤڈ اسپیکر کا مسئلہ شرعی صورت اختیار کر لیا ہے جا بجا اس پر بحث وتمحیص ہوتی ہے۔ لہٰذا لاؤڈ اسپیکر پر نماز ہوگی یا نہیں۔ ادلہ شرعیہ سے جواب مرحمت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ فقط

المستفتی: (مولانا) عبدالغفار غفرلہ امام خطیب جامع مسجد لودنا، پوسٹ لودنا، ضلع دھنباد (بہار)

۹۲/۸۶ء

الجواب!

لاؤڈ اسپیکر کا استعمال نماز میں:

لاؤڈ اسپیکر پر نماز کی دو صورتیں ہیں اول تو یہ کہ کوئی نمازی لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھتا ہو اور کوئی دوسرا شخص اس کی اتباع واقتدا نہیں کر رہا ہو ایسی صورت میں آلہ مکبر الصوات کا استعمال عبث اور طمانیت وسکون کے خلاف ہے جو روح نماز ہے وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا الآیة (الاسراء:۱۱۰) "اور اپنی نماز نہ بہت آواز سے پڑھو نہ بالکل آہستہ اور ان دونوں کے بیچ میں راستہ چاہو۔" (کنزالایمان) اور دوسرے یہ کہ جماعت کی نماز میں لاؤڈ اسپیکر استعمال کیا جائے اور اس صورت میں متعدد خرابیاں ہیں مثلاً تنصیب مکبرین کی سنت صحابہ کا خون ہونا اس سے کریہہ بلکہ بسا اوقات بھیانک آوازوں کا نکلنا، بجلی، یا بیٹری، کے فیل ہو جانے پر انتشار مصلین کا واقع ہونا وغیرہ وجوہات مذکورہ کے پیش نظر اس کے کراہت مطلقہ ہونے میں کس کو انکار ہو سکتا ہے؟ لیکن لاؤڈ اسپیکر کا معاملہ یہیں تک نہیں رہتا بلکہ مقتدی اس کے ہورن سے نکلی ہوئی آواز پر رکوع وسجود بھی کیا کرتے ہیں جو امام کی بعینہٖ آواز نہیں ہوتی ہے بلکہ مائک سے ٹکرا کر بنی ہوئی آواز ہوتی ہے جس کو صدائے بازگشت کہتے ہیں اور شرع میں ادائیگی وجوب کے لئے صداء کی اتباع کافی نہیں ہے مقتدیوں پر ضروری ہے کہ امام کے تکبیر انتقالات پر رکوع وسجود

وغیرہ کریں یا پھر اس کے تکبیرات کی اتباع کریں جو داخل نماز ہے اور لاوڈ اسپیکر نہ امام ہے نہ داخل نماز لہٰذا اس کی آواز کی اتباع کرنا خارج عن الصلوٰۃ کی اتباع کرنا ہے جو مفسد نماز ہے فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے: ان تبطل صلوة الكل لان التلقين من خارج كذافى بحر الرائق اھ ''کہ پوری نماز باطل ہو جائے گی اس لئے خارج صلوٰۃ سے تلقین ہے۔'' پس غرض مذکور کی وجہ سے نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال جائز نہیں ہے: والله تعالىٰ اعلم ورسوله صلى الله تعالىٰ عليه وعلىٰ اله وصحبه وسلم!

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۸/ رجب المرجب ۱۴۰۱ھ، ۲/ جون ۱۹۸۱ء

استفتاء ۵۰۱

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ
شجاع گنج بھاگلپور کی مسجد میں کچھ دنوں قبل سے بعد نماز جمعہ، جمعہ فنڈ وصول کیا جاتا ہے۔ اس کو جاری کرنے والے اللہ کو پیارے ہو گئے۔ انہوں نے کس نیت سے اس فنڈ کو جاری کیا تھا، کسی کو معلوم نہیں ہے۔ چونکہ یہ مسجد بازار میں لب سڑک ہے، لوگوں کو اذان سننے میں دشواری ہوتی ہے اور اس جمعہ فنڈ سے کافی رقم جمع ہو گئی ہے۔ لہٰذا مسجد کی منتظمہ کمیٹی یہ چاہتی ہے کہ اس جمعہ فنڈ سے مائک خرید کر مسجد میں لگا دیا جائے۔ بہت سے لوگوں کا کہنا ہے کہ اس پیسہ سے مائک خریدنا جائز نہیں ہے۔ ازروئے شرع مفصل جواب عنایت فرمائیں کہ اس پیسے سے مائک خرید کر لگائی جا سکتی ہے یا نہیں؟ اور مائک پر صرف اذان وخطبہ اور تقریر ہوگی یا کہ نماز بھی پڑھی جا سکتی ہے؟

المستفتی: محمد اکرام الحق، دوکاندار، شجاع گنج، بھاگلپور سیٹی

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــ!

عام نمازیوں (جن سے چندہ وصول کیا جاتا ہے) کی اجازت سے مائک خرید کر مسجد میں لگایا جا سکتا ہے۔ مگر اس پر نماز نہیں پڑھی جائے گی کہ اس کی صدا پر رکوع وسجود کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ اذان وخطبہ اور تقریریں اس پر ہو سکتی ہیں۔ اس میں شرعی ممانعت نہیں ہے۔ وهو تعالىٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۱۹/ رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ

استفتاء ۵۰۲

مسئلہ: محترم جناب قاضی صاحب/مفتی صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔
گزارش خدمت یہ ہے کہ دھنباد محلہ واسع پور میں ایک نئی مسجد ہے جو بہت چھوٹی ہے، اس کی وسعت کو بڑھانے کے لئے اوپر دوسری منزل بھی بنائی گئی ہے۔ تیسری منزل کھلی چھت ہے۔ جمعہ کی نماز میں کافی بھیڑ ہوتی ہے اس لئے لوگ دوسری اور تیسری منزل پر بھی نماز پڑھتے ہیں۔ نچلی منزل سے اوپر کی منزلوں تک آواز صاف نہیں جاتی ہے۔ اور تیسری منزل پر تو بالکل ہی نہیں پہنچ پاتی ہے۔ تکبیر کے لئے مکبر کا معقول انتظام نہیں ہو پاتا ہے۔ اس لئے اکثر تیسری منزل پر لوگوں کی نماز نہیں ہو پاتی ہے۔ انہیں یہ بھی نہیں پتہ چلتا ہے کہ نماز کب ختم ہوئی۔ موجودہ امام صاحب لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھانا جائز نہیں سمجھتے ہیں۔ حالانکہ مسجد میں لاؤڈ اسپیکر کا معقول انتظام ہے اور امام صاحب خود اذان، دعاء اور صبح کی نماز کے بعد سلام پڑھتے وقت استعمال کرتے ہیں۔ دریافت طلب بات یہ ہے کہ کیا نماز لاؤڈ اسپیکر کے ساتھ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ جواب جلد از جلد مطلع کریں۔

المستفتی: منہاج الدین فاروقی کیراف سلطان مستری.........نزد نیو مسجد، واسع پور، دھنباد

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــ!

وعلیکم السلام
مسلمان اپنے مسائل شرعیہ سے کس قدر دور اور نشہ مغربیت میں چور ہیں کہ سنت (مکبرین کا نصب کرنا) کا معقول انتظام نہیں کرپاتا ہے اور ہادم سنت (لاؤڈ اسپیکر) کا اہتمام کر کے شور مچاتا ہے۔ اذان و دعا و تقریر و خطبہ اور صلوٰۃ وسلام وغیرہا پر نماز جیسی مہتم بالشان عبادت مقصودہ کو وہی قیاس کرسکتا ہے جو دین متین کے ابجد سے بھی واقف نہ ہو۔ ایسوں سے کیا بعید کہ کل چچیری، ممیری بہنوں پر حقیقی بہن کو قیاس کر کے صحت نکاح کا مطالبہ کرنے لگیں۔ **العیاذ باللہ تعالیٰ**
آلہ مکبر الصوت (لاؤڈ اسپیکر) کی صدا پر رکوع وسجود کرنے والے نمازیوں کی نماز فاسد ہو جاتی ہے کہ یہ تلقین عن الخارج کی اقتداء ہے۔ مثلاً اسی امام کی اقتداء کرنے والے کسی شخص نے تکبیر پکاری تو اس کی آواز پر دوسرے مقتدیوں کو رکوع وسجود کرنا جائز ودرست ہے اور اگر اسی امام کی تکبیر سن کر کسی ایسے شخص نے تکبیر پکار دی جو ابھی اس نماز میں شریک نہیں ہوا ہے بلکہ نماز کے لئے آ ہی رہا ہے یا وضو کر رہا ہے تو اس شخص کی آواز پر مقتدی کا رکوع وسجود کرنا اس کے لئے مفسد نماز ہے، یا امام صاحب کی آواز بلند ہوئی اور کسی بلند وبالا عمارت یا گنبد وغیرہ سے ٹکرا کر لوٹی تو اب اس لوٹی ہوئی آواز (صدائے بازگشت) پر رکوع وسجود کرنا مفسد نماز

ہے کہ یہ دونوں صورتیں تلقین عن الخارج کی ہیں اور کتب فقہ میں یہ مسئلہ مصرح ہے۔

لاؤڈ اسپیکر پر اگر غور کیا جائے تو اس کی یہی دوسری صورت ہے یعنی اس سے نکلی ہوئی صدا خود اس کی نہیں ہے بلکہ امام کی آواز اس سے ٹکراتی ہے اور وہی آواز مائک کی باریک پتیوں پر برقی رو کی مدد سے پھیل کر باہر آتی ہے تو یہ بعینہ امام کی آواز نہیں ہی بلکہ مائک سے ٹکراتی ہوئی امام کی آواز ہے جس میں مائک کے عمل کو بھی دخل ہے جسے شرع میں صدا اور عرف عام میں مائک آواز کہتے ہیں۔ اس سے نکلی ہوئی صداؤں کا سننا جائز ہے جب کہ امور غیر شرعیہ کے مثل نہ ہو مگر ان صداؤں پر ارکانِ نماز کی ادائیگی ناجائز و مفسد نماز ہے۔ بہت لوگ اس مسئلہ کی نوعیت سے ناواقف ہیں۔ انہیں اپنی نمازوں کی خیر منانی چاہئے۔ مسلمانوں پر سنت کریمہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی پابندی لازم ہے کہ جب جماعت بڑی ہو تو حسب ضرورت مکبرین کا انتظام کریں اور اس بدعت سیّہ کو ترک کر دیں جس سے کوئی سنت مٹ رہی ہو۔ قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علیکم بسنتی وسنة خلفاء والراشدین. ''تم لوگوں پر میری اور خلفاء راشدین کی سنت ضروری ہے۔'' و قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من رأی منکم منکر آفلیغیرہ بیدہ الخ. ''اگر تم میں سے کوئی بری چیز دیکھے تو اپنے ہاتھ سے اس کو روک دینا چاہیے۔'' وھو تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ وحزبہ وبارک وسلم.

کتبہ
عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۱۶/شوال ۱۴۰۳ھ، ۲۷/جولائی ۱۹۸۳ء

استفتاء ۵۰۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ
بعض جگہوں میں دیکھا گیا ہے جماعت کے بعد جب امام اپنے سنن ونوافل سے فارغ ہوتے ہیں تو دعا کرتے ہیں اور مسجد میں موجود لوگ بھی ان کی اتباع کرتے ہیں اور آمین آمین کہتے ہیں۔ کیا ایسا کرنا ازروئے شرع جائز ودرست ہے؟

المستفتی: محمد شفیع، رپن لین، کلکتہ

۹۲/۸۶ ے

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــــــــــ !

دعاء کا حکم قرآن مجید میں وارد ہے اور اس میں کسی خاص وقت کی تخصیص نہیں ہے۔ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ. ''مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔'' (ترجمہ کنز الایمان) پس مسلمانوں کو اختیار ہے، جس وقت چاہیں اپنے رب سے دعا کریں۔ انفراداً بھی اور اجتماعاً بھی۔ دعاء مذکورہ بھی اسی کے تحت میں داخل ہے کہ یہ مطلقاً امر محمود ہے۔ مسلمانوں کا امام کے ساتھ مل کر دعاء مانگنا اور آمین آمین کہنا تعاون علی البر کے علاوہ اقرب الی الاجابة اور حصول مطلب کا سہل ترین ذریعہ ہے۔ لہٰذا یہ جائز ودرست ہے۔ وهو تعالیٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۱۳/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۵۰۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے اندر کہ:
یوں تو قرآن پاک کی بہت سی آیتیں اور سورتیں دعاء ہی دعاء ہیں لیکن آیتوں میں اپنی طرف سے معنیٰ دار لفظوں کو آیت کے شروع میں مثلاً: اَللّٰهُمَّ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ. (اے اللہ ہمیں سیدھا راستہ پر چلا) کہنا یا آیت کے بیچ میں کسی لفظ کا داخل کر دینا مثلاً رَبَّنَا اِنَّا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا الآیة (اے ہمارے رب بیشک ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا) جبکہ اس جگہ اِنَّا نہیں ہے لیکن معنیٰ دار لفظ ہے لہٰذا آپ سے التجا

ہے کہ اس کا جواب حوالہ کے ساتھ قلم بند کر کے جلد سے جلد ارسال کریں۔

المستفتی: محمد اسحاق خضر، مقام و پوسٹ چاڑی، وایہ: گولہ، ضلع ہزاری باغ

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ!

کلمات دعائیہ سے پہلے اَللّٰھُمَّ یارَبَّنَا کا اضافہ کرنا:

ایسے حروف وکلمات کی زیادتی جس سے معنیٰ متغیر نہیں ہوتا ہے بلکہ تفہیم معنیٰ میں آسانی ہوتی ہے اور گریہ وزاری، توجہ الی اللہ کی زیادتی ہوتی ہے جیسا کہ صورت مسئولہ میں تو یہ زیادتی کلمات وحروف ہرگز ناجائز نہیں ہے بلکہ اس قسم کی زیادتی اگر عین حالت نماز میں احیاناً واقع ہو جائے تو نماز میں بھی کوئی خرابی نہیں ہوتی ہے۔ اب یہ زیادتی آیتوں کے شروع میں ہو خواہ وسط میں دونوں کا حکم برابر ہے۔ قال فی العالمگیریہ صفحہ ۶۸ ج ۱: ان زاد حرفاً فان کان لایغیر المعنیٰ لا تفسد صلوته عند عامة المشائخ،، وقال فی الهندیة ایضا،، زیادة کلمة لاعلیٰ وجه البدل.. لاتفسد صلوته بلاخلاف الخ. (اگر کوئی حرف زائد ہو گیا اور معنی نہیں بدلتا ہو تو عام مشائخ کے نزدیک نماز نہیں فاسد ہوگی۔ اور ہندیہ میں ہے کہ کلمہ کی زیادتی بدل کے طور پر نہ ہو تو بلااختلاف نماز فاسد نہیں ہوگی) صورت مسئولہ میں اِنَّنَا کو ظَلَمْنَا پر مقدم کر دینا جائز ہے اس میں معنوی قباحت نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ورسوله صلی اللہ تعالیٰ علیه واٰله وسلم!

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتــــــــــــــــــبہ

۴/ رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ، ۷/ جولائی ۱۹۸۱ء

استــــفتـــــاء ۵۰۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین:

(۱) عید کی نماز کے بعد دعاء مانگنا کیسا ہے؟ اور اس کی کیا فضیلت ہے اور بعد خطبہ کے دعاء مانگنا کیسا ہے؟ اور اس کی کیا فضیلت ہے درست ہے یا ناجائز؟

(۲) بزور طاقت دعاء مانگنے سے روکے تو ان کے اوپر کیا فتویٰ ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں دلیل کے ساتھ ارشاد فرمائیں۔

المستفتی: محمد صلاح الدین ڈرائیور، معرفت عبدالحفیظ پوسٹل اوورسیر محلہ خان مرزا، بنگلہ، پٹنہ ۶

۷۸۶/۹۲

الجواب

(۱) نماز کے بعد دعا مانگنا سنت ہے عیدین کی نماز بھی اس عموم میں شامل ہے حدیث پاک میں آیا ہے کہ جس نماز میں دعا نہیں مانگی گئی وہ ناقص ہے: من صلی صلوۃ لم یدع فیھا للمؤمنین والمؤمنات فھی خداج الخ خطبہ کے بعد دعاء سنت سے ثابت نہیں ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم!

(۲) دعاء گریہ وزاری اور دھیمی آواز سے مانگنی مشروع ہے قرآن پاک میں ہے: وَادْعُ رَبَّکَ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَۃً۔ "اپنے رب کو گریہ وزاری اور ہلکی آواز سے پکارو۔" اور بحر الرائق میں ہے: فینبغی ان یدعو بمایحضرہ ولایستظھرہ الدعاء الخ۔ "مناسب یہ ہے کہ وہی دعا کرے جو یاد ہو اور دعاء کو ظاہر نہ کرے۔" واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب!

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۱۰/شوال المکرم ۱۳۹۹ھ، ۲/ستمبر ۱۹۷۹ء

استفتاء ۵۰۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے اسلام اس مسئلہ میں کہ:

ایک شخص عید یا بقرعید کی نماز پڑھنے گیا، اور بعد نماز اس نے امام سے معانقہ مصافحہ نہیں کیا نہ گلا ہی ملا۔ تو کیا ایسے شخص کی نماز درست ہوگئی۔ مدلل جواب دیں۔

المستفتی: محمد انور علی رضوی کھگرہ، ہزاری باغ
کیراف جامعہ اشرفیہ عماد پور، مقام و پوسٹ رفیع گنج، ضلع اورنگ آباد

۷۸۶/۹۲

الجواب

امام سے مصافحہ معانقہ نہ کرنے سے نماز میں کچھ خرابی نہیں آتی ہے اس شخص کی نماز ہوگئی ہاں اگر مصافحہ معانقہ کرتا تو صلہ رحمی اور اخوت اسلامی کی ترویج واشاعت کا ثواب بھی ملتا جس سے وہ محروم رہا۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۸/صفر المظفر ۱۴۰۱ھ

استفتاء ۵۰۷

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) مغرب کی تیسری رکعت میں ملے تو بقیہ متروکہ نماز ادا کرنے کا طریقہ بیان فرمائیں۔

(۲) جمعہ کے وقت کچھ باتوں پر باتیں ہوئیں اور مسجد کے اندر ہی دو صاحب عوام کو مسجد ہی میں گالی گلوچ بکنے لگے امام صاحب وہیں سر جھکائے بیٹھے رہے ایسی صورت میں وضو باقی رہا یا نہیں؟ اور نماز جمعہ سب کی ہوگئی یا اعادہ لازم ہے۔

المستفتی: محمد یونس انصاری، مقام دھنگری، ڈاکخانہ: بید مارا، بی ایس سیٹی، ضلع دھنباد

۹۲/۸۶ء

الجواب!

(۱) اگر مغرب کی تیسری رکعت امام کے ساتھ مل گئی تو بقیہ دو رکعتیں سورۂ فاتحہ مع دیگر سورۂ یا آیات پڑھیں ان بقیہ رکعتوں کے درمیان قعدہ بھی کریں۔ پہلا قعدہ قعدۂ اولیٰ ہوگا۔ (امام کے ساتھ کے قعدہ کا کوئی شمار نہیں) **وھو تعالیٰ اعلم!**

(۲) نماز جمعہ تو سب کی ہوگئی البتہ گالی بکنے والا سخت گناہ گار عذاب جہنم کا سزاوار ہوا۔ گالی بکنے یا سننے سے گناہ ہوتا ہے وضو نہیں ٹوٹتا۔ ہاں وضو کر لینا مستحب ہے۔ **وھو تعالیٰ اعلم!**

عبد الواجد قادری غفرلہ خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۱۰/ ربیع النور ۱۴۰۵ھ

استفتاء ۵۰۸

مسئلہ: السلام علیکم مفتی صاحب! کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل مسائل میں

(۱) سنی عقیدتمند اولیاء کرام کو ماننے والا اور چاہنے والا شخص رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث کو عقیدت سے تسلیم کرنے والا شریعت کی پابندی کرنے والا، اس شخص کی داڑھی ایک مشت سے بھی کم ہے۔ تو ایسا شخص امامت کرسکتا ہے؟ یا ایسے شخص کے پیچھے مقتدیوں کی نماز ہوسکتی ہے؟

(۲) بدعقیدہ لوگوں کا کہنا ہے کہ سرکار غوث اعظم کی گیارہویں شریف کرنا فرض ہے یا واجب؟ یا سنت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے۔ اولیائے کرام کا عرس کیوں مناتے ہو۔ وہ ایسا کہتے ہیں کہ تمہارے میں اگر کوئی انتقال کر جائے تو کیا تم خوشی مناؤ گے؟ یا غم؟ اس سوال کا جواب حوالہ اور مثال کے ذریعہ سمجھائیے تو مجھے سمجھانے میں بہتر ہوگا۔

المستفتی: نثار احمد، اے لندور، پاٹل گلی، میرج-۴۱۶۴۱۰

۹۲/۷۸۶

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوہاب ــــــــــ!

مکرمی! وعلیکم السلام ورحمہ!

(۱) اگر قدرتی طور پر اس کی داڑھی ایک مشت سے کم ہے اور وہ صالح امامت ہے تو اس کی امامت واقتدا درست ہے اور اگر داڑھی کتروا کر یا خود کتر کر ایک مشت سے کم کر دیتا ہے تو اس کی اقتداء مکروہ تحریمی ہے کہ ''گذاشتن آن بقدر قبضہ واجب ست'' (اشعۃ اللمعات) نماز ہوجانے کا یہ مطلب ہے کہ فرض تو ادا ہو جائے گا مگر اس نماز کا پھر سے پڑھنا واجب رہے گا۔ **صلوۃ ادیت مع کراھۃ التحریمۃ تجب اعادتھا.** ''جو نماز جو کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی جائے اسے اعادہ کرنا واجب ہے۔'' **وھو اعلم**

(۲) بزرگوں کی یاد منانا عند الشرع محبوب ومطلوب ہے کہ اس سے اہل ایمان کو روحانی و دینی نفع حاصل ہوتا ہے۔ **ان الذکریٰ تنفع المؤمنین.** ''بیشک ذکر خیر مومنوں کے لئے نفع بخش ہے۔'' اور ان کے ذکر خیر کے وقت رحمتوں کا نزول بھی ہوتا ہے۔ **عند ذکر الصّٰلحین تنزل الرحمۃ.** ''صالحین کے ذکر کے وقت رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔'' بزرگوں کی یوم ولادت یا یوم وصال عام لوگوں کی پیدائش وموت کی طرح نہیں ہے۔ ان کی ولادت ووصال پر رحمت وسلامتی اترتی ہے۔ جس کو حاصل کرنے کے لئے ان کے عقیدتمند ان کا ذکر خیر کرتے ہیں۔ **والسَّلامُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدتُّ و یومَ اَموتُ ویوم اُبعثُ حیّا.** (سورہ مریم:۳۳)

''اور وہی سلامتی مجھ پر ہے جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مروں گا اور جس دن زندہ اٹھایا جاؤں گا۔'' (کنز الایمان) **وھو تعالیٰ اعلم**

عبد الواجد قادری غفرلہ خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۱۴/شوال ۱۴۰۳ھ، ۲۵/جولائی ۱۹۸۳ء

استفتاء ۵۰۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
کسی بھی وقت، پنجوقتی، جمعہ، عیدین کی نمازوں کے وقت کا اعلان شہر کی کمیٹی کے ذمہ ہے یا امام مسجد کے ذمہ؟

المستفتی: منظور احمد برکاتی، جر یگڈیہہ بازار

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــــ!
امام چونکہ اوقات نماز پھر اس کی تفصیلاتِ استحباب وکراہت سے نسبتاً زیادہ واقف ہوتا ہے لہٰذا اوقات نماز کی تعیین و اعلان اسی کے ذمہ ہونا چاہئے خواہ اس کے حکم یا مشورہ سے دوسرا اعلان کرے۔ وھو اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۱۳/شوال المکرم ۱۴۰۳ھ، ۲۴/ جولائی ۱۹۸۳ء

استفتاء ۵۱۰

مسئلہ: جناب قاضی شریعت مدظلہ العالی! السلام علیکم
ایک غیر مسلم مسلمانوں کے کاموں میں آگے آگے رہتا ہے۔ خاص کر محلّہ کے کسی مسلمان کا انتقال ہوجائے تو وہ قبرستان تک پہنچ کر مٹی دیا کرتا ہے۔ اس کے محلّہ میں پچاس قدم کی دوری پر ایک حافظ صاحب کا مکان ہے۔ اسی غیر مسلم کی ماں مرگئی۔ حافظ صاحب کو مرگھٹ پر چلنے کو کہا۔ حافظ صاحب مرگھٹ تک چلے گئے۔ کچھ اور بھی مسلمان گئے مگر وہ سب راستے ہی سے واپس چلے آئے۔ کچھ مسلمانوں کا کہنا ہے کہ ایسے حافظ کے پیچھے تراویح یا کوئی دوسری نماز نہیں پڑھنا چاہئے۔ اس مسئلہ میں شرعی حکم کیا ہے؟ مطلع فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

المستفتی: حافظ محمد شفیع، پرانا شہر، میاں محلّہ، پوسٹ داؤ دنگر، ضلع اورنگ آباد

۶/ جون ۱۹۸۳ء

۹۲/۸۶ھ

الجواب ـــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــ !

(مسلمانوں کو کافروں سے مدد لینا روا نہیں)

وعلیکم السلام ورحمہ! یہ رسم وراہ جو سوالنامہ میں درج ہے، کافر ومشرک کے ساتھ مسلمانوں کو روا نہیں۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انا لانستعین بمشرک. ''ہم کسی مشرک سے مدد طلب نہیں کرتے۔'' کافروں کے ساتھ محبت ومودت ہلاکت ایمان کا سبب ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ اگر محبت نہ بھی ہو تو اس کے جنازہ کے ساتھ مرگھٹ تک جانا مسلمانوں کو بدگمان کرنا ہے جس سے حافظ صاحب مذکور کو توبہ کرنا چاہئے۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۴/ رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ

استفتاء ۵۱۱

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ہذا میں کہ:

زید نے بکر کو نماز جمعہ پڑھنے سے روکا اور یہ کہا کہ آج جمعہ کی نماز پڑھنے مت جاؤ آج جھگڑا ہونے والا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ پولیس تمہیں گرفتار کرلے اور اگر ایک جمعہ نہیں پڑھوگے تو کیا جہنم میں چلے جاؤگے زید دھوکہ دیکر روکنا چاہتا تھا ایسے روکنے والے اور بولنے والے پر شرع کا کیا حکم ہے؟ فقط

المستفتی: محمد یوسف، مدرسہ ابوالعلائیہ فیاضیہ کسم بھائی تھا یہ بھرکٹا گریڈیہہ

۹۲/۸۶ھ

الجواب ـــــــ !

اگر زید دھوکہ دیکر بکر کو جمعہ سے روکتا ہے اور اس پر احمقانہ طنز کرتا ہے تو یہ اس کے فسق وفجور کی علامت ہے مولائے کریم مسلمانوں کو اچھی سمجھ عطا فرمائے۔ آمین قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَرَئَیْتَ الَّذِیْ یَنْهٰی عَبْدًا اِذَا صَلّٰی ۔ ''بھلا دیکھو تو جو منع کرتا ہے بندہ کو جب وہ نماز پڑھے۔'' واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۱۰/ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ

استفتاء ۵۱۲

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) قبل نماز جمعہ بہت سے لوگ سنتوں میں مشغول رہتے ہیں اور کچھ اوراد وظائف میں لگے رہتے ہیں ایسی صورت میں اگر میں مسجد میں داخل ہوں تو مجھے سلام کرنا چاہیے یا نہیں؟

(۲) نماز جمعہ کے خطبہ ثانیہ کے وقت سنت ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(۳) حلال جانور اگر مر جائے تو اس کی کھال بیچ کر اس کے پیسہ کو استعمال کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

بینوا بالدلیل توجروا عندالجلیل

المستفتی: راحت حسین کیراف پیر بخش ٹیلر ماسٹر مقام و پوسٹ مانڈو، ضلع ہزاری باغ

۱۹/۱/۱۹۸۰ء

۹۲/۸۶ھ

الجواب!

(۱) اذان و اقامت اور خطبہ و نماز کے وقت سلام نہ کرے۔ (بہار شریعت حصہ ۱۲ ص ۷۸، بحوالہ فتاویٰ عالمگیری) **وھو اعلم**

(۲) خطبہ اولیٰ ہو یا خطبہ ثانیہ دونوں کے سننے کا ایک ہی حکم ہے یعنی جو چیزیں خطبہ کے سننے میں حارج و رکاوٹ ہیں وہ سب ناجائز و ممنوع ہیں۔ درمختار میں ہے: **كل ماحرم فى الصلوٰة حرم فيها اى فى الخطبة** ۔"خطبہ میں وہ ساری چیزیں حرام ہیں جو نماز میں حرام ہیں۔" لہٰذا خطبہ ثانیہ کے درمیان سنت کی ادائیگی جائز نہیں ہے فتاویٰ شامی جلد اول ص ۵۱۱ میں ہے: **يكره الاشتغال بمايفوت السماع وان لم يكن كلاما الخ.** "ہر وہ عمل جس سے خطبہ کا سننا فوت ہو مکروہ ہے اگرچہ کلام نہ ہو۔" اور فتاویٰ عالمگیری ص ۱۴۵ میں تو یہاں تک ہے کہ امام جس وقت خطبہ کے لئے نکلا اسی وقت سے مقتدیوں کے لئے نماز و کلام ممنوع و ناجائز ہیں: **واذا خرج الامام فلا صلوٰة ولا كلام الخ** ۔"جب امام خطبہ کے لئے نکل گیا اب نہ نماز ہے نہ کلام۔" **وھو تعالیٰ اعلم!**

(۳) مردار جانور (اگرچہ مرنے سے پہلے حلال ہو) کی کھال کی خرید و فروخت دباغت سے قبل ناجائز و حرام ہے شرح وقایہ میں ہے: **ولا يبيع جلدالميتة قبل الدبغ.** "دباغت سے پہلے مردار کے چمڑے کو فروخت نہیں کیا جائے گا۔" اور ہدایہ میں ہے: **لانه غير منتفع به قال عليه الصلوٰة والسلام : لا تنتفعوا من الميتة باهاب الخ** ۔"اس لئے کہ وہ قابل نفع نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دباغت سے پہلے مردار کے چمڑے سے فائدہ نہ اٹھاؤ۔" ہاں اگر کھال کی دباغت کر دی گئی ہو یعنی اس میں نمک یا مصالحہ لگا دیا گیا ہو یا اس کو سورج کی روشنی میں خشک کر کے پاک کر لیا گیا ہو تو اس کی خرید و فروخت جائز ہے پھر اس کی آمدنی جس کام میں چاہیں صرف کر سکتے ہیں۔ ہدایہ میں ہے: **ولاباس ببيعها والانتفاع**

بھا بعد الدباغ لانھا الطھر بالدباغ الخ۔ ''بعد دباغت مردار کے چمڑے سے انتفاع اور اس کے بیچنے میں کوئی حرج نہیں اسلئے کہ وہ پاک ہوگیا۔'' واللہ تعالیٰ اعلم!

کتبہ الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۳/ ربیع النور ۱۴۰۰ھ، ۲۲/ جنوری ۱۹۸۰ء

استفتاء ۵۱۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) وہابیوں دیوبندیوں کو مسجد میں داخل ہونے دینا چاہیے یا نہیں؟

(۲) مسجد کی چھت پر نماز پڑھنا شرعاً کیسا ہے؟

۷۸۶/۹۲

الجواب!

(۱) وہابیہ دیوبندیہ پر ان کے عقائد خبیثہ کی وجہ سے علماء اسلام نے کفر وارتداد کا فتویٰ دیا ہے۔ حسام الحرمین مطالعہ کیجئے۔ تو ان کے اندر اعتقادی ناپاکی وغلاظت ہے۔ اور اسی ناپاکی کی وجہ سے قرآن پاک نے مشرکوں کو مسجد محترم میں آنے سے منع فرمایا ہے۔ لہٰذا انہیں بھی شرعاً منع کیا جائے گا۔ اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوْا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا الخ (التوبہ:۲۸) ''مشرک نرے ناپاک ہیں تو اس برس کے بعد وہ مسجد حرام کے پاس نہ آنے پائیں۔'' (ترجمہ کنزالایمان) مناسب یہی ہے کہ انہیں مسجد میں داخل ہونے نہیں دیا جائے۔ اللہ طیب لایقبل الا الطیب. ''اللہ پاک ہے اور پاک ہی کو قبول فرماتا ہے۔'' وھو اعلم

(۲) مسجد کی چھت پر نماز کراہت کے ساتھ جائز ہے خواہ جماعت ہی کی نماز کیوں نہ ہو بشرطیکہ امام کا حال (جو مسجد کے نیچے حصہ میں ہے) مشتبہ نہ ہو۔ وان لم یکن له باب فی المسجد لیکن لایشبه علیه حال الامام صح الاقتداء ایضًا ''امام کی حالت مشتبہ نہ ہو تو اقتداء صحیح ہے، اگرچہ مسجد میں دروازہ نہ ہو۔'' (عالمگیری ۸۷ جلد ۱) وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۵/ ذوالحجہ ۱۴۰۰ھ، ۱۶/ اکتوبر ۱۹۸۰ء

استفتاء ۵۱۴

مسئله: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ
فرض نماز کے بعد امام کے منہ پھیرنے میں زید و بکر کا اختلاف ہے۔ زید کا کہنا ہے صرف فجر وعصر میں رخ پھیرنا چاہئے اور بکر کا کہنا ہے کہ ہر نماز کے بعد رخ پھیرنا مستحب ہے۔ خواہ اس کے بعد سنن ونوافل ہوں یا نہ ہوں۔ لہٰذا شرعی مسئلہ سے آگاہ کریں اور یہ بتائیں کہ زید و بکر میں کون حق پر ہے؟

المستفتی: محمد مجیب الرحمٰن رجھتی، مظفر پور

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــــــ !

زید بے قید کا دعویٰ بلا دلیل ہے اور بکر صاحب علم و ہنر ہے کہ درجنوں احادیث کریمہ اس کے دعوے کی موید ہیں۔ احادیث شریفہ میں مطلق انصراف وارد ہوا ہے (کہیں داہنی جانب، کہیں بائیں جانب اور کہیں مقتدیوں کی جانب)۔ فجر وعصر کی تخصیص نہیں ہے۔ من ادعی فعلیه البیان. ''مدعی پر دلیل کو پیش کرنا ہے۔'' بخاری شریف کی روایت ہے: کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم اذاصلی صلاة اقبل علینابو جهه. یعنی جب پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی نماز سے فارغ ہوجاتے تو ہماری طرف رخ فرمالیتے۔ مسلم شریف کی روایت حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں ہے: کان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ینصرف عن یمینه. یعنی نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ''بعد نماز'' داہنی جانب گھوم جاتے تھے۔ اسی طرح حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ بعد نماز بائیں جانب متوجہ ہوجاتے تھے۔ ان روایتوں میں کسی خاص نماز کی تخصیص نہیں ہے۔ لہٰذا بکر اپنے دعوے میں حق بجانب ہے۔ والله سبحانه وتعالیٰ اعلم ورسوله صلی الله تعالیٰ علیه وعلی اله وصحبه و بارک وسلم۔

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبـــــــــــــــــه

۱۳/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۵۱۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
ایک سرکاری زمین ہے جس میں سرکاری روم بھی بنا ہوا ہے اور اسی میں مدرسہ بھی بنا ہوا ہے اور اسی میں سبھی مسلمان عید و بقرعید اور پانچوں وقت کی نماز بھی پڑھتے ہیں۔ اس سرکاری زمین میں نماز وغیرہ پڑھنا کیسا ہے۔ اس کا مدلل جواب دیں۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ سرکاری زمین میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ اس زمین کا ٹیکس مسلمان نہیں دیتے ہیں۔

المستفتی: غلام رسول، مقام بھیم نگر ریلوے، پوسٹ بھیم نگر، ضلع سہرسہ

۹۲/۷۸۶

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوهاب ـــــــــ!

کسی زمین پر نماز پڑھنے کے لئے اس کا ٹیکس ادا کرنا ضروری نہیں ہے۔ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ (الانبیاء:۱۰۵) ”کہ اس زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔“ (ترجمہ کنزالایمان) لوگوں کا اعتراض بیجا ہے۔ زمین مذکور پر پنجوقتی نمازیں جائز ہیں۔ اگر چاہیں تو اذان و اقامت کے ساتھ پنجوقتی جماعت بھی وہاں ہوسکتی ہے۔ کما فی ردالمحتار وروی فی الخبران من صلی علی هیئة الجماعة ای باذان و اقامة ولو منفرداصلت بصلوته صفوف الملئكة الخ. ”حدیثوں میں مروی ہے کہ جو تنہا اذان و اقامت کے ساتھ نماز ادا کرے اس کی نماز کے ساتھ فرشتوں کی جماعت شامل ہوتی ہے اگر وہ جگہ شہر یا فنائے شہر میں ہے تو وہاں عیدین و جمعہ کی نمازیں بھی ہوسکتی ہیں۔“ ہاں وہ زمین مسجد کے حکم میں اس وقت تک نہیں ہوسکتی ہے جب تک گورنمنٹ سے صراحۃً اس کی اجازت نہ لے لی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲/صفرالمظفر ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۵۱۶

مسئلہ: محترم المقام قابل صد احترام جناب مفتی عبدالواجد صاحب قادری، ادارۂ شرعیہ!
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
اس ناچیز کی خیریت خداوند کریم کے فضل و کرم اور آپ کی دعا سے اچھی ہے اور اُمید ہے کہ آپ کی خیریت

اچھی ہوگی۔ بہر حال میں آپ کو تھوڑی دیر کے لئے تکلیف دینا چاہتا ہوں۔ اس ناچیز کے کچھ سوالات کے جوابات باحوالہ عنایت فرمائیں۔ سوالات یہ ہیں

(۱) قبرستان میں مردے کو دفن کرنے کے بعد چالیس (۴۰) قدم ہٹنے پر اذان دینا کیسا ہے اور کیا حکم ہے؟

(۲) جمعہ کے دن جو خطبہ کے لئے اذان دی جاتی ہے وہ اذان دینا کیسا ہے اور وہ اذان کہاں پر دیا جائے؟ اندر مسجد یا باہر؟

(۳) چین کی گھڑی پہن کر ہم نماز ادا کر سکتے ہیں یا نہیں اور چین والی گھڑی کو پہن کر سمجھ بوجھ کر ہم نماز ادا کریں تو وہ نماز کیسی ہوگی؟

(۴) ظہر یا مغرب یا عشا کی نماز ہو رہی تھی جماعت کے ساتھ اور دوسری رکعت میں کوئی آدمی آیا تو جماعت کی نماز چھوڑ کر وہ سنت ادا کرنے لگا اور جماعت کی نماز چھوڑ دیا تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

(۵) وہ آدمی مسلمان رہا یا نہیں جو شراب پیتا ہو، جوا کھیلتا ہو اور تین جمعہ کی نماز کو بھی چھوڑ دیا ہو؟ اس کے لئے کیا حکم ہے؟

(۶) وہ آدمی جو ایک یا دو وقت کی نماز ادا کرتا ہے اور قضا کی ہوئی نماز نہ تو بعد میں ادا کرتا ہے نہ تو کچھ کرتا ہے تو اس کے لئے کیا حکم ہے اور اس کی نماز کیسی ہوئی؟ فقط والسلام

المستفتی: محمد احمد رضا، مہتمم مدرسہ احمدیہ، جامعہ مسجد، گجھاند، جھمری تلیا

۸۶/۹۲ ک

الجواب ـــــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــــ!

محترم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

(۱) جائز ومستحب ہے۔ کما فی فتاویٰ الرضویہ ج ۲، ص ۶۶۴ تا ۶۸۲۔ وھو اعلم

(۲) سنت مؤکدہ ہے۔ دیگر اذانوں کی طرح یہ اذان بھی خارج مسجد کہی جائے کہ یہی سنت ہے اور یہ بھی سنت ہے کہ خطیب کے سامنے ہو۔ یعنی دونوں باتوں کی رعایت کرنی چاہئے۔ بالفرض اگر پہلی یا دوسری صف میں یہ اذان کہی جائے تو خطیب کا سامنا تو ہو جائے گا مگر خارج مسجد کی رعایت نہ ہوگی۔ اگر خارج مسجد خطیب کے سامنے اذان دی جائے تو دونوں کی رعایت ہو جائے گی۔ ابوداؤد شریف ج ۱، ص ۱۵۶ میں ہے: کان یوذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علیٰ باب المسجد الخ۔ ”جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر بیٹھتے تو آپ کے سامنے مسجد کے دروازے پر اذان دی جاتی تھی۔“ وھو تعالیٰ اعلم

(۳) اتار کر نماز ادا کرنی چاہئے بلکہ غیر نماز میں بھی اس کے استعمال سے احتراز ہے۔ اگر چین دار گھڑی باندھ کر نماز پڑھے تو نماز مکروہ ہوگی۔ کما فی فتاویٰ امجدیہ ج ۱، ص ۳۷۔ وھو اعلم

(۴) ایسا شخص تارک جماعت ہے۔ وھو اعلم

(۵) وہ شدید گناہگار، مستحق عذاب نار ہے۔ یعنی فاسق وفاجر (مسلمان) ہے، کافر نہیں۔ لقولہ علیہ السلام لاتکفرہ بذنب و لاتخرجہ عن الاسلام بعمل. ''کسی گناہ کی وجہ سے اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور نہ ہی کسی عمل بد کی وجہ سے اسلام سے خارج ہو جائے گا۔'' (رواہ، ابوداؤد) وھو تعالیٰ اعلم

(٦) وہ بھی فاسق وفاجر مستحق عذابِ الٰہی ہے: من ترکھا فقد ھدم الدین. ''جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی اس نے دین کو ڈھادیا۔'' (الحدیث) و اللہ تعالیٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۹ رجب المرجب ۱۴۰۴ھ

استفتاء ۵۱۷

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
کالج اور اب بیشتر مدارس میں شناختی کارڈ رکھنا ضروری ہوتا ہے اور اس شناختی کارڈ میں تصویر بھی چسپاں کرنا ضروری ہے۔ تصویر اندرونی حصہ میں چسپاں کیا جاتا ہے۔ صورت مسئولہ یہ ہے کہ اس شناختی کارڈ کو جیب میں رکھ کر نماز پڑھنے سے نماز ہوگی یا نہیں؟ براہ کرم مذکورہ سوال کے جوابات قرآن وحدیث وفقہ کی روشنی میں عنایت فرما کر مشکور فرمائیں۔

المستفتی: از کار احمد شمسی، گورنمنٹ طبی کالج، پٹنہ
۲۲/ اکتوبر ۱۹۸۳ء

۹۲/۸٦ ک

الجواب بعون الملک الوھاب!

تصویر کھینچنا، کھینچوانا دونوں حرام ہے۔ لیکن اسے کسی ضرورت کی وجہ سے جیب میں رکھ کر نماز پڑھنے سے نماز بے کراہت ہو جائے گی۔ بحیث لاتبدو للناظر. کما فی الھندیہ باب مایکرہ فی الصلوٰۃ. وھو تعالیٰ سبحانہ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۱۹/ محرم الحرام ۱۴۰۴ھ، ۲٦/ اکتوبر ۱۹۸۳ء

استفتاء ۵۱۸

مسئله: محترم حضرت مولانا مفتی صاحب! السلام علیکم ورحمہ
مندرجہ سوال کا جواب درکار ہے۔ امید ہے کہ مشکور فرمائیں گے۔

(۱) نماز قضائے عمری پڑھنے کا کیا طریقہ ہے اور کس کو کہتے ہیں؟

(۲) علماء دیوبند یا دیوبندی مدرسوں کو زکوٰۃ اور فطرہ وغیرہ دینا کیسا ہے؟ جائز ہے یا نہیں؟

(۳) زید کی ایک ماہ کی نمازیں قضا ہوگئی ہیں، بحالت بیماری و بیہوشی میں۔ تو اس کی نمازیں کس طرح معاف ہوگی یا اس کا کیا حکم ہے؟

(۴) بھوج بھات کرنا اور چہلم کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جو لوگ اس کو ناجائز کہتے ہیں اس پر کیا حکم شرعی ہوگا؟

(۵) بھوج بھات کرنے اور خیرات کرنے کا ثواب مرنے والے کو ملے گا یا نہیں؟ اگر قرآن خوانی وغیرہ اس کے نام سے کیا جائے تو؟

المستفتی: شاہ محمد رفیع الدین نقشبندی مجددی حبیبی حسن عسکری، خان مرزا، پٹنہ-۶

۸۶/۹۲ ے

الجواب ــــــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــــــ!

محترم المقام حضرت شاہ صاحب مدظلہ! السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ

(۱) قضائے عمری کسی خاص نماز کا نام نہیں۔ بعضوں نے رمضان شریف کے جمعۃ الوداع کو چار رکعتیں بہ نیت قضائے عمری پڑھ لینے کا نام قضائے عمری رکھا ہے۔ یہ محض غلط اور حماقت ہے۔ قضاء نمازوں کو جلد سے جلد پڑھ لینے کا حکم ہے۔ قضا نمازیں اگر وقت و دن اور تاریخ کے ساتھ یاد ہوں تو وقت و دن کی تعیین کے ساتھ انہیں پڑھنا ضروری ہے۔ درمختار میں ہے: **ولابدمن التعیین عندالنّیۃ بفرض انہ ظھراوعصرقرنہ بالیوم اوالوقت اولاھوالاصح ولوالفرض قضاء لکنّہ یعیّن ظھر یوم کذاعلیی المعتمد.** ''اور فرض نماز کی نیت وقت ظہر یا عصر کے تعین کے ساتھ ساتھ وقت اور دن کی بھی تعین ضروری ہے اور یہ زیادہ صحیح ہے اور اگر ظہر کی فرض نماز ہے تو یہی ظہر کے دن کو معین کرے ایسا ہی معتمد ہے۔'' اور اگر وقت و دن کے ساتھ قضا نمازیں یاد نہیں ہیں، مگر یقین ہے کہ مثلاً پچاس وقت ظہر پچاس وقت عصر وغیرہما کی نمازیں قضاء ہوئی ہیں، تو انہیں پڑھتے وقت ہمیشہ یہ نیت کرے کہ مثلاً ظہر یا عصر کی سب سے پہلی نماز جو میرے ذمہ ہے، پڑھتا ہوں۔ اس طرح تعین و تخصیص ہو جائے گی۔ اسی طرح پچاس ظہر، پچاس عصر وغیرہا پڑھ لے۔ پس قضا عمری ادا ہوگئی۔ درمختار میں ہے: **والاسھل نیۃ اول ظھرعلیہ الخ.** ''اور سب سے آسان یہ ہے کہ اول ظہر یا آخر ظہر کی نیت کرلی جائے۔'' واضح ہو کہ

قضا نمازوں کا تخمینہ اتنا لگائے کہ دل میں کمی کا شک وشبہ باقی نہ رہے۔وھو تعالیٰ اعلم۔

(۲) دیوبندی علماء یا ان کے مدارس اہانت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خوگر ہونے کے سبب سے قطعاً مصرف زکوٰۃ نہیں اور نہ انہیں زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا ہوگی۔ تنویر الابصار میں ہے: **الزکوٰۃ تملیک جزء مال عینہ الشارع من مسلم فقیر غیرھا شمی ولا مولاہ الخ.** ''زکوٰۃ شارع کے مقرر کردہ حصہ کا فقط رضائے الٰہی کے لئے کسی مسلمان فقیر کو اس طرح مالک بنانا کہ ہر طرح سے مالک نے اسی شئی سے نفع حاصل کرنا ہو بشرطیکہ وہ مسلمان ہاشمی نہ ہو اور نہ ہی اس کا غلام ہو'' بلکہ انہیں زکوٰۃ دے کر ناموسِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف محاذ کو طاقتور بنانا ہے۔ لہٰذا انہیں زکوٰۃ دینا اشد حرام ہے۔ ہکذا فی فتاویٰ رضویہ جلد ۴، صفحہ ۴۹۱۔ اور یہی حال صدقۂ فطر کا بھی ہے۔ درمختار میں ہے: **صدقة الفطر کالزکوٰۃ فی المصارف وفی کل حال الخ** ''مصارف میں صدقۂ فطر زکوٰۃ کی طرح ہے ہر حال میں۔'' وھو تعالیٰ اعلم.

(۳) زید اگر صحتیاب ہو چکا ہے تو تمام قضا نمازوں کی ادائیگی اس پر فرض ہے اور اگر انتقال کر چکا ہے تو اس کی جائیداد متروکہ سے روزانہ چھ نمازوں (جس میں وتر بھی شامل ہے) کا چھ فدیہ کے حساب سے مسلمان فقیر کو غلہ دے دے۔ ایک فدیہ دو کیلو پینتالیس گرام گیہوں دینے سے ادا ہوگا۔ وھو تعالیٰ اعلم.

ایک ماہ کی کل نمازوں کا فدیہ تقریباً تین سو ساڑھے اکسٹھ کیلو گیہوں ہوتا ہے۔ وھو اعلم.

(۴،۵) بھوج بھات اگر ریاکاری ومحض مہمان داری کے لئے ہے تو لاحاصل وبے سود ہے۔ اس کی اجازت شرع میں مفقود ہے۔ اور اگر بھوج بھات اور چہلم کا مقصود ایصال ثواب ہے تو عند الشرع مستحسن ومحمود ہے۔ اس کا انکار وہی کرے گا جو کذاب ومفتری مثل یہود ہے۔ حدیث پاک میں ہے **من استطاع منکم ان ینفع اخاہ المسلم فلینفع.** ''تم میں سے جو اپنے مسلمان بھائی کو نفع پہنچانے کی استطاعت رکھتا ہے تو چاہیے کہ وہ نفع پہنچائے۔'' مجمع بحار الانوار میں ہے: **الصدقة ماتصدقت بہ علی الفقراء ای غالب انواعھا صحیح کذلک فانھا علی الغنی جائزة عندنا یثاب بہ بلاخلاف الخ.** ''صدقہ وہ جو فقراء یعنی اس کے غالب قسموں پر تصدق کیا جائے کیونکہ ہمارے نزدیک غنی کو بھی دینا جائز ہے اور بغیر اختلاف اس کا ثواب ملتا ہے۔'' وھو تعالیٰ اعلم.

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۱۹/ ربیع الآخر ۱۴۰۳ھ

استفتاء ۵۱۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:
کسی پیرومرشد کی نماز معاف ہے یا نہیں؟ یہ بھی صاف صاف لکھیں کہ پیرومرشد پر نماز باجماعت فرض ہے یا نہیں؟ تیس قدم کے فاصلے پر ایک پیر صاحب تھے لیکن جمعہ پڑھنے نہیں آئے ان کے بارے میں کیا حکم ہے بینوا وتوجروا!!

المستفتی: حافظ محمد اسیم الدین فصیحی قادری کھدری بازار، ضلع رانچی

۸۶/۹۲ ے

الجواب

کیا پیر صاحب پر بھی نماز فرض ہے؟

ہرگز معاف نہیں ہے جو پیر نماز و جماعت سے لاپرواہ ہو وہ پیر نہیں شیطان ہے۔ اس سے مرید ہونا یا اس کی صحبت میں بیٹھنا حرام حرام اشد حرام ہے۔ جماعت کی پابندی واجب ہے جان بوجھ کر بے عذر شرعی جماعت کا چھوڑنے والا بھی شرعاً فاسق وفاجر ہے۔ **الجماعة سنة مؤكدة كذا فى المتون والخلاصة والمحيط السرخسى وفى الغاية قال عامة مشائخنا انها واجبة اه** (عالمگیری جلد ا صفحہ ۸۱) ''جماعت سنت مؤکدہ ہے۔ ایسے ہی متون، خلاصہ اور محیط سرخسی اور غایہ میں ہے اور ہمارے عام مشائخ نے کہا کہ وہ واجب ہے۔'' اگر پیر مذکور نے بے عذر شرعی نماز جمعہ کو ترک کیا تو شرعاً وہ ضرور قابل مواخذہ وملامت ہے: **واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم!**

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۵/ شعبان ۱۴۰۱ھ ۲۸/ جون ۱۹۸۱ء

استفتاء ۵۲۰

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:
(۱) ایک بکرے پر سات آدمیوں کی قربانی میں شرکت جائز ہے یا نہیں؟
(۲) بعد نماز مغرب رمضان شریف میں روزہ افطار کرنا کیسا ہے؟
(۳) مسجد میں زکوٰۃ، فطرہ، عشر لگانے کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اگر کسی مسجد میں یہ رقم لگائی گئی تو نماز کے

بارے میں کیا حکم ہے؟ اگر اس قسم کی رقم مسجد میں لگائی گئی ہو تو مستحقین کو واپس کر سکتے ہیں یا نہیں اگر رقم واپس نہیں کی گئی تو اس میں نماز کا کیا حکم ہے۔ زید نے اعتراض کیا کہ زکوٰۃ وغیرہ کی رقم مسجد میں نہیں لگا سکتے۔ جس پر بکر نے جواب دیا کہ یہ رقم ہم مسجد میں لگائیں گے۔ یہ میری مرضی ہے۔ زید و بکر پر کیا حکم شرعی ہے۔

(۴) قربانی کا گوشت اور سر بیچنا کیسا ہے نیز ہندوؤں میں تقسیم کرنا کیسا ہے۔ ازراہِ کرم ان مسئلوں کا جواب دیں۔

المستفتی : مظہر الدین انصاری، مقام میاں ٹولہ، پوسٹ علیم گڑھ، ضلع دیوریا

۹۲/۸۶ھ

الجواب

(۱) بکرے میں شرکت درست نہیں، یہاں تک کہ سات بکروں میں سات آدمیوں کی شرکت جائز نہیں ہے کہ قربانی میں بکرے کے اندر شرکت ہے ہی نہیں چنانچہ ردالمحتار، صفحہ ۲۲۲، جلد ۵: **ولو اشترک سبعة فی شاۃ لایجزیھم.** ''بکری میں سات آدمیوں کی شرکت جائز نہیں۔'' **وھو تعالیٰ اعلم!**

(۲) غروب کے بعد افطار میں عجلت کرنا مستحب ہے۔ اور انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ کی سنت بھی لہٰذا مغرب کی نماز کے بعد افطار کرنا سنت انبیاء کرام علیہم السلام کے خلاف (مکروہ) ہے۔ درمختار میں ہے: **ویستحب السحور وتاخیرہ وتعجیل الفطر لحدیث ثلث من اخلاق المرسلین تعجیل الافطار وتاخیر السحور والسواک.** ''سحری میں تاخیر اور افطار میں جلد کرنا مستحب ہے حدیث پاک کی وجہ سے کہ تین چیزیں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اخلاق کریمانہ سے ہیں افطار میں جلدی کرنا، سحری میں تاخیر کرنا اور مسواک کرنا۔'' **وھو تعالیٰ اعلم!**

(۳) جائز نہیں ہے کہ اس میں فقراو مساکین اور دیگر مستحقین کی حق تلفی ہے۔ **قال اللہ تعالیٰ : اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاکِیْنِ.** (التوبہ: ۶۰) ''اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: زکوٰۃ تو انہیں لوگوں کے لئے ہے محتاج اور نرے نادار الخ'' (ترجمہ کنز الایمان) جس مسجد میں زکوٰۃ و فطر و عشر وغیرہ صدقات واجبہ کی رقم لگائی گئی ہو اس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے ہاں اتنی رقم مسجد کی جانب سے صاحب زکوٰۃ وغیرہ کو لوٹا دی جائے۔ تو اس میں نماز پڑھنے کی کراہت زائل ہو سکتی ہے۔ لیکن لگانے والے لوگ گنہگار ہوں گے کہ اس کی ادائیگی میں تاخیر ہوئی۔ زکوٰۃ و فطر وغیرہ صدقات واجبہ پر کسی کی مرضی کو دخل نہیں اس کے مصارف شرع میں متعین ہیں۔ اس کے علاوہ اسے صرف نہیں کر سکتے بکر کو اپنی ضد سے باز آ کر توبہ و استغفار کرنا چاہیے۔ زید کا کہنا صحیح ہے۔ **وھو تعالیٰ اعلم!**

(۴) قربانی کا گوشت و سرا بیچنا ممنوع ہے (اگر بیچا ہے تو اس سے حاصل شدہ رقم کو صدقہ کرنا ضروری ہے) بلکہ اس کا گوشت یا سرا قصاب کو اجرت میں بھی نہیں دے سکتے کہ معناً یہ بیچنا ہی ہوا۔ البحر الرائق، ص ۳۰۲ جلد ۸ میں ہے: **ولا یعطی اجرۃ الجزاء منھا شیئا والنھی عنہ نھی عن البیع لانہ فی معنی البیع لانہ یاخذہ بمقابلة عملہ فصار معاوضة**

کمالبیع۔ ''قصاب کو اجرت میں قربانی میں سے نہیں دیا جائے گا اور اجرت میں دینے سے روکنا بیع سے روکنا ہے کیونکہ اجرت میں دینا معنیٰ بیع ہے اس لئے کہ وہ اپنے عمل کے عوض میں لیتا ہے تو یہ بیع کی طرح معاوضہ ہوگیا۔'' قربانی کا گوشت کافروں حربیوں میں تقسیم کرنا جائز نہیں۔ کمافی البہار ''جیسا کہ بہار شریعت میں ہے۔'' واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم!

الجواب صحیح وصواب والمجیب نجیح ومثاب
عبدالحافظ رضوی القادری غفرلہ
١٧/ صفر المظفر ١٤٠٥ھ

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
١٧/ صفر المظفر ١٤٠٥ھ

استفتاء ٥٢١

مسئلہ: یہاں ایک امام صاحب خصوصاً نماز جمعہ میں ۴۰ سے ۴۵ منٹ تک کی تاخیر سے نماز شروع کرتے ہیں۔ کیا حکم ہے؟

۹۲/۸۶ ح

الجواب بعون الملک الوہاب!

۴۵ رمنٹ کی تاخیر سے کیا مراد ہے؟ اگر عصر کا وقت داخل نہیں ہوتا ہو تو نماز ہو جاتی ہے ورنہ نہیں۔ جمعہ کا وقت وہی ہے جو ظہر کا ہے یعنی سردی کے موسم میں تعجیل اور گرمی میں تاخیر جمعہ وظہر دونوں میں مستحب ہے۔ وھوتعالیٰ اعلم

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
١٣/ شوال المکرم ١٤٠٣ھ، ٢٤/ جولائی ١٩٨٣ء

استفتاء ٥٢٢

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ

(۱) ایک عالم متقی و پرہیزگار سادات پر یہ الزام عائد کیا کہ وہ سادات نہیں بلکہ پٹھان ہیں جب کہ وہ سادات ہیں۔ بغیر ثبوت کے غلط الزام لگایا جس سے عوام الناس میں بے چینی پھیلی ہوئی ہے اور عوام الناس اسی سید سے وابستہ ہیں اور ان کی خاندانی شرافت کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں۔ اب ایسے بے عمل اور دروغ گو عالم کے لئے شرع شریف کا کیا حکم ہے؟ کیا ایسے بے عمل عالم کی اقتداء درست ہے؟ جو ایک سادات کی اہانت کرتا ہو اور جھوٹا الزام عوام میں پھیلاتا ہو اور اخلاق ومحبت کی جگہ انتشار وفتنہ انگیزی کرتا

ہو جب کہ سید صاحب صحیح العقیدہ، پرہیزگار، متقی، خطیب مسجد ہیں؟

(۲) حضرت سید صاحب خطابت مسجد اور مدرس کے کام کو بہ حسن وخوبی دو سال تک انجام دیا لیکن چند منافقین لوگوں کی گندی سیاست سے تنگ آ کر سید صاحب نے خطابت مسجد سے استعفیٰ دے دیا اور قریب ہی دوسری جگہ امامت و تدریس کا کام انجام دے رہے ہیں۔ وہی بے عمل عالم ان کی جگہ پر مقرر کیا گیا ہے۔ چند سیاسی لوگ ان کے ہمدم و خیر خواہ ہیں۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ میلاد النبی میں تقریر کے دوران کہا کہ اب جنتا پارٹی کی حکومت ختم ہو چکی، یہ کانگریس کی حکومت ہے۔ اب اسی حکومت کے حکم پر چلنا ہوگا۔ ملاحظہ ہو کہ سید صاحب پر جنتا پارٹی کو محمول کیا، عوام الناس ان کی گندی سیاست کو جان گئی۔ عوام الناس کا کہنا ہے کہ عالم دین نائب رسول ہوتے ہیں اس لئے جنتا اور اندرا سرکار کے تذکرہ کی کیا ضرورت ہے جب کہ محفل میلاد اسوۂ حسنہ کے بیان کے لئے ہوتی ہے۔ ایسی گندی سیاسی باتوں پر ازروئے شرع شریف کیا حکم ہے؟ جواب عنایت فرمائیں۔ عین نوازش و کرم ہوگا۔

المستفتی: خادم نسیم الدین احمد قادری کیر آف شیر ان علی، پان دوکان، مقام و پوسٹ شاہ پور، ضلع ڈالٹین گنج

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــــــ بعون الملک الوہاب ــــــــــــ!

(۱) برتقدیر صحت سوال، عالم بے عمل، دروغ گو، سید کی اہانت کرنے والا، بدترین فاسق و فاجر اور مستحق عذاب نار و غضب جبار ہے۔ اگر اہانت سید بر بنائے دین و دیانت، عظمت و کرامت ہے تو اس عالم بے عمل پر خوف کفر ہے۔ ہکذا فی العالمگیریہ وغیرہا۔ اس پر توبہ و استغفار واجب ہے۔ جب تک توبہ نہ کرے اس کی اقتداء مکروہ تحریمی، نمازیں واجب الاعادہ ہیں۔ صلوۃ ادیت مع کراھۃ التحریمۃ فوجب اعادتہا۔ "ہر وہ نماز جو کراہت تحریمی کے ساتھ پڑھی جائے اس کا اعادہ واجب ہے۔" (الدرالمختار) وھو تعالیٰ اعلم

(۲) دوسرے سوال میں سائل نے دو بڑی فحش غلطیاں کی ہیں (۱) النبی کے اوپر (م) بنانا جس کا لغت یا اصطلاح میں کوئی معنی ہی نہیں۔ یہ درود پاک کے کلمات طیبات کا غیر شرعی اختصار ہے جس کو علماء محققین نے حرماں نصیبی، بے ادبی، ناجائز و حرام اور گاہے کفر لکھا ہے۔ (۲) اندرا کے نام کے ساتھ لفظ سرکار کا استعمال، جب کہ یہ معظمین دینی کے لئے ہی استعمال ہوسکتا ہے۔ لہٰذا ان دونوں وجھوں سے سائل بھی توبہ کرے۔ جواب اول کے مطابق اس عالم بے عمل پر توبہ ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ وحزبہ و بارک وسلم۔

عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۵/ ماہ رمضان ۱۴۰۳ھ

استفتاء ۵۲۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ نسبندی کرانے والوں کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد عثمان مرداہاں، سونپور، ضلع سارن

۹۲/۷۸۶

الجواب

نسبندی انسانی فطرت کے خلاف ہے شریعت مطہرہ نے ایسے قبیح و مذموم فعل کی ہرگز اجازت نہیں دی ہے۔ درمختار میں ہے: وخصاء الآدمی حرام، "آدمی کا خصی ہونا حرام ہے۔" لہٰذا نسبندی کرانے والوں کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی اس لئے کہ وہ فاسق ہے۔ قرآن حکیم میں ہے: (ترجمہ) زمین پر چلنے والی مخلوق کی روزی خدا پر ہے۔ اور حدیث پاک میں ہے (ترجمہ) محبت کرنے والی زیادہ بچہ دینے والی عورت سے شادی کرو۔ عزل کے سوال پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ذلک الوادالخصی او کما قال۔ واللہ تعالیٰ اعلم! "یہ خصی ہونے سے زیادہ بہتر ہے۔ یا ایسے ہی کچھ فرمایا۔ اور اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے۔"

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۱۵/ ذیقعدہ ۱۳۹۹ھ

استفتاء ۵۲۴

مسئلہ: محترم مفتی صاحب! السلام علیکم!
سوال یہ ہے کہ میرے سر کا بال سفید ہے اور میں خضاب لگا کر اسے کالا کر دیتا ہوں۔ اس حالت میں میں نماز پڑھ سکتا ہوں کہ نہیں؟ نماز ہو جائیگی یا نہیں۔

المستفتی: محمد فضل کریم، گیریڈیہہ

۹۲/۷۸۶

الجواب

سیاہ خضاب:
سیاہ خضاب مردوں (غیر مجاہد) کو استعمال کرنا حرام ہے۔ مگر نماز پڑھ سکتے ہیں نماز تو ہو ہی جائیگی البتہ خضاب لگانے

کی وجہ سے آپ گنہ گار ہوں گے۔اس سے توبہ کیجئے کما فصله امام اهل السنة فی فتاویٰ جلد۳۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ
الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۹ ستمبر ۱۹۸۰ء یوم الجمعہ

استفتاء ۵۲۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ مندرجہ ذیل میں کہ
زید نے سنی مدرسہ سے فراغت حفظ حاصل کی۔ کسی مجبوری کی بنا پر تین ماہ تک دیوبندی عوام کی امامت کی۔ زید کے سنی ہونے کی وجہ سے دیوبندیوں نے منصب امامت سے معزول کردیا۔ اب دریافت طلب یہ ہے کہ صورت مذکورہ میں شرعی نقطہ نظر سے زید سنی رہا یا نہیں؟ حدیث وقرآن کی روشنی میں جواب مرحمت فرما کر ممنون فرمائیں۔ بینو اوتوجروا!!

المستفتی: محمد جمال الدین، محلہ فیٹر ٹولہ، مقام وپوسٹ سوانگ کولیری، وایہ گومیاں، ضلع گریڈیہہ، بہار

۹۲/۸۶ ء

الجواب ــــــ بعون الملک الوهاب ــــــ!

دیوبندی عوام جس کا ذکر سوال میں ہے، اگر وہ طواغیت دیوبندیہ کے اقوال کفریہ خبیثہ پر مطلع ہو کر ان کو اپنا پیشوا جانتی مانتی ہے تو اس کی اٹھک بیٹھک کو نماز جاننا اور اس کی ملازمت کرنا ہی از روئے شرع جائز نہیں۔ لہٰذا زید پر توبہ ہے۔ وَلَاتَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ (الآیة). اگر زید نے عقائد میں اس کی رعایت نہیں کی بلکہ اپنے عقائد حقہ پر ثابت قدم رہا جیسا کہ اعتزال واخراج سے مفہوم ہوتا ہے تو اس کی سنیت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ
عبدالواجد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

یکم محرم الحرام ۱۴۰۴ھ، ۹/ ۱ اکتوبر ۱۹۸۳ء

فتاویٰ بحر العلوم
حضرت علامہ مفتی عبد المنان اعظمی
مکمل 6 جلدیں
فتاویٰ اجملیہ
مفتی شاہ محمد اجمل قادری
مکمل 4 جلدیں
فتاویٰ فیض رسول
حضرت علامہ مفتی جلال الدین امجدی
3 جلدیں
فتاویٰ یورپ
مفتی عبد الواجد قادری
مکمل
فتاویٰ بریلی شریف
محمد عبد الرحیم فاروقی
محمد یونس رضا اویسی
فتاویٰ حامدیہ
مفتی محمد حامد رضا خان
مکمل
فتاویٰ ملک العلماء
مولانا شاہ محمد ظفر
مکمل
فتاویٰ شرح بخاری
حضرت مولانا مفتی
محمد شریف الحق امجدی
2 جلدیں
فتاویٰ صدر الافاضل
سید محمد نعیم الدین مرادآبادی
فتاویٰ مصطفویہ
مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان
مکمل
حبیب الفتاویٰ
مفتی حبیب اللہ اشرفی نعیمی
فتاویٰ فقیہ ملت
علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی
مکمل 2 جلدیں
شبیر برادرز (رجسٹرڈ)
زبیدہ سنٹر ۴۰۔ اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006